تحفۃ الکرام

تالیف

میر علی شیر قانع ٹھٹوی

بہ تصحیح و حواشی مخدوم امیر احمد

و

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

مترجم

اختر رضوی

سندھی ادبی بورڈ

www.maktabah.org

تحفۃ الکرام

تالیف

میر علی شیر قانع ٹھٹوی

بہ تصحیح و حواشی مخدوم امیر احمد
و
ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

مترجم

اختر رضوی

سندھی ادبی بورڈ
جام شورو
2006ء

www.maktabah.org

پبلشر نوٹ

کلہوڑا دورِ حکومت کو سندھ کی تاریخ میں 'سنہری دور' کی حیثیت حاصل ہے۔ اس دور میں سندھ نے اپنی ٹوٹی ہوئی وحدت اور تشخص کو بحال کیا، لوگ خوشحال ہوئے اور مغل تاجداروں کے تسلط سے آزاد ہوکر اپنی خودمختارانہ صلاحیتوں کو استعمال کرنے لگے۔ یہ حقیقت ہے کہ مغل تاجداروں نے اپنے عہد میں سندھ کو مختلف حصوں اور یونٹوں میں بانٹا تھا اور ہر حصے اور یونٹ پر اپنا مراعات یافتہ آدمی ناظم مقرر کرلیا تھا اور اسی طرح سندھ کی جغرافیائی وحدت کو ریزہ ریزہ کرلیا گیا تھا، لیکن کلہوڑا حکمران کے اقتدار میں آنے کے بعد سندھ کے ان ٹکڑوں اور یونٹوں کی علحدہ حیثیت ختم ہوگئی اور وہ ایک مضبوط ریاست اور حکومت میں مدغم ہوگئے۔ دراز عرصے سے غلاموں والی زندگی بسر کرنے والی چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے بالآخر 'سندھ' کے نام سے ایک بار پھر نیا اور تاریخی جنم لیا۔

'**تحفة الکرام**' سندھ کی تاریخ میں ایک منفرد ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، جو کہ سندھ کے کلہوڑا عہد میں نامور مؤرخ سید میر علی شیر ''قانع'' نے فارسی زبان میں رقم کی تھی۔ حالانکہ یہ کتاب میاں غلام شاہ کلہوڑو کی سنہری عہد میں لکھی گئی تھیں، لیکن اس کے بعد یعنی تالپروں کے عہد میں بھی مصنف، حسب ضرورت کتاب کے دستی نسخے میں ترمیم و اضافہ کرتا رہتا تھا، یہ سلسلہ اُن کی وفات تک جاری رہا۔

'**تحفة الکرام**' میں رائے گھرانے سے لے کر کلہوڑا گھرانے تک سندھ کی حالات کا تذکرہ نہایت عرق ریزی سے کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ سندھ اور سندھ کے وارثوں کو مختلف ادوار میں کس قسم کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ سید میر علی شیر ''قانع'' نے یہ کتاب لکھ کر حقیقی معنوں میں سندھ اور سندھ والوں پر بڑا احسان کیا ہے۔

www.maktabah.org

آپ کو یہ حقیقت بتانے میں کوئی مذائقہ نہیں کہ اس تاریخی کتاب کا سندھی نسخہ مخدوم امیر احمد نے تیار کیا، جبکہ اردو ترجمہ اختر رضوی صاحب نے کیا تھا۔ اس نادر اور قیمتی کتاب پر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب نے اپنی گرانقدر عالمانہ حواشیے لکھے اور ساتھ میں متن کی تصحیح بھی کی۔ کتاب ہٰذا کی پہلی اشاعت 1959ء میں اور دوسری اشاعت 2002ء میں ہوئی تھی۔ یہ تیسری اشاعت ہے جو آپ کے مبارک ہاتھوں میں پہنچی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب نہ صرف مُلک بلکہ برصغیر کے اردو بولنے والے دانشوروں، عالموں اور محققوں کیلئے سندھ سے ایک ''منفرد تعارف'' ثابت ہوگی۔

جام شورو، سندھ
بدھ ۲- محرم الحرام ۱۴۲۷ھ
بمطابق 1- فروری 2006ء

انعام اللہ شیخ
سیکریٹری
سندھی ادبی بورڈ

www.maktabah.org

فہرست عنوانات

حصہ اول

حصہ دوم

www.maktabah.org

★

www.maktabah.org

پیش لفظ

سندھی ادبی بورڈ نے اپنی پہلی نشست مورخہ ۲۰- اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ع میں فیصلہ کیا تھا کہ سر زمین سندھ کے تاریخی سلسلے کی تین اہم کتابیں (۱) فتحنامہ سندھ [عرف چچنامہ]، (۲) تاریخ معصومی اور (۳) تحفۃ الکرام (جلد سوم) فارسی سے سندھی میں ترجمہ کرائی جائیں تاکہ اہل وطن اپنی تاریخ کو اپنی ھی زبان میں پڑھ اور سمجھ سکیں، چنانچہ بورڈ کی جانب سے ان تینوں کتابوں کے ترجمے کی خدمت مخدوم امیر احمد صاحب پرنسپل اورینٹل کالج حیدرآباد کے سپرد کی گئی اور اس اسکیم کی نگرانی اور ذمہ داری بحیثیت ڈائریکٹر، راقم الحروف کے حوالے کی گئی۔ اس کام کو ایک قومی خدمت تصور کرتے ہوئے جلد از جلد اسے پایۂ تکمیل کو پہونچانے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۵۳ع میں تاریخ معصومی اور سنہ ۱۹۵۴ع میں فتحنامہ سندھ [عرف چچنامہ] اور سنہ ۱۹۵۷ع میں تحفۃ الکرام کا سندھی ترجمہ شایع کیا گیا۔

www.maktabah.org

اس کے بعد سنہ ۱۹۵۷ع کے آخر میں سندھی ادبی بورڈ نے "قومی تاریخ اور ادب کی ترقی" کی منصوبہ بندی کے تحت ان تینوں کتابوں کے اردو ترجمے کے شایع کرنے کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق "تحفۃ الکرام" (جلد سوم) کا اردو ترجمہ ناظرین کے سامنے ہے۔

یہ ترجمہ محترم اختر رضوی نے راقم الحروف کی نگرانی اور ہدایات کے مطابق کیا ہے اور بورڈ کی طرف سے شایع کئے ہوئے مخدوم امیر احمد کے سندھی ترجمہ کا ھو بہو چربہ ہے جو مصنف (میر علی شیر قانع) کے اصل متن کا من و عن عکس ہے۔

تاریخی اعتبار سے اپنی اہمیت و قدامت کے پیش نظر فتحنامہ سندھ [چچنامہ] اور میر معصوم بکھری کی "تاریخ معصومی" کے بعد میر علی شیر قانع ٹھٹوی کی "تحفۃالکرام" تواریخ سندھ میں ایک ممتاز، بنیادی اور جامع حیثیت کی حامل ہے۔

فتحنامہ [چچنامہ] میں سندھ کے رائے خاندان کے عہد حکومت سے لے کر محمد بن قاسم کی جملہ فتوحات اور اس کی واپسی تک کے کل تفصیلی حالات کا ذکر ہے اور تاریخ معصومی میں ان واقعات کی اجمالی جھلکیوں کے علاوہ بعد کے، عہد اکبری میں نواب خانخاناں کے ھاتھوں ٹھٹہ فتح ھونے تک کے مفصل حالات ھیں۔ تحفۃ الکرام کی جلد سوم جو اس وقت پیش نظر ہے، یہ نہ صرف مذکورہ دونوں کتابوں کے تاریخی مواد کا انتخاب محفوظ کئے ھوئے ہے بلکہ اس میں عہد اکبری سے لے کر محمد شاہ بادشاہ اور عہد نادری و احمد شاہ ابدالی تک کے مفصل حالات کا ذخیرہ ہے۔ اس کے علاوہ تحفۃ الکرام

www.maktabah.org

اس اعتبار سے اور بھی ممتاز ہے کہ اس میں صرف بادشاہوں، فرمانرواؤں اور نوابوں ھی کے حالات نہیں ھیں بلکہ یہ اپنے دور کے مقامی رسم و رواج ، رومانی داستانوں ، مقامات ، بستیوں، قبیلوں ، دانشوروں ، فنکاروں اور اھل اللہ بزرگوں کے حالات کو بھی اس منظر سمیت محیط کئے ھوئے ہے۔

یہ جملہ خصوصیات تحفۃ الکرام کی پیش نظر جلد سوم کی ھیں جو صرف سندھ سے متعلق ہے۔ باقیماندہ دو جلدیں ، اول و دوم، تاریخ عالم اور تاریخ اسلام سے متعلق ھیں اور ان میں گذشتہ خلفاء و سلاطین کے مفصل حالات بیان کئے گئے ھیں۔ جلد اول و دوم کا خلاصہ دیباچہ میں دیا گیا ھے جس کے مطالعے سے تحفۃ الکرام کی ترتیب اور مباحث کا اندازہ لگایا جا سکتا ھے۔

اس ترجمے میں جلد سوم کے کل مواد کو سہولت کے خیال سے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ھے۔ پہلا حصہ سندھ کی تاریخ سے متعلق ھے جسے مصنف (میر قانع) نے بارہ "طبقات" میں تقسیم کیا ھے۔ ترجمے میں ھر "طبقہ" ایک مستقل "باب" کی صورت میں پیش کیا گیا ھے چنانچہ پہلے طبقے کا پہلا "باب" صفحہ ۱۲ "رائے خاندان" سے شروع ھوتا ھے اور بارھویں "طبقہ" کا بارھواں "باب" صفحہ ۳۵۱ پر "عباسی کلھوڑا خاندان کے عہد حکومت کے بیان" پر ختم ھوتا ھے۔

اس کے بعد مصنف نے سندھ کے مشہور شہروں اور وھاں کی شخصیتوں کا ذکر کیا ھے۔ اس ترجمہ میں اس مواد کو کتاب کا دوسرا حصہ قرار دیا گیا ھے جو صفحہ ۳۵۳ سے شروع

www.maktabah.org

ہوتا ہے۔ اس حصہ میں مصنف نے بعض مشہور واقعات و افراد کا ذکر شہروں اور پرگنوں کے زیر عنوان کیا ہے۔ اس ترجمے میں بھی ابواب کا تسلسل قائم رکھا گیا ہے اور پہلے حصے کے آخری باب (بارھویں) کے بعد دوسرے حصے کی ابتدا تیرھویں باب سے کی گئی ہے۔

مصنف نے اس حصے کی ابتدا، سندھ کی شمالی سرحد سے، یعنی سب سے پہلے ملتان اور وہاں کے بزرگوں کے حالات سے کی ہے اور پھر اُچ، مئو اور ماتھیلہ کے ترتیب وار بیان کے بعد بکھر اور سیوستان کے پرگنوں کے مشہور شہروں اور بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ یعنی شمالی سرحد سے شروع کرکے پھر درجہ بدرجہ نیچے جنوب کے شہروں کا ذکر کرتا چلا آیا ہے۔ البتہ نیچے جاکر بعض مقامات کے سلسلے میں مصنف سے یہ جغرافیائی ترتیب قائم نہ رہ سکی۔ اس ترجمے میں اس جغرافیائی ترتیب کو آخر تک قائم رکھا گیا ہے چنانچہ ابواب ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ اور ۲۲ اس ترتیب کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں ورنہ اصل متن کے مطابق ہم ان کو ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۱۷ اور ۱۹ کی ترتیب سے پاتے۔

مصنف علی شیر قانع کے سوانح حیات، محترم سید حسام الدین راشدی کی تحقیق کا نتیجہ ہے جسے موصوف "مکلی نامہ" کے مقدمہ کے طور پر سندھی ادبی بورڈ کے سہ ماہی سندھی رسالہ "مہران" کے شمارہ ۲، ۳ ۱۹۵۶ع میں شایع کرا چکے ہیں۔

ترجمے میں متن کے نیچے سندھی مترجم مخدوم امیر احمد کے حواشی شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں افراد اور مقامات

www.maktabah.org

کے ناموں کی فہارس دے دی گئی ہیں۔

ان اهتمامات کے ساتھ زیر نظر ترجمے کو سر دست کافی کار آمد بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود اکثر مقامات پر اب بھی متعدد حوالہ جات اور حواشی کی ضرورت باقی ہے اور کتاب کا ایک حتمی مستند ایڈیشن ترتیب دینے کے لئے کافی وقت اور محنت درکار ہے۔ امید کہ "تحفۃ الکرام" کا اصل فارسی متن، بورڈ مذکور کی طرف سے ان ہی اہتمامات کے ساتھ شایع کیا جائے گا۔

سندھ یونیورسٹی
حیدرآباد سندھ
۲۸ جولائی، ۱۹۵۹ع

خادم العلم
نبی بخش
سندھ یونیورسٹی - حیدرآباد

—*○✻○*—

www.maktabah.org

دیباچہ

(سندھی مترجم مخدوم امیر احمد صاحب کے دیباچہ کا خلاصہ)

میر علی شیر قانع ٹھٹوی نے میاں غلام شاہ کلہوڑا کے عہد حکومت میں سنہ ۱۱۸۰ھ میں "تحفۃ الکرام" کی تصنیف کا آغاز کیا۔ کتاب کے نام سے سنہ آغازِ تالیف برآمد ہوتا ہے۔ حالانکہ مصنف نے یہ کتاب سنہ ۱۱۸۱ھ میں مکمل کرلی تھی لیکن خود اس کے دستی نسخے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اختتام کے بعد بھی، جب اسے کوئی بات مزید معلوم ہوتی تھی یا کسی تحریر اور واقعے کے متعلق اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی تھی تو وہ اپنے ذاتی نسخے میں گاھے گاھے مطلوبہ اضافہ و ترمیم کرتا رہتا تھا۔ یہ سلسلہ اس کی وفات سنہ ۱۲۰۳ھ تک جاری رہا۔ غالباً یہی سب سے بڑی وجہ ہے کہ "تحفۃ الکرام" کے مختلف نسخوں میں عبارات کا فرق پایا جاتا ہے۔

"تحفۃ الکرام" کے فارسی متن کا ایک لیتھو ایڈیشن سنہ ۱۳۰۴ھ میں شایع ہوا تھا، لیکن یہ مطبوعہ نسخہ نہ

www.maktabah.org

صرف ناقص ہے بلکہ اغلاط سے بھرا ہوا ہے۔ حیدرآباد (سندھ) میں سرکار میر نور محمد مرحوم کے شاہی کتب خانہ میں تحفۃ الکرام کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو سرکار میر مراد علی خان فرمانروائے سندھ کے حکم پر ۱۲۔ محرم سنہ ۱۲۳۳ھ کو نقل کیا گیا تھا۔ ہر چند کہ اس میں صحت کا التزام خاطر خواہ نہیں ہے تاہم یہ دوسرے قلمی نسخوں سے بہتر ہے۔ خود میر علی شیر قانع کا دستی نسخہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب، سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے پاس محفوظ ہے اور یہ نسخہ ہی سب سے زیادہ قابل اعتماد اور بنیادی نوعیت کا ہے۔ موجودہ متن کا مدار مصنف کے اسی دستی نسخے پر ہے۔ سرکار میر نور محمد خان کے کتب خانہ والے قلمی نسخے میں جو اہم اختلافات پائے جاتے ہیں ان کو حاشیہ میں "ن" کے حوالے سے ظاہر کیا گیا ہے۔

مصنف نے "تحفۃ الکرام" کو بالترتیب تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے دو حصے تاریخ اور جغرافیائے عالم سے متعلق ہیں اور صرف تیسرے حصے کا تعلق سندھ سے ہے۔ پیش نظر متن صرف اس تیسرے حصے کا ترجمہ ہے۔ کتاب کی پوری ترتیب اور تسلسل کو سمجھنے کے لئے، مصنف کے دستی نسخے سے، پہلے دو حصوں کے مضامین کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

حصہ اول: اس جلد میں ایک مقدمہ اور تین "دفتر" ہیں۔ مقدمے کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصے کا نام "ذکر" رکھا گیا ہے۔ پہلے "ذکر" میں مخلوقات کی ابتدا اور دوسرے

www.maktabah.org

"ذکر" میں جنوں کی پیدائش کا بیان ہے۔

مذکورہ تین "دفتروں" میں پہلے "دفتر" کے تین حصے ہیں۔ ایسے ہر حصے کو "طبقہ" کا نام دیا گیا ہے۔ پہلے طبقے میں انبیا کا بیان ہے۔ دوسرے طبقے میں قبل از اسلام کے بادشاہوں کا، اور تیسرے طبقے میں اس دور کے حکما، زاہدین اور مشہور شعرا کا ذکر ہے۔

دوسرے دفتر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کو "مجلس" کا نام دیا ہے۔ پہلی "مجلس" میں حضور پاک کی ولادت کا آغاز، دوسری "مجلس" میں ان کے حالات؛ تیسری مجلس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے واقعات، چوتھی "مجلس" میں ائمہ معصومین اور پانچویں "مجلس" میں اہل بیت کرام کی مشہور ہستیوں کا ذکر کیا ہے۔

دفتر سوم تین حصوں میں تقسیم ہے اور ہر حصے کا نام "طبقہ" رکھا گیا ہے۔ پھر ان میں سے بھی پہلے "طبقہ" کے تین حصے کرکے ہر ایک کا نام "مقصد" رکھا ہے۔ پہلے "مقصد" میں خاندان بنو امیہ کے خلفا کا بیان ہے۔ دوسرے مقصد میں تین "مقالات" ہیں۔ ان میں سے پہلا "مقالہ" خاص خاندان بنی امیہ کے ان امرا کے بیان میں ہے جو عراق عرب اور عراق عجم کی حکومتوں سے سرفراز تھے۔ دوسرے "مقالہ" میں بنو امیہ کے امرائے خراسان اور تیسرے "مقالہ" میں خاندان بنو امیہ کے بعض ممتاز افراد کا ذکر ہے۔ تیسرے "مقصد" میں خاص طور پر ان لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں جنھوں نے بنو امیہ کے عہد حکومت میں بغاوتیں کیں۔

www.maktabah.org

دوسرا "طبقہ" پانچ حصوں میں تقسیم ہے اور ہر حصہ کو "مذکور" کا لقب دیا گیا ہے۔ پہلے "مذکور" میں خلفائے عباسیہ کا ذکر ہے۔ دوسرے میں ان عباسی افراد کا ذکر ہے جنھوں نے مصر میں لقب خلافت اختیار کیا۔ تیسرے "مذکور" میں عباسی امرا، وزرا اور سرکردہ افراد کے حالات بیان کئے گئے ہیں، چوتھے میں ان افراد کا ذکر ہے جنھوں نے عباسی حکمرانوں کے خلاف بغاوتیں کیں اور پانچویں "مذکور" میں قرامطہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرے "طبقہ" کے کل نو حصے کئے گئے ہیں اور ہر حصے کا نام "اساس" رکھا گیا ہے۔ پہلے "اساس" میں ان مسلمان بادشاہوں کا ذکر ہے جو خلفائے بنو عباس کے زمانے میں دنیا کے کسی نہ کسی حصے کے بادشاہ تھے۔ ایسے گیارہ خاندانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا طاہری خاندان، دوسرا صفاری خاندان، تیسرا سامانی گھرانہ، چوتھا غزنوی خاندان، پانچواں غوری گھرانہ، چھٹا آل بویہ یعنی دیلمی گھرانہ، ساتواں سلجوقی خاندان، آٹھواں خوارزم شاہی خاندان، نواں اتابک گھرانہ، دسواں اسماعیلی خاندان اور گیارھواں کرمان کا، قراختائی خاندان۔

دوسرے "اساس" میں صرف ان شاہی خاندانوں کا ذکر ہے جنھوں نے روم پر حکمرانی کی ایسے آٹھ خاندان بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا قیصر خاندان، دوسرا سلجوقی خاندان، تیسرا دانشمندی خاندان، چوتھا سلیقی بادشاہوں کا گھرانہ، پانچواں منکوچکی امرا کا گھرانہ، چھٹا قرامان خاندان، ساتواں ذوالقدر

www.maktabah.org

گورانه اور آٹھواں سلاطین عثمانیہ کا خاندان۔

تیسرے "اساس" میں حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا و تعظیما کے شرفا کا ذکر ہے۔ چوتھے "اساس" میں خوانین ترکستان یعنی چنگیز خان اور اس کی اولاد کا ذکر ہے۔ پانچویں "اساس" میں ابو سعید خان بہادر کے بعد ایران میں جو چھوٹے چھوٹے بادشاہ ہوئے ان کا ذکر ہے اور ایسے پانچ خاندان بیان کئے گئے ہیں۔ چھٹے "اساس" میں قرا قوینلو خاندان کے بادشاہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ساتویں "اساس" میں دیار بکر (روسی ترکستان) کے آق قوینلو بادشاہوں کے حالات ہیں۔ آٹھویں "اساس" میں ایران کے صفوی خاندان کا اور نویں "اساس" میں صاحبقران امیر تیمور گورگان اور ان کی اولاد کا ذکر ہے جس نے ایران و توران پر حکومت کی۔

حصہ دوم: اس حصے میں کل سات مقالات اور ایک تتمہ ہے۔ ساتوں مقالات میں ساتوں ولایات کا ترتیب وار ذکر، ان کا جغرافیہ اور وہاں کے سلاطین، امرا، وزرا، اہل اللہ اولیاؒ، علما اور دیگر صاحبان کمال کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

تتمے کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ہر ایک کا نام "نمود" رکھا گیا ہے۔ پہلی "نمود" میں مشہور اور اہم شہروں کا درمیانی فاصلہ بیان کیا گیا ہے اور دوسری "نمود" میں ان ممالک کا مختصر بیان ہے جو ساتوں ولایتوں کی حدود سے باہر ہیں۔

تحفۃ الکرام کے پہلے دو حصوں کے مضامین کی مندرجۂ بالا فہرست سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ مطبوعہ نسخے میں صرف احمد آباد اور گجرات کے بزرگوں کے مختصر حالات

www.maktabah.org

شامل کرکے اسے "تحفۃ الکرام" کی جلد اول کہا گیا ہے اس کا
تحفۃ الکرام کی حقیقی جلد اول سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
فی الواقع اس کی پہلی جلد ایک ضخیم کتاب ہے جو فل اسکیپ
سائز سے بھی بڑے اوراق کے ۳۲۰ صفحات پر نہایت گنجان
اور باریک حروف سے مرقوم ہے -

www.maktabah.org

مصنف میر علی شیر قانع کی سوانح حیات*

خاندانی پس منظر

میر علی شیر نے اپنا سلسلۂ نسب اسطرح بیان کیا ہے :
میر علی شیر ، بن سید عزت اللہ ، بن سید محمد کاظم ، بن سید محمد مقیم ، بن سید ظہیر الدین ثانی ، بن سید شکر اللہ ثانی ، بن سید ظہیر الدین و الاسلام المعروف بہ سید جادم اول ، بن سید قاضی شکر اللہ شیرازی ، بن سید وجہ الدین ، بن سید نعمت اللہ ، بن سید عرب شاہ ، بن امیر سید نسیم الدین محمد المعروف بہ میر میرک شاہ ، بن امیر سید عطاء اللہ جمال الدین محدث ، بن امیر سید فضل اللہ المحدث الحسینی الدشتکی (۱) الشیرازی ۔

میر موصوف نے اپنے مذکورہ بالا بزرگوں کا "تحفۃ الکرام" کی جلد دوم اور مقالات الشعرا میں اپنی سوانح کے ضمن میں ذکر کیا ہے او "تحفۃ الکرام" کی جلد سوم میں قاضی شکر اللہ اول سے لے کر اپنے آپ تک خاندان کے جملہ سندھی افراد کا حال تحریر کیا ہے ۔

---

* از سید حسام الدین راشدی .

(۱) دشتک ، شیراز کے اس محلہ کا نام ہے کہ جسمیں یہ بزرگ رہا کرتے تھے آجکل شہر کے اس حصہ کو "لب آب" پکارا جاتا ہے ۔

www.maktabah.org

اپنے ایرانی بزرگوں کے سلسلہ میں میر صاحب موصوف کا ماخذ ، تواریخ ِ "حبیب السیر" ، "ھفت اقلیم" اور "مجالس المومنین" ھیں جن سے انھوں نے اپنے خاندانی حالات نقل کئے ھیں -

مناسب ھے کہ میر صاحب کی سوانح حیات انکے بزرگوں کے مختصر حالات سے شروع کی جاے ، تاکہ ناظرین میر موصوف کے حالات کے مطالعہ سے پیشتر انکے خانوادہ کے علمی پس منظر کو ذھن میں [محفوظ] رکھیں -

۱ - السید الجلیل امیر اصیل الدین عبد اللہ

(بن سید عبد الرحمان ، بن سید عبد اللطیف ، بن سید جلال الدین یحییٰ محمد الحسینی) : یہ تفسیر ، حدیث اور فن انشا کے جید عالم اور اپنے زمانے کے فاضل ترین بزرگ تھے - مصنف ِ "حبیب السیر" نے جس ادب اور احترام کے ساتھہ ان بزرگوار کا ذکر کیا ھے وہ اسکے اپنے ھی لفظوں میں قابل مطالعہ ھے - [وہ لکھتا ھے کہ :]

"بصفت اصالت و وفور جلالت و نباھت شان ، و قدم دودمان موصوف و معروف بود ، و بوفور زھد و تقویٰ و دینداری و غایت دیانت و پرھیزگاری ، از اکثر علما و سادات بنی آدم ممتاز و مستثنیٰ می‌نمود - زبان گھر افشانش مفسر حقائق صحف آسمانی ، و بیان بلاغت نشانش مبین دقایق کتب سبحانی ، باطن خجستہ میامنش مظھرآثار ولایت و رشاد ، و خاطر فرخندہ مآثرش مھبط انوار ھدایت و ارشاد، و بے شائبہ مدح گستری آن مھر شریعت پروری ، در علم تفسیر و حدیث و انشا و تالیف شبیہ و نظیر نداشت" - (۱)

۱ - "حبیب السیر" ج ۳، جز ۳، ص- ۳۳۵ - "مجالس المومنین" مجلس پنجم، ص- ۲۲۶ -

www.maktabah.org

سید صاحب ، سلطان ابو سعید کے زمانے (۸۵۵-۸۷۲ھ) میں شیراز سے ہجرت کرکے ہرات میں آکر مقیم ہوئے اور بادشاہ کی تحریک پر ہفتہ میں ایک بار مدرسۂ گوہر شاد آغا میں وعظ فرمایا کرتے تھے ۔ اسی طرح ہر سال ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کرکے حضور انور کی سیرت پاک ایسے دلنشیں انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ سامعین کی کیفیت تاثر قابل دید ہوا کرتی (۱)۔ انکی تصنیفات میں مندرجہ ذیل دو کتب نے شہرت دوام حاصل کی :

۱- "شرح درج الدرر" (بر "سیر سنیۂ خیر البشر")
۲- "کتاب مزارات ہرات"

ثانی الذکر کتاب کے لئے صاحب "حبیب السیر" کا قول ہے کہ :
" درمیان افاضل اقطار جہان مشہور است ، و صحت روایت و بلاغت عبارت آن نسخه بر السنه و افواه خلایق مذکور ۔"

سید موصوف کا انتقال سلطان بایقرا کے دور میں ۱۷ جمادی الاخری (۲) ۸۸۳ھ کو ہوا ۔ سلطان بایقرا نے انکی اولاد کے لئے جاگیرین مقرر کردی تھیں ۔ میر علی شیر نے انکے دو فرزندوں سید صفی الدین محمد اور سید برہان الدین محمد کا ذکر کیا ہے ۔

۲- سید الحکماء المدققین امیر صدر الدین محمد شیرازی

("ابوالمعالی" کنیت اور "صدر العلما" و "صدرالحقیقة" لقب ہے) : انکے والد کا نام امیر غیاث الدین منصور تھا جنکے متعلق صاحب "حبیب السیر" کہتا ہے کہ :

۱- "حبیب السیر" ج ۳ - جز ۳ ، ص ۳۳۵ - "ہفت اقلیم" ص ۲٦۱ ، مطبوعہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکتہ ۔

۲ - "مجالس المومنین" میں ربیع الاول ۸۰۳ھ مرقوم ہے (ص ۲۲٦) جو غلط ہے اور قانع نے اسی کو نقل کیا ہے ۔ ہم نے حبیب السیر کے بیان کو دوسرے مآخذ پر ترجیح دی ہے ۔

www.maktaban.org

"در سلک سادات عالی نسب مملکت فارس انتظام داشت، و مرجع اشراف و اعیان بوده، پیوسته نقش خیر خواهی بر الواح خواطر آدمیان می نگاشت۔"

امیر صدر الدین نے مولانا قوام الدین گلباری کے پاس تحصیل علم کیا (۱) جس کے بعد شیراز میں ایک عظیم الشان درسگاہ "مدرسۂ منصوریہ" تعمیر کرا کے اس میں سلسلۂ درس شروع کیا۔ "حبیب السیر" میں ہے کہ:

"صفت بالا عزاز بنشر علوم محسوس و مفہوم قیام و اقدام می نمود، و بجودت طبع و دقت ذہن از جمیع علمائے متبحرین و فضلائے متاخرین ممتاز و مستثنیٰ بود۔ (۲)"

اس مدرسہ میں ہزاروں طلبا اور سیکڑوں صاحبانِ ذوق نے علم حاصل کرکے دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کی۔

"مجالس المومنین" کا مصنف ان بزرگ کے لئے لکھتا ہے کہ "حدیث کے وہ جید عالم اور حافظ تھے۔ علوم حکمیہ و شمسیہ میں وہ دنیا کے عظیم ترین حکما کے مدارج تک پہونچے ہوئے تھے۔ جن بزرگوں سے انھوں نے علم و فیض حاصل کیا تھا وہ سب اپنے دور کے بے نظیر عالم تھے جن کے اساتذہ کے سلسلے بوعلی سینا، ملا قطب الدین، علامہ شیرازی،

---

۱ - صاحب "مجالس المومنین" نے لکھا ہے کہ میر صاحب نے دینی علوم کی تعلیم اپنے والد اور چچا زاد بھائی میر نظام الدین احمد سے حاصل کی اور عربی علوم و ادب کی تعلیم اپنے دوسرے چچا زاد بھائی میر حبیب اللہ سے پائی۔ دیکھئے ص۔ ۳۵۰۔

۲ - "حبیب السیر" ج ۳، جز ۴، ص ۱۱۰-۱۱۱۔

www.maktabah.org

سلطان المحققین خواجه نصیر الدین طوسی، امام غزالی، امام فخر الدین رازی اور علامہ شیخ جمال الدین حسن جیسے بزرگوں سے جا ملتے تھے - (۱)"

مولانا جلال الدین دوانی اور سید موصوف کے درمیان علمی نکات پر اختلافات رہا کرتے تھے لیکن محقق دوانی نے ان سے رو برو مباحثہ کی کبھی جسارت نہ کی - البتہ اختلافی مسئلوں پر ان صاحب نے کئی رسالے تحریر کئے جن میں "حواشی تجرید" اور "حواشی مطالع" مشہور ہیں (۲) - اسی طرح وقت کے دیگر علماء نے بھی سید موصوف سے کبھی مناظرہ نہ کیا -

"حبیب السیر" میں مندرجہ ذیل کتب ان کی تصانیف بیان کی گئی ہیں :

۱ - رسالہ "تحقیق علم در اثبات واجب"
۲ - "حاشیہ شرح شمسیہ"
۳ - "حاشیہ مطالع"
۴ - "حاشیہ تجرید"

میر قانع نے ان چار کتابوں کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے - (۳)

۵ - "حاشیہ بر اوائل شرح مختصر اصول—ابن حاجب"
۶ - "حاشیہ بر کشاف"

---

۱ - "مقالات الشعرا" ص ۲۰۸ ، "مجالس المومنین" ص ۳۵۰ -
۲ - مقالات ص ۲۰۹ -
۳ - یہ فہرست میر قانع نے "مجالس المومنین" سے نقل کی ہے دیکھئے ص ۳۵۰ -

www.maktabah.org

۷ - "رسالہ در حل **مغالطه**"

۸ - "رسالہ در **علم** فلاحت"

۹ - "رسالہ در علم معرفت **قوس** قزح"

۱۰ - "**تعلیقات** بر **فقه** شامی"

سید موصوف نے ۲ شعبان سنه ۸۲۸ھ منگل کے دن ولادت پائی اور ۱۲ رمضان سنه ۹۰۳ھ کو بروز جمعه **دیار بکو** کے ترکمانوں کے هاتھوں شهید هوئے (۱) -

۳ - خاتم الحکما امیر غیاث **الدین** ثانی:

یه بزرگ ، امیر صدر **الدین کے فرزند** تھے - ان کی **ولادت** سنه ۹۰۰ھ میں هوئی - **انهوں** نے **والد** کی **خدمت** میں رہ کر علوم حاصل کئے اور بیس برس کی عمر میں فارغ هوکر سلسله درس شروع کیا - ان کے مرتبه علمی اور وجاهت **کا** ذکر کرتے هوئے صاحب "حبیب السیر" نے لکھا هے **که**:

> "آنجناب حالا بوفور علم و دانش **دراطراف** و اکناف عالم بغایت مشهور است ، **و مهارتش** در فنون حکمی و ریاضی ضرب المثل جمهور **علمائے** نزدیک و دور" (۲) -

سید موصوف کی ریاضی دانی اور طبی صلاحیتوں کا ذکر **کرتے** هوئے نورالله شوستری تحریر کرتے هیں که "اگر ارسطو اور افلاطون بلکه ساری دنیا کے **حکما** و طبیب بھی ان کے زمانے میں هوتے تو وہ بھی ان کے معتقد اور نیاز مند هوتے !"

شوستری کے اپنے الفاظ یه هیں :

---

۱ - "شرح اثبات واجب" از امیر غیاث الدین منصور ثانی، رجال "حبیب السیر" ص ۳۴۱ ، "مجالس المومنین" ص ۳۵۰ -

۲ - "حبیب السیر" ج ۳، جز ۴، ص ۱۱۱ -

www.maktabah.org

"ارسطو و افلاطون بلکہ حکمائے دھر و قرون اگر در زمان آن قبلہؑ اھل ایقان بودندے، مفاخرت و مباہات در سلک مستفیدان و ملازمان مجلس عالیش نمودندے (۱)"

"حبیب السیر" کا مصنف سید موصوف کا معاصر اور ان سے واقف تھا۔ اگر نوراللہ شوستری کے قول کو مبالغہ آمیز تصور کیا جائے تب بھی "حبیب السیر" کے مصنف کی رائے سید صاحب کی علمی بلندی اور برتری کے لئے کافی وزن دار ہے۔

سید صاحب ایک مدت تک بادشاہ مغفور کے صدارت کے بلند مرتبہ پر فایز رہے۔ پھر جب عراق عرب سے مجتہدالزمان شیخ علی بن عبدالعالی دارالسلطنت آئے اس وقت بادشاہ کے روبرو مسئلہ عدم تقلید پر شیخ اور سید موصوف کا مناظرہ ہوا۔ جس میں جان بوجھ کر بادشاہ نے مجتہد کی پاسداری کی، چنانچہ سید موصوف ناراض ہو کر اور منصب صدارت سے استعفا دے کر شیراز چلے آئے۔

"حبیب السیر" کی تصنیف کے وقت سید موصوف اپنے والد کے مدرسہ میں درس دیا کرتے تھے۔ بقول مصنف:

"بہ افادہ قیام می نماید، و گوش و ہوش طلبہؑ علوم را از نتائج دریائے طبع نقاد خود می آراید"

۴۸ برس کی جوان عمر میں سنہ۹۴۸ھ میں سید موصوف نے انتقال کیا۔ صاحب "حبیب السیر" نے ان کی تصانیف کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ البتہ میر قانع نے "مجالس المومنین"

۱۔ "مقالات الشعرا" ص ۲۰۹، "مجالس المومنین" ص ۳۵۰۔

www.maktabah.org

ے ان تیس کتابوں(۱) کے نام نقل کئے ھیں جنھیں که نوراللہ

---

۱ - ان کتابوں کے نام یه ھیں: ۱ کتاب صحة الکلام (در رد "حجة الاسلام" امام غزالی)، ۲ - ھزار بیت، ۳ - "محاکات" اول - ثانی - ثالث، ۴ - شرح بر کتاب اثبات واجب، ۵ - کتاب تعدیل المیزان بر منطق، (خلاصه "منطق شفا")، ۶ - معیار الافکار (خلاصه "تعدیل المیزان")، ۷ - کتاب لوامع و معارج (علم ھیئت)، ۸ - تحفهٔ شاھی (۱۷ برس کی عمر میں تحریر کی)، ۹ - تجرید در حکمت (جامع مسائل حکمت طبیعی و الٰہی)، ۱۰ - رساله در معرفت قبله، ۱۱ - کتاب معالم الشفا (طب)، ۱۲ - شافیه، ۱۳ - سفرویهٔ ھیئت، ۱۴ - حاشیه بر الٰہیات شفا، ۱۵ - حاشیه بر شرح حکمت العین، ۱۶ - رساله در باب خلافت فرزند خود، ۱۷ - رد بر حاشیهٔ شمسیه — علامه دوانی، ۱۸ - رد بر حاشیه محمد، ۱۹ - خلاصة التلخیص (اختصار رساله تلخیص معانی و بیان)، ۲۰ - رد بر حاشیه تهذیب، ۲۱ - رد انموذج، ۲۲ - رساله تحقیق جهات، ۲۳ - رد بر رساله زوراء، ۲۴ - رساله مشارق در اثبات واجب، ۲۵ کتاب اخلاق منصوری، ۲۶ - حاشیه بر اوائل کشاف تفسیر سورة الانسان - ۲۷ - مقالات العارفین (تصوف و اخلاق — اپنے فرزند میر شرف الدین علی کے لئے لکھی)، ۲۸ - رساله قانون السلطنت دین، ۲۹ - شرح کتاب ھیاکل انوار اور ۳۰ - حاشیه بر اشارات -

میر علی شیر نے مندرجه ذیل دو اور کتب کے نام سنے:

۳۱ - کتاب ریاض الرضوان، ۳۲ - کتاب اساس در علم ھندسه -

("مقالات الشعرا" ص- ۲۱۱، اور "مجالس المومنین" ص- ۳۵۱) -

www.maktabah.org

شوستری نے دیکھا اور پڑھا تھا ۔ اس کتاب کا مصنف مزید لکھتا ہے کہ اس کے علاوہ سید موصوف کی اور بھی تصانیف ہیں جو اس تک نہیں پہنچ سکیں (۱) ۔

میر موصوف شعر و سخن میں بھی دسترس رکھتے تھے ۔ "مجالس المومنین" میں مثال کے طور پر ان کا یہ شعر مرقوم ہے :

هر کجا بی هنری هست بدو می بخشند
بیشتر زانکه ز ایام تمنّا دارد

میر علی شیر نے ان کے دو فرزندوں کے نام رقم کئے ہیں ایک میر شرف الدین اور دوسرے میر صدرالدین محمد ۔

۴ ۔ **السید الاجل امیر جمال الدین عطاالله** (بن سید فضل الله محدث) :

سید موصوف میر اصیل الدین کے بھتیجے اور میر علی شیر کے دسویں پشت میں دادا تھے ۔ صاحب "حبیب السیر" حسب سابق ان بزرگوار کی توصیف میں بھی رطب اللسان نظر آتا ہے ۔ ایک مقام پر وہ لکھتا ہے کہ :

"آنحضرت ، مانند عم بزرگوار خویش امیر سید اصیل الدین ، در علم حدیث بی نظیر آفاق گشته اند ، و در سایر اقسام علوم دینیه و انواع فنون یقینیه از محدثان باستحقاق درگذشته اند ۔"

پھر ایک اور مقام پر وہ جس طرح ان کی تعریف کرتا ہے وہ بھی اسی کے لفظوں میں لایق مطالعہ ہے :

"سدهٔ سینه اش ، ملاذ طوایف اکابر و اشراف انام ، و عتبهٔ عالیه اش مجمع اعاظم اولاد امجاد خیرالانام بود ۔ لوح ضمیر منیر مهرتنویرش مطرح

۱ ۔ مجالس المومنین صـ ۳۵۱ ۔

www.maktabah.org

اشعۂ انوار اسرار کتب الٰہی و صحیفۂ خاطر
عالی مآثرش مہبط لوامع حقایق اخبار حضرت
رسالت پناہی - گنجینۂ سینہ‌اش بجواہر زواہر
علوم‌شرع مشحون، و عقود دُرَرِ کلمات در، مخزن
باطن خجستہ میامنش مخزون - نیّرِ شمایلِ نبوی
از مشارق جمال خجستہ مآلش طالع ، و شعشعہ
آثار فضائل مرتضوی از مطالع خصایص علم و
کمالش لامع - رای عالم آرائش کشّاف اسرار
معالم تنزیل ، و طبع مشکل کشایش حلال
معضلات مواقف تاویل -

زبانش مظہر اسرار تحقیق　　ضمیرش منظر انوار توفیق
ز توضیح بیانش گشتہ روشن　　بر اہل علم ہر مشکل ز ہر فن
جمال دین مزین ز اہتمامش　　علوم‌شرع واضح از کلامش(۱)

سید صاحب کا مشغلہ بھی اپنے بزرگوں کی مانند درس
و تدریس تھا - ان کا مدرسہ ، مدرسۂ سلطانیہ ہرات کے اس
گنبد میں تھا جس میں کہ بعد میں سلطان حسین بایقرا مدفون
ہوا - کچھ برسوں کے بعد وہ خانقاہ اخلاصیہ میں درس دیا
کرتے تھے اور ہفتہ میں ایک دن وہ اپنے چچا امیر امین‌الدین
کی مسند پر جامع مسجد ہرات میں وعظ و نصیحت کی محفل بھی
منعقد کیا کرتے تھے -

صاحب "حبیب‌السیر" (۸۸۰ - ۱ ہ ۹ ھ) کا قول ہے کہ
"اس وقت وہ گوشہ نشینی میں وقت گزارتے ہیں - مجلس
وعظ بھی انھوں نے بند کردی ہے اور اب ان کا وقت زیادہ تر

۱ - "حبیب‌السیر" ج ۳ ، جز ۳ ، ص ۳۳۸ -

www.maktabah.org

طاعت و عبادت الٰہی میں گذرتا ہے :

"سلاطین ایام ، و حکام اسلام ، باقدام ارادت و اعتقاد و ملازمت آنحضرت را بر ذمهٔ همت واجب میدانند ، و در ترفیه حال و فراغ بال خدام عالی مقامش طریقهٔ اشفاق مبذول میدارند بر آنچه میتوانند ۔"

مصنف "حبیب السیر" نے ان کی ایک تصنیف "روضة الاحباب فی سیرة النبی و الال و الاصحاب" کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق اس کا کہنا ہے کہ وہ آفاق میں مشہور ہے اور اس کی مثال ملنی مشکل ہے :

"در اقطار آفاق اشتهار تمام دارد ، و بے شائبهٔ شبهٔ عقل و ادراک نظیر آن کتاب افادت مآب را در آئینهٔ خیال امر محال می شمارد" ۔

"تحفة الکرام" میں ان کی دو تصنیفات "تحفة الاحبار" اور "ریاض السیر" کا بھی ذکر ہے (۱)

ان کا سال انتقال معلوم نہیں ہو سکا ۔ جن دنوں "حبیب السیر" زیر تصنیف تھی ان دنوں وہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے ۔ (۲) ۔

---

۱ ۔ تحفة الکرام ج ۲، ص ۱۷ ۔ مجالس المومنین ص ۲۲۲ ۔

۲ ۔ "حبیب السیر" کے مصنف کا نام غیاث الدین بن همام الدین محمد خوند میر تھا ۔ وہ سنہ ۸۸۰ھ کے قریب هرات میں پیدا هوا اور سنہ ۹۴۱ھ میں گجرات میں فوت هوا اور نظام الدین اولیا کے مقبرہ کے ایوان میں امیر خسرو کے قریب مدفون ہے ۔ "حبیب السیر" کو اس نے سنہ ۹۳۰ھ میں مکمل کیا ۔

www.maktabah.org

۵- امیر نسیم الدین محمد معروف بہ میرک شاہ۔

یہ میر جمال الدین کے فرزند رشید اور علم و عمل میں ان ھی جیسے یگانہ روزگار تھے۔ حدیث میں خاص طور پر انھیں کمال حاصل تھا۔ "حبیب السیر" میں ھے کہ:

"در تکمیل علوم و فنون سیما علم حدیث یگانۂ زمانہ اند"

اپنے والد بزرگوار کی مسند پر یہ مدرسۂ سلطانیہ میں درس دیا کرتے تھے اور ھزارھا طلبا ان سے فیضیاب اور بہرہ مند ھوئے (۱)۔

۶- سید عرب شاہ، ۷- سید نعمت اللہ، ۸- سید وجہ الدین

سید عرب شاہ، امیر نسیم الدین کے فرزند تھے، ان کے فرزند سید نعمت اللہ اور ان کے فرزند سید وجہ الدین تھے۔ یہ تینوں بزرگ بھی ھرات اور شیراز میں اپنے بزرگوں کی مانند علوم کی نشر و اشاعت میں زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

۹- قاضی سید شکراللہ شیرازی (بن سید وجہ الدین):

یہ بزرگ ترین شخص ھرات سے قندھار آئے اور وھاں سے سید شاہ مبین، سید کمال اور سید عبد اللہ کی رفاقت میں سنہ ۹۲۷ھ میں ٹھٹہ آئے۔

یہ چاروں بزرگ علم و ایقان اور دین و ایمان کے روشن چراغ تھے جنھوں نے نہ صرف شہر ٹھٹھے کو بلکہ سارے سندھ کو اپنے علم و عمل کی ضیا پاشیوں سے منور کیا آج انھیں صدیاں گزر چکی ھیں لیکن ان کے مقابر آج بھی رنجیدہ اور پریشان انسانوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی

۱- "مجالس المومنین" ص- ۲۴۲-

www.maktabah.org

کے مرجع و مراکز ھیں (۱) -

سید شکر اللہ ھی وہ بزرگ ھیں جن کی نسل سے ٹھٹے کے سادات شکر اللٰہی کا سلسلہ جاری ھوا اور یہ وھی موتیوں کی لڑی ھے کہ جس کا ایک درِ شاھوار سند کا لافانی مورخ ، بے مثل تذکرہ نگار اور بے بدل شاعر "میر علی شیر قانع" تھا -

سید موصوف کے مراسم شاہ بیگ ارغون کے خاندان سے غالباً ھرات میں پیدا ھوئے اور جب بایقرا کی وفات کے بعد ھرات کی محفل درھم برھم ھوگئی اور شیبانی ، شاہ اسماعیل صفوی اور بابر کی معرکہ آرائیوں نے ملک کا وہ حصہ تہ و بالا کر دیا تب اسی تعلق کی وجہ سے سید موصوف شاہ بیگ کے پاس قندھار چلے آئے - اس کے بعد جب شاہ بیگ نے سندھ فتح کرلیا اور سندھ میں ھی مستقل بود و باش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تو سید موصوف بھی اپنے تینوں رفیقوں اور فرزند سید میر ظہیر الدین کے ساتھ آکر ارغونوں کے پایۂ تخت ٹھٹے میں قیام پذیر ھوگئے -

---

۱ - "تحفۃ الکرام" کا مصنف لکھتا ھے کہ "سید شکراللہ نے اپنے فرزند کو وصیت کی تھی کہ اگر تمھاری اولاد کو کوئی مشکل در پیش آئے تو انھیں میرے ان ھی تینوں رفقا سے رجوع کرنا چاھئے۔ آج تک اس وصیت پر عمل کیا جاتا ھے' اور محمد حسین و سید ظہیرالدین ثانی بن سید شکراللہ کی اولاد سید منبہ سے رجوع کرتی ھے اور سید نظام الدین کی اولاد سید کمال کے دامن سے منسلک رھتی ھے اور اسی طرح سید عبدالرحمان کی اولاد سید عبد اللہ سے قربت رکھتی ھے (تحفۃ الکرام ج ۲، ص- ۱۹۵)

www.maktabah.org

شاہ بیگ تو [یہاں آ کر] چند ماہ بعد فوت ہوگیا لیکن اس کا جا نشین [فرزند] شاہ حسن بھی بدستور سید موصوف کا معتقد رہا ۔ اس نے سید موصوف کے علم و فضل اور دینی عظمت و بزرگی کے پیش نظر انھیں اپنی حکومت کا پہلا شیخ الاسلام مامور کرکے سارے سندھ کا منصب قضا ان کے سپرد کیا ۔ ہر چند کہ سید موصوف اس منصب کے لئے مناسب اور لائق تھے بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ سید موصوف کی ذات سے ہی اس منصب نے اعزاز و افتخار پایا ۔ لیکن منصب اور اس کے فرائض کی پابندیاں سید صاحب کی طبع آزاد کو پسند نہ آئیں چنانچہ کچھ عرصہ بعد سید صاحب اس سے علاحدگی اختیار کرکے ریاضت و عبادت میں زندگی گزارنے لگے (۱) ۔

ٹھٹے میں آ کر جس محلہ میں سید صاحب نے قیام کیا وہ ان انصاروں کا محلہ تھا جو شیخ عیسیٰ لنگوٹی کے ساتھ برھان پور سے ھجرت کرکے ٹھٹھہ آئے تھے ۔ سید صاحب نے اپنے فرزند سید میر ظہیرالدین و الاسلام عرف میر جادم کی انھیں انصاروں میں شادی کرائی جن سے ٹھٹے کے سادات شکراللٰھی کی نسل قائم ہوئی ۔ آگے چل کر انصاروں کے اس قبیلہ کی نسل مفقود ہوگئی اور اس محلہ کا نام سادات شکراللٰھی

---

۱ ۔ سید صاحب موصوف کے بعد شاہ حسن نے حضرت قاضی محمد اچوی کو بکھر سے بلا کر اس عہدہ پر مامور کیا ، جس کے بعد یہ منصب پشت بہ پشت قاضی موصوف کے خاندان میں رھتا آیا اور اس کا سلسلہ انگریزوں کے ابتدائی دور تک قائم رہا ۔ قاضی علی محمد ٹھٹوی اس وقت اس خاندان کے چشم و چراغ ھیں ۔

www.maktabah.org

کے نام سے مشہور ہو گیا ۔ اس خاندان کے پسماندگان آج تک اسی محلہ میں سکونت پذیر ہیں ۔

سید ظہیر الدین جادم کے بارے میں میر علی شیر لکھتا ہے کہ "بظاہر ان کا مشغلہ درس و تدریس تھا لیکن باطن میں ان کی فقر و سلوک سے لو لگی ہوئی تھی" ۔

"ظاہرش بتقویٰ و تشرع و تدریس، و باطن بسلوک
راہ فقر و سبیل سنت اجداد مصروف بود" (۱) ۔

سید ظہیر الدین نے دو فرزند اپنی یادگار چھوڑے ۔ ایک سید شکر اللہ ثانی اور دوسرے سید عبدالرحمان ۔ میر علی شیر قانع ، سید ظہیر الدین کے فرزند اکبر ، سید شکر اللہ ثانی کی اولاد میں سے ہیں جیسا کہ ابتدا میں سلسلۂ نسب میں بیان کیا جا چکا ہے ۔

میر علی شیر قانع

ولادت :

میر عزت اللہ ، بن سید محمد کاظم ، بن سید محمد مقیم ، بن سید ظہیر الدین ثانی ، بن سید شکر اللہ ثانی کے چھ فرزند ہوئے :

۱ ۔ سید فخر الدین ، ۲ ۔ سید یار محمد ،
۳ ۔ سید محمد امین ، ۴ ۔ سید محمد صلاح ،
۵ ۔ سید میر ضیاءالدین ضیا ۶ ۔ میر علی شیر قانع

میر علی شیر قانع نے سنہ ۱۱۴۰ھ میں [اس دنیا میں] آنکھیں کھولیں ۔ "خلق انسانا من السلالہ" سے تاریخ ولادت برآمد ہوتی ہے ۔

وہ زمانہ میاں نور محمد کی حکومت کا تھا اسے اپنے

۱۔ تحفۃ الکرام ج ۳، صہ ۱۹۵ ۔

www.maktabah.org

والد کی مسند پر متمکن ہوئے دس سال گذرے تھے کہ میر قانع نے ولادت پائی۔

عالمگیر کی وفات کے بعد مغل شاہزادوں کی باہمی خونریزی اور جنگ و جدال نے سلطنت مغلیہ کا شیرازہ منتشر کردیا تھا جس کی وجہ سے مرکزی حکومت کا کوئی وقار باقی نہ رہا تھا اور ہندوستان کی متحدہ سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوکر [متعدد] خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔

سندھ چونکہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے دہلی کے مغلیہ مرکز سے وابستہ رہا تھا اس لئے گیارھویں صدی کی ابتدا سے یہاں کے حالات بھی کافی بدل چکے تھے۔ سندھ کے دہلی سے آنے والے گورنر، مرکزی اقتدار کی روزانہ تبدیلیوں کی وجہ سے اپنی قوت اور اقتدار، جس کے بل بوتہ پر سندھ ان کے زیر تصرف رہتا آیا تھا، کھو چکے تھے۔ چنانچہ اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ سندھ میں مرکز سے آزاد ہونے کی تحریک زور پکڑ گئی۔ کلہوڑوں کے ایک خاندان نے، جس کی پشت پر نہ صرف اس کی زمینداری اور قبیلہ کی قوت تھی بلکہ پیری مرشدی اور روحانی رہبری کی وجہ سے بھی اس کو سارے سندھ پر تسلط حاصل تھا، آزادی کی اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

[چنانچہ] سلطنت مغلیہ کی کمزوری اور انتظامی ابتری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میاں یار محمد نے سب سے پہلے بالائی (اپر) سندھ کا علاقہ مرکز سے سالانہ محصول پر لے کر اپنے قبضہ میں کیا جس کے بعد فوراً ہی اس کے جانشین میاں نور محمد نے زیرین

www.maktabah.org

(لوئر) سندھ بھی انھی شرائط پر حاصل کرکے ملکی آزادی کے خواب کو حقیقت کا لباس پہنا دیا۔

میر علی شیر کی عمر گیارہ برس کی تھی جب کہ سنہ ۱۱۵۱ھ میں میاں نور محمد نے یہ تاریخی قدم اٹھایا تھا۔ اس کے بعد مغلوں کا سندھ سے براہ راست تعلق ختم ھوگیا۔

لیکن آزادی کے دوسرے ھی سال سندھ کو اچانک ایک ناگہانی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور ھندوستان کی مغل سلطنت پر تو جیسے قیامت ھی ٹوٹ پڑی۔

[ھوا یہ کہ] محمد شاہ بادشاہ، جسے تاریخ میں عام طور پر "رنگیلے" کے مناسب اور موزوں لقب سے یاد کیا جاتا ھے، شہنشاہ شاہ جہاں کے تخت طاؤس پر جلوہ گر تھا کہ ایران کا نو دولت، جابر اور قہار فرماں روا نادر شاہ لشکر عظیم کے ساتھ دھلی آ پہونچا۔ بادشاہ ناتواں، ریاستیں ٹکڑے ٹکڑے، حفاظتی لشکر مفقود، تاب مقابلہ نہ بادشاہ میں نہ ملک میں [نتیجہ یہ ھوا کہ] دھلی کو نادر شاہ نے نہ صرف تاخت و تاراج کیا بلکہ ایسی زبردست خونریزی کی کہ نسل انسانی کے منقطع ھوجانے کا احتمال پیدا ھوگیا تھا۔ [ایسی حالت میں] نظام الملک آصف جاہ نے ھمت کرکے نادر کے سامنے یہ شعر پڑھا:

کسے نماند کہ او را بہ تیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

یہ شعر سن کر ایران کے اس خونخوار حملہ آور کو رحم آگیا اور باقی ماندہ لوگوں کی جان بخشی کا حکم دے کر اس نے اپنی تلوار نیام میں رکھی۔

www.maktabah.org

دھلی سے واپس ھوتے ھوئے نادر شاہ سندھ بھی آیا۔ دھلی کی [لرزہ خیز] خبروں نے سارے ملک کو دھشت زدہ کردیا تھا چنانچہ سندھ پر بھی لرزہ طاری تھا۔ پھر جب نادر شاہ آکر لاڑکانہ میں منزل انداز ھوا تو سارے سندھ میں سنسنی پھیل گئی۔

"کہیں نادر تو تعاقب میں نہیں ھے"، "نادر بھی نادر ھے لیکن قادر بھی قادر ھے" [اور] "نادری حکم" [وغیرہ]، یہ اور ایسی ھی بہت سی عام کہاوتیں آج تک سندھ میں مشہور ھیں اور اسی دھشت انگیز دور کی طرف حافظہ کے اوراق الٹتی ھیں۔ "یاد باد زمانے کہ قیامت است" بھی کسی شاعر نے اسی دور کا سادہ تاریخ کہا ھے۔

[سندھ آنے سے] نادر شاہ کا مقصد لوٹ مار اور ملک کی املاک پر قبضہ کرنا تھا اور انسانی خونریزی سے تو اس کا دھلی ھی میں جی بھر گیا تھا [اس موقع پر] میاں نور محمد عمر کوٹ میں تھا [چنانچہ] نادر شاہ نے خود وھاں جاکر اس سے ایک کروڑ نقد وصول کیا اور بیس لاکھ سالانہ کا خراج بھی اس پر مقرر کیا اور واپسی پر اس کا عظیم‌الشان کتب خانہ بھی لیتا گیا اس کے علاوہ اس کے دو بیٹوں کو بھی یرغمال کے طور پر ساتھ لے گیا (۱)۔

تازہ حاصل کردہ آزادی کے بعد سندھ کے گلے میں جو ایران کی غلامی کا نیا طوق پڑا اس سے ملک کو سخت ذھنی اذیت پہونچی اور ساری مسرتیں خاک میں مل گئیں۔ ایران پہونچنے کے بعد جب نادر شاہ قتل ھوا تو کسی بیرونی

۱۔ نادر شاہ ۱ محرم سنہ ۱۱۵۳ھ کو لاڑکانہ سے کوچ کرکے ایران واپس چلا گیا۔

www.maktabah.org

شاعر نے کہا:

بیک گردش چرخ نیلوفری نہ نادر بجا ماند نے نادری

سندھی شعرا نے اس موقع پر اپنے جذبات کا اس طرح اظہار کیا:

فتنہء نادر چو بروں شد ز میان راحت آمد بہ ہمہ عالمیان
خوش خبر ھاتف فرمود ز غیب "محو شد آفت نادر ز جہان"

۱۱۶۰ھ

یہ تاریخ آخوند عبدالقادر ٹھٹوی نے کہی اور ادھا رام ٹھٹوی نے کہا:

شاہ شاہِ نادر ایران دیار داشت باغِ دولتش خرم بہار
تا کہ از حکم قضا پیک اجل نیز بگرفتش عنانِ اقتدار
بہر تاریخ وفاتش عقل گفت "رخت بست از تخت ہستی شہریار"

یہ تھا ملک کا وہ سیاسی ماحول جس میں کہ میر علی شیر نے سفر زندگی شروع کر کے بارھویں منزل میں قدم رکھا۔

تعلیم

ٹھٹہ، جسے مورخین سند تمدنی عروج، ثقافتی عظمت اور علمی برتری کے پیش نظر قرطبہ، دمشق اور بغداد سے تشبیہ دیا کرتے تھے وہ ہر چند اپنے دارالسلطنت ہونے کی حیثیت سے محروم ہو چکا تھا لیکن پھر بھی وہ اب تک اپنی صدیوں کی سابقہ علمی روایتوں کو برقرار رکھتا چلا آیا تھا اور اس میں سیکڑوں دارالعلوم، بے شمار کتاب خانے لاتعداد مدارس و مکتب، علوم دینی، دنیوی کے نشر و اشاعت کے لئے شب و روز روشن اور آباد تھے۔

میر علی شیر کی ولادت سے تیس سال قبل، سنہ ۱۱۱۱ھ

www.maktabah.org

(سنه ۱۶۹۹ء) میں ایک انگریز سیاح مسٹر ھیملٹن ٹھٹه آیا تھا ، جس نے ٹھٹے کی علمی عظمت کا ذکر کرتے ھوئے تحریر کیا ھے که ٹھٹے میں چار سو دارالعلوم موجود ھیں جن میں ھزاروں طلبه رات دن تحصیل علم میں مشغول ھیں ۔"

اسی زمانه میں میر علی شیر نے ٹھٹے میں تعلیم و تربیت حاصل کی ۔ خود انھوں نے اپنی تعلیم کی کوئی روئداد تحریر نہیں کی ھے ۔ البته ضمنی طور پر جن چند اساتذہ کا ذکر کیا ھے اس سے معلوم ھوتا ھے که انھوں نے زمانه کے جید علما سے اسباق حاصل کئے ۔

میاں نعمت (۱) اور میاں محمد صادق (۲)، میاں عبدالجمیل

---

۱ - یه بزرگ مخدوم ضیاءالدین کے نواسه تھے ۔ بیس برس کی عمر میں تکمیل علم کے بعد انھوں نے درس شروع کیا میر صاحب نے لکھا ھے که ان کا مدرسه اس قدر عظیم‌الشان اور مشہور تھا که شہر میں دوسرا کوئی اس کا ثانی نه تھا ۔ وہ "منقول" میں اپنے نانا ضیاءالدین اور "معقول" میں مولانا محمد صادق کے شاگرد تھے ۔ سنه ۱۱۷۹ھ میں وہ حج کو گئے جہاں ۱۸ ذیقعد کو انتقال کیا ۔]
(تحفة‌الکرام ص-۲۲۵ ، مقالات‌الشعراص ۲۹۵)

۲ - یه میاں نعمت الله کے بڑے بھائی تھے ۔ عالم با عمل اور نہایت پاک باطن اور نیک سیرت بزرگ تھے ۔ ایک سال حرمین شریفین میں رہ کر انھوں نے سندِ حدیث حاصل کی ۔ کچھ عرصه جونا گڑھ میں بھی رھے ھیں ۔ دوسری مرتبه بھی جونا گڑھ جا رھے تھے که راسته میں کچھ میں وفات پا گئے ۔

(تحفة‌الکرام ص ۲۲۶ - مقالات‌لشعرا ۱۳۲)

www.maktabah.org

(۱) کے فرزند تھے اور اپنے دور کے دینی و دنیوی علوم کے کامل اور مقتدر عالم تھے۔ دونوں بزرگوں کا مشغلہ درس و تدریس تھا میر موصوف نے ان دونوں کے مدارس میں علم حاصل کیا۔ "مقالات الشعرا" میں ایک مقام پر وہ خود لکھتے ھیں کہ :

"فقیر بخدمت ھر دو صاحبان نسبت تلمیذی دارد"(۲)

محمد صادق کے بارے میں رقم کرتے ھیں کہ :

"فقیر که کمین تلامذۂ ایشان است" (۳)

میاں نعمت اللہ کے پاس انھوں نے "میزان صرف" سے لے کر "شرح ملا" تک کی تعلیم حاصل کی (۴)، لیکن میاں محمد صادق کے پاس انھوں نے کن کتب کی تعلیم پائی اس کے بارے میں کچھ تحریر نہیں کیا ھے۔ ان بزرگوں کے مدارس "مقالات الشعرا" کے سال تصنیف تک نہایت عمدگی کے ساتھ جاری تھے :

"اکنون (۱۱۷۴ھ) مدرسۂ علمی بوجودِ فایض الجودِ ایشان گرم است" (۵)

---

۱ - یہ میاں رحمت اللہ کے فرزند اور مخدوم علی احمد عرف قمری (برادر مخدوم آدم) کی اولاد میں سے تھے - یہ صاحبِ نسبت اور بڑے پایہ کے بزرگ تھے - سنہ ۱۱۵۴ھ میں فوت ہوئے -
(تحفة الکرام ص ۲۲۶ مقالات الشعرا ص ۷۵) -

۲ - مقالات الشعرا ص ۷۵ -

۳ - مقالات الشعرا ص ۱۴۳ -

۴ - مقالات الشعرا ص ۲۹۵ -

۵ - مقالات الشعرا ص ۷۵ -

www.maktabah.org

انُ دو اساتذہ کے علاوہ میر علی شیر نے آخوند محمد شفیع کا بھی اپنے استادوں میں ذکر کیا ہے :

"فقیر، ایام پیریش دیدہ، ازجوانانِ زمانہ درخوش باشی صد قدم در پیش داشتہ، این قلیل البضاعت ازقصائد عرفی و عروض سیفی و چند سبق بخدمت ایشان استماع نمودہ" (۱)

وہ بزرگ سنہ ۱۱۵۶ھ میں فوت ہوئے - گویا میر موصوف کی عمر ان کے انتقال کے وقت سولہ برس تھی اور انھوں نے ۱۳ یا ۱۴ برس کی عمر میں ان کے پاس عرفی کے قصیدے اور سیفی کے عروض کی تعلیم حاصل کی ہوگی -

[اس کے علاوہ] آخوند ابوالحسن "بے تکلف" ٹھٹھوی بھی فارسی میں ان کے استاد تھے - خود لکھتے ہیں کہ :

"بسیار طباع و پر استعداد است. در مکتب وے جمعے از ہندو و مسلمین بہرہ بردند - فقیر در پارسی شاگرد خدمت ایشانست" (۲)

---

۱ - مقالات الشعرا صـ ۱۳۵ - میر صاحب رقمطراز ہیں کہ "(یہ بزرگ) بڑے با وقار اور با تمکین تھے - طبیعت کے بڑے زندہ دل اور رنگین مزاج اور خوراک و پوشاک کے شوقین تھے - میر عبدالقدوس شیرازی ان کے دوست تھے - تاریخ گوئی میں انھیں کمال حاصل تھا اور اہل شہر اور حکام کے نزدیک ان کا بڑا بلند مرتبہ تھا (تحفۃ الکرام صـ ۲۴۴) "مقالات الشعرا" میں میر صاحب نے ان کی تاریخ گوئی کی دو مثالیں بھی درج کی ہیں -

۲- مقالات الشعرا صـ ۵۸ : آخوند موصوف کافی عرصہ تک

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ پر]

www.maktabah.org

[ایک اور بزرگ] مولوی مرزا جعفر شیرازی سیر و تفریح کے لئے ٹھٹے آئے تھے اور آکر دھاراجہ کے زمیندار رانا اجمال کے پاس کچھ عرصہ رہے تھے۔ مخدوم محمد معین اللہ کے علم، ذاتی جوہر اور وسیع قابلیت سے متاثر ہوکر ان کے گہرے دوست بن گئے۔ میر علی شیر سے بھی انھیں تعلق خاطر پیدا ہوگیا تھا چنانچہ میر موصوف نے ان بزرگ سے بھی کچھ فیض حاصل کیا۔ خود لکھتے ہیں کہ:

"فقیر در خدمت ایشان چند ایام بسر بردہ و از دست و دل شان ممنون ابد است" (۱)

جھانگارا باجار کے سادات کے پاس رہے۔ تاریخ گوئی اور شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ میر فخر الدین شیرازی برادر میر علی شیر قانع کے یہاں جب علی اکبر نامی فرزند تولد (بقیہ) ہوا تو انھوں نے یہ قطعہ تاریخ کہا تھا:

بہار ہمایون بہ عالم رسید	صنوبر بہ بستان احمد چمید
گل گلشنِ باغ آل رسول	درِ روشن از درج شاہ شہید
بفرّ ہمایون و فرخندہ نام	بروز سعید از عدم سر کشید
چگویم صفاتش کہ ناید بعد	نجیب و نقیب و حسیب و سعید
بنازم بدرگاہ حق صبح و شام	کہ نامش علی اکبر آید پدید
بسال تولد شریفش فتاد	چو فکرم بخاطر ز احصی البعید
در انداخت ناگاہ ہاتف ندا	"گل اندر گلستان حیدر دمید"

۱۱۳۶ھ

۱۔ مرزا محمد جعفر کے علم و فضل کی شہرت سن کر میاں خدادادخان بن میاں نور محمد نے انھیں اپنے پاس بلا کر اپنا معتمد خاص بنا لیا۔ میر قانع، مقالات الشعرا (ص ۲۷) میں لکھتے ہیں کہ "کچھ عرصہ بعد انھوں نے وہ مرتبہ حاصل

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴ پر]

www.maktabah.org

مشق شعر و سخن

میر موصوف شعر و سخن کی صلاحیت، بقولے شکم مادر ہی سے لے کر آئے تھے - چنانچہ بارہ سال کی عمر میں جبکہ وہ مکتب و مدرسہ کی سبق آموزی میں منہمک تھے، اشعار کہنے لگے تھے - وہ لکھتے ہیں ۴۸ :

"بفیض صحبت بزرگان فی الجملہ آشنا بسفید و سیاہ

(بقیہ) کیا کہ جس سے زیادہ کا تصور نا ممکن ہے -"

صاحبزادہ مذکور جب ہندوستان چلے گئے تو میاں نور محمد نے انھیں اپنے دربار سے وابستہ کرلیا اور یہاں ان کی صاحبزادہ سے بھی زیادہ قدر و منزلت ہوئی - [اس کے بعد] جب محمد مراد یاب تخت نشین ہوا (۱۱۶۷ھ) ، تو اس نے انہیں اپنے پاس رکھا - کچھ عرصہ بعد کسی سبب سے وہ معزول ہوگئے اور عراق کی زیارتوں سے مشرف ہونے کے لئے ککرالہ بندر پہونچے لیکن ککرالہ کے جام نے انہیں وہاں سے سوار ہونے کی اجازت نہ دی جس پر انھوں نے کراچی بندر سے سوار ہونے کا ارادہ کیا ، لیکن روانہ ہونے سے پیشتر ہی انتقال پا گئے - میر علی شیر نے یہ تاریخ کہی :

زروے تعمیہ تاریخش افتاد
"غریب از دام دنیا گشتہ آزاد"

۱۲۱۲ — ۴۵ = ۱۱۶۷ھ

وہ علم جفر اور تکثیر میں بھی عامل و کامل تھے - میاں نور محمد کے لئے انھوں نے "جفر جامع" نامی ایک کتاب کی تصنیف شروع کی تھی لیکن وہ میاں موصوف کے انتقال کر جانے کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی -

www.maktabah.org

گشت۔ هر چند در خود لیاقت آن نمی بیند که در جنب عزیزان جا داشته باشد، اما چون کہان را با مہمان آمیزش قدیم است۔ بارے بوسیلهٔ توسل بزرگان اگر در صف نعال آن صدر نشینان مقیم شود، جا دارد"

اور پھر کسر نفسی کی اس تمہید کے بعد رقم کرتے ہیں کہ:

"در قریب بایام امتیاز که نیّر عمر باختتام سیر بروج دوازده گانه از سنین مطلع شوارق هوش بر فلک تبیین وقوع یافته، سر سودائے سخن در سر پیچیده" (۱)

اسی عمر میں انھوں نے آٹھ هزار اشعار کا دیوان مرتب کیا۔ جس میں جملہ اصناف سخن موجود تھے لیکن معلوم نہیں کہ کس وجہ سے وہ سارا دیوان انھوں نے دریا برد کردیا۔ تقریباً دو سال وہ خاموش رہے۔ گویا سنہ ۱۱۵۲ھ میں جب کہ ان کی عمر بارہ سال تھی انھوں نے شعر کہنے شروع کئے اور سنہ ۱۱۵۳ھ تک آٹھ ہزار اشعار کہہ کر اور دیوان کو، جس میں نام بطور تخلص استعمال کیا تھا، تلف کرکے ۵۴—۱۱۵۵ھ [دو سال] خاموش رہے تا آنکہ سنہ ۱۱۵۵ھ میں ان کے دل میں نئے سرے سے شعر و سخن کا شوق جاگ اٹھا۔

اسی زمانہ میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے میر موصوف لکھتے ہیں کہ: "مظفر علی خان نادری عہد میں ٹھٹے آئے۔ ان کی دی ہوئی زمین "مردمک در آب"، "نمک در آب"

۱۔ "مقالات الشعرا" ص ۲۱۴۔

www.maktabah.org

ٹھٹے کے شعرا میں بڑی مشہور ہوئی اور تقریباً جملہ شعرا نے اس پر طبع آزمائی کی—میر موصوف ان دنوں طفل مکتب تھے، لیکن انھیں بھی شوق پیدا ہوا اور اسی زمین پر استادوں کے مقابلہ میں انھوں نے بھی ایک غزل کہی جس کے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ اس کا ایک یہ شعر یاد رہا ہے:

با صاف مشربان چه زنی لاف سرکشی
صد بار دیده ایم ترا اے فلک در آب (۱)

سنه ۱۱۵۵ھ میں میر حیدر الدین ابو تراب "کامل" (۲) جیسے استاد کامل سے ان کی ملاقات ہوئی اور انھی بزرگ کی صحبت فیض اثر سے ان کے چھوٹے ہوئے شوق اور بچھڑے ہوئے ذوق میں پھر جولانی آئی (۳) اور ان کی شاگردی اختیار کرکے نئے سرے سے انھوں نے مشق سخن شروع کردی۔ میر کامل نے ان کا تخلص "مظہری" رکھا جس سے ان کی تجدید شاعری کا سال سنه ۱۱۵۵ھ برآمد ہوتا ہے۔

---

۱ - "مقالات الشعرا" ص ۶۶ -

۲- میر حیدر الدین ابو تراب "کامل"، بن میر رضی الدین فدائی، بن میر ابوالمکارم شہود، بن میر ابوالبقا امیر خان، بن میر ابوالقاسم نمکین، ایک جید عالم، بلند پایه شاعر اور درویش صفت انسان تھے۔ انھوں نے سندھی، ہندی اور فارسی میں علاحدہ علاحدہ دیوان مرتب کئے۔ محمد پناہ رجا، میر ابوالبقا، بہرور علی اور اس دور کے کتنے ہی دوسرے شعرا ان کے شاگرد تھے۔ انھوں نے سنه ۱۱۶۴ھ میں انتقال کیا (دیکھئے مقالات الشعرا، تحفة الکرام اور تذکرہ امیر خانی)

۳ - مقالات الشعرا ص ۲۱۴، ۲۵۲ - اور - ۲۵۴ -

www.maktabah.org

کچھ مدت تک میر موصوف "مظہری" تخلص اختیار کئے رہے لیکن اس کے بعد "قانع" تخلص اختیار کیا جو آخر وقت تک ان کے نام کے ساتھ وابستہ رہا۔

ملازمت

سنه ۱۱۶۷ھ میں سندھ کے آزاد حکمران میاں نور محمد کلہوڑا نے وفات پائی اور اس کا فرزند میاں مراد یاب تخت نشین ہوا۔ میاں مذکور کی وفات کے بعد تخت و تاج کی حرص و طمع نے حکمران خاندان میں باہمی آویزش کی ابتدا کردی [چنانچہ] میاں مراد یاب نے چار سال بھی پورے نہ کئے تھے کہ معزول ہو کر قید خانہ میں جا پہونچا اور اس کا دوسرا بھائی میاں غلام شاہ، جو کہ "گُلاں" نامی طوائف کے بطن سے تھا، تخت نشین ہوا۔ اسی حکمران کے بارے میں کسی سندھی شاعر کا یہ شعر مشہور ہے:

"گلاں وچاں جو گل کُھلیو سی
کجھ کُھلیا ہی کجھ کُھلسی" (۱)

[گُلاں کے بطن سے جو گل پیدا ہوا ہے وہ کچھ تو کھل گیا ہے لیکن ابھی کچھ اور کھلے گا]۔

میاں غلام شاہ بے حد سمجھ دار اور حکمرانی کے لئے ہر طرح موزوں اور مناسب تھا (۲)۔ اپنے دور میں اس نے

۱۔ "مقالات الشعرا" ص ۲۱۳۔

۲۔ میاں مراد یاب کی معزولی اور غلام شاہ کی تخت نشینی کے موقع پر بالچند "آزاد" نے یہ تاریخ کہی:

نشست "غلام شاہ" بر "مسند جاہ" برخاست "مراد یاب نا مید" به "آہ"

(۱۳۷۷+۱۶۳=۱۵۴۰) — (۳۶۴ + ۶=۳۷۰)=۱۱۷۰ھ

www.maktabah.org

ملک میں نہ صرف امن و امان قائم کیا بلکہ کتنے ھی سرحدی علاقے بھی حاصل کرکے سندھ میں شامل کردئیے - کچھ کے راجہ سے اس نے بست اور لکھپت کی بندر گاھیں حاصل کیں، بھاول پور کے نواب کے قبضہ سے اچ اور سبز کوٹ کو واپس لیا اور خان قلات سے کراچی کی بندرگاہ واپس لے لی - حیدرآباد کا شہر آباد کیا اور سنہ ۱۱۸۲ھ میں حیدر آباد کا [مشہور اور موجود] قلعہ تعمیر کراکے اسے پایہ تخت مقرر کیا - انگریزوں نے اسی کے زمانہ میں ٹھٹے میں اپنی تجارتی کوٹھی قائم کی - اس طرح اس کے عہد میں ملک بڑا آباد، خوش حال اور پر سکون رھا - لیکن افسوس کہ یہ سولہ سال حکمران رھنے کے بعد سنہ۱۱۸۶ھ میں لقوہ، فالج اور غشی کا شکار ھوکر فوت ھو گیا جسکے بعد کلھوڑہ خاندان کی حکومت کا شیرازہ روز بروز درھم برھم ھوتا گیا -

اسی روشن دماغ بادشاہ نے میر علی شیر کو اپنے خاندان کی تاریخ لکھنے کے لئے ملازم رکھا اور میر صاحب نے "شاھنامہ" کی طرز پر [ایک تاریخ] نظم میں اور دوسری مفصل تاریخ نثر میں لکھنی شروع کی - تاریخ نویسی کے عہدہ پر ان کا تقرر سنہ ۱۱۷۵ھ میں ھوا (۱) چنانچہ میر موصوف ٹھٹہ سے خدا آباد چلے گئے - یہ نہ معلوم ھوسکا کہ میر موصوف کتنی مدت تک میاں غلام شاہ کے دربار سے وابستہ رہے - لیکن چونکہ میر موصوف اپنی دونوں تصنیفات مکمل نہ کرسکے اس لئے خیال ھوتا ھے کہ شاید چند سال یا کچھ عرصہ غلام شاہ کے دربار میں رھنے کے بعد ٹھٹے واپس چلے آئے -

---

۱ - مقالات الشعرا ص ۲۱۵ -

www.maktabah.org

سنہ ۱۱۸۰ھ میں میر موصوف نے "تحفۃ الکرام" کی تالیف کا آغاز کیا اس میں کلھوڑوں کے عہد حکومت کا ذکر شروع کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:

"ذکر ایشان در طبقهٔ علیحده میگردد و بنا بر مزید فائده و ادائے حقوق نمک ذکر از اصل مع بیان بزرگان این سلسله مجملاً گزارش میکند" (۱)

[اس میں] "ادائے حقوق نمک" کے اشارہ سے مترشح ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۸۰ھ سے قبل مستقل ملازمت سے آزاد ہو کر وہ ٹھٹہ چلے آئے تھے لیکن حق نمک کی ادائیگی کے بارے میں سنہ ۱۱۸۰ھ میں بھی انھیں یہ خیال تھا کہ وہ کلھوڑا خاندان کی وہ دونوں تواریخ ضرور مکمل کریں گے۔ بہر حال وہ ملازمت قائم رہی یا نہ رہی لیکن اس حکمران خاندان سے ان کے تعلقات جس طرح پہلے خوش گوار تھے اسی طرح بدستور قائم رہے۔ جن کی تصدیق ہمیں ان فرامین اور اسناد سے ہوتی ہے جو وقتاً فوقتاً وظائف، مشاہروں اور مزروعہ زمینوں کے سلسلہ میں میر صاحب کو اس خاندان کی جانب سے ملتے رہے ہیں۔

میر صاحب کا [ذریعہ] معاش

قدیم خاندانی دستاویزات سے (۲) معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ تحفۃ الکرام ص ۱۰۲۔

۲۔ قاضی علی محمد ٹھٹھوی کے پاس ان فرامین اور اسناد کا ایک مجموعہ ہے جو کہ ٹھٹے کے کسی بزرگ نے انگریزوں کی آمد کے بعد مرتب کیا ہے۔ ٹھٹے کے مختلف خاندانوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰ پر)

www.maktabah.org

میر صاحب کا سارا خاندان قدیم الایام سے لے کر ان کے زمانہ تک ھمیشہ خوشحال رھا ھے اور اس کے بعد بھی حسب سابق یہ گھرانہ جاگیریں، وظائف، تنخواھیں، خلعتیں اور انعام و اکرام حاصل و وصول کرتا رھا ھے۔

میر سید شکراللہ جیسے ھی سنہ ۹۲۷ھ میں ٹھٹہ آئے ویسے ھی ارغون فرمانروا کی سرکار سے ان کا وظیفہ جاری ھوا۔ ھمایوں بادشاہ کے فرامین سے پتہ چلتا ھے کہ میر صاحب کے گھرانہ کو اس کی جانب سے بھی بطور "سیورغال" وظیفہ اور پرگنہ ساکرہ کی کچھ اراضی وجہ معاش مقرر تھی۔ اسی طرح ترخانی دور کی بھی دستاویزات ملتی ھیں جن میں نہ صرف سابقہ بادشاھوں کے عطا کردہ وظائف اور جاگیروں کی تصدیق ملتی ھے بلکہ [یہ بھی پتہ چلتا ھے کہ] ان میں ان کی جانب سے بھی وقتاً فوقتاً اضافے ھوتے رھے ھیں۔ مرزا جانی کے ایک فرمان (مرقومہ سنہ ۱۰۰۷ھ) سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ پرگنہ جون کے بھی چند مواضع اس خاندان کو بطور وجہ معاش ملے ھوئے تھے۔ [پھر] سندھ جب سلطنت مغلیہ کا ایک حصہ بنا تو اس وقت بھی اس خاندان کے جملہ وظائف، تنخواھیں اور اراضیات بحال کی گئیں۔ سنہ ۱۰۲۹ھ کے ایک فرمان سے معلوم ھوتا ھے کہ [شہنشاہ] جہانگیر نے سید ظہیر الدین ثانی خلف سید شکراللہ ثانی کے لئے دو سو خروار دھان، بطور وظیفہ، سالانہ مقرر کئے تھے۔ جس کی وصولی کے لئے خطہ ھنگورا اور خطہ ھالہ کے پرگنوں پر فرامین جاری ھوئے۔ کچھ عرصہ

(بقیہ) کے سلسلہ میں اس میں شاھی فرامین اس لئے نقل کئے گئے ھیں کہ یہ مجموعہ انگریزوں کو دکھا کر ان اسناد کی ان کے عہد حکومت میں بھی تجدید کرائی جاسکے۔

www.maktabah.org

بعد خطہ هنگورا کی جاگیر میں سے بائیس ہزار دام (۱) انھیں بطور سالانہ تنخواہ کے مقرر ھوکر ملنے لگے - سنہ ۱۰۳۷ھ میں سید شکراللہ نے وفات پائی - [اس کے بعد] سنہ ۱۰۳۹ھ اور سنہ ۱۰۴۰ھ کے فرامین سے معلوم ھوتا ھے کہ شاھجہاں نے یہ تنخواہ سید مرحوم کی اولاد کے لئے بھی بحال کی - پھر جیسے جیسے خاندان بڑھتا گیا اور قبیلے علٰحدہ علٰحدہ ھوتے گئے ویسے ویسے یہ تنخواھیں بھی تقسیم اور مختلف افراد کے نام بحال ھوتی گئیں - سنہ ۱۱۳۸ھ کے ایک فرمان سے پتہ چلتا ھے کہ یہ خاندان [مجموعی طور پر] پچاس ہزار دام (۲) سالانہ تنخواہ وصول کرتا تھا - سنہ ۱۱۴۴ھ میں خان خانان معظم خاں نے ایک سند جاری کی جس کی بنا پر میر علی شیر قانع کے والد بزرگوار سید عزت اللہ کو پانسو چالیس بیگھے زمین ملی - سنہ ۱۱۵۵ھ میں میاں نور محمد نے سید عبداللطیف بن سید عبدالمجید کو پرگنہ پلیجہ سے ستر خروار دھان کی سند جاری کی (۳) - سید موصوف سنہ ۱۱۵۸ھ میں وفات پا گئے جن کے بعد ان کے فرزند عبدالمجید ثانی کے نام پر وہ وظیفہ بحال کیا گیا - باآلاخر منتقل ھوتے ھوتے وہ وظیفہ سید عبداللطیف ثانی تک پھونچا اور اس کے بعد میر علی شیر کی والدہ کے نام پر بحال ھوا کیونکہ آس خاندان میں کوئی اولاد نرینہ باقی نہیں رھی تھی اور میر موصوف کی والدہ

---

۱ - ایک روپئے میں چالیس دام ھوا کرتے تھے اس حساب سے بائیس ہزار داموں کے ۵۵۰ روپئے ھوئے -

۲ - ساڑھے بارہ سو روپئے -

۳ - ایک خرور کی قیمت پانچ روپئے تھی اور مجموعی قیمت ۳۵۰ روپئے -

www.maktabah.org

تنہا اس خاندان کی وارث تھیں ۔ بی بی مرحومہ کے بعد میر علی شیر اوران کے بھائی میر ضیاءالدین "ضیا" اس حصہ پر متصرف ہوئے ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میر علی شیر اور میر ضیاءالدین آپس میں حقیقی بھائی اور انھی بی بی کے بطن سے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ چھ بھائیوں میں سے یہ صرف دو بھائی اس وظیفہ کے وارث قرار دیئے گئے تھے ۔ ان کے تیسرے بھائی سید فخر الدین کو اپنے نانا کے حصہ میں سے سو بیگھے زمین علیحدہ ملی ۔

میاں نور محمد کا ایک پروانہ ملتا ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر علی شیر کے والد سید عزت اللہ کو جگت پور اور دکراله وغیرہ میں بھی کچھ مواضعات بطور جاگیر ملے تھے ۔ جن کی آمدنی سے انھوں نے حسب ذیل حساب سے اپنے فرزندوں کے نام تنخواہیں جاری کرائیں :

سید فخر الدین اور سید یار محمد ۸ ے روپیہ ۱۴ آنہ اور سید علی شیر و سید ضیاءالدین ۲ ے روپیہ ۔

کلھوڑوں کے بعد ٹالپروں نے بھی اس خاندان کی جاگیریں ، تنخواہیں ، وظائف اور دیگر انعام و اکرام بحال رکھے ۔ میاں نور محمد کے زمانہ سے لے کر ٹالپروں کے ابتدائی زمانہ تک کے کچھ ایسے فرامین بھی ملتے ہیں جن میں روزانہ وظائف کا بھی ذکر ہے ۔

میاں غلام شاہ کے ایک فرمان (مرقومہ سنہ ۱۱۷۲ھ) سے پتہ چلتا ہے کہ میاں نور محمد کے وقت سے لے کر سید عزت اللہ کا روزینہ جاری تھا جو غلام شاہ کی تخت نشینی کے بعد میر علی شیر کے نام منتقل ہوگیا ۔ سنہ ۱۱۸۸ھ میں

www.maktabah.org

میاں سرفراز خاں کے فرمان سے بھی اس کی تصدیق ھوتی ھے۔ اسی طرح سنه ۱۱۹۱ھ میں میاں عبدالنبی نے بھی یه روزینه جاری رکھا ۔ اسی سال کے ایک دوسرے پروانه سے معلوم ھوتا ھے که میاں عبدالنبی نے میر علی شیر کے فرزند میر غلام علی "مائل" کا بارہ روپیه ماھانه مقرر کیا تھا ۔

سنه ۱۱۹۷ھ میں میر فتح علی خاں فاتح سندھ نے میر علی شیر قانع کے نام ایک پروانه جاری کیا جس میں ۴۲ روپئے "بمد اجارۂ میر بحری (؟)" عنایت کئے جانے کا ذکر ھے اور یه وظیفه کلھوڑا حکمرانوں کے زمانه سے میر موصوف کے نام جاری رھتا آیا ۔ سنه ۱۱۹۸ھ میں میر فتح علی خاں نے ایک فرمان جاری کیا جس کے مطابق میر علی شیر کو ھدایت کی گئی که چونکه حیدرآباد کی سرکار کے حصه میں سندھ کا نصف ملک آیا ھے اس لئے یه سرکار آئنده اس کے مقررہ وظائف کا نصف دیا کرے گی ، باقی نصف اسے میر سھراب ، میرٹھارو اور میر باگا سے حاصل کرنا چاھئے ۔

کلھوڑوں کے زمانه سے میر علی شیر اور میر ضیاءالدین کو جو ستر روپئے کا وظیفه [مشترکه طور پر] ملا کرتا تھا وہ میر فتح علی خاں کے دور میں دونوں بھائیوں نے الگ الگ اپنے ناموں پر کرا کے پروانے حاصل کئے ۔ چنانچه ستر میں سے ۴۲ روپئے میر علی شیر کو اور باقی میر ضیاءالدین کو ملتے رھے ۔ سنه ۱۲۰۳ھ کے ایک فرمان سے معلوم ھوتا ھے که میر نور محمد خان کے زمانه میں اسی وظیفه کا ایک حصه میر علی شیر کے پوتے میر صابر علی بن میر غلام علی "مائل" کو ۶-۵-۷ روپئے کی مقدار میں ماھانه ملا کرتا تھا ۔ سنه ۱۲۵۵ھ میں

www.maktabah.org

میر محمد خان نے [اس میں] ڈھائی آنوں کا اضافہ شامل کر کے [انھیں] پورے ساڑھے سات روپئے ماھوار دیئے جانے کا پروانہ جاری کیا اور [یہ رقم] انھیں کورانی ضرب کی بجائے سورتی ضرب یعنی انگریزی سکوں میں ادا کئے جانے کا حکم دیا۔

یہ ھیں میر صاحب اور ان کے خاندان کے معاشی پہلو کی منتشر معلومات جنھیں ھم نے مختلف اسناد کے ذریعہ یکجا کر کے ناظرین کے سامنے پیش کیا ھے۔ حالانکہ مذکورہ اعداد و شمار میر صاحب کی مکمل آمدنی کا خاکہ پیش کرنے سے قاصر ھیں۔ تاھم، ھم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ھیں کہ میر صاحب کا خاندان فارغ البال اور نہایت خوشحال تھا۔ ان کی بسر اوقات بڑی کشادگی اور عزت و آبرو کے ساتھ ھوا کرتی تھی۔ جملہ فرمانرواؤں نے اس خاندان کا احترام کیا، وظیفے دیئے، جاگیرین بخشیں اور ماھانہ و روزینہ عطا کئے۔ [اس کے علاوہ] وقتاً فوقتاً انھیں جو انعام و اکرام اور خلعتیں و نوازشیں عطا ھوتی رھیں وہ ان کے علاوہ تھیں (۱)۔

میر صاحب کے زمانہ کا سیاسی پس منظر

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ھے میر قانع، میاں نور محمد

۱۔ ان کی یہ خوشحالی اور عزت و آبرو، انگریزوں کے زمانہ تک قائم رھتی آئی۔ چودھویں صدی ھجری کی ابتدا میں میر علی شیر قانع کے ھوتے میر صابر علی شاہ ثانی حیات تھے جن کی نہ صرف شہر میں توقیر تھی بلکہ سرکار انگلشیہ کے نزدیک بھی اعزاز حاصل تھا۔ انگریزوں نے ھندوستان کے ممتاز افراد کے بارے میں آٹھ جلدوں میں جو ضخیم کتاب شایع کی تھی اس میں سید موصوف کا بھی فوٹو شایع کیا ھے۔

www.maktabah.org

کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے - [اس زمانہ میں] سندھ اور سندھ کے لوگ دھلی کی بالا دستی سے تو آزاد ھوگئے تھے لیکن نادر شاہ کی آمد ، اس کی لوٹ مار اور آخر میں افغانستان کا باجگذار بن جانے کی وجہ سے سندھیوں کو آزادی کی مسرتیں میسر نہ آسکیں - گویا سندھ کی زیر دستی کی قطب نما کا رخ دھلی سے ھٹ کر افغانستان کی جانب ھوگیا اور فرق صرف یہ ھوا کہ پہلے دھلی کی ، سندھ پر اپنے گورنروں کے ذریعہ براہ راست حکومت رھا کرتی تھی لیکن اب اندرونی طور پر آزاد رھتے ھوئے یہ افغانستان کا ایک باجگذار صوبہ بنگیا اور گورنروں کی بجائے [وھاں سے] خراج کی وصولی اور عام نگھداشت کے لئے افغانی وکیل آنے لگے -

میاں نور محمد کی وفات (سنہ ۱۱٦۷ھ) تک تو سندھ کے حکمران خاندان کی [آپس میں] اچھی طرح نبھتی رھی لیکن اس کی آنکھیں بند ھونے کے بعد تخت و تاج کے سلسلے میں رفتہ رفتہ آویزشوں کا سلسلہ شروع ھوگیا [چنانچہ] میاں غلام شاہ کے دور (۱۱۷۰-۱۱۸٦ھ) میں تو کوئی خاص خرابی پیدا نہ ھوئی اور میر علی شیر قانع نے تاریخ نویسی کے منصب پر چند سال اپنا اچھا وقت گزارا - لیکن سنہ ۱۱۸٦ھ کے بعد حکمران خاندان میں جو خونریزی اور ملک میں جو انتشار پیدا ھوا ھے وہ سنہ ۱۱۹۸ھ تک سندھ کو مسلسل تاخت و تاراج کرتا رھا ھے - ان بارہ تیرہ سالوں کے عرصہ میں سندھ کے تخت و تاج نے کتنے ھی حکمرانوں کی مسند آرائی دیکھی ، کتنے ھی شاھزادوں کے سر قلم ھوتے اور کتنے ھی ٹالپور سرداروں کی لاشوں کو تڑپتا دیکھا - [غرض] میاں سرفراز خاں نے تین سال

www.maktabah.org

حکومت کی ، محمد خاں نے صرف چند ماہ تخت نشینی کا لطف اٹھایا ، غلام نبی ڈیڑھ سال حکمران رہا ، عبدالنبی نے تقریباً ساڑھے تین سال تک عنانِ اقتدار سنبھالی اور صادق علی نے صرف چند ماہ ۔ اس کے بعد میاں عبدالنبی نے دوبارہ ملک پر قبضہ حاصل کیا اور پانچ سال تک اس نے ایسا زبردست کشت و خون کیا کہ سندھ کی بربادی پر نہ صرف اپنوں نے خون کے آنسو بہائے بلکہ غیروں کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے ۔

ٹالپر سردار جو حقیقی طور پر حکومت کے دست و بازو تھے ان میں سے کتنے ہی سردار بے گناہ مارے گئے ۔ میر بہرام اور ان کے فرزند میر صوبدار خاں میاں سرفراز کی شہ پر بغیر کسی خطا کے قتل کئے گئے ، میاں عبدالنبی نے اپنے خاندان کے بھی پانچ شہزادے قتل کرا دیئے ، محمد سرفراز ، محمد خان ، محمود خان اور باقی دوسرے ۔ اس درد ناک واقعہ پر کسی شاعر نے یہ نادر تاریخ کہی :

از گل باغ عباسی پنج کم (۱)

ٹالپر امرا کے قتل کا سلسلہ بھی ساتھ ہی ساتھ جاری رہا [چنانچہ] میر بجار کو دھوکا دے کر قتل کرادیا گیا (۲)۔ اور میر عبد اللہ و میر فتح خاں کو بھی اسی طرح سنہ

---

۱ ۔ یہ نہایت نادر تعمیہ ہے ۔ مصرع کے اعداد کا مجموعہ ۱۱۹۱ (بمطابق سال ہجری) ہے ۔

۲ ۔ میر بجار وزیراعظم تھا ۔ اس کا مادہ تاریخ حسب ذیل ہے
از سر افسوس گفتا ہاتفم "میر شد از جمدر ہندو شہید"
: + ۱۱۹۳ =۱۱۹۳ھ

"بمحفل شہدا جلوہ کرد میر بجار" = ۱۱۹۳ھ

www.maktabah.org

۱۱۹۷ھ میں انتہائی بیدردی کے ساتھ قتل کرا دیا گیا۔

ٹالپروں کے ناحق قتل و خون نے نہ صرف بلوچ قوم کو بغاوت پر آمادہ کردیا بلکہ سارے سندھ میں کلھوڑا خاندان کے اس ظالم حکمران کے خلاف آگ بھڑک اٹھی چنانچہ سنہ ۱۱۹۸ھ میں ھالانی کے میدان میں حاکموں اور محکوموں کے درمیان معرکہ کار زار گرم ہوا جس میں حکمرانوں کو شکست اور محکوموں کو فتح حاصل ہوئی۔ سندھ کی عنان اقتدار ٹالپوروں کے ھاتھ میں آئی اور کلھوڑا خاندان ھمیشہ ھمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

خانہ جنگی [میں شکست کھا جانے] کی وجہ سے میاں عبدالنبی نے افغان حکومت سے مدد طلب کی اور اس حکومت کا ظالم ترین سردار مدد خاں افغان سندھ بھیجا گیا جس نے سنہ ۱۱۹۴ھ میں یہاں پہونچکر سارے سندھ کو تہ و بالا اور نیست و نابود کر دیا۔ مدد خاں کی اس فوج کشی نے اھل سندھ کو اسقدر متاثر کیا کہ آج تک اس دور کی یاد گار کے طور پر کتنی ھی سندھی کہاوتیں اور مثالیں رائج ھیں۔ [مثال کے طور پر:]

"گھوڑا ڑے گھوڑا!" (بے داد ھے بے داد! ، فریاد ھے فریاد!)

"گھل ڑے گھل!" (دھاوا ھے دھاوا!)

"مدد تہ پٹھیاں کو نہ اتھیئی!" ("کہیں مدد تو تعاقب میں نہیں ھے!")

فارسی شعرا نے کہا کہ:

"اے داد، از ظالم بیدادی منحوس" سنہ ۱۱۹۴ھ

www.makiaban.org

"چنان هول در ملک سند اوفتاد که هول قیامت بداده زیاد"

کسی شاعر نے اس ظالم کے واپس جانے کی تاریخ کہی :

"بشر بود رفت" سنہ ۱۱۹۳ھ -

[غرض] سندھ میں اسقدر لوٹ مار ہوئی ، اتنی دھشت انگیزی پھیلی اور اتنے گھرانے ، خاندان اور گاؤں تباہ و برباد ہوئے کہ چنگیز و ھلاکو کی خون آشامیوں اور تیمور کی عالم سوز ھلاکت آفرینیوں کی یاد پھر سے تازہ ھوگئی - ایسی ہولناک بربادی سندھ نے اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھی تھی [یعنی] دھلی پر نادر اور بغداد پر ھلاکو بھی ایسی تباھیاں نہ لائے جیسی کہ میاں عبدالنبی مدد خاں کے ذریعہ سندھ پر لایا۔

یہی زمانہ تھا کہ جب عمادالملک، غازی‌الدین "نظام" (۱) سندھ میں آئے اور [یہاں کی] تباھی اور بربادی کے روح فرسا مناظر بچشم خود دیکھ کر اسقدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے ایسا ھی ایک دردناک مرثیہ کہا جیسا حضرت سعدی نے بغداد کی بربادی پر کہا تھا :

در سند چه فتنه و بلا شد گوئی که قیامتے بپا شد
چون سند که مامن جہان بود اے آہ ! چه گویمت چہا شد

---

۱ - میر شہاب‌الدین (خان بہادر ، وزیر الممالک ، عمادالملک ، عمادالدولہ ، نصرت جنگ ، غازی‌الدین خان ثالث) ، بن امیرالامرا حافظ محمد پناہ (عمادالملک ، فیروز جنگ ، غازی‌الدین خان ثانی) ، بن میر قمرالدین (خان بہادر ، نظام‌الملک، آصف جاہ اول ، بانیٔ سلطنت آصفیہ) - ان کا تخلص "نظام" تھا. سنہ ۱۱۹۵ھ میں سندھ آئے اور ۷۶ سال کی عمر میں سنہ ۱۲۱۵ھ میں انتقال کیا -

www.maktabah.org

هر خانه بخاک شد برابر — هر صاحب دولتے گدا شد
هر تاجورے برهنه برگشت — هر ماه سرے برهنه پا شد
تا ناموران به بند افتند — سر رشتهٔ صبر دل رها شد
مادر ز پسر، پسر ز مادر — سر از تن و تن ز سر جدا شد
منعم پئے مشت آرد یک سیر — سر گردان هم چو آسیا شد
گل رویان را ز خار صحرا — خون کف پائے خود حنا شد
هر پرده نشین کنج عصمت — بے برقعه و معجر و ردا شد
زرها به نثار حفظ جان رفت — جان‌ها بر آبرو فدا شد
رفت از همه هر چه در گره بود — زین گونه فلک گره کشا شد
یک ظلم نه شد که شد دو صد ظلم — یک کار نه شد که کارها شد
بر اهل زمین عجب بلائے — یک مرتبه نازل از سما شد
دل خون شد زین ستمگری چند — هر چند که جمله از قضا شد
بے ستری طرفه آه ا صد آه ا — بر سیدها و پارسا شد
از امت مصطفیٰ چه ظلمے — امروز بر آل مصطفےٰ شد
امروز پس از هزار و صد سال — احوال عراق رو نما شد
جستم چو "نظام" سال تاریخ — از هاتف غیبی ام ندا شد

کاے بندهٔ اهل بیت بشنو
"..... که سند کربلا شد"

یہ سارا ملکی اور سیاسی پس منظر ہے اس پھوں صدی گا جس میں میر علی شیر قانع نے آنکھیں کھولیں، پرورش پائی اور پروان چڑھے۔ تحصیل علم مکمل کرنے کے بعد وہ اوج کمال پر فایز ہوئے۔ شعر و سخن کا شغل جاری وکھا اور تصنیف و تالیف کو انھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ سوائے ان چند سالوں کے جو انھوں نے میاں غلام شاہ کے پاس

www.maktabah.org

تاریخ نویسی کے عہدے پر گذارے، باقی ساری زندگی یہ آزادی کے ساتھ بسر کرتے رہے اس طوائف الملوکی کے دور میں کس کا حوصلہ تھا کہ وہ درباری ملازمت کا بار گراں اپنے سر پر رکھتا، سازشوں اور منصوبوں میں حصہ لیتا اور کشت و خون کے بیچ ہو کر ان کا تماشا دیکھا کرتا۔

میر صاحب کی غیر معمولی شخصیت اور بے پناہ صلاحیت کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ھے کہ اس افراتفری کے دور میں جملہ بلاؤں، آفتوں اور مصیبتوں کے باوجود ان کا سکون قلب منتشر اور اطمینان دل متزلزل نہ ھوا اور ان بزرگ نے دنیا جہان کے بکھیڑوں، ملکی تباھیوں اور ھلاکت خیزیوں کے طوفان میں گھرے ھونے، تمام مصیبتوں کو پس پشت ڈال کر، ان کی طرف سے آنکھیں بند کئے اور کانوں میں روئی دیئے تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری رکھا، اور اپنی خالص علمی و ادبی زندگی پر آنچ نہ آنے دی۔ بارہ سال کی عمر سے لے کر دنیا سے رخصت ھونے کے ایک سال قبل تک برابر قلم و دماغ کو حرکت دیتے رھے اور ھزاروں اوراق کا عظیم الشان علمی و ادبی ذخیرہ سندھ کی آیندہ نسلوں کو دے گئے۔

سیر و سفر

میر موصوف کی ساری زندگی صرف علم و ادب سے وابستہ رھی اس لئے قیاس ھوتا ھے کہ انھوں نے اپنا وقت دنیا کے دیگر مشاغل میں ضایع نہیں کیا۔ اور زیادہ تر گھر ھی میں رہ کر تصنیف و تالیف میں منہمک رھے۔ سوائے اس معمولی وقفہ کے جس میں نامعلوم اسباب کی بنا پر انھیں سورت، جام نگر اور بھج کا سفر درپیش آیا۔

www.maktabah.org

"تحفۃ الکرام" (ج ۲، ص۳۳۳) اور "مقالات الشعرا" سے معلوم ہوتا ہے وہ سنہ ۱۱۶۰ھ میں سورت گئے تھے جہاں انکی میر سعد اللہ سورتی اور انکے فرزند میر عبدالولی "عزلت" سے ملاقات ہوئی تھی۔ اسی سفر میں چند دیگر اہل علم بزرگوں سے بھی انکی صحبتیں اور نشستیں رہیں مثال کے طور پر مشہور شاعر "رضائی" سورت سے لاھری بندر تک کشتی میں انکے ساتھ آیا (مقالات الشعرا ص ۱۰۹) ۔ محمد اکرم تھا تو ٹھٹے ھی کا باشندہ، لیکن اس کی زندگی زیادہ تر دھلی، دکن اور سورت میں مختلف سرکاری عہدوں پر گزری تھی ۔ جب میرموصوف سورت سے وطن واپس ہوئے تو اس وقت محمد اکرم بھی انکے ساتھ ھولیا ۔ راستہ میں انکا سفینہ تین دن تین رات طوفان میں پھنسا رہا [یہاں تک کہ] صورت حال مایوس کن ھوگئی تھی [چنانچہ] میر صاحب اسے "حادثہ عظیم" سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ھیں کہ :

"کہ خلاصی از آن تہلکہ، محض بفضل حقیقی صورت بست" محمد اکرم نے اس مصیبت کے متعلق یہ حسب حال اشعار کہے :

درمیان آب و آتش ھمچو گل	کشتی امید ما دارد شنا
گر نہ فضل حق نماید رھبری	نیست مخلص ازچنین جوش بلا

(مقالات الشعرا ص ۳۴)

سورت میں ان کی ملاقات "تحفۃ الطاھرین" کے مصنف شیخ محمد اعظم ٹھٹوی سے بھی ھوئی تھی وہ بزرگ بھی اس زمانہ میں سورت ھی میں مقیم تھے ۔

جام نگر عرف اسلام آباد بھی میر موصوف نے اسی سفر کے دوران دیکھا تھا ، جہاں ان کی ملاقات محمد عاقل "ابلہ"

www.maktabah.org

جونا گڑھی سے ہوئی تھی جو شاعر تھا اور ٹھٹے کے مخدوم ابوالقاسم کا شاگرد تھا ۔ (مقالات الشعرا ص ۲٦) ۔

اسی طرح غالباً اسی سفر میں جب میر موصوف بھج نگر پھونچے تو وہاں ان کی ملاقات ایک ایرانی شاعر "ہوشیار" صفاہانی سے ہوئی جو بعد میں ٹھٹے بھی آیا تھا اور پھر یہاں سے ہندوستان چلا گیا تھا ۔ (مقالات الشعرا ص ۳۱۱) ۔ سورت بندر سے واپسی کے وقت شاعر "مفلس" بھی کشتی میں ان کا ہم سفر تھا جو قلندر لعل شہباز کی زیارت کے قصد سے سندھ آرہا تھا ۔ (مقالات الشعرا ص ۲٦۵) ۔

اس سفر کے بعد میر موصوف کو گجرات سے کافی دلچسپی ہو گئی اور اس کے بعد جو بھی خاص واقعات وہاں رونما ہوا کرتے ان پر میر صاحب قطعات تاریخ اور اشعار کہا کرتے ۔ [چنانچہ] جب نور الدین محمد عرف مومن خان سنہ ۱۱۷۰ھ میں گجرات پر قابض ہوا تو میر صاحب نے یہ تاریخ کہی :

چو شد نواب مومن خان بگجرات ز کفر کافران گردید خالی (۱)

سنہ ۱۱٦۵ھ میں سورت بندر کے حاکم نواب صفدر محمد خان کا فرزند وقار محمد خان فوت ہوا ، میر صاحب نے یہ سادہ تاریخ نکالا :

"فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون" (۲)

---

۱ - "نواب مومن خان" کے اعداد [ابجد] ۸۴٦ ہوئے اس میں "گجرات" کے ٦۲۴ کے اعداد جمع کرنے سے مجموعہ ۱۴۷۰ ہوگا پھر اس میں سے "کفر" کے ۳۰۰ عدد نفی کر دیں تو سال ۱۱۷۰ھ برآمد ہوگا ۔ (مقالات الشعرا ص ۱۵۴) ۔

۲ - مقالات الشعرا ص ۲۸۷ ۔

www.maktabah.org

شوق مطالعہ

میر صاحب کا دور سیاسی اور ملکی [ابتری اور افراتفری کے] لحاظ سے جس قدر تاریک اور اندوھناک تھا اسی قدر علمی ثقافتی لحاظ سے روشن اور خوش گوار تھا ۔ صدھا مدارس ترویج علم کے لئے جاری تھے ۔ صدھا افراد اور خاندان علم کا مرکز اور منبع تھے ۔ ہر علم دوست کی بیٹھک "اکیڈمی" کا کام دیتی تھی ۔ ہر عالم، ادیب اور شاعر جدا جدا کتب خانوں کا مالک تھا ۔ گھروں اور مہمان خانوں میں، راستوں پر اور بازاروں کے چوراھوں پر غرض ہر مقام پر علم پروروں کی ملاقاتیں، نشستیں، محفلیں اور مشاعرے شب و روز ھوا کرتے تھے ۔ ایک ھی وقت میں مخدوم محمد ھاشم (متوفی سنہ ۱۱۷۴ھ) مخدوم محمد معین (متوفی سنہ ۱۱۶۱ھ)، مخدوم ضیاء الدین میاں نعمت اللہ، میاں محمد صادق، آخوند محمد شفیع اور آخوند ابوالحسن جیسے یگانۂ روزگار علما اور میر "محسن" (متوفی سنہ ۱۱۶۳ھ)، غلام علی "مداح" بالچند "آزاد" شیوک رام "عطارد" شیخ محمد محفوظ "سرخوش" غلام علی "مومن" محمد پناہ "رجا" میر ابوالبقا بہروز علی اور میر ابو تراب "کامل" جیسے نغز گو شعرا شہر ٹھٹے میں موجود تھے جن میں سے ہر ایک اپنے دور کا "غزالی" و "دوانی" اور "سعدی" و "انوری" تھا ۔

یہ تمام بزرگ صاحبانِ تصانیف و دواوین تھے ۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس الگ الگ کتب خانہ تھا جن سے نہ صرف وہ خود فائدہ اٹھاتے تھے بلکہ دوست احباب بھی وقتاً فوقتاً استفادہ کرتے رہتے تھے ۔ ان میں سے ہر بزرگ کا مہمان خانہ (یا مردانہ) "دارالمصنفین" اور "ندوۃ المصنفین" ھوا کرتا تھا اور ہر استاد اور عالم کا مدرسہ "دارالعلوم دیوبند"

www.maktabah.org

اور "ندوۃ العلوم" تھا۔

میر علی شیر کو ایسے علما اور ایسے شعرا کی ہم‌عصری کا موقعہ ملا اور ایسی [حوصلہ‌افزا] علمی فضا اور ادبی ماحول نصیب ہوا، [چنانچہ] انھوں نے [اپنے دور کی] ان علمی صحبتوں اور ادبی مجلسوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ انھی مدارس میں انھوں نے علم حاصل کیا، انھی دارالعلوم میں عربی اور فارسی زبانوں پر قدرت کاملہ حاصل کی اور انھی کتب خانوں کی ورق گردانی کرکے کتابوں کی ہر جلد سے مطلب اور مواد اخذ کیا۔ انھوں نے دوسرے کتب خانوں سے تو فیض مطالعہ اٹھایا ھی، لیکن خود ان کا اپنا کتب خانہ اتنا عظیم‌الشان تھا اور اس میں ایسے نادر مخطوطات موجود تھے کہ آج بھی ان کی فہرست اور باقی ماندہ نسخے دیکھ کر حیرت ھوتی ھے (۱)۔

میر صاحب کے ذوق مطالعہ اور ٹھٹے میں کتابوں کی فراوانی اور دستیابی کا اندازہ اس وقت [خاص طور پر] ھوتا ھے کہ جب ان کی اپنی تصنیفات میں ایسی ایسی کتابوں کے حوالے نظر سے گذرتے ھیں جن میں سے بیشتر آج بھی نایاب اور نادر الوجود ھیں۔

تاریخ فرشتہ، طبقات اکبری، منتخب‌التواریخ، دہ سالہ عالمگیری، آئین اکبری، روضۃ‌الصفا، حبیب السیر، مراۃ احمدی، مراۃ سکندری، خزانۂ عامرہ، ید بیضا، تذکرۂ

---

۱ - ٹھٹے کے کتب خانوں کی فہرستیں ایلیٹ کی فائل میں برٹش میوزیم میں موجود ھیں اور میر موصوف کے کتب خانہ کی کتنے ھی کتب "سندھی ادبی بورڈ" میں محفوظ ھیں۔

www.maktabah.org

واله داغستانی ، هفت اقلیم ابن رازی ، کلمات‌الشعرا ، مجالس المومنین وغیره تواریخ و تذکرے، تصنیف و تالیف کے دوران میر موصوف کے پیش نظر تھے -

ایرانی اور هندوستانی شعرا میں سے کتنوں هی کے دواوین میر موصوف کے پاس موجود تھے - اسی طرح سندھ کے تقریباً جمله مصنفین کی تصنیفات بھی ان کے سامنے تھیں - مثلاً تاریخ معصومی ، تاریخ طاهری ، بیگلار نامه ، ترخان نامه ، تذکرة المراد ، آداب‌المریدین ، حدیقة‌الاولیا ، وغیرهم کے علاوه کتنے هی دیوان اور زیاده تر اهل سندھ کی جمله مذهبی تصانیف ان کے زیر مطالعه رهی هیں - "طومار سلاسل گزیده" مرتب کرتے وقت بزرگان طریقت کے جمله ملفوظات اور سلسله' طریقت کی اسناد ان کے پیش نظر تھیں - ملفوظات—مخدوم جهانیان ، منهاج العباد—شیخ سعدالدین ، تحفة‌البرر—شیخ سجدالدین بغدادی ، بحرالدقائق—شافعی اور کتاب استعداد الاخرة بھی اس کتاب کے ماخذوں میں سے هیں -

انهوں نے اپنے ایرانی بزرگوں کی بڑی قریب قریب جمله تصانیف پڑھی تھیں - مثال کی طور پر اسیر غیاث‌الدین منصور کی جمله تصنیف کرده کتب ان کی نظر سے گزر چکی تھیں - طبقات "ابن سعد" جیسی نادر اور نایاب کتاب ، جو آج چھاپه خانوں کے هوتے هوئے بھی اسقدر عنقا هے که همارے ملک کے جمله کتب خانے اس سے محروم هیں ، آج سے دوسو سال قبل ٹھٹے میں میر موصوف کے مطالعه سے گزر چکی تھی چنانچه وه ایک مقام پر (مقالات‌الشعرا صہ ۲۱۲) فرماتے هیں که "۲۵ ربیع‌الاول سنه۱۱۶۹ھ کو "طبقات ابن سعد" کی جلد

www.maktabah.org

دوم، مخدوم ضیاءالدین ٹھٹوی سے پڑھنے کے لئے مستعار لی"۔

میر صاحب کا علمی ورثہ

تصانیف: میر علی شیر کی زندگی کا مقصد صرف تالیف و تصنیف تھا اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ھے ۱۲ سال کی عمر سے انھوں نے کاغذ و قلم ھاتھ میں لیا اور مرتے دم تک انھیں ھاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس بات کا پورا پتہ نہیں چل سکا کہ انھوں نے کل کتنی کتب تصنیف کیں۔ لیکن "مقالات‌الشعرا"، "فہرست کتب خانہ ٹھٹہ" (برٹش میوزیم O.R. 2073) اور "تحفۃالکرام" (مملوکہ خان بہادر مولوی محمد شفیع لاھور) سے جن کتابوں کے نام ملے ھیں ان کی تعداد بیالیس (۴۲) ھے۔ کتنی ھی کتب ایسی بھی تھیں کہ جن کے مسودے نامکمل رہ گئے، چنانچہ ایک مقام پر وہ خود تحریر کرتے ھیں کہ:

"اکثر مسودات بھر جا کہ ماندند، ماندند"
(مقالات الشعرا صہ ۲۱۴)

سنہ ۱۱۷۴ھ میں انھوں نے "مقالات الشعرا" تصنیف کی اس میں لکھتے ھیں:

"الی الحال اگر بجمع شعر می پرداخت تا سی ھزار [تیس ھزار] بیت کم و بیش رسیدہ می بود"

گویا مذکورہ سال تک انھوں نے جو اشعار کہے وہ بھی انھوں نے جمع نہ کئے جن کی تعداد کم و بیش تیس ھزار ھوتی۔ اسی طرح انھوں نے سنہ ۱۱۷۴ھ سے لے کر سنہ ۱۲۰۲ھ تک ۲۸ سال بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھا۔ معلوم نہیں کہ ان میں سے کتنے ضایع ھوئے اور کتنے باقی بچے۔ بھر حال جن کتب کے نام معلوم ھوئے ھیں یا جو

www.maktabah.org

کتابیں دستیاب ہوسکی ہیں ان کا سنہ تصنیف کی ترتیب کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ "دیوان علی شیر" (سنہ ۱۱۵۲ھ)

یہ دیوان انھوں نے بارہ برس کی عمر میں مرتب کیا تھا جسے نامعلوم اسباب کی بنا پر دریابرد کردیا اور آیندہ دو سال، سنہ ۳-۱۱۵۴ھ تک مشق سخن ترک کردی۔ اس میں نام بطور تخلص استعمال کرتے تھے۔

۲۔ "مثنوی شمہ از قدرت حق" (سنہ ۱۱۶۵ھ)

اس مثنوی کا نام تاریخی ہے جس سے سال تالیف سنہ ۱۱۶۵ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس مثنوی کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ قیاس ہے کہ اس میں کوئی داستان بیان کی گئی تھی۔ "مقالات الشعرا" میں نمونے کے طور پر اس کے چند اشعار تحریر کئے گئے ہیں جن کی بنیاد پر یہ قیاس قائم ہوتا ہے:

-- در تعریف بر دکان نشستن آن جوهری پسر--

پسر چون دکاندار شد در دیار
چو خورشید اندر حمل بسته بار
کفش بر ترازو چو گشتی فرو
قمر در ترازو مکان یافت گو

--قطعات لعل امانت فقرا را جوهری پسر در ستون مخفی ساخته--

ستون گشته کان بدخشان سپس
هرو رشک بردے بسے کان سپس
چو در راستی بوده پا استوار
شده زادگان خورش در کنار

www.maktabah.org

۳ - "مثنوی قضا و قدر" (سنہ ۱۱۶۷ھ)

"گل از بہار قضا" سے اس کا سال تصنیف برآمد ہوتا ہے - اس کا بھی کوئی نسخہ موجود نہیں ہے - "مقالات الشعرا" میں حسب ذیل اقتباس درج ہے :

— در صفت کشمیر —

خور اندر سبزہ زارش شپرہ وار
نیارست آنکہ بیند روئے انوار

گر آید بالمثل مہ در زمینش
کند گلچین غلط با یاسمینش

ببوئے بوئے شبویش ز ہر باد
گل خورشید گیرد غنچگی یاد

گہے تقریر وصفِ زعفران زار
لب از خندہ نیابد راہ گفتار

ز بس سروش بآزادی علم شد
ثمر در نخلہایش وقف ہم شد

طلائے آفتاب آنجا ست پر غش
ز بس در بوتہٗ گل دیدہ آتش

تونگر گردد آن کو بار دارد
گلستانش گلِ دینار دارد

— در صفت خوبرویان چین —

ز روئے گل رخانش چشم خورشید
ز بس گستاخ بین افتاد جوشید

ز گفتار ملاحت ریز خوبان
بگیرد عندلیب آتش بدامان

www.maktabah.org

ز فرِ جبههٔ شان حسن آداب
نماید همچو در مینا مے ناب
مهِ نو تا به ابرو یافت نسبت
همی بالد بخود از فرط بهجت
مگر دستِ قضا از صنع ایزد
لطافت جمله اندر ساعدش زد
ز روئے بیت صدرِ شان توان یافت
معانی را که اندر دل همان یافت
نهد ار پشت بر دیوار چون مست
توان دریافت نقش او چه چیز است
گهے نظّارهٔ خوبیٔ هر ماه
تماشائی بر آرد الله الله

— صفت هندو نغمه نوازان هند —

بپا کوبیٔ رقاصانِ مه وش
فتد نظاره را نعل اندر آتش
صلائے باده نوشی اندرو عام
بود خورشید آنجا صورت جام
مدام اندر وے از صافیٔ مهتاب
مهِ نو هر شب افزاید مئے ناب
مگو اختر که رخشانند هر شام
خم گردون شراب انداخت در جام
بهار نشهٔ سرشار دارد
سرود آنجا عجب بازار دارد
هر آنکو بسته آهنگ حجاز ست
لجام توسنش از تار ساز ست

www.maktabah.org

دف خورشید اندر دست زهره
پیش مطربش کمتر ز مهره
بهر محفل که نائے و نوش دارد
هوس بر سیر پا بر دوش دارد

— در وصف مصر و تعریف عمارتهایش —

وزد بادش اگر از جانب آب
حباب از یاسمین گیرد فزون تاب
هوایش گر بروے بحر آید
ز شاخ خشک مرجان گل بر آید
به دامن مشرق اندر وقت تعمیر
فلک می ریخت آهک از تباشیر
ازان خورشید برکف رعشه دارد
که خواهد دستی از بامش بر آرد
که گچکاری از خورشید تابان
ستاند پنجه رازش دستگردان
بهر خشت عمارتهاش خورشید
برائے اقتباس نور بوسید
کمانِ طاقش از قوس قزح ساخت
رواقش را چو بنّا منشرح ساخت
بود مهتاب آنجا آهکِ گرم
سفیده صبح از خاکش کشد شرم

— رسیدن از خشکی بدریا و صفت آن —

دگر راهِ شتابیدن چو طے شد
بجمله احتیاج کشتی شد

www.maktabah.org

بلے کشتی گدایاں را ضرور است
کہ فاقہ را بدو راہ عبور است
مسافر را برطب و یابس است راہ
ز خشکی باز دریا گشت دلخواہ
غبارِ ماندگی بست ابر در دل
کنارِ بحر ماندم پائے در گل
چہ بحر آن کز کمالِ پاکئیِ رنگ
نہنگ چرک را زو قافیہ تنگ

۴ - "نو آئین خیالات" (سنہ ۱۱۶۹ھ) -

اس نام سے بھی سال تصنیف برآمد ہوتا ہے - یہ کتاب نثر میں ہے - چوں کہ اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب کس موضوع پر تھی -

۵ - "مثنوی قصہ کامروپ" (سنہ ۱۱۶۹ھ)

یہ مثنوی بھی عنقا ہے - جس کے بارے میں وہ خود "مقالات الشعرا" میں لکھتے ہیں کہ اس میں تخمیناً تین ہزار اشعار ہیں اور یہ سنہ ۱۱۶۹ھ میں مکمل ہوئی— مندرجہ ذیل اقتباسات مقالات الشعرا میں دیئے گئے ہیں جن سے نوعیت اور انداز معلوم کیا جاسکتا ہے :

تا قدم از ارضِ رضاعت کشید
پایہ قدرش بعلیین رسید
قبضہ قدرش چو کمان گیر شد
ناوک دستش بفلک تیر شد
بخت بلندش نہ شمارد یکے
بلکہ کند سہو کہ جم بود و کے

www.maktabah.org

بازوے قدرت چو فشردے بہ تیغ
زھرہ رستم بزدے ژیغ ژیغ

— در صفت چترمن مصور —

کز قلم مو چو کشد شکل باغ
لالہ ز شنجرف بر آرد ایاغ
آب گھر در صدفش داشت جا
تا ورق سبزہ نماید طلا
غنچہ تصویر وے از بوئے فرح
رایحہ خلد برین راست شرح
بر لب تصویرش حرف نشاط
گل کند از گوشہ صحن بساط
گر بمثل در کشد او شکل آب
نقطہ سھو قلمش دان حباب

— صفت صید گاہ مینو نشان —

آھکش از پرتو مہ بیش تاب
در گچش آمیختہ رنگ سحاب
خشت پزانش پئے حسن نظر
بستہ نمودند خمیر گھر
مخمل سبزہ بہ ھجوے کہ آب
راہ نمی یافت ببالین خواب
بر لب ھر جدولش از موج آب
نقش نشاط ابدی داشت تاب
بلبلش از نغمہ سرائی فرح
از پئے سیپارہ گل بستہ شرح

www.maktabah.org

ساختہ زاھد مشرب دران
داشت باب آیہ کو کو روان
حاجئ قمری ز پئے طوفِ سرو
خواستہ احرام ز بال تذرو
پیر عصا در کفِ زنبق بنام
داشت بصحن چمن آنجا خرام
سوئے دماغش زبس آشفتہ بود
بینئ وا کردہ سخن سی نمود
از گل شبّوش گل آفتاب
گدیہ ھمی خواست کند بوے آب
باد صبا داشت درو زر گری
سکہ ھمی زد بزرِ جعفری

— در شکستن جہازات بطوفان —

یوسفِ مہ رفتہ تہِ قعر چاہ
یونسِ شب حوت گرفتہ پناہ
فتنہ بپا خواستہ در رنگِ باد
جوش زدہ بحر کہ طوفان فتاد
آتشے افروختہ منقل حباب
سوختہ ھر خار و خسے را بر آب
ماھئ موج از اثرِ برق و باد
سینہ خود را بشرر بر نہاد
جامہ بہ تن چاک زدہ ناخدا
رفتہ ز سکان سکون جملہ را
در کف ملاح ز بادے چنان
پنبہ حلاج شدہ بادبان

www.maktabah.org

دیدۂ گرداب ز بس کور بود
در طلبِ مردم پر شور بود
خورد شد آن جملۂ کشتی بر آب
در نفسے همچو سفال حباب
مردم خشکی همه آبی شدند
درچهِ آن بحر شتابی شدند

— در صفت جنگ —

صور سرافیل دمیده چو نائے
مغز هژبران بچکیده ز نائے
بسکه بپا گشت دَمِ گاؤ دُم
گاؤِ زمین و فلک انداخت سم
در کف پر برگ تبیره (۱) زنان
خون یلان بسته چو پیره زنان
بحر ستیز آنکه طوفان گرفت
پنجۂ خورشید بهجران گرفت
تیر فلک ریخت برنگِ خدنگ
کاهکشان پا زده در نیم لنگ
از در شمشیر چو پردار شد
هر طرف از زخم بهم غار شد
مغز پراگنده شد از عطسه تیغ
در سر پیکار کنان بیدریغ
گشت بپا تاکه طریدِ ستیز
جان به برِ رستم شد ریز ریز

---

۱ - تبیره = بفتح تاۂ وکسرۂ با ؛ بمعنی طبل و کوس (—غیاث)

www.maktabah.org

ہر طرفے خاست ترنگا ترنگ
پنجۂ خورشید شدہ پر خدنگ

شور چقا چاق نہنگ خدنگ
ریخت ہمی مغز دماغ پلنگ

بستہ بخون بود یلان را کمر
لالہ صفت کردہ سپر در سپر

— صفت مبارزت نانک چند جوہری —

تیغ بکف "نانک چند جوہری"
بود چو الماس پئے جان بری

تا بزدے از سر غصہ طرید
لعل ز فیروز ہمی شد پدید

داشتہ تیغش عمل کہربا
بہر خسیسان بجان در بلا

— صفت رزم دھنتر طبیب —

"دھنتر" آنجا کہ فشردے قدم
تیغش می جستہ ز کف دم بدم

شربت مرگ از کف او موجزن
بودہ پئے نوش عدو در زمن

— صفت جنگ رس رنگ کلاونت —

کردہ چو "رس رنگ" سوے رزم راہ
جستہ ز چنگش اجل آنجا پناہ

گوش مخالف ز طریدش بخست
تیغ دو دستی بزدے ہمچو مست

www.maktabah.org

کردہ بقانون شجاعان نبرد
از سر مردان چو اجل ریخت گرد
گرز گران در کفش از پر دلے
زمزمہ خوان بود بنقش یلے

— صفت نبرد چترمن مصور —

چترمن آنکہ کہ شدے رزم جو
پیائے عدو بود گو اندر فرو
در کفِ او ماندہ عدو نقش وار
بلکہ چو تصویر بدیوار یار
صفحۂ صحرا ز کفش رنگ بست
بسکہ سرانِ سپہ اندر شکست

— در فتح شاہ و ہزیمت دشمن —

شیر علم دیدہ چو روباہ شد
بود ز جان سیر، بلا خواہ شد
پرچمِ اقبال شہ از بادِ فتح
ترجمہ می بست باسناد فتح

۶ - "دیوان قال غم" (سنہ ۱۱۷۱ھ)

دیوان کا یہ نام تاریخی ہے اس میں غزلیں، قصائد، مخمس اور ترجیع بند وغیرہ جملہ اصناف سخن شامل تھیں - نو ہزار اشعار کا یہ مجموعہ بھی زمانہ کے دستبرد کے ہاتھوں ضایع ہوگیا -

۷ - "ساقی نامہ" (سنہ ۱۱۷۴ھ)

اس کا یہ انداز ہے :

بیا ساقیا زان مئے ناب دہ
بلب تشنگان یک دمِ آب دہ

www.maktabah.org

کہ در آتشم از خمار شراب
بآتش ز آتش توان داد آب
شب و روز در فکر آنم کہ کتّی
شود جان این مردہ دل ہا زحتّی
گروھے کہ رفتند زین تیرہ خاک
ندانم چہ کردند با جانِ پاک
وضو را بآب عنب می کنم
نمازِ سرِ شام و شب می کنم
ھمی بینم از دور محراب جام
کہ پیشش صراحی ست اندر قیام
باین قائم اللّیل دارم شروع
کہ در سجدہ افتم ز بعدِ رکوع
موذن چو گلبانگ حتّی در زند
صراحی درِ جامِ مے در زند
در اخلاص مستی چار قل بر زبان
چو مینا دھم روح گریہ کنان
مناجاتیان تا نیابند راہ
بکوئے خرابات بردم پناہ
مغنی نوائے کہ مستی دھد
رھے زن کہ ذوق الستی دھد
چو در کاسۂ سر نداریم آب
لبم تر نمائی ز موج رباب

۸- "واقعات حضرت شاہ" - (سنہ ۱۱۷۳ھ)

اس کا بھی مقالات الشعرا میں ذکر آیا ھے جس سے قیاس

www.maktabah.org

هوتا هے کہ یہ غالباً سنہ ۱۱۶۷ھ سے پہلے کی تصنیف هے۔ اس مثنوی میں بھی تقریباً ایک هزار اشعار تھے لیکن اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں هے۔ نام اور مندرجہ ذیل اقتباسات سے پتہ چلتا هے کہ یہ مثنوی واقعات کربلا کے متعلق هے۔ اس میں مختلف بحروں میں اشعار کہے گئے هیں :

مگو هلال کہ یک کشتی است طوفانی
تنورِ فتنہ ز بس جوش کردہ عمانی
دو نیمہ گشتہ دل روزگار روزِ عزا
یکے بزیر زمین شد دگر بروے سما
ز بس گریست محبانہ زین مصیبتِ خون
فتاد ناخنہ در چشم ارزقِ گردون
پر از ستارہ نباشد بچشم اندھناک
ز ناوکِ غم گشتہ مشبّک ایں افلاک

مگو کہ مہر بروےِ سما نمودہ طلوع
دریں معاملہ چشم مسیح شد نگراں

دمِ آبے نبودہ جز دمِ تیغ
مگر از آسمان بارید ایں میغ
لباسِ چرخ زان گردید نیلی
کزیں جورِ زمانہ خورد سیلی
بر اندامِ خور از آن رعشہ افتاد
کہ روزِ کربلا می باشدش یاد

۹۔ "چہار منزلہ" ۔ (سنہ ۱۱۶۷ھ)

مصنف نے اس مثنوی کا بھی مقالات الشعرا میں ذکر

www.maktabah.org

کیا ہے چنانچہ یہ مثنوی بھی سنہ ۱۱۷۴ھ یا اس سے پیشتر کی تخلیق ہے۔ ایک ہزار اشعار کی یہ مثنوی بھی اب عنقا ہے۔ ذیل کے اقتباسات سے کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے :

— در صفت حلقهٔ بینی —

بروے راست بینش حلقهٔ دیده
دکان حیرتم بر خویش چیده
کدامی بی‌ادب پیچیده بر راست
که شکل حلقه بر بینیش پیدا ست
تامل کرده تا من خوب دیدم
بروے راست بینی سر کشیدم
ستوش گرد دهان یار الحق
طلوع آفتابست ایں ز مشرق

— در شکایت زمانه —

مرا از بے زری شد آنچه حاصل
ندیده عشر آن قارون ته گل
مرا او را کرده زر میردود اینزد
منم از بے زری در مردمان بد
بسے ناز دوستان در بے زری ام
همیں رانند اندر زر گری ام
همه اخوان بحق اخ نوایند
شدم تا بینوا اخ اخ نمایند
کلیم الله بفرض آید اگر باز
ازیں قارون سرشتان نیستش ساز
کسانے که چنیں کالا کشیدند
مگر از خانهٔ خالا کشیدند

www.maktabah.org

۱۰- "تزویج نامۂ حسن و عشق"- (۱۱۷۴ھ):

یه کتاب بهی سنه ۱۱۷۴ھ سے پہلے کی تصنیف ھے لیکن نه نسخه موجود ھے نه اقتباس که جس سے اس کے مضامین کا اندازه لگایا جائے - البته میر موصوف اس کے بارے میں خود هی لکھتے ھیں که یه مقفیٰ و مسجّع نثر میں تھی - عنوان سے اندازه ھوتا ھے که حسن اور عشق کے اتصال اور معاملات پر ادبی انداز میں خیال آرائی کی گئی ھوگی -

۱۱- "اشعار متفرقه در صنایع و تاریخ"- (سنه ۱۱۷۴ھ):

یه مجموعه انهوں نے سال مذکوره تک علٰحده مرتب کیا تھا جس میں قطعات تاریخ اور صنعت کے تقریباً ایک ھزار اشعار تھے - یه نسخه بهی عنقا ھے -

۱۲- "بوستان بہار" (سنه ۱۱۷۴ھ) معروف به "مکلی نامه":

"بوستان بہار، تازۂ دل" سے سال ترتیب برآمد ھوتا ھے - مکلی کے مناظر اور مقابر پر اس میں نظم اور مقفیٰ نثر میں شاعرانه خیال آرائی کی گئی ھے - اس کا مسوده بخطّ مصنف سندهی ادبی بورڈ میں محفوظ ھے -

۱۳- "مقالات الشعرا" (سنه ۱۱۷۴ھ)

مصنف لکھتا ھے که سنه ۱۱۶۹ھ میں جب که وه "مثنوی کامروپ" ترتیب دے رھا تھا، اسے یه بیش بها تذکره لکھنے کا خیال پیدا ھوا اور اسی سال سے اس نے لکھنا شروع کردیا - آخر پانچ سال کی محنت اور دیده ریزی کے بعد سنه ۱۱۷۴ھ میں اس نے اسے مکمل کرلیا - نام سے سال تکمیل برآمد ھوتا ھے، اور اگر اس میں سے پانچ (۵) کا عدد نفی کردیا جائے تو تصنیف کی ابتدا کا سال سنه ۱۱۶۹ھ نکل آئیگا -

www.maktabah.org

سندھ کے فارسی گو شعرا پر اس سے قبل کوئی تذکرہ موجود نہ تھا۔ یہ پہلی کتاب ہے کہ جس سے سندھ کے فارسی ادب کی تاریخ معلوم کی جا سکتی ہے۔ میر صاحب نے اھل سندھ کے علاوہ اس میں ان شعرا کا بھی ذکر کیا ہے کہ جو سندھی الاصل نہ تھے بلکہ باھر سے آکر سندھ میں رھنے لگے یا سفر کے دوران سندھ سے ھو کر گزرے۔ مصنف کا اپنے ھاتوں رقم کیا ھوا نسخہ سندھی ادبی بورڈ میں محفوظ ہے۔ ایک اور نسخہ برٹش میوزیم میں (ADD 21,589) بھی موجود ہے جو سنہ ١٢٣٦ھ میں میر مراد علی خاں نے لکھوایا تھا۔ ان دونوں نسخوں کی نقلیں راقم الحروف کے پاس ھیں ان کے علاوہ اس کتاب کا اور کوئی نسخہ کہیں بھی موجود نہیں۔

١٣۔ "تاریخ عباسیہ" (سنہ ١١٧٥ھ):

میاں غلام شاہ نے میر موصوف کو سنہ ١١٧٥ھ میں کلھوڑوں کی تاریخ لکھنے پر مامور کیا تھا۔ معلوم نہیں ھوسکا کہ کن وجوہ کی بنا پر میر موصوف اسے مکمل نہیں کرسکے لیکن ٹھٹہ کے کتب خانوں کی جو فہرست برٹش میوزیم میں (O.R. 2073) ہے، اس سے معلوم ھوتا ہے کہ کتاب کا بیشتر حصہ مکمل ھوچکا تھا۔ فہرست نگار لکھتا ہے کہ:

> "تاریخ عباسیہ، اعنی در بیان میاں صاحبان کلھورہ از ابتدائے آمدن شان در سند، مع تحقیقات نسب اوشان، و تقرر زمینداری آن فرقہ در سند و بدست رسیدن بآنھا حکومت سند، و احوال و واقعات آن ایام، سید علی شیر قانع مرحوم در نظم و نثر تالیف و تصنیف کردہ، و مسودہ نا تمام

www.maktabah.org

از هر دو در کتب خانه موجود ـ نسخهٔ نظم قریب بیست هزار ابیات"۔

۱۵- "تاریخ عباسیه" (سنه ۱۱۷۵ھ):

مذکورہ اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا نا مکمل نسخہ بھی میر موصوف کے کتب خانہ میں موجود تھا اور اس میں بیس ہزار اشعار تھے ۔ گمان ہوتا ہے کہ یہ تاریخ بھی دستور کے مطابق "شاہ نامہ فردوسی" کی طرز پر اسی بحر میں مرتب کی گئی ہوگی۔ افسوس کہ ہر دو کتب کے نسخے تلف ہو گئے ورنہ اس دور کی تاریخ پر یہ دونوں تواریخ مستند ماخذ کا کام دیتیں ۔ چونکہ اس دور کے متعلق میر موصوف علٰحدہ مذکورہ تواریخ لکھ رہے تھے اس لئے "تحفۃالکرام" میں کلہوڑوں کا ذکر انہوں نے محض سرسری طور پر اس طرح کیا ہے :

"ذکر شان در طبقه علٰحده میگردد ، و بنا بر مزید فائده و ادائے حقوق نمک ذکر از اصل مع بیان بزرگان این سلسله مجملاً گذارش میکند"۔

۱۶- "تحفۃالکرام" (سنه ۱۱۸۱ھ):

"مقالات‌الشعرا" کے بعد یہ دوسری ضخیم کتاب تصنیف کرکے میر موصوف نے سندھ اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اهل علم پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل تین جلدوں میں تقسیم ہے :

جلد اول انبیا ، حکما ، بادشاہ اور خلفائے اسلام کے حالات اور تاریخ کے بیان میں ۔ چنانچہ جلد دوم کی ابتدا میں بیان کرتے ہوئے وہ رقم‌طراز ہیں کہ :

"از تالیف مجلد اول تحفۃالکرام مشعر حالات

www.maktabah.org

خلاصه موجودات انبیا و اوصیا و حکما و خلفا و
سلاطین فراغت یافته"

مطبوعه نسخه میں جو جلد اول شامل ہے وہ در حقیقت "تحفۃالکرام" کی اصلی پہلی جلد نہیں ہے بلکہ کسی نے "مراۃ احمدی" کی جلد دوم کے ۸۶ صفحات "تحفۃالکرام" کے نام سے شایع کرادئے ہیں۔ "مراۃ احمدی" سنہ ۱۳۰۷ھ میں مطبع فتح الکریم بمبئی میں طبع ہوئی تھی، اسی طباعت کے ۸۶ صفحات کو علٰحدہ کر کے غالباً اسی پریس کے لوگوں نے، "تحفۃالکرام" کے نام سے بقیہ دو جلدوں کے ساتھ پیوست کردیا ہے۔

جلد دوم

اسے سات اقالیم میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک اقلیم کا تاریخی حال بیان کرکے اور اس کے ہر شہر کا ذکر کرنے کے بعد، اس شہر کے مشاہیر کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ میر صاحب نے لکھا ہے کہ انھوں نے متقدمین و متاخرین کی جملہ تصانیف کے مشاہدہ و مطالعہ کے بعد یہ جلد مرتب کی ہے لیکن اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے امین رازی کی "ہفت اقلیم" کو بنیاد بنایا ہے اور مضامین کے علاوہ ترتیب بھی وہی رکھی ہے۔ اسی طرح دوسرے نمبر پر انھوں نے "حبیب السیر" اور "مجالس المومنین" پر مدار رکھا ہے۔ چنانچہ اپنے بزرگوں کے سلسلہ میں بغیر حوالہ دیئے ہوئے، جملہ عبارت لفظ بہ لفظ "مجالس المومنین" کی نقل کر گئے ہیں جو تقریباً جملہ متوسطین و متاخرین کا دستور تھا۔

یہ دوسری جلد مطبوعہ نسخہ کی حیثیت سے سنہ ۱۳۰۴ھ میں غالباً بمبئی سے شائع کی گئی ہے۔

www.maktabah.org

جلد سوم

فی الواقعه "تحفة الکرام" کی یه جلد نہایت قیمتی ھے اور تاریخ سندھ پر گویا "انسائیکلوپیڈیا" کی حیثیت رکھتی ھے - اس جلد کی ابتدا میں سندھ کی تاریخ شروع سے لے کر کلھوڑا خاندان کے عہد حکومت تک بیان کی گئی ھے اور اس کے بعد سندھ کے شہروں [اور قصبات] اور ان میں رھنے والے مشاھیر کا ذکر کیا گیا ھے - اس میں تاریخ کے ضمن میں میر موصوف نے "چچ نامہ" "معصومی" "طاھری" "بیگلر نامہ" اور "ترخان نامه" کو ماخذ بنایا ھے - البته مشاھیر کے تذکروں اور سندھ کے قدیم شہروں کی تاریخ پر موصوف نے جو تحقیق و محنت کی ھے وہ قابل داد اور نا قابل فراموش ھے - فی الواقع تجسس و تحقیق میں میر موصوف نے کمال کیا ھے- اگر آج سے تقریباً پونے دو سو سال قبل میر موصوف یه مواد فراھم نه کر جاتے تو مشاھیر کے تذکرے اور شہروں کی تاریخ کے جمله پہلو آج ھماری آنکھوں سے پوشیدہ رھتے اور ایک علمی و تاریخی حصه ضایع ھوجاتا -

مطبوعه نسخه کی جلد سوم مطبع ناصری دھلی میں طبع ھوئی ھے ، اور تقریباً اسی سال شایع ھوئی ھے جس سال جلد دوم شایع کی گئی -

سنه ١١٨١ھ میں "تحفةالکرام" کی جلد سوم کی تکمیل کے بعد میر موصوف نے مندرجه ذیل اختتامیه قطعه تحریر کیا ھے :

شکر خدا که تذکرہ "تحفة الکرام"
اندر سه جلد یافته تزئین اختتام

www.maktabah.org

هر جلد او ست روضۂ اخبارِ دلکشا
نظارہ کیش مفت شود دیدہ شاد کام
قانع اگرچہ نیست سزاوارِ ذکرِ خیر
لیکن بفیضِ اهلِ خبر یافت این مرام
باشد کنند اهل دلش یاد بعد مرگ
یعنی کہ یادگار نکو ماند مستهام
سال تمامیت چو نمود از خرد سوال
اینک چہ "منتخب" زدل آمد سرا پیام

۱۱۸۱ھ

شکر خدا کہ یافتہ تزئین انتخاب
این "تحفۃ الکرام" بآئین انتخاب
سال تمامیت چو نمودم زِ دل سوال
هاتف زدہ ندا کہ "نو آئین انتخاب"

۱۱۸۱ھ

مصنف کا اپنا دستی نسخہ لاهور کے خان بهادر مولوی محمد شفیع صاحب کے پاس موجود هے اور برٹش میوزیم میں مصنف کے اپنے خط کے جو دو نسخے هیں اُن کا فوٹو گراف راقم الحروف کے پاس هے جن سے معلوم هوتا هے کہ مصنف ان میں سنہ ۱۱۸۸ھ تک اضافے شامل کرتا رها هے۔

۱۷ - "اعلان غم" (سنہ ۱۱۹۲ھ)

اس کتاب کا نام ایلیٹ کی فهرست اور لاهور والے نسخۂ تحفۃ الکرام کے سر ورق پر میر موصوف کی تصنیفات کے ذیل میں موجود هے۔ فهرست نگار نے تفصیل اس طرح بیان کی هے:

www.maktabah.org

٣٠٦ صفحات، هر صفحه میں ۱۴ سطریں، ۱۱۷۳۲ اشعار، تالیف ۱۱۹۲ھ، بخط مصنف — اس مثنوی میں انبیائے کرام کی تکالیف اور شہدائے کربلا کے مصائب کا ذکر کیا گیا ہے۔ تا حال اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔

۱۸۔ "زبدة المناقب" ۔ (۱۱۹۲ھ)

اس میں خلفائے راشدین اور چہاردہ معصومین کے مناقب ہیں۔ ایلیٹ کے فہرست نگار نے اس کی اس طرح تفصیل دی ہے: صفحات ۳۶۲، فی صفحہ ۱۷ اور ۲۰ سطریں، ۱۲۰۰ اشعار، تصنیف سنہ ۱۱۹۲ھ، بخط مصنف۔ لاہور والے نسخہ کے سر ورق پر بھی اس کتاب کا نام موجود ہے۔

۱۹۔ "مختار نامہ" (سنہ ۱۱۹۳ھ)

یہ مثنوی میر موصوف نے مختار ثقفی کے حالات میں رقم کی ہے۔ فہرست نگار نے اس کی یہ تفصیل دی ہے: صفحات ۲۰۸، فی صفحہ ۴۳—۴۶ سطریں، کل اشعار سات هزار، سن تالیف ۱۱۹۳ھ۔ جس نسخہ کا ذکر ایلیٹ کے فہرست نگار نے کیا ہے وہی نسخہ اس وقت **سندھی ادبی بورڈ** کے قبضہ میں ہے۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے:

بنام جہان داور کردگار
کہ بر قدرت اوست مختار کار

آخری شعر تاریخ اختتام کا ہے۔

۲۰۔ "نصاب البلغا" ۔ (سنہ ۱۱۹۸ھ)

میر موصوف نے "قاموس" کی طرز پر یہ کتاب نہایت عجیب و غریب اور انتہائی محنت و تحقیق سے لکھی ہے۔ ذیل کے چند عنوانات سے کتاب کے مواد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

کتاب کل ۱۸۰ صفحات پر ہے اور باریک خط شکست میں تحریر ہے - آخر میں مصنف لکھتا ہے "کاتبه و مولفه روز خمیس چهار دهم رجب سنه ۱۱۹۸ھ" - کتاب کے مذکورہ عنوانات سے میر موصوف کی ہمہ گیر معلومات اور تحقیق و تجسس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے - ان بیان کردہ عنوانات کے تحت نہ صرف متعلقہ معلومات فراہم کی گئی ہیں بلکہ اس سلسلہ کی کل لغت بھی شامل کی گئی ہے جن میں محاورے بھی شامل ہیں جن سے خود سندھی زبان کے بھی کتنے ہی متروکہ لفظوں کا پتہ چلتا ہے - اس کتاب کا واحد نسخہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب گڑھی یاسینی کے کتب خانہ میں موجود ہے (۱) -

۲۱ - "مثنوی ختم السلوک" (سنه ۱۱۹۹ھ)

"ختم السلوک" سے سال ترتیب برآمد ہوتا ہے - یہ مثنوی تصوف کے سلسلہ میں ہے - کل ۲۸۶ صفحات اور فی صفحہ ۱۵ اشعار ہیں - پہلا شعر ہے :

من که باشم تا زنم دم از ثنا
جون بلا احصی محمد زد ندا

آخری شعر جس سے سال تخلیق برآمد ہوتا ہے یہ ہے :

هاتف اینجا دید حوش کا رم چو . . . .
سال وے گفتا بود "ختم السلوک"
۱۱۹۹ھ

---

۱ - مذکورہ فہرست حضرت مولانا موصوف نے مرتب کر کے عزیزم آغا بدر الدین کے ذریعہ راقم الحروف کو عطا کی جس کے لئے ہر دو صاحبان کا ممنون ہوں -

www.maktabah.org

اس مثنوی کا واحد نسخہ جو میر موصوف کے اپنے خط میں ہے اس وقت ادبی بورڈ کی ملکیت ہے - میر موصوف نے مثنوی کے پہلے تین صفحات پر مضامین کی جو فہرست درج کی ہے وہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین اس مثنوی کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ کر سکیں :

۱- مقدمه در بیانِ علم قیام -

۲- مقاله در بیانِ معرفت حق سبحانه : در آنکه صحت عقل و رویت آیه سبب معرفت است نه علت معرفت ، اقوال شیخ در معنی معرفت ، معنی معرفت ، در خلاف نفس ، معرفت نفس که علم بان علم بحق است ، اقوال شیخ ، کیفیتها ارتباط نفس بمعرفت الٰهی ، معرفت روح ، وصف روح اعظم ، در بیان آنکه آدم مظهر روح کلی است -

۳- مقاله در بیانِ توحید باری : اقوال شیخ ، توحید ایمانی ، توحید علمی ، توحید حالی ، اقوال شیخ ، توحید الٰهی -

۴- مقاله در بیانِ تصوف : وجه تسمیه ، تلقین ، لقب صوفی ، معنی صوفی و متصوف ، اقوال شیخ در وصف صوفی و متصوف -

۵- مقاله در بیانِ فقر : فقر و غنا ، جواب و سوال ابن عطار و جنید ، اقوال شیخ ، تقسیم محققان فقر -

۶- مقاله در بیانِ توبه : معنی توبه و اقسام آن و خصوصیه ، اختلاف اقوال شیخ در وصف و صحت آن ، احوال و مقامات و ارکان توبه ، چهار مقام

www.maktabah.org

توبه، پنج ارکان توبه، نتائج توبه و درجات آن۔

۷- مقاله در بیانِ توکل: مواضع اطلاق توکل، اقسام رزق، علو توکل و متوکلان۔

۸- مقاله در بیان صبر: انواع متعلق صبر، انواعِ صبر، اقوالِ شیخ۔

۹- مقاله در بیانِ شکر: مواضع شکر، اختلاف شیخ، معنی شکر، انواعِ شکر، تبیین و قسم نعمت، و دو قسم شاکران۔

۱۰- مقاله در بیانِ رضا: حقیقت رضا و قسمین آن، اقسام راضیان۔

۱۱- مقاله در بیانِ حال و مقام: فرق بین الحال و المقام، اختلاف در دوام حال۔

۱۲- مقاله در خوف و رجا: بیان قسمین خوف و وصف هر یک، وصف رجا و ارتباط آن به‌خوف۔

۱۳- مقاله در بیانِ جمع و تفرقه: تفضیل جمع بر تفرقه۔

۱۴- مقاله در سکر و الصحو: تبیین مقامات واحدین، اختلاف در فضل سکر و صحو۔

۱۵- مقاله فی الفنا و البقا: تبیین اقوال دران۔

۱۶- مقاله در بیان غیب و شهود۔

۱۷- مقاله در بیانِ تجلی۔

۱۸- مقاله در بیانِ محبت: اقوال شیخ۔

۱۹- مقاله در بیانِ سماع و ما یتعلق به: اباحت سماع شعر، اباحت اصوات، فواید چند مخصوصه، اقوال شیخ، مراتب اهلِ سماع، فی الوجد والوجود،

www.maktabah.org

اختلاف شیخ ، در رقص و پا کوبی ، خرق خرقه ،
آداب سماع ۔

۲۰۔ مقاله در لبس خرقه ۔

۲۱۔ مقاله در بیان اختلاف احوال مردمان و عد اقسام
آن و تبیین مشتبهان ۔

۲۲۔ مقاله در بیان اهل ولایت ۔

۲۳۔ خاتمه : متضمن تاریخ اختتام ۔

کتاب میں ایک مقدمه ، اکیس مقالات اور ایک
تتمه هے ۔

۲۲ ۔ "طومار سلاسل گزیده" (سنه ۱۲۰۲ھ)

اس کتاب میں سندھ کے مشاهیر تصوف کے طریقت کے سلسلے بیان کئے گئے هیں ۔ سال تالیف مذکوره نام سے برآمد هوتا هے ۔ سندھ کے تصوف کی تاریخ کی حیثیت سے یه کتاب بے حد کارآمد هے ۔ یه صرف اسی کتاب سے معلوم هو سکتا هے که سندھ کے بزرگوں اور صوفیائے کرام کی طریقت و بیعت کے کیا سلسلے تھے ۔ میر موصوف نے یه کتاب وفات سے ایک سال قبل لکھی تھی اور جیسا که بیان هوگا کتاب کا واحد نسخه مصنف کے خط میں اور مہر کے ساتھ سندھی ادبی بورڈ کے پاس موجود هے ۔

۲۳ ۔ "شجرهٔ اطهر اهلبیت" (سنه ۱۲۰۲ھ)

نام سے سال تالیف برآمد هوتا هے ۔ مذکوره کتب کی مانند یه کتاب لکھ کر بھی میر موصوف نے تاریخ سندھ پر بڑا احسان کیا هے لیکن افسوس که اس کے نسخے تلف هو گئے اور کہیں سے بھی دستیاب نه هو سکے ۔ "معیار سالکان طریقت"

www.maktabah.org

کے دیباچہ میں میر صاحب لکھتے ھیں :

در سال دویم و دوازدہ صد ھجری کہ آفتاب عمر بر لب بام، و سبق حیات قریب باختتام، شصت و سہ سال از عمر در رفت، و امراض چند طبیعت را تفت، اول شجرۂ اھل بیت سند وغیرہ بقدر دریافت نوشتہ، ثانیاً طومارے در ذکر اسماء سلاسل گزیدہ طریقت بنگاشت: تاریخ اول 'شجرۂ-اطہر اھلبیت' و تاریخ ثانی، 'طومار سلاسل گزیدہ' دست دادہ" (۱)

۲۴ - "معیار سالکان طریقت" (سنہ ۱۲۰۲ھ)

مصنف نے "تحفۃ الکرام" میں سندھ کی سومری تاریخ کے بعد سندھ کے بزرگوں، مشاھیر اور صوفیائے کرام کا مجملاً ذکر کیا ھے - اس میں مصنف نے اصحاب تذکرہ کے سال ھائے ولادت و وفات یا زمانہ کا تعین نہیں کیا ھے معلوم ھوتا ھے کہ اس کمی و کوتاھی کو مصنف خود بھی محسوس کرتا رھا ھے - اسی وجہ سے وفات سے ایک سال قبل اس نے یہ تذکرہ مرتب کیا جس میں سندھ کے پانچسو بزرگوں کے حالات بقید سنہ وسال یا زمانہ قلمبند کرکے "تحفۃالکرام" کی کوتاھیوں کا ازالہ کیا - دیباچہ میں مصنف لکھتا ھے :

"بالجملہ عقدۂ خاطر آن ماند، کہ مشائخ زمان بقید و مکان و انتساب سلاسل و اصحاب ببیان آرد، این رسالہ موجز حاوی آن مقصد شدہ، و تاریخش در اسم "معیار سالکان طریقت" مبراھن

۱ - دیباچہ "معیار سالکان" برٹش میوزیم -

www.maktabah.org

۔۔۔۔ آنکه صریح وے بتحریر سال وفات معلوم نشد به هم‌عصران الحاقش کرده، و اگر در حقیقت مابین زیادتی و کمی ده بیست سال بوده باشد۔۔۔۔ مقصد آنکه گویند فلانے در زمان فلان ۔۔۔۔۔۔۔ بوده، یا بفلانے۔صحبت کرده ۔۔۔۔۔۔"

جن [بزرگوں] کا سال اور زمانه معلوم نهیں هوسکا هے انهیں مصنف نے آخیر میں بیان کیا هے ۔ کتاب کا اختتام اس قطعه پر هوتا هے ؛

در مرز دل چو تخم ولا نیک کشته شد
خوش رشته‌ٔ ز ریشه‌ٔ ۔۔۔۔۔ رشته شد
آن رشته بسته گل بسر گل ازان نهال
کزدست آبیار کرامات گشته شد
بوده ولائے اهل ولایت مراد من
جز ذکر شان هر آنچه بلب بود شسته شد
بخشد عروج عرش صفا سیر این سواد
زان ره که ذکر هر ولی اینجا فرشته شد
بالفعل آنچه گشت ز قوت ظهور آن
روز ازل بطینت طبعم سرشته شد
در آتش مجاهده‌ٔ جمع این کتاب
بسیار روزگار روانم برشته شد
تاریخ این رساله برائے عیار صح
"معیار سا کان طریقت" نوشته شد

۱۲۰۲ھ

www.maktabah.org

خوش قسمتی سے اس قیمتی کتاب کا ایک خوشخط نسخہ برٹش میوزیم (ADD 21,589) میں موجود ہے جسے سنہ ۱۲۴۶ھ میں میر مرحوم مراد علی خاں نے اپنے لئے لکھوایا تھا۔ راقم الحروف نے اس کی "میکرو فلم" نقل تیار کراکے اپنے پاس محفوظ رکھی ہے۔

میر موصوف کے علمی شغف اور انہماک کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ترسٹھ برس کی عمر میں مختلف امراض کا شکار ہوکر صحت جسمانی سے محروم ہوجانے کے باوجود انہوں نے قلم ہاتھ سے نہ چھوڑا اور وفات سے صرف ایک سال قبل، ایک ہی سال کی مدت میں مذکورہ بالا تین نہایت قیمتی اور کارآمد کتب تصنیف کیں۔

۲۵ - "روضۃ الانبیا"

اس کتاب کا سال تصنیف نہیں معلوم ہوسکا۔ ٹھٹے کے فہرست نگار نے یہ کتاب بھی میر موصوف کی تصنیفات میں شمار کی ہے۔ میر مائل نے جو فہرست "تحفۃالکرام" کے سرورق پر لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب نظم میں تھی۔ اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

۲۶ - "زینت الاخلاق"

اس کتاب کا نام بھی میر مائل نے [فہرست میں] لکھا ہے۔ کتاب منظوم اور نصائح [کے ضمن] میں ہے۔

۲۷ - "غوثیہ"

یہ سلوک و معرفت پر ایک منظوم کتاب تھی اس کا نام بھی میر مائل نے لکھا ہے۔

www.maktabah.org

۲۸ - "قصاب نامہ"

میر مائل کی تحریر کے مطابق یہ کتاب بھی منظوم ہے۔

۲۹- "میزان الافکار"

منظوم ، سلوک و معرفت کے بیان میں میر مائل نے یہ کتاب بھی فہرست میں شامل کی ہے۔

۳۰- "تہذیب طباع"

اس کا نام بھی میر مائل کی فہرست میں آیا ہے۔ سلوک کے ضمن میں تھی ۔

۳۱- "سرفراز نامہ"

پند و نصائح کا مجموعہ ہے۔ نام سے قیاس ھوتا ہے کہ یہ کتاب میر موصوف نے میاں سرفراز خاں کلھوڑا کے نام معنون کی ہے اور غالباً منظوم ہے۔

۳۲- "حدیقۃ البلغا"

اس کتاب کے موضوع کے بارے میں میر مائل نے کچھ نہیں لکھا البتہ نام سے یہ خیال ھوتا ہے کہ یہ غالباً علمی کتاب تھی ۔

۳۳- "مثنوی کانِ جواہر"

میر مائل نے اس کی بھی کوئی تفصیل نہیں بیان کی ۔

۳۴- "میزان فارسی"

گمان ھوتا ہے کہ غالباً یہ تصنیف صرف و نحو پر تھی۔

۳۵- "رسالہ معمامع شرح"

نظم و نثر ۔

۳۶- "لب تاریخ کلھورہ"

اس کے بارے میں میر مائل کی فہرست سے معلوم ھوتا

www.maktabah.org

ھے کہ نثر میں یہ کتاب بھی کلھوڑا خاندان کی ایک تاریخ تھی گویا اس موضوع پر یہ تیسری کتاب ھے جس کا نسخہ بھی تلف ھو گیا ھے۔

۳۷- "بیاض محک الشعرا"

قدیم دستور کے مطابق میر موصوف نے اس کتاب میں متقدمین سے لے کر اپنے زمانہ تک کے فارسی گو شعرا کی ھم طرح غزلوں کا انتخاب کیا ھے۔ اس ترتیب کا خیال انھیں محسن ٹھٹھوی کے انتخاب کو دیکھکر آیا۔ معلوم نہیں کہ کتاب کی ضخامت کیا تھی۔ ادبی بورڈ میں اس کے تین نامکمل نسخے خود میر موصوف کے رقم کردہ موجود ھیں جو اس انداز میں ھیں کہ بعض میں غزلیات کا انتخاب ھے اور بعض میں محض اشارات کا۔ یہ بیاض [مذکورہ] "محک" کے مختلف اجزا ھیں یا "محک الشعرا" نامی کوئی اور مکمل کتاب تھی اس کا پتہ نہیں چل سکا۔

۳۸- "دیوان اشعار"

میر موصوف کا کوئی مکمل دیوان نہیں ملتا۔ میر مائل نے اپنی فہرست میں جس دیوان کا حوالہ دیا ھے وہ غالباً ضایع ھوچکا ھے۔

۳۹- "قصاید و منقبت"

جس بیاض میں "مکلی نامہ" ھے، اسی بیاض کے شروع اور آخر میں میر موصوف نے اپنے قصائد اور مناقب وغیرہ شامل کئے ھیں جن کی تعداد ۲۶ تک ھوگی۔ اس میں بڑے بڑے قصائد اور طول طویل مناقب شامل ھیں۔ ایک قصیدہ "لامیہ" ۲۶۵ اشعار پر مشتمل ھے چند رباعیاں اور ایک نامکمل مثنوی بھی اس میں شامل ھے۔

www.maktabah.org

(۴۰-۴۱) [نمبر پر] میر مائل کی فہرست میں دو اور کتابوں کے نام بھی دیئے گئے ہیں لیکن وہ پڑھنے میں نہیں آتے۔

۴۲- "انشائے قانع"

سندھی ادبی بورڈ کی تحویل میں میر موصوف کی انشا کا ایک نامکمل مجموعہ ہے جو بخود انہی کے خط میں ہے اس مجموعہ کے کل ۳۲ صفحات ہیں، سائز عام کتابی (کراؤن) ہے۔ اس میں خوب عبارت آرائی کی گئی ہے اور جا بجا موزوں اشعار بھی چست کئے گئے ہیں - بطور نمونہ چند اشعار ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

بسیار صبح شد کہ نسیمے نمی وزد
اے گل مگر تو پائے صبا را شکستہ ای

* * *

گر بر تن من زبان شود ہر مو
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

* * *

نشد کہ از سر ما ہجر دست بر دارد
بہر دیار کہ رفتیم آسمان پیدا است

* * *

ز تیغ شوق تو ہر عضو بسمل افتاد است
مرا سفر برفیقان کاہل افتاد است
زمانہ دشمن و من بیزبان وقت زبون
اگر نہ رحم کنی کار مشکل افتاد است

* * *

ز دیدہ دوری و از دل نمی روی بیرون
خدا بکس ننماید وصال ہجر آمیز

www.maktabah.org

قلم شکستہ تراست از زبان نمیدانم
کہ شرح غم بکدامی زبان کنم تقریر
زبان کس نتواند جہات شکرش را
اگر بہر نفسے صد چو من کند تقریر

* * *

شکوہ نقصان داشتہ فصل از میان انداختم
نرخ ارزان بود کالا در دکان انداختم

* * *

جنون بصف شکنی عقل در صف آرائی
دل کرانہ طلب درمیان تماشائی

* * *

سوادش نور بخش دیدۂ حور
بیاضش از فروغ صدق پر نور
عباراتش چو آبِ زندگانی
دور پیدا جواہر از معانی

* * *

ما شرمسار ماندہ ز تقصیرہائے خویش
لطف تو خود نمی نگرد خوب و زشت ما

* * *

گر عظیم است از فرو دستان گناہ
از بزرگان عفو کردن اعظم است

* * *

www.maktabah.org

خواستم تا شرح شوقِ صحبتت سازم بیان
ناشکیبا شد دلم رفت از کفم تاب و توان

* * *

ضرورت است وگرنہ خدای میداند
کہ ترک صحبت ایشان نہ اختیار من است

* * *

سلسلہ طریقت

میر صاحب کا خاندان مائل بہ تشیعت تھا ۔ چنانچہ اسی وجہ سے نوراللہ شوستری نے ان کے ایرانی بزرگوں کو اپنی کتاب "مجالس المومنین" میں جگہ دی ۔ میر صاحب کے "مختار نامہ" "اعلان غم" "زبدۃ المناقب" اور دیگر سلام و منقبت کی کثرت تعداد سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اپنی طبیعت بھی مائل تشیعت تھی چنانچہ وہ جا بجا خود کو "خادم اهلبیت" لکھتے رہے ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی وسیع المشربی کی یہ حالت تھی کہ کتنے ہی مقامات پر مندرجہ ذیل اقسام کے اشعار سے وہ خود کو تین یاروں سے بھی سرخرو بناتے تھے :

چو رافضی نکنم سرد دل بہ بغض کسے
ز چہار یار درین دھر گرم محفل ما ست

* * *

نبود عجب بما نشد ار صاف رافضی
کہ دل ز گرد کینۂ اصحاب شستہ ایم

نہ صرف یہ بلکہ ان کے والد اور خود ان کی بیعت بھی سلسلۂ نقشبندی سے تھی ۔ چنانچہ "طومار سلاسل گزیدہ"

www.maktabah.org

میں اپنا اور اپنے والد کا یہ سلسلہ بیان کیا ھے :

میر علی شیر مرید شیخ عبدالاحد کے ، وہ مرید اپنے والد حاجی غلام معصوم کے ، وہ مرید شیخ محمد اسماعیل کے ، وہ مرید حضرت قیوم زمان محمد صبغت اللہ کے وہ مرید خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی کے ۔

ان کے والد میر عزت اللہ ، مخدوم آدم (عرف مخدوم آدو) کے نواسہ میاں محمد (۱) کے مرید تھے جو ٹھٹہ کے مشہور بزرگ مخدوم ابوالقاسم (المتوفی سنہ ۱۱۳۸ھ) نقشبندی کے مرید تھے ، وہ شیخ سیف الدین (برادر محمد معصوم) کے مرید تھے اور وہ اپنے بھائی خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف‌ثانی کے مرید تھے ۔

اسی طرح میر موصوف کے ننھیالی خاندان میں سے سید رحمت اللہ عرف سید مٹھو بھی مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کے مرید تھے ۔ اس کے علاوہ میر صاحب کے دیگر اعزہ ، سید محمد ناصر اور سید عبداللہ (پسران سید نعمت اللہ شکر اللٰہی) بھی مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کی بیعت میں تھے اور اس طرح اس خاندان کے سلسلہ‌ٔ طریقت کا تعلق نقشبندیوں سے تھا ۔

میر صاحب کے والد عزت اللہ نے سنہ ۱۱۶۱ھ میں رحلت کی ۔ اس وقت میر موصوف کی عمر اکیس برس کی تھی ۔ اس حادثہ پر انھوں نے یہ تاریخ لکھی تھی :

خرد گفت تاریخ سال وفات

"کہ پیوست با رحمت ایزدی" ۱۱۶۱ھ

بعد میں انھیں معلوم ھوا کہ منشی چتر بھج نے قاضی محمد امین

---

۱ - لواری والے محمد زمان بھی انھی میاں محمد کے مرید اور میر عزت اللہ کے پیر بھائی تھے ۔

www.maktabah.org

کا مادہ تاریخ وفات "برحمت ایزدی پیوست" (سنہ ۱۱۶۰ھ) لکھا ہے چنانچہ انہیں اندیشہ ہوا کہ معاصرین کہیں ان پر سرقہ کا الزام نہ رکھیں چنانچہ ان کے اپنے لفظوں میں 'منعم غیبی' نے انہیں یہ نعم البدل عطا فرمایا :

"للہ العزۃ و للرسل و للمومنین"—۱۱۶۱ھ

اولاد

سنہ ۱۱۶۰ھ تک میر صاحب کے کوئی اولاد لرینہ نہیں تھی - اسی سال وہ سورت گئے - جہاں ان کی ملاقات علامہ سعد اللہ سورتی سے ہوئی - وہ بزرگ جید عالم اور معقولات میں بے نظیر تھے - ان کے دو فرزند تھے - میر عبدالعلی اور میر عبدالولی - [والد اور بیٹوں کے] ان تینوں ناموں میں یہ رمز تھا کہ اگر ان اسماء کے آخری الفاظ اکٹھا کئے جائیں تو اس سے "علی ولی اللہ" کا فقرہ بنے گا - میر موصوف کو یہ ترکیب بے حد پسند آئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ اگر خدا نے ان پر بھی فضل کیا اور ان کے اولاد ہوئی تو وہ بھی اسی ترکیب کے نام رکھیں گے - یہ بات انہوں نے خود بھی تحفۃ الکرام (ج-۲، ص-۲۳) میں لکھی ہے - اور "تحفۃ الطاہرین" کے مصنف شیخ محمد اعظم ٹھٹوی سے بھی بیان کی تھی جو اس وقت سورت میں مقیم تھے چنانچہ انہوں نے اس پر یہ نظم کہی تھی :

علی شیر "قانع" حسینی کہ او
بود زبدۂ آل خیر البشر

یکے روز می گفت با من بہ راز
کہ ایزد ببخشد مرا دو پسر

www.maktabah.org

یکے را بخوانم غلامِ علی
غلام ولی اللہ نامِ دگر
کہ از اسم شان سال میلاد شان
بہ پیشِ سخن گر شود جلوہ گر
"علی، ولی اللہ" از ہر دو اسم
برآمد بوضع خوش و خوبتر
بخاموش ماندم ازین گفتگو
کہ این از کرامات باشد مگر
بدل گفتم آخر اگر عمر ہست
شوم تجربہ را یکے منتظر
بسہ سال آن ہر دو پور گزین
کہ "قانع" ازان داد سابق خبر
ولادت موافق باعداد نام
خدایش عطا کرد با زیب و فر
تو اے "اعظما" زین شگفتے مدار
کہ این گفتہ ز الہام دارد اثر (۱)

الغرض اس نیت و ارادہ کے بعد ان کا پہلا فرزند سنہ ۱۱۶۱ھ میں تولد ہوا جس کا نام انھوں نے غلام علی (۲) رکھا - نام سے سال ولادت برآمد ہوتا ہے [اس کے بعد] سنہ ۱۱۶۳ھ میں ان کا دوسرا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انھوں نے

---

۱ - بیاض حسام الدین، تحفۃ الکرام نسخہ لاھور (سر ورق بخط میر مائل) -

۲ - میر غلام علی "مائل" کے متعلق راقم الحروف کا مضمون "مہران" (حیدر آباد ۱۱۵۵ء) میں ملاحظہ ہو -

www.maktabah.org

غلام ولی اللہ رکھا۔ اس نام سے بھی سال ولادت برآمد ہوتا ہے۔ [اس طرح] میر صاحب کی تمنا پوری ہوئی اور دلی مراد بر آئی اور ان ناموں سے نہ صرف سال ولادت کی تاریخیں برآمد ہوتی ہیں بلکہ ان کے آخری حصوں کو ملانے سے [میر موصوف کی دلی آرزو کے مطابق] "علی ولی اللہ" کا فقرہ بھی بن جاتا ہے۔

سنہ ۱۱۷۱ھ میں میر موصوف کے ایک فرزند ہوا جس کا نام انہوں نے میر امیر علی رکھا۔ میاں غلام علی ٹھٹوی نے اس کی تاریخ "در چمن جاہ شگفتہ گلے" کہی اور میاں محمد پناہ "رجا" نے یہ تاریخی سجع کہا :
"امیر علی بن علی شیر حسینی" (= سنہ ۱۱۷۱ھ)۔

میر موصوف کے خاندان کے موجودہ جانشین' میر حسن علی شاہ، بن میر صابر علی "صابر"، بن میر حسین علی "ضیا"، بن میر صابر علی "سائل" بن میر غلام علی "مائل"، کے پاس سے راقم الحروف کو جو شجرہ ملا ہے اس میں [میر قانع کے] چوتھے فرزند کا نام سید کاظم تحریر ہے جس کی کسی دوسرے ذریعہ سے تصدیق نہ ہو سکی اس کے علاوہ [مذکورہ] تیسرے فرزند کا نام غلام حسین مرقوم ہے جسے ہم میر امیر علی کی عرفیت تصور کرتے ہیں۔

شاگرد

میر صاحب نے اپنے شاگردوں کا کوئی [مفصل] ذکر نہیں کیا ہے۔ "مقالات الشعرا" میں صرف دو شاگردوں کے نام لئے ہیں۔ ایک پرسرام "مشتری" تھے جن کے لئے وہ لکھتے ہیں کہ "پرسرام "مشتری" بھاٹیہ بن دوارکاداس بن سجان سنگھ

www.maktabah.org

(یہ دونوں حضرات میر کمال الدین احمد خان کے پاس میر منشی تھے)۔ پرسرام ہندی میں میر محمود "صابر" کا شاگرد تھا ۔ وہ فارسی میں "مشتری" اور ہندی میں "بیربل" تخلص کرتا تھا ۔ فارسی میں وہ میر "قانع" سے اصلاح لیا کرتا تھا ۔ (مقالات الشعرا صہ ۲۹) ۔

یہ ذکر "مقالات" میں ہے اور میر موصوف نے مزید لکھا ہے کہ "درین وقت نامبردہ مشق سخن می کند" ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ "مقالات" کی تالیف کے زمانہ (سنہ ۱۱۶۹ تا سنہ ۱۱۷۴ھ) میں "مشتری" ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتا تھا ۔ میر موصوف کا دوسرا شاگرد شیخ حسن بخش "اظہر" تھا ۔ جو پہلے ہندو تھا لیکن بعد میں اپنے والد جھوڑیمل سمیت داخل اسلام ہوگیا تھا اور اس کے والد کا نام عبدالسلام رکھا گیا تھا ۔ یہ نوجوان بھی فارسی اشعار کی اصلاح میر موصوف سے لیا کرتا تھا ۔ (مقالات صہ ۴۰) ۔

میر مائل نے "مجمع البلغا" کے نام سے سندھ کے فارسی گو شعرا کا جو تذکرہ لکھا تھا اس میں اس نے ضرور میر موصوف کے شاگردوں کا مفصل ذکر کیا ہوگا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ تلف ہوگیا جس کے ساتھ میر صاحب کے شاعرانہ فیض کا یہ باب بھی ضایع ہوگیا ۔

وفات

میر صاحب نے اپنی زندگی کے آخری چند سال مختلف امراض اور نقاہت [کے عالم] میں گذارے جس کا اشارہ انھوں نے "معیار سالکان طریقت" کے دیباچہ میں کیا ہے ۔ سنہ ۱۲۰۲ھ میں ان کی عمر تریسٹھ برس کی تھی لیکن اس نقاہت اور

www.maktabah.org

مریضانہ حالت میں بھی انھوں نے علمی مشاغل ، شعر و سخن اور تصنیف و تالیف کو جاری رکھا ۔ اور آخر اسی ایک سال میں انھوں نے تین کتابیں تصنیف کیں جن کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ھے ۔ آیندہ سال یعنی سنہ ۱۲۰۳ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں انھوں نے وفات پائی ۔ افسوس کہ ایسے عظیم المرتبت ادیب ، مورخ ، شاعر [اور تاریخ گو] کی ساعت و تاریخ وفات کسی نے محفوظ نہ کی اور نہ کسی نے اس کے مزار پر کتبہ ھی نصب کیا کہ سادات شکر اللٰہی کے قبرستان میں سندھ کے اس محسن اعظم کی آخری آرام گاہ پر کوئی عقیدت کیش آج بھی جا کر عقیدت کے پھول اور سلاموں کے تحفے نذر کرسکتا ۔

آخوند غلام محمد ٹھٹوی نے "علیہ الرضوان" سے سال وفات برآمد کیا ھے اور میر مرحوم کے فرزند رشید میر غلام علی "مائل" نے "البشرہ بالجنہ النعیم ابدا" تجویز کیا ھے ۔

یہ زمانہ [سندھ میں] ٹالپروں کی پہلی چہار یاری کی فرمانروائی کا تھا ۔ جس کا سر براہ میر فتح علی خاں تھا اور باقی تین بھائی میر غلام علی خاں ، میر کرم علی خاں اور میر مراد علی خاں اس کے شریک کار تھے ۔ اس طرح حکومت کرتے ہوئے انھیں چھ سال گذرے تھے ۔

شکر اللٰہی خاندان

اس خاندان کے بزرگوں نے جس طرح کہ ایران میں علم کا چراغ روشن رکھا اسی طرح سندھ میں آنے کے بعد بھی اس کی لو ماند نہ ھونے دی اس خاندان کا ھر فرد اور اس گھرانہ کا ھر لعل اس کی جلا میں اضافہ کرتا آیا ۔ کم و بیش

www.maktabah.org

ساڑھے تین سو سال تک سندھ کا چپہ چپہ اس خاندان کی روحانی ضوفشانی سے منور ہوتا رہا اور اس خاندان کا ہر فرد زمانہ کا فرد فرید ثابت ہوا ۔ کسی نے روحانی تعلیم عام کی کسی نے علوم دنیوی کی اشاعت کی ۔ کسی نے شعر و ادب کی فضا نکھاری اور کسی نے تصنیف و تالیف کو اپنا وطیرہ بنا لیا ۔ تحفۃ الکرام میں میر موصوف نے اپنے خاندان کا جو اجمالی ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنے ہی بزرگوں نے نہ صرف سلوک و طریقت کے سجادے آراستہ کئے بلکہ خود میر صاحب سے بھی پہلے ایسے کتنے ہی بزرگ گذر چکے ہیں کہ جنھوں نے شعر و سخن ، ادب و انشا اور علوم مذہبی میں اپنا نام یادگار چھوڑا ہے ۔

[مثلاً] سید شاہ ولی ، بن سید ابو القاسم ، بن سید علی اکبر ، بن سید عبدالواسع ، بن سید محمد حسین بن سید شکراللہ ثانی [اپنے دور کے] جید عالم اور بے مثل انشا پرداز تھے ۔ وہ مخدوم رحمت اللہ کے شاگرد اور "تحفۃ المجالس" کے مصنف تھے ۔ انھی بزرگ کے فرزند ، میر سراج الدین ابوالقاسم ، صاحب طرز شاعر اور تاریخ گوئی میں ایک خاص مقام کے مالک تھے ۔ اسی طرح سید نظام الدین ثانی ، بن سید نور محمد ثانی ، بن سید نظام الدین ، بن سید شکر اللہ ثانی اس پایہ کے صاحب کمال بزرگ تھے کہ انھیں عالمگیر بادشاہ نے یہاں سے بلا کر اس "ایڈیٹوریل بورڈ" میں شامل کیا جو "فتاوائے عالمگیری" کے مرتب کرنے کے لئے بنایا گیا تھا ۔ سید موصوف نے اس میں خود کو ہر طرح اہل بھی ثابت کر دکھایا ۔

میر علی شیر کے خود اپنے گھرانے میں بھی کتنے ہی

www.maktabah.org

ادیب ، مصنف اور شاعران شیرین بیان پیدا ہوئے ۔ ان کے بھائی میر ضیاء الدین "ضیا" میر ٹھارو خاں کے دربار کے "ملک الشعرا" تھے ۔ وہ کتنے ہی دواوین کے مالک اور مثنوی "ہیر رانجھا" کے مصنف تھے ۔ ان کے بھتیجے میر عظیم الدین "عظیم" میر فتح علی خاں کے درباری شعرا کے سرتاج اور اپنے دور کے عظیم المرتبت شاعر تھے ۔ ایک دیوان ، "مثنوی ، ہیر رانجھا" اور "فتح نامہ" (میر فتح علی خاں سے منسوب) ان کی یادگار ہے ۔ میر صاحب کے خود اپنے فرزند میر غلام علی "مائل" میر کرم علی خاں کے درباری شاعر اور بڑے فضل و کمال اور اوج و اقبال کے مالک تھے ۔ میر "مائل" کے بعد بھی ان کی تین پشتوں میں شعر و سخن کا مشغلہ قائم رہا یعنی میر "مائل" کے فرزند میر صابر علی "سائل" ان کے فرزند میر حسین علی شاہ "ضیا" اور ان کے فرزند میر صابر علی "صابر" اپنے اپنے دور اور زمانے کی مشہور شاعر رہے ۔ آخری بزرگ کو تقریباً چالیس سال ہوئے کہ رحلت کی ہے اور ان بزرگ پر نہ صرف شعر و شاعری کا سلسلہ ختم ہوا بلکہ خاندان کی جملہ علمی ، ادبی اور روحانی روایتوں اور وارثتوں کے بھی دروازے بند ہوگئے ۔

تلک الایام نداولها بین الناس

—*○⁂○*—

www.maktabah.org

دیباچہ

(از مصنف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس ذات بے مثال و یگانہ اور ثنا و ستایش سے بلند و بیگانہ کی حمد کے بعد کہ جس نے اس نادان و مسکین اور با خبر حضرات کے خوشہ چین کو "تحفۃ الکرام" کی دو جلدوں کی تالیف کی توفیق عطا کی، اور سیہ کاروں و خوش اعمالوں (ساری دنیا) پر مبعوث کئیے گئیے اس سید المرسلین کی نعت کے بعد جس نے اپنی غلامی کے فیض سے (راقم الحروف کو) سابقہ برگزیدہ بزرگوں کے خیالات کا متلاشی بنایا، واقف حضرات کے علم میں لایا جاتا ہے کہ [راقم الحروف کو] متقدمین و متاخرین کی کسی بھی کتاب میں سندھ کا اور خاص طور پر ٹھٹہ کا مفصل ذکر نظر نہیں آیا۔ حالانکہ فی الواقعہ یہ خطۂ مردم خیز اھل علم و معرفت سے آراستہ ہے۔ اسی وجہ سے میں اس کوشش میں منہمک ہوا کہ مختلف کتابوں سے مطلوبہ مواد حاصل کر کے اور اس میں

www.maktabah.org

کچھ مصدقہ خبریں شامل کر کے ، ایک مفصل جلد محفل احباب میں بطور تحفہ پیش کی جائے تاکہ وہ دعائے خیر سے یاد کریں اور نظر اصلاح سے پہلو تہی نہ فرمائیں ۔

ہر چند کہ ایک زمانہ گذرنے اور اس میدان میں کسی کے قدم نہ رکھنے کی وجہ سے پوری کامیابی کے ساتھ مقصود تک پہونچنا دشوار ہے تاہم نشانی کے لئے انبار میں سے ایک مٹھی ہی کافی ہے - جو ہاتھ آیا وہ آیا اور اس کے بعد جو اس سے زیادہ کرے گا وہ سزاوار احسان ہوگا ۔

"قانع" این تازہ راہ دور دراز
میکند طے بگام عجز و نیاز
ہر کہ گردد دلیل مقصد او
باد در دامن نبی ید او [۱]

--*--

مقدمہ

ولایت (سندھ) کی تعریف اور اس کی خصوصیات کے بیان میں

ملک ''سندھ'' کا یہ نام ''حام'' بن نوح علیہ السلام کے فرزند ''ہند'' کے بھائی ''سند'' کے نام پر مشہور ہوا ہے۔ روئے زمین کے اکسٹھ ممالک میں سے یہ تینتالیسویں ملک کا نام ہے۔ پہلی اقلیم اس کے شمال سے اور دوسری اس کے وسط سے گذرتی ہے۔ یہ ملک پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں اقلیم میں مشترک ہے، جیسا کہ آگے تفصیل سے بیان ہوگا لیکن اس کا زیادہ حصہ دوسری ولایت کے خط کے نیچے ہے۔ جس کی وجہ سے مکہ مطہرہ اور مدینہ منورہ کی پاک سر زمین سے اس کا حقیقی قرب ثابت ہے۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں سندھ کے نواح سے ایک اونٹ گم ہوگیا تھا جو تین دن بعد حجاز جا نکلا تھا۔ جس زمانہ میں محمد بن قاسم سندھ کے جہاد پر آیا ہوا تھا اس زمانہ میں قاصد [یہاں سے بغداد] سات دنوں میں آیا جایا کرتے تھے۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ حادثات کے اثرات اور پہاڑوں اور سمندروں کے رد و بدل

www.maktabah.org

کی وجہ سے وہ راستہ بند اور گم ہوگیا ہے - مکران کا پہاڑ اس کے مغرب میں اور کیکانان کا پہاڑ اس کی حدود میں داخل ہے - بیابان فلیس جو بیس فرسنگ (۶۰ میل) لمبا اور پانی کی قلت اور نایابی کے لئے مشہور ہے وہ اسی میں ہے اور بحر محیط کے قریب جسے بحر عمان بھی کہتے ہیں ختم ہوتا ہے - دریائے سندھ جو کشمیر کے پہاڑوں سے نکلتا ہے، کابل کے پہاڑوں کے قریب دوسرا دریا بھی اس سے مل جاتا ہے اور ملتان کے قریب دریائے سیحون سے مل کر اور اٹک میں شامل ہوکر یہ سمندر میں جا گرتا ہے - اس کا پانی بے حد صاف اور اجلا ہے اور گرمیوں میں بھی کافی ٹھنڈا ہوتا ہے - سندھ کی زبان میں اسے "مہران" کہتے ہیں - مرزا حیدر نے "رشیدی" [۲] میں لکھا ہے کہ جنوب والے پہاڑوں میں جو دھارا جنوب کی طرف بہتا ہے، جیسے کہ: نیلاب (نیلم)، بیاس، چناب، لاہور اور سلطان پور والی ندیاں اور باجوارہ ندی وہ بحر ہند میں داخل ہوتا ہے اور اسی کا نام دریائے "سندھ" ہے - آج کل دریائے سندھ کے نچلے حصہ کے، جو ہندوستان سے گذرتا ہے، اس ملک میں ہر جگہ مختلف نام ہیں اور پنجاب تک اس کے کتنے ہی نام ہیں - اس ملک کی زمین، آب و ہوا کی عمدگی اور صبح و شام کی تازگی کی وجہ سے مشہور ہے - پنجاب کی طرف والا بالائی حصہ اور سمندر کے نزدیک والا خطہ حالانکہ کسی قدر گرم ہے لیکن سردی بھی مخصوص ہے - سندھ کی زمین مردم خیز ہے اور اس کے باشندے "مسکینی" اور لیاقت میں ممتاز ہیں - یہاں اہل علم و یقین اور صاحبان حال و معرفت بکثرت پیدا ہوتے رہتے

www.maktabah.org

ہیں جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

قدیم زمانہ سے سندھ کے باشندوں میں کچھ رسمیں مشہور ہیں جو ہر چند کہ جہالت کی عادتیں ہیں لیکن عجیب ہیں اس لئے ذیل میں ان کا ذکر کیاجاتا ہے۔

[مثلاً] جب کسی شخص پر کسی بڑے گناہ کا الزام عاید کیا جاتا ہے تو وہ شخص خود کو پاک دامن ثابت کرنے کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ میں سے "سمندر" (۱) کی طرح صاف اور حضرت خلیل کی طرح بغیر کسی کھٹکے کے گذرنے کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جیسا کہ "سسئی" اور "ماروئی" کے احوال میں بیان ہوگا۔

[اسی طرح] گرم پھاوڑا ہاتھ پر رکھنے کا رواج بھی جاہلوں میں آج تک پایا جاتا ہے جس کا کچھ ذکر "ماروئی" کے بیان میں آئے گا۔ وہ اس طرح کرتے ہیں کہ تہمتی کے ہاتھ کو پہلے درخت کے ہرے پتے [۲] سے لپیٹ کر کچے دھاگے سے باندھ دیتے ہیں اس کے بعد پھاوڑہ گرم کرکے اس کے اوپر رکھ دیتے ہیں اور وہ شخص [اسے ہاتھ میں لے کر] دو چار قدم آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ پتے یا کچے دھاگے کو کوئی ضرر نہیں پہنچا لیکن جب پھاوڑے کو زمین پر پھینکا گیا ہے تو اس نے مٹی کو بھڑ بھونجے کی ریت کی طرح جلا دیا ہے۔ یہ یقیناً سچ کی

۱۔ سمندر = نور کا جانور جو آگ میں رہتا ہے لیکن آگ اسے مطلق نہیں جلا سکتی۔ کہتے ہیں کہ اگر کسی مقام پر مسلسل سو سال تک آگ جلتی رہتی ہے تو وہاں "سمندر" پیدا ہوجاتا ہے۔

www.maktabah.org

برکت ہوتی ہے ، ورنہ ایسی آگ سے ہاتھ کیوں نہیں جلتا!
حال ہی میں ایک معتبر شخص سے سنا گیا ہے کہ ایک عورت دوسری عورت کا کنگن کا جوڑا چرا کر منکر ہوگئی - جب پھاوڑا اٹھانے کا وقت آیا تو وہ مکار عورت ان کنگنوں کے جوڑے کو روئی سے بھری ہوئی ایک ٹوکری میں چھپا کر یہ ظاہر کرتی ہوئی میدان میں آئی کہ جیسے وہ [روئی کاتنے کے] کام میں مصروف تھی - [پھر اس نے آتے ہی یہ ٹوکری فریادی عورت کے حوالہ کی کہ "جب تک میں امتحان سے فارغ ہوں تب تک تو اسے سنبھالے رہ" - اس کے بعد اس نے کہا کہ "اس بات کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ، کہ میں نے فلاں عورت کا کنگن کا جوڑا پایا تھا مگر پھر اسی کو دے دیا ہے ، میں پھاوڑا اٹھاتی ہوں" چنانچہ ایسا کرنے سے اسے کوئی ضرر نہ پہونچا - لیکن چوں کہ حق، حق ہے اس لئے فریادی عورت نے یہ دیکھ کر غصہ میں اس کی ٹوکری زمین پر پٹخ دی اور اس مکار عورت کے مکر کا پردہ فاش ہوگیا -

گہرے پانی میں ایک لمبی لکڑی گاڑ کر تُہمتی سے کہتے ہیں کہ وہ اس لکڑی کو پکڑ کر ڈبکی لگائے اور جا کر تہہ میں بیٹھ جائے - دوسری طرف ایک تیر پھینکتے ہیں جسے ایک آدمی جا کر اٹھا لاتا ہے اس کے بعد وہ پھر اس لکڑی کو جنبش دیتے ہیں اگر تُہمتی بے گناہ ہوتا ہے تو اس وقت تک بیٹھا ہوتا ہے اور اشارہ پا کر باہر آ جاتا ہے ورنہ دوسری صورت میں [اتنی دیر تک پانی میں] ہرگز نہیں رہ سکتا [۴] -

www.maktabah.org

اس ملک کے لوگوں میں کتنی ہی حکمتیں، جنتر منتر، جادو ٹونے کے طور پر رائج ہیں ۔ مثلاً دوسرے کے مٹھے سے مکھن چرا کر اپنے مٹھے میں لانا ۔ ایک معتبر نے بیان کیا ہے کہ میں ایک گاؤں میں ایک عورت کا مہمان تھا جسکے پاس ایک گائے کے دودھ کا مٹھا تھا ۔ مکھن نکالتے وقت وہ آگ لینے کے بہانے سے اپنی پڑوسن کے گھر گئی ۔ پڑوسن کے سامنے بھی اس وقت مکھن نکالنے کے لئے مٹھے کا بڑا برتن رکھا ہوا تھا ۔ چنانچہ وہ عورت ٹونا کرکے وہاں سے آگئی اور اپنے ایک گائے کے دودھ کے مٹھے میں سے اس نے دس گنا مکھن نکالا ۔

بعض پہاڑی لوگوں میں جنھیں "مانسنگھ" کہتے ہیں "کنگھی" کا علم (۱) مشہور ہے ۔ [یعنی] کنگھی کی تازہ

---

۱ ۔ اصل متن کی فارسی عبارت اس طرح ہے: "دیگر ۔ علم شانہ، معروف بعض مردم کوہ است، کہ شان را «مانسنگھ» نامند، از خطوط شانہ تازہ ہرچہ خواہند دریابند، و راست بواقعہ افتد"۔ اصل میں لفظ شانہ ہے جس کے معنی ہیں بالوں کو سنوارنے والی کنگھی، کرگھوں میں استعمال ہونے والی کنگھی، بھیڑ یا بکری کی اگلی ٹانگوں کی سینے سے ملی ہوئی چپٹی دندانے دار ہڈی وغیرہ ۔ مذکورہ جملہ میں "شانہ" سے مراد غالباً بھیڑ یا بکری کی کنگھی ہے ۔ فارسی زبان کی اصطلاح میں بھی "شانہ بین" ایسے شخص کو کہتے ہیں جو بکرے کی تازہ کنگھی دیکھکر کسی بات کے متعلق پیشینگوئی کر سکے (دیکھیئے

(بقیہ حاشیہ ص ۸ پر)

www.maktabah.org

لکیروں) سے وہ جو چاہتے ھیں معلوم کر لیتے ھیں اور وہ صحیح واقعہ کے مطابق ظاھر ھوتا ہے۔ کہتے ھیں کہ پہاڑی لوگوں کا ایک گروہ اپنے دشمنوں کے خوف سے ھجرت کرکے کسی دوسرے مقام کی طرف جا رھا تھا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک "مانسنگھ" نے [٥] "کنگھی" دیکھکر کہا کہ ھم پر حملہ کرنے کے لئے ایک فوج ھمارے تعاقب میں آرھی ہے اب حیلہ کے سوا کسی طرح [اس مصیبت سے] چھٹکارا نہ ملے گا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ "مشکوں میں جتنا بھی پانی ہے وہ سب زمین پر گرا کر اور اس میں سے ھو کر گزر جاؤ"۔ اتفاقاً دشمن کی فوج میں ایک دوسرا "مانسنگھ" کنگھی کے ذریعہ ان کی حالت معلوم کرنے لگا اور اس نے دیکھا کہ وہ دریا پار کر گئے ھیں۔ چنانچہ وہ مایوس ھوکر لوٹ گئے اور یہ حیلہ ان کی آزادی کا وسیلہ بنا — یہ تو خیر معمولی بات ہے لیکن "کنگھی" کے ذریعہ یہ قوم اور بھی بہت سی خبریں دیا کرتی ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ٩٥]

فارسی انگریزی ڈکشنری۔ تللیف اسٹینگس)۔ مرزا قلیچ بیگ نے بھی اپنے مخصوص انداز میں اس عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے "یہاں کے پہاڑی لوگوں کو پیشینگوئی یا غیب کی باتیں بیان کرنے کا یہ ھنر آتا تھا کہ وہ ایک بکرے کو ذبح کرتے تھے اور پھر اس کا ایک دست یا اگلی ران نکال کر اور اس کی لکریں اور نشان دیکھکر غیب کی خبر دیا کرتے تھے" (دیکھئے "قدیم سندھ اور اس کے مشہور شہر اور باشندے" ص ٣)

www.maktabah.org

[کچھ لوگ] دو تین ہاتھ ایک دوسرے سے ملا کر زمین پر کھولتے ہیں اور اسطرح بھی خفیہ باتیں معلوم کر لیا کرتے ہیں ۔

[اس کے علاوہ کچھ] جگر کھانے والی عورتیں (ڈاینیں) بھی غیب کی باتوں سے واقفیت رکھتی ہیں جیسا کہ مرزا باقی کے بیان میں ظاہر ہوگا ۔

"جوگن" کا علم جو کہ اکثر عورتوں سے ظاہر ہوتا ہے اس کی صداقت بھی راجہ داہر کے قصہ میں ظاہر ہوگی ۔

"ورتیہ" نامی ایک اور قوم بھی گداگروں کی صورت میں پھرتی رہتی ہے ۔ اس قوم کے لوگ ماضی اور دل کی خفیہ باتیں بتا کر لوگوں کو ٹھگا کرتے ہیں اور مستقبل کی بھی باتیں بیان کرتے ہیں جو بہت کم صحیح ثابت ہوتی ہیں ۔

پیروں کے نشانات پہچاننے کے فن میں بعض لوگ تو یہاں اتنے ماہر ہوتے ہیں کہ صرف پیر کے نشانات دیکھ کر ہی وہ مرد عورت اور اپنے پرائے کا فرق شناخت کرلیتے ہیں اور پہاڑ یا میدان میں بھی یہ نشانات گم نہیں ہونے دیتے بلکہ اکثر پانی اور کیچڑ میں بھی انہیں شناخت کر لیتے ہیں ۔

سر زمین کَـچھ میں ایک ایسی جماعت ہے جو تیتر کی آواز سے نیکی یا بدی کا فال لیتی ہے ۔ اسی طرح دوسرے پرندوں اور حیوانوں کے بھی خاص [٦] انداز سمت یا مقامات سے برآمد ہونے پر اچھائی یا برائی کی پیشینگوئی کرتے ہیں ۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں ایک جماعت کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک [ساتھی] شخص نے کہا کہ تم لوگ بھلے پیچھے آؤ مگر مجھے تیزی سے جانا ہے کیونکہ پرندوں کی

www.maktabah.org

آواز سے گھر میں مہمانوں کے آنے کی خبر ملتی ہے اور فلاں عزیز اس وقت فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ بالکل ایسا ہی ثابت ہوا جیسا اس نے کہا تھا ۔

[اسی طرح] اس ولایت کے بعض عجائبات آیندہ بیانات کے ضمن میں اپنے مقام پر مذکور ہونگے اور خاتمہ پر پہاڑوں کے عجائبات بیان ہونگے ۔

چونکہ بڑی [سابقہ] کتب میں صرف ناموں اور واقعات کے بیان پر اکتفا کی گئی ہے اسلئے اس کتاب میں مختصر طور پو بعض مشہور حالات کا اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ ان حالات کے مقابلہ میں ایک خاص طرز معلوم ہو۔

مخفی نہ رہے کہ اگلے سندھی باشندے چونکہ فارسی زبان سے نا واقف تھے اسلئے ملک اور بادشاہوں کے بیان میں کوئی بھی کتاب معرض وجود میں نہ آئی ۔ البتہ سنہ ۶۱۳ھ میں اچ کا باسی علی بن حامد بن ابو بکر کوفی اس وادی میں گامزن ہو کر بکھر اور الور کے شہر میں آنکلا ۔ یہاں آکر اس نے عرب کے باقی ماندہ خاندانوں کے بزرگوں سے ملاقات و جستجو کی تاکہ اسے فتوحات اسلامی کے صحیح حالات معلوم ہو سکیں ۔ آخر کار وہ قاضی اسماعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن طائی تک جا پہونچا ، ان بزرگ کے پاس اس نے عربی زبان میں ایک مسودہ دیکھا جو سندھ اور سندھ کی تسخیر کے واقعات پر ان کے بزرگوں کا تحریر کردہ تھا [چنانچہ اس نے] اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ۔ اسکے بعد میر محمد معصوم بکھری اور اسکے بعد میر محمد طاہر نسیانی نے اکبر اور جہانگیر کے عہد میں تصنیفات کیں ۔ اسی طرح "ارغون نامہ" "ترخان نامہ" اور

www.maktabah.org

"بیگلار نامه" بھی لکھے گئے جن کے بعد کے حالات کسی نے تحریر نہیں کئے ھیں - [۷]

اب ان اوراق کو سیاہ کرنیوالا (مصنف) اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق کے ساتھ اپنے وقت تک کی [دریافت شدہ] مختلف کتب کے منتخب ماخذوں کے سہارے [نئے سرے سے اس میدان میں] قدم اٹھاتا ھے اور بعض تازہ حالات کی تحقیق میں تگ و دو کرتا ھے۔ امید کہ ھر عام و خاص شخص کو [یہ کاوش] پسند آئیگی - "رب یسر و تممہ بالخیر" (اے مولیٰ! آسان کر اور تمت بالخیر کر) - [۸]

www.maktabah.org

پهلا باب

رائے خاندان

جاننا چاهئے کہ سطور مذکورہ بالا کے مطابق جب ملک سندھ "سند" کے نام پر مشہور اور اس سے منسوب هوا تو اس کی اولاد یکے بعد دیگرے اس ملک پر حکومت کرتی رهی ۔ ان سے بے شمار قومیں پیدا هوئیں جن کا کتب میں کوئی ذکر نہیں هے مثلاً "نبیه" (۱) "تاک" اور "مومید" (۲) اقوام جو باری باری یہاں حکومت کرتی رهی هیں ۔ لیکن ان کی تفصیل نہیں معلوم هوسکی هے ۔ اس لئے [یه کتاب] سب کے بعد کے طبقے یعنی رائے خاندان کے بیان سے شروع کی جاتی هے اس کے بعد دوسری قوموں کا ذکر کیا جائے گا ۔

ان کا پایه تخت شهر الور تها ۔ ملک کی حدود مشرق میں کشمیر و قنوج تک، مغرب میں مکران اور ساحل بحر عرب یعنی دیبل بندر تک ، شمال میں سورت بندر اور جنوب میں

---

۱ ۔ نسخه "ن" میں "نبسیه" هے ۔ (بتیه = باتیه = بهاٹیه ؟)

۲ ۔ نسخه "ن" میں "مامید" هے ۔

www.maktabah.org

قندھار، سیستان، کوہ سلیمان، کردان اور کیکانان تک پھیلی ہوئی تھیں ۔

چونکہ اس خاندان کی ابتدا کے بارے میں مستند معلومات حاصل نہیں ہیں اس لئے جو نام معلوم ہیں ان کے مختصر بیان پر اکتفا کی جاتی ہے ۔

"رائے دیوائج" [اس خاندان کا] بڑا جلیل القدر بادشاہ تھا۔ مذکورہ حدود میں مستقل طور پر اس کی حکمرانی تھی ۔ ہندوستان کے سارے بادشاہ اس کے مخلص اور خیر خواہ تھے ۔ ہوشیار عمال کے توسط سے ملک کا سارا [۹] کاروبار خاطرخواہ طور پر چلتا رہا ۔ اس کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا "رائے سیہرس" تخت و تاج کا مالک ہوا اور اپنے باپ کی طرح کافی مدت عیش و آرام کے ساتھ زندگی گذار کر تخت سے تختہ کو جا پہونچا ۔ اس کے بعد اس کا نامور فرزند "رائے ساھسی" کتنی ہی مدت تک تخت پر موجیں مارتا رہا اور بزرگوں کی اچھی رسمیں [اس نے] بدستور جاری رکھیں ۔ اس کے بعد اس کا بیٹا "رائے سیہرس دوم" اس کا جا نشین ہوا ۔ اس پر نیمروز کے بادشاہ نے فوج کشی کی ۔ جس کی خبر سنتے ہی [اس نے] کیچ کی حدود کے قریب جا کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ آراستہ کیا ۔ صبح سے لے کر دوپہر تک جنگ کی آگ بھڑکتی رہی ۔ اچانک اس کے گلے میں ایک تیر لگا اور وہ فوت ہوگیا ۔ نیمروز کا بادشاہ اسکے لشکر گاہ کو تاخت و تاراج کرکے واپس چلا گیا ۔ [اسکے بعد] سیہرس کے لشکر نے جمع ہوکر اسکے بیٹے "ساھسی" کو تخت پر بٹھایا ۔ "رائے ساھسی دوم" اپنے بزرگوں سے بھی زیادہ پسندیدہ اطوار

www.maktabah.org

کا حامل نکلا ۔ اس نے کچھ ہی عرصہ میں سلطنت کی حدود کا بندوبست کرلیا اور پایہ تخت میں سکون و آرام کے ساتھ رھنے لگا ۔ لگان کی بجائے اس نے رعایا کو چھ قلعوں — اُچ ، ماتھیلہ ، سیورائی ، مئو، الور اور سیوستان کو مٹی سے بھر دینے کا حکم دیا ۔

کہتے ھیں کہ اسکے پاس "رام" نامی ایک شخص حاجب اور بدھیمن نامی ایک وزیر تھا ۔ ایک دن سیلائج نامی ایک مشہور برھمن کا بیٹا "چچ" حاجب "رام" کے پاس حاضر ھوا ۔ حاجب اسکی صحبت سے بے حد خوش ھوا اور اسے وزیر تک پہونچا دیا ۔ اتفاق سے چچ کے ایک خاص ملازم کی حیثیت سے [دربار میں منسلک] ھوجانے کے تھوڑے ھی عرصہ بعد وزیر بیمار ھو گیا اور ادھر باھر سے آئے ہوئے کچھ خطوط پڑھنے کے لئے رائے کی جانب سے طلبی ھوئی ۔ چونکہ [وزیر] فن انشا میں چچ کی [۱۰] کامل مہارت دیکھ چکا تھا اسلئے اپنی بجائے [اس نے] اسے بھیج دیا ۔ راجہ محل سرا میں تھا اس نے چچ کو اندر بلا لیا ۔ راجہ کی بیوی رانی "سوھندی" نے پردہ میں جانا چاھا لیکن ساھسی نے کہا کہ برھمن سے کیا پردہ ھے (۱) ۔ برھمن (چچ) کے اندر آنے کے بعد ساھسی اسکی فصاحت و بلاغت سے بے حد خوش ھوا اور

---

۱ ۔ چچ نامہ میں یہ واقعہ اس کے برعکس ھے یعنی جب چچ محل سرا میں داخل ھوا تو رائے نے رانی سے پردہ میں چلے جانے کو کہا لیکن رانی نے اصرار کیا اور کہا کہ برھمن سے کیا پردہ ھے اس رانی کا نام "سوھندیو" یا "سوھندیوی" ھے —

www.maktabah.org

اسے جوابات تحریر کرنے کا حکم دیا۔ اور جب راجہ پر اس کی انشا پردازی کا کمال ظاہر ہوا تو اس نے حکم دیا کہ آج کے بعد اسے نائب وزیر کا عہدہ دیا جائے تاکہ محل سرا میں آکر ضروری سوال جواب کرتا رہے۔ اسی عرصہ میں رانی کا دل چچ کی طرف مائل ہوکر بے اختیاری کی حد کو جا پہونچا۔ وصال کے لئے اس نے کتنے ہی پیغامات بھیجے مگر چچ نے قبول نہ کیا۔ چچ کا کاروبار ترقی کرتا رہا اور بآلاخر خورد و کلاں سب اسکے احسان اور قابلیت کے ممنون ہوگئے۔ اتفاقاً بخت کی یاوری سے رائے ساھسی مرض الموت میں گرفتار ہوگیا۔ [اس موقع پر] رانی نے چچ کو بلا کر کہا کہ "دیکھ رائے کا یہ حال ہے۔ اس کا کوئی فرزند نہیں ہے اسکے اعزہ ہی ملک کے وارث ہوں گے۔ اور وہ مجھے اور تجھے ہرگز نہ بخشیں گے۔ [اسلئے اب ارادہ ہے] کہ کوئی حیلہ کروں تاکہ سلطنت تجھے مل جائے"۔ چچ کے قبول کرنے پر رانی نے امرا کو پیغام [۱۱] بھیجا کہ "رائے ساھسی کو کچھ افاقہ ہوا ہے لیکن ابھی باھر نکلنے کی طاقت نہیں ہے۔ دوسری طرف کتنے دن گذر گئے ہیں کہ مملکت کے معاملات معطل چلے آتے ہیں چنانچہ اس وقت اس نے اپنی مہر چچ کے حوالہ کی ہے تاکہ اسکی طرف سے تخت پر بیٹھ کے نائب کی حیثیت سے وہ کاروبار مملکت سنبھالے، چنانچہ تم سب فی الفور حاضر ہو"—اس حکم کی اطاعت کرتے ہوئے جملہ امرا اور سرکردہ افراد نے حاضر ہوکر چچ کو سلامی دی اور اسکے آگے دو زانو ہوگئے۔ اسکے فوراً بعد ساھسی انتقال کرگیا۔ رانی نے پہلے تو یہ بندوبست کیا کہ اسکے شوہر کی وفات کی خبر

www.maktabah.org

کسی کو نه هو، اسکے بعد [رائے کے] ان قریبی عزیزوں کو جو ملک کے دعویدار تھے ایک ایک کرکے وصیت کے بہانے سے بلا کر قید کر دیا - پھر اسکے بعد [رائے کے] مفلوک الحال عزیزوں کو بلا کر اس نے کہا کہ "میں نے ملک کے دعویدار سرداروں کو تمھارے لئے قید کردیا ھے - اب تم میں سے هر ایک کو چاهئے که قید خانه میں جا کر جسے اپنا حریف سمجھے قتل کرکے جا کے اسکے گھر بار اور عہده پر متصرف هو اور چچ کی اطاعت قبول کرے تا که پوری مرادیں حاصل هوں" - [رائے کے] قلاش عزیزوں نے اسکو غنیمت جان کر فوراً اس پر عمل کیا - چنانچه اس نے هر ایک کو بلا کر نوازا اور اسے چچ کے حواله کردیا - اسکے بعد اس نے اپنے شوهر کی لاش کو باهر نکالا اور اسکا کریا کرم کیا -

مذکوره بالا جمله پانچوں راجاؤں کا عرصه حکومت ایکسو سینتیس -۱۳۷- سال لکھا ھے - جسکے بعد برھمنوں کی حکومت شروع هوئی - [۱۲]

www.maktabah.org

دوسرا باب

برھمن حکمرانوں کا طبقہ

ان میں پہلا "چچ بن سیلائج" تھا - مذکورہ بالا طریقہ سے جب چچ ملک کا پہلا [برھمن] وارث ھوا تو رانی کے کہنے کے مطابق خزانوں کے دروازے کھول کے اس نے عام و خاص لوگوں کو اپنے دام احسان میں گرفتار کرلیا - چنانچہ رانی نے اس کے کاروبار کو تسلی بخش دیکھ کر خاص برھمنوں اور امیروں کو بلا کر کہا کہ [اب] مجھے چچ کے لئے حلال کرو (۱) - چنانچہ دستور کے مطابق انھوں نے اسے چچ کے نکاح میں دے دیا - یہ خبر سن کر ساھسی رائے کا ایک عزیز رانا مہرتھ چتوری (۲) بے شمار لشکر کے ساتھ

---

۱ - یعنی چچ سے میرا نکاح کرو - چچ نامہ میں یہ نکاح چچ کے مہرتھ رائے پر فتح پانے کے بعد بیان کیا گیا ھے -

۲ - چچ نامہ میں رانا مہرتھ چتوری کو ساھسی رائے کا بھائی بیان کیا گیا ھے -

www.maktabah.org

جیسلدیر کے قریب آ پھونچا (۱) اور چچ کو خط لکھا کہ "برھمنوں کا حکومت و سلطنت سے کیا واسطہ؟ تجھے خود پر رحم کرتے ہوئے حکومت سے [۱۳] دست بردار ھوجانا چاھئے۔ ایسا کرنے پر تجھے تیرے سابقہ عہدہ پر بحال رکھا جائے گا"۔ اس پر چچ تردد میں مبتلا ھوگیا اور رانی سے جا کر کہنے لگا کہ "طاقتور دشمن آن پھونچا ھے اب تیری کیا رائے ھے؟" رانی نے جواب دیا "جنگ کی باتیں مرد ھی جانتے ھیں - اگر تو میری جگہ [پردہ میں] بیٹھ رھے اور اپنے کپڑے اتار کر مجھے دے تو میں جا کر دشمن کا مقابلہ کروں" [یہ سن کر] چچ بڑا شرمندہ اور متاثر ھوا - اس پر رانی نے اس کی دلدھی کرتے ہوئے کہا کہ خزانے تیرے تصرف میں ھیں - فتح یاب ھونے کے لئے نئے سرے سے لشکر کا دل قبضہ میں لے"۔ چنانچہ چچ فی‌الفور لشکر تیار کرنے میں مصروف ھوگیا اور بے شمار رقم خرچ کرکے جنگ کے لئے مستعد ھوگیا۔ اسی اثنا میں رانا مہرتھ بھی اروڑ کے نواح میں آ پھونچا۔ جب دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تب رانا مہرتھ نے آگے بڑھ کر کہا کہ "جنگ میرے اور تیرے درمیان ھے - اس لئے خلق خدا اس میں کیوں برباد ھو؟ آ کہ صرف ھم دونوں آپس میں زورآزمائی کرلیں"۔ چچ نے جواب دیا کہ "میں برھمن ھوں، سوار ھوکر جنگ کرنی مجھے نہیں آتی [تو گھوڑے سے] اتر

---

۱ - چچ نامہ کا مولف اس موقع پر جیسلمیر کا کوئی ذکر نہیں کرتا بلکہ اس کی بجائے یہ بیان کرتا ھے کہ رانا مہرتھ اروڑ سے ایک فرسنگ (تین میل) کے فاصلہ پر آکر خیمہ زن ھوا۔

www.maktabah.org

کر آ تو میں مقابلہ کروں" ۔ رانا مہرتھ نے اس پر گھوڑے کو چھوڑ دیا ۔ [اس طرف] چچ نے اپنے سائیس کو کہا کہ آہستہ آہستہ گھوڑا میرے پاس لے آنا ۔ رانا مہرتھ اس فریب سے ناواقف تھا چنانچہ پیادہ چل کر وہ اس کے مقابلہ پر آیا ۔ [موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے] چچ پھرتی کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک ہی وار میں دشمن کا کام تمام کردیا ۔ رانا کا لشکر شکست کھا کر اور لٹ پٹ کر واپس لوٹ گیا اور چچ فتح مند ہوکر اروڑ آیا ۔ یہ واقعہ ہجرت نبوی علیہ السلام کے پہلے سال کے قریب کا ہے ۔

قصہ کوتاہ رانا مہرتھ پر فتح پانے کے بعد چچ، بدھیمن وزیر کے مشورہ پر اپنے بھائی چندر کو نائب کی حیثیت سے اروڑ پر مامور کرکے خود اپنی مملکت کی سرحدیں متعین کرنے کی طرف متوجہ ہوا [۱۴] چنانچہ سیوستان کے حاکم "متی" نے [بے چون چرا] اس کی اطاعت قبول کی ۔ برھمن آباد کے حاکم "اگھم" لوہانہ نے بھی سر تسلیم خم کیا (۱) اور "سویس" عرف

---

۱ ۔ فتح نامہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ سیوھن کے حاکم "متو" اور برھمنا باد کے حاکم "اگھم لوھانہ" نے چچ کی اطاعت قبول نہیں کی تھی بلکہ "متو" شکست کھا کر قنوج کی طرف بھاگ گیا تھا اور اگھم جنگ کے ایام ہی میں فوت ہوگیا تھا جس کے بعد اس کے بیٹے نے چچ کی اطاعت قبول کی تھی ۔ چچ نامہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سویس کا قلعہ چچ نے جنگ کرکے فتح کیا تھا اور اس کے بعد وہاں کے حاکم کے بیٹے "وکیہ"

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ پر]

www.maktabah.org

"سیوی" قلعه کے حاکم کبه بن کاکه چند(۱) نے جس کا پایه تخت "کاکاراج" تها، اس نے بهی سویس قوم سمیت اس کی اطاعت قبول کرلی ـ اس طرح چالیس سال کامیابی کے ساتھ گذار کر [چچ] انتقال کر گیا ـ

اس کے بعد اس کا بهائی "چندر بن سیلائج" اس کا قائمقام هوا ـ [اس موقعے پر] سیوستان کے حاکم "متو" نے قنوج کے راجه کے پاس جاکر کہا که "چچ وفات پا گیا هے اور اس کا بهائی اس کا جانشین هوا هے ـ اگر آپ توجه کریں گے ـ تو ایسے میں آسانی کے ساتھ ملک قبضه میں آجائے گا" ـ یه سن کر اس نے اپنے بهائی "بسایس" کو اس کے ساتھ روانه کیا ـ جب چندر نے یه خبر سنی تو اس نے فی الفور جنگ کا ضروری بندوبست کیا ـ بسایس اور متو کچھ عرصه تک ملک میں ادهر ادهر هاتھ پاؤں مارتے رهے، اروڑ پر حمله کرنے کے حیلے کرتے رهے لیکن کوئی چاره کار نه دیکھ کر بالآخر صلح کر کے واپس هوگئے (۲) [۱۵] جس کے بعد چندر کے کاروبار کو تقویت ملی ـ پهر سات سال حکومت کرنے کے بعد آٹهویں سال وه بهی فوت هوگیا ـ

[بقیه حاشیه ص ۱۹]

(نه "کبه" جیسا که اوپر درج کیا گیا هے) نے آکر اپنے باپ اور رعایا کے لئے امان طلب کی تهی ـ (دیکهئے فتح نامه ص ۳۹-۳۸)

۱ ـ فتح نامه میں "کیه بن کاکه" هے ـ

۲ ـ فتح نامه میں قنوج کے راجه کا نام "سهیرس" اور اس کے بهائی کا نا "برهاس" دیا گیا هے ـ

www.maktabah.org

اس کے بعد اسکا بھتیجہ اور چچ کا بیٹا "داھر" تخت سلطنت پر رونق افروز ھوا - اس نے اپنے بھائی "دھر سین" کو اپنی جانب سے برھمناباد پرماموور کیا اور وہ جاکر وھاں رھنے لگا (۱)- ایک دن [داھر نے] نجومیوں سے اپنی قسمت کا حال دریافت کیا - انھوں نے کہا کہ "آپ کے اور آپکے بھائی کے طالع میں تو کوئی نحوست نہیں ھے البتہ آپ کی ھمشیرہ کا نکاح ایسے شخص سے ھوگا کہ جو اروڑ اور ملک کا وارث ھوگا" چنانچہ ملک کہیں نکل جانے کے خوف سے اس نے اپنی بہن سے نکاح کرلیا لیکن مباشرت سے احتراز کرتا رھا - یہ خبر سن کر اس کے بھائی دھر سین نے غصہ میں اس پر چڑھائی کردی لیکن اروڑ کے نزدیک پھونچکر اچانک خسرہ کے مرض میں مبتلا ھوکر فوت ھوگیا - داھر اس کا کریا کرم کرکے برھمن آباد گیا اور اس کی بیوی کو جو اگھم لوھانہ کی بیٹی تھی اپنے نکاح میں لایا - پھر ایک سال [۱٦] وھاں رہ کر اور دھر سین کے بیٹے چچ کو وھاں ماسور کرکے اروڑ واپس چلا آیا (۲) اور اروڑ کا قلعہ جسے اس کا باپ چچ ادھورا

---

۱ - فتحنامہ کے مطابق چندر کے مرنے کے بعد برھمنا باد پر پہلے چندر کے بیٹے "راج" نے قبضہ کیا اور جب ایک سال بعد وہ مر گیا تو دھر سین بن چچ اسے اپنے تصرف میں لایا - چچ کی بیٹی "بائی" بھی دھر سین کے پاس تھی - دھر سینہ داھر سے بڑا تھا اس لئے وہ برھمنا باد پر بطور خود حکومت کرتا تھا داھر کی جانب سے نہیں - (دیکھئے فتحنامہ ص ۵۴-٦۳)

۲ - چچ نامہ کے مطابق داھر برھمنا باد سے اروڑ نہیں بلکہ

[بقیہ حاشیہ ص ۲۲ پر]

www.maktabah.org

چھوڑ گیا تھا اسے مکمل کرایا اس کے بعد اس نے اپنا ایسا دستور العمل بنایا کہ سردیوں کے چار ماہ برھمنا باد میں رھا کرتا اور بہار کے چار ماہ اروڑ میں گذارا کرتا (۱) اس طرح اس نے آٹھ سال گذارے اور رفتہ رفتہ کاروبار مملکت خاطر خواہ طریقہ پر ضابطہ میں آ گیا ۔ اس کے بعد وہ مشرقی سرحد کی سیر کر کے اور کشمیر کی سرحد پر نشان کے طور پر سرو کے دو پودے لگوا کر واپس چلا آیا (۲) ۔

علافی عربوں کے [داھر سے] آ ملنے کا بیان

راویان اخبار نے اس طرح بیان کیا ھے کہ "عبدالملک بن مروان" کے عہد خلافت میں جب "حجاج" نے دونوں عراقوں (۳) کی حکومت قبضہ میں کرنے کے بعد سندھ اور ھند پر آنکھ جمائی اور "سعید" کو مکران بھیجا تو اس نے (سعید نے) [مکران] آ کر "سفھوی بن لام" حمامی کو قتل

[بقیہ حاشیہ ص ۲۱]

"راؤر" گیا تھا اور جا کر اس نامکمل قلعہ کو مکمل کرایا تھا یہاں غالباً کتابت کی غلطی سے "راؤر" کو اروڑ لکھا گیا ھے ۔

۱ - چچ نامہ میں مزید لکھا ھے کہ داھر گرمی کے چار ماہ "راؤر" میں گذارا کرتا تھا ۔

۲ - چچنامہ میں داھر کی سرحدوں کی سیر کا کوئی ذکر نہیں البتہ چچ کے بیان میں کہا گیا ھے کہ اس نے کشمیر کی سرحد پر صنوبر اور بید کے دو درخت نشان دھی کے لئے لگوائے تھے ۔

۳ - عراقین یعنی عراقِ عجم اور عراقِ عرب ۔

www.maktabah.org

کر دیا - جس پر "بنی اسامہ" (۱) قبیلہ کے عربوں میں سے "عبداللہ بن عبدالرحیم" اور[۱۷] "محمد بن معاویہ" نے آپس میں مشورہ کیا کہ سعید نے سفہوی کو جو ہمارے خاندان اور طرف کا تھا بے گناہ قتل کیا ہے لہٰذا ہمیں متفق ہو کر اس کی بیخ کنی کرنی چاہئے - اسی فیصلہ کے مطابق بغاوت کر کے اور سعید کو قتل کر کے وہ مکران پر متصرف ہوگئے لیکن کچھ عرصہ بعد ڈر کر خراسان کی طرف بھاگ گئے - جب "مجاعہ بن سعر" خراسان فتح کرنے کے لئے کرمان آیا اور عبدالرحمان بن اشعث کو [بطور مقدمہ] روانہ کیا تو علافی اسے راستہ میں قتل کر کے سندھ کی طرف بھاگ آئے اور آ کر داھر کے پاس پناہ گزیں ہوئے - داھر نے بھی انھیں کاروبار مملکت کے لئے غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے پاس رکھ لیا - مذکورہ علافی "محمد بن قاسم" کی آمد اور سندھ کے فتح ہونے تک یہیں رہے اور آخر کار امان نامہ حاصل کر کے محمد بن قاسم سے آ ملے (۲)۔

قصہ مختصر، ھندوستان کے بعض بادشاھوں نے داھر کے استقلال کی خبر سن کر آپس میں مشورہ کیا کہ داھر کے اس طرف رخ کرنے سے پیشتر ھی ھمیں اس پر لشکر کشی کردینا چاھئے تاکہ اس کی سلطنت پر بھی اپنا قبضہ ھوجائے۔

---

۱ - اصل متن میں "بنی آسامہ" ہے۔ (غالبا صحیح 'بنی سامہ')

۲ - فتحنامہ میں علافیوں کے فرار ہونے کا بیان زیادہ تفصیل سے موجود ہے لیکن اس میں عبدالرحمن بن اشعث کے قتل کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے اور نہ علافیوں کو "بنی اسامہ" کہا گیا ہے (دیکھئے فتحنامہ ص ۸۵-۸۸)۔

www.maktabah.org

بآلاخر راجاؤں کے اتفاق سے والی۔ قنوج راجہ "رنمل" نے فوج لے کر داھر پر چڑھائی کردی اور اروڑ کے قریب جا پھونچا۔ راجہ داھر نے غنیم کے مقابلہ سے عاجز ھوکر وزیر بدھیمن سے مشورہ کیا جس نے کہا کہ "عرب فنون جنگ کے ماھر ھوتے ھیں اس لئے یہ بار انھیں پر رکھ" [چنانچہ] داھر سوار ھوکر محمد علافی کے پاس آیا اور اس سے مدد طلب کی۔ علافی نے جواب دیا کہ "آپ [۱۸] مطمئن رھیں اور لشکر باھر لے کر ایک فرسنگ (تین میل) [کے فاصلہ پر] ایک گھری خندق کھدوا کر اسے گھاس پھوس سے ڈھانک دینے کا حکم فرمائیں تاکہ میں جو بھی تدبیر کروں اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ھو"۔ بآلاخر جب راجہ داھر نے اس طرح [کام] تیار کیا تو محمد علافی نے عربوں اور سندھیوں میں سے پانچسو منتخب سوار لے کر راجہ رنمل کے لشکر پر شب خون مارا۔ سپاھی بے خبری کے عالم میں نیند سے بیدار ھوکر پھلے تو آپس میں ھی گتھ گئے اور اپنا کام انھوں نے خود ھی تمام کیا مگر پھر صبح صادق کے وقت محمد علافی نے خود کو ظاھر کرکے فرار ھونے کی چال چلی۔ انھوں نے سمجھا کہ ھم پر یہ مصیبت یہی مختصر جمعیت لائی ھے چنانچہ وہ [بے تحاشا] ان کے تعاقب میں بھاگے اور جا کر خندق میں گر گئے۔ اب داھر فوج سمیت سوار ھوکر ان کی طرف رجوع ھوا اور مقتولوں کے علاوہ اسّی ھزار مرد اور پچاس ھاتھی قید کرکے [واپس ھوا بعد میں] وزیر بدھمین کے مشورہ پر اس نے سب کو آزاد کردیا (۱)۔ [۱۹]

۱۔ اس بیان میں کئی مقامات پر میر علی شیر قانع نے چچ نامہ میں بیان کردہ حقایق کے خلاف واقعات بیان کئے ھیں

[بقیہ حاشیہ ص۔ ۲۵ پر]

www.maktabah.org

چونکہ یہ فتح وزیر بدھیمن کی صحیح رہنمائی کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی اس لئے داہر نے اس پر کمال نوازش کی اور اس کی استدعا کے مطابق تنکہ (۱) کے ایک جانب اس کا نام چھاپنے کا حکم دیا ۔

اس فتح کے بعد راجہ داہر کا کام بے حد مستحکم ہوگیا اور اسے آس پاس کے جملہ بادشاہوں پر غلبہ حاصل

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴]

مثلاً اس حملہ کا سبب ہندوستان کے راجاؤں کا حسد اور خوف بیان کیا ھے حالانکہ چچ نامہ میں واضح طور پر کہا گیا ھے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ راجہ داہر کی بہن "بائی" جسے وہ نجومیوں کی پیشینگوئی کے خوف سے اپنے نکاح میں لایا تھا پہلے رمل (جیسلمیر) کے راجہ سے منسوب تھی اور یہ نسبت داہر کے بڑے بھائی دھرسین نے طے کی تھی ۔ چنانچہ راجہ داہر کی اس حرکت پر بر افروختہ ہو کر پہلے خود دھرسین نے اس پر فوج کشی کی اور اس کے بعد خود رمل کا راجہ اس پر چڑھ آیا ۔ دوسرے یہاں پر رمل کے راجہ کو میر علی شیر قانع نے قنوج کا راجہ بیان کرکے اس کا نام "رنمل" لکھا ھے لیکن چچ نامہ کے مطابق اس کا نام "سوبھن رائے" تھا اور وہ "بھاٹیہ" قوم کا تھا اور رمل یعنی جیسلمیر کا راجہ تھا قنوج کا نہیں ۔ (دیکھئے چچ نامہ ص ۵۴-۷۱)

۱ ۔ ایک سکہ ، فتح نامہ میں اس مقام پر "تنکہ" کی بجائے "سہرسیم" یعنی چاندی کا سکہ بیان کیا گیا ھے ۔ (دیکھئے فتح نامہ ص ۷۲) ۔

www.maktabah.org

هوگیا ۔ اسی غرور میں اسکی سرکشی اور ضد ترقی کرتی رہی اور پچیس سال اور بھی اس نے سرکشی کے ساتھ حکومت کی ۔ چنانچہ نتیجہ حکومت کے زوال کی صورت میں ظاھر ھوا ۔ جس کا بیان اسباب سمیت مذکور ہوگا ۔ [۲۰]

سراندیپ کی کنیزوں کے قید ہونے کا ذکر

کہتے ھیں کہ سر اندیپ کے بادشاہ نے جزیرہ یواقیت (۱) سے خلیفہ اور حجاج کے لئے کچھ حبشی غلام اور کنیزیں کثیر قیمتی جواھرات اور اجناس عجیب کے ساتھ [اپنے] معتبر آدمیوں کے ھاتھوں آٹھ کشتیوں میں سوار کراکے روانہ کی تھیں۔ اتفاق سے بحر عرب میں طوفان آجانے کی وجہ سے یہ کشتیاں دیول بندر پر آ نکلیں ۔ [یہاں] دیبول کے باشندوں [یعنی] قوم نکامرہ کے قزاقوں نے ان سب کو گرفتار کرلیا ۔ سراندیپ کے بادشاہ کے خاص آدمیوں نے انہیں کافی سمجھایا کہ یہ مسلمانوں کے خلیفہ کے تحفے ھیں، مگر انھوں نے ایک نہ سنی اور جواب دیا کہ "اگر تمہارا کوئی معین ہے تو تم خود کو پھر سے خرید کرو" ۔ اس گروہ میں کچھ پاک دامن مسلمان عورتیں بھی حج کرنے اور دارالخلافت اور حجاج کی زیارت کرنے کے خیال سے شامل ھوگئی تھیں ان میں سے "بنی عزیز" قبیلہ کی ایک عورت نے [یہ سن کر] تین مرتبہ بلند آواز سے

---

۱ ۔ "سیلون (لنکا)" کے جزیرہ کو عربی تواریخ میں جزیرہ یواقیت کہا گیا ہے کیونکہ وھاں کی عورتوں کے نقوش بڑے حسین ھوتے ھیں ۔ بلاذری کہتا ہے کہ "وانما سمیت ھذہ الجزیرۃ جزیرۃ الیاقوت لحسن وجوہ نسائھا" (ص ۴۲۴) ۔

www.maktabah.org

"اَغِثْنی یَا حَجّاجُ" کہا - جب یہ بات حجاج سے بیان کی گئی کہ اس عورت نے تین مرتبہ "اغثنی" پکارا ہے تو جواب میں [فی الفور] "لبّیک" کہہ کر وہ تدارک میں منہمک ہوگیا (۱) [۲۱]

بُدیل (۲) کی شہادت کا ذکر

حجاج بن یوسف نے مسلمان قیدیوں کی آزادی کیلئے [ایک طرف] خلیفہ سے درخواست کی اور [دوسری طرف] ایک قاصد داہر کے پاس بھیج کر اسے تنبیہ اور دھمکی دی - خلیفہ نے غفلت برتی اور داہر نے جواب دیا کہ مجھے [اس حادثہ کی] کوئی خبر نہیں ہے - انھیں قزاقوں نے لوٹ لیا ہوگا جو میرے حلقۂ اطاعت سے باہر ھیں آپ ان سے خود نپٹئیے - یہ جواب ملنے پر حجاج نے دوبارہ خلیفہ کی خدمت میں عرض کی اور اجازت لے کر عبد اللہ سلیمی کو مکران پر مامور کیا اور بدیل کو مکران پہونچکر اور تین ہزار سپاہی لے کر سندھ پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا - بدیل نیرون کوٹ

---

۱ - یہ سارا بیان فتح نامہ کے مطابق ہے لیکن بلاذری نے بعض مقامات پر اختلاف کیا ہے - اس کے کہنے کے مطابق یہ عورتیں ان مسلمانوں کی بیٹیاں تھیں جو تجارت کی غرض سے سر اندیپ آئے تھے اور وھیں فوت ہوگئے تھے - سراندیپ کے بادشاہ نے دوستی کا رشتہ استوار کرنے کی غرض سے ان عورتوں کو حجاج کے پاس روانہ کیا تھا - دوسرے فریاد کرنے والی عورت "بنی یربوع" قبیلہ کی تھی اور تیسرے، قزاق جنھوں نے ان کشتیوں کو لوٹا تھا وہ دیبل کی قوم "مید" میں سے تھے - (بلاذری ص- ۴۲۳) -

۲ اصل متن میں "بذیل" ("ذ" سے) ہے -

www.maktabah.org

پھونچکر دیول کی طرف بڑھے۔ یہ خبر سن کر داھر نے اپنے بیٹے جیسیہ کو کثیر لشکر دے کر دیول روانہ کیا۔ صبح سے شام تک سخت جنگ ھوئی جس میں شدید حملے کرنے کے بعد بدیل شہید اور باقی‌ماندہ مسلمان قید ھوگئے۔ (۱) [۲۲]

کہتے ھیں کہ نیرون کوٹ کے حاکم کو جس کا نام "سمنی" تھا (۲) یہ خوف ھوا کہ انھوں (سندھیوں) نے عربوں سے عداوت کی راہ کھولدی ھے۔ میں عربوں کے لشکر کے راستہ پر ھوں مبادا میں مفت میں پامال ھوجاؤں۔ چنانچہ اس نے یہ سوچ کر اپنے معتبر آدمی حجاج کے پاس بھیج کر اس کی اطاعت قبول کی اور اس سے امان نامہ حاصل کر لیا۔

---

۱ یہ بیان بھی فتح نامہ کے مطابق ھے مگر یہاں "عبیداللہ بن نبھان اسلمی" جسے میر قانع نے غلطی سے "عبداللہ" تحریر کیا ھے اور جو بدیل سے قبل شہید ھوئے انکی شہادت اور فوج کشی کے واقعات کو قطعی نظر انداز کر دیا ھے۔ بلاذری اس موقعہ پر کہتا ھے کہ "فاغزی الحجاج عبیداللہ بن نبھان الدیبل فقتل فکتب الی بدیل بن طھفة البجلی وھو بعمان یامرہ ان یسیر الی الدیبل" ص۔ ۴۳۳۔ (پھر حجاج نے عبید اللہ بن نبہان کو دیبل پر حملہ کرنے کےلئے روانہ کیا لیکن وہ وھاں قتل ھوگیا اسکے بعد عمان کے حاکم بدیل طھفہ بجلی کو دیبل جانے کا حکم دیا)۔

۲ یہ بیان بھی فتح نامہ سے اخذ کیا ھوا معلوم ھوتا ھے لیکن یہاں میر قانع کو نیرون کوٹ کے والی کے نام میں مغالطہ ھوا ھے اس نے "سمنی" کو قلعہ کے والی کا نام

(بقیہ حاشیہ ص ۲۸ پر)

www.maktabah.org

[بدیل کی شہادت کے بعد] عامر بن عبد اللہ نے حجاج سے کہا کہ یہ مہم میرے سپرد کر، تا کہ میں سندھ اور ھندوستان جاؤں [حجاج نے] جواب دیا کہ یہ فخر تیرے نصیب میں نہیں ھے - میں نے نجومیوں سے معلوم کیا ھے کہ سندھ اور ھند محمد قاسم (۱) کے ھاتھوں ھی تسخیر ھونگے۔

غرض چونکہ کافروں کے ستارۂ حکومت کا زوال اور اس سرزمین پر دین محمدی کے سورج کے طلوع ھونیکا وقت آچکا تھا اسلئے واقعۂ اول مذکورہ کے بعد یہ واقعہ بھی محمد قاسم کی آمد کا سبب ھوا - جسکا بیان چند سطور کے بعد ابتدا سے کیا جائیگا - یہاں "جے سیہ" کے نام کی مناسبت سے اسکی ولادت کی عجیب کیفیت کا حال بیان کیا جاتا ھے - [۲۳]

کہتے ھیں کہ ایک دن راجہ داھر شکار کھیل رھا تھا کہ اچانک جنگل سے ایک شیر برآمد ھوا - حالانکہ لوگ [اسے مارنے کے لئے] دوڑے لیکن داھر نے انھیں منع کردیا اور خود شیر سے لڑنے کے لئے مستعد ھوا - اس کی بیوی

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹]

سمجھا ھے حالانکہ سمنی کے معنی ھیں پروھت (PRIEST) کے - اس زمانہ میں بدھ دھرم کے پروھتوں کو سمنی کہا کرتے تھے نیرون کا والی ایک پروھت (سمنی) تھا اور اسکا نام "سندر" تھا - فتح نامہ کی عبارت یوں ھے "و والیٔ نیرون سمنی بود سندر نام" (ص ۹۳) -

۱ مراد محمد بن قاسم - عرب عموماً باپ اور بیٹے کے ناموں کے درمیان "بن" استعمال نہیں کرتے اور سہولت کے پیش نظر دونوں نام ملا کر لیتے ھیں -

www.maktabah.org

نے ـــ جس کے پیٹ میں "جیسیہ" کو دسواں مہینہ تھا اور جو داھر سے بے حد محبت رکھتی تھی ، یہ خبر سنی تو بے اختیار چیخ کر زمین پر گر پڑی ۔ [ادھر] داھر شیر کو مار کر صحیح سلامت محل کو واپس ھوا تو اس نے بیوی کو مردہ اور اس کے پیٹ میں بچے کو کھلبلاتے دیکھا ۔ چنانچہ اس کے حکم پر اس کا پیٹ چاک کرکے بچے کو باھر نکالا گیا اور اس کا نام اس نے جےسیہ رکھا جس کے معنی ھیں "شیر کا شکاری" (۱) ۔ بے شک بڑا ھونے پر شجاعت میں وہ ایسا ھی ثابت ھوا جیسا کہ اس کا نام تھا ۔

لشکرِ اسلام کا تسخیر سندھ کے لئے آنا

روایات صحیحہ میں آیا ھے کہ امیرالمومنین "عمر بن الخطاب" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب "عثمان بن ابی العاص" ثقفی (۲) بحرین پر مامور ھو کر عمان آپھونچا تو اس نے کچھ فوجی جہاز تیار کرا کے اپنے بھائی مغیرہ بن ابی العاص" کی معیت میں دیبل پر فوج کشی کے لئے روانہ کئے ۔ ان دنوں چچ کی جانب سے اس کا بھائی "سامہ بن سیلائج" (۳) وھاں حکومت کرتا تھا ۔ وہ اسلامی لشکر سے جنگ کرنے کے لئے باھر آیا ۔ بالاخر کافی کشت و خون کے

---

۱ فتح نامہ میں "جیسیہ" کے معنی "المظفر بالاسد" یا "شیر فیروز" تحریر کئے گئے جس کے معنی ھونگے شیر پر غالب آنے والا " (ص ۲۳۴) ۔

(۲) اصل متن میں "عثمان بن عاص" ھے

(۳) فتح نامہ میں یہ نام "سامہ بن دیوائج" تحریر ھے اور اسے چچ کا بھائی نہیں بیان کیا گیا ھے (ص ۷۳) ۔

www.maktabah.org

بعد مغیرہ بن ابی العاص شہید اور مسلمانوں کی کثیر جماعت قتل اور قید ہو گئی ۔

"ابو موسیٰ اشعری" رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کہ مکران پر حکومت کرتے تھے یہ حال خلیفہ کے گوش گذار کیا اور اس طرف توجہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن انھیں اس جانب فوج کشی کرنے سے منع کردیا گیا ۔

امیر المومنین "عثمان" [بن عفان] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں "عبداللہ بن عامر بن ربیعہ" مکران کا حاکم مقرر ہوا ۔ جسے حکم ہوا کہ معتمد افراد کو سندھ کی طرف بھیج کر وہاں کے حالات سے آگاہ کرے ۔ چنانچہ اس نے "حکیم بن جبلہ" کو بھیجا جس نے حالات کا مشاہدہ کرکے جا کر خبر دی کہ "پانی میلا، میوے کھٹے اور کسیلے، زمین پتھریلی اور مٹی شوریدہ ہے" (۱) خلیفہ نے دریافت کیا کہ "وہاں کے لوگوں کو وفا داری میں کیسا پایا" ۔ جواب دیا۔ "غدار ہیں" — چنانچہ اس طرف لشکر کشی کرنے کی ممانعت کر دی گئی ۔

"امیرالمومنین "علی" [ابن ابی‌طالب] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک لشکر مکران سے گذر کر کامیابی اور فتح مندی کے ساتھ "کوہ پایہ" اور "کیکانان" تک جا پھونچا جو سندھ کی سرحد پر واقع ہیں ۔ یہاں بیس ہزار پہاڑی باشندے جنگ کے لئے ان کی راہ میں مزاحم ہوئے ۔ لشکر اسلام

---

۱ ۔ فتح نامہ میں یہ جملے زائد ہیں کہ "وہاں کے باشندے بہادر ہیں ۔ تھوڑا لشکر بھیجا گیا تو ضایع ہو جائے گا اور اگر کثیر لشکر ہوا تو بھوکوں مرجائے گا ۔ (ص ۵۷)

www.maktabah.org

نعرہ تکبیر بلند کرکے آگے بڑھا ۔ تکبیر کے غلغلہ سے خائف هو کر کچھ آدمیوں نے آ کر امان طلب کی اور باقی بھاگ گئے ۔ اس وقت سے لے کر آج تک جنگ کے ایام میں اُن پہاڑوں سے تکبیر کی آواز سنائی دیا کرتی ہے ۔ [۲۰] اسی اثنا میں خلیفه کی شہادت کی خبر ملی اور آگے جانا ملتوی کرکے وہ لشکر مکران واپس آ گیا ۔

جب امیر "معاویه" [بن ابوسفیان] رضی اللہ تعالیٰ عنه مستقل خلیفه ہوئے، تو "عبداللہ بن سوار"(۱) کو چار ہزار سوار دے کر [انھوں نے] سندھ پر مامور کیا ۔ تقدیراً وہ کیکانان کی پہاڑیوں میں پھنس کر کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گیا ۔ اسلامی لشکر نے شکست کھائی اور باقی ماندہ لوگ واپس مکران پہونچے ۔

ان دنوں امیر معاویه کی جانب سے "زیاد" دونوں عراقوں کا حاکم تھا ۔ چنانچه اسے لکھا گیا کہ "راشد بن عمرو" کو سندھ کی طرف روانه کر" ۔ چنانچه راشد نے جا کر وادی کوہ پر قبضه کرلیا اور اگلا پچھلا [جمله] خراج وصول کیا ۔ اس طرح وہ پورے انتظام اور بندوبست کے ساتھ کیکانان سے آگے بڑھ کر کوہ "منذر" اور "بھروج" تک آ پہونچا ۔ یہاں تقریباً

---

۱ ۔ فتح نامه کے مطابق (ص ۸۰-۸۱) عبداللہ بن سوار کی شہادت کے بعد "سنان بن سلمه" کی تقرری عمل میں آئی اس کے معزول ہونے کے بعد "راشد بن عمرو" کو مقرر کیا گیا ۔ لیکن "بلاذری" میں عبداللہ بن سوار اور راشد بن عمرو کے درمیان میں سنان بن سلمه کی تقرری کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔

www.maktabah.org

پچاس ھزار پہاڑی باشندوں نے جمع ھوکر ان کی راہ روک لی اور صبح سے ظہر کی نماز تک اس سے شدید جنگ کی جس میں راشد شہید ھوگیا اور اسلامی لشکر کو شکست ھوئی ۔ اس شکست کا انتقام لینے کے لئے "سنان بن سلمہ" (۱) اس مہم پر مامور ھوا ۔ وہ کیکانان فتح کرکے "بودھیہ" تک جا پہونچا لیکن وھاں دھوکے سے قتل کردیا گیا ۔ اس کے بعد "منذر بن جارود بن بشر" اس علاقہ کا حاکم ھوا جو حدودِ [۲٦] پورالی (۲) میں بیمار ھوکر فوت ھوگیا ۔ اسی اثنا میں امیر معاویہ نے وفات پائی اور "مروان" کی تخت نشینی کے زمانہ میں کوئی شخص بھی اس مہم کو سر کرنے کے لئے مامور نہ کیا گیا (۳) ۔ پھر جب "عبدالملک" کی باری آئی اور اس نے عراقین کی گورنری "حجاج" کے سپرد کی تب حجاج نے "سعید [بن اسلم کلابی] کو مکران کی جانب روانہ کیا جو تقدیراً

---

۱ ۔ اصل متن میں "راشد بن سلمہ" ھے لیکن یہ غلط ھے ۔ دیکھئے فتح نامہ ص ۸۲ ، اور بلاذری ص ۴۳۲ ۔

۲ ۔ اصل متن میں "بورابی" ھے جو صحیح نہیں ھے (دیکھئے فتح نامہ ص ۸۴) ۔ "پورالی" مکران میں ایک ندی ھے جو خلیج سون میانی میں گرتی ھے ۔ بلاذری (ص ۴۳۲) کے مطابق منذر بن جارود نے "قصدار" میں انتقال کیا (دیکھئے بلاذری ص ۴۳۲) ۔

۳ ۔ منذر کے بعد چھ ماہ تک محاذ سندھ کی حکومت اس کے بیٹے حکم بن منذر کے حوالہ رھی (دیکھئے فتح نامہ ص ۸۴) لیکن بلاذری نے حکم بن منذر کی گورنری کا کوئی ذکر نہیں کیا ھے ۔

www.maktabah.org

علافیوں کے ہاتھوں قتل ہوا جیسا کہ پیشتر ذکر آیا ہے ۔ حجاج نے علافیوں سے انتقام لینے کے لئے "مجاعہ" کو کرمان روانہ کیا ۔ وہ ایک سال تک کرمان میں رہنے کے بعد فوت ہوگیا ۔ انھی دنوں خلیفہ عبدالملک بھی فوت ہوگیا ۔ اور "ولید" اس کا جانشین ہوا ۔ حجاج نے ہند و سندھ اور علافیوں کی مہم سر انجام دینے کے لئے محمد بن ہارون کو مکران بھیجا ۔ محمد نے علافیوں میں سے ایک کو قتل کرکے پانچ ماہ کے اندر مکران اور گرد و نواح کے بعض ممالک کو خاطر خواہ طور پر ضابطہ میں کر لیا ۔ اس کے بعد بدیل کی شہادت کا واقعہ جو پیش آ چکا تھا وہ حجاج کے اگلے پچھلے انتقام بے باق کرنے کا باعث بن کر محمد بن قاسم ثقفی کی آمد کا سبب بنا [۲۷]

محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد اور اس کی فتوحات کا ذکر

بدیل کی شہادت کے واقعہ کے بعد حجاج بن یوسف نے خلیفہ سے عرض کیا کہ "سندھ کے سرکش لوگ اس طرح پیش آئے ہیں ، ان کی تنبیہ کے لئے حکم عالی جاری ہو تا کہ اگلے پچھلے مسلمان قیدیوں کی آزادی کا انتظام ہو اور ان کافروں کو ان کی سرکشی کی واجبی سزا دی جائے اور ملک اپنے قبضہ میں کر لیا جائے ۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ "وہ ملک بہت دور اور کم آمدنی والا ہے ۔ اس کے لئے کثیر خرچ کی ضرورت ہے ۔ کتنے ہی لشکر وہاں جائیں گے ۔ اور تلف ہوجائیں گے اس لئے اس جانب سے تغافل اختیار کرنا چاہئے" ۔ حجاج نے دوبارہ عرض کیا کہ "انشاءاللہ تعالیٰ دین محمدی کی تائید و

www.maktabah.org

اعانت سے کافر جلد مطیع۔ ہوں گے اور مسلمان قیدی جنھیں
طویل عرصہ گذر چکا ہے آزاد ہوں گے ۔ اس لشکر کشی پر
جو کچھ بھی خرچ آئے گا اس کے دُگنے تگنے کی ادائیگی کے
لئے میں ذمہ دار ہوں" ۔ چنانچہ لاچار خلیفہ نے اجازت دے
دی اور اس مہم پر حجاج کا عم زاد اور نواسہ محمد بن قاسم
[بن محمد] بن عقیل ثقفی سترہ برس کی عمر میں مامور ہوا ۔
شام و عراق کے چھ ہزار (۱) منتخب رئیس زادے اس کے ساتھ
روانہ کئے گئے اور وہ [۲۸] شیراز پہونچ کر تدارک کے لئے
سوچنے لگے ۔ اس طرف حجاج نے پانچ منجنیقین اور دیگر قلعہ
کشائی کے آلات کشتیوں میں لدوا کر ابن مغیرہ اور خُرَیم(۲)
کے ھاتھوں ایک منتخب جماعت سمیت روانہ کئے تاکہ یہ
اسے دیول کے کنارے پہونچنے پر مل جائیں ۔

قصہ مختصر، محمد بن قاسم جملہ لشکر، جس میں
چھ ہزار گھوڑا سوار، چھ ہزار شتر سوار اور تین ہزار بختی
اونٹ تھے، ساتھ لےکر مکران روانہ ھوا اور حجاج کے اشارہ کے
مطابق محمد بن ھارون بھی اپنی علالت کے باوجود اس کے همراہ
ھوگیا ۔ جب وہ ارمن بیلہ کے نزدیک پہونچے تو محمد بن
ھارون (۳) قضائے الٰہی سے وھاں انتقال کرگیا چنانچہ اسے

۱ - چچ نامہ (صـ ۹۶) کے مطابق محمد بن قاسم کے ساتھ صرف
شام کے چھ ہزار منتخب سوار تھے عراق کے اس کے علاوہ
تھے (مزید بلاذری صـ ۴۳۴) ۔

۲ - اصل متن میں "مغیرہ اور خزیم" لکھا ہے جو صحیح نہیں ۔
(دیکھئے فتح نامہ صـ ۹۸) ۔

۳ - اصل متن میں اس مقام پر صرف "ھارون" ہے جو میر قانع

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶ پر]

www.maktabah.org

وهیں دفن کیا گیا ۔[۲۹]

کہتے ہیں کہ ان دنوں "جیسیہ" بن داہر قلعہ نیرون میں تھا چنانچہ اس نے محمد بن قاسم کے آنے کی خبر اپنے باپ کو لکھ بھیجی ۔ داہر نے اس پر علافیوں سے مشورہ کیا جنھوں نے کہا کہ "حجاج کا عم زاد زبردست لشکر کے ساتھ پہونچ رہا ہے ، خبر دار اس سے ٹکر نہ لینا" ۔

ادھر محمد بن قاسم ارمن بیلہ فتح کرکے دیول کی طرف روانہ ہوا دوسری طرف ابن مغیرہ (۱) اور خریم بھی اپنی جماعت سمیت دیول کے کنارے پہونچ کر اس کے ساتھ ہوگئے ۔ محمد بن قاسم دیول کے نواح میں خندقیں کھدوا کر منزل انداز ہوا اور حجاج کو اپنے پہونچ جانے کا حال تحریر کیا ۔

کہتے ہیں کہ [ان دنوں] خط سات دن میں پہونچ جاتا تھا ۔ تیز رفتار افراد کو سندھ سے بغداد تک حجاج اس ترتیب سے ایک دوسرے تک دوڑاتا تھا کہ [یہ فاصلہ] سات دنوں میں طے ہوجاتا تھا اور اس طرح روازنہ وہ

[بقیہ حاشیہ ص ۳۵]

کی غلطی ہے در اصل جیسا کہ اس سے پیشتر کہا جا چکا ہے کہ گاہے گاہے عرب باپ اور بیٹے کا نام ملا دیتے ہیں اور درمیان سے "بن" نکال دیا کرتے ہیں ۔ چنانچہ اس مقام پر بھی اصل میں محمد ہارون لکھا گیا تھا جسے میر قانع نے سندھ کے رواج کے مطابق "محمد" کو تبرکاً جانتے ہوئے صرف "ہارون" تصور کیا ہے ۔ یہاں آکر میر قانع ہارون کی بجائے محمد لکھتا تو درست ہوتا ۔ کیونکہ ہارون تو محمد کے باپ کا نام تھا ۔

۱ ۔ اصل متن میں اس مقام پر بھی "مغیرہ" ہے جو غلط ہے ۔

www.maktabah.org

ایک دوسرے کو خبریں پہونچاتے رہتے تھے -

کہتے ھیں کہ دیول کے قلعہ میں ایک چالیس گز اونچا بت خانہ تھا جس کے اوپر ایک چالیس گز لمبا گنبد بنا ہوا تھا اور گنبد کے اوپر چار ریشمی بیرقوں والا ایک جھنڈا لگا ہوا تھا -

[محمد بن قاسم کے پہونچنے پر] بغیر کسی خوف و دھشت کے کافروں نے ثابت قدمی کے ساتھ نقارہ جنگ بجایا - اس طرح کئی دن (۱) گذر گئے تو ایک برھمن نے قلعہ سے نکل کر امان طلب کی اور محمد بن قاسم کے پاس حاضر ھوکر بولا کہ "مجھے اپنی کتابوں سے معلوم ھوا ھے کہ یہ ملک اسلام کے زیر نگیں ھوگا اور اس کا وقت یہی ھے - یہ بھی یقین ھے کہ اس فتح کو حاصل کرنے والا بھی [۳۰] تو ھی ھے اس لئے میں تیری رھنمائی کرنے آیا ھوں - بزرگوں نے اس بت خانہ کے جھنڈے میں ایک طلسم رکھا ھے - چنانچہ جب تک یہ نہ ٹوٹے گا اس وقت تک یہ قلعہ ھرگز فتح نہ ھوگا - اس لئے پہلے اسے توڑنے کی تدبیر کر" - محمد بن قاسم اس پر غور کرنے لگا - جَعْتُونَہ (۲) منجنیقی نے کہا کہ "اگر مجھے دس ھزار درم انعام دیں تو میں شرط کرتا ھوں کہ تین نشانوں سے میں اس جھنڈے اور گنبد کو برباد کردونگا ورنہ میرے ھاتھ قلم کر ڈالے جائیں -" محمد بن قاسم نے حجاج سے اجازت لے کر اسے منجنیق سر کرنے کا حکم دیا - قدرت الٰہی سے اس نے جیسا کہا تھا ویسا ھی ھوا اور تین ھی

---

۱ - سات دن - (دیکھئے فتح نامہ ص ۱۰۴) -

۲ - اصل متن میں اس مقام پر "جعوبہ" ھے جو غلط ھے -

www.maktabah.org

نشانوں سے اس نے یہ کام انجام دے دیا ۔ چنانچہ اب اسلامی لشکر نے صفیں آراستہ کر کے قلعہ پر حملہ کردیا ۔ کافروں نے لاچار و مجبور ہوکر امان طلب کی ۔ محمد بن قاسم نے فرمایا کہ "سپاہیوں کو امان نہ! ملے گی ۔" [یہ سن کر قلعہ کا حاکم "جاھین بدھ" (۱) فصیل سے کود کر فرار ہوگیا اور اہل قلعہ نے مجبوراً دروازے کھول دیئے ۔ تین دن تک جنگ ہوتی رہی اس کے بعد مسلمان قیدیوں کو باہر نکالا گیا ۔ کثیر مال اور بے اندازہ خزانہ ہاتھ آیا اور بت خانہ جسے دیول کہتے تھے اسے توڑ کر اس مقام پر مسجد کی بنیاد رکھی گئی ۔

"کیلو" (۲) نامی ایک کافر مسلمان قیدیوں کا محافظ تھا ۔ قیدیوں کو آزاد کرنے پر معلوم ہوا کہ انہیں تسلی تشفی دینے میں [۳۱] وہ انتہائی احسن کوششیں کرتا رہا ہے اور انھیں آزادی اور اسلام کی فتح کی بشارتوں سے خوش کرتا رہا ہے ۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے اسے بلا کر اسلام پیش کیا اور وہ فی الفور مسلمان ہوگیا ۔ اس پر اسے انتہائی اعزاز و نوازش

---

۱ - اس کا پورا نام "جاھین بن برساید راوت" تھا (فتح نامہ ص ۱۰۷) وہ چونکہ بدھ مذہب کا پیرو تھا شاید اسی لئے میر قانع نے اسے "بدھ" لکھا ہے ۔ فتح نامہ میں بھی اسے اسی طرح "بدھ" کہا گیا ہے (ص ۱۰۷) ۔

۲ - میر علی شیر قانع نے یہ نام "کبلہ" لکھا ہے ۔ فتح نامہ میں یہ نام "قبلہ" لکھا گیا ہے (ص ۱۵۳) "قبلہ" یقیناً اصل میں "قیلہ" ہے، یعنی "کیلہ" یا "کیلو" ۔ یہ نام سندھ میں مشہور ہے (-بلوچ) ۔

www.maktabah.org

سے سرفراز کرکے "حمید بن وداع" (۱) نجدی کے ساتھ وہاں کی حکومت کا شریک بنایا ۔ اس کے بعد دیبل کا خاطر خواہ بندوبست کر کے منجنیقوں کو کشتیوں پر بار کروا کر انھیں تو "ساکورہ" ندی کی راہ سے قلعہ نیرون کی طرف روانہ کیا اور خود خشکی کی راہ سے اس طرف کوچ کیا ۔

کہتے ہیں کہ داہر کا بیٹا "جیسیہ" پہلے نیرون میں موجود تھا ۔ چنانچہ دیبل کی فتح کی خبر سن کر داہر نے اسے وہاں سے بلا کر برھمنا باد پر متعین کیا اور سمنی (۲) نامی دیبل کا سابقہ حاکم جو حجاج سے امان نامہ حاصل کرکے خراج گذار ہوگیا تھا ، جیسا کہ بدیل کی شہادت کے بیان میں مذکور ہوچکا ہے ، داہر کے دربار میں تھا ۔ محمد بن قاسم آہستہ آہستہ سات دن کے عرصہ میں نیرون کے نواح میں پہونچا ۔ [یہاں اس نے دیکھا کہ] اہل قلعہ نے دروازے بند کیے ہیں ۔ افراط آب کا موسم نہ ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام پانی کی قلت سے سخت پریشان ہوا ۔ محمد بن قاسم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کی ۔ [چنانچہ] فی الفور حسب طلب بادل امنڈ آئے اور اس زمین کے حوض اور چشمے [۳۲] سب پانی سے لبا لب بھر گئے ۔ لیکن ابھی گھاس کی قلت بدستور تھی کہ

---

۱ ۔ اصل متن میں "حمید بن دارع" ہے جو غلط ہے (دیکھئے فتح نامہ ص ۱۰۹) ۔

۲ ۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کی جاچکی ہے اس شخص کا نام "سمنی" نہیں بلکہ یہ اس کا لقب تھا جو پروھتوں کے لئے استعمال ہوتا تھا اس کے علاوہ وہ دیبل کا نہیں بلکہ نیرون کوٹ کا حاکم تھا ۔

www.maktabah.org

خوش قسمتی سے سمنی بھی پانچ دن کے بعد نیرون میں آ پہونچا [اور آتے ہی] معتمد آدمیوں کو امان کے پروانہ کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں بھیج کر عرض گذار ہوا کہ "میں اطاعت گذار ہوں ۔ میری غیر موجودگی کی وجہ سے اہل قلعہ نے دروازہ بند کرنے کی جو تقصیر کی ہے اس کی معافی کا خواستگار ہوں ۔ اگر کرم فرما کر یہ قصور معاف فرمائیں گے اور اس کی یقین دہانی کریں گے تو میں آکر قدم بوسی کا شرف حاصل کروں گا "۔ محمد بن قاسم نے اس کے قاصدوں کو واجبی ترغیب دے کر فرمایا کہ "جن قلعہ والوں نے دروازے بند کئے تھے انہیں سزا دینا لازمی تھا لیکن چونکہ تم ان کی سفارش کرتے ہو اس لئے معاف کرتا ہوں ۔ حاضر ہو کر ملاقات کرو اور دروازے کھول دو " ۔ سمنی نے قلعہ کا دروازہ کھول کر اور کنجیاں ہاتھ میں لے کر شایان شان تحفوں کے ساتھ آکر قدم بوسی کی اور انعامات سے سرفراز ہو کر جملہ ضروری اشیا [لشکر میں] پہونچا دیں ۔ اس کے بعد اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوا ۔ بت خانہ کو توڑ کر اس کی جگہ مسجد اور منارہ کی بنیاد رکھی گئی موذن اور امام مقرر کئے گئے اس کے بعد وہاں کی نگرانی کے لئے ایک نائب مامور کرکے اور سمنی کو ساتھ لے کر [محمد بن قاسم] آگے روانہ ہوا جب یہ نیرون سے تیس کوس (۱) کے فاصلہ پر "موج" نامی ایک مقام پر جا پہونچے تو سمنی نے سیوستان (سیوھن) کے حاکم [۳۳]

---

(۱) فتح نامہ میں اس مقام پر "سی فرسنگ" ہے یعنی تیس فرسنگ جس کے معنی ہوئے "نوے میل" کیونکہ ایک فرسنگ برابر ہے تین میل کے ۔

www.maktabah.org

"بجهرا بن چندر" کے پاس خط بهیجا (۱) که "هم ناسک (پجاری) لوگ هیں همارے مشرب میں خونریزی ناجائز هے۔ تو محلوں میں آرام کر رها هے۔ یه لشکر عرب بے حد طاقتور هے۔ کسی بهی شخص کو اس کا مقابلہ کرنے کا یارا نہیں هے۔ [چنانچه] تجهے اپنی رعایا کے حال پر رحم کها کر اور اطاعت قبول کرکے باهر آنا چاهئے کیوں که محمد بن قاسم قول کا صادق هے۔ اور ایسا کرنے هی میں فائدہ هے۔"

"بجهرا" نے اطاعت قبول نه کی اور جنگ کرنے پر آمادہ هوا جس کی وجه سے لشکر اسلام وهاں سے یلغار کرتا هوا سیوستان کے قلعه کے قریب آ پهونچا۔ جنگ کو ایک هفته بهی مشکل سے گزرا تها که بجهرا عاجز آکر بودهیه (۲) بن کا که بن کوتک کے پاس [۴۳] بهاگ گیا جو سیسم کے قلعه کا

۱ - یہاں میر قانع کے بیان سے ایسا معلوم هوتا هے که بجهرا کو اس سمنی نے خط لکها تها جو محمد بن قاسم کے همراہ تها اور پہلے داهر کی طرف سے قلعه نیرون کا حاکم تها۔ لیکن واقعه یه نہیں هے بلکه یه خط لکهنے والا ایک دوسرا سمنی تها جو "موج" کا باشندہ تها اور رعایا پر اسکا کافی اثر تها۔ (دیکهئے فتح نامه ص- ۱۱۸)۔

۲ - یہاں میر علی شیر قانع سے سخت غلطی سرزد هوئی هے کیونکه "بودهیه" کسی شخص کا نام نہیں بلکه سندھ کے ایک پرگنه کا نام تها جس کے والی کا نام "کاکه بن کوتک" اور سمنی کا نام "بهکو" تها۔ وهاں کے قلعه کا نام "سیسم" تها۔ معلوم نہیں که میر علی شیر قانع

(بقیه حاشیه ص- ۴۲ پر)

www.maktabah.org

حاکم تھا - محمد بن قاسم نے سیوستان کے قلعہ میں داخل ہوکر اس پر اپنا قبضہ کیا اور جن لوگوں کو سمنی لے کر آیا ان پر نوازشیں فرما کر سیسم کی طرف متوجہ ہوا - بودھیہ اور بجھرا کے آدمی جنگ کے لئے مستعد ہو گئے - کافروں نے "بودھیہ" چنہ (۱) کے باپ "کاکہ" سے جا کر کہا کہ "ہمیں اجازت دو تاکہ ہم جا کر لشکر اسلام پر شبخون ماریں"- کاکہ نے جواب دیا کہ "میں نے نجومیوں سے سنا ہے کہ لشکر اسلام اس ملک کو فتح کرے گا اور اس کا یہی وقت ہے چنانچہ ہرگز ایسا خیال دل میں نہ لانا" لیکن وہ نہ مانے اور شبخون مارنے چلے - اتفاق سے وہ راستہ بھول گئے اور چار گروہوں میں ہٹ کر ساری رات [گھوڑے] دوڑاتے رہے لیکن صبح کے وقت خود کو وہیں قلعہ سیسم کے دروازہ

[بقیہ حاشیہ ص ۳۱]

نے کس بنیاد پر "بودھیہ" کو بادشاہ یا حکمراں فرض کر کے اسے کاکہ کا بیٹا تحریر کیا ہے - اس بارے میں فتح نامہ کی عبارت قطعی واضح ہے (دیکھئے ص ۱۲۰) -

۱ - یہاں بھی میر علی شیر قانع نے "بودھیہ" کو حاکم کے نام کی حیثیت سے لکھا ہے لیکن جیسا کہ اس سے پیشتر واضح کیا جاچکا ہے یہ غلط ہے اور بودھیہ کسی شخص کا نہیں بلکہ اس علاقہ یا پرگنہ کا نام تھا جہاں کے واقعات بیان کئے جارہے ہیں - "چنوں" کا مذکورہ واقعہ بھی فتح نامہ میں واضح تفصیل کے ساتھ موجود ہے - چنہ اس حاکم کا نام نہیں تھا بلکہ اس قوم کا نام تھا جنھوں نے شب خون مارنے کا پروگرام بنایا تھا اور ناکام رہے تھے -

www.maktabah.org

پر پایا ۔ بالآخر حیران و پریشان وہ "کاکہ" چنہ کے پاس آئے اور آکر حال بیان کیا ۔ اس نے کہا کہ "مجھے شجاعت میں اپنے سے کمتر نہ سمجھو لیکن مجھے یقین ہے کہ ان سے (عربوں سے) جنگ کرنے میں ہرگز بہتری نہیں ہے ۔ اس کے بعد "کاکہ" خود [محمد بن قاسم کی] خدمت میں حاضر ہوکر نوازشات سے سرفراز ہوا اور اپنی مطیع جماعت کو سایۂ امان میں لایا ۔ محمد بن قاسم نے "عبدالملک بن قیس" دقیقی کو اس کے ساتھ روانہ کیا تاکہ جو اطاعت قبول کرے اسے لاکر حاضر کرے اور جو منہ موڑے اسے سزا دے ۔ خدائے تعالیٰ نے اسے مشرکوں پر فتح دی اور باقی ماندہ لوگ بھلطور، سالوج اور قنداپیل (۱) [۳۰] کی طرف بھاگ گئے اور وہاں سے جاکر امان نامہ حاصل کرکے اور خود پر جزیہ مقرر کراکے (۲) ملک میں واپس آگئے ۔(۳)

---

۱ ۔ اصل متن میں "قندائیل" ہے جو غلط ہے ۔ (دیکھئے فتح نامہ ص ۱۲۴) ۔

۲ ۔ فتح نامہ کے مطابق انھوں نے خود پر ایک، ہزار درم وزن کی چاندی مقرر کرائی تھی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح نامہ ص ۱۲۴) ۔

۳ ۔ یہ بیان بعض باتوں میں فتح نامہ کے بیان سے مختلف ہے ۔ مثلاً فتح نامہ میں یہ اضافہ ہے کہ "جب کاکہ اپنے معتمد آدمیوں کے ساتھ لشکر عرب کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں اسے حنظلہ بن بنانہ ملا جو محمد بن قاسم کی جانب سے طلایہ پر مامور تھا ۔ وہ اسے لے کر محمد بن قاسم کے پاس

[بقیہ حاشیہ ص ۴۴ پر]

www.maktabah.org

اسی اثناء میں حجاج کا حکم ملا کہ "محمد بن قاسم قلعہ نیرون میں واپس جائے اور وہاں جا کر داہر کے مقابلہ کی تدبیر سوچے اور دریائے مہران عبور کرے"۔

روایت ہے کہ چنہ قوم نے جو اس وقت ایک بڑی جماعت تھی مختلف مقامات سے اکٹھا ہو کر ایک شخص کو [مسلمانوں کے] حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ شخص ایسے موقع پر پہونچا جب سارا لشکر محمد بن قاسم کی امامت میں نماز ادا کر رہا تھا۔ اس شخص نے قیام و قعود اور رکوع و سجود وغیرہ میں امام کی تابعداری کا منظر دیکھ کر اپنی قوم سے جا کر کہا کہ "جہاں ہزارہا افراد ہر حالت میں بغیر کسی چون و چرا اور امتیاز کے ایک شخص کے اس حد تک تابعدار ہوں وہاں جو بھی ان کی مخالفت کرے گا وہ بد بخت کہلائے گا" [۳۶] اس پر ساری قوم شاہان شان نذرانے لے کر خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ جس وقت [لشکر اسلام میں] پہونچے اس وقت محمد بن قاسم کی مجلس میں دستر خوان بچھایا

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳)

آیا۔ دوسرے "چندر بن سیلائج" کا بیٹا اور داہر کا چچا زاد بھائی "بجھرا" دوسرے ٹھاکروں اور راوتوں کے ساتھ قتل ہو گیا تھا اور باقی کچھ لوگ بودھیہ سے آگے بھاگ گئے تھے۔ یہاں یہ بات واضح ہے کہ وہ لوگ قندابیل اور سالوج کی طرف بھاگ کر نہیں گئے تھے جیسا کہ میر علی شیر قانع نے بیان کیا ہے بلکہ وہ قلعہ بھلطور کی طرف بھاگ گئے تھے جو قندابیل اور سالوج کے درمیان تھا۔ (دیکھئے فتح نامہ ص ۱۲۳-۱۲۴)۔

www.maktabah.org

جا رہا تھا - [اس پر محمد بن قاسم نے] فرمایا کہ "یہ جماعت مرزوق (رزق والی) ہے -" چنانچہ چنہ قوم کو مرزوق کا لقب ملا انہوں نے فی الفور اطاعت اور خراج قبول کیا اور واپس آگئے - یہی وجہ ہے کہ فقہائے اسلام نے دریا کے اس پار کی زمین کو جو چنوں کے زیر تصرف تھی عشری لکھا ہے - اسی طرح نیرون کوٹ کی زمین کا محصول جہاں کے لوگوں نے اپنی خوشی سے اطاعت قبول کی تھی ، دوسری زمینوں کی مالگذاری کے مقابلہ میں کم ہے (۱) [۳۷] -

قصہ کوتاہ، حجاج کے اشارہ کے مطابق محمد بن قاسم نے واپس ہوکر اور راور اور جیور کے قلعوں کی حدود میں گھاٹ

---

۱ - معلوم ہونا چاہئے کہ اسلامی قانون کے مطابق زمینوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے - ایک عشری جسکی پیداوار کا دسواں حصہ خدائی حق کے طور پر وصول کیا جاتا ہے اور دوسری خراجی جس پر لگان لیا جاتا ہے - اسلامی قانون کے مطابق جو زمین زبردستی اور فتح کے ذریعہ مسلمانوں کے لشکر میں تقسیم کی جاتی ہے یا جس زمین کے مالک اپنی خوشی سے مسلمان ہوتے تھے وہ زمین عشری شمار ہوتی تھی - اور جو زمین جنگ کے بعد فتح کی جاتی تھی لیکن پھر سابقہ باشندوں کو ان پر آباد کیا جاتا تھا یا جو زمین صلح سے فتح ہوتی تھی وہ خراجی زمین شمار کی جاتی تھی - لگان کی کوئی رقم مقرر نہیں تھی بلکہ فتح کے وقت جو مالگذاری عاید کردی جاتی وہ قائم رہتی-

سر زمین سندھ میں چنوں والا علاقہ تو عشری تھا لیکن

[بقیہ حاشیہ ص- ۳۶ پر]

www.maktabah.org

پر پہونچکر وهاں کے حاکم "ماکه ابن وسایه" کے پاس حاضر هونے کا حکم بھیجا ۔ اس نے جواب دیا که "اگر میں یونہی چلا آؤں گا تو داهر کے زیر عتاب آؤں گا اس لئے فلاں وقت میں کچھ فوج ساتھ لے کر فلاں مقام کی طرف نکلوں گا ۔ آپ اپنے لشکر کو مجھ پر حمله کرنے کا حکم دیں میں بظاهر تھوڑی سی جنگ کرنے کے بعد گرفتار هوجاؤں گا" ۔ غرض اس ترکیب سے "ماکه" خدمت میں حاضر هوکر نوازشات کا حق دار هوا اور راسته کا رهبر بنا (۱) ۔

روایت هے که راجه داهر لشکر اسلام کے غلبه کی خبر سن کر ایک عظیم لشکر ساتھ لے کر دریا کے دوسرے کنارے پر آ ڈٹا اور گھاٹ پار کرنے میں مزاحمت کرنے لگا ۔ لشکر

بقیه حاشیه صفحه ۴۵

باقی سارا علاقه خراجی تھا ۔ علامه شیخ ابوالحسن ڈاهری کے قول کے مطابق سنده کی زمینوں کا محصول پیداوار کا پانچواں حصه تھا ۔ ("اراضی السند و الہند فی زمن "راجاویر" الذی کان قبل نبوة عیسیٰ علیه السلام کانت خراجیة و خراجها الخمس ای ضعف العشر و بعد الاسلام بقیت ایضا خراجیة علی خمس"۔ انتهی بحواله فتاوی همایون)

۱ ۔ اس قصه میں اختصار کی وجه سے میر قانع بہت سی باتیں نظر انداز کر گیا هے مثلاً محمد بن قاسم نے ماکه کو کیا پیغام بھیجا اور وه کس بہانه سے قلعه سے باهر نکلا ۔ فتح نامه میں یه دونوں باتیں وضاحت سے موجود هیں ۔ اس کے علاوه فتح نامه میں یه نام "ماکه" نہیں بلکه "موکه" هے (دیکھئے صـ ۱۳۳-۱۳۵) ۔

www.maktabah.org

اسلام کے ایک گروہ نے دریا پار کرنا چاہا تو داھر نے آکر خود ایک تیر سے [ایک شخص کو] ھلاک کردیا۔ اس کے بعد وہ "جاھین بدھ" کو اپنی جگہ وھاں پر مقرر کرکے خود کچھ دور جاکر خیمہ زن ھوا۔ جاھین نے گھاٹ کا سخت دفاع [۳۸] کرکے دریا پار کرنے میں سخت مشکلات حائل کر دیں۔

اسی اثناء میں "چندیرام" ھالا نے جو اس سے پیشتر کسی وقت سیوستان کا والی تھا لشکر اسلام کے ان تھوڑے سواروں کو جو سیوستان میں تھے باھر نکال کر قلعہ کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ یہ خبر سن کر محمد بن قاسم نے "مصعب" بن عبدالرحمان (۱) کو ایک ھزار سوار اور دو ھزار پیادے دے کر سیوستان روانہ کیا۔ "چندیرام" جنگ کے لئے باھر نکلا اور شکست کھا کر قلعہ میں واپس جانا چاھا لیکن اھل قلعہ نے دروازے بند کر لئے۔ جس کی وجہ سے وہ اسلامی لشکر کے ھتے چڑھ کر جہنم رسید ھوا۔ اسلامی لشکر نے دوبارہ قلعہ پر قبضہ کر لیا اور پھر آکر محمد بن قاسم سے مل گیا۔

اس طرف راجہ داھر نے لشکر اسلام کا راستہ روکنے کے لئے اپنے بیٹے جیسیہ کو قلعہ بیٹ (۲) کی طرف بھیج دیا اس طرح پچاس دن گذر گئے اور لشکر اسلام کا حال تنگ

---

۱ - اصل متن میں بھی ایسا ھی ھے لیکن صحیح "محمد بن مصعب بن عبدالرحمان الثقفی" ھے، جیسا کہ فتوح البلدان ص ۴۳۶ پر مرقوم ھے "و بعث محمد بن قاسم، محمد بن مصعب بن عبدالرحمان الثقفی الی سدوسان"۔

۲ - اصل متن میں بیت ھے۔

www.maktabah.org

ہونے لگا چنانچہ جو گھوڑا بھی گھاس نہ ملنے کی وجہ سے بیمار ہوتا وہ اسے ذبح کرکے کھا جاتے ۔ اس پر راجہ داہر نے پیغام بھیجا کہ "تمہارا ایسا برا حال سنا جاتا ہے ۔ اگر تم خود پر رحم کرو گے تو میں بھی تمہارے پیچھے نہ پڑونگا ۔ بلکہ خدمت بھی کروں گا تاکہ تم واپس چلے جاؤ ۔" محمد بن قاسم نے کہلا بھیجا کہ "انشاءاللہ تعالیٰ اس ملک پر پرچمِ اسلام لہرائے گا اور تو جب تک اطاعت قبول نہ کرے گا [۳۹] اور اتنے برسوں کا خراج ادا نہ کرے گا تب تک تجھے پناہ نہ ملے گی" ۔

کہتے ہیں کہ حجاج نے گھوڑوں کے مرجانے کی خبر سن کر دو ہزار گھوڑے اور بھیج دئیے اور تاکید کی کہ "داہر کی مہم میں [زیادہ] تاخیر نہ کرو اور جلد از جلد دریا پار کرکے پہلے اس کا کام تمام کرو ۔" یہ تاکید آنے پر محمد بن قاسم نے سر زمین "جھم" (۱) پر پہونچکر دریا پار کرنے کے لئے کشتیاں فراہم کیں اور انہیں ریت اور پتھروں سے بھر کر مضبوط میخوں کے ذریعہ آپس میں ایک دوسرے سے جوڑ دیا ۔

یہ خبر سن کر داہر نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ کسی بھی طرح "ماکہ" کو گرفت میں لے، جو ایسی جرأت کر رہا ہے ۔" اس پر "ماکہ" کے بھائی راسل (۲) نے جو داہر کے پاس تھا اور بھائی سے پہلے ہی ناراض تھا، کہا کہ مجھے اس کی اجازت دی جائے تاکہ میں جاکر بھائی کو قابو

---

۱ - یعنی موجودہ "جھم پیر" کی سر زمین ۔

۲ - نسخہ "ن" میں یہ نام ہر جگہ "رائیل" لکھا ہے ۔

www.maktabah.org

میں لاؤں اور لشکر کے دریا عبور کرنے کی مدافعت کا بھی ذمہ دار بنوں۔"

اسی درمیان میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے اسلامی لشکر کشتیاں تیار کرکے سوار ہوا اور تیروں کی بارش سے، کنارے پر مدافعت کرنے والوں کو ہٹا کر ایک بڑا گروہ اس پار پہونچ گیا۔ پھر گھاٹ کو دشمنوں سے صاف کرکے خود اس وقت تک وہاں ڈٹا رہا کہ جب تک باقی ماندہ اسلامی لشکر بھی سلامتی کے ساتھ پار آ گیا۔

روایت ہے کہ کافروں کے لشکر کے کچھ تیز رو سوار ساری رات گھوڑے دوڑاتے صبح صادق کے وقت اطلاع دینے کے لئے داھر کے لشکر گاہ میں جا پہونچے۔ داھر ابھی محو خواب تھا انھوں نے جا کر فریاد کی۔ دربان نے جا کر داھر کو نیند سے بیدار کیا وہ میٹھی نیند سے پریشان ھوکر جاگا اور [۴۰] اس طرح جگانے والے کے منہ پر ایسا سخت طمانچہ رسید کیا کہ وہ فی الفور مر گیا۔ اس کے بعد داھر سخت پریشان ھوا، اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔

کہتے ھیں کہ جب محمد بن قاسم کا سارا لشکر دریا عبور کر گیا تو اس نے لشکر میں منادی کرائی کہ "اب ھماری پشت پر دریا ھے اور سامنے دشمن۔ جو بھی جان قربان کرنے پر مستعد ھو وہ [شامل] رہے اور جہاد کی سعادت حاصل کرے۔ لیکن جو شخص کو آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ ھو وہ واپس ھوجائے [کیونکہ] جب کوئی راہ فرار نہیں رھی تو یقیناً وہ یا تو کافروں کے ھتے چڑھے گا، یا پھر دریا میں ڈوب مرے گا۔ [چنانچہ] اس ننگ و عار سے بہتر

www.maktabah.org

ہے کہ [جسے واپس جانا ہو] وہ ابھی اجازت لے کر واپس چلا جائے - کل صرف سر دینا ہے یا سر لینا ہے۔" اس پر تین آدمی - ایک ماں کے بے سہارا ہونے کے بہانہ سے، دوسرا بیٹی کی یتیمی کے فکر سے اور تیسرا قرض ادا کرنے کے خیال سے، واپس چلے گئے اور باقی سب نے جہاد اور قربانی کے لئے سر ہتیلی پر رکھ لیا اور کہا کہ جنگ کے سوا ہمارے دل میں دوسرا کوئی خیال نہیں ہے -

قصہ مختصر، جب محمد بن قاسم نے لشکر کا اتفاق دیکھا تو وہاں سے کوچ کرکے قلعہ بیٹ سے ہوکر "راور" کے قلعہ کا رخ کیا اور اس مقام پر جا پہونچا جسے "جیور" کہتے تھے - "راور" اور "جیور" کے درمیان میں ایک خلیج تھی جس کے گھاٹ پر داھر کا لشکر دکھائی دیا - [چنانچہ] "محرز بن ثابت" قیسی کو دو ہزار لشکر کے ساتھ اور [۳۱] "محمد بن زیاد" العبدی (۱) ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ اس طرف مامور کیا گیا، جنھوں نے ان سب کو مار بھگایا۔

اس پر داھر نے "محمد بن حارث" علافی کو بلا کر کہا کہ "میں ایسے ہی دن کے لئے تم پر نوازشیں کرتا رہا ہوں - [چنانچہ] جاسوسی کے فرائض اپنے ذمہ لے کر تمہیں اپنا فرض ادا کرنا چاہئے" - محمد بن حارث نے جواب دیا کہ

۱ - اصل متن میں "محمد زیادالعبیدی" ہے - لیکن چونکہ اس سے نام کی صحت کے بارےمیں غلط فہمی پیدا ہونےکا اندیشہ تھا اس لئے یہاں وضاحت کے ساتھ "محمد بن زیاد" لکھا گیا ہے - نسبت "العبیدی" بھی غلط ہے - "العبدی" ہی صحیح ہے - (دیکھئے فتحنامہ ص ۱۶۰)-

www.maktabah.org

"بے شک حضور کی خدمت کے لئے سر اور دھڑ کی بازی لگانا ہم پر واجب ہے لیکن دوسری طرف مقابلہ مسلمانوں سے ہے۔ جو مفت میں مرتد ہونے، دینا پر دین کو فروخت کرنے، مسلمانوں کا خون گردن پر لینے اور مر کر جہنم میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔ ہمیں اس خدمت سے معاف رکھا جائے۔ البتہ اس کے علاوہ ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لئے ہم دل و جان سے حاضر ہیں۔" داھر رنجیدہ ہوکر خاموش ہوگیا۔ اور زبردست لشکر دے کر "جیسیہ" کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اس کا لشکر بڑے حصہ کے قتل ہوجانے کے بعد شکست کھا کر واپس آ گیا۔ دوسرے دن اس نے "ماکہ" کے بھائی "راسل" کو مقرر کیا۔ جس نے [محمد بن قاسم کو] خفیہ پیغام بھیجا کہ مجھے بھی میرے بھائی کی طرح میدان جنگ سے گرفتار کرکے بلوا لیجئے۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

غرض اس طرح دس دن تک کافروں کی فوجیں جنگ کرنے کے لئے آتی اور شکست کھا کر واپس ہوتی رہیں (۱)۔ اس عرصہ میں اسلامی لشکر نے [۴۲] غلبہ پا کر داھر کو قلعہ میں محصور کردیا۔ گیارھویں دن جو جمعرات کا دن اور دسویں ماہ رمضان سنہ ۹۳ھ تھا۔ داھر اپنے نجومیوں کے منع کرنے کے باوجود عظیم لشکر ساتھ لے کر جس میں دس ہزار زرہ پوش سوار، تیس ہزار پیادے اور کچھ جنگی ھاتھی

۱۔ فتحنامہ میں واضح کیا گیا ہے کہ داھر کے لشکر سے جنگ (براہ راست طور پر) صرف چار دن ہوئی اور پانچویں دن داھر خود مقابلہ پر آیا اور جنگ میں مارا گیا (دیکھئے ص ۱۶۴-۱۸۳)۔

www.maktabah.org

تھے ، دو خوبصورت کنیزوں کے جلو میں جن میں سے ایک پان بنا کر دیتی اور دوسری جام شراب (۱) پیش کرتی ، ہودج پر سوار ہو کر مقابلہ کے لئے نکلا - [اس دن] صبح سے شام تک اتنی سخت جنگ ہوئی کہ بیان سے باہر ہے - مسلمانوں نے آتش بازی اور تیر برسانے میں اس قدر ثابت قدمی دکھائی کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا - پہلے لشکر اسلام زیر و زبر ہو گیا جس پر محمد بن قاسم پریشان ہو کر بارگاہ خداوندی کی طرف رجوع ہوا آخر کار فضل خداوندی کی اعانت سے فتح کے اسباب پیدا ہو گئے ۔

کہتے ہیں کہ داہر کے پاس لوہے کا ایک پھندہ دار حلقہ تھا اور وہ جس پر بھی اسے پھینکتا تھا اس کا سر کاٹ کر اپنی طرف گھسیٹ لیتا تھا - آخر جب سورج غروب ہونے کو آیا اور فریقین جنگ سے تھک کر آرام کرنے کی سوچ رہے تھے اس وقت مسلمانوں کی آتشبازی سے پریشان ہو کر جنگی ہاتھی بھڑک گئے اور اپنے ہی لشکر کو روندنے لگے جس سے کافر پریشان ہو گئے اور اسی وقت ان کی ایک جماعت امان طلب کرنے آئی اور آکر کہا کہ " داہر کی فوج بے پروا اور غافل ہے - اپنی کچھ فوج ہمارے ساتھ روانہ کیجئے تاکہ ہم جا کر [۴۳] پشت کی طرف سے ان پر حملہ کریں اور سامنے کی طرف سے لڑنے والوں کے حوصلوں کو پست

---

۱ - معلوم نہیں کہ میر قانع کا ماخذ کیا ہے کیونکہ فتح نامہ میں ان دونوں کنیزوں کے بارے میں یہ ہے کہ ایک پان پیش کرتی تھی اور دوسری تیر دیتی تھی - (دیکھئے صفحہ ۱۷۰) -

www.maktabah.org

کریں " - چنانچہ اس منصوبہ پر عمل کرتے ہی دشمنوں کے لشکر نے شکست کھائی - یہ حال دیکھ کر محمد بن قاسم نے لشکر کو تیر برسانے کا حکم دیا - [اسی اثنا میں] قضائے الہی سے ایک تیر جا کر داہر کے گلے میں پیوست ہو گیا اور وہ [فی الفور] مر گیا (۱) - اس کے ھاتھی کو [مہاوت نے] پیچھے ہٹایا تو اچانک وہ دلدل میں پھنس گیا - برھمنوں نے [اس موقع پر داہر کے] حال کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اسے کیچڑ میں چھپا دیا - کافروں کے سارے لشکر نے شکست کھائی - اسلامی لشکر نے ان کے راستے اس طرح مسدود کر دیئے کہ ایک پرندہ بھی [قلعہ میں] نہ جا سکتا تھا - برھمن جا کر "قیس" کے ہتے چڑھے - اور اپنی جان بچانے کے لئے انھوں نے داہر کے قتل ھوجانے کی خبر دی - اسی عرصہ میں داہر کی دو بیٹیاں بھی سپاھیوں کے قبضہ میں آ گئیں (۲) -

[اس طرف] محمد بن قاسم نے اس اندیشہ سے کہ ممکن ہے داہر یہیں چھپ گیا ہو، اپنے لشکر میں منادی کرائی کہ وہ [کافروں کا] تعاقب نہ کریں، مبادا دشمن کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دے - قیس نے یہ منادی سنی تو تکبیر بلند کی - یہ

---

۱ - فتح نامہ کے مطابق یہ تیر داہر کے گلے میں نہیں بلکہ دل پر لگا تھا اور اس تیر سے وہ ھلاک نہیں ھوا تھا بلکہ اسکے بعد پیادہ ھوکر اس نے جنگ کی تھی اور ایک عرب سوار نے تلوار کے وار سے اسے سر تا گردن دو نیم کر کے ھلاک کیا تھا -

۲ - میدان جنگ سے داہر کی بیٹیاں نہیں بلکہ وہ دو کنیزیں گرفتار ھوئی تھیں کہ جو اسکے ساتھ ھودج پر سوار تھیں -

www.maktabah.org

تکبیر سن کر سارے لشکر نے تکبیر بلند کی ۔ محمد بن قاسم کو جب داھر کے قتل کی خبر معلوم ھوئی تو کچھ بہادروں کو ساتھ لے کر وہ دلدل کے کنارے آیا اور برھمنوں کی نشاندھی پر اس نے داھر کا [۴۴] ناپاک لاشہ باھر نکالا اور اسکا سر قلم کر کے نوک نیزہ پر بلند کیا اور [تصدیق کیلئے] کنیزوں کو دکھایا جنھوں نے اسے شناخت کیا ۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا جسکے مطابق [لشکر اسلام] ساری رات تسبیح و تہلیل میں مشغول رھا ۔ جمعہ کے دن داھر کا سر کنیزوں سمیت اس نے قلعہ کے دروازہ پر بھیجا لیکن اھل قلعہ نے انھیں جھوٹا قرار دیا ۔ البتہ داھر کی بیوی "لاڈی" اپنے شوھر کا سر دیکھتے ھی فصیل سے نیچے کود پڑی (۱) ۔ اسکے بعد قلعہ

---

۱ ۔ فتح نامہ کے بیان کے مطابق رانی لاڈی اور داھر کی دو بیٹیاں برھمنا باد کے قلعہ سے گرفتار ھوئی تھیں (دیکھئے صفحہ ۲۰۶-۲۰۷) اس کے ساتھ ھی ساتھ رانی لاڈی کی گرفتاری کے بارے میں فتح نامہ میں یہ بھی تضاد موجود ھے : ایک جگہ رانی لاڈی اپنی گرفتاری کی داستان خود بیان کرتے ھوئے کہتی ھے کہ "دوران جنگ راجہ داھر نے اپنی ھر بیوی پر ایک چوکیدار مقرر کر کے اسے تاکید کر دی تھی کہ اگر شکست ھو تو ھر محافظ انھیں قتل کر دے ۔ جب کافروں کو شکست ھوئی تو اس موقع پر اس نے خود کو اونٹ سے نیچے گرا کر اور اسلامی لشکر کے نرغہ میں پھنس کر اپنی جان بچائی" ۔ (دیکھئے صفحہ ۱۸۶) ۔ داھر کی بیٹیوں اور رانی لاڈی کی گرفتاری وغیرہ

(بقیہ حاشیہ ص ۵۵ پر

www.maktabah.org

والوں نے دروازہ کھولدیا اور اسلامی فوج نے اندر جا کر بتخانہ کے وسط میں منبر رکھکر جمعہ کی نماز ادا کی۔ [اسکے بعد] مال وخزانہ اور دفینہ قبضہ میں لے کر [۵۴] قیس کے حوالہ کیا اور اسی سال کے ماہ شوال میں جملہ سرحدوں کا مکمل انتظام کر کے داہر کا سر، اسکی بیٹیوں، قیدیوں اور مال غنیمت سمیت قیس کی نگرانی اور دو سو سواروں کی حفاظت میں دارالخلافت کو روانہ کیا (۱)۔

داہر کا عرصہ حکومت تینتیس سال اور برھمن خاندان کی حکومت کا کل زمانہ بیانوے سال کا تھا۔

روایت ہے کہ داہر کے قتل ہو جانے کے بعد تھرڑی (۲) کے گرد و نواح کے سمہ [قبائل کے] لوگ جمع ہو کر ڈھول اور شہنائیاں بجاتے [محمد بن قاسم کی] خدمت

(بقیہ حاشیہ ص ۵۰)

کے متعلق واقعات کو بے حد چھان بین کے بعد فاضل ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ضعف روایت اور تضاد بیاناتؑ کے پیش نظر، غیر مصدقہ ، غیر معتبر اور غیر تاریخی قرار دیا ہے (دیکھئے حاشیہ فتح نامہ ص ۱۸۶، ۲۰۶-۲۰۷)۔

۱۔ فتح نامہ کے مطابق داہر کا سر "صارم بن ابی صادم" ہمدانی کے حوالہ کیا گیا تھا۔ اور اسکے ساتھ قبیلہ بنی قیس کے ذکوان بن علوان بکری ، یزید بن مخالد ہمدانی ، زیاد بن الحواری العبدی اور دیگر افراد بھیجے گئے تھے۔ دیکھئے صفحہ ۱۸۷۔

۲۔ فتح نامہ میں یہ نام "ساوندی" تحریر کیا گیا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۲۱۷-۲۱۸۔

www.maktabah.org

میں حاضر ھو کر رقص کرنے لگے ۔ محمد بن قاسم نے دریافت کیا کہ "یہ کون لوگ ھیں اور کیا کرتے ھیں؟" ۔ بتلایا گیا کہ "ھماری رسم ھے کہ جب کسی بادشاہ کو فتح حاصل ھوتی ھے تو اسکی خوشی ھم اسی طرح مناتے ھیں" اسکے بعد وہ خود پر محصول مقرر کرا کے واپس ھوگئے ۔ علی بن محمد بن عبدالرحمان، سلیطی کے مشورہ پر دیگر بھاٹیہ، لوھانہ، سہتا، چنڈ، ماچھی اور کوریجہ [قبائل کے] لوگ بھی سر و پا برھنہ حاضر ھوئے ۔ انہیں بھی امان دیکر ان پر [یہ ذمہ] رکھا کہ لشکر اسلام کے لوگ جب بھی دارالسلام (۱) سے آئینگے یا اسطرف جائینگے تو یہ لوگ انکی رھبری کرینگے (۲)۔ [۳۶] اسکے بعد محمد بن قاسم، داھر کی بہن کو، جسے اس نے ملک کے زوال کے خوف سے اپنی زوجیت میں لیا تھا، حجاج کی اجازت سے اپنے نکاح میں لایا (۳) اور پھر دوسرے مقامات کی تسخیر

---

۱ ۔ وہ ملک جہاں مسلمانوں کی حکومت ھو یہاں مراد ھے شام و عراق سے ۔

۲ ۔ فتح نامہ میں اس موقع پر لوھانہ اور بھاٹیہ قبائل کی آمد کا ذکر نہیں ھے ۔ البتہ میر معصوم نے تاریخ معصومی صـ ۲۷ پر یہ ذکر کیا ھے لیکن اس میں بھی "بھاٹیہ" قبائل کا ذکر نہیں ھے اور ان کی بجائے ھالیر (شاید "ھالہ") قوم کا بیان ھے ۔ خبر نہیں میر قانع یا میر معصوم کا ماخذ کیا ھے ۔

۳ ۔ فتح نامہ کے مطابق داھر کی بہن "رانی بائی" راور کے قلعہ میں ستی ھوگئی تھی ۔ (دیکھئے صـ ۱۹۳-۱۹۵ ۔ اس کے

[بقیہ حاشیہ صـ ۵۷ پر]

www.maktabah.org

کی طرف متوجہ ھوا ۔

اسی زمانہ میں یعنی سنہ ۹۴ھ کے اوائل میں خبر ملی کہ داھر کے بیٹے قلعہ "اسکلندہ"(۱) میں جمع ھو کر اپنی خود مختاری کا نعرہ بلند کر رہے ھیں (۲)۔ [چنانچہ] محمد بن قاسم اس طرف روانہ ھوا۔[۴۷] اور اس قلعہ کو محصور کر کے جنگ کے بعد پوری طرح قبضہ میں لے کر بتخانہ کو توڑ کر وھاں مسجد کی بنیاد رکھی۔ وھاں کے باشندوں پر جزیہ مقرر کیا اور اسی طرح برھمن آباد بھی فتح کیا۔

[بقیہ حاشیہ ص ۵۶]

علاوہ فتح نامہ میں یہ بھی تضاد موجود ہے کہ محمد بن قاسم نے امیرالمومنین کی اجازت سے داھر کی دوسری بیوی "لاڈی" سے نکاح کیا تھا ۔ اس واقعہ کو بھی روایت کے غیر مصدقہ اور غیر تاریخی ھونے کی وجہ سے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے غلط قرار دیا ہے۔ (دیکھئے حاشیہ فتح نامہ ص ۱۸۵)۔

۱ ۔ نسخہ "ن" میں "اسکندہ" ہے ۔

۲ ۔ فتح نامہ میں داھر کے صرف تین بیٹوں کا پتہ چلتا ہے ۔ ایک "جیسیہ" جو میدان جنگ میں اپنے باپ کے ساتھ تھا اور پھر وزیر "سیاکر" کے مشورے پر برھمناباد میں مقیم ھو گیا تھا اور وھاں سے پھر جیسلمیر اور چتور وغیرہ چلا گیا تھا ۔ (دیکھئے صفحات ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۲)۔ دوسرا "قوفی" یا "گوپی" جو اروڑ کے قلعہ میں تھا اور وھاں سے فرار ھو کر اپنے بھائی جیسیہ کے پاس "چتور" چلا گیا تھا ۔ (دیکھئے ص ۲۲۴) ۔ تیسرا داھر کا بیٹا "وکیہ" تھا جس

[بقیہ حاشیہ ص ۵۸ پر]

www.maktabah.org

کہتے ہیں کہ ایک دن محمد بن قاسم بیٹھا ہوا تھا کہ تقریباً ایک ہزار برھمنوں کا گروہ سر اور داڑھی مونچھیں منڈوائے ہوئے لشکر گاہ میں آیا ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اپنی رسم کے مطابق سردار کے سوگ میں انھوں نے یہ حال

[بقیہ حاشیہ ص ۵۷]

کا سندھ کے کسی بھی میدان جنگ میں ذکر نہیں آیا ۔ وہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ چتور میں موجود تھا ۔ (ص ۲۲۴) ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاید کمسن تھا اور جنگ کرنے کے قابل نہ تھا ۔ رہ گیا قلعہ "اسکلندہ" تو وہ علاقہ بھاٹیہ" کا (غالباً ریاست بھاولپور کے قریب) ایک اہم اور مضبوط قلعہ تھا ۔ محمد بن قاسم نے یہ قلعہ ، اروڑ کی تسخیر کے بعد ملتان جاتے ہوئے راستہ میں فتح کیا تھا ۔ (دیکھئے فتح نامہ ص ۲۳۶-۲۳۷) ۔ ان حقایق کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ بیان صرف میر قانع کی اختراع ہے ۔ بلاذری ص ۲۲۸-۲۲۹ پر لکھتا ہے کہ محمد بن قاسم کے مقابلہ پر شکست کھا کر ادھر ادھر بھاگ جانے والے سندھ کے راجے اس کے سندھ سے چلے جانے کے بعد دو بارہ واپس آگئے اور آکر اپنے اپنے ملکوں پر قابض ہوگئے ۔ ان میں داھر کا بیٹا "جیسیہ" بھی شامل تھا جس نے آکر برھمناباد پر قبضہ کیا ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں "جیسیہ" اور اُن راجوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے نام عربوں جیسے رکھ لئے ۔ "ھشام بن عبدالملک" کے عہد میں "جنید بن عبدالرحمان" مری سندھ کا گورنر مقرر ہو کر آیا ۔ جس سے "جیسیہ" کی ان بن ہو گئی ۔ فریقین کے درمیان

[بقیہ حاشیہ ص ۵۹ پر]

www.maktabah.org

بنایا ہے ۔ [محمد بن قاسمؒ نے] ان سب کو بلا کر داھر کی بیوی لاڈی کے مشورہ پر قدیم دستور کے مطابق ملک کے نواحی علاقوں کا محصول وصول [۴۸] کرنے پر مامور کیا ۔ وہ جب مانوس ہوئے تو انھوں نے عرض کی کہ "ہم بت پوست قوم کے فرد ہیں ۔ ہماری قوم کا گذارہ بت خانوں کی مجاوری پر موقوف ہے ۔ اب جس صورت میں ہم اطاعت قبول کرکے جزیہ ادا کرنے لگے ہیں اس صورت میں ہمیں دوسرے مقامات پر بت خانے تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے (۱) اس کے لئے ہم

[بقیہ حاشیہ ص ۵۸]

زبردست جنگ ہوئی ، جس میں "جیسیہ" قتل ہوگیا ۔ "جیسیہ کے بھائی چچ بن داھر نے چاھا کہ جاکر یہ حال خلیفہ سے بیان کرے ۔ لیکن جنید نے اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا ۔ "جیسیہ" نے واقعی صدق دل سے اسلام قبول کیا تھا یا محض جان بچانے کے لئے ، اس پر مورخوں میں اختلاف ہے ۔ البتہ اس بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ "چچ" نامی داھر کا ایک چوتھا بیٹا بھی تھا ۔

۱ ۔ چچ نامہ ص ۲۱۲-۲۱۳ پر واضح ہے کہ جب مسلمانوں نے برھمناباد کا قلعہ فتح کیا اور جنگ میں وھاں کا بتخانہ منہدم ہوگیا تو لوگوں نے خوف سے بت پرستی ترک کردی تھی ۔ جس کی وجہ سے برھمنوں کا روز گار بند ہوگیا تھا ۔ چنانچہ انھوں نے محمد بن قاسم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ وہ لوگوں کو ھدایت کرے کہ وہ قدیم دستور کے مطابق برھمنوں کو خیر خیرات دیتے رھیں اور

[بقیہ حاشیہ ص ۶۰]

www.maktabah.org

خلیفه کے اقبال کے دعا گو رهیں گے۔" محمد بن قاسم نے حجاج کو مطلع کرنے اور خلیفه کی اجازت حاصل کرنے کے بعد انهیں پرانی رسموں کو عمل میں لانے کی اجازت دے دی۔ اس کے ساتھ یه حکم بھی جاری کیا که دوسرے هندوؤں سے امتیاز ظاهر کرنے کے لئے برهمن پیتل کے چھوٹے برتن بنوائیں اور هر صبح انهیں هاتھ میں لے کر گداگری کے لئے هر ایک کے دروازه کے سامنے سے گذریں۔ اسی دن سے یه رسم بن چکی هے که برهمن هاتھ میں پیاله لے کر خیرات وصول کرنے کے لئے هر ایک کے دروازه پر جاتے هیں اور فائده حاصل کرتے هیں۔[۳۹]

روایت هے که جب حجاج، اسکلنده اور برهمنا باد کے قلعوں کی فتوحات سے واقف هوا تو اس نے محمد بن قاسم کو لکھا که "جب خدا کے فضل سے داهر اور اس کے ملک پر غلبه حاصل هوگیا هے تو اب اس کے پایه تخت پر قبضه حاصل کرنا چاهئے۔ دوسرے صرف اسی پر اکتفا نه کرنا چاهئے بلکه مشرق کی طرف متوجه هو کر هندوستان کی طرف رخ کرنا چاهئے۔ دین محمدی کی برکت هر مقام پر مسلمانوں کی

[بقیه حاشیه ص- ۵۹]

دو باره بت خانے تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے۔ ملک کے عام لوگوں نے بھی اس بات کی تائید کی جس پر محمد بن قاسم نے حجاج کی منظوری حاصل هوجانے پر انهیں شکسته بت خانوں کی تعمیر کی اجازت دیدی۔ اس بیان سے ظاهر هے که میر قانع کا یه لکھنا که انهیں "دوسرے مقامات پر نئے بت خانے" تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی محض مغالطه هے۔

www.maktabah.org

معاون ہوگی ۔"

اس تحریر کے مطابق محمد بن قاسم نے اروڑ کا قصد کیا ۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ "فوفی" نامی داھر کا ایک بیٹا اروڑ میں استقلال کے ساتھ مقیم ہے ۔ اور داھر کے قتل ہوجانے پر یقین نہ رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ لشکر سے چھپ کر ھندوستان کی طرف چلا گیا ہے اور عنقریب ھی [وھاں سے زبردست] لشکر ساتھ لا کر انتقام لے گا ۔ اس پر اسے اس حد تک یقین ہے کہ اس کے سامنے جو بھی داھر کے قتل ھوجانے کی خبر بیان کرتا ہے اسے وہ قتل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی شخص اس کے سامنے یہ حقیقت ظاھر نہیں کر سکتا ۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے دو بھائیوں "جیسیہ" اور "وکیہ" کو بھی جو افراتفری میں ادھر ادھر منتشر ھوگئے تھے اپنے پاس بلا لیا ہے (۱) ۔ یہ باتیں معلوم کرکے [محمد بن قاسم] فی الفور اس طرف متوجہ ھوا اور قلعہ اروڑ کا محاصرہ کرکے داھر کی بیوی لاڈی کو اپنے شوھر کے مر جانے کی خبر ظاھر کرنے کے لئے قلعہ کے دروازے پر بھیجا ۔ [اھل قلعہ نے] اسے جھوٹا قرار دیتے ہوئے اینٹ اور پتھر مارے اور کہا کہ "تو ان گائے خوروں سے مل گئی ہے ۔" اس پر محمد بن قاسم نے محاصرے کو تنگ کرنے کی کوشش کی ۔ اھل اروڑ کچھ ھی عرصہ میں عاجز آ کر باھر نکلنے کی فکر کرنے لگے ۔ [۵۰]

---

۱ - یہ بیان بھی میر قانع کی اختراع معلوم ھوتا ہے کیونکہ اس کے لئے اس نے کسی سند کا حوالہ نہیں دیا ۔ فتح نامہ میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو بھی اروڑ میں بلا لیا تھا ۔ دیکھئے فتح نامہ صفحہ ۲۲۱ ۔

www.maktabah.org

فوفی کو یہ اندازہ ہوگیا کہ اب اس کا انتظام قایم نہ رہ سکے گا لیکن چونکہ وہ غلط وہم میں مبتلا تھا اس لئے دستبردار ہوجانا بھی مشکل معلوم ہوتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ وہاں ایک جادوگر عورت رہا کرتی تھی چنانچہ اس نے اس سے داہر کا حال بیان کرنے کی التجا کی ۔ ساحرہ نے جسے ان دنوں جوگن کہتے تھے اس کے لئے ایک رات کی مہلت طلب کی ۔ یہ رات گذرنے کے بعد اس نے ایک ہاتھ میں اخروٹ اور دوسرے ہاتھ میں موچ کی ہری ٹہنیاں لئے ہوئے فوفی کے پاس آ کر کہا کہ "سراندیپ تک میں نے زمین کا چپہ چپہ تلاش کیا ہے ثبوت کے لئے یہ ٹہنیاں لائی ہوں ۔ اگر داہر زندہ ہوتا تو مجھے ضرور نظر آتا ۔ چنانچہ اب اس کے زندہ رہنے کا خیال دل میں نہ لا اور خواہ مخواہ خود کو برباد نہ کر" ۔ اس ساحرہ سے داہر کے مرجانے کی خبر کی تصدیق حاصل کرکے "فوفی" راتوں رات قلعہ سے باہر نکل کر اپنے مذکورہ بھائیوں کے پاس بھاگ گیا ۔ صبح کے وقت علافیوں نے یہ حال محمد بن قاسم کو لکھ کر اپنے لئے امان طلب کی اور اہل قلعہ کو دروازہ کھولنے کی ہدایت کی (۱) ۔ [چنانچہ]

---

۱ ۔ یہ واقعہ بھی میر قانع کی اپنی اختراع ہے جس کے لئے کوئی سند نہیں بیان کی گئی ۔ فتح نامہ جو عربوں کی فتوحات کے بارے میں مستند ترین ماخذ ہے اس میں صرف یہ ہے کہ علافیوں میں سے ایک شخص نے جو فوفی کی رفاقت میں اروڑ میں مقیم تھا، فوفی کے چلے جانے کا حال لکھ کر تیر کے ذریعہ باہر پھینکا کہ "فوفی بن داہر

[بقیہ حاشیہ ص ۔ ۶۳]

www.maktabah.org

محمد بن قاسم اپنے لشکر ظفر کے ساتھ [۵۱] شہر میں داخل ہوا اور خلقِ کثیر کو ایک مندر کے دروازہ پر سجدہ میں گرا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ "یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" معلوم ہوا کہ "بت کو سجدہ کر رہے ہیں۔" بت خانہ کے اندر جا کر اس نے دیکھا کہ ایک انسانی بت گھوڑے کے مجسمہ پر سوار ہے۔ [وہ سمجھا کہ یہ کوئی سچ مچ کا آدمی ہے چنانچہ] اس نے تلوار نکال کر چاہا کہ اس پر وار کرے کہ مجاور چیخ اٹھے "یہ زندہ انسان نہیں بت ہے" [اور یہ کہہ کر] وہ محمد بن قاسم سے دور ہٹ گئے۔ [محمد بن قاسم نے] بت کے قریب جا کر اس کے ایک ہاتھ سے کنگن اتار لیا اور پھر مجاوروں سے کہا کہ "تمہارے بت کے ایک ہاتھ میں کنگن نہیں ہے اس سے پوچھو کہ وہ کہاں گیا؟" [مجاوروں نے] جواب دیا کہ بت کو اس کی کیا خبر!" اس نے کہا کہ "تم لوگ بھی عجیب معبود کی پرستش کرتے ہو جو اپنے حال کی بھی خبر نہیں بیان کرسکتا!" یہ سن کر [مجاوروں نے] شرم سے گردنیں جھکا لیں۔

نقل ہے کہ قیدیوں میں سے ایک شخص نے اپنے قتل کا حکم دیئے جانے پر کہا کہ "میں ایک ایسا عجوبہ دکھاؤنگا

[بقیہ حاشیہ صہ ۶۲]

اروڑ کی حکومت سے دستبردار ہوکر کسی طرف چلا گیا ہے" ۔ شاید اسی کی بنیاد پر میر قانع نے ایک علافی کو، علافیوں سے تعبیر کرکے ان کے امان طلب کرنے اور اہل قلعہ کو دروازہ کھولنے کی ھدایت دینے کے الفاظ کا اضافہ شامل کر دیا ہے۔

www.maktabah.org

کہ جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے اور میرے تابعداروں کو امان نامہ لکھ کر دو" [مسلمانوں نے] خیال کیا کہ وہ شاید کوئی مدفون خزانہ دکھائے گا، چنانچہ اس کے کہنے کے مطابق انھوں نے دو سو افراد کو نام بنام امان نامہ لکھ دیا ۔ یہ [۵۲] امان نامہ ہاتھ میں لیتے ہی اس نے فوراً داڑھی کو منہ میں دبایا اور سر کے بال کھول کر اور گردن کو توڑ مروڑ کر پیروں کے درمیان میں کرکے زور زور سے ناچنا شروع کیا (۱) ۔ پھر منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکالنے لگا اور ایسی حالت طاری کی کہ سارے دیکھنے والے قہقہہ مار کر ہنسنے لگے ۔ جب یہ [سوانگ اس نے] ختم کیا تو محمد بن قاسم نے کہا کہ "یہ سوانگ کس لئے ہے؟ جس عجیب چیز کا وعدہ کیا ہے اٹھ کر وہ دکھا" اس نے جواب دیا کہ "کہ کیا یہ عجیب شے کم ہے؟ میرے پاس تو یہی عجوبہ تھا جو میں نے دکھایا"۔ [اس پر] محمد بن قاسم کے دوستوں نے کہا کہ یہ مذاق کرتا ہے اس لئے عہد نامہ اس سے واپس لینا چاہیئے ۔ [لیکن محمد بن قاسم نے] کہا کہ قول قول ہے ۔ جو زبان پر آ چکا ہے اس سے گریز نہ ہوگا (۲) [۵۳]

۱ - چچ نامہ صفحہ ۲۲۷ پر ہے کہ اس شخص نے امان نامہ لے کر اپنی داڑھی پر ہاتھ مارا اور داڑھی کے بال کھولکر اسکے سرے پیر کی انگلیوں میں باندھ کر ناچنے اور یہ بیت گانے لگا:

کس ندیدہ است این عجب کہ مرا ست
موی ریشم ھمی کشان تا پا ست

۲ - چچ نامہ صفحہ ۲۲۸ پر یہ اضافہ بھی شامل ہے کہ اسکے بعد

[بقیہ حاشیہ ص ۶۵ پر]

www.maktabah.org

قصه کوتاه ، جب [ملک کا] پایه تخت اروڑ بھی قبضه میں آگیا اور حالات سے پوری طرح تسلّی حاصل ہوئی تو اس نے عام لوگوں کے ساتھ احسان کا سلوک جاری کرکے انھیں اپنے کاروبار اور روزگار میں مشغول ھو جانے کی اجازت دیدی ۔ [اس کے بعد] "احنف بن قیس بن رواح" اسدی کو اروڑ کی گورنری(۱) پر ، "موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن محمد بن شیبان بن عثمان" ثقفی (۲) کو قضا اور خطابت کے عہدہ

[بقیه حاشیه ص- ۶۴]

بعد محمد بن قاسم نے اس شخص کو اسکے دو سو عزیزوں سمیت قید کرکے حجاج کو اس واقعه سے با خبر کیا حجاج نے ایک جانب تو یه سوال کوفه اور بصره کے عالموں کے سامنے پیش کیا اور دوسری طرف خلیفه وقت ولید بن عبدالملک کو اطلاع دی ۔ علما اور خلیفه کا یہی جواب موصول ھوا که ایسے معاملات خود اصحاب کرام کے زمانه میں فیصل ھو چکے ھیں ۔ قرآن پاک کی آیت ھے که "رجال صدقوا ما عاھد والله علیه" چنانچه حجاج کے پاس سے اس حکم کے آتے ھی محمد بن قاسم نے اس شخص کو جمله متعلقین کے ساتھ آزاد کردیا ۔

۱ - اروڑ کی گورنری پر احنف بن قیس کو نہیں بلکه اسکی اولاد میں سے ایک شخص "رواح بن اسد" کو مامور کیا گیا تھا۔ دیکئیے فتح نامه صفحه ۲۳۴-۲۳۵ ۔

۲ - اصل متن میں "طائی بن شیبان" لکھا ھے جو غلط ھےصحیح "طائی بن محمد بن شیبان ۔ الخ" ھے ۔ دیکھئیے فتح نامه ص-۲۳۵

[بقیه حاشیه ص- ۶۶ پر]

www.maktabah.org

پر ، "وداع بن حمید" نجدی کو برھمن آباد کی امارت پر ، "نوبہ بن دارس" کو قلعہ راور کی نیابت پر ، "ھذیل[۵۴] بن سلیمان" الازدی(۱) کو کورج (۲) کی امارت پر اور "حنظلہ بن اخی بنانہ" کلائی کو دھلیلہ کی حکومت پر مامور کیا - اس کے بعد خود ملتان کی طرف روانہ ھوا - راستہ میں بھاٹیہ (۳) کا قلعہ بھی

(بقیہ حاشیہ صـ ۶۵)

خود تحفۃ الکرام کے صفحہ ۲۷ پر میر قانع نے بھی مذکورہ قاضی کے پر ہونے کا شجرہ نسب اس طرح لکھا ھے :
اسماعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن طائی بن یعقوب بن طائی بن موسیٰ بن محمد بن شہاب بن عثمان الثقفی -
یہاں موسیٰ کے بعد لفظ "بن" زائد ھے -نسخہ "ک" میں "موسیٰ بن طائی" کی بجائے "موسیٰ طائی" لکھا ھے جو زیادہ درست معلوم ھوتا ھے ، کیونکہ "طائی" لفظ "موسیٰ" کی صفت نسبتی ھے لیکن کاتبوں نے شاید غلطی کی وجہ سے طائی اور موسیٰ کو دو مختلف افراد تصور کرتے ھوئے انکے درمیان لفظ"بن" کا اضافہ کردیا ھے-آگے چل کر دوسرے "طائی" کے بعد پھر "بن موسیٰ" کا اضافہ کیا گیا ھے، جسکے متعلق کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی - "شیبان" کو بھی اس میں "شہاب" کہا گیا ھے - و اللہ اعلم کہ اس میں کیا درست اور کیا غلط ھے - عثمان الثقفی سے مراد شاید وھی عثمان بن ابی العاص ثقفی ھے کہ جس نے بحرین کی گورنری کے زمانہ میں اپنے بھائی ، مغیرہ بن ابی العاص کو بحرین کی راہ سے دیبل پر فوج کشی کے لئے بھیجا تھا -

۱ - اصل متن میں "ھذیل بن الازدی" جو غلط ھے - شاید

[بقیہ حاشیہ صـ ۶۷ پر]

www.maktabah.org

فتح کیا - بھاٹیہ کے قلعہ کا والی "ککسہ بن چندر بن سیلائج" تھا - جو د ر کے پاس سے فرار ھو کر وھاں رھنے لگا تھا - چنانچہ وہ آکر خدمت میں حاضر ھوا - اس کے بعد قلعہ "سکہ" کو فتح کر کے اور "عتبہ بن سلمہ" تمیمی (۱) کو وھاں مامور کر کے ملتان گیا اور اس کو گرد و نواح کے قلعوں سمیت فتح کیا - پھر "خزیمہ بن عبدالملک بن تمیم" (۲) کو [۵۵] قلعہ برھمپور (۳)

[بقیہ حاشیہ صـ ۶۶]

کتابت کی غلطی کی وجہ سے لفظ "سلیمان" درمیان سے حذف ھو گیا ھے - (دیکھئے فتح نامہ صـ ۲۱۸) -

۲ - یہ "گورج" شاید لفظ "کیرج" کی بگڑی ھوئی شکل ھے جو گجرات کے "کیرہ" کا معرب سمجھنا چاھئے - لیکن محمد بن قاسم نے یہ کیرج فتح نہیں کیا تھا - ھذیل بن سلیمان الازدی کو صرف کَچھ کی سرحدوں پر مامور کیا گیا تھا -و کیرج کے بادشاہ کے زیر اقتدار تھیں اور مسلمانوں نے بعد میں اسے فتح کرلیا تھا - اس بارے میں فتح نامہ کی عبارت قطعی واضح ھے (ملاحظہ ھو فتح نامہ صـ ۲۱۸) -

۳ - اصل متن میں "بابیہ" ھے جو غلط ھے - یہ بھاٹیہ غالباً موجودہ ریاست بھاولپور کے قریب واقع تھا -

---

۱ - اصل متن میں "عتبہ بن تمیمی" ھے جو غلط ھے - (ملاحظہ ھو فتح نامہ صـ ۲۳۷) - اسی صفحہ پر یہ بھی واضح ھے کہ محمد بن قاسم نے عتبہ کو اسکلندہ کے قلعہ کا والی بنایا تھا "سکہ" کا نہیں -

[بقیہ حاشیہ صـ ۷۸ پر]

www.maktabah.org

میں اور "داؤد بن نصر بن ولید" عمانی کو ملتان میں مقرر کر کے خود دیبالپور (۱) پر حملہ آور ہوا ۔ اس موقع پر مذکورہ مقامات پر مامور فوج کے علاوہ تقریباً پچاس ہزار سوار اور پیادے اس کے جھنڈے کے نیچے موجود تھے ۔ بالاخر کشمیر اور قنوج کی سرحدوں تک [کے ممالک] فتح کر کے اور سرو کے دو درخت لگوا کر اس نے داھر کے ملک (۲) کی حد مقرر کی اور ہر مقام پر معتمد افراد معین کر کے "ادھے پور" واپس آیا اور یہاں تقدیر اس کی زندگی کے پیچھے پڑ گئی ۔

محمد بن قاسم کی وفات کا ذکر

محمد بن قاسم کے انتقال کے واقعہ کی حقیقت اس طرح ھے کہ جب داھر کی دو بیٹیاں "پرمل دیو" اور "سورج دیو" جو ھودج میں اس کے همراہ تھیں (۳) خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ، [۵٦] تو خلیفہ نے ان کا حسن بے نظیر دیکھ کر

[بقیہ حاشیہ ص ٦٧]

۲ - فتح نامہ کے ص ۲۴۱ میں "خریم بن عبدالملک تمیمی" لکھا ہوا ھے ۔ نسخہ "ر" اور "م" میں "بن تمیم" ھے واللہ اعلم ۔

۳ - اصل متن میں "مهپور" ھے جو کتابت کی واضح غلطی ھے ۔ امیر محمد بن قاسم نے "خریم بن عبدالملک" کو "برهمپور" کے قلعہ پر مامور کیا تھا جو دریائے جہلم کے کنارے واقع تھا اور جسے "سوپور" بھی کہا جاتا ھے ۔ (دیکھئے فتح نامہ ص ۲۴۱) ۔

---

۱ - اصل متن میں "دہالپور" ھے ۔ نسخہ "ن" میں "دیبالپور" ھے ۔

(بقیہ حاشیہ ص ٦٩ پر

www.maktabah.org

انھیں اپنے لئے پسند کیا لیکن ان کی وحشت اور بے دلی رفع کرنے کے لئے انھیں حرم کی ھوشیار دائیوں کے حوالہ کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد [خلیفہ نے] ان میں سے ایک کو بستر پر طلب کیا۔ لیکن چونکہ باپ کے قتل کا ناسور اس کے دل میں اب تک رس رھا تھا اس لئے اس نے [خلیفہ سے] کہا کہ "ہم خلیفہ کے لائق نہیں ھیں کیونکہ محمد بن قاسم ھمیں تین رات اپنے استعمال میں لاچکا ھے" یہ سنتے ھی خلیفہ آگ ھوگیا اور فی الفور اس نے اپنے ھاتوں سے حکم تحریر کیا کہ "محمد بن قاسم کو یہ حکم ملتے ھی خود کو کچے چمڑے میں بند کرا کے ھمارے حضور میں حاضر ھونا چاھئے" ۔ محمد بن قاسم کو یہ حکم ادھے پور میں ملا ۔ تقدیر الہیٰ یہی تھی اس لئے تعمیل حکم میں خود کو چمڑے میں بند کرا کے وہ روانہ ھوا اور تین ھی دن بعد راستہ میں فوت ھوگیا ۔ اس کے بعد اس کی لاش کو صندوق میں بند کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا

[بقیہ حاشیہ ص ۶۸]

۲ ۔ اصل متن میں "داھر را حد مشخص نمودہ" ھے ۔ لیکن اس میں داھر سے پہلے لفظ "ملک" غالباً کاتب کی غلطی سے حذف ھوگیا ھے کیونکہ دوسری صورت میں جملہ کا مفہوم مہمل ھوجاتا ھے ۔

۳ ۔ ھودج میں راجہ داھر کی بیٹیاں نہیں بلکہ کنیزیں تھیں ۔ (ملاحظہ ھو فتح نامہ ص ۱۷۸-۱۷۹) اور یہی دونوں کنیزیں داھر کے قتل ھونے کے وقت میدان جنگ سے گرفتار ھوئی تھیں ۔ (دیکھئے فتح نامہ ص ۲۰۷) ۔

www.maktabah.org

گیا (۱) - جس نے فوراً ان دونوں بہنوں کو بلا کر [اس کی لاش] دکھا کر کہا کہ "میرا حکم دیکھو" - دونوں بہنیں [یہ سنکر] بے اختیار ھنس پڑیں اور کہنے لگیں "خلیفہ کے حکم کے جاری ہونے میں تو قطعی کوئی شبہ نہیں لیکن اس کے عدل اور عقل میں بڑا فتور دکھائی دیتا ھے۔ کیونکہ ایسا شخص جو ھمارے بھائی باپ کے برابر تھا محض ھم دشمنوں کے بہتان پر، سچ اور جھوٹ کی تحقیق کے بغیر ھی ھلاک کردیا گیا - [۵۷] ھمارا مقصد تو صرف اپنے باپ کا قصاص لینا تھا - اس سے محمد بن قاسم کی کم عقلی بھی ظاھر ھوتی ھے کیونکہ اسے چاھئے تھا کہ حکم کے مطابق وہ روانہ ھو جاتا اور جب ایک منزل باقی رہ جاتی تو اس وقت خود کو کچے چمڑے میں بند کراتا تاکہ یہاں تک زندہ پہونچتا اور ھماری سچی شہادت پر اس کی جان بچ جاتی - خلیفہ نے پشیمان ھوکر ان دونوں بہنوں کو زندہ دیوار میں چنوا دینے کا حکم دیا - اور بعضوں کا کہنا ھے کہ انھیں ھاتھی کے پیروں میں بندھوا کر بازاروں میں گھسٹوا کر مروا ڈالا - [۵۸]

—*—

۱ - اس قصہ کی بنیاد فتح نامہ کی فرضی روایتوں پر ھے جو قطعی غلط اور بے بنیاد ھیں - در اصل محمد بن قاسم خلیفہ ولید کی وفات کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی سیاسی عداوت کا شکار ھوا تھا تفصیل و تحقیق کے لئے ملاحظہ ھو ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کا فتح نامہ کے اردو ترجمہ کے آخر میں شامل کیا ھو نوٹ -

www.maktabah.org

تیسرا باب

خلفائے بنوامیہ کے گورنروں کا طبقہ (۱)

جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو مذکورہ دستور

---

۱ - محمد بن قاسم کے بعد خلفائے بنی امیہ کے جو گورنر سندھ میں آئے ان کے نام حسب ذیل ھیں :

۱- یزید بن ابی کبشۃ سکسکی (سلیمان بن عبدالملک کے عہد حکومت میں سنہ ۹۶ھ تا سنہ۹۹ھ) صرف اٹھارہ دنوں کے لئے -

۲ - حبیب بن المھلب بن ابی صغرہ (سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں) -

۳ - عمرو بن مسلم الباھلی (عمر بن عبدالعزیز سنہ ۹۹ھ تا سنہ ۱۰۱ھ کے عہد میں) -

۴ - ھلال بن احوز تمیمی (یزید بن عبدالملک سنہ ۱۰۱ھ تا سنہ ۱۰۵ھ کے زمانہ میں) -

[بقیہ حاشیہ صـ ۱۷۲ پر]

www.maktabah.org

کے مطابق "احنف بن قیس بن رواح اسدی" اروڑ کا گورنر رہا اور باقی ماندہ دوسرے عمال بھی [۵۹] بیان کردہ تقرریوں کے مطابق اپنے اپنے مقامات پر حکومت کرتے رہے - دو سال بعد ہندوستان کے لوگ باغی ہوگئے - البتہ دیبالپور کی سرحد سے لے کر ساحل سمندر تک کا ملک اسلامی گورنروں کے قبضہ میں رہا -

کچھ عرصہ کے بعد "ابوحفص قتیبه بن مسلم" حجاج کی جانب سے مامور ہو کر آیا (۱)، اور جو لوگ اسلام کے شرف

[بقیه حاشیه ص ۷۱]

۵ - جنید بن عبدالرحمان المری (هشام بن عبدالملک سنه ۱۰۵ھ تا سنه ۱۲۵ھ کے زمانه میں) -

۶ - تمیم بن زیدالعتبی (هشام بن عبدالملک کے مذکوره عهد میں) -

۷ - حکم بن عوانه کلبی (هشام بن عبدالملک کے عهد میں] -

۸ - عمرو بن محمد بن القاسم (هشام بن عبدالملک کے زمانه میں) -

۹ - یزید بن عرار (ولید بن هشام سنه ۱۲۵ھ تا سنه ۱۲۶ھ کے عهد میں) -

۱۰ - منصور بن جمهور الکلبی (بنی امیه کے آخری، خلیفه مروان الحمار سنه ۱۲۷ھ تا سنه ۱۳۲ھ کے میں) -

(ڈاکٹر داؤد پوته کی تاریخ معصومی میں مندرجه تعلیقات صفحات ۲۶۶-۲۶۷ میں معمولی رد و بدل کے ساتھ)

۱ - میر علی شیر قانع کا یه کهنا غلط ھے که محمد بن قاسم

[بقیه حاشیه ص ۷۳ پر]

www.maktabah.org

سے مشرف نہ ہوئے تھے ان پر جزیہ عاید کرکے اور یہاں اپنے نائب مقرر کرکے خراسان چلا گیا - اس کے بعد حجاج کی طرف سے فوراً ھی تمیم بن زید آیا - اس کے بعد خلیفہ سلیمان کی جانب سے عامر بن عبد اللہ کو سند کی گورنری عطا ہوئی - سنہ ۱۰۰ ھ میں خلیفہ "عمر بن عبدالعزیز" (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے عمرو بن مسلم محاذ ہند پر آیا اور اس نے آکر کچھ حصے فتح کرکے سندھ کے بعض بادشاھوں کو مسلمان کیا جو خلیفہ "ھشام" کے زمانہ میں دوبارہ مرتد ھو گئے تھے - [۶۰]

جیسا کہ پہلی جلد میں بیان کیا جا چکا ھے سلیمان بن ھشام (۱) مروان کے لشکر سے فرار ھو کر سندھ میں آیا اور

[بقیہ حاشیہ ص ۷۲]

کے بعد حجاج کی جانب سے ابو حفص قتیبہ بن مسلم سندھ کا گورنر ھو کر آیا - اسی طرح تمیم بن زید کا حجاج کی جانب سے آنا بھی قطعی غلط ھے ، کیونکہ تمیم بن زید ھشام بن عبدالملک کے زمانہ میں سندھ کا گورنر ھوا تھا جیسا کہ صفحہ ۶۰ کے حاشیہ میں بیان کیا گیا ھے - یہ بھی یاد رکھنا چاھئے کہ حجاج سنہ ۹۵ ھ ھی میں مرچکا تھا ' یعنی محمد بن قاسم سے ایک سال پہلے - اسی طرح منصور بن جمہور بھی خلفائے بنو امیہ کی جانب سے سندھ پر مامور نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ مروان الحمار کے عہد میں عراق سے بھاگ کر سندھ میں آیا تھا اور سندھ کے حاکم یزید بن عرار کو شکست دے کر سندھ پر قابض ھوگیا تھا - (یعقوبی ص ۳۰۷) -

۱ - میر قانع نے سلیمان بن ھشام کا ذکر پہلی جلد میں

[بقیہ حاشیہ ص ۷۵ پر]

www.maktabah.org

نافرمانی کی وجہ سے یہیں رہ گیا لیکن پھر جب سفاح (۲) تخت

[بقیہ حاشیہ ص ۷۳]

خاندان بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان الحمار کے بیان میں کیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: کہتے ہیں کہ اس کے عہد میں بکر بن وائل قبیلہ کے ایک شخص "ضحاک" نے علم بغاوت بلند کیا اور اس کے لشکر کے دس هزار سپاهیوں نے سلیمان بن هشام کو خلیفہ مقرر کیا۔ سلیمان نے ستر هزار آدمی اکھٹے کئے۔ سخت جنگ کے بعد مروان فتح یاب هوا اور اس نے ابراهیم بن سلیمان اور ~ بن هشام مخزومی کو قتل کر دیا۔ اس جنگ میں دونوں طرف کے تیس هزار آدمی مارے گئے اور سلیمان کے لشکر کے کثیر افراد قید هوئے۔ مروان نے آزاد لوگوں کو قتل کرنے اور غلاموں کو فروخت کرنے کا حکم دیا۔ یہ حال دیکھ کر کتنے هی آزاد لوگوں نے بھی خود کو غلام ظاهر کر کے قتل هونے کی بجائے فروخت هونے کو ترجیح دی۔ سلیمان نے اس کے بعد دوسری مرتبہ پھر لشکر جمع کر کے جنگ کی۔ مگر پھر شکست کھائی۔ اس کے بعد اس نے جا کر ضحاک خارجی کی بیعت اختیار کی اور کوفہ پر قبضہ کر کے موصل کے قریب جا پہنچا۔ مروان نے ضحاک کو قتل کر ڈالا۔ سلیمان بن هشام اور شیبان خارجی موصل کے نواح میں روپوش هوگئے اور پھر وهاں سے خراسان بھاگ گئے۔ شیبان سیستان میں جا کر فوت هوگیا اور سلیمان بن هشام سندھ کی طرف بھاگ آیا اور سفاح کے

[بقیہ حاشیہ ص ۷۵ پر]

www.maktabah.org

خلافت پر متمکن ہوا تو وہ جاکر اس کی خدمت میں حاضر ہوگیا (۱) - [٦٠]

خلفائے بنو امیہ کی حکومت کا دور سنہ ۱۳۲ھ تک رہا - اس طبقہ کی کل مدت حکومت سنہ ۹۳ھ کی ابتدا سے مذکورہ بالا انتہا تک چالیس سال ہے - جب بنو امیہ کے گورنر اتنی مدت تک سندھ پر حکومت کر چکے تو پھر خاندان بنو عباس کے گورنروں کی باری آئی - لیکن ان کے ذکر سے پہلے گذشتہ زمانہ کے کچھ آخری حالات بیان کرنا ضروری ہیں تاکہ یہ نسخہ ادنیٰ و اعلیٰ حالات کا جامع ہو -

مخفی نہ رہے کہ جب سندھ پر بنو امیہ کے گورنر سلطنت کر رہے تھے تو سندھ کے بعض حکمراں محض ظاہر داری کے طور پر وقت کے بادشاہوں کی اطاعت کرتے رہے - ان ہی میں ایک دلو رائے بھی تھا - وہ رائے خاندان کی نسل سے تھا اور

[بقیہ حاشیہ ص ۷۴]

عہد خلافت تک یہیں رہا - اس کے بعد جاکر سفاح کی خدمت میں حاضر ہوگیا، جہاں پہلے تو اس پر نوازشیں کی گئیں لیکن بعد میں قتل کردیا گیا (تحفۃالکرام - تحریر کردہ مصنف - مملوکہ پروفیسر محمد شفیع لاہوری، ورق ۱۰۸)

۲ - ابوالعباس سفاح (۱۳۲-۱۳٦ھ) پہلا عباسی خلیفہ - اسے سفاح (خونریز) اس لئے کہتے ہیں کہ وہ واقعی بڑا خونخوار تھا - خاندان بنو امیہ پر اس نے خاص طور پر بڑے مظالم کئے -

---

۱ - نسخہ "ن" میں یہ اضافہ اور شامل ہے کہ مروان الحمار کی جانب سے ابوالخطاب بھی سندھ پر مامور ہوکر آیا تھا -

www.maktabah.org

شہر "دلور" میں رہا کرتا تھا جو اس کے نام کی مناسبت سے مشہور تھا۔ ایک دوسرا ایسا ہی راجہ "بھنبھور رائے" شہر بھنبھور میں جسے اس نے خود بسایا تھا، رہا کرتاتھا۔ انھی ایام میں ایک بڑا عجیب واقعہ رونما ہوا جس کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے۔

سسی پنھوں کی داستان

دلو رائے کی حکومت میں "تانیہ" نامی ایک برھمن اپنی بیوی "مندھر" کے ساتھ سکھ آرام کے ساتھ "بھانبھر واہ" (برھمنا باد) میں رہا کرتا تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی ایک مدت سے اولاد کی خواهش رکھتے تھے۔ خدا کی قدرت سے ان کے یہاں ایک ایسی خوبصورت بیٹی پیدا ہوئی کہ چاند بھی اسکے حسن پر رشک کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً اسکا طالع قسمت دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک مسلمان کی بیوی بنےگی چنانچہ مذہب کے عار سے انھوں نے دلوں پر پتھر رکھکر اس دُرِ بے بہا کو ایک صندوق کے صدف میں بند کرکے دریا کی پُر شور موجوں میں بہا دیا۔ اتفاق سے دریا کا بہاؤ اس صندوق کو شہر بھنبور کی طرف بہا لایا۔ اس شہر میں [٦٢] "منھیہ" اور بعضوں کے کہنے کے مطابق "لار" نامی ایک دھوبی رھتا تھا جس کے پانچسو شاگرد تھے لیکن اولاد کوئی نہیں تھی۔ جب یہ صندوق بہتا ہوا اس کے شاگردوں کے سامنے سے گذرا تو اسے پکڑ کر وہ استاد کے پاس لے گئے۔ اس نے صندوق کھولا تو دیکھا کہ جیسے برج قدرت پر ایک ماهتاب طلوع ہوگیا ہے۔ [چنانچہ] اس نے اس کا نام سسئی (چاند) رکھ کر اسے اپنی اولاد قرار دیا۔ جب خیر سے وہ جوان ہوئی تو ہر گبرو کے دل میں اس کی محبت کا نشتر چبھنے

www.maktabah.org

لگا اور جس کی بھی نظر اس پر پڑتی وہ اس کا خریدار ھوجاتا ۔ اکثر لوگ اس کے عشق میں اپنا دل گنوا بیٹھے اور وہ جہاں بھی جاتی عشاق اس کے گرد حلقہ بنا لیتے اور اس کے شوق میں پروانہ کی طرح اس کے چاروں طرف منڈلاتے رھتے ۔ اس زمانہ میں کیچ اور مکران کے قافلے تجارت کے لئے اس طرف آیا کرتے تھے۔ انھوں نے جا کر یہ خبر کیچ کے حاکم کے بیٹے پنھوں کو پہونچائی۔ وہ اس کے حسن کی تعریف سنتے ھی اپنا دل کھو بیٹھا اور قافلے والوں کا بھیس بدل کر بھنبھور آیا اور یہاں سسئی کو دیکھتے ھی اس کا دل قابو سے باھر ھوگیا ۔ لیکن قسمت اچھی تھی اس لئے طالب کو بھی اپنے مطلوب کے دل میں جگہ مل گئی اور امید وصال میں اس نے اس کے باپ کی شاگردی اختیار کرکے دھوبی کا بھیس بدلا ۔ (اس عرصہ کے متعدد واقعات ھیں جن کے بیان سے طوالت کے خوف سے احتراز کرتے ھیں) ۔

قصہ کوتاہ، سسئی بھی پنھوں پر بے حد فریفتہ ھوگئی۔ لیکن جیسا کہ دستور ھے ایک سنارن، اپنے مطلب کی خاطر ان دونوں طالب و مطلوب میں جدائی ڈالنے کی فکر میں مبتلا ھوگئی ۔ اس نے پنھوں کو غیرت دلا کر اسے سسئی سے برگشتہ کردیا ۔ اس طرف سسئی نے جو عشق میں صادق تھی خود کو بھڑکتی ھوئی آگ میں سے خالص سونے کی طرح پاک و صاف نکال کر اپنی صداقت ثابت کردی جس پر سب کو عبرت ھوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد طالب کی مطلوب کے ساتھ [۶۳] بحسن و خوبی شادی ھوگئی ۔ اس طرف پنھوں کے باپ نے اس حال سے واقف ھوکر اپنے دوسرے بیٹوں کو حکم دیا کہ "کسی بھی طرح اس دل گم کردہ کو لے آؤ" انھوں نے آکر پنھوں سے ملاقات کی اور مہمان ھوکر رات کے وقت سسئی کو بے خبری

www.maktabah.org

کے عالم میں [سوتا] چھوڑ کر اور پنھوں کو ایک تیز رفتار اونٹ پر سوار کراکے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوگئے ۔ سسئی جب رات کے پچھلے پہر بیدار ہوئی تو اس نے اپنے جاگتے نصیب کی دنیا کو نیند کی بے رحم فوج کے ہاتھوں پامال دیکھا ۔ [جس پر] بے ساختہ وہ اپنے کپڑے پھاڑتی اور چیختی چلاتی تنہا اپنے محبوب کے تعاقب میں روانہ ہوئی ۔ انتہائے شوق میں وہ پا برہنہ پہاڑوں کی پتھریلی راہوں کو روندتی رہی ۔ اس طرح جب مسلسل تقریباً چالیس کوس کا فاصلہ اس نے طے کیا تو ایک مقام پر پیاس سے جاں بلب ہوکر گر پڑی اور جس طرح کوئی عالم سکرات میں ایڑیاں رگڑتا ہے، اس طرح زمین پر پاؤں مارنے لگی ۔ خدا کی قدرت سے اسی وقت وہاں پانی کا ایک لبریز تالاب نمودار ہوگیا ، جس میں سے پانی پی کر وہ دوبارہ تازہ دم ہوگئی ۔ معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ وہ تالاب آج تک پانی سے بھرا رہتا ہے اور قحط سالی کے کیسے ہی سخت زمانے کیوں نہ آئیں، وہ کبھی خشک نہیں ہوتا ۔ اس واقعہ سے قبل سسئی نے رات کو مہندی لگائی تھی اور رواج کے مطابق مہندی کی شاخ ہاتھ میں لے کر سوئی تھی ۔ جاگتے وقت یہ مہندی کی شاخ اس کے ہاتھ میں تھی اور اسی شاخ کو اس مقام پر اس نے بو دیا تھا ۔ قدرت الٰہی سے وہ شاخ پھل پھول کر درخت بن گئی اور آج تک اس شکستہ دل کی یادگار کے طور پر قایم ہے ۔

قصہ مختصر، تازہ دم ہونے کے بعد سسئی وہاں سے آگے بڑھی اور تقریباً چھ سات کوس اور بھی پہاڑی راستہ پر چلتی رہی اس کے بعد پھر پیاس کی شدت میں مبتلا ہوئی ۔

www.maktabah.org

ایک چرواہے نے اسے دور سے دیکھا تو بری نیت کے ساتھ اس کے قریب آیا اور اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا ۔ اس پر سسئی نے [چیخ کر] کہا کہ "اے بیدرد! میں پیاس سے جاں بلب ہوں [٦۴] اور تو مجھ پر مفتون ہو رہا ہے! تجھے پہلے تو میری تشنگی دور کرنی چاہئے" [یہ سن کر] چرواہا تیزی کے ساتھ اپنے گلہ میں گیا تاکہ کچھ دودھ دوہ کر لے آئے۔ اس طرف سسئی اپنے محبوب کی تلاش سے نا امید ہوچکی تھی [چنانچہ] اس نے خود کو جب اس [نئی] مصیبت میں مبتلا دیکھا تو دکھے دل سے بارگاہ الٰہی میں، کہ وہی بے چاروں کا چارہ ساز ہے، فریاد کی اور اس غول بیابانی سے پناہ طلب کی ۔ خدائے پاک کی قدرت سے ایک پہاڑی چٹان میں شگاف پیدا ہوگیا اور جس طرح لعل پتھر کے اندر ہوتا ہے اسی طرح اس دل گرفتہ کو بھی پتھر کے دل میں جگہ مل گئی ۔ البتہ [عام لوگوں کو] عبرت اور محبوب کو پتہ دینے کے لئے اس کی چادر کا پلو باہر رہ گیا ۔ چرواہا جب دودھ لے کر آیا اور آکر قدرت کا یہ تماشا دیکھا تو بے حد پشیمان ہوا اور رسم کے مطابق قبر کی نشان دہی کے لئے اس نے پتھروں کا حصار چن دیا ۔

عشق اور محبت کے مارے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب پنھوں کو اس کے باپ کے پاس لے گئے تو وہاں وہ اس قدر بے چین ہونے لگا کہ اس کے باپ کو اس کے مر جانے کا خوف لاحق ہوگیا [چنانچہ] مجبوراً اس کے بھائیوں کو اس ساتھ روانہ کرکے ہدایت کی کہ "کسی بھی طرح اس کے محبوب کو بھی لے آؤ" ۔ واپسی میں جب [پنھوں] سسئی کی

www.maktabah.org

قبر کے قریب پھونچا تو تازہ نشانات دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ دل کی کشش نے تو اسے اپنے محبوب کا پتہ دے دیا [لیکن] ظاھری ثبوت کے لئے وہ اسباب تلاش کرتا رہا ۔ اتفاقاً مذکورہ بالا چرواھا وقت پر ادھر آ نکلا اور آ کر اس نے مفصل حالات سے باخبر کیا ۔ [اس پر وہ] فی الفور اونٹ سے نیچے اترا اور بھائیوں سے کہنے لگا کہ "[آپ لوگ] کچھ توقف کریں میں اس قبر کی زیارت کر لوں" ۔ اس کے بعد اس نے خود کو اس قبر پر دیوانہ وار گرا کر خداوند کریم و کار ساز کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر وصال محبوب کی التجا کی ۔ چنانچہ جیساکہ بے وسیلوں کے وسیلہ کی درگاہ میں کسی بھی امید وار کو نا امیدی کی صورت نہیں دیکھنی پڑتی ، [٦٥] قادر با کمال کی قدرت کاملہ سے وہ چٹان پھر شق ھوئی اورجڑواں بادام کی طرح اسے بھی اسی لحد میں جگہ مل گئی ۔ اس وقت سے یہ عجیب داستان عوام کی زبان پر جاری ھے اور صاحبان حال و قال یہ واقعات انہی عاشق و معشوق کی زبانی ، کہ جن میں سے ھر ایک فی الواقعہ عاشق بھی تھا اور معشوق بھی ، سُر "حسینی" میں گاتے ھیں اور اس مجاز میں حقیقت کی راہ تلاش کرتے اور پاتے ھیں ۔ مقصد یہ کہ ان دونوں واصلین [کے ذکر] کی تاثیر سے اھل وجد و سماع پر عجیب کیفیات طاری ھوتی ھیں ۔ "میر معصوم" بکھری نے اس قصہ کو مثنوی "حسن و ناز" میں بیان کیا ھے ۔ اس کے علاوہ "قاضی مرتضیٰ" سورٹھی ساکن موضع "کتیانہ" نے محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں [اسے] ایک خاص طرز میں نظم

www.maktabah.org

کیا تھا۔

نقل ہے کہ "اسماعیل" نامی ملتان کا ایک درویش ان دونوں عشاق اور اقلیم عشق کے شہنشاھوں کی زیارت کے لئے آیا اور اپنے اونٹ کو دور چھوڑ کر ان دونوں کے دیدار کی آرزو میں تین دن تک بھوکا بیٹھا رہا۔ تین دن کے بعد ایک بوڑھی عورت کچھ روٹیاں اور تھوڑا پانی لے کر ظاھر ھوئی۔ [درویش نے] کہا کہ "جب تک میں سسئی اور پنھوں کو نہ دیکھوں گا تب تک ھر گز کچھ نہ کھاؤنگا"۔ [بوڑھی نے] کہا کہ "سسئی میں ھوں ، البتہ پنھوں کے دیکھنے کا خیال ترک کردے۔ کیونکہ زمانے کا کوئی بھروسہ نہیں اور میں پہلے ھی دیوروں کی ستائی ھوئی ھوں۔ یہ حال بڑا درد ناک ھے"۔ درویش نے کہا کہ "مجھے یہ یقین کیسے ھو کہ تو ھی سسئی ھے؟ کیونکہ سسئی تو نوجوان اور حسین تھی اور تو بوڑھی عورت ھے"۔ [اس پر] اس نے فی‌الفور خود کو اپنے اصلی روپ اور جوانی میں ظاھر کیا اور درویش سے کہا کہ "اب تو کچھ کھا لے"۔ درویش نے جواب دیا کہ "جب تک میں تم دونوں کو نہ دیکھ لونگا [٦٦] اس وقت تک ھرگز کچھ نہ کھاؤنگا ، چاھے بھوکا مر جاؤں۔ کیونکہ میں نے ایسا عہد کیا ھے"۔ آخر کار بڑی رد و قدح اور قسما قسمی کے بعد سسئی نے لحد میں جا کر پنھوں کو کمر تک باھر نکالا۔ لیکن [ساتھ ھی] اس ماھتاب نے جوزا کے مانند اسے دونوں ھاتوں سے اپنی گرفت میں لے لیا تاکہ پہلے کی طرح پھر کوئی اسے اس سے چھڑا کر نہ لے جائے۔

www.maktabah.org

غرض اس طرح کتنے ہی باصفا بزرگوں نے انہیں دیکھا ہے۔ اس مقام سے اونٹوں پر سوار ہو کر گزرنے والوں کے حق میں بہتری نہیں ہوتی اور جو شخص بھی ان کی قبر پر جا کر شب بیداری کرے گا، باوجودیکہ وہ علاقہ اب ویران ہے، لیکن وہ غیبی مہمان رہے گا۔ اجمالی طور پر یہ داستان بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

www.maktabah.org

چوتھا باب

خلفائے بنو عباس کے گورنروں کا طبقہ (۱)

جب خاندان "عباسیہ" کا پہلا خلیفہ "سفاح" تخت

---

(۱) خلفائے بنو عباس کے جو گورنر سندھ میں آئے ان کے نام یہ ھیں :

۱ - [عبدالرحمان بن ابی مسلم] مفلس بن السری العبدی (ابوالعباس سفاح سنہ ۱۳۲ھ تا سنہ ۱۳۶ھ کے عہد میں) - اس نے آ کر سندھ کے حاکم منصور بن جمہور سے جنگ کی لیکن مارا گیا (بلاذری) -

۲ - موسیٰ بن کعب تمیمی (ابوالعباس سفاح کے دنوں میں) -

۳ - عیینہ بن موسیٰ بن کعب (ابوجعفر منصور سنہ ۱۳۶ھ تا سنہ ۱۵۸ھ کے عہد میں) -

۴ - ھشام بن عمرو التغلبی (منصور کے عہد میں) -

۵ - عمر بن حفص بن عثمان ھزار مرد (منصور کے عہد میں) -

۶ - بسطام بن عمرو ھشام کا بھائی (منصور کے عہد میں) -

[بقیہ حاشیہ صـ ۸۴ پر]

www.maktabah.org

خلافت [۶۵] پر بیٹھا تو اس نے سنہ ۱۳۳ھ میں پہلی فوج

[بقیہ حاشیہ ص ۸۳

۷ - معبد بن الخلیل تمیمی (منصور کے عہد میں)

۸ - روح بن حاتم المهلبی (مہدی ۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ کے عہد میں) -

۹ - [بسطام بن عمرو - یہ روح کے بعد سندھ کا گورنر ہو کر آیا تھا لیکن چند ہی ماہ بعد خلیفہ نے اسے موقوف کر کے اسکی جگہ پھر روح کو گورنر مقرر کردیا (ـــابن الاثیر) -

۱۰ - نصر بن محمد بن الاشعث الخزاعی (مہدی کے زمانہ میں) -

۱۱ - عبدالملک بن شہاب المسمعی (مہدی کے عہد میں) -

۱۲ - نصر بن محمد بن الاشعث الخزاعی (مہدی کے زمانہ میں) -

۱۳ - زبیر بن عباس (مہدی کے عہد میں) -

۱۴ - مصبح بن عمرو التغلبی جس نے اپنی جانب سے لیث بن طریف کو سندھ پر نامزد کیا (مہدی کے عہد میں) -

۱۵ - سالم الیونسی - اسماعیل بن علی کا آزاد کردہ غلام (ہارون رشید سنہ ۱۷۰ھ تا سنہ ۱۹۳ھ کے عہد میں) -

۱۶ - اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی (ہارون کے عہد میں) -

۱۷ - طیفور بن عبداللہ بن منصور الحمیری (ہارون کے عہد میں) -

۱۸ - [جابر بن معد الطائی (ہارون کے عہد میں)] -

۱۹ - سعید بن مسلم بن قتیبہ جس نے اپنے بھائی کثیر بن مسلم کو اپنی جانب سے سندھ بھیجا (ہارون کے عہد میں) -

۲۰ - عیسیٰ بن جعفر بن منصور - اس نے اپنی بجائے محمد بن عدی تغلبی کو بھیجا (ہارون کے عہد میں) -

[بقیہ حاشیہ ص ۸۵ پر

www.maktabah.org

(١) سندھ پر لشکر کشی کے لئے [٦٨] روانہ کی اور بنو امیہ

[بقیہ حاشیہ ص ۸۴]

۲۱ - عبدالرحمان (ھارون کے عہد میں) -

۲۲ - ایوب بن جعفر بن سلیمان (ھارون کے عہد میں) -

۲۳ - داؤد بن یزید بن حاتم المھلبی سنہ ۱۸۰ھ - اس نے اپنی بجائے اپنے بھائی المغیرہ کو بھیجا -

۲۴ - بشر بن داؤد (امین سنہ ۱۹۳ھ تا سنہ ۱۹۸ھ کے عہد میں) -

۲۵ - [غسان بن عباد (مامون سنہ ۱۹۸ھ تا سنہ ۲۱۸ھ کے عہد میں)] -

۲٦ - موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی (مامون اور معتصم باللہ سنہ ۲۱۸ھ تا سنہ ۲۲۷ھ کے عہد میں) وہ سنہ ۲۲۱ھ میں فوت ھوگیا -

۲۷ - عمران بن موسیٰ (معتصم باللہ کے زمانہ میں) -

۲۸ - ایتاخ الترکی- جس نے اپنی بجائے عنبست بن اسحاق ضبی کو سندھ بھیجا (الواثق باللہ سنہ ۲۲۷ھ تا سنہ ۲۳۲ھ کے عہد میں) "یعقوبی" کے مطابق "عنبست" کو براہ راست خلیفہ معتصم نے مامور کیا تھا اور وہ الواثق کے عہد میں بھی اسی عہدہ پر برقرار رھا -

۲۹ - ھارون بن ابی خالد (متوکل سنہ ۲۳۲ھ تا سنہ ۲۴۷ھ کے عہد میں) وہ سنہ ۲۴۰ھ میں فوت ھوگیا -

۳۰ - عمر بن عبدالعزیز ھباری (متوکل کے عہد میں) -

۳۱ - ابوالصمہ (سنہ ۲۵۵ھ کے قریب)

(ــڈاکٹر داؤد پوتہ کی تاریخ معصومی میں شامل کردہ تعلیقات میں قدرے اضافہ کے ساتھ)

---

(١) نسخہ "ن" میں یہ فقرہ زائد ھے "بسر کردگی داؤد بن علی" -

www.maktabah.org

سے گورنروں کے قبضہ سے سندھ کو چھین لیا ۔ چار سال کے بعد ابو جعفر منصور عباسی نے سندھ اور ھند پر فوج کشی کے لئے ایک اور لشکر بھیجا ۔ ھارون رشید کے عہد میں فضل برمکی کا بھائی موسیٰ برمکی سندھ پر گورنر ھوکر آیا ۔ وہ ساری آمدنی بخشش و سخاوت کی نذر کردیا کرتا تھا اس لئے موقوف کیا گیا اور اس کی جگہ پر "علی بن عیسیٰ بن ھامان" مامور ھو کر آیا ۔ اس کے زمانہ میں سر زمین ساکورہ (ساکرہ) میں "تھرڑی" کا مضبوط قلعہ ، شہر "بکار" اور اسی سر زمین یعنی مغربی خطے کی دوسری بستیاں ، ایک بزرگ تبع تابع(۱) شیخ ابو تراب کے ھاتھوں فتح ھوئیں ، جن کا مزار دوسرے شہدا کے ساتھ اھل اللہ کی زیارت گاہ ھے ۔ ان کے گنبد پر تاریخ تعمیر سنہ ۱۷۱ھ کندہ ھے ۔ [ان دنوں] بھنبھور اور دوسرے مذکورہ بالا مواضعات ویران ھو رھے تھے اور ان کے باشندے دوسرے مقامات کی طرف ھجرت کر رھے تھے ۔ اس کے بعد "ابوالعباس" سندھ کا گورنر ھوکر آیا اور کافی مدت تک یہاں رھا ۔ مامون کے عہد خلافت

---

(۱) جن لوگوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فیض حاصل کیا انھیں صحابی کہتے ھیں ۔ جس نے کسی صحابی سے ادراک حاصل کیا اسے "تابع" اور جس نے "تابع" سے فیض حاصل کیا ھو ، اسے "تبع تابع" کہا جاتا ھے ۔ ان تینوں ادوار کے بارے میں حضور اکرم علیہ الصوٰۃ والسلام نے فرمایا ھے : "خیرالقرون قرنی ثم الذین یلونھم" یعنی سب سے بہتر زمانہ میرا ھے اس کے بعد جو اس سے ملحق ھے اور پھر اس کے بعد جو اس سے بھی ملحق ھے ۔

www.maktabah.org

میں ھندوستان کا کچھ مزید علاقه اس کے گورنروں کے قبضه میں آیا ۔ اس کے بعد بغداد کے "آل تمیم" کے کچھ لوگ حکومت سندھ پر مامور ھوئے ۔ "سامرہ" کے عرب باشندے بھی کثیر تعداد میں [آل] تمیم کے ساتھ سندھ میں آئے اور [۶۹] یہاں کی سکونت اختیار کی ۔ کافی مدت کے بعد جس طرح که "بنی تمیم" "تھیم" مشہور ھوگئے اسی طرح اھل "سامرہ" میں سے ھزاروں کی تعداد میں ایک مستقل قوم "سومرا" وجود میں آگئی جس میں، کتنے ھی سرکش سردار پیدا ھوئے جن کا آگے چل کر ذکر آئے گا ۔

بالآخر — "القادر بالله ، ابوالعباس احمد بن اسحاق بن المقتدر بالله" کے عہد خلافت میں ماہ رمضان سنه ۴۱۶ھ کے وسط کے قریب سلطان محمود غازی ، غزنی سے ملتان آیا اور اُچ فتح کر کے القادر بالله کے عمالوں کو سندھ سے نکال دیا ۔ مذکورہ بالا ابتدا سے لے کر انتہا تک خلفائے بنو عباس کے گورنروں کی مدت حکومت سندھ میں کل دو سو تراسی سال ھے ۔

مخفی نه رھے که "سومرہ" قوم دو سو برس پہلے سے ملک سندھ کے اکثر حصه پر قابض رھی ھے لیکن چونکه وہ محصول ادا کرتے رھتے تھے اور مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا طوق اپنے گلوں میں آویزاں کئے رھتے تھے اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ بلکه غزنویوں ، غوریوں اور دھلی کے شہنشاھوں کے گورنروں کے بیان کے بعد ھی ان کی حکومتوں اور ان کے کچھ ناموں کا علحدہ ذکر کیا جائے گا ۔

—*◯✱◯*—

www.maktabah.org

پانچواں باب

غزنوی ' غوری اور شہنشاہاں دہلی کے گورنروں کا طبقہ

سب سے پہلے سلطان محمود غازی کے وزیر عبدالرزاق نے سنہ ۴۱۷ھ میں تسخیر بکھر سے فارغ ہو کر سیوستان اور ٹھٹھہ میں جا کر بنو امیہ اور بنو عباس کے عمالوں میں سے ایک شخص کو [۷۰] بھی اس ملک میں باقی نہ چھوڑا (۱)۔ صرف

---

(۱) سلطان محمود کے وزرا یا سپہ سالاروں میں سے عبدالرزاق نام کا کوئی شخص نہیں تھا۔ البتہ خواجہ حسن میمندی کے ایک بیٹے کا نام عبدالرزاق تھا جسے امیر مودود بن مسعود نے سیستان پر مقرر کیا تھا اور جس نے عبدالرشید بن مسعود کو قید سے چھڑا کر اور غزنی لے جا کر علی بن مسعود کی بجائے تخت پر بٹھایا تھا۔ سلطان مسعود کے بیٹوں میں سے بھی ایک کا نام عبدالرزاق تھا۔

[بقیہ حاشیہ ص ۸۹ پر]

www.maktabah.org

وہ چند لوگ جو فضیلت اور نیک چلنی کے کردار کے حامل تھے اور اهل و عیال کی ذمہ داریوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے وہ اپنے سابقہ شرعی عہدوں اور وظیفوں پر برقرار رہے ۔ ماهرین انساب نے ایسے اٹھارہ قبیلے ثابت کئے ہیں ۔ [۱ے]

[بقیہ حاشیہ صـ ۸۸]

اس کے علاوہ جوں هی سلطان محمود تخت نشین ہوا تھا، خلیفہ القادر باللہ نے اسے خراسان کی حکومت، پرچم، قیمتی خلعت، چتر اور "امین الدولت، امین الملک ابوالقاسم محمود ولی امیر المومنین" کا خطاب عطا کیا تھا ۔ چنانچہ کوئی ایسا سبب قیاس میں نہیں آتا کہ پھر کیوں ساٹ هی سال کے بعد سلطان محمود نے غصہ میں آکر خلیفہ کے جملہ عمالوں کو سندھ سے نکال دیا ہوگا ۔

"زین الاخبار" کے بیان کے مطابق سلطان محمود سنہ ۳۹۶ھ میں جے پال کے بیٹے انند پال کو شکست دے کر هندوستان کی راہ سے ملتان آیا تھا اور سات دن تک شہر کو محاصرہ میں لئے رکھا تھا ۔ بالآخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ صوبہ ملتان سے سال میں بیس بار هزار هزار درم [خراج] ادا کیا جاتا رہے گا ۔ اس کے بعد سلطان محمود واپس چلا گیا تھا ۔ دوبارہ وہ پھر سنہ ۴۰۱ھ میں واپس آیا اور آکر ملتان کو مکمل طور پر فتح کرکے اور وہاں کے قرامطہ کو گرفتار کرکے انہیں قتل کرا دیا ۔ کسی کو اس نے هاتھ قلم کئے جانے کی سزا دی اور کسی کو قلعہ میں قید کردیا جو وهیں مرگئے ۔ اسکے علاوہ اسی سال وہ داؤد

[بقیہ حاشیہ صـ ۹۰ پر]

www.maktabah.org

انھی میں سے ایک "ثقفی" خاندان ھے - بکھر اور اروڑ کے قاضیوں کا قبیلہ موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفی کی اولاد میں ھے - عربی زبان میں تسخیر

[بقیہ حاشیہ ص ۸۹]

بن نصر کو بھی گرفتار کر کے غزنی لایا جہاں سے پھر اسے قلعہ غورک میں بھیجدیا اور وہ وھیں مر گیا -

"فرخی" کے یک قصیدہ سے ایسا معلوم ھوتا ھے کہ سلطان محمود جب سومنات فتح کر کے واپس ھوا تھا تو کچھ کا "رن" عبور کر کے وہ سندھ کے پایہ تخت منصورہ بھی آیا تھا - اسوقت یہاں کا قرمطی حاکم خفیف بھاگ کر کھجوروں کے کسی جنگل میں جا چھپا تھا - اس پر ناراض ھو کر سلطان محمود نے اپنے کچھ آدمی اس کے تعقب میں بھیجے اور انھوں نے جا کر اس کے لشکر گاہ کا محاصرہ کر کے اسکے کتنے ھی آدمی قتل کر ڈالے - اگر ملک سندھ سلطان محمود کے تصرف میں ھوتا اور یہاں کے حکمران اس کی اطاعت قبول کر چکے ھوتے تو پھر خفیف کے بھاگ جانے کا سوال ھی پیدا نہ ھوتا -

اس کے علاوہ یہ بھی واقعہ ھے کہ سلطان محمود ' منصورہ سے سیدھا دریا کے کنارے کنارے ملتان گیا اور اسے بیابان کی خشکی اور سندھ کے جتوں کے ھاتوں سخت اذیتیں پھونچیں اور اسکے لشکر کے کتنے ھی آدمی راہ میں مر گئے اسی وجہ سے سلطان محمود کو ملتان کے جتوں اور دریائے سندھ کے ساحلی "بھاٹیوں یا بھٹیوں" پر سخت غصہ تھا

[بقیہ حاشیہ ص ۹۱ پر]

www.maktabah.org

سندھ کا پہلا تذکرہ قلم بند کرنے والے "قاضی اسماعیل بن علی بن محمد [۲۷] بن موسیٰ بن طائی (۱) اسی قبیلے کے فرد تھے ۔ ان کے دادا موسیٰ بن یعقوب کو محمد بن قاسم نے تسخیر اروڑ کے موقع پر وہاں کے قضا اور خطابت [کے عہدہ] پر مامور کیا تھا ۔

"تمیمی" اور "آل مغیرہ" جو لہجہ کے رد و بدل کی وجہ سے اب "تھیم" اور "موریہ" کہے جاتے ہیں ۔ [دراصل] عباسی ، صدیقی ، فاروقی اور عثمانی [نژاد] ہیں، جن کی اولادیں آج تک سارے سندھ میں آباد ہیں "پھنور" [قبائل کے لوگ] حضرت حارث کی اولاد میں سے ہیں ۔ "منگی" قوم "بنی تمیم" کی ایک شاخ ہے ۔ اسی طرح "جبریہ" (۲) قبیلہ ' جن میں ہالانی کے شیخ طائی ہیں ۔ قبیلہ بنی اسد کے "شیخ ترہ" کا

[بقیہ حاشیہ ص ۹۰]

اور اس نے سنہ ۴۱۸ھ میں انھیں عبرتناک سزائیں دی تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۱۸ھ سے پہلے سلطان اس علاقہ سے مانوس نہ تھا ۔ ممکن ہے اسی سال سندھ اور ملتان کا سارا علاقہ غزنوی کے تصرف میں آیا ہو، ۔ (ماخذ : تعلیقات ڈاکٹر داؤد پوتہ از تاریخ معصومی صفحات ۲۶۹ ، تا ۲۷۱)

۱ ۔ فتح نامہ کے صفحات ۹-۱۰ سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی اسماعیل بن موسیٰ ثقفی نے فتح سندھ کا تذکرہ عربی میں خود نہیں تحریر کیا تھا بلکہ یہ اسکے بزرگوں میں سے کسی کا نوشتہ تھا جس کا ترجمہ علی کوفی نے فارسی زبان

[بقیہ حاشیہ ص ۹۲ پر]

www.maktabah.org

فتح پور میں ذکر آئے گا۔ قبیلہ آل عتبہ کے قاضی برھان مذکورہ فتح پور میں موجود ھیں۔ بنوائی کے صوفیوں کا قبیلہ، جس میں "ریل" کے کچھ بزرگ درویش ھیں، "حاکم" کی اولاد ھیں۔ جھانگاروں کی "باجر" قوم، جریمہ انصاری کی اولاد ھے جس میں کی "سپیہ قوم" سیوستان کی مالک ھے۔ اور جت اور بلوچ "محمد بن ھارون" مکرانی (۱) کی اولاد ھیں۔ مزید استفادہ کے لئیے جتوں اور بلوچوں کے شجرہ کی مختصر تفصیل درج کی جاتی ھے۔

جتوں اور بلوچوں کا شجرہ

محمد بن ھارون مکرانی جس کا مکران کے گورنروں کے سلسلہ میں ذکر آچکا ھے، سندھ پر فوج کشی کے وقت [۷-۳] محمد بن قاسم کے ساتھ ارمن بیلہ (لس بیلہ) تک آیا تھا وھیں وفات پائی اور مدفون ھے۔ وہ ماھرین انساب کے فیصلہ کے مطابق، جس کی ذمہ داری انھی پر عاید ھوتی ھے، "محمد بن امان بن عبدالرحیم بن حمزہ بن عبدالمطلب" کا بیٹا تھا۔

کھتے ھیں کہ کسی وقت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کرتے ھوئے کسی دور دراز ملک میں جا نکلے اور صحرائے لق و دق میں تنھا رہ گئے۔ چونکہ خدائے تعالیٰ کا

(بقیہ حاشیہ ص ۹۱)

میں کیا اور جو آجکل چچنامہ (فتح نامہ) کے نام سے مشھور ھے۔

۲۔ نسخہ "ن" میں "حسیریہ" ھے۔

۱۔ اصل متن میں "ھارون مکرانی" ھے جو صحیح نھیں ھے۔

www.maktabah.org

اپنے خاص بندوں پر ہمیشہ کرم ہوتا ہے اس لئے اس بیابان میں ان کا دل بہلانے کے لئے ایک پری نمودار ہوئی اور حکم خدا سے ان کے لئے حلال ہوئی ۔ اس کی ایک صحبت سے [حضرت حمزہ کی] وہ تھکاوٹ ، وحشت اور احساس تنہائی کافور ہوگیا ۔ [چنانچہ] خدائے تعالیٰ کے حکم سے وہ پری پھر نگاہوں سے غائب ہوگئی اور امیر اپنے ملک میں واپس چلے آئے ۔ مذکورہ پری کے بطن "میں عبدالرحیم" نے پرورش پائی اور تولد ہوئے ۔

قصہ مختصر ، محمد بن هارون کے ، سات بیویوں سے ، پچاس بیٹے پیدا ہوئے [ان میں سے] ۱۔عیسیٰ ۲۔مہران ۳۔حجاز ۴۔سہتک ۵۔بہرام ۶۔رستم ۷۔جلال ، ایک بی بی "حمیرہ" کے بطن سے ہیں ۔ ۱۔مزید ۲۔جمال ۳۔رادھو ۴۔بہلول ۵۔شہاب ۶۔نظام ۷۔جلال اور ۸۔مرید نامی فرزند دوسری بی بی "حمیری" کے بطن سے ہیں ۔ ۱ ۔ رودین (شاید رائے ڈنہ) ۲۔موسیٰ ۳۔نوتی ۴۔نوح ۵۔مندہ اور ۶۔رضی الدین ، "مریم" نامی بی بی کے بطن سے ۔ جلال نامی فرزند بی بی عایشہ کے بطن سے ۔ ۱۔آدم ۲۔کمال ۳۔احمد ۴۔حماد ۵۔حامد ۶۔سعید اور ۷۔مسعود بی بی "مدی" کے بطن سے ۔ ۱۔شیر ۲۔کوہ ۳۔بلند ۴۔کدک ۵۔نورالدین ۶۔حسن ۷۔حسین ۸۔سلیمان اور ۹۔ابراهیم ، بی بی "فاطمہ" نامی کے بطن سے ۔ ۱۔عالم ۲۔علی ۳۔تیر کش ۴۔بہادر ۵۔تیغ زن ۶۔مبارک ۷۔ترک ۸۔طلحہ ۹۔عربی ۱۰۔شیراز ۱۱۔تاج الدین اور ۱۲۔تخت گیر گلستان برگ

www.maktabah.org

بی بی "حوا" کے بطن سے ہیں ۔ [۴۷]

چونکہ [محمد بن ھارون] حجاج کے حکم کے مطابق ، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ھے ، مکران کو [دشمنوں سے] صاف کر کے گزرا تھا اس لئے وھاں کی زمینداری کو قرب و جوار سمیت نصفا نصف کر کے ایک حصہ جلال کو اور دوسرا حصہ اس کے بھائیوں کو دینے کا فیصلہ کیا گیا ۔ لیکن کچھ مدت بعد بھائیوں میں نااتفاقی ھو گئی ۔ ان کی بہت سی اولاد تو دیگر اقوام کے ساتھ وھیں رھنے لگی لیکن جلال الدین کی اولاد وھاں سے بھاگ کر سندھ اور کَچھ آگئی جن کی اولاد آج سارے سندھ میں پھیلی ھوئی ھے ، اور بے شمار خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم ھے ۔

قوم لودھ (لڈا)

لودھ قوم (لڈا) کی ، جسے لولیان (لولا) بھی کہا جاتا ھے ، حقیقت اس طرح ھے کہ حضرت سلیمان نے جنوں کی ایک ٹولی کو کچھ کنیزیں خریدنے کے لئے روم کی طرف بھیجا ۔ راستہ میں ایک جن نے "لولیا" نامی ایک کنیز سے خیانت کی جس کی وجہ سے اس کے رحم میں نطفہ قرار پا گیا ۔ جب حضرت سلیمان کو اس کی خبر ھوئی تو انھوں نے وہ کنیز اسی جن کو بخش دی جس کے بطن سے "لودھ" نامی ایک بچہ پیدا ھوا ۔ کافی مدت گزرنے کی وجہ سے اس کی اولاد عربوں سے خلط ملط ھوگئی اور تسخیر سندھ کے موقع پر عربوں کے ساتھ یہاں آکر آباد ھو گئی ۔ یا ممکن ھے کہ اس سے پہلے ھی یہاں آکر رھنے لگی ھوں ۔

www.maktabah.org

سمہ قوم کے شجرہ کا بیان

[جن کے بیان کے ضمن میں ملک سندھ کی مخصوص تاریخ سے تعلق رکھنے والے جملہ حالات بیان ہونگے]

"سام" کے بارے میں نسب دانوں کا اختلاف ہے۔ بعض اسے عمر بن ہشام بن ابولہب کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور بعض "عمر بن عکرمہ بن ابی جہل" کا۔ [۵۷] اور بعض "عکرمہ بن عصام بن ابوجہل" کا بیٹا بیان کرتے ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ جمشید کی اولاد تھا چنانچہ "جام" کا لقب اس کی دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ "سام" حضرت نوح کی اولاد سے ہو۔ [غرض] اس کے چار بیٹے تھے۔ ایک "بدھا" جس کی اولاد میں بدھ، سومرہ (۱)، سہتہ، اداکھیل (۲) اوتار، امرہ اور نہدیر وغیرہ کل سولہ بیٹے تھے جو راٹھور کے لقب سے مشہور ہیں۔ دوسرا "سنگا" تیسرا "ھمھر" اور چوتھا بیٹا "بھاگرت" تھا۔ جس کا ایک بیٹا "ڈیرہ"(۳) نامی پیدا ہوا اور اس کا ایک بیٹا "اجیپار" پیدا ہوا جس کا بیٹا "دسرتھ" تھا۔ کہتے ہیں دسرتھ کی تین بیویاں تھیں۔ جن میں سے ایک کا نام کسیلا (کوشیلا) دوسری کا کیلیہ (کیکئی) اور تیسری کا سمیا (۴) تھا۔ کسیلا کے بطن سے دو بیٹے "رام" اور "لکھن" (لچھمن) پیدا ہوئے۔ کیلیا کے بطن سے ایک بیٹا "بھرت" اور "سمیا" کے بطن سے ایک بیٹا "چترگن" پیدا ہوا۔ "سنگا"

۱۔ نسخہ "ن" میں "سورہ" ہے۔

۲۔ نسخہ "ن" میں "اکھیل" ہے۔

۳۔ نسخہ "ن" میں "دیتھر" ہے۔

۴۔ نسخہ "ن" میں "سیمیا" ہے۔

www.maktabah.org

ولد سام کی بھی اولادیں ہوئیں اور "ھمھر" بن سام کی "تودر" نامی مشہور اولاد ھے - دسرتھ کے بیٹے بھرت کی اولاد "پرھار" "جانسپا" ، "کوریجہ" اور "ناھہ" کے ناموں سے باقی ھے - چترگن ولد دسرتھ کی اولاد "چُترا" کے نام سے مشہور ہے - بھرت کے بیٹے لکھمن (لچھمن) کی کوئی اولاد باقی نہ رھی - رام بن دسرتھ نے اپنا ایک بیٹا "تواکس" نامی چھوڑا جس کا بیٹا "اتتہ" ھوا - اس کا بیٹا تتت ، اور اس کا بیٹا نرگنت اور کنت کا بیٹا "کن" تھا - شہر "کن" اسی کے نام سے موسوم ھے - "کن" کے بیٹے کو "سنبوت راجہ" کا لقب ملا - جس کے چار بیٹے ھوئے - [۷۶] ایک "سام" دوسرا "پرکورہ" جسے "شاہ" بھی کہتے ھیں ، تیسرا "ھنرت" جسے "دکھن" بھی کہتے ھیں اور چوتھا "مادہ" - راجہ سنبوت کے بیٹے سام کا "جادم" نامی ایک بیٹا پیدا ھوا - جادم بن سام بن سنبوت کے چار بیٹے ھوئے - ایک "ھسپت" جس کی اولاد میں سے "سند سما" ھیں دوسرا "کجپت" جس کی اولاد میں "چغدہ ھیں" تیسرا "بھوبھت" جس کی اولاد میں "بھٹی" ھیں اور چوتھا "چوڑا سما" جس کی اولاد میں سر زمین سورٹھ" کے کرنال (گرنار) قلعہ کا حاکم "رائے ڈیاج" تھا جس کی حشمت خلق میں مشہور ھے اور جس نے راہ خدا میں اپنا سر قربان کر دیا تھا - اسے اپنی بیوی "سورٹھ" سے بیحد محبت تھی - زن و شوھر کے اس باھمی عشق و محبت کی داستان اور اس کے سر دینے کا واقعہ خاص سورٹھ کے سر میں گانے پر صاحبان حال اپنا ھوش کھو بیٹھتے ھیں - "ھسپت" ولد جادم بن سام بن سنبوت راجہ کے "ابدری" نامی ایک بیٹا ھوا جس کے "نیتھ" نامی بیٹا پیدا ھوا اور اس سے "نوتیار" جس سے "آودھا" اور اس سے "اودھ" جس سے "لاکھیار" اور اس سے "لاکھہ"

www.maktabah.org

[پیدا ھوا] "لاکھہ" بادشاہ ھو گزرا ھے۔ اس نے "بونھی جارہ" [قوم] میں شادی کی تھی جس سے اس کے چار بیٹے پیدا ھوئے، ان میں سے ایک "اودھ" تھا جس کے کوئی اولاد نہیں ھوئی "اودھ" اسی کی رھائش کی نسبت سے مشہور ھے۔ دوسرا "مہو" تھا جس کے چار بیٹے ھوئے : ۱۔ سیتہ ۲۔ دتیر ھاتھاری ۳۔ ورھا (جو لاولد تھا) اور ۴۔ ساند (یہ بھی لاولد تھا) ۔ کہتے ھیں کہ مذکورہ "لاکھہ" نے ضعیفی میں دوسری شادی کی اور اس سے یہ چار بیٹے پیدا ھوئے : ۱۔ انڑ ۲۔ "چھٹو" جس کی اولاد میں "بابڑا"، "دَنکنہ" اور "کلا" ھیں ۔ ۳۔ پھل لاکھہ۔ [۷۷] مشہور "قوم" "پھلائی" [۷۷] اسی کی اولاد میں ھے۔ اور ۴۔ مناھیہ ۔ "لاکھہ" کے بیٹے انڑ کا "لاکھہ" نامی ایک بیٹا پیدا ھوا جس کا بیٹا "سمہ" ھوا ۔ اس سمہ بن لاکھہ بن انڑ بن لاکھہ کے دو بیٹے ھوئے ۔ ۱۔ کاکہ اور ۲۔ جکھرہ۔ ان میں کاکہ حکومت کا مالک ھوا ۔ دیہہ "کاکا" (غالباً کَکڑ) اسی کے نام سے منسوب ھے۔ اس کے دو بیٹے ھوئے ۔ ایک پلی دوسرا رائدن (رائے ڈنہ) ۔ پلی کی اولاد میں "مسرق" سمہ سردار ھوا ۔ رائدن ولد کاکہ کے نو بیٹے پیدا ھوئے ۔ ان میں [ایک] "سمہ" ھے "سمیجا" اسی کی اولاد ھیں ۔ [دوسرا] "نوتیار"۔ سارے "نوت" اسی کی اولاد ھیں [تیسرا] "لاکھہ" ۔ "لنجار" اسی کی اولاد ھیں ۔ مخدوم "سھار" (ساھڑ) لنجار علیہ الرحمۃ جن کا ذکر مشائخین کے بیان میں آئے گا ، اسی کی اولاد اور پشت میں ھیں ۔ [چوتھا] "ابڑو"۔ اس کی اولاد میں "ڈاھر ناھیہ" اور "فل ناھیہ" ھیں ۔ [پانچواں] "ناھیہ" ۔ کچھ لوگوں کا کہنا

www.maktabah.org

ہے کہ ناھیہ راٹدن کی اولاد میں سے ھیں (۱)۔ [چھٹا] چنیسر۔ راٹدن کی اولاد میں یہ بھی مشہور شخص ہو گزرا ہے۔ [ساتواں] "مناھیہ" ۔ [آٹھواں] "کوریہ"۔ "مندھرا" (۲) قوم انھیں تینوں کی اولاد ہے [نواں] "ہلتی" ۔ جو سردار تھا، اس کے دو بیٹے تھے ایک "اودھ" جس کی اولاد کو "بھریہ" (بھریا) "اودھیجہ" (آدھیجا) اور "کوریہ پوٹہ" کہتے ھیں۔ ہلتی کا دوسرا بیٹا "ساند" اپنی قوم کا سردار تھا اس کے سات بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام "کاکہ" تھا اس کی اولاد "کاکیجا پوٹہ" کہلاتی ہے۔ دوسرا "جاڑو" ۔ اس کی اولاد "جاڑیجہ" کہلاتی ہے، تیسرا "ویرو" اور بعضوں کے کہنے کے مطابق "نارو" تھا، [۸۷] جس کی اولاد "ناریجہ" کہلاتی ہے۔ پانچواں (۳) "ھنگورو" ۔ اس کی اولاد میں "ھنگورجا" ، "اودھیجا" ، "جکسیا" اور "دورھا" (ڈھورا) ھیں ۔ چھٹا "ڈیرو" اس کی اولاد جو کَچھ میں موجود ہے "ڈیراسمان" کہلاتی ہے۔ ساتواں جام ھوتی جس کے پانچ بیٹے ہوئے ایک "ھالہ" اس کی اولاد میں "ھالا" قوم مشہور ہے۔ دوسرا "ھنگورو" جس کی اولاد "ڈھورہ ھنگورہ" ، "جار ھنگورہ" اور "رام دھین" میں آباد ہے اور یہ بستیاں انھیں کی آباد کردہ ھیں ۔ تیسرا "ساھڑ" اس کی اولاد "ساھڑ سما" موضع "ساھڑ سمہ" کی بانی اور اس کی باشندہ ہے۔ چوتھا "چیلاریو"۔ مشہور "نھریہ"

---

۱ ۔ کذا فی الاصل ۔ واللہ اعلم ۔

۲ ۔ نسخہ "ن" میں "مندہ" ہے ۔

۳ ۔ ساند بن ہلی کے چوتھے بیٹے کا نام نہ تو مطبوعہ نسخہ میں ہے اور نہ مصنف کے دستی نسخہ میں ۔

www.maktabah.org

(نہڑیہ) قوم اس کی اولاد ہے۔ اور پانچواں "جام ھاپر"۔
جام ھاپر کے دو بیٹے تھے "راھوجہ" اور "جام جونہ"۔ "جام
جونہ" کا بیٹا "کر راھو" تھا۔ کر راھو کے تین بیٹے ھوئے
ایک "سانڈ" اس کی اولاد میں "راھوما" (راھما) "لاکھاڈیہ"
اور "جکھرا" ھیں۔ دوسرا، "سومرہ" جس کی اولاد باقی نہیں رھی۔
تیسرا "لاکھ جام"۔ لاکھ جام کا ایک بیٹا "کاھی" ھوا۔ اس کا
بیٹا "لاکھ" ھوا اور اس کے [کاھی کے] مرجانے کے بعد دوسرا
بیٹا پیدا ھوا جس کا نام باپ کے نام پر "کاھو" رکھا گیا۔
مذکورہ "کاھی" کے بھائی "لاکھ بن کاھی" کے بارہ بیٹے ھوئے۔
ان میں ایک "جام جونہ" تھا جس کی اولاد میں "ساموئی" کے
باشندے سندھ کے بادشاہ "سمہ" ھیں (جن کا بیان اپنے مقام پر
ھوگا)۔ دوسرا "انڑ" اس نے بھریہ (بھریا) میں حکومت کی اور
لاولد مرا۔ تیسرا پلی۔ اس کی اولاد میں "پلی سمہ" ھیں۔
چوتھا "کاھو" اس کی اولاد میں "سوڈھیاری سمہ" ھیں۔ پانچواں
"اوٹھو" اس کی اولاد میں "صاحب سمہ"، "اوٹھا سمہ" اور
"سیکھاٹ سمہ" ھیں۔ چھٹا "جیسر" اس کی اولاد میں "بھیہ
پریا" ھیں۔ ساتواں "منگر" [۹۷] اس کی اولاد باقی نہیں
رھی۔ آٹھواں ابڑو۔ "ابڑیجا" قوم اسی کی اولاد ہے۔ نواں
"ھنگورو کونر"۔ دسواں "سلطان" اس کی اولاد میں سلطان اوتھہ
(اوٹھا) ھیں۔گیارھواں "رائدن" اور بارھواں "لاکھ"۔ ان میں
ھنگورو کونر کے تین بیٹے ھوئے۔ ایک "ڈیسر" دوسرا "مناھیہ
اور تیسرا "مرادیہ" ڈیسر کے پانچ بیٹے تھے "کاھو"، "ھالو"
"رکن"۔ "ھنگورو" اور "جونو" مذکورہ جونہ بن لاکھ بن کاھو
کے پانچ بیٹے تھے۔ "کھوریہ"، "تاجیہ"، ابڑو، "بلوچ"

www.maktabah.org

اور "بانبنیه" - بانبنیہ (بھنبھو) کی اولاد کا بیان سطور آیندہ میں تفصیل کے ساتھ سمہ بادشاہوں کے زمرہ میں ہوگا جنھوں نے سندھ پر حکومت کی -

مخفی نہ رہے کہ مذکورہ تفصیل کے مطابق آج تک سارے سند [بلکہ] گجرات تک کے اکثر باشندے سمہ کی اولاد ہیں اور سندھ کی بیشتر آبادی انہی پر منحصر ہے - اسکے علاوہ بلوچ ، جت اور بعض بیان کردہ دیگر قبائل بھی ہیں جو اس ملک کے قدیم باشندے ہیں - دیگر اقوام ان کے بعد ہیں - انھی کو قدیمی باشندوں میں شمار کیا جا سکتا ہے چونکہ طوالت اس کتاب کا مقصد نہیں اس لئے ضروری بیان پر، جو حالات کی تشریح کے لئے کافی تھا ، اکتفا اور اختصار کیا گیا - اگر کسی شخص کو مزید تحقیقات کرنی ہو تو وہ شوق سے کرے -

قصہ کوتاہ ، سلطان محمود کے گورنروں کے بعد سلطان "مسعود" کے عمال ، پھر سلطان "مودود" کے افسران ، اس کے بعد سلطان "مجدود" کے گورنر اور اس کے بعد سلطان "قطب الدین" کے حاکم اور ان کے بعد سلطان "آرام شاہ" کے عمال - جن میں سے ہر ایک کا ذکر پہلی اور دوسری جلد میں مذکور ہے ، ملک سندھ پر حکومت کرتے رہے - سلطان آرام شاہ [۸۰] کے زمانہ میں سلطنت چار حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی جن میں سے ملتان ، اچ اور سارے سندھ پر ناصر الدین قباچہ کا حکم جاری ہوا - ان دنوں سر زمین سندھ کے ان علاقوں کے جن کا آگے ذکر کیا جائے گا - سات رانا ملتان کے باج گذار تھے - [یعنی] ایک ، رانا "سھتہ" (بھونڑ) راٹھور ساکن

www.maktabah.org

"ڈبھرو" تحصیل دربیلہ (۱) - دوسرا، رانا "سنر ولد دھماچ" کوریجہ سمہ، ساکن "تونگ" جو روپا کی حدود میں تھا - تیسرا "جیسر ولد جبجہ" ماچھی سولنگی ساکن "مانگ تارو" - چوتھا "وکیہ ولد پنھوں" چنہ ساکن کوہ "سیوی" - پانچواں "چنہ ولد ڈھتھہ (ڈیتھہ)" "چنہ" ساکن "بھاگ نئی (ناڑی)"- چھٹا "جیوبن وریاہ" ساکن جھم یعنی ھیمہ کوٹ اور ساتواں "جسودھن اگرو" ساکن "مین ڈکو" تحصیل بھانبھرواہ -

غرض جب تاج الدین یلدوز کے آدمیوں نے لاھور فتح کیا تب بادشاہ ناصرالدین قباچہ ملتان میں قلعہ بند ھوکر بیٹھ رہا پھر جب ۶۲۳ھ کے اواخر میں "ملک خاں" اور اسکے ماتحتوں نے پرگنہ سیوستان پر قبضہ کر لیا تو سلطان التمش نے اپنے وزیر نظام الملک "محمد بن ابی سعد" (۲) کو اچ کا محاصرہ کرنے کیلئے بھیجکر خود [۸۱] دھلی چلا گیا نظام الملک نے ۶۲۵ھ میں اچ کو صلح کے ذریعہ فتح کر کے

---

۱ - تاریخ معصومی اور تحفۃ الکرام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم میں "ڈھبرو" اور "دربیلہ" دو مختلف نوعیت کے علاقے تھے - "ڈھبرو" ایک شہر کا نام تھا اور دربیلہ سندھ کے ایک پورے پرگنہ کا نام تھا - سندھ کے اس حصہ میں آج تک سہتہ قوم موجود ہے اور ان کی اکثریت کی وجہ سے تحصیل نوشہرہ اور تحصیل کنڈ یارو کو ملا کر آج تک "ساھتی پرگنہ" کہا جاتا ہے - شہر "ڈھبرو" کا کچھ حصہ تحصیل کنڈ یارو میں اور کچھ حصہ تحصیل نو شہرو میں شامل ہے -

۲ - اصل متن میں "محمد بن اسعد" ہے جو غلط ہے -

www.maktabah.org

بکھر پر چڑھائی کی جس کی وجہ سے ناصرالدین نے فرار ہو کر اپنی کشتی حیات کو گرداب فنا میں جا ڈبو یا ۔ [اسکے بعد] سلطان شمس‌الدین سندھ کا مالک ھوا ۔ (۱) [۸۲]

---

۱ ۔ اس بیان میں حد سے زیادہ اختصار سے کام لے کر میر قانع نے سارا واقعہ گڑ بڑ کر دیا ھے ۔ تاریخ معصومی کے بیان کے مطابق آرام شاہ کے زمانہ میں اس کے باپ سلطان قطب‌الدین کی سلطنت چار حصوں میں تقسیم ھو گئی تھی ۔ ایک پایہ تخت دھلی، جو آرام شاہ کی معزولی کے بعد سلطان شمس‌الدین کے قبضہ اقتدار میں آیا ۔ دوسرا حصہ ۔ اُچ، ملتان اور سندھ ، جو ناصرالدین قباچہ کے تصرف میں رھا ۔ تیسرا حصہ لکھنئو ، جو خلجی بادشاھوں کے ھتے چڑھا اور چوتھا لاھور اور اس کا گردو نواح ، جس پر تاج الدین یلدوز کے گورنر حکومت کرنے لگے ۔ ان دنوں ناصرالدین قباچہ پر چنگیز خان کی ایک فوج حملہ آور ھوئی جس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ناصرالدین ملتان میں قلعہ بند ھو گیا تھا اور لوگوں کا دل ھاتھ میں لینے کے لئے بے حد سخاوت کیا کرتا تھا ۔ باالاخر مغل قلعہ نہ فتح کر سکے اور واپس چلے گئے ۔ سنہ ۶۲۳ھ میں ملک خان خلجی اور اس کے آدمیوں نے آکر سیوھن کے علاقہ پر قبضہ کر لیا ۔ ناصرالدین نے ان سے سخت جنگ کی جس میں ملک خان خلجی مارا گیا ۔ آخر کار جب ناصرالدین کے دن پورے ھو گئے تو سنہ ۶۲۰ھ (بلکہ سنہ ۶۲۵ھ ۔ تعلیقات ڈاکٹر داؤد پوتہ، تاریخ معصومی) میں سلطان شمس‌الدین التمش نے اُچ پر

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۳ پر]

www.maktabah.org

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۲]

حملہ کیا ۔ ناصرالدین قباچہ وہاں سے فرار ہو کر بکھر آیا ۔ سلطان اپنے وزیر نظام الملک محمد بن ابی اسعد کو اُچ کے محاصرہ پر چھوڑ کر دھلی چلا گیا ۔ نظام الملک نے ۲۸ جمادی الاول سنہ ۶۲۵ھ کو صلح سے اُچ پر قبضہ کر کے بکھر پر چڑھائی کی ۔ قباچہ فرار ہوجانے کے لئے کشتی میں سوار ہو کر نکلا لیکن منجدھار میں پھونچکر اس کی کشتی عمر دریائے فنا میں غرق ہوگئی۔ (تاریخ معصومی" ص۔ ۳۵-۳۶) ۔

طبقات ناصری (ص۔ ۱۴۴ اور ۱۷۳) کے مطابق سلطان التمش دھلی واپس نہیں گیا بلکہ خود اُچ کے محاصرہ پر رہ کر اپنے وزیر نظام الملک اور دوسرے بادشاھوں کو ملک ناصر الدین قباچہ کے تعاقب میں بکھر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ۔ قباچہ کی موت کس طرح واقع ہوئی اسکے متعلق علامہ قزوینی نے "لباب الالباب" کے مقدمہ (ص ، ک) میں جوامع الحکایات کی روایت کے مطابق اسطرح درج کیا ھے : "بکھر کا قلعہ فتح ہونے کے بعد ناصر الدین قباچہ، قلعہ میں جا کر اپنا سارا مال و خزانہ اپنے بیٹے بہرام شاہ کے ھاتھوں التمش کی خدمت میں بھیج کر اس سے معافی کا خواستگار ھوا ۔ اسپر التمش نے اسے خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا ۔ ناصر الدین قباچہ نے ایسی ذلت کی زندگی سے موت کو بہتر سمجھ کر ۱۹ ۔ جمادی الآخر سنہ ۶۲۵ھ سنیچر کی شب کو قلعہ کی فصیل سے دریا میں

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۴ پر]

www.maktabah.org

۶۳۰ھ میں نورالدین محمود (۱) سندھ کی امارت پر مامور ہوا - ۶۳۳ھ میں سلطان التمش فوت ہوگیا اور [۸۳] مسعود شاہ [سلطنت] کا وارث ہوا - اسی عرصہ میں مغلوں کے

[بقیہ حاشیہ ص- ۱۰۳]

چھلانگ لگائی"- (تعلیقات از ڈاکٹر داؤد پوتہ، تاریخ معصومی ص- ۲۷۶-۲۷۷) - یہ بھی یاد رہے کہ ناصرالدین قباچہ سارے سندھ کا حاکم نہیں تھا - اسکے تصرف میں صرف بالائی سندھ کا علاقہ تھا جس کا پایہ تخت بکھر تھا - سندھ کا باقی ماندہ حصہ جس کا پایہ تخت دیول تھا ملک سنان الدین چنیسر کے زیر اقتدار تھا - اسے تسخیر بکھر کے بعد مطیع کیا گیا، جیسا کہ طبقات ناصری کا مصنف بیان کرتا ہے کہ "وہ ملک ساحل سمندر تک فتح ہوا اور دیول اور سندھ کا والی ملک سنان الدین چنیسر آ کر شمسی درگاہ (شمس الدین التمش کی خدمت میں) حاضر ہوا" (طبقات ناصری ص- ۱۲۳، بحوالہ تعلیقات ڈاکٹر داؤد پوتہ) -

---

(۱) میر قانع نے نور الدین محمود (تاریخ معصومی "محمد") کا نام غالباً "تاریخ معصومی" سے لیا ہے - لیکن یہ نام اسکے علاوہ کسی بھی دوسری تاریخ میں نظر نہیں آتا - البتہ "طبقات ناصری" کا مصنف کہتا ہے (ص- ۲۳۲-۲۳۳) کہ "جب سلطان شمس الدین نے آ کر قلعہ اُچ کے گرد ڈیرے لگائے تو سنہ ۶۲۵ھ میں اس نے کزلک خان کو وزیر نظام الملک جنیدی کی معیت میں بکھر پر

[بقیہ حاشیہ ص- ۱۰۵ پر]

www.maktabah.org

لشکر نے دریائے سندھ پار کر کے اُچ کا محاصرہ کر لیا - لیکن سلطان مسعود کے متوجہ ہونے پر وہ خراسان کی طرف بھاگ گئے -

سلطان مسعود نے نورالدین کی جگہ ملک جلال الدین محمد (۱) کو سند کا حاکم مقرر کیا - اس عرصہ میں [۸۴]

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۴]

فوج کشی کے لئے روانہ کیا - کچھ عرصہ کے بعد وہ قلعہ فتح ہو گیا اور ناصر الدین دریائے سندھ میں ڈوب مرا - اسطرف قلعہ اُچ پر بھی تصرف حاصل ہو گیا [چنانچہ] سلطان نے قلعہ اور شہر اُچ، گرد و نواح کے کل پرگنہ سمیت، کزلک خان کے حوالہ کیا - سلطان کے دھلی واپس چلے جانے کے بعد کزلک خان نے اس ملک پر [مکمل] قبضہ کر کے اسے آباد کیا اور منتشر ہوجانے والی آبادی کو جمع کر کے عوام و خواص کے ساتھ انصاف سے پیش آنے لگا اور عدل و احسان کا طریقہ اختیار کر کے رعایا کے آرام و آسایش کا اہتمام کرنے لگا - [پھر] کچھ عرصہ کے بعد اسکا خاتمہ بالخیر ہوا اور ایمان کی سلامتی، صدقات، احسانات، خیراتوں اور نیکیوں کے ساتھ سنہ ۶۲۹ھ میں وہ منزل آخرت کی طرف کوچ کر گیا - (–تعلیقات بر "تاریخ معصومی" از ڈاکٹر داؤد پوتہ صفحات ۲۷۷-۲۷۸) -

---

(۱) یہ بیان بھی میر قانع نے "تاریخ معصومی" سے اخذ کیا ہے - جس میں یہ نام "جلال الدین حسن" لکھا ہے لیکن میر قانع نے "جلال الدین محمد" لکھا ہے - کسی بھی

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۶ پر]

www.maktabah.org

سلطان مسعود کا چچا "ناصرالدین محمود" تخت اور تاج کا مالک ھوا ۔ اور ۶۳۹ھ میں لاھور ،ملتان، اچ، بکھر اور باقی سارا سندھ فتح کر کے ملتان ، آچ اور سارا ملک سندھ "ملک سنجر" کے حوالے کر کے خود واپس چلا گیا (۱)۔

۶۶۲ھ میں سلطان غیاث الدین" نے دھلی میں تخت نشین ھونے کے بعد ملتان ، لاھور اور سند کا علاقہ (۲) اپنے بیٹے سلطان محمد کو عطا کیا ۔ وہ ھر تین سال بعد اپنے باپ کی خدمت میں دھلی جایا کرتا تھا اور ایک سال رہ کر واپس آیا کرتا تھا ۔

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۵]

دوسری معتبر تاریخ میں "جلال الدین حسن" یا "جلال الدین محمد" کا نام نظر نہیں آتا ۔ (-تعلیقات بر تاریخ معصومی از ڈاکٹر داؤد پوتہ ص ۲۷۸) ۔

۱ ۔ تاریخ معصومی (ص ۳۸) کے مطابق سلطان ناصر الدین نے ملک سنجر کو فقط آچ اور ملتان کے پرگنوں کی حکومت عطا کی تھی اور سیوستان پرگنہ کی حکومت قتلغ خان کے سپرد ھوئی تھی ۔

۲ ۔ "تاریخ مبارک شاھی" (ص ۴۳) کا مصنف کہتا ھے کہ "خان بزرگ" یعنی سلطان غیاث الدین کے فرزند اکبر محمد سلطان کے قبضہ میں ، جسے شہادت کے بعد خان شہید کہا جاتا ھے ، 'مالم' سے لے کر 'جنالی' تک [کا علاقہ] تھا ۔ 'جنالی' ٹھٹے سے ساٹھ کوس آگے دریا کے ساحل پر واقع ھے ۔ اتنی ھی جاگیریں اسکی مغرب کی طرف بھی تھیں" (بحوالہ تعلیقات تاریخ معصومی ، از ڈاکٹر داؤد پوتہ ص ۲۷) ۔

www.maktabah.org

۶۸۳ھ میں سلطان محمد (۱)، چنگیز خان کے لشکر کے ھاتھوں قتل ھو گیا اور دستور کے مطابق [مذکورہ ملک] اسکے فرزند "کیخسرو" کو ملا۔

۶۹۳ھ میں سلطان جلال الدین خلجی لاھور پہونچا اور ملتان اور اُچ اپنے فرزند "ارکلی خان" کے سپرد کر کے سندھ [کے باقی ماندہ علاقہ کی] حکومت نصرت خان کے حوالہ کی۔

۶۹۵ھ میں سلطان علاؤالدین نے اپنے بھائی "الغ خان" کو "ارکلی خان" کے نکال دینے کے لئے روانہ [۸۰] کیا اور نصرت خان کو حسب سابق دس ھزار فوج کے ساتھ ملتان، اُچ، بکھر، سیوستان اور ٹھٹھہ پر برقرار رکھا۔ (۲)

---

۱ - اصل متن میں "سلطان محمود" ھے جو غلط ھے۔

۲ - یہاں تحفۃ الکرام کی عبارت واضح نہیں ھے۔ میر معصوم تاریخ سندھ (ص ۴۳) میں لکھتا ھے کہ "سنہ ۶۹۶ھ میں [سلطان علاؤالدین نے] ملتان اور سندھ کی مہمات کو سب سے زیادہ ضروری سمجھتے ہوئے، کیونکہ ملتان میں سلطان جلال الدین کا بیٹا ارکلی خان حکمران تھا، اپنے بھائی "الغ خان" کو چالیس ھزار سپاھیوں کے ساتھ بسرعت تمام روانہ کیا۔ الغ خان نے ملتان پہونچکر [قلعہ کا] محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ کے بعد اھل قلعہ عاجز آ گئے اور ملتان کے باشندے ارکلی خان سے منحرف ھوکر ایک رات قلعہ سے نکل کر الغ خان سے جا ملے۔ ارکلی خان نے مجبور ھوکر مخدوم شیخ رکن الدین کے توسط سے امان طلب کی اور ملتان سے باھر نکل گیا۔ سلطان علاؤالدین نے نصرت خان کو

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸ پر]

www.maktabah.org

۶۹۷ھ کے اوائل میں صلدیٰ (۱) مغل نے سیستان سے آکر سیوستان پر قبضہ کرلیا جسے نصرت خان نے بڑے جاہ و حشم کے ساتھ آکر آزاد کرالیا (۲)۔[۸۶]

سلطان علاؤالدین نے آخر میں "غازی ملک" کو دس ہزار سوار ساتھ دیکر چنگیز خانی مغلوں کے دفعیہ کیلئے دیبالپور روانہ کیا اور ملتان، اُچ اور سندھ کے پرگنے اسے جاگیر میں عنایت کئے۔

اسی عرصہ میں "خسرو خاں" سلطان علاؤالدین کو

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۷)

دس هزار سواروں کے ساتھ ملتان، اُچ اور بکھر و سیوستان و ٹھٹہ کی حکومت پر مامور کرکے حکم دیا کہ نصرت خان ملتان اور سندھ کے سارے ملک میں دورہ کرے اور جہاں بھی کوئی مفسد یا سرکش دیکھے اسکی بیخ کنی کرکے ہر طرح اطمینان حاصل کرے اور سندھ کے شہروں اور قلعوں پر معتمد افراد مامور کرکے خود ملتان میں خود اقامت اختیار کرے۔

۱۔ اصل متن میں "صلدائی" ہے، جو غلط ہے۔

۲۔ اس مقام پر بھی میر قانع نے میر معصوم کی پیروی کی ہے۔ فی الواقعہ سیوستان کو صلدئیٰ مغل سے ظفر خان نے آزاد کرایا تھا، نصرت خاں نے نہیں۔ ان دنوں نصرت خان، الغ خان کے ساتھ گجرات کی مہم پر گیا ہوا تھا اور اسکی جگہ ظفر خاں ملتان کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ (تعلیقات تاریخ معصومی از ڈاکٹر داؤد پوتہ، ص ۲۷۹)۔

www.maktabah.org

تخت سے معزول کر کے خود سلطنت کا مالک بن بیٹھا (١)۔ اس پر "غازی ملک" سندھ اور ملتان کا لشکر ساتھ لے جا کر اور خسروخان کو معزول کر کے "سلطان غیاث الدین" کے لقب سے تخت نشین ہوگیا۔ اسی درمیانی زمانہ میں سومرا قبائل بغاوت کر کے ٹھٹہ پر قابض ہوگئے (٢)۔ [٨٧]

سلطان غیاث الدین نے ملک تاج الدین کو ملتان، خواجہ خطیر کو بکھر اور ملک علی شیر کو سیوستان پر

---

١ - یہ میر قانع کی زبردست غلطی ہے۔ خسرو خاں نے علاؤالدین کو تخت سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ سلطان ٦ - شوال سنہ ٧١٧ھ کو فوت ہوگیا تھا۔ سلطان کے بیٹوں میں اہلیت نہ تھی اور وہ ہمیشہ عیش و عشرت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اس طرف اپنی زندگی کے آخری دنوں میں سلطان علاؤالدین نے غازی ملک کو دس ہزار سواروں کے ساتھ دیبالپور بھیج دیا تھا۔ یہ موقع پاکر خسرو خاں نے سلطان علاؤالدین کے بیٹے سلطان قطب الدین کا اسکے خاص آدمیوں کے ہاتھوں سر قلم کرا کے اور خود تخت پر بیٹھ کر ملک پر قبضہ جمایا۔ چونکہ وہ ایک بد طینت شخص تھا لہٰذا اسکے دنوں میں کافروں اور بد طینتوں نے زور پکڑا اور وہ شریف مسلمانوں کو تنگ کرنے لگے۔ (تاریخ معصومی ص ٤٤-٤٥)

٢ - تاریخ معصومی کا مصنف (ص ٤٦) کہتا ہے کہ "جس وقت سلطان غیاث الدین (غازی ملک) ملتان سے دھلی روانہ ہوا اسی وقت بغاوت کرکے "سومرا" [قبائل] ٹھٹہ پر متصرف ہوگئے۔"

www.maktabah.org

مامور کیا ۔

کچھ عرصہ کے بعد جب ملتان میں کشلو خان نے بغاوت کی (۱) تو سلطان غیاث الدین کے فرزند محمد شاہ نے

۱ ۔ اس مقام پر بھی حد سے زیادہ اختصار کی وجہ سے میر قانع نے واقعہ کو الجھا دیا ہے ۔ واقعہ اس طرح ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ سنہ ۷۲۵ھ کی ابتدا میں انتقال کر گیا ۔ (تاریخ معصومی ص ۴۷)۔ اسکے بعد اسکا لایق بیٹا سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ تخت نشین ہوا ۔ اس نے سنہ ۷۲۷ھ میں کشلو خان کو سندھ کا حاکم مقرر کیا (تاریخ معصومی ص ۴۷) ۔ اسکے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنے بھانجے بہاؤالدین سے غضبناک ہو کر جیتے جی اسکی کھال کھنچوائی اور اسمیں بھوسہ بھروا کر "بہادر بھورا" کی لاش کے ساتھ اپنی سلطنت میں ہر جگہ پھرایا ۔ یہ دونوں بھوسہ بھری ہوئی کھالیں جب سندھ پہونچیں تو یہاں کے حاکم کشلو خان نے انھیں بڑے احترام کے ساتھ دفن کرا دیا ۔ سلطان محمد تغلق نے یہ خبر سنی تو وہ سخت ناراض ہوا اور اس نے فی الفور کشلو خان کو برباد کردینا چاہا ۔ چنانچہ احتیاطاً کشلو خان نے علم بغاوت بلند کر دیا (سفر نامہ ابن بطوطہ ص ۳۱۸-۳۲۳) ۔ کشلو خان بکھر سے ملتان آیا اور ملتانیوں اور بلوچوں کو اپنے ساتھ ملا کر تیار ہوا ۔ اُس طرف سلطان محمد شاہ بھی یہ خبر سن کر سنہ ۷۲۸ھ میں ملتان پر آ نازل ہوا ۔ کشلو خان مقابلہ پر آیا لیکن پہلے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۱ پر]

www.maktabah.org

۷۲۸ھ میں ملتان پہونچکر اس پر فتح حاصل کی اور بکھر اور سیوستان پرمعتبر [۸۸] لوگوں کو مقرر کر کے واپس چلا گیا ۔ اسکے بعد ۷۵۱ھ میں طغی [نامی ایک] غلام کے تعاقب میں گجرات اور کتچھ سے گزرتا ہوا ٹھٹے کے علاقہ میں جا پہونچا، جہاں موضع "تھرڑی" میں دریا کے کنارے منزل انداز ہوا ۔ [لیکن پھر] عارضہ تپ میں مبتلا ہوجانے کی وجہ سے وہاں سے کوچ کر کے "کنڈل" (۱) پہونچا اور تندرست ہونے کے بعد پھر ٹھٹے کی طرف کوچ کر کے ٹھٹے سے چھ میل کے فاصلے پر آکر منزل انداز ہوا ۔ لیکن یہاں مرض کے دوبارہ عود کر آنے کی وجہ سے فوت ہوگیا اور اسکی جگہ سلطان "فیروز شاہ" سلطنت کا وارث ہوا ۔

اس حادثہ کی اطلاع پاکر "طغی" نے جو ٹھٹے میں تھا سومرا ،جاڑیجہ، اور سمہ قبائل کے لوگوں کو ساتھ لے کر اسکے لشکر پر یلغار کی لیکن شکست کھائی ۔ سلطان نے اسی

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۰

ہی حملہ میں سلطانی لشکر کے مقدمہ کے ھاتھوں مارا گیا جنھوں نے اسکا سر قلم کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا ۔
(—تاریخ معصومی ص ۴۷)

---

۱ ۔ کنڈل یا گونڈل ۔ گرنار کے شمال میں پندرہ کوس کے فاصلہ پر کاٹھیا واڑ کا ایک شہر ہے ۔ ضیا برنی کے خیال کے مطابق یہ کونڈل ، دمریلہ کے سومرہ علاقہ میں لھٹے کی جانب ایک قصبہ ہے (—تعلیقات تاریخ معصومی ڈاکٹر داؤد پوتہ ، ص ۲۸۰) ۔

www.maktabah.org

سال کی پہلی صفر کو وہاں سے کوچ کرکے دریائے سانکرہ (۱) کے کنارے پر قلعہ تعمیر کرانے کا حکم دیا اور امیر "نصر" کو ہزار سواروں کے ساتھ وہاں مامور کیا، جس نے وہاں ایک شہر آباد کرکے اسکا نام "نصر پور" رکھا۔ [اسی وقت] "ملک بہرام" کو ان حدود کا فوجدار ہوکر رہنے کا حکم فرمایا۔ "بہرام پور" اسی سے منسوب ہے۔ [اسکے بعد] ملک "علی شیر" اور "ملک تاج کافوری" کو سیوستان پر مامور کر کے خود بکھر پہنچا جہاں ملک "رکن الدین" کو نائب اور ملک "عبدالعزیز" کو دیوان مقرر کر کے اور معتمد افراد کا گروہ (۲) ساتھ کر کے قلعہ کی نگرانی کیلئے مقرر فرمایا۔ [۸۹] اس کے علاوہ ملک رکن الدین کو "اخلاص خان" (۳) کے لقب سے سرفراز کر کے اور کاروبار سندھ کا مختار بنا کر خود دہلی واپس چلا گیا۔

اس کے بعد پھر سنہ ۷۰۲ھ میں نگر کوٹ کا عزم کرکے ٹھٹہ پہونچا۔ ٹھٹے کا والی جام خیر الدین قلعہ "آب" میں قلعہ بند ہو بیٹھا اور لشکر کا دفاع کرتا رہا۔ سلطان غلہ کی قلت اور مچھروں کی بہتات سے تنگ آ کر ٹھٹہ واپس ہوگیا (۴)۔ جام خیر الدین امان حاصل کرکے

---

۱ - سانکرہ یا سالکیرہ - دریائے سندھ کا ایک قدیمی پیٹا ہے۔ (آثار قدیمہ سندھ، تالیف کزنس ص ۱۶۷)۔

۲ - تاریخ معصومی ص ۵۰ پر اس گروہ کے افراد کی تعداد اسی (۸۰) بیان کی گئی ہے۔

۳ - اصل متن میں "اخلاص خوانی" ہے جو غلط ہے۔

۴ - میر قانع نے یہاں بھی واقعات کو الجھا دیا ہے۔ اس اجمال

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۳ پر]

www.maktabah.org

خدمت میں حاضر ہوا جسے دوسرے زمینداروں کے ساتھ [سلطان] دھلی لے چلا - سیوستان کے نواح میں پہونچکر جب اسے جام کے فرار ہونے کے ارادے سے آگاھی ہوئی تو اس نے اس کے طوق اور بیڑیاں ڈلوا دیں - پھر کچھ مدت کے بعد اس نے جام جونہ [بن] خیر الدین (۱) کو خلعت عطا کرکے [ستدھ پر] حکومت کرنے کے لئے روانہ کیا -

سنہ ۷۹۰ھ میں فیروز شاہ فوت ہوگیا اور سلطان تغلق شاہ تخت کا وارث ہوا - اس کے بعد سلطان ابو بکر، پھر سلطان محمد شاہ، [۹۰] اس کے بعد سلطان سکندر شاہ

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۲]

کی تفصیل اسطرح ہے کہ سلطان فیروز شاہ سنہ ۷۷۲ھ میں دھلی سے سیدھا نگر کوٹ گیا تھا اور پھر نگر کوٹ کو فتح کرکے ٹھٹہ آیا تھا - اس موقع پر ٹھٹہ کا والی جام خیر الدین قلعہ "آب" میں قلعہ بند ہوکر اپنے لشکر کا دفاع کرتا رہا - اس اثنا میں، سیلاب، مچھروں کی فراوانی، غلہ کی قلت اور گھاس کی کمیابی سے تنگ آکر سلطان گجرات چلا گیا اور موسم برسات وھیں جا کر گذارا - اسکے بعد سلطان فیروز شاہ پھر ٹھٹہ واپس آیا اور جام خیر الدین نے [دوسرا کوئی چارۂ کار نہ دیکھ کر] امان طلب کی اور آکر خدمت میں حاضر ہوگیا - (— تاریخ معصومی ص ۵۱) -

---

۱ - اصل متن میں "جام جونہ خیر الدین" ہے لیکن تاریخ معصومی میں (ص ۵۱) "جام جونہ جام خیر الدین" مرقوم ہے -

www.maktabah.org

شاہ (۱) اور اس کے بعد سلطان ناصر الدین علی الترتیب تخت دھلی پر متمکن ہوئے - اس نے "سارنگ خاں" کو دیپالپور، ملتان اور سندھ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا -

سنہ ۸۰۰ھ میں امیر تیمور کے پوتے "میرزا پیر محمد" نے دریائے سندھ عبور کرکے قلعہ اچ کا محاصرہ کرلیا - "ملک علی" جو "سارنگ خاں" کی جانب سے وھاں مامور تھا اس نے تین ماہ تک جنگ جاری رکھی- سارنگ خاں نے ملک تاج الدین کو چار ہزار فوج دے کر اس کی مدد کے لئے روانہ کیا - [یہ خبر سن کر] میرزا پیر محمد نے اچ کا محاصرہ چھوڑ کر [پہلے] اسے شکست دی اس کے بعد جا کر ملتان کا محاصرہ کرلیا - چھ مہینے کے بعد سارنگ خاں نے خدمت میں حاضر ہوکر ملتان اس کے حوالہ کیا - اس کے فوراً ھی بعد صاحبقران (امیر تیمور) نے بھی خود سنہ ۸۰۱ھ میں آکر ملتان میں منزل کی - اس دن سے سندھ کے حکمرانوں کے دل سے بادشاھان دھلی کا رعب زائل ھوگیا اور سندھ کے حکمرانوں نے خود مختاری کا پرچم بلند کیا - جیسا کہ [آگے چل کر] مذکور ہوگا -

---

۱ - تاریخ معصومی (ص ۵۶) میں سلطان محمد شاہ کے بعد "سلطان علاؤالدین شاہ بن محمد شاہ" کا، جس کا نام پہلے "ھمایوں" تھا ، ذکر درج ہے اور سکندر شاہ کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن تاریخ مبارک شاھی (ص ۱۵۵) اور طبقات اکبری (ج ۱ ، ص ۲۹۹) سے معلوم ھوتا ہے کہ اسی سلطان علاؤالدین شاہ کو "سکندر شاہ" کہا جاتا تھا - اس اعتبار سے میر قانع کا تحریر کردہ نام "سکندر شاہ" زیادہ درست معلوم ھوتا ہے -

www.maktabah.org

چھٹا باب

سومرہ حکمرانوں کا طبقہ (۱)

اس قوم کے بعض افراد در حقیقت اس سے پہلے بھی سر زمین [۹۱] سندھ کے بعض حصوں پر قابض تھے - چنانچہ خود مختاری کے دور سمیت اس قوم کے لوگوں کی کل مدت حکومت پانچسو پانچ سال بیان کی گئی ہے - [۹۲]

---

۱ - "سومرہ" سندھ کی ایک قدیم قوم ہے - جس نے طویل مدت تک سندھ میں حکومت کی ہے، لیکن ان کی حکومت کی تاریخ پر گمنامی کے ایسے تاریک پردے پڑے ہوئے ہیں کہ اسکی نظیر شاید ہی کسی ملک یا قوم کی تاریخ میں مل سکے - آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا ہے کہ سومرہ قوم کی نسل کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ کچھ مورخ کہتے ہیں کہ یہ در اصل عرب قوم سے ہیں جو حجاج کے دلوں میں تسخیر سندھ کے موقع پر عراق کے شہر سامرہ

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۶ پر]

www.maktabah.org

حاشیہ صـ ۱۱۵]

(سرمن رائے) سے ہجرت کرکے سندھ میں آئے یہاں انہیں پہلے "سامری" کہا جاتا تھا لیکن بعد میں تلفظ اور لہجہ کے تغیر کی وجہ سے "سومرہ" کہا جانے لگا۔ ابن بطوطہ اس خیال کی تائید کرتا ہے اور شہر "جنانی" کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ (ج ۳، صـ ۱۰۱-۱۰۲):

"ہم دریائے سندھ کی راہ سے سفر کرتے ہوئے دو دن کے بعد شہر "جنانی" پہونچے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارے ایک بڑا اور خوبصورت شہر ہے۔ اسکے بازار دلکش ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو "سامرہ" کہا جاتا ہے۔ وہ عہد قدیم سے یہاں آباد ہیں۔ تسخیر سندھ کے مورخوں کی تحریر کے مطابق، ان کے بزرگ یہاں اس زمانہ سے رہتے ہیں جس زمانہ میں کہ حجاج کی نگرانی میں سندھ فتح ہوا تھا۔" لیکن تاریخ دانوں کا دوسرا طبقہ سومروں کو سندھ کا اصلی اور قدیمی باشندہ اور راجپوت قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ "ایلیٹ" اپنی مشہور کتاب "ہسٹری آف انڈیا" (ج ۱ - ۴۸۳) میں لکھتا ہے کہ: "تاریخ طاہری کے قلمی نسخہ کے صفحہ ۲۵ پر واضح طور موقوم ہے کہ سومرہ اصل میں ہندو تھے۔ ریاست الور کے حکمران ہندو راجپوتوں میں سے۔ ان کی راجدھانی قصبہ "محمد طور" میں تھی جو درک پرگنہ میں واقع تھا" اسی طرح "ایلیٹ" نے اپنی کتاب "سند" کے حاشیہ صفحہ ۸۹ پر سومروں کے متعلق کافی بحث و تمحیص کے بعد گجرات کی تواریخ کے حوالوں

[بقیہ حاشیہ صـ ۱۱۷ پر]

www.maktabah.org

[بقیه حاشیه ص- ۱۱٦]

کی بنیاد پر ثابت کیا ہے کہ سومرہ راجپوت ہندو تھے۔ تحفة الکرام یا دیگر تواریخ میں سومروں کی جو رسومات بیان کی گئی ھیں مثلاً — سومرہ سرداروں کا اپنے مطیع لوگوں کے شانوں پر داغ دینا تاکہ وہ ان کے غلام شمار کئے جائیں، خود کو دوسروں سے ممتاز ظاھر کرنے کے لئے اپنے ھاتھوں پیروں کے ناخن جڑ سے اکھڑوا دینا، جو عورت ایک بار بچہ جنے دوبارہ پھر کبھی اسکے قریب نہ جانا، لیا کپڑا ایک بار پہن کر میلا کرنے کے بعد پھر دوبارہ نہ پہننا، وغیرہ وغیرہ۔ ان سے معلوم ھوتا ھے کہ سومرہ عرب نژاد ھرگز نہیں ھیں کیونکہ عربوں میں نہ جاھلیت کے زمانہ میں کبھی ایسی رسمیں رائج تھیں اور نہ عہد اسلام میں۔ اس لئے یہ رائے زیادہ وزن دار معلوم ھوتی ھے کہ "سومرہ اصل میں ھندو راجپوت تھے"۔ سومرہ حکمرانوں کے ٹھیٹھ ھندی نام بھی اس خیال کی تائید کرتے ھیں۔ اگر یہ لوگ عرب ھوتے تو ان کے نام بھی ضرور عربی قسم کے ھوتے۔

سمہ اور سومرہ قبائل کی اصلیت کے بارے میں ایک تیسری رائے اور بھی ھو سکتی ھے جس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی ھے، وہ یہ کہ، یہ دونوں قومیں ایشیا کی اس مشہور "سمیری" قوم کی شاخیں ھیں جنھیں عربی میں "سامی" کہا جاتا ھے۔ قدیم زمانہ میں یہ بڑی طاقتور قوم تھی جس کا وسط ایشیا میں بے حد اثر و اقتدار

[بقیہ حاشیہ ص- ۱۱۸ پر]

www.maktabah.org

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۷]

تھا - ھوسکتا ہے کہ اسکا کوئی حصہ اسی زمانہ میں سندھ کی طرف آ نکلا ھو اور سندھ کو اپنا وطن بنایا ھو۔

سومروں کی حکومت کی بنیاد کب سے پڑی؟ اس بارے میں بھی مورخوں میں بڑا اختلاف ہے - میر معصوم سومروں کی حکومت کا آغاز سلطان عبدالرشید (سنہ ۴۴۳ھ تا سنہ ۴۴۴ھ) کے زمانہ سے تسلیم کرتا ہے۔ تحفة الکرام کا مصنف میر علی شیر قانع سومروں کی باقاعدہ حکومت کی ابتدا "غازی ملک" عرف سلطان غیاث الدین تغلق شاہ (سنہ ۷۲۰ھ تا سنہ ۷۲۵ھ) کے زمانہ سے قرار دیتا ہے - لیکن ساتھ ھی ساتھ ان کا کل عہد حکومت پانچسو پانچ برس بیان کرتا ہے - تاریخ طاھری کا مصنف میر طاھر نسیانی سومروں کی کل مدت حکومت ۱۴۳ سال شمار کرتا ہے۔ اس بارے میں غالباً ڈاکٹر داؤد پوتہ کا خیال زیادہ صحیح ہے - موصوف تاریخ معصومی کی تعلیقات (ص ۲۸۶-۲۸۷) میں سومروں کے حکومت کی ابتدا خلیفہ متوکل عباسی کی وفات (سنہ ۲۴۷ھ) سے بیان کرتے ھیں کیونکہ اسی خلیفہ کی وفات کے بعد عباسی حکومت کا زوال شروع ھوتا ہے - چنانچہ یہ کچھ بعید نہیں کہ عباسی خلفا کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ھوئے سومروں نے اپنی خود مختاری کی بنیاد رکھی ھو اور آھستہ آھستہ طاقت میں اضافہ کرکے سندھ کا "لاڑ" والا علاقہ ھضم کر گئے ھوں۔

سومرہ حکمرانوں کی تعداد اور ان میں سے ھر ایک کے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۹ پر]

www.maktabah.org

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۸]

عہد حکومت کی مدت بھی ایک، ایسا معما ہے جسے حل کرنے کے لئے سندھ کے تاریخ داں بے حد پریشان اور سرگرداں ہیں ابوالفضل "آئین اکبری" (۳- ۵۵۹) میں کہتا ہے کہ سومروں کے کل ۳۶ حکمراں ہوئے ہیں اور انکی حکومت پانچسو برس تک رہی ہے۔ میر معصوم صرف نو (۹) نام لکھکر خاموش ہو گیا ہے۔ تحفة الکرام میں انیس (۱۹) حکمرانوں کے نام دئیے گئے ہیں۔ دوسری طرف مولوی عبید اللہ "شائق" نے سومروں کے بزرگوں کے شجروں اور مولوی عبدالرحیم سومرہ کی تالیف کردہ تاریخ "گلزار سندھ منظوم" سے انتخاب کر کے ایک مختصر کتابچہ "دولت علویہ" (یا سومروں کی حکومت) شائع کیا ہے اس میں اکیس (۲۱) نام دیئے گئے ہیں - لیکن تاریخی حیثیت سے دیکھا جائے تو سب ہی نے محض قیاس سے کام لیا ہے۔ ہم یہاں تاریخ معصومی کی تعلیقات میں درج کردہ سومرہ حکمرانوں کی فہرست بعینہ نقل کرتے ہیں جس سے کافی استفادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ معصومی	تحفة الکرام	دولت علویہ
۱ - سومرہ	سومرہ (وفات ۴۴۵-۴۴۶ھ)	سومرہ (وفات ۴۴۸ھ)
۲ - بھونگر	بھونگر (وفات ۴۶۱ھ)	عصام الدین بھونگر (وفات ۴۶۹ھ)
۳ - دودا	دودا (وفات ۴۸۵ھ)	صمصام الدولہ دودا (۴۸۱ھ میں گوشہ

[بقیہ حاشیہ ص ۱۲۰ پر]

www.maktabah.org

[بقیہ حاشیہ ص ۱۱۹]

		نشینی اختیار کی)
۴ - تاری	سنگھار (وفات ۵۰۰ھ)	زینب (تاری) (۴۹۱ھ میں تخت سے دستبردار ہوئی)
۵ - سنگھار	خفیف (وفات ۵۳۶ھ)	شہاب الدین سنگھار (وفات ۵۰۳ھ)
۶ - ھموں	عمر (وفات ۵۷۶ھ)	ھموں کا بھائی فخر الملک (صرف ایک سال حکومت کی)
۷ - پھتو	دودا (وفات ۵۹۰ھ)	سراج الدین فتح خاں (پھتو) (وفات ۵۱۱ھ)
۸ - خیرو	پھتو (وفات ۶۲۳ھ)	عماد الدین خفیف (وفات ۵۳۶ھ)
۹ - ارمیل	گھنرا (وفات ۶۳۹ھ)	جلال الدین عمر (وفات ۵۵۶ھ)
۱۰ —	محمد طور (وفات ۶۵۴ھ)	صلاح الدین ھجو (وفات ۵۷۰ھ)
۱۱ —	گھنرا (وفات ۶۵۸ھ)	غیاث الدین دودا (وفات ۶۰۰ھ)
۱۲ —	طائی (وفات ۶۸۲ھ)	علاؤ الدین خیرو (گھنرو) (وفات ۶۱۹ھ)
۱۳ —	چنیسر (وفات ۷۰۰ھ)	سیف الدین طائی (وفات ۶۳۸ھ)

[بقیہ حاشیہ ص ۱۲۱ پر]

www.maktabah.org

وہ اس وجہ سے کہ بنی عباس کے آخری گورنر آل تمیم (۱) کے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۲۰

۱۴	—	بھونگر (وفات ۷۱۵ھ)	شمس الدین بھونگر (وفات ۷۶۸ھ)
۱۵	—	خفیف (وفات ۷۳۳ھ)	کمال الدین چنیسر (اسے سنہ ۶۹۶ھ میں تخت سے معزول کردیا گیا)۔
۱۶	—	دودا (وفات ۷۵۸ھ)	اسد الملت دودا (وفات ۷۰۰ھ)
۱۷	—	عمر (وفات ۷۹۳ھ)	ظہیر الدین بھونگر (وفات ۷۴۰ھ)
۱۸	—	بھونگر (وفات ۸۰۳ھ)	فخر الدین عمر (یہ سنہ ۷۷۵ھ میں گوشہ نشین ہوگیا)
۱۹	—	ھمیر (اسے سموں نے تخت سے معزول کر دیا)۔	قمر الدین طاھر (وفات ۸۱۳ھ)
۲۰	—	—	معین الدین ارمیل (وفات ۸۲۲ھ)
۲۱	—	—	بہاؤالدین شہمیر شاہ عرف حمیر (وفات ۸۴۳ھ)

۱۔ بنی عباس کا آخری گورنر "ابوالصمہ" تھا جو قبیلہ کندہ

[بقیہ حاشیہ ص ۱۲۲ پر]

www.maktabah.org

بعد اس قوم کے اکثر لوگوں کا عمل دخل دیکھ کر مورخوں کا ایک گروہ [۹۳] اس قوم کا زمانہ [اقتدار اسی وقت سے] شمار کرتا ہے ۔ لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس زمانہ میں سندھ کے بڑے حصے پر غزنویوں اور غوریوں کا تصرف تھا اس وجہ سے اس طبقہ کا عہد حکومت اس وقت سے شمار کیا جاتا ہے جب سے وہ کسی دوسرے کی شرکت کے بغیر [پورے ملک پر] متصرف ہوئے ۔ [۹۴]

[بہر حال] اس قوم کی اصلیت کے بارے میں کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہوا ۔ [البتہ] جیسا کہ اس سے پیشتر مذکور ہوچکا ہے [گمان غالب ہے کہ] یہ "سامرہ" عرب ہیں جو چوتھی صدی ہجری میں سندھ آئے تھے ۔ [کیونکہ] کچھ لوگ کہتے ہیں کہ "داو رائے" امرانی کا بھائی "چھٹو" امرانی جب بھائی کے مظالم سے عاجز آگیا اور اپنے بھائی کی نحوست کی وجہ سے شہر اروڑ کی ویرانی اور بھالبھرا (برہمن آباد)

[بقیہ حاشیہ ص ۱۲۱]

کا آزاد کردہ غلام تھا ۔ اس نے سندھ پر توپ کے ذریعہ قبضہ کیا تھا ۔ اس سے پیشتر "عمر بن عبدالعزیز" ھباری سندھ کا گورنر تھا ۔ عباسیوں کے گورنروں کی جو فہرست اس سے پیشتر درج کی جا چکی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ "آل تمیم" کے نام کا کوئی گورنر نہیں رہا ہے ۔ البتہ دوسرے نمبر پر جو گورنر "موسیٰ بن کعب" آیا وہ "تمیمی" تھا ، اسی وجہ سے اسے "آل تمیم" کہا جا سکتا ہے ۔ اسی طرح ساتویں نمبر پر جو گورنر آیا وہ بھی "تمیمی" تھا ۔

www.maktabah.org

کی بربادی کا حال اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بغداد جا کر اس نے خلیفہ سے [امداد چاہی اور] "سید علی" موسوی کی سرکردگی میں، جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا، سامرہ کے [۹۰] ایک سو عربوں کو لے کر سندھ آیا۔ یہاں، آخر کار اس کے بھائی [دلو رائے] نے [سید علی] کی اطاعت قبول کی اور اپنی بیٹی سید موصوف کے عقد میں دی۔ چنانچہ وہ یہیں رہ گئے اور اپنے بعد اولاد چھوڑی۔ متعلوی (مٹیاری) نامی موضع ان کی اقامت گاہ تھا۔

قصہ کوتاہ، کلام سابقہ کے سلسلہ کے مطابق، جب سنہ ۷۲۰ھ میں "غازی ملک" سندھ اور ملتان کا لشکر اکٹھا کرکے اور [۹۶] دھلی جا کر خسرو خاں پر غالب ہوا اور تخت و تاج کا مالک بن کر "سلطان غیاث‌الدین تغلق شاہ" کا لقب اختیار کیا اور اسی جانب کے کاروبار میں منہمک ہو گیا، موقع پا کر سومروں نے تھرڑی کے گرد و نواح میں لوگوں کو جمع کرکے "سومرہ" نامی ایک شخص کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس نے ملک کے قریب وجوار کو [دشمنوں سے] صاف کرکے "صاد" نامی ایک زمیندار کی [۹۷] بیٹی سے جو اپنی خود مختاری کا دم بھرتا تھا، نکاح کر لیا۔ اس کے بطن سے ایک بیٹا بھونگر پیدا ھوا۔ باپ کے مرجانے کے بعد بھونگر اس کا جانشین ھوا۔ اس کے بیٹے "دودا" نے نصر پور تک [کا ملک] اپنے قبضہ میں کیا۔ اس کے فوت ھونے کے وقت اس کا بیٹا سنگھار کم سن تھا چنانچہ دودا کی بیٹی "تاری" نے اپنے بھائی کے بالغ ھونے تک حکومت کی باگ دوڑ اپنے ھاتھ میں سنبھالی۔ جس کے بعد

www.maktabah.org

سنگھار نے "کتچھ" کی طرف فوج کشی کرکے نانکنی (۱) تک [کا ملک] اپنے قبضه میں کیا ۔ چونکه اس نے کوئی اولاد اپنے بعد نه چھوڑی اس لئے اس کی بیوی "ھیمو" نے اپنے بھائیوں کو "طور" اور "تھرڑی" کے شہروں پر مامور کیا ۔ لیکن کچھ ھی عرصه کے بعد "دودا" نامی ایک سومرہ نے جو واھگه (واگه) کے قلعه کا حاکم تھا ، قرب و جوار سے اپنے بھائیوں کو جمع کرکے ھیمو کے بھائیوں کی بیخ کنی کردی ۔ اسی عرصه میں [مذکورہ بالا] دودا کی اولاد میں سے ایک شخص مسمی "دادو پھٹو" (پھتو) نے علم بغاوت بلند کر کے حیرت انگیز لشکر جمع کر لیا اور کتنی ھی مدت تک حکومت کرتا رھا ۔ اس کے بعد "خیرو" نامی [ایک شخص] سلطنت کا مالک ھوا ۔ اس کے بعد "ارمیل" نے حکومت سنبھالی، لیکن چونکه وہ ظالم تھا اس لئے سمه لوگوں نے بغاوت کرکے اسے قتل کر ڈالا ۔ یه واقعه سنه ۷۵۲ھ میں پیش آیا ۔

اس قوم کی حکومت کی ابتدا ، انتہا، اور ان کے ناموں کی فہرست دوسری طرح بھی بیان کی گئی ھے۔ چنانچه "منتخب التواریخ" میں مرقوم ھے که جب سلطان محمود غازی کا بیٹا سلطان عبدالرشید تخت پر بیٹھا تو اس کی سادگی اور کم عقلی سے فائدہ اٹھاتے ھوئے سندھ کے لوگوں نے سرکشی اور بغاوت شروع کردی اور سنه ۴۴۳ھ میں سومرا قوم کے لوگوں نے تھرڑی [۹۸] میں لشکر جمع کر کے سومرہ نامی ایک شخص کو تخت پر بٹھایا ۔ سومرہ کافی عرصه تک خود مختاری کے ساتھ حکومت کرتا رھا اس کے بعد "صاد" نامی ایک زمیندار کی

---

۱ ۔ شاید کتچھ کے کسی شہر یا قصبه کا نام ھے ۔

www.maktabah.org

بیٹی کے بطن سے "بھونگر" نامی اپنا ایک بیٹا ولی عہد چھوڑ کر وہ فوت ہو گیا۔ بھونگر بن سومرہ پندرہ سال تک مرادیں حاصل کر کے سنہ ۴۶۱ھ میں عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ اس کے بعد "دودا بن بھونگر" چوبیس سال تک حکومت کر کے سنہ ۴۸۵ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد "سنگھار" نے پندرہ سال، "خفیف" نے چھتیس سال، "عمر" نے چالیس سال، "دودا ثانی" نے چودہ سال، "پھٹو" (پھتو) نے تینتیس سال، "کھینرو" نے سولہ سال، "محمد طور" نے پندرہ سال، "کھینرو" (گنرو) نے چند سال، "دودا ثالث" نے چودہ سال، "طائی" نے چوبیس سال، "چنیسر" نے اٹھارہ سال، "بھونگر ثانی" نے پندرہ سال، "خفیف ثانی" نے اٹھارہ سال، "دودا چہارم" نے پچیس سال، "عمر ثانی" نے پینتیس سال، "بھونگر ثالث" نے دس سال اور اس کے بعد "همیر" نے [یکے بعد دیگرے] حکومت کی۔ یہ (همیر) چونکہ ظالم تھا اس لئے سمہ قوم کے افراد نے اسے تخت سے معزول کردیا۔

اس گروہ کے زوال کا سبب دوسری طرح بھی روایتوں میں آیا ہے۔ لیکن پہلے مذکورہ سرداروں کے علاوہ اس قوم کے بعض دیگر ممتاز افراد کا، جو بعض مقامات کے مالک تھے، ذکر ہوگا اور پھر ان کا خاتمہ، ان کے بعض ناموزوں طور طریق کے ساتھ، اسی روایت میں بیان کیا جائے گا۔ [۹۹]

عمر سومرہ

قلعہ عمر کوٹ اسی سے منسوب ہے۔ اس کے حالات بڑے دلچسپ ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

www.maktabah.org

ماروئی کا قصہ

"تلھا" نامی ایک گاؤں میں "مارو" قوم کی "ماروئی" نامی ایک پاک دامن اور خوبصورت دوشیزہ رہا کرتی تھی۔ اس کے ماں باپ نے اس کی منگنی پہلے "پنھوں" نامی ایک شخص سے کی لیکن بعد میں یہ نسبت توڑ کر اسے ایک دوسرے عزیز سے منسوب کردیا۔ پنھوں اس محبوبہ کے ھاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے دل شکستہ ھوکر "عمر" کے پاس فریاد لے گیا اور جاکر اس سے کہا کہ "میری پری جمال اور خدا داد حسن کی مالک منگیتر کو ایک دوسرے شخص سے بیاہ دیا گیا ھے۔ اب میں تو اس سے مایوس ھوچکا ھوں لیکن اگر آپ ایک نظر بھی اسے دیکھ لیں گے تو یقیناً اسے اپنے حرم کے لئے موزوں پائیں گے"۔ [یہ سن کر] عمر نے بھیس بدلا اور ایک تیز رفتار اونٹ پر سوار ھوکر [خود] ماروئی کے گاؤں میں جا پہونچا۔ وھاں جوں ھی ماروئی کو دیکھا دیوانہ وار اس پر فریفتہ ھوگیا۔ چونکہ اس کی طلب کا تیر اس کے دل میں پیوست ھوچکا تھا اس لئے موقع پاتے ھی وہ اسے زبردستی اونٹ پر بٹھا کر اپنے محل واپس آگیا۔ اس کے بعد [اسے للچانے کے لئے] اس نے بہتیرے سونے چاندی کے زیورات اور عیش و آرام کے سامان پیش کئے، لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ھوئی، بلکہ اپنے شوھر کی یاد میں ھمیشہ دن رات روتی پیٹتی اور نیندیں حرام کرتی رھی۔ یہاں تک کہ اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ بالآخر ایک سال گذرنے کے بعد بلکہ اس سے کچھ پہلے ھی عمر نے اس کی ایمانداری اور پاکبازی سے متاثر ھوکر اس کے

www.maktabah.org

شوھر کو بلوایا اور کافی زیورات کے ساتھ ماروئی کو اس کے حوالہ کردیا۔ لیکن اس کا شوھر عمر کے شک کی وجہ سے اسے مارتا پیٹتا اور اذیتیں دیتا رھا۔ اس کے علاوہ اس کی قوم کے لوگ بھی اسے طعنے تشنے دیا کرتے تھے اور [۱۰۰] بے شرمی کے ساتھ "عمر" کا نام لیا کرتے تھے۔ عمر ان عیوب سے پاک تھا۔ چنانچہ سخت غضبناک ھو کر اس نے ان پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ ماروئی کو جب اس کی خبر ھوئی کہ اسی کی وجہ سے اس کی قوم پر مصیبت آنے والی ھے تو وہ اپنی قوم کو تسلی دے کر عمر کے پاس گئی اور جا کر اس سے کہا کہ "قصور تیرا ھی ھے کہ تو نے پرائی عورت کو اتنی مدت تک اپنے محل میں رکھ چھوڑا۔ اب لوگ طعنے نہ دینگے تو کیا کرینگے؟ میرا شوھر مجھ سے کیوں بد گمان نہ ھوگا؟ اس پر اب یہ مزید فساد. یہ تو پہلے گناہ سے بھی بڑا گناہ ھوگا۔ بلکہ ھمیشہ ھمیشہ کی بدنامی کا سبب بنے گا۔" عمر اس سے متاثر ھو کر اپنے ارادہ سے باز آیا اور اس کے شوھر کو بلا کر سمجھایا کہ "میں اس پاکدامن عورت کا پہلے بے شک طلبگار تھا۔ لیکن چونکہ وہ راضی نہ ھوئی اور اس کی سچائی [مجھ پر] ثابت ھوگئی اس لئے میں نے اسے اپنی بیٹی کہکر تیرے حوالہ کیا ھے۔ اگر تجھے اب بھی کسی صفائی اور ثبوت کی ضرورت ھے تو میں تیرے سامنے حاضر ھوں۔ جس طرح بھی تیرے دل کو اطمینان حاصل ھو بے دریغ کہہ اور ویسا ھی کر، تاکہ مجھ پر اور ماروئی پر جو داغ لگایا گیا ھے وہ صاف ھوجائے۔" اس پر ماروئی نے کہا کہ "یہ گناہ مجھ پر عاید کیا گیا ھے اس لئے لوھا تپا کر میرے ھاتھ

www.maktabah.org

پر رکھو تا کہ حق کا ثبوت دینے کے لئے میں اسے اٹھالوں"
چنانچہ سارے عزیزوں رشتہ داروں اور شہر کے باشندوں نے
مل جُل کر اسقدر تپتا ہوا لوہا اسکے ھاتھ پر رکھا کہ جس
کی حرارت سے دیکھنے والوں کی آنکھیں بھی جلی جاتی تھیں۔
لیکن ماروئی کو اس سے کوئی گزند نہ پھونچا ۔ اس پر
ماروئی نے کہا کہ "ابھی میں اس سے بھی بڑا امتحان
دوں گی"۔ . . . چنانچہ اسکے کہنے پر آگ کا ایک بہت بڑا
الاؤ جلایا گیا، جس میں سے وہ حسین عورت [حضرت ابراھیم]
خلیل کی مانند اسطرح کہ جیسے کوئی شخص باغ کی سیر کر رھا ھو
اطمینان اور آھستگی کے ساتھ [۱۰۱] کئی بار گذری ۔ خدا
کی قدرت اور صداقت کی برکت سے اسکے جسم کے ایک روئیں
اور کپڑے [کے ایک تار] کو بھی گزند نہ پھونچا ۔ چنانچہ
اب اسکے شوھر اور دیگر لوگوں کی عمر اور ماروئی کے متعلق
بد گمانی بالکل دور ھوگئی ۔

بے شک ماروئی کی صداقت اور پاکدامنی پر بھی
آفریں ھے لیکن ھزار آفرین عمر کے ضبط اور خواھش پر قابو
رکھنے پر بھی ھے کہ جس نے ایسی مفت میں ھاتھ آئی ھوئی
پری کو اسکی اجازت اور مرضی کے بغیر ھاتھ نہ لگایا ۔ مثال کے
طور پر ایک عجیب حکایت یاد آئی ھے، چونکہ موقع کے اعتبار
سے مناسب ھے اس لئے شامل کی جاتی ھے :

حکایت : ایک شخص کسی عورت پر فریفتہ تھا ۔
کتنی ھی مدت وہ اسکی طلب میں حیران و پریشان رھا مگر
وہ ھاتھ نہ آتی تھی ۔ آخر کار ایک موقع پر کسی حیلہ بہانہ
سے اسے ایک خالی مکان میں لا کر اس نے دروازے بند

www.maktabah.org

کر لئے۔ وہ پاکدامن عورت جو طویل عرصہ سے خود کو بد کاری سے محفوظ رکھتی آئی تھی۔ اس دام میں گرفتار ہو کر عاجز ہوگئی اور فعل بد کے لئے مرد کی بے تابی دیکھ کر اس سے کہنے لگی کہ "اب تو تجھے اطمینان ہے اس لئے خواہ مخواہ پریشان نہ ہو اور انصاف کے ساتھ میرے ایک سوال کا جواب دے پھر تو جو کچھ بھی طلب کرے گا وہ تیری ملکیت ہوگی"۔ مرد نے کہا کہ "کہو"۔ اس پر عورت نے کہا کہ "[لوگ جو کہتے ہیں کہ] عقل کے چالیس حصے کرکے [خدا نے] انتالیس حصے مرد کو اور ایک حصہ عورت کو دیا جس کی وجہ سے عورت کو ناقص العقل کہتے ہیں، تو یہ بات سچ ہے یا نہیں؟" مرد نے جواب دیا "ہاں"۔ عورت نے کہا کہ "شہوت کے بھی چالیس حصے بیان کرتے ہیں جن میں سے انتالیس حصے عورت کو دیئے گئے اور ایک حصہ مرد کو [کیا یہ بھی درست ہے]؟" مرد نے جواب دیا کہ "بے شک"۔ اس پر عورت نے کہا کہ "جب تو یہ بات قبول کرتا ہے تو مجھے تجھ پر حیرت ہوتی ہے کہ [۱۰۲] تو جو ایک مرد ہے عقل کے انتالیس حصوں کے باوجود شہوت کے ایک حصہ سے اسقدر بے اختیار ہو گیا ہے کہ اس پر قابو نہیں پا سکتا اور میں اتنی کم عقل ہوتے ہوئے بھی اتنی زیادہ شہوت کو قابو میں رکھتی آئی ہوں اب خود ہی انصاف کر"۔ چونکہ اس "شیر" عورت کا کلام پاکدامنی اور ضبط نفس پر مبنی تھا اسوجہ سے اسکی تاثیر کا تیر اس مرد کے دل کے نشانہ پر پورا لگا اور ایکدم اسکے پیروں پر گر کر اپنے گزشتہ قصور کی معافی طلب کر کے اس نے

www.maktabah.org

اسے چھوڑ دیا ۔

قصہ کوتاہ ، ماروئی اور عمر کی کہانی سندھی زبان میں منظوم اور مشہور ہے اور صاحبان حال اسے مخصوص سُر اور دھنوں میں گاتے ہیں اور اس مجاز سے حقیقت کی راہ دریافت کر کے وجد اور سرور حاصل کرتے ہیں ۔ ظاہر پرستوں پر بھی اس عشق کی صدا اور ولولہ کا اثر ہوتا ہے ۔ سید محمد طاہر نسیانی نے اس قصہ کو فارسی میں نظم کر کے اس کا نام "ناز و نیاز" رکھا ہے ۔

حکایت دیگر: تمیم قوم کی ایک "گنگا" نامی لڑکی صغر سنی میں "عمر" کے ساتھ منسوب ہوئی تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ایک دن اس نے کسی ایسے حال میں دیکھا کہ کمسنی کی وجہ سے اس کے حسن کا پھول ابھی پوری طرح کھلا نہ تھا اور اُسے پسند نہ آئی ۔ چنانچہ اس نے کہا کہ "جس سے چاہو اس کے ساتھ اسے منسوب کردو" ۔ اس پر اس کی اجازت کے مطابق اس کی نسبت تمیم قوم کے ایک ایسے شخص سے کردی گئی جو "عمر سومرہ" کا اپنا وزیر تھا ۔ شباب آنے پر گنگا حسن میں یکتا ہوگئی اور دور دور کے ملکوں تک اس کی شہرت پھیل گئی ۔ یہ تعریف سن کر عمر نے بھی اسے کسی بہانے سے دیکھنا چاہا ۔ اسی زمانہ میں ایک دن شکار کرتے کرتے وہ کسی دھوبی کے قریب سے گزرا جو کپڑے دھو کر سکھا رہا تھا ۔ [قریب کے ایک] درخت پر [اسے] ایک خوشبودار لباس [پھیلا ہوا] [۱۰۳] نظر آیا ۔ دھوبی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لباس گنگا کا ہے ۔ یہ سنتے ہی وہاں سے وہ اس کے گھر روانہ ہوا ۔ معلوم ہوا کہ

www.maktabah.org

اس کا شوہر گھر پر نہیں ہے چنانچہ ایک کبوتر کا شکار کرنے کے بہانہ اس نے ایک تیر گھر کے اندر پھینکا اور پھر تیر اٹھانے کے لئے دروازہ کے اندر جا کر خواہش کے مطابق اس کے دیدار سے بہرہ ور ہوا اور اس کی خمیدہ زلفوں میں اسیر ہو کر پیچ و تاب کھاتا ہوا محل واپس آیا ۔ اس کے بعد وہ منصوبے بنانے لگا ۔ وزیروں سے بھی مشورہ کیا ۔ آخر ایک حیلہ طے کر کے وہ مذکورہ تمیمی پر زیادہ سے زیادہ عنایتیں کرنے لگا ۔ اس نے جو اپنی طرف عمر کی پہلے سے سینکڑوں گنا زیادہ توجہ پائی تو اس نے وزیروں سے اس کا سبب دریافت کیا کہ "امیدوں سے زیادہ ان نوازشات کا کیا سبب ہے ؟" انھوں نے اسے سمجھایا کہ "عمر نے تجھے پسند کیا ہے اور اپنی بہن کو تیری زوجیت میں دینا چاہتا ہے"۔ وہ بیوقوف اس دھوکہ میں آپے سے باہر ہو گیا اور اس رشتہ سے چاہ ظاہر کرنے لگا ۔ آخر کار "عمر نے ایک دن بزم شراب منعقد کر کے اسے نشہ میں چور بنایا اور پھر وزیروں کو اپنا کام کرنے کا اشارہ کیا ۔ وزیروں نے تمیمی سے کہا کہ عمر اپنی بہن کا رشتہ تجھے شوق سے دینا چاہتا ہے لیکن صرف یہ سوچتا ہے کہ تیرے پاس پہلے ہی ایک بیوی ہے اور تو اس کی محبت میں گرفتار ہے ۔ اب اگر تو اسے چھوڑ دے اور عمر کے حوالہ کرے تاکہ وہ جس سے چاہے اس کا عقد کرے تو وہ فوراً اپنی بہن تیرے عقد میں دیدیگا"۔ چنانچہ وہ سادہ لوح بد نصیب نشہ کی حالت میں ، جس میں ہوش و حواس رخصت ہو جاتے ہیں ، انھوں نے جو کہا ، وہ بجالایا۔ پھر جب تمیمی کی بیوی (گنگا) طلاق اور بخشش کے مطابق عمر کے قبضہ میں آگئی تو وزیروں کے حکم پر [ملازموں نے]

www.maktabah.org

اس نشہ میں چور بد مست کو سخت ذلت اور بے عزتی کے ساتھ غالیچہ کے سرے سے ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے جا کر دروازہ سے باہر پھینک دیا [۱۰۴] اور کہا کہ "جب تو نے بغیر کسی قصور کے محض دولت کی لالچ میں اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ دیا اور وفا کے طریقے کو جو مردوں کا شیوہ ہے قطعی فراموش کر دیا تو سردار کی قرابت کا تو کس طرح مستحق ہوسکتا ہے؟" وہ بے چارہ صبح کو جب رات کے نشہ سے ہوش میں آیا تو اس گزرے ہوئے حادثہ پر گریبان چاک کئے ہوئے دھلی کے بادشاہ سلطان علاؤالدین کے پاس فریاد لے کر گیا۔ دربار سے عمر کی طلبی کا پروانہ جاری ہوا۔ ہوتے ہوتے یہی بات دوسرے اسباب کے ساتھ مل جل کر جو آگے چل کر بیان ہوں گے اس قوم کی حکومت کے زوال کا سبب بنی۔

حالانکہ بعض مورخوں کی تحریر کے مطابق یہ عمر، ساری قوم کے سردار اور ملک کے مالک عمر کی بجائے کوئی اور ہے، لیکن واقعہ کا بیان ظاہر کرتا ہے کہ یہ اور اس سے پیشتر کا واقعہ دونوں خاص عمر سردار سے تعلق رکھتے ہیں۔

"ھمیر" سومرو بھی کسی زمانہ میں سر زمین سندھ کے کسی حصہ پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کر چکا ہے۔ مذکورہ عمر سے اس کے پہلے یا بعد میں ہونے کا بلکہ اس کے زمانے ھی کے تعین کے بارے میں کتب سے کچھ ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ وھی ھمیر ہے جو سومروں کا آخری سردار تھا۔ اگر یہ درست ہے تو پھر یہ ھمیر، عمر کے بعد کا ھوگا۔ واللہ اعلم۔

مومل اور میندھرا کا قصہ اسی کے وقت کے عجائبات میں

www.maktabah.org

سے ہے جو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

موہل اور مینڈھرا کا قصہ

گوجر بادشاہوں کی اولاد میں سے موہل نامی ایک عورت اپنے باپ کے فوت ہوجانے کے بعد اپنے ملک پر حکومت کرتی تھی اس نے شہر کے کنارہ پر ایک شاندار محل [۱۰۵] بنوایا۔ جس کے باہر جادو کے زور سے ایک طلسمی دریا اور اس کے گھاٹ پر محل میں داخلے کے لئے پتھر کا دروازہ تعمیر کرایا اور اس پر پتھر کے دو خوفناک شیر استادہ کرا کے محل کے اندر ایک کمرہ میں سات پلنگ بچھوا دیئے، جن پر ایک جیسے بستر لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے چھ پلنگ کچے دھاگے کے بنے ہوئے تھے اور ہر ایک کے نیچے گہرا گڑھا تھا۔ اس کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ جو شخص بھی اس دریا اور شیر کے طلسم سے گزر کر اپنی دانائی کی بنا پر آکر صحیح پلنگ پر بیٹھ جائے گا اسے میں اپنا شوہر قبول کروں گی۔ اسی خواہش میں کتنے ہی لوگ ادھر گئے لیکن اپنے مقصد میں ناکامیاب ہوکر عدم آباد کو سدھار گئے۔ ایک دن همیر سومرو اپنے تین وزیروں کے ساتھ جن میں اس کا برادر نسبتی (سالا) اور وزیر "رانا مینڈھرا" بھی شامل تھا، شکار کھیل رہا تھا کہ اسے ایک سیلانی جوگی ملا جس نے موہل کے حسن کی تعریف کرکے اسے اس کے دیدار کا شوق دلایا۔ همیر سومرو بے اختیا اپنے تینوں رفیقوں کو ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہوا اور جا کر موہل کے محل کے نیچے اقامت پذیر ہوا۔ خبر ملنے پر موہل نے ایک ہوشیار کنیز کو بھیجا، تاکہ ان کا حال معلوم کر کے ان کے سردار کو دعوت دے اور ساتھ لے آئے۔ چنانچہ پہلے همیر اس کنیز کے ساتھ گیا

www.maktabah.org

لیکن راہ میں کنیز اسے دھوکہ دے کر آگے نکل گئی اور وہ موجیں مارتا ہوا طلسمی دریا دیکھ کر مقصد حاصل کئے بغیر واپس آگیا اور شرم کی وجہ سے کسی سے کچھ نہ کہا ۔ دوسری رات کنیز آکر دوسرے کو لے گئی اور وہ بھی اسی طرح واپس آگیا ۔ چوتھی شب "رانا میند هرا" کنیز کے ساتھ روانہ ہوا ۔ وہ حسب دستور آگے آگے چلنے لگی لیکن اس نے اس کا دامن پکڑ کر اسے اپنے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا کہ "کنیزوں کو سرداروں کے آگے چلنا زیب نہیں دیتا ۔ اس کے بعد وہ طلسمی دریا کے قریب پہنچ کر ششدر رہ گیا ۔ [۱۰٦] بآلاخر دریا کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے اس نے نیزہ کر جو اس کے ہاتھ میں تھا پانی میں ڈالا اور معلوم ہوا کہ اس پانی کی کوئی حقیقت نہیں ہے چنانچہ وہ فوراً اس میں سے ہو کر آگے نکل گیا ۔ اس کے بعد جب اس کی نظر دروازہ کے شیروں پر پڑی تو انہیں بھی اس نے نیزے کی نوک سے چوکے دے کر دیکھا ۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ بھی محض نمائشی ہیں تو کامیابی کے ساتھ محل کے اندر جا کر وہ کمرہ میں داخل ہوا ۔ یہاں ایک جیسے سات پلنگ بچھے ہوئے دیکھکر وہ سوچنے لگا کہ بیٹھنے کے لئے تو بہر حال ایک ہی پلنگ ہوگا ، مبادا ان میں بھی کوئی فریب ہو ۔ چنانچہ [یہ سوچ کر] وہ ہر ایک کو نیزے کی نوک چبھو کر دیکھتا ہوا ثابت پلنگ پر جا کر پلتھی مار کر بیٹھ گیا ۔ کنیز نے اس کی ہمت اور عقلمندی کا حال جا کر مومل سے بیان کیا اور وہ فی الفور باہر آئی ۔ ایک ہی صحبت میں وہ آپس میں گھل مل گئے اور نکاح کر کے باہم طالب و مطلوب ہوئے ۔ [غرض] وہ رات عیش و عشرت میں

www.maktabah.org

بسر کر کے صبح کے وقت وہ ھمیر سومرو اور دوسروں کی خدمت میں حاضر ھوا اور ان سے گزرے ھوئے حالات بیان کئیے۔ [یہ سن کر] ھمیر نے کہا کہ اب وہ خاص تیری ھوچکی ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ اسے ایک بار دیکھنے کی ھمیں بھی اجازت دے"۔ [اس پر] دوسری شب میندھرا، ھمیر کو چرواھے کے لباس میں اپنے ساتھ لے گیا - اسی بے ادبی کی وجہ سے رانا [میندھرا] سے کچھ ناراض ھو کر ھمیر نے اسے اپنے ساتھ شہر میں واپس لانے کے بعد نظر بند کر دیا۔

میندھرا چونکہ مومل کو دل نذر کر چکا تھا اس لئے اس نے کسی طرح چوکیداروں کو ملا لیا - پھر وہ چوری چھپے ایک برق رفتار اونٹ پر جو ایک رات میں پانچ دن کی آمد و رفت کی مسافت طے کرتا تھا- سوار ھو کر اپنے محبوب کے دیدار سے فیض یاب ھو کر واپس آجایا کرتا تھا - اتفاقاً ایک شب مومل اپنی بہن سے ملاقات کرنے کے لئے گئی ھوئی تھی کہ میندھرا جاکر واپس آیا اور شک میں مبتلا ھو کر غصہ میں اس نے آیندہ جانا ترک کر دیا - بے گناہ مومل میندھرا کی اس خفگی سے بے تاب ھو گئی اور اپنا ملک چھوڑ کر [۱۰۷]"میندھرا" کے شہر میں آ پہونچی - پھر اس کے محل کے سامنے اپنا محل بنوا کر اس کی کھڑکیاں میندھرا کے محل کی کھڑکیوں کے سامنے رکھوائیں - [اس خیال سے کہ] شاید اس طرح اسے گاھے گاھے دیکھ کر وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتی رہے- لیکن غصہ کی وجہ سے میندھرا نے اپنی اس طرف کی کھڑکیاں بند کروا دیں- اس پر مومل نے دوسری طرف حویلی بنوائی اور اس کی کھڑکیاں بھی اس کے سامنے رکھوائیں - غرض اسی طرح اس نے میندھرا

www.maktabah.org

کے محل کے چاروں طرف اپنی حویلیاں بنوائیں لیکن دیدار سے نامراد رہی - باَلاخر ہر طرح سے جب اس نے مینڈھرا کی توجہ کو اپنے سے بر گشتہ پایا تو ایک درد بھری آہ کے ساتھ ناکامی کی حالت میں دار فانی سے رحلت کر گئی - چونکہ طالب کا مطلوب کے دل پر پورا اثر ہوا کرتا ہے اور دونوں کے مابین ایک قسم کا قلبی اتحاد اور عشق ثابت ہے اس لئے جب یہ خبر جا کر مینڈھرا کو سنائی گئی تو ایک ہی چیخ کے ساتھ اس کی روح بھی محبوب سے جا ملی -

یہ داستان سندھی ابیات میں مشہور سُر میں گاتے ہیں، اور صاحبان حال اس مجاز سے حقیقت کا سراغ پا کر اپنے جذبے اور شوق مں تپش پیدا کرتے ہیں - ملا مقیم نامی ایک شخص نے یہ قصہ فارسی میں نظم کر کے اس کا نام "ترنم عشق" رکھا ہے -

لیلا اور چنیسر کا واقعہ

گذشتہ زمانہ کے عجیب و غریب واقعات کی داستانیں لکھنے والے عہد سابقہ کے حالات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مشہور اور جلیل القدر بادشاہ "کھنگار" کی بیٹی "کونرو" اپنے چچا زاد بھائی سے منسوب تھی - چونکہ وہ حسن میں بے نظیر تھی اس لئے اپنی جیسیوں کے ساتھ ہمیشہ وہ غرور اور شوخی کے ساتھ پیش آیا کرتی تھی - انھی دنوں میں دیول کا "چنیسر" بھی حسن و دولت [۱۰۸] اور بادشاہت و طاقت میں اپنی آپ نظیر تھا - وقت کی ہر حسینہ اس کے وصال کی خواہاں تھی - ایک دن "جمنی" نامی ایک سہیلی لڑکی نے "کونرو" کو طعنہ دیا کہ "تیرے اس ناز و غرور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

www.maktabah.org

جیسے تیرے دماغ میں چنیسر کے وصال کا خیال سمایا ہوا ہے"
یہ طعنہ "کونرو کے دل میں چبھ گیا اور وہ بغیر دیکھے ہی
چنیسر کو دل دے بیٹھی، [یہاں تک کہ] بے حیائی کی حد
کو جا پہونچی۔ اس کی ماں "مرکھی" نے یہ حال معلوم
کر کے جا کے "کھنگار" کو خبر دی۔ چنیسر کا خیال ان دنوں
قابل فخر بات تھی لیکن وہ حیلہ کے بغیر ھاتھ آنے والا نہیں
تھا۔ چنانچہ رانا "کھنگار" نے "مرکھی" سے کہا کہ "کونرو"
خود ناکامی کی راہ میں ماری ماری پھرے اس سے تو یہ بہتر
ہوگا کہ اس ملک کے تاجروں کا بھیس بدل کر تو خود اسے
اپنے ساتھ لیجا اور جا کر کوئی ترکیب کر، ممکن ہے کہ وہ
ضدی تیرے کسی حیلہ کے دام سے شکار ہو جائے" یہ سن کر
"مرکھی" جملہ [ضروری] ساز و سامان ساتھ لے کر بیٹی سمیت
اپنا ملک "ڈھٹ" اور دریائے پربت کو عبور کر کے کچھ عرصہ
میں "دیول" کی سرزمین اور چنیسر کے شہر میں جا پہونچی اور
ایک شخص کے توسل سے [اس نے] چنیسر کے وزیر "جکھری"
کے پاس رشتہ کا پیغام بھیجا۔ چنیسر اپنی بیوی "لیلا" پر جو
حسن و ادا میں لیلیٰ سے بھی زیادہ تھی، دیوانہ وار فدا تھا۔
چنانچہ اس نے جواب دیا کہ "لیلا کے سوا مجھے دوسری کی
ضرورت نہیں۔ خبردار۔ آیندہ ایسے الفاظ زبان پر نہ لانا اور
جو لوگ [رشتہ کے لئے] آئے ہوئے ہیں انھیں واپس کر دے
مبادا لیلا یہ سن کر غمگین ہو"۔ یہ جواب پا کر "مرکھی"
نے اسباب سوداگری فروخت کر دیا اور ایک دن غریب مسافر
کے بھیس میں آکر "لیلا" سے ملتجی ہوئی کہ "میں اور میری
بیٹی زمانہ کے حادثات کا شکار ہو کر یہاں وطن سے دور رہ

www.maktabah.org

گئے ھیں۔ [۱۰۹] بُنائی کے کام میں ھم اپنی نظیر آپ ھیں۔ اگر غریب نوازی فرما کر آپ ھمیں اپنے پاس کنیز [کی حیثیت سے ملازماً] رکھیں تو ھم ایسی خدمت بجا لائینگے جو زمانے بھر کو پسند ھوگی"۔ لیلا نے ان دونوں کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان کا کام اسے پسند آیا۔ رفتہ رفتہ "کونرو" چنیسر کا بستر راحت بچھانے کے کام پر مامور ھوئی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک رات کو "کونرو" کو [اچانک] اپنی شاھانہ زندگی اور شان و شوکت کا زمانہ یاد آیا، جس کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ یہ حال دیکھ کر چنیسر نے اس سے [اس کا سبب] دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ "جس ھاتھ سے میں نے چراغ کی بتی اٹھائی تھی اسی سے آنکھ کھجائی ھے اس لئے آنکھوں میں پانی آگیا ھے" یہ بات جب لیلا نے سنی تو اور زیادہ زور دے کر پوچھنے لگی۔ آخر کار "کونرو نے کہا کہ "سچی بات یہ ھے کہ میں ایک ملک کے فرمانروا کی بیٹی ھوں جس کے یہاں چراغوں کی بجائے لعل شب چراغ کی روشنی ھوا کرتی ھے۔ یہاں چراغ کے دھوئیں نے میرا دماغ پریشان کیا ھے، چنانچہ [مجھے] اس زمانہ کے ھاتھ سے نکل جانے پر رونا آگیا"۔ لیلا نے اس سے اس دعوے کی صداقت میں دلیل طلب کی۔ چنانچہ اس نے انتہائی نفیس کپڑے اور اپنا نولکھا ھار نکال کر اس کے سامنے پیش کیا۔ لیلا نے [یہ سامان] اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ ان پر فریفتہ ھوکر لیلا نے اس سے یہ چیزیں طلب کیں۔ "کونرو" نے مسکرا کر کہا کہ "ایک شرط پر دوں گی [اور وہ یہ] کہ تو ایک رات کے لئے چنیسر کو مجھے بخشدے"۔ چونکہ عورتیں اکثر

www.maktabah.org

کم عقل ہوا کرتی ہیں اس لئے لیلا نے یہ شرط قبول کرکے ایک رات نشہ کی عالم میں چنیسر کو "کونرو" کے حوالہ کر دیا ۔ ساری رات چنیسر نے نشہ کی بے خبری میں گزاری اور صبح بیدار ہونے پر حیران ہو کر دریافت کیا کہ "پہلو میں کون ہے" ۔ اس طرف "کونرو" کی ماں ساری رات بیٹی کی خبر لیتی رہی [۱۱۰] اور صبح تک اسے نامراد دیکھتے ہوئے پردہ کے پیچھے سے اس نے بڑ بڑانا شروع کیا کہ "لیلا کا بھی عجیب حال ہے کہ اس نے چنیسر جیسے شوہر کو ایک ہار میں فروخت کر دیا ہے ! چنیسر کو اس کی خبر نہیں ہے ورنہ ایسی عورت کی طرف توجہ کرنا بھی مردانہ شان سے بعید ہے!" یہ سن کر چنیسر نے "کونرو" کی طرف منہ کرکے اس سے اول تا آخر ساری بات دریافت کرکے کہا کہ "اگر واقعی ایسا ہے تو پھر تو مطمئن رہ ۔ میں دوبارہ لیلا کا نہ بنوں گا بلکہ تجھے جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا!" ۔ یہ سن کر لیلا نے بہتیرے حیلے کئے لیکن ایک بھی کار گر نہ ہوا ۔ آخر کار دائمی وصال کی بجائے وہ دائمی فراق کے [عذاب میں] گرفتار ہوگئی۔ بڑی مدت تک اسی حالت میں گزارنے کے بعد اجازت لے کر اپنے میکے چلی گئی اور سوز جدائی میں سلگتی رہی ۔

اس سے پیشتر وزیر "جکھرو" لیلا کے عزیزوں کی ایک لڑکی کے ساتھ منسوب تھا ۔ لیلا کے واقعے کے بعد اس کے عزیزوں نے اس لڑکی کا نکاح کرنے سے انکار کردیا ۔ چونکہ "جکھرو" اس رشتہ کے لئے بے حد اشتیاق رکھتا تھا لہٰذا اس نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے لیکن کامیاب نہ ہوا ۔ لیلا نے اسے کہلا بھیجا کہ "اگر تو کسی طرح اپنے ساتھ چنیسر کو لے آئے تو

www.maktabah.org

میں تیرے رشتے کی ضامن ہو سکتی ہوں" ۔ یہ پیغام ملنے پر "جکھرو" وزیر ہزاروں خوشامدوں سے چنیسر کو لے کر لیلا کے گاؤں میں آیا ۔ لیلا نے لباس بدل کر اور شادی کا پیغام لانے والی عورتوں جیسے کپڑے پہن کر گھونگھٹ نکالا اور چنیسر کی مجلس میں جا پہونچی اور لیلا کے متعلق اس کی بیوفائیوں پر اس سے گلے شکوے کئے ۔ دوران گفتگو میں اس نے کچھ ایسے ناز و انداز دکھائے کہ یہ جانے بغیر کہ وہ کون ہے چنیسر اس پر فریفتہ ہو گیا ۔ چونکہ اس سے یہ ساری بے رخی چنیسر نے محض غیرت [۱۱۱] کی وجہ سے اختیار کی تھی اور اس کے دل میں لیلا کی محبت بدستور باقی تھی چنانچہ اس کے (لیلا کے) قربت کے زمانہ کا تصور کر کے وہ بیخود ہو گیا ، لیکن شرم چھپانے کے خیال سے اس نے کہا "اے خوش گفتار دوشیزہ! تو خود بھی تو حسینوں کا فخر ہے ۔ لیلا کی گفتگو کہاں تک کرے گی ۔ آخر اپنا بھی تو تعارف کر کہ دل تیری طرف بے حد مائل ہو چکا ہے"! اس نے جواب دیا کہ "تجھ جیسے بیوفا سے ملنے کے لئے کس کا دل چاہے گا" چنیسر نے اس کی اس گفتگو سے بے اختیار ہو کر اس کا گھونگھٹ پلٹ دینا چاہا ۔ چنانچہ لیلا نے جو اپنے پیغام کی خود ہی قاصد بن کر آئی تھی ، چنیسر کی گرمی شوق کو دیکھکر خود ہی پردہ اٹھا دیا ۔ یہ دیکھتے ہی کہ وہ عورت خود لیلا ہی ہے بے ساختہ چنیسر کے دل سے ایک درد ناک آہ نکلی اور اسی لمحے اس کا طائر روح پھڑ پھڑا کر پرواز کر گیا ۔ لیلا سے بھی یہ حال دیکھا نہ جا سکا اور ایک ہی چیخ کے بعد بے جان ہو کر وہ بھی زمین پر جا گری ۔ رسم کے مطابق دونوں

www.maktabah.org

کو نذر آتش کیا گیا اور یہ عجیب واقعہ زمانہ میں یادگار رھا۔ صاحبان حال نے اس داستان کو سندھی کے ایک سُر میں ادا کیا ھے جس کے سننے سے ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ھوتی ھے۔ "ادراکی بیگلار نے" یہ واقعہ فارسی میں نظم کیا ھے۔ راقم الحروف طوالت کے خوف سے صرف اسی قدر بیان پر اکتفا کرتا ھے۔

[دلو رائے]

یہ دلو رائے، مذکورہ بالا ملک "دلور" کے فرمانروا "دلو رائے" کی اولاد میں سے، سومروں کے عہد میں ایک سردار تھا۔ اس کے افعال قبیحہ کی وجہ سے اس کی زندگی ھی میں ننگ و عار کا سیاہ داغ اس کی پیشانی پر لگا اور "اروڑ" و "برھمن آباد" کی ویرانی و بربادی اسی کے ظلم کے ھاتھوں اور ذات بد نہاد کی نحوست سے واقع ھوئی۔ [۱۱۲] چونکہ یہ دونوں واقعات بے حد عبرت انگیز ھیں اس لئے مختصراً بیان کئے جاتے ھیں۔

اروڑ کے ویران ھونے کا واقعہ

اس بد بخت ظالم کا یہ دستور تھا کہ ھندوستان سے جو بھی سوداگر مال لے کر آیا کرتا تھا تو اپنے علاقہ سے گزرنے کے محصول میں وہ اس کا آدھا مال چھین لیا کرتا تھا۔ [اس کے علاوہ] ھر ایک کی خوبصورت عورت کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا کرتا تھا۔ [ایک مرتبہ] ایک با عزت اور نامور سوداگر۔ جو "سیف الملوک" کے نام سے مشہور تھا اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق اصل میں وہ ایک شہزادہ تھا اور سوداگروں کے لباس میں حج بیت اللہ کے لئے جا رہا تھا،

www.maktabah.org

اس نالایق کے کارناموں سے بے خبر اس کے ملک سے ہو کر گزرا۔ "بدیع الجمال" نامی اس کی مہ جبیں بیوی بھی اس سفر میں اس کے همراہ تھی - دریائے مہران ان دنوں اروڑ کے قریب ہو کو گزرتا تھا۔ بدیع الجمال کے حسن کی تعریف سن کر "دلو رائے" اسے حاصل کرنے کے لئے سوداگر کو راہ گزاری کا محصول ادا کرنے کے بہانے تنگ کرنے لگا - غریب الوطن سوداگر نے اس ظالم سے تین دن کی مہلت طلب کی اور ساری رات بارگاہ ایزدی میں [اس عذاب سے نجات پانے کے لئے] گڑ گڑا کر دعائیں مانگتا رہا - چونکہ [صدق دل سے] گڑ گڑا کر دعا مانگنے والوں کی طلب کا تیر یقیناً قبولیت کے نشانہ پر جا لگتا ہے، چنانچہ اسے خواب میں بشارت ہوئی - جس کے مطابق صبح کو اس نے لوگوں سے چھپا کر فرہاد جیسے [با ہمت] سنگتراشوں کے ایک گروہ کو بڑی رقم دے کر راضی کر لیا جنھوں نے راتوں رات پانی کو روکنے والے پہاڑ کے درمیان میں شگاف دے کر کشتی کے گزرنے کا راستہ بنایا اور دوسری طرف مضبوط بند باندھ دیا - حالانکہ یہ دونوں کام انسانی قوت سے بعید تھے لیکن خدائی اعانت سے عبرت کے طور پر یاد گار رہنے کے لئے یہ سارا منصوبہ ایک ہی رات میں عمل میں آگیا - یہ بھی ممکن ہے کہ کار پردازان تقدیر بھی اس کام [۱۱۳] میں معاون رہے ہوں - بہر حال، سوداگر کشتیوں سمیت اس راہ سے صاف بچ کر نکل گیا اور دریائے مہران اپنا وہ راستہ تبدیل کرکے اس راہ پر بہنے لگا کہ جس پر آجکل بہتا ہے - صبح کو اهل شہر نے دلو رائے کو خبر دی - اس نے بڑی کوششیں کیں لیکن تقدیر کے معاملہ کو نہ بدل سکا - شہر اروڑ کی

www.maktabah.org

بربادی کی ابتدا یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ سیف الملوک اپنی محبوبہ بدیع الجمال سمیت کعبہ کے سفر سے واپس آکر سیتپور کے وسطی پرگنہ میں آکر قیام پذیر ہوا اور وہیں فوت ہوا۔ بدیع الجمال کے بطن سے اس کے دو بیٹے "رتو" اور "چنو" ہوئے۔ آج تک ان کے اور ان دونوں بیٹوں کے مزار، مذکورہ پرگنہ میں رتوکوٹ کے مقام پر جو قدیم زمانہ میں ایک آباد اور شاندار شہر تھا اور جس کے آثار اب تک باقی ہیں، عام لوگوں کی زیارت گاہ ہیں۔ یہ علاقہ بھی مذکورہ دلو رائے کی حدود میں شامل تھا۔

شہر بھانبھرا عرف برھمن آباد کی بربادی کا واقعہ

کہتے ہیں مذکورہ بالا دلو رائے شہر اروڑ کی بربادی کے بعد اس شہر [بھانبھرا] میں رہنے لگا تھا۔ اس کا ایک بھائی "چھٹو" نامی تھا جس کا لقب "امرانی" تھا۔ خدائے تعالیٰ نے بچپن ھی میں اسے اسلام کی توفیق عطا کی، اور اس شہر سے باھر جا کر اس نے اسلامی عقاید اور قرآن شریف کے حافظہ کی سعادت حاصل کی اور پھر شہر میں واپس آگیا۔ واپسی پر اس کے اعزہ نے اس پر شادی کرنے کے لئے زور ڈالا لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ اس پر کسی نے طعنہ دیا کہ "یہ ترک شاید کعبہ میں جا کر فلاں نامور عرب کی بیٹی سے شادی کرے گا"۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ اسی صغر سنی میں اس نے حج کا مصمم ارادہ کیا، اور وہاں جا کر اس نے ایک عورت کو ایک دوکان پر [۱۱۴] کلام پاک کی تلاوت میں مشغول دیکھا۔ یہ وہاں کھڑا ہو گیا۔ عورت نے دریافت کیا کہ "کیوں کھڑے ہو؟" اس نے جواب دیا کہ "قرآن شریف

www.maktabah.org

سُننے کے لئیے - اگر کرم فرما کر تم مجھے قرأت سکھاؤ تو میں تمھارا غلام ہو کر رہوں گا" - عورت نے جواب دیا کہ "میری استانی فلاں لڑکی ہے - اگر تم کپڑے بدل کر عورتوں کے لباس میں آؤ تو میں تمھیں وہاں لے چلوں" - اس طرح اسے اس لڑکی کے پاس قرآن پاک [کی قرأت] سیکھنے کے لئے لیجایا گیا - یہ قاری لڑکی علم نجوم میں بھی بڑی ماہر تھی ایک دن ایک عورت اپنی بیٹی کا طالع پوچھنے کے لئیے اس کے پاس آئی - فارغ ہونے کے بعد "چھٹو" نے اس قاری لڑکی سے کہا کہ "جب تجھے دوسروں کا حال معلوم ہو سکتا ہے تو اپنے حال کا بھی تجھے ضرور علم ہوگا" - [یہ سن کر] قاری لڑکی نے کہا کہ "اچھا کیا جو تو نے مجھے یاد دلا دی" پھر فی الفور اپنا ستارہ دیکھکر بولی کہ "میری شادی سندھ کے ایک باشندہ سے ہوگی" ["چھٹو" نے] پوچھا "کب" جواب دیا "عنقریب" - اس نے کہا "وہ شخص کہاں ہے" - قاری لڑکی نے حساب لگا کر بتایا کہ "وہ تو ہے" - جب "چھٹو" کے حال کا پردہ اس طرح فاش ہوگیا تو قاری لڑکی نے اس سے کہا "اب تم یہاں سے چلے جاؤ اور آج کے بعد پھر نہ آنا - یہ کپڑے بدل ڈالو اور [میرے والدین سے] میرے عقد کا مطالبہ کرو - کیونکہ میں تمھاری قسمت میں مقسوم ہو چکی ہوں" - اس کے بعد اپنے ماں باپ سے یہ حال بیان کر کے وہ کچھ ہی عرصہ میں اس کے نکاح میں آئی -

کچھ عرصہ کے بعد "چھٹو" وطن واپس ہوا اور اپنی بیوی کو بھی جس کا نام فاطمہ تھا اپنے ساتھ لایا - دلو رائے کے شہر میں پہونچنے پر اس ظالم کا یہ دستور نظر آیا کہ

www.maktabah.org

جس لڑکی کی بھی شادی ہوتی وہ اسے زبردستی منگا کر پہلے خود استعمال کرتا اور اس کے بعد اسے واپس کر دیتا ۔ [اس پر] چھٹو ہمیشہ اسے نصیحت کرنے کی کوشش کرتا [۱۱۰] لیکن وہ اپنی ان حرکات قبیحہ سے باز نہ آتا ۔ دلو رائے نے فاطمہ کی تعریف سنی اور ایک دن ایسے موقع پر کہ چھٹو باہر تھا اسے دیکھنے کے لئے اس کے گھر آیا ۔ [ادھر] دل کی روشنی سے چھٹو پر یہ حال پس پشت عیاں ہوگیا چنانچہ وہ فی‌الفور گھر واپس آیا اور بیوی کو ساتھ لے کر بلا تاخیر شہر سے باہر نکل گیا اور منادی کرائی کہ "حاکم کی نحوست کی وجہ سے آج شب یہ شہر تباہ ہو جائے گا ۔ چنانچہ جس شخص کو بھی اس [قلیل] عرصہ میں موت کے چنگل سے باہر نکلنا مقصود ہو وہ نکل جائے" اس کی بات پر بہت کم لوگوں نے اعتبار کیا ۔ پہلی رات ایک ضعیفہ کی شب بیداری کی برکت سے جو چرخہ پر سوت کاتتی رہی اور دوسری رات ایک کمھار کے طفیل شہر سے یہ مصیبت ٹل گئی لیکن تیسری رات یہ سارا شہر اپنے باشندوں سمیت سرنگوں ہو کر غار فنا میں گر گیا ۔ صرف ایک مینار عبرت کے لیے باقی رہ گیا ۔

اس قوم کے رؤسا کی عام روش کا مختصر ذکر

کہتے ہیں کہ روسا جاہل رعایا اور بھائیوں کو داغ دے کر کہا کرتے تھے کہ "یہ ہمارے غلام ہیں" ۔ خود تو سروں پر پگڑیاں باندھتے تھے لیکن لوگوں کو ادھ بنے کپڑے کا پورا تھان سروں پر لپیٹنے کا حکم دیتے تھے ۔ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے ناخن جڑ سے اکھڑوا دیتے ۔ تھے ان کا کہنا تھا کہ "سرداروں اور باقی قوم کے درمیان اتنا امتیاز

www.maktabah.org

ضرور ہونا چاہئے" - عورت جب ایک بار بچہ جن دیتی تھی تو پھر دوبارہ وہ اس کے قریب نہ جاتے تھے بلکہ بیکار سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے - اسی طرح ایک بار دھلنے کے بعد جب کپڑا میلا ہو جاتا تھا تو اسے دوبارہ نہ پہنتے تھے -

بیان کرتے ہیں کہ ایک دانا عورت کو حمل ہوا - چونکہ وہ اپنے شوہر سے بے حد محبت کرتی تھی اس لئے اسے یہ فکر ہوئی کہ بچہ جننے کے بعد اسے علاحدگی اختیار کرنی پڑے گی! [۱۱۶] لیکن وہ بڑی عقلمند عورت تھی چنانچہ ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی [اس نے] شوہر کی پھینکی ہوئی چادریں دھوبی کے حوالہ کیں - وہ انہیں اچھی طرح دھو کر لے آیا - پھر جب غسل سے فارغ ہونے کے بعد اس کے شوہر نے چادریں طلب کیں تو اس نے وہی تازہ [دھلی ہوئی] چادریں اسے دے دیں - اس سادہ لوح نے جب یہ چادریں پہنیں تو ان کی خوشبو اور ملائمت محسوس کرکے دریافت کیا کہ "یہ کس کپڑے کی ہیں - بڑی خوشبودار اور نرم معلوم ہو رہی ہیں" - عورت نے کہا کہ یہ وہی تیری پھینکی ہوئی چادریں ہیں - خدائے تعالیٰ نے تمہاری عقلیں چھین لی ہیں جو ایسے پاکیزہ لباس سے محروم رہتے ہوا" شوہر کو اس کی یہ معقول بات پسند آئی اور آیندہ کے لئے وہ اپنے سابقہ دستور سے دستبردار ہوا - دوسروں نے بھی یہ بات پسند کی -

دانا عورت نے جب دیکھا کہ اسکی یہ تجویز کامیاب ہو گئی ہے تو اس نے [شوہر سے] کہا کہ "زچہ عورت کا بھی یہی حال ہوتا ہے" چونکہ شوہر اسکی عقلمندی کا قائل ہو چکا تھا لہٰذا اس بات کا بھی تجربہ کرکے اور اسے پسند

www.maktabah.org

کر کے [اس نے] دوسروں کو بھی اس کا مشورہ دیا اور رفتہ رفتہ یہ بری رسم بہت سے سومروں نے ترک کر دی۔

کہتے ہیں کہ سومرہ لوگ اکثر بھینس کے گوشت کے ساتھ شراب پیا کرتے تھے - ایک مرتبہ وہ ایک "سمہ" کے گھر سے زبردستی ایک بھینس کا بچہ پکڑ کر لے گئے - اس پر "سمّہ" کی بیوی نے اپنے شوہر کو طعنہ دیا کہ "آج وہ ایک بھینس کا بچہ لے گئے ہیں لیکن کل بیوی کو بھی نہ چھوڑینگے" اس طعنہ پر مشتعل ہو کر اس کے شوہر نے اپنی ساری قوم کو جمع کیا - [وہ لوگ] سومروں کے کچھ سرداروں کو قتل کر کے ، ملک اور گھر بار چھوڑ کر کہیں اور جگہ ھجرت کر گئے - سومرہ لوگ ان کے پیچھے بہت بھاگے اور صلح اور جنگ کے ذریعہ انہیں واپس لانے کی بہتیری کوششیں کیں لیکن کچھ بھی حاصل نہ ہوا - [۱۱۷]

ولایت کَچھ کے سموں کے زیر تصرف آنے کا واقعہ

مذکورہ قوم کَچھ جا کر رہنے لگی تو والیٔ کَچھ ان کے ساتھ بڑی ھمدردی اور رعایت کے ساتھ پیش آیا - جب کچھ عرصہ گذر گیا تو انھوں نے کہا کہ "ھماری جیسی ایک بڑی قوم آپ کے سایۂ پناہ میں آکر رہنے لگی ہے لیکن ہم کب تک آپ کو تکلیف دیتے رہیں گے [ھماری رائے یہ ہے کہ] کچھ قطعات اراضی ھمارے لئے مخصوص کر دی جائیں جنھیں ہم اپنے خرچ اور بیج سے آباد کرکے آپ کو اس کا محصول ادا کرتے رہیں"۔ کَچھ کے راجہ نے مہربانی کے طور پر انہیں زمین کا ایک کشادہ قطعہ عنایت کیا اور ان پر ہر فصل میں پانچسو گاڑیاں گھاس کی مقرر کیں ، جو سمہ لوگ با قاعدگی کے

www.maktabah.org

ساتھ پہونچاتے رہے ۔ کچھ عرصہ کے بعد حکمران اور رعایا کے طور طریق سے آگاہ ہوکر وہ ملک پر قبضہ جمانے کا منصوبہ بنانے لگے ۔

قلعۂ کچھ کے دروازہ کے چھجے پر ہمیشہ ایک نجومی برہمن بیٹھا رہا کرتا تھا جو ہر آنے جانے والے کو دیکھ بھال کر [داخلہ کی] اجازت دیا کرتا تھا ۔ ایک فصل میں یہ لوگ گھاس کی پانچسو گاڑیاں تیار کرکے اور ہر گاڑی میں دو مسلح آدمی چھپا کر اور ایک ایک آدمی ہر گاڑی پر بٹھا کر شہر میں جا پہونچے ۔ کہتے ہیں کہ ان گاڑیوں کے شہر میں داخل ہوتے وقت برہمن نے کہا تھا کہ "اس گھاس سے مجھے کچّے گوشت کی بو آ رہی ہے"۔ لیکن دربانوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "گھاس میں کچّے گوشت کا ہونا ممکن ہی نہیں ہے"۔ اسکے باوجود بعض لوگوں نے احتیاطاً گھاس میں نیزے چبھائے ۔ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ نیزے، چھپے ہوئے جوانوں کے جسموں میں چھد کر خون سے بھر گئے تو انھوں نے فی الفور ان کی نوکوں کو کپڑے سے اسطرح صاف کر دیا کہ اس پر خون کا نشان تک نظر نہ آیا ۔ بالآخر دربانوں نے نجومی کو جھوٹا قرار دے کر [۱۱۸] گاڑیوں کو شہر میں جانے کی اجازت دے دی ۔ سارا دن وہ گاڑیاں شہر میں داخل ہوتی رہیں ۔ جب رات ہوئی تو موقع پا کر پانچسو مسلح آدمیوں نے قلعہ کے دروازہ پر قبضہ کر لیا اور باہر رہ جانے والوں کو بھی، جو آواز کا انتظار کر رہے تھے، اندر بلا کر [حملہ کرکے] کچھ کے راجہ کو [تخت سے] اتار کر خود قلعہ اور ملک کے مالک بن بیٹھے ۔ انہی سمّوں کی

www.maktabah.org

نسل آج تک کنچھ، خورد و کلاں پر حکمران ہے ۔

قصہ کوتاہ، جب دلو رائے کے ظلم کی وجہ سے دریائے مہران رخ بدل کر سیوستان کی طرف سے بہنے لگا اور وہ زمینیں جو اب آباد ہیں، آباد ہونے لگیں تو سومروں کی زمینیں خشکی کی وجہ سے ویران ہونے لگیں ۔ دوسری طرف اپنی بیوی کے چھین لئے جانے کی وجہ سے وہ تمیمی، جس کا ذکر اس سے پیشتر ہو چکا ہے، فریاد لے کر دھلی کے بادشاہ سلطان علاؤالدین کی خدمت میں جا پہونچا ۔ جس پر بعض [مورخوں] کے کہنے کے مطابق خود سلطان نے اور بعضوں کے خیال کے مطابق سالار خان نامی اسکے سپہ سالار نے سومروں پر فوج کشی کی ۔ سومروں نے "چارن" قوم کی خوشامد کرکے جن کی دوسری قومیں بھی عزت کرتی تھیں، اپنے اھل و عیال کو "ابڑو" نامی ایرانی سمہ کے پاس کنچھ بھیج دیا اور اسکے بعد سلطان سے جنگ کرنے کے لئیے مستعد ھوگئے ۔ جب شاھی لشکر بلائے آسمانی کی طرح ان کے سروں پر نازل ھوا تو انھوں نے [مردانہ وار] اس سے سخت جنگ کی ۔

سومرہ قوم کا سردار "سہڑ" سومرہ، شاھی لشکر کے غازیوں کی خونخوار تلواروں کا لقمہ بن گیا [جس کے بعد] دوسروں میں شہر "محمد طور" کی اقامت اختیار کرنے کی ھمت نہ رھی چنانچہ مجبوراً وہ کنچھ کی طرف بھاگ گئے ۔ شاھی لشکر نے بھی ان کے اھل و عیال کے تعاقب میں کنچھ کی طرف یلغار کی ۔ رات کو وہ جہاں بھی قیام کرتے دشمن کے شبخون مارنے کے خوف سے چاروں طرف خندقیں کھود لیا کرتے تھے ۔ انھیں میں سے بعض خندقیں آج گھرے

www.maktabah.org

دریا کی شکل اختیار کر گئی ہیں - [۱۱۹] کَنْچھ پہونچنے پر "ابڑو" سمّہ نے سومروں کے عیال و اطفال [کی حفاظت] کی خاطر سلطانی لشکر سے کئی لڑائیاں لڑیں -

دوشیزاؤں کے زمین میں سما جانے کا واقعہ

کہتے ہیں کہ اسی افرا تفری میں سرمروں کی اولاد میں سے کچھ پاکدامن دوشیزائیں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر شاہی فوج کے نرغہ میں آ گئیں اور خدا سے فریاد رس ہوئیں - جب فوج انہیں گرفتار کرنے کے لئے قریب پہونچی تو وہ پارسا لڑکیاں اپنی سلامتی سے مایوس ہوکر خداوند کارساز کی بارگاہ میں گڑگڑاتی ہوئی اسی پہاڑ کی طرف بھاگیں جن میں وہ پہلے چھپی ہوئی تھیں - قضائے الٰہی سے اس پہاڑ [کی ایک چٹان] میں شگاف پیدا ہوگیا اور اس نے ان پردہ نشینوں کو جنھوں نے کبھی کسی نا محرم کا منہ نہ دیکھا تھا، لشکر کے دستبرد سے بچا کر اپنے سینہ میں چھپا لیا - ان کی چادروں کے پلو عبرت اور یادگار کے لئے باہر رہ گئے - یہ مقام اس وقت سے لے کر آج تک لوگوں کی زیارت گاہ ہے -

قصہ مختصر، سومرہ قوم کے بعد سمّہ قوم عروج پاکر اس ملک کی وارث ہوئی اور چونکہ سلطانی لشکر کی آمد کی وجہ سے شہر "محمد طور" ویران اور برباد ہوگیا تھا - اس لئے "ساموئی" اور دیگر نئے مواضع آباد کرکے شہر محمد طور کو جو درک پرگنہ میں واقع تھا، منحوس خیال کرکے انھوں نے چھوڑ دیا - [اس کے بعد] انھوں نے کچھ نئے طور طریق اختیار کئے جن کا آگے چل کر ذکر آئے گا - [۱۲۰]

www.maktabah.org

ساتواں باب

جامان سمه کا طبقه

[مورخوں کی] ایک جماعت اس قوم کے نسب کو "عکرمه" بن عصام(۱) بن ابی جہل سے ملاتی ہے۔ لیکن جیسا که اس سے پیشتر بیان ہو چکا ہے که محمد بن قاسم ثقفی کی آمد کے موقع پر اس قوم نے آ کر اسلام کی اطاعت قبول کی تھی اور یه حواله میر معصوم نے چچ نامه سے پیش کیا ہے۔ اس لئے مذکوره بالا خیال صحت سے معرا معلوم ہوتا ہے کیونکه یه قیاس میں نہیں آتا که عکرمه کی اولاد دین اسلام کو ترک کرکے سنه ۹۲ ھ کے قریب ایسے دور دراز ملک میں اتنی بڑی

۱ - یه غلط ہے کیونکه عکرمه خود ابوجہل کا بیٹا تھا۔ مکه شریف کی فتح کے بعد وہ داخل اسلام ہوا اور ۶۲ برس کی عمر میں یرموک کی مشہور جنگ میں شہید ہوا۔ ("اکمال فی اسماء الرجال" اور "الاصابه فی معرفة الصحابة" وغیره)۔

www.maktabah.org

قوم کی صورت میں آکر کس طرح اکھٹی ہوئی ہوگی جب کہ عکرمہ خود اس زمانہ کا ہم عصر یا اسی زمانہ کے قریب ہو گذرا ہے۔ اسی طرح اس قوم کو "سام" بن عمر بن ہشام بن ابولھب سے منسوب کرنا بھی اسی دلیل کی بنا پر نا مقبول ہے۔ چنانچہ ان کے مقابلہ میں جن موٌرخوں نے کہا ہے کہ یہ جمشید سے نسبت رکھتے ہیں اور لقب جام اس کی طرف ایک واضح اشارہ ہے، انہیں کا خیال درست سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک بزرگ سے [۱۲۱] [یہ بھی] روایت ہے کہ یہ [قوم] در اصل سام کی اولاد ہے جو "سام بن نوح" کی اولاد میں تھا (۱) جیسا کہ [اس قوم کے] شجرے میں مرقوم ہے۔ اسی وجہ سے انہیں "سمہ" کے لقب سے پکارتے ہیں۔ زیادہ جاننے والا اللہ ہے۔

۱۔ غالباً صحیح خیال بھی یہی ہے۔ دوسری جملہ روایتیں محض قیاسات اور حکایتیں ہیں "سمہ" بھی سومروں کی طرح اصل میں سندھی ہندو تھے اور محمد بن قاسم کے ہاتھوں مسلمان ہوئے تھے۔ پہلے یہ سومروں کے مدد گار اور ان کے دست و بازو تھے۔ لیکن ان کی بد اعمالیوں سے تنگ آکر بغاوت کرکے اور انہیں تخت سے معزول کرکے خود حکومت کے مالک بن بیٹھے۔

غرض جیسا کہ اس سے پیشتر بیان ہو چکا ہے "سمہ" اصل میں "سمیربن" یا "سامی" قوم کی نسل میں سے ہیں اور عہد قدیم سے سندھ میں آباد ہیں۔

www.maktabah.org

جام انڑ بن بانبھنیہ (۱)

سومروں کی قوت ختم ہونے کے بعد۔ سمہ لوگوں نے جو پہلے رعایا کی حیثیت سے کھیتی باڑی کیا کرتے تھے، جمع ہوکر [۱۲۲] اس (جام انڑ) کو "جام" کا لقب دے کر اپنا سردار بنایا ۔ یہ سنہ ۷۵۲ھ کا واقعہ ہے۔ مذکورہ جام نے کچھ ہی عرصہ میں طاقت حاصل کرکے "ملک رتن" (۲)

---

۱ - اصل نسخہ میں "بانیہ" ہے۔ تاریخ معصومی میں "بانیہ" کی بجائے "بانبیہ" ہے - اور تحفة الکرام کے میر مراد علی خان والے نسخہ میں ہر مقام پر اور بمبئی کے مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۳۱ پر "بالبینہ" تحریر ہے - "تاریخ مبارک شاہی" کے مصنف نے (ص ۱۳۱) "بالبھنیہ" اور "تاریخ فیروز شاہی" کے مولف سراج عفیف نے "بانبھینہ" لکھا ہے - ڈاکٹر داؤد پوتہ (تعلیقات معصومی ص ۲۹۵) اس نام کا تلفظ "بانبہ" یا "بنبہ" (بھنبھو) بیان کرتے ہیں اور ان کے اصرار کے مطابق اس نام کی یہی صورت خطی درست کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ جامان سندھ میں یہی نام اسی تلفظ (بھنبو) کے ساتھ آج بھی رائج ہے - فاضل ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ "بانبھنیہ" کے تلفظ کو ترجیح دیتے ہیں - جو در اصل سندھی نام "بانبھنیہ" [لون دوم: ثقیلہ] کی فارسی صورت خطی ہے - "بانبھنیو" نام آج تک "سماٹ" قوم میں عام طور پر مروج ہے -

۲ - ابن بطوطہ جو سندھ میں سنہ ۷۳۴ھ میں آیا تھا وہ جام انڑ کے ہاتھوں ملک رتن کے قتل ہونے کا واقعہ اس طرح

[بقیہ حاشیہ ص ۱۵۴ پر]

www.maktabah.org

[بقیہ حاشیہ صہ ۱۵۳]

بیان کرتا ہے: "اس شہر (سیوھن) میں امیر ونار (انڑ) سامری اور امیر قیصر رومی رھا کرتے تھے دونوں سلطان (محمد شاہ تغلق) کے اطاعت گزاروں میں سے تھے۔ ان کے پاس تقریباً ایک ھزار آٹھ سو سوار تھے [ان کے علاوہ] وھاں "رتن" نامی ایک کافر بھی رھا کرتا تھا جو علم الحساب میں بڑا ماھر تھا [کسی موقع پر] وہ (رتن) کسی امیر کے ساتھ سلطان کی خدمت میں جا حاضر ھوا۔ بادشاہ اس سے بہت خوش ھوا [چنانچہ اس نے] "سردار سند" کا لقب دے کر اس ملک کی گورنری کے عہدے پر مامور کر دیا اور سیوستان اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ، اس کی جاگیر مقرر کیا۔ اس کے علاوہ جو بھی اعلیٰ مراتب امرا کو تفویض کئے جاتے ھیں مثلاً علم اور نقارہ وغیرہ وہ سب اسے مرحمت کئے گئے۔ جب وہ سندھ واپس آیا تو انڑ، قیصر اور دوسروں کو اس کی برتری سخت نا گوار ھوئی، چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دینے کا منصوبہ طے کیا اور اسکی آمد کے کچھ عرصہ کے بعد انھوں نے اسے سندھ کے مضافاتی علاقوں میں دورہ کرکے حالات معلوم کرنے کا مشورہ دیا، جس پر وہ ان کے ساتھ باھر نکلا۔ رات ھونے پر انھوں نے شور مچایا کہ اس پر ایک شیر نے حملہ کردیا ھے اور اسی ھنگامہ میں اس کافر کے خیمہ میں جا کر انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ اسکے بعد شہر واپس آ کر انھوں نے سلطان کے خزانہ پر جس کا شمار بارہ لاکھ تھا قبضہ کر لیا۔ لوگوں

[بقیہ حاشیہ صہ ۱۵۵ پر]

www.maktabah.org

[بقیه حاشیه ص ۱۵۴]

نے "جام انڑ" کو اپنا سردار بنایا اور اسکا نام "جام فیروز" رکھا ۔ اس نے سارا مال لشکر میں تقسیم کردیا ۔ لیکن اسکے بعد خایف ہوا کیونکہ وہ اپنے قبیلہ سے دور تھا چنانچہ اپنے اعزہ اقارب کو جو اسکے ہمراہ تھے ، ساتھ لے کر، وہ اپنی قوم کی طرف چلا گیا ۔ باقی ماندہ لوگوں نے [اسکی جگہ] قیصر کو اپنا سردار بنایا ۔ یہ خبر سلطان کے غلام "عمادالملک سر تیز" کے گوش گذار ہوئی جو ان دلوں امیر الامرا تھا اور ملتان میں رہتا تھا ۔ وہ فی الفور بحری اور بری لشکر تیار کرکے روانہ ہوا ۔ ملتان اور سیوستان کے درمیان دس دلوں کی مسافت ہے ۔ ادھر سے قیصر بھی مقابلہ کے لئے نکلا ۔ طرفین کے مابین سخت جنگ ہوئی، جس میں قیصر بری طرح شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا اور [سر تیز] نے قلعہ کا مُحاصرہ کرکے منجنیقیں استادہ کردیں ۔ بالآخر چالیس دلوں کے بعد تنگ آ کر قلعہ والوں نے امان طلب کی ۔ سر تیز نے انھیں امان دے دی ۔ لیکن جب انھوں نے ھتھیار ڈال دیئے تو (سر تیز) نے ان کا مال ضبط کر لینے اور قتل کر دینے کا حکم دیا [جس کے بعد] وہ ہر روز ان میں سے کچھ منتخب لوگوں کو قتل کراتا اور دوسروں کی کھالیں کھنچوا کر ان میں بھس بھرواتا اور پھر قلعہ کی دیواروں پر لٹکوا دیتا ۔ قلعہ کے بیشتر حصہ میں یہ کھالیں لٹکی ہوئی دکھائی دیتی تھیں اور دیکھنے والے خائف ہو جاتے

[بقیه حاشیه ص ۱۵۶ پر]

www.maktabah.org

اور دوسرے اُن ترک عمّال سے [۱۲۳] جو سیوھن پر ماسور تھے، جنگ کرکے انھیں قتل کردیا ۔ پھر تین سال اور چھ ماہ حکومت کرنے کے بعد وہ باآلاخر فوت ھوگیا ۔

بعضوں کا کہنا ھے کہ اس کا وکیل "کاھی بن ثماچی" اس سے کینہ رکھتا تھا اور اس نے علی شاہ اور ملک فیروز کو بکھر سے بہرام پور بلا کر اسے قتل کرایا تھا، جس کے

[بقیا حاشیہ ص ۱۵۵]

تھے ۔ ان (مقتولوں) کے سر شہر کے وسط میں ڈھیر کرائے گئے تھے جو ٹیلوں کی مانند [دور سے] نظر آتے تھے ۔ میں اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد (اس) شہر کے ایک بڑے مدرسہ میں آکر ٹھہرا تھا اور رات کو اسکی چھت پر سویا کرتا تھا ۔ جب بھی میری آنکھ کھلتی ان لٹکی ہوئی کھالوں پر نظر پڑتی جس کی وجہ سے طبعیت پریشان ھوجایا کرتی تھی ۔ چنانچہ اس مدرسہ میں مزید قیام کرنا گوارا نہ کرکے میں دوسری جگہ منتقل ھوگیا ۔ (از تعلیقات معصومی) ۔

ابن بطوطہ نے جام انڑ کو "سامری" لکھا ھے لیکن یہ اسکی غلط فہمی ھے ۔ وہ اصل میں "سمہ" تھا البتہ اسکی سرداري پر سومرہ لوگ بھی متفق تھے غالباً اسی وجہ سے ابن بطوطہ نے اسے سامری یعنی سومرو سمجھا ۔

ابن بطوطہ سندھ میں سنہ ۷۳۴ھ میں آیا تھا اور ملک رتن کے قتل ھونے کا واقعہ اسکی آمد سے کچھ پیشتر ھی عمل میں آ چکا تھا چنانچہ میر قانع کا سنہ ۷۵۲ھ کو جام انڑ کی تخت نشینی کا سال بیان کرنا بھی غلط ھے ۔

www.maktabah.org

تین دن بعد انڑ کے حامیوں نے آکر ملک فیروز کو بھی قتل کر دیا تھا - [۱۲۴]

جام جونہ بن بانبھنیہ

اپنے بھائی [انڑ] کے بعد یہ ملک کا وارث ہوا - [تخت نشین ہوتے ہی] اس نے عظیم لشکر ساتھ لے کر اور ٹھٹے کے قریب دریا پار کر کے مواضعات بکھر پر یورش کر دی اور وہاں لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا بالآخر لاچار ہوکر ترک وہاں سے بھاگ گئے اور وہ سندھ میں خود مختارانہ حیثیت سے حکومت کرنے لگا - کچھ عرصہ کے بعد سلطان علاؤالدین نے اپنے بھائی الغ خاں کو صوبہ ملتان کا گورنر مقرر کیا جس نے ملک تاج کافوری اور تاتار خاں کو جام جونہ کی سرزنش کے لئے سندھ روانہ کیا - لیکن جام جونہ اس سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا (۱) - اس کی مدت حکومت تیرہ یا چودہ سال تھی (۲) شاہی لشکر نے آکر بکھر فتح کر لیا اور اس کے بعد سیوھن کی طرف متوجہ ہوا -

جام تماچی

جام جونہ کے بعد "جام تماچی" بنُ جام انڑ تخت حکومت پر بیٹھا - سلطان علاؤالدین کا لشکر اسے اہل و عیال سمیت قید کرکے دھلی لے گیا (۳) [۱۲۵]

---

۱ - جام جونہ مرض "خناق" میں مبتلا ہوکر فوت ہوگیا تھا (تاریخ معصومی ص ۶۳) -

۲ - میر معصوم نے اپنی تاریخ میں (ص ۶۳) اس کی مدت حکومت بغیر کسی شک و شبہ کے تیرہ سال بیان کی ہے -

۳ - یہ بیان کوئی تاریخی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ سلطان

[بقیہ حاشیہ ص ۱۵۸ پر]

www.maktabah.org

[جام بانبھنیه]

[اس کے بعد] سمه قوم نے "تھرڑی" کو اپنا مرکز بنایا اور جام بانبھنیه بن جام انڑ نے ان پر پندرہ سال حکومت کی۔

جام خیر الدین بن تماچی

میر معصوم کے بیان کے مطابق۔ "جام خیر الدین" ولد جام تماچی نے باپ کے انتقال کے بعد سلطان کے حکم پر دھلی سے سندھ آ کر [ملک پر] قبضه کیا۔ [اسی کے عهد میں] سلطان محمد شاہ [اپنے ایک باغی] غلام کا تعاقب کرتا ہوا، جیسا که اس سے پیشتر بیان کیا جا چکا ہے، سر زمین ٹھٹه تک آیا اور یہیں انتقال کر گیا۔ سلطان فیروز شاہ اس کا جا نشین ہوکر دھلی واپس چلا گیا۔ جام خیر الدین نے [موضع] "سن" تک اس کا تعاقب کیا اور دو تین معمولی جھڑپوں کے بعد واپس لوٹ آیا۔ اس نے رعایا کو اپنے عدل و

(بقیه حاشیه ص ۱۵۷)

علاؤالدین سنه ۷۱۵ھ میں انتقال کر گیا تھا اور جام تماچی کا عهد حکومت غالباً سنه ۷۵۰ھ سے شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح "جام جونه" کی سر زنش کے لئے ملک تاج کافوری اور تاتار خان کا تقرر بھی غلط ہے کیونکه جام جونه کی حکومت سنه ۷۳۲ھ سے پہلے وجود ھی میں نہیں آئی تھی اس لئے یه کیسے کہا جا سکتا ہے که سلطان علاؤالدین نے اپنے بھائی الغ خان کو ملتان کا گورنر مقرر کیا جس نے جام جونه کی سر زنش کے لئے دوسرے لوگ مامور کئے۔ "سموں" کی واضح تاریخ نه ہونے کی وجه سے مؤرخین محض قیاسی واقعات بیان کر رہے ھیں۔

www.maktabah.org

انصاف سے بے حد خوش رکھا ۔ نقل ہے کہ ایک دن وہ سیر و تفریح کے لئے باہر نکلا [ایک مقام پر پہونچکر] ایک گڑھے میں اس نے کچھ [انسانی] ڈھانچے دیکھے ۔ تھوڑی دیر خاموشی کے ساتھ ان کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس نے همراهیوں کی طرف منہ کرکے کہا کہ "یہ کچھ مظلوم هیں اور انصاف طلب کر رہے هیں"۔ تحقیقات پر پتہ چلا کہ سات سال قبل اس مقام پر گجرات کا ایک قافلہ لوٹا گیا تھا، اور اس کے لوگ قتل کئے گئے تھے ۔ چنانچہ اس نے ان کا مال بر آمد کراکے ان کے وارثوں کے پاس بھجوا دیا اور قاتلوں سے قصاص وصول کیا ۔

جام بانبھنیہ

خیر الدین کے بعد اس کا بیٹا "جام بانبھنیہ" تخت پر بیٹھا ۔ [اس کے زمانہ میں] سلطان فیروز شاہ ایک بار آکر واپس ہوگیا اور دوسری بار اسے قید کرکے لے گیا (۱) لیکن کچھ عرصہ کے بعد [۱۲۶] اس کے حسن خدمت سے متاثر ہوکر

---

۱ - اسکے بارے میں میر قانع کا بیان (ص ۳۴ پر) دوسری طرح ہے ۔ وہاں اس نے لکھا ہے کہ [سلطان فیروز] سنہ ۷۷۲ھ میں نگر کوٹ کا قصد کرکے ٹھٹے پہنچا ۔ ٹھٹے کا حاکم خیر الدین لشکر کے ساتھ قلعہ "آب" میں محصور ہوگیا سلطان اناج کی قلت اور مچھروں کی کثرت سے مجبور ہوکر پھر ٹھٹہ واپس چلا گیا ۔ جام خیر الدین امان حاصل کرکے خدمت میں حاضر ہوا جسے سلطان، دوسرے زمینداروں کے ساتھ، دھلی لے چلا ۔ سیوھن کے قریب جب اسے جام کے فرار

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۰ پر]

www.maktabah.org

[بقیہ حاشیہ ص ۱۵۹]

ہونے کا ارادہ معلوم ہوا تو اس نے اسکے طوق اور بیڑیاں ڈلوا دیں ۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد خیر الدین کے بیٹے جام جونہ کو خلعت دے کر سندھ پر حکومت کرنے کے لئے روانہ کیا ۔" اس عبارت سے بالکل واضح ہے کہ سلطان فیروز، جام خیر الدین کو اپنے ساتھ قید کر کے لے گیا تھا اور کچھ عرصہ کے بعد اسکے بیٹے جام جونہ کو سندھ کا حکمران مقرر کیا تھا ۔ گویا جام خیر الدین نے دھلی میں ھی وفات پائی تھی ۔ مگر یہاں میر قانع اپنے اس سابقہ بیان کے خلاف تحریر کر رھا ہے کہ سلطان فیروز، جام خیر الدین کے بعد اسکے بیٹے "بھنبھو" کے زمانہ میں سندھ آیا اور اسے گرفتار کر کے لے گیا ۔ پہلے تحریر کرتا ہے کہ جام جونہ کو حاکم مقرر کرکے بھیجا اور یہاں لکھتا ہے کہ جام بھنبھو کے حسنِ خدمت سے متاثر ھوکر اسے چتر عنایت کیا اور سندھ پر حکومت کرنے کے لئے روانہ کیا ۔ پھر "جام جونہ" کا سمہ حکمرانوں کے بیان میں قطعی کوئی ذکر نہیں کرتا ۔ یہی حال میر معصوم کا ہے وہ بھی اپنی تاریخ کے صفحہ ۵۱ پر میر قانع کے پہلے بیان کا ھمنوا ہے اور صفحہ ۶۵-۶۶ پر وہ بھی وھی لکھتا ہے جیسا کہ میر قانع کا دوسرا بیان ہے ۔

فی الواقع یہ دونوں مورخ ایک بڑی غلط فہمی کا شکار ہوئے ھیں اور ایک واقعہ کو انھوں نے دو مختلف واقعات سمجھ کر دھرایا ہے ۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ کا خیال ہے کہ

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱ پر]

www.maktabah.org

اسے چتر عنایت کیا اور سندھ پر حکومت کرنے کے لئے بھیج دیا - پندرہ سال یہاں حکومت کرنے کے بعد وہ انتقال کر گیا۔ شہر "ساموئی" کو اسی نے آباد کرایا اور بعض کہتے ہیں کہ اس شہر کی بنیاد تو بھنبھو بن انڑ نے رکھی تھی لیکن اس کی توسیع اسی نے کرائی تھی - [۱۲۷]

جام تماچی

جام بھنبھو کے بعد اس کا بھائی جام تماچی حکمران

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۰]

جام خیر الدین اور جام بھنبھو (جسے میر قانع جام بانبھنیہ کہتا ہے اور جو غالباً جام خیر الدین کا بڑا بیٹا ہے) کا عہد حکومت ایک ہی ہے اور وہ دونوں باپ بیٹے مل کر حکومت کرتے ہوں گے۔ اسی طرح جام جونہ اور جام تماچی کا عہدِ حکومت بھی ایک ہی ہے (تعلیقات معصومی ص ۲۹۹-۳۰۰) - اگر ڈاکٹر صاحب کا یہ خیال صحیح ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ سلطان فیروز شاہ سندھ سے ان دونوں باپ بیٹوں کو گرفتار کر کے لے گیا ہوگا۔ اسکے بعد تاریخ فیروز شاہی کے مولف شمس سراج عفیف کے بیان (ص ۲۵۳) کے مطابق جام تماچی کے باغی ہوجانے پر پہلے جام خیر الدین کو سندھ جانے کی اجازت ملی جس نے جام تماچی کو گرفتار کرکے دھلی بھیج دیا اور خود سندھ پر حکومت کرنے لگا۔ پھر جب سنہ ۷۹۰ھ میں سلطان تغلق شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے جام بھنبھو کو تاج سفید عطا کرکے ٹھٹہ روانہ کیا لیکن وہ راستہ ہی میں فوت ہو گیا۔

www.maktabah.org

ھوا اور تیرہ سال آرام کے ساتھ گذار کر فوت ھوگیا۔

جام صلاح الدین

اس [جام تماچی] کے بعد اس کا بیٹا جام صلاح الدین تخت نشین ھوا۔ اس نے سندھ کا بندوبست کرنے کے بعد کَچھ پر حملہ کیا اور مظفر و منصور واپس ھوا۔ پندرہ سال بعد اس نے بھی انتقال کیا (۱)۔ [۱۲۸]

"حدیقۃ الاولیا" کے مصنف نے شیخ حماد جمالی کی کرامات میں بیان کیا ھے کہ جام جونہ نے جام تماچی اور اس کے بیٹے صلاح الدین کو قید کرکے دھلی بھیجا تھا جہاں سے وہ مذکورہ شیخ (حماد) کی دعا سے آزاد ھوکر سندھ میں آئے اور "[جام] جونہ" کو معزول کرکے ملک کے وارث ھوئے۔ پھر باپ اور بیٹوں نے علی الترتیب کامیابی کے ساتھ ملک پر حکومت کی۔ [اس بیان کا] مذکورہ بالا بیان سے جو "[تاریخ] معصومی" سے [اخذ] ھے پورا اختلاف واضح ھے (۲)۔ [مزید] علم خدا کو ھے۔

۱۔ میر معصوم اپنی تاریخ (ص ۶۶) میں جام صلاح الدین کی مدت حکومت گیارہ سال کچھ ماہ بیان کرتا ھے۔ نسخہ "ن" میں بھی گیارہ سال تحریر ھے۔

۲۔ تاریخ فیروز شاھی (تالیف سراج عفیف) کا بیان جو اس سے بیشتر کے حاشیہ میں پیش کیا جا چکا ھے اس روایت کی تائید کرتا ھے۔ البتہ اس بیان میں یہ بات واضح کی گئی ھے کہ جام تماچی کو جام خیر الدین نے قید کرکے دھلی بھیجا تھا، جام جونہ نے نہیں۔

www.maktabah.org

"نوری" کا قصہ

[نوری] گندری ذات اور جھیل کینجھر کے [ایک] ملاح کی بیٹی [تھی جس نے] جام تماچی کا صبر و سکون لوٹ لیا تھا۔ جام تماچی کے اس سے عشق اور بے قراری کی داستان، سندھی زبان کے ابیات میں، ایک خاص سُر میں گائی جاتی ہے۔ جام نے اس کے والدین سے اس کا رشتہ حاصل کرکے اسے اپنی ملکہ بنایا اور جھیل کینجھر کے کنارے اس کے لئے ایک شاندار حویلی تعمیر کرائی۔ ان دونوں کی قبریں مکلی میں شیخ حماد جمالی کے [مزار کے] پائینتی ایک حجرہ میں یادگار کے طور پر باقی ہیں۔

[جام نظام الدین]

جام صلاح الدین کے بعد اس کا بیٹا "جام نظام الدین" تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ اس نے اپنے چچا سکندر، کرن، بہاؤالدین اور آمر کو قید سے رہا کرکے ہر ایک کو [۱۲۹] مختلف اطراف میں بھیج کر ملک کا کاروبار ایک دیوان کے حوالہ کیا اور پھر [خود] عیش و عشرت میں مصروف ہوگیا۔ دو سال اور چند ماہ کے بعد اس کے چچا اسے غافل دیکھ کر لشکر لے کر شہر میں داخل ہوگئے۔ جام نظام الدین فرار ہوگیا۔ اس کے چچاؤں نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ گجرات کی طرف نکل گیا اور راستہ ہی میں فوت ہوگیا۔

[جام علی شیر]

یہ افراتفری دیکھ کر شہر کے ممتاز افراد نے جام "علی شیر بن تماچی" کو گوشہ' گمنامی سے نکال کر تخت حکومت پر لا بٹھایا۔ اس نے ملک کا نظم و نسق درست کیا

www.maktabah.org

اور پھر آرام کے ساتھ وقت گذارنے لگا۔ چاندنی راتوں کو وہ اکثر کشتی کے چند آدمیوں کے ہمراہ سیر کو نکلا کرتا۔ جام تماچی کے بیٹوں سکندر، کرن اور فتح خاں (۱) نے، جو بیابانیوں میں مارے مارے پھر رہے تھے، جب یہ خبر سنی تو راتوں کو منزلیں طے کرتے اور دن کو جنگلوں میں چھپتے ہوئے، شہر کے قریب آ پہونچے اور شہر کے لوگوں کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ متفق کرکے تیرہ تاریخ جمعرات کو انھوں نے جام علی شیر کو، جو حسب دستور ایک بجرے میں دریا کی سیر کر رہا تھا، پکڑ کر قتل کر دیا۔ علی شیر کا عرصہ حکومت کل سات سال تھا۔ [۱۳۰]

جام کرن

اس کے بعد "جام کرن" تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ یہ شہر کے ممتاز افراد سے ناراض تھا۔ اتفاقاً اسی دن یا دوسرے دن فتح خان بن سکندر کے اشارے پر اسے طہارت خانہ کے دروازے پر قتل کر دیا گیا (۲)۔

جام فتح خان

[جام کرن کے] بعد جام فتح خان بن سکندر نے پندرہ

۱۔ جام فتح خان جام تماچی کا بیٹا نہیں بلکہ پوتا اور جام سکندر کا بیٹا تھا جیسا کہ تاریخ معصومی (ص- ۸۲) میں بیان کیا گیا ہے اور اس کتاب میں بھی آگے چل کر بیان ہوگا۔ یہاں غالباً "بیٹے" سے مراد اولاد لی گئی ہے جس میں پوتا بھی آ جاتا ہے۔

۲۔ تاریخ معصومی کے مطابق (ص- ۸۲) اسے فدائیوں نے شہر کے ممتاز افراد کی ترغیب پر قتل کیا تھا۔

www.maktabah.org

سال (۱) [حکومت کی] -

جام تغلق

اس کے بعد جام "تغلق" بن سکندر تخت نشین ہوا - تعلق آباد کا قلعه جسے "کلان کوٹ" بھی کہتے ھیں اسی کا بنوایا ھوا تھا لیکن نا مکمل رہ گیا تھا (۲) - [۱۳۱]

جام سکندر

جام تغلق کے بعد پھر جام "سکندر بن فتح خاں" (۳) تخت پر بیٹھا - چونکه یه بہت کم سن تھا اس لئے سیوھن اور بکھر کے حکمرانوں نے اس کی اطاعت قبول نه کی - [اس

---

۱ - تاریخ معصومی کے مطابق اس جام کی حکومت پندرہ سال اور چند ماہ تک رھی - صاحبقران امیر تیمور گورگان کا نواسه میرزا پیر محمد اسی جام کے عہد میں ملتان اور اچ پر حمله آور ھوا تھا جس کا بیان اس سے پیشتر کہا جا چکا ہے - (-تاریخ معصومی ص ۸۳-۸۴) -

۲ - اس نے ھر پرگنه میں ایک تھانه قایم کیا تھا - اسکا عرصه حکومت ۲۸ سال تھا - (-تاریخ معصومی ص ۸۵) - آسکے زمانے میں بادشاھان دھلی کی قوت رو به زوال ھوچکی تھی چنانچه اس طرف کا خیال چھوڑ کر اس نے گجرات کے بادشاھوں سے ناتہ جوڑا - اسکے بعد جو بھی سمه حکمران سندھ میں تخت نشین ھوتا وہ گجرات کے سلطانوں سے تعلقات رکھا کرتا - (-تعلیقات معصومی ص ۲۷۱-۲۷۲ ، بروایت تاریخ فرشته) -

۳ - میر معصوم جام سکندر کو جام تغلق کا بیٹا تحریر کرتا ہے - (تاریخ معصومی ص ۷۰) -

www.maktabah.org

نے ان پر فوج کشی کی اور ابھی] ٹھٹے سے نکل کر نصر پور تک بمشکل پھونچا تھا کہ [ٹھٹے میں] مبارک نامی جام تغلق کے ایک دربان نے بغاوت کردی اور "جام مبارک" کا لقب اختیار کیا - ٹھٹے کے ممتاز افراد نے تین دن میں اس کا استیصال کر کے سکندر کو واپس بلوایا - اس کے بعد ڈیڑھ سال تک حکومت کر کے جام سکندر فوت ہو گیا -

[جام رائے ڈنہ] (۱)

سکندر کے انتقال کی خبر سن کر جام "رائے ڈنہ" جو

---

۱ - طبقات اکبری کے مصنف اور فرشتہ نے اس جام کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے - آئین اکبری میں اسے سنجر کا ھمنام شمار کیا گیا ہے - یعنی سنجر عرف "رادھن" - مآثر رحیمی (ج - ۲ - ص - ۲۲۱) میں جام رائے ڈنہ کا عربی نام "جام نظام الدین" درج کیا گیا ہے - اگر جام رائے ڈنہ کے بر سر اقتدار آنے کا سال سنہ ۸۵۸ھ (تاریخ معصومی ص - ۸۵) صحیح ہے اور اگر جام نظام الدین عرف جام "نندہ" کی تخت نشینی کا سال سنہ ۸۶۶ھ (تاریخ معصومی ص - ۸۸) بھی درست ہے تو پھر جام رائے ڈنہ کے آنے اور جام نظام الدین کی تخت نشینی کے درمیان صرف آٹھ سال کی مدت باقی رھتی ہے - جام سنجر کا عرصہ حکومت بھی ۸ سال مانا گیا ہے جیسا کہ ذیل میں آئے گا - چنانچہ ھمیں جام رائے ڈنہ اور جام سنجر دونوں کو ایک ھی شخص تسلیم کرنا پڑے گا - یہ قیاس اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب ھم جام نظام الدین کی وفات سنہ ۹۱۴ھ میں

[بقیہ حاشیہ ص - ۱۶۷ پر]

www.maktabah.org

جام تغلق کے زمانہ میں کَچھ میں رہتا تھا اور وہاں کے لوگوں سے گہرے تعلقات رکھتا تھا ، لشکر جمع کرکے شہر میں آ پہونچا اور آکر اس نے [یہاں کے لوگوں سے] کہا کہ "میں حکومت کرنے کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کا ننگ و ناموس بچانے کے لئے آیا ہوں - تم لوگ جس شخص کو بھی تخت پر بٹھاؤ گے میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا" لیکن [شہر کے] سر بر آوردہ افراد نے اسی کو حکومت کرنے کے لئے منتخب کیا - اس نے ڈیڑھ سال کی مدت میں سارے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۶]

تسلیم کرلیں جیسا کہ تحفۃالکرام (ج ۳ - ص ۴۳) اور تاریخ طاہری (ص ۷۰) وغیرہ میں لکھا ہوا ہے - میر قانع تحفۃالکرام (ج ۳ - ص - ۵۳) میں اسکی مدت حکومت کے متعلق تحریر کرتا ہے کہ "زیادہ صحیح یہ ہے کہ پچاس سے کم اور چالیس سے زیادہ ہے" - میر معصوم نے بڑی تاریخ معصومی (ص ۸۹) میں اس کی حکومت کی مدت ۴۸ سال تحریر کی ہے - لیکن اگر اس کا سنہ وفات ۹۲۳ھ ہے جیسا کہ تاریخ معصومی (ص ۱۳۴) سے معلوم ہوتا ہے تو ہمیں جام رائے ڈنہ اور جام سنجر کو دو جدا شخصیتیں تسلیم کرکے ان تینوں کے زمانہ حکومت کو اس طرح متعین کرنا ہوگا:

جام رائے ڈنہ ۸۵۸ھ—۸۶۶ھ (تقریباً آٹھ سال) -

جام سنجر ۸۶۶ھ—۸۷۴ھ (تقریباً آٹھ سال)

اور جام نظام الدین ۸۷۴ھ-۹۲۳ھ (تقریباً انچاس سال -

(—تعلیقات تاریخ معصومی صفحات ۳۰۱ ، ۳۰۲)

www.maktabah.org

ملک سندھ کو، ساحل سمندر سے لے کر ماتھیلہ اور اباوڑی کی سرحد گاجریلی [١٣٢] اور کنڈی تک [فسادیوں سے] صاف کر دیا - اس کی حکمرانی کو ساڑھے آٹھ سال کے قریب گزرے تو اس کے ایک خاص معتمد جام سنجر کو حکومت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اس نے [جام رائے ڈنہ کو] شراب میں زہر دے دیا جس کی وجہ سے تین دن میں وہ فوت ہو گیا - [١٣٣]

جام سنجر

اس کے بعد "جام سنجر" تخت حکومت کا مالک ہوا - کہتے ہیں کہ وہ بے حد حسین اور خوبصورت تھا - ایک درویش اس سے عشق باطنی رکھتا تھا - ایک دن [سنجر نے] درویش سے درخواست کی کہ "میں بادشاہ بننا چاھتا ھوں، چاھے میری حکومت آٹھ ھی دن کیوں نہ رہے" - درویش نے اسے بشارت دی کہ "تو آٹھ سال تک بادشاھت کرے گا"- چنانچہ اس درویش کی دعا سے وہ جب تخت حکومت پر بیٹھا تو لوگوں نے خود بخود اس کی اطاعت قبول کی - اس کے زمانہ میں رعایا کا بڑے آرام سے وقت گزرا - وہ جمعہ کے دن فقیروں کو بکثرت خیرات دیا کرتا تھا - اس کے علاوہ اس نے اھل شریعت کے لئے وظائف اور تنخواھیں بھی مقرر کی تھیں - آخر آٹھ سال حکومت کرنے کے بعد وہ بھی فوت ھو گیا -

جام نظام الدین

جام سنجر کے بعد "جام نظام الدین" عرف جام "ننده" بن بانبھنیہ (بھنبھو) بن انڑ بن صلاح الدین بن تماچی تخت سلطنت پر قابض ھوا - [تخت نشینی کے بعد] وہ فی الفور ٹھٹے سے بکھر گیا اور ایک سال وھاں قیام کر کے ملک کا مکمل

www.maktabah.org

بندوبست کیا اور پھر اپنے خانہ زاد غلام "دلشاد" کو وہاں مامور کر کے واپس آ گیا۔ یہ اس [سمہ] قوم کا سب سے زیادہ عادل اور جلیل القدر بادشاہ ثابت ہوا اور اس نے سب سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں علما، صالحین، سادات اور عامۃ الناس بڑے چین اور آرام کے ساتھ وقت گزارتے رہے۔ اسلامی احکامات کی پابندی اس قدر رائج ہو چکی تھی کہ کوئی بھی شخص نماز روزہ سے غافل نہ رہتا تھا۔ ملتان کے حکمران سے اس نے دوستی کے مضبوط رشتے استوار کر لئے تھے۔ ملک کے کسی بھی حصہ میں کوئی فساد رونما نہ ہوا۔ وہ ہر ہفتہ اصطبل میں جا کر گھوڑوں کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر کہا کرتا تھا کہ "اے غازیو! میں تم پر زین نہیں رکھنا چاہتا۔ [۱۳۳] کیونکہ چاروں طرف مسلمان حکمران ہیں۔ دعا کرو کہ شرعی سبب کے بغیر مجھے کسی طرف نہ جانا پڑے، مبادا مسلمانوں کا خون میری گردن پر آئے۔"

اس کی نیک بختی اور پرہیزگاری کے متعلق عجیب و غریب داستانیں اور اس کے صفائے قلب کے بارے میں روشن نشانیاں مشہور ہیں۔ نقل ہے کہ ایک بزرگ جو زیادہ صحیح قول کے مطابق قاضی عبداللہ ہیں اور جن کا مقبرہ شیخ حماد جمالی کے مقبرہ کے عقب میں مشہور ہے، ان کی لاش غیبی طور پر مکلی کی پہاڑی پر اپنے مدفن سے ظاہر ہوئی اور ایک بزرگ کو انھوں نے خواب میں اشارہ کیا کہ میری لاش پر ایسا شخص نماز جنازہ پڑھائے کہ جس نے ہوش سنبھالنے سے لے کر آج تک (ایک قول کے مطابق) آسمان کی طرف بغیر وضو کے نظر نہ ڈالی ہو اور (دوسری روایت کے مطابق) اپنی برہنگی

www.maktabah.org

بھی نہ دیکھی ہو ، دوسرے کی برھنگی تو دور رھی - بہر حال بے حد تلاش کے باوجود جام نظام‌الدین کے علاوہ دوسرا کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا - اس لئے اسی نے خود ھی اس جنازہ کی امامت کی۔

"رسالہ قطبیہ" میں بھی سید مراد شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مرقوم ھے کہ ایک دن وہ (جام نظام‌الدین) جنگل سے گزر رھا تھا کہ ایک مردہ نے اس کی راہ روک کر کہا کہ "اس مقام پر مجھے چوروں نے لوٹ کر شہید کیا ھے- میرے بچے گجرات میں یتیم ھیں اس لئے تو میری داد رسی کر" - چنانچہ وھاں ٹھہر کر اس نے تحقیقات کی اور اس "مردہ" کا مال برآمد کرا کے گجرات بھیج دیا اور قاتل سے قصاص وصول کیا - یہ حکایت اس سے پیشتر بیان کردہ اس روایت سے بالکل ملتی جلتی ھے جو جام خیرالدین کے بارے میں بیان کی جا چکی ھے- صحیح علم خدا ھی کو ھے- [۱۳۰]

اس نے اپنی بادشاھت کے ابتدا میں "ساموئی" کو ترک کر کے اس کی بجائے موجودہ سر زمین [ٹھٹہ] پر ، جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ھوگا ، شہر بسا کر اسے اپنا پایہ تخت بنایا -

اس کی حکومت کے آخری زمانہ میں قندھار سے شاہ بیگ کے لشکر نے آ کر اکڑی ، چانڈوکی ، سندیچہ اور کوٹ ماچھی کے مواضعات کو تاخت و تاراج کیا - ان کے تعاقب میں دریا خاں سیوی تک (۱) گیا اور سخت جنگ کر کے شاہ بیگ

---

۱ - تاریخ معصومی میں مرقوم ھے کہ جام نظام‌الدین کا لشکر مغلوں کے لشکر سے "جلوگیر" کے مقام پر متصادم ھوا -

[بقیہ حاشیہ صـ ۱۷۱ پر]

www.maktabah.org

کے بھائی ابو محمد مرز (۱) ا کو قتل کر کے مظفر و منصور واپس آیا۔ اس کے زمانہ میں شاہ بیگ نے پھر سندھ پر حملہ نہ کیا۔

اس کی مدت حکومت تہتر (۷۳) سال تھی - بعضوں نے تریسٹھ سال اور بعضوں نے تینتالیس سال بھی بیان کی ہے - لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ پچاس سال سے کم اور تینتالیس سال سے زائد تھی - مطابق سنہ ۹۱۴ھ - جیسا کہ اس قوم کی بادشاہت کی ابتدا سے اس سال (جام نظام‌الدین کی وفات) تک معلوم ہوتا ہے۔

جام فیروز

اس کے [جام نظام‌الدین کے] بعد "جام فیروز" ولد جام نظام‌الدین تخت نشین ہوا - یہ کم سن تھا - [۱۳۶] اس لئے [جام نظام‌الدین کی] وصیت کے مطابق جام نظام‌الدین کا پروردہ دریا خاں اس کا اتالیق اور مدارالمہام مقرر ہوا - [اس موقع پر] جام سنجر کے پوتے جام صلاح‌الدین نے مملکت

[بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰]

سخت معرکہ ہوا جس میں شاہ بیگ کا بھائی مارا گیا - مغل شکست کھا کر قندھار چلے گئے اور جام نظام‌الدین کی زندگی تک، پھر سندھ پر حملہ آور نہ ہوئے (ص ۹۰-۹۱) "جلوگیر" درہ بولان میں "نانی بی بی" کے قریب ایک مقام ہے [-تعلیقات تاریخ معصومی ص ۳۰۱] -

---

۱ - میر معصوم نے بھی (ص ۱۱۲) شاہ بیگ کے بھائی کا نام "ابومحمد مرزا" لکھا ہے لیکن طبقات اکبری (ج ۳ ص ۵۱۷) میں اس کا نام "سلطان محمد" تحریر ہے - ہو سکتا ہے کہ اس کا نام "سلطان محمد" اور کنیت "ابو محمد" ہو۔

www.maktabah.org

کا دعویٰ کیا لیکن دریا خاں اور سارنگ خاں نے اسے نہ جمنے دیا اور وہ سلطان مظفر گجراتی کے پاس، جس کے عقد میں اس کی چچا زاد بہن تھی، بھاگ گیا۔ مکمل خود مختاری حاصل ہونے پر فیروز اقتدار کے نشہ میں چور ہو کر عیش و عشرت میں گم ہو گیا اور دریا خاں کے حلقۂ درس و اثر سے باہر نکل گیا۔ [چنانچہ] دریا خاں اپنی جاگیر کاھان (۱) (کاھن) میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا۔ [اس عرصہ میں] موقع پا کر جام صلاح الدین، سلطان مظفر کی مدد سے آکر ٹھٹے پر قابض ہو گیا۔ فیروز کی ماں (۲) بیٹے کو دریا خاں کے پاس لے گئی اور [گزشتہ] غلطیوں کی معذرت چاہتے ہوئے اس سے مدد طلب کی۔ دریا خاں نے [کچھ] حیلہ اور [کچھ] جنگ کے ذریعہ جام صلاح الدین کو نکال کر جام فیروز کو دوبارہ خود مختار بنایا۔ لیکن اس مرتبہ بھی وہ دریا خاں سے اچھی طرح پیش نہ آیا۔ بلکہ دولت شاہی اور نورگارھی مغلوں کی جمعیت اور کیپک ارغونون کو، جو اس کے زمانہ میں شاہ بیگ سے علٰحدہ ہو کر ٹھٹے آئے تھے، اس امید پر کہ وہ اس کے [آڑے موقع پر] کام آئیں گے اور اسے دریا خاں کے پنجے سے آزاد کرائیں گے، اپنے پاس ملازم رکھکر انھیں ٹھٹے کے "مغل واڑہ" محلہ میں آباد کیا۔ لیکن بیوقوف نے یہ خیال نہ کیا کہ یہی لوگ اس پر مصیبت کے دن لائیں گے!

---

۱ - کاھان (گاھا) سیوھن کے شمال مغرب میں تقریباً دس کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔

۲ - تاریخ طاھری (ص ۲۷) کے مطابق جام فیروز کی والدہ کا نام "مدینہ ماچھانی" تھا۔

www.maktabah.org

عرض جب نفسانی خواھشات میں گرفتار ھو کر وہ کار و بار مملکت سے بے خبر ھو گیا تو میر قاسم کیبکی نے ملک کے جملہ حالات [۱۳۷] معلوم کر کے شاہ بیگ کو جا بتائے اور اسے [سندھ] فتح کرنے کی ترغیب دی (۱) - چنانچہ سنہ ۹۲۱ھ میں شاہ بیگ نے هزار سوار سیوی سے سندھ کی طرف روانہ کئے جن میں سے ھر ایک ثانی رستم و اسفندیار تھا - انھوں نے آ کر گاھن امیر باغبان کے مضافات کو تاخت و تاراج کیا -

مخدوم جعفر بوبکانی نے مرزا عیسیٰ ترخان سے نقل کیا ھے کہ شاہ بیگ کے لشکر نے اس حملہ میں ایسے ایک هزار اونٹ قبضہ میں کئے جو رات کو باغات کی چرخیوں میں کام کیا کرتے تھے اسی سے دوسرے [سامان کا] اندازہ لگایا جا سکتا - اس کے بعد چونکہ سمہ قوم کے زوال کا وقت آ چکا تھا فیروز کی ماں نے ، دریا خاں کے اثر و رسوخ سے خائف ھو کر جس کی وجہ سے اس کے بیٹے کا صرف نام ھی نام نظر آتا

---

۱ - تاریخ معصومی (ص ۱۱۰) سے معلوم ھوتا ھے کہ [شاہ بیگ نے] سنہ ۹۲۱ھ میں بغیر کسی کی ترغیب کے اپنا ایک لشکر سندھیوں کی طاقت معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا تھا کیونکہ اپنے طور پر اسے یہ فکر تھی کہ کسی نہ کسی وقت شہنشاہ بابر ضرور اسے قندھار سے بیدخل کردے گا لہٰذا وہ اپنے لئے خود ھی کوئی دوسری جائے پناہ تلاش کر رھا تھا - آخر کار سنہ ۹۲۴ھ میں میر قاسم کیبکی کی ترغیب اور بقول میر قانع جام فیروز کی والدہ کی دعوت پر پوری طرح تیار ھو کر وہ سندھ پر چڑھ آیا اور محرم سنہ ۹۲۶ھ میں ٹھٹے آ پہونچا -

www.maktabah.org

تهاء سنه ۹۲۱ھ میں شاہ بیگ کو [سندھ پر حمله آور هونے کی] دعوت دی ۔ شاہ بیگ جو پہلے هی میر قاسم کی تحریص پر تیاری کر رها تها ، اپنے بخت کو مرادوں کے مطابق پا کر، وهاں کے بندوبست سے فارغ هوا ، اور جلد هی سنه ۲۶ھ (سنه ۹۲۶ھ) میں ٹھٹے پر حمله آور هوا ۔ جام فیروز اور اس کی ماں اپنے اس کئے پر بے حد پشیمان هوئے لیکن اس سے کوئی فائده نه هوا کیونکه مشهور ہے که: خود کرده را علاجے نیست ۔ دریا خاں نے لشکر جمع کر کے شاہ بیگ کا مقابله کیا ۔ [۱۳۸] عالیجان (۱) کے کناره پر جو ٹھٹے کے نشیب میں ایک نهر ہے ، فریقین کا تصادم هوا ۔ سندھی سپاه اور ان کے گھوڑے کلاه پوش مغلوں کی هیبت کی تاب نه لا کر پہلے هی حمله میں بھڑک کر فرار هو گئے اور دریا خاں گنتی کے چند آدمیوں کے همراه کافی داد شجاعت دینے کے بعد قتل هو گیا ۔ بد بخت فیروز اپنے اهل و عیال ٹھٹے هی میں چھوڑ کر پیرآر (پیر پٹھه) کی طرف بھاگ گیا ۔ شاہ بیگ گیارهویں محرم سنه ۹۲۷ھ (۲) کو فتح کا نقاره بجاتا هوا شهر ٹھٹے میں داخل هوا ۔ بد بخت فیروز کا عرصه حکومت جام

---

۱ - تاریخ معصومی (ص ۱۱۳) میں اس نهر کا نام "خان واه" لکھا گیا ہے ۔ اسی طرح تاریخ طاهری (ص ۲۷، ۳۷) میں بھی یه نام "خان واه" ہے ۔ جس کے متعلق یه مزید بیان کیا گیا ہے که دریا خاں نے یه نهر پرگنه ساکره ، شهر کے گرد و نواح اور پهاڑ کے دامن والی اراضی کی آب پاشی کے لئے کھدوائی تھی ۔

۲ - تاریخ معصومی (ص ۱۱۴) میں ۱۱ محرم سنه ۹۲۶ھ درج ہے ۔

www.maktabah.org

صلاح الدین کے چند دنوں سمیت بارہ سال اور کچھ ماہ کا ہے۔ اس واقعہ کی تاریخ "خرابی سندھ" (سنہ ۹۲۷ھ) کہی گئی ہے۔

مذکورہ بیان کے مطابق سموں کی حکومت کی کل مدت پورے ایکسو پچھتر سال ہے۔ حالانکہ اس کے بعد بھی جام فیروز کچھ عرصہ تک ملک کے کچھ حصے پر [قابض] رہا، لیکن چونکہ وہ خود مختار نہ رہا تھا اس لئے جامان سمہ کا عہد حکومت یہیں پر ختم ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ شاہ بیگ کا لشکر گیارہ تاریخ سے لے کر بیس تاریخ تک شہریوں کو لوٹتا اور قید کرتا رہا۔ قاضی قاضن کے اہل و عیال بھی قید ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ پاگلوں کی طرح گلی کوچوں میں چیختا چلاتا انھیں ڈھونڈھتا رہا۔ بالاخر مرزا شاہ بیگ کے پیش امام [۱۳۹] حافظ محمد شریف کے ذریعہ ایک عریضہ پیش کرکے اس نے اپنے قیدیوں کو آزاد کرانے کا حکم حاصل کیا۔

جامان سمہ کے دور کے امرا

پوشیدہ نہ رہے کہ جام نظام الدین سے پیشتر کے سمہ حکمران خود بھی غیر مہذب تھے اور ان کے امرا بھی ایسے ہی ہوا کرتے تھے۔ [البتہ] جام نظام الدین کے عہد میں ان میں کچھ انسانیت پیدا ہوئی چنانچہ اس کے امرا میں سے چند نامور اور زیور اخلاق سے آراستہ سردار تھے جن کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

جام نظام الدین کا وزیر دلشاد

جیسا کہ اس سے پیشتر بیان ہوچکا ہے اپنی بادشاہت کے ابتدائی دور میں [جام نظام الدین نے] اسے بکھر پر مامور

www.maktabah.org

کیا تھا اور اس نے نہایت عقلمندی کے ساتھ اس علاقہ کا انتظام درست کرکے بڑی شجاعت اور انسانیت کا ثبوت دیا تھا۔ حالانکہ یہ خانہ زاد غلام تھا لیکن اس کی اعلیٰ صفات کی وجہ سے جملہ آزاد اور غلام اس کی توصیف کیا کرتے تھے - سنہ ۹۲۱ھ یعنی جام ننده کے آخری زمانہ میں کسی موقع پر وہ ٹھٹے سے اچ جاکر اسے تاخت و تاراج کر آیا تھا۔ اس کی وفات کا واقعہ معلوم نہیں ہوسکا۔

دریا خان

پہلے اس کا نام "قبولیو" تھا اور وہ جام نظام‌الدین کے وزیر "لکدیر" یا "لکسیر" کا غلام تھا۔ کہتے ھیں کہ اصل میں وہ سید زادہ تھا، لیکن حادثات زمانہ کی وجہ سے وہ قیدی ہوگیا تھا اور اسے "لکدیر" نے خرید لیا تھا۔ یہی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

ایک دن جام نظام‌الدین نے شکار میں راستہ کی تگ و دو اور شدید گرمی کی وجہ سے پیاس محسوس کی اور پانی طلب کیا۔ "لکدیر" کے آبدار "قبولیو" نے پانی کا ایک پیالہ بھر کر اس خیال سے کہ جام پانی آہستہ پئے اس میں کچھ تنکے ڈال کر [جام کے سامنے پیش کیا]، [۱۴۰] اور اسے بتایا کہ "تنکے اس لئے ڈالے ھیں کہ ایسی گرمی میں جام یک لخت پانی نہ پئے، مبادا اسے کچھ تکلیف پہونچے"۔ جام کو اس کی یہ دانائی بے حد پسند آئی اور اسی وقت اسے "لکدیر" سے لے کر اس کا نام "دریا خاں" رکھا اور اس کے ذاتی جوہر دیکھکر اسے تربیت دی اور اعلیٰ درجہ پر پہونچا دیا۔ وہ بہت جلد فائزالمرام ہو کر وزیر دلشاد اور دوسرے امرا سے

www.maktabah.org

بھی آگے بڑھ کر مدارالمہام اور امیرالامرا کے مرتبہ پر فائز ہوا ، اور اسے "مبارک خاں" کا لقب ملا - میراں سید محمد جونپوری کی ٹھٹے میں آمد کے موقع پر باوجودیکہ علما کے ورغلانے پر جام ان سے عقیدت کے ساتھ پیش نہ آیا تھا لیکن اس نے اس بزرگ کی سچے دل سے خدمت کی اور اس صاحب وقت کی خوشنودی حاصل کی -

غرض جام اسے اپنا بیٹا کہا کرتا تھا اور مرتے وقت اپنے بیٹے کو اسی کے سپرد کر گیا تھا جیسا کہ اس سے پیشتر بیان کیا جا چکا ہے - سنہ ۹۲۷ھ میں وہ شاہ بیگ کے لشکر کے ھاتھوں شہید ھوا - مکلی میں اس کا مدفن اھل اللہ کی زیارت گاہ ہے -

علاؤالدین

اس کا بیٹا علاؤالدین بھی امرا کے زمرہ میں شامل تھا اور شاہ بیگ کے ھاتھ آگیا تھا جس نے اس پر بڑی نوازشیں کیں -

محمد خاں اور متن خاں

یہ دونوں دریا خاں کے بیٹے تھے - باپ کے واقعہ کے بعد اپنی جاگیر میں جا کر جو ٹلٹی اور کاھان (گاھن) کے قریب تھی انھوں نے کچھ شورش پیدا کی مگر کامیاب نہ ھو سکے -

سارنگ خاں

سارنگ خاں بھی جام نظام‌الدین اور جام فیروز کے دور کا نامور امیر تھا - اس کی شجاعت اور ذھانت سے [مملکت کے بڑے بڑے کام انجام پاتے تھے - [۱۴۰]

—*○*○*—

آٹھواں باب

ارغون خاندان

ارغون، چنگیز خاں کی نسل سے ہیں — [انکا سلسلہٗ نسب یوں ہے] : **ارغون خاں بن اباقا خان بن ہلاکو خاں** بن تولی خاں بن چنگیز خاں ۔ کتاب "تذکرہ" کا مصنف لکھتا ہے کہ **ارغون خان** اپنے باپ اباقا خان کے زمانہ میں خراسان کا بادشاہ تھا ۔ باپ کی موت کے بعد اس کا بیٹا غازی (غازان) **خان،** تختِ خانی (سلطانی) پر متمکن ہوا اور خدائے تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام کا نور روشن کیا ۔ مصلح الدین "کتاب الابرار" میں لکھتا ہے کہ ارغون خان بادشاہ ہونے کے بعد خراسان کو غازان خان کے سپرد کر کے خود حضرت سید الانبیا (محمد صلی اللہ علیہ و سلم) کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لئے [مدینہ طیبہ] روانہ ہوا اور [وہاں] وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے حکم سے امیر المومنین حضرت علی اور حضرت امام حسین سے بغل گیر ہوا تھا ۔ اسی وجہ سے وہ سادات کے

www.maktabah.org

احترام میں مبالغہ سے کام لیتا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی جائے شہادت تک اس نے ایک ایسی کشادہ اور عمیق نہر کھدوائی تھی کہ دجلہ و فرات سے کشتیاں کربلا تک آتی جاتی تھیں۔ قاضی غیاث الدین ہروی اپنی تاریخ میں بیان کرتا ہے کہ محمود غازان ابن ارغون خان سنہ ۶۹۴ھ میں تبریز میں تخت نشین ہوا۔ اسی دن کلمہ طیبہ پڑھ کر اس نے جملہ مغلوں کو مسلمان بنایا اور سکّہ پر کلمہ طیبہ اور فرامین پر "اللہ اعلیٰ" کے الفاظ تحریر کرائے۔ [۱۴۲]

قصہ کوتاہ، مذکورہ ارغون خاندان کی اولاد میں سے جب شاہ بیگ ابن امیر ذوالنّون ابن میر حسن مصری نے ٹھٹھہ پر قبضہ کیا اور وہاں کی لوٹ مار اور قتل و قید سے فارغ ہوا تو جام فیروز، جس کے اہل و عیال اسیر ہوگئے تھے اطاعت اختیار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ دیکھ کر، آ کر خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ بیگ اس سے بڑی نوازشوں کے ساتھ پیش آیا اور اسے اپنا بیٹا بنا کر سیوستان تک کا ملک اسے عنایت کیا اور کوہ لکی کو سرحد قرار دے کر واپس ہوا۔ [اس کے بعد] میر علیکہ ارغون، سلطان مقیم بیگلار، کبیک ارغون اور احمد ترخان کو فیروز کے پاس چھوڑ کر سیوستان کے نواح سے دریا خان کے بیٹوں کا صفایا کر کے شال اور سیوی کی طرف چلا گیا۔

سمہ قوم کے لوگ جو اس افراتفری کے دور میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے وہ جام صلاح الدین سے مل کر اسے گجرات سے لے آئے۔ کَچھ کے والی رائے کھنگار کی مدد سے جو خود بھی سمہ قوم کا فرد تھا، وہ دس ہزار جاڑیجہ اور

www.maktabah.org

سوڈھا [قبائل کے بہادر] ساتھ لے کر ٹھٹے پر حملہ آور ہوا ۔ یہ خبر پانے اور جام فیروز کی درخواست پر مرزا شاہ حسن ابن شاہ بیگ اسی سال کی ۱۴ محرم کو شال سے نکلا اور بیس دنوں کے اندر آراستہ فوج کے ساتھ اس کی مدد کے لئے آ پہونچا۔ جب فریقین نے ایک دوسرے کے سامنے صفیں آراستہ کیں ۔ صلاح الدین کی جانب سے اس کا بیٹا ہیبت خان جو سلطان مظفر گجراتی کا نواسہ تھا ، لشکر کے مقدمہ کا سردار تھا ۔ اس طرف سے مرزا عیسیٰ ترخان ، میر علیکہ اور سلطان قلی بیگلار نے پیش قدمی کی اور ان پر [زبردست] یلغار کرکے ہیبت خان کو کثیر آدمیوں سمیت قتل کر ڈالا ۔

صلاح الدین ، بیٹے کے مارے جانے کی خبر سن کر انتہائی جوش و غضب کے ساتھ میدانِ جنگ میں کود پڑا ۔ اس طرف سے مرزا شاہ حسن نے بھی سخت حملہ کرکے شجاعت کا حق ادا کیا اور [آن واحد میں] دشمن کا سارا لشکر [۱۴۳] درہم برہم کر دیا اور اکثر کو قتل اور باقی ماندہ کو بھگا کر سرخرو ہوا ۔ رائے کھنگار کا بھائی آمر آمرانی کثیر آدمیوں سمیت میدان جنگ میں کام آیا ۔ [مرزا شاہ حسن] حملہ آوروں کو گجرات کی طرف بھگا کر تین دن کے بعد [میدان جنگ سے] واپس لوٹ آیا ۔ ماہ ربیع الثانی میں شاہ بیگ خود بھی باغبان کے نواح میں آ پہونچا اور مرزا شاہ حسن کو وہاں طلب کیا ۔ [اسی درمیان میں اس نے] ماچھیوں کو جو اپنی خود مختاری کا دم بھر رہے تھے ختم کرکے ان کے قلعہ کی بنیادیں بھی اکھاڑ پھینکیں ۔ مرزا شاہ حسن نے باپ کی [خدمت میں حاضر ہوکر] قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ۔ پھر حکم کے مطابق

www.maktabah.org

سیوستان جاکر وہاں قابل اعتماد افراد مامور کئے اور انھیں نئے سرے سے عمارتیں تعمیر کرنے کے لئے زمینیں تقسم کرکے اور ذخیرے جمع کرنے کے احکامات دے کر باپ کی خدمت میں واپس آ گیا - شاہ بیگ نے جام فیروز کو لکھ بھیجا کہ "میرے دل میں گجرات فتح کرنے کا پختہ ارادہ ہے چنانچہ جیسے ہی یہ تمنا پوری ہوئی مملکت سندہ حسب سابق تیرے حوالہ کردی جائے گی" - اس کے بعد خود بکھر کو روانہ ہوگیا - وہاں پہونچکر اس نے قلعہ کے اندر رہنے والے سادات کو روھڑی میں رہایش گاھیں عطا کیں اور اروڑ شہر [کے کھنڈرات] کی اینٹوں سے نیا قلعہ تعمیر کرایا - [اس موقع پر] لوگوں نے کہا کہ مغرب کی سمت والے دو ٹیلے قلعہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہونگے (۱) چنانچہ پہلے انھیں ھموار کرنے کا خیال رکھنا ضروری ہے" لیکن اس نے کہا کہ "چونکہ زبردست دریا قلعہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لئے ہوئے ہے اس لئے ان ٹیلوں کی کیا فکر ہے، کیونکہ [جلیل القدر] بادشاہ اس چھوٹے قلعہ کی تسخیر کی طرف [۱۴۴] متوجہ نہ ہونگے اور دوسرے [چھوٹے موٹے سردار] اسے فتح نہ کرسکیں گے -" بہر حال جب سال بھر میں قلعہ کی عمارت تیار ہوئی تو میر فاضل کوکلتاش، ملک محمد کوکہ، میر محمد ساربان اور سلطان محمد مہردار جیسے بعض امرا وہاں مقرر کئے - اس کے بعد بلوچ فسادیوں کی سر زنش کے لئے جنھوں نے اس اطراف میں

۱ - تاریخ معصومی میں ہے کہ (ص-۱۲۴) :- شاہ بیگ مرزا شاہ حسن گفت کہ این دو کوہ کہ ھر طرف جنوبی واقع است بد سر کوبی اند این قلعہ را" -

www.maktabah.org

اودھم مچا رکھا تھا [اس نے] فوجیں مامور کیں جنھوں نے طے شدہ منصوبہ کے مطابق ھر مقام پر ایک ھی وقت میں اس گروہ کو برباد کر دیا ۔ اس کام سے فارغ ھوکر [شاہ بیگ] شال اور سیوی کی طرف چلا گیا ۔ اس کے بعد سنہ ۲۸ (۹۲۸ھ) میں وہ پھر بکھر واپس آیا اور پاینده محمد ترخان کو وھاں کی حکومت تفویض کرکے گجرات کے ارادہ سے موضع اگھم کے قریب جاکر جام فیروز کا انتظار کرنے لگا ۔ [یہاں] اتفاقاً ۲۲ ماہ شعبان سنہ ۹۲۸ھ کو وہ سکرات (۱) [۱۳۰] میں مبتلا

---

۱ - مرزا شاہ بیگ کی تاریخ وفات کے بارے میں مورخوں میں اختلاف ھے ۔ میر معصوم اپنی تاریخ (ص ۱۲۷) میں اس کی تاریخ وفات سنہ ۹۲۸ھ لکھتا ھے ۔ میر قانع نے بھی اس کی تقلید میں یہی سال درج کیا ھے ۔ لیکن طبقات اکبری (ج ۳ ص ۵۲۰) اور تاریخ فرشتہ (ج ۲ ص ۶۲۱) کے مصنف اس کا سال وفات سنہ ۹۳۰ھ لکھتے ھیں ۔ ارسکن بیل اور برنی الیاس بھی اسی دوسرے خیال کی تائید کرتے ھیں۔

ھمارے خیال میں میر معصوم کا بیان کردہ سال ھی زیادہ صحیح ھے کیونکہ مرزا شاہ بیگ کی مدت حکومت کل پندرہ سال تھی (تعلیقات معصومی ص ۳۸۹) اور اس کے والد امیر ذوالنون کی شہادت سنہ ۹۱۳ھ میں واقع ھوئی تھی (تاریخ معصومی ص ۹۹) اس حساب سے مرزا شاہ بیگ کی وفات کا سال سنہ ۹۲۸ھ ھی ھونا چاھئے ۔ بیگلارنامہ (ترجمہ سندھی ص ۱۱) سے بھی اس خیال کی تائید ھوتی ھے جس میں تحریر ھے کہ سندھ پر ایک سال حکومت کرنے کے بعد مرزا شاہ بیگ نے وفات پائی ۔

www.maktabah.org

ہوا اور پیش امام حافظ شریف کو سورۂ یاسین پڑھنے کا حکم دیا ۔ وہ جب [تلاوت کرتے کرتے] آیت "۔ وَمَالِیَ لاَ اَعْبُدُ الَّذِی ۔" پر پہونچا تو اس نے کہا کہ "مکرر پڑھ۔" چنانچہ دوسری مرتبہ جب حافظ، آیت "۔ یَا لَیْتَ قَوْمِی یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِی ۔" پر پہونچا تو اس نے اپنی جان حق تعالیٰ کے حوالہ کر دی ۔ "شہر شعبان" اس کی تاریخ وفات ہے ۔

میر طاہر نے ایک قول کے مطابق اس کی وفات قندھار میں، اور دوسرے قول کے مطابق ملتان میں تحریر کی ہے ۔ لیکن یہ دونوں باتیں نا ممکن ہیں ۔ کیونکہ جب بابر بادشاہ نے اس سے قندھار چھین لیا تھا تب ہی اس نے سیوی اور شال ہوتے ہوئے سندھ پر قبضہ کیا تھا چنانچہ اس قلیل عرصہ میں اس کا قندھار جانا کیسے ممکن ہو سکتا تھا؟ ملتان تو وہ کبھی نہ گیا تھا، پھر اس کی موت وہاں کیسے ممکن تھی؟ اور جب وہ تسخیر گجرات کے ارادے سے سفر کر رہا تھا تو ملتان اس کی راہ میں کس طرح آیا؟

بہر حال اس کی لاش کو مکہ [شریف] لے جا کر دفن کیا گیا ۔ اپنے عہد شباب میں وہ خواجہ عبداللہ کی خدمت میں حاضر رہ کر اور [علمی] کمالات حاصل کرکے بلند درجہ پر فائز ہوا تھا ۔ جن دنوں وہ باپ کے ساتھ ھرات میں رہا کرتا تھا ان دنوں وہ ہمیشہ علما کی صحبت میں رہا کرتا اور ہفتہ میں دو بار انہیں اپنے مکان میں مدعو کرکے ان کی خدمت کیا کرتا اور ان سے فیض حاصل کیا کرتا تھا ۔ اس کی تصنیفات میں "شرح کافیہ" اور بعض رسالوں کے حواشی مشہور ہیں۔

www.maktabah.org

مرزا شاہ حسن

میر معصوم کے قول کے مطابق باپ کے فوت ہونے کے بعد یہ نصر پور میں تخت نشین ہوا اور [اس نے] شہنشاہ بابر کے نام کا خطبہ پڑھا۔ بعض خیر خواہ اس پر کافی ناراض ہوئے۔ [۱۰۳۶] لیکن اس نے کہا کہ "اپنے قدیمی ولی نعمت بادشاہ کے ہوتے ہوئے اس کا مقدس نام خطبہ سے خارج کر دینا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔" جام فیروز نے شاہ بیگ کی وفات کی خبر سن کر خوشی منائی اور فاتحہ خوانی کو نظر انداز کر کے اطاعت سے منحرف ہوگیا۔ مرزا شاہ حسن نے اس خبر سے با خبر ہو کر اس کی بیخ کنی کا ارادہ کیا۔ جام فیروز یہ سن کر [خائف ہوگیا اور اس نے] حافظ رشید خوش نویس اور مفتی قاضی قاضن کے ہاتھوں تحائف بھیج کر معذرت چاہی، لیکن ساتھ ہی ساتھ خفیہ طور پر جنگ کی تیاری میں بھی مشغول رہا۔ مرزا کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے ٹھٹے پر چڑھائی کر دی۔ جام فیروز نے [اپنے میں] مقابلہ کی سکت نہ پا کر وزیر مانک اور شیخ ابراہیم داماد کو جنگ پر مامور کیا اور دریا پار کر کے فرار ہوگیا۔ انہوں نے بڑی کوششیں کیں توپچیوں اور تیر اندازوں سے بھر پور کشتیاں حائل کر کے ان کی راہ روکنی چاہی، لیکن مرزا کا لشکر ان سب کو ہٹاتا ہوا، فتح مندی کے ساتھ ٹھٹے میں داخل ہو گیا۔ بد نصیب جام فیروز کچھ بھاگ گیا اور جلد ہی وہاں سے ایک لشکر تیار کر کے پچاس ہزار پیادوں اور سواروں کے ساتھ چاچک اور راحمہ کے قریب آ کر جنگ کا طلب گار ہوا۔ مرزا شاہ حسن کچھ آدمی ٹھٹے کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر اس کے مقابلہ پر آیا۔

www.maktabah.org

جب دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تو سندھی اور کچھی بہادر سروں سے پگڑیاں اتار کر اور رسم کے مطابق چادروں کے کونے ایک دوسرے کی کمر سے باندھ کر گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گئے اور جنگ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے۔ سندھ اور ہند کے لوگوں کا یہ دستور ہے کہ جب وہ مرتے دم تک جنگ کرنے کا تہیہ کرتے ہیں تو اسی طرح لڑائی شروع کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ مرزا شاہ حسن نے یہ حالت دیکھ کر امرا کو مبارکباد دے کر کہا کہ ”انھوں نے خود ہی اپنے آپ کو باندھ کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا“۔ [یہ کہہ کر] وہ گھوڑے سے اترا اور وضو کر کے مناجات [۱۴۷] کی نیت سے دو رکعت نفل ادا کر کے بارگاہ ایزدی میں کامیابی کے لئے دعا مانگی چنانچہ اس کی دعا کا تیر قبولیت کے نشانہ پر جا لگا۔ اسکے حکم کے مطابق لشکر پہلے صرف تیر برسا رہا تھا، جب وہ مناجات سے فارغ ہوا تو گھوڑے پر سوار ہوکر اس نے حملہ بول دینے کا اشارہ کیا۔ صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی جس میں تقریباً بیس ہزار آدمی قتل ہو گئے۔ جام فیروز خوار و خراب ہوکر گجرات بھاگ گیا، اور پھر مرتے دم تک وہیں رہا۔ مرزا تین دن تک اس مقام پر ٹھہر کر غنیمتیں، گھوڑے اور جو دوسرا سامان ہاتھ آیا تھا اسے اپنے آدمیوں میں تقسیم کر کے واپس ہوا، اور شہر ٹھٹھہ میں منزل انداز ہوا، اور پھر تغلق آباد میں سکونت اختیار کی۔ چھ ماہ بعد وہ ہالا کنڈی (ہالا) کی راہ سے پہلے سیوستان گیا اور وہاں دربیلہ کا پرگنہ میر فرخ کو عطا کر کے شکار کھیلتے ہوئے ”ببرلو“

www.maktabah.org

جا کر، جو بکھر سے تین کوس کے فاصلہ پر ھے اقامت گزیں ھوا - راہ میں ھر مقام پر بستیوں اور باشندوں کو مطیع بناتا گیا۔ حدود اباوڑی میں اس کے لشکر نے ڈ ھیر اور ماچھی قبائل کو شکست دے کر "اباوڑی" پر قبضہ کیا - بآلاخر سنہ ۹۳۰ھ میں تسخیر ملتان کا ارادہ کر کے (۱) پہلے ایک ھفتہ کے لئے وہ سیوی گیا اور وھاں قلعہ کی نئے سرے سے تعمیر کرائی - اس کے بعد واپسی میں رند، مگسی اور بلوچ قبائل کو مطیع کرتا ھوا بکھر واپس آیا، اور ظہیر السلطنت شہنشاہ بابر سے بھی اخلاص اور قرابت کا رشتہ استوار کیا - اس کے بعد سنہ ۹۳۱ھ میں وہ ملتان کی طرف [۱۴۸] روانہ ھوا - راستہ میں "سیورائی" کے قلعہ پر قبضہ کر کے اسے برباد کر دینے کے بعد اس نے "قلعہ مئو" کا رخ کیا لیکن قطب العارفین شیخ روح اللہ قدس سرہ کی سفارش پر اس سے در گزر کیا - ملتان کے بہادروں میں سے "رحمو" اور "بندہ ڈھر" بھی آ کر خدمت میں حاضر ھوئے (۲) - لانگاہ شہزادے

۱ - طبقات اکبری (ج ۳ ص ۵۴۰) سے معلوم ھوتا ھے کہ مرزا شاہ حسن نے ملتان کی تسخیر کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ بابر بادشاہ نے سنہ ۹۳۰ھ میں پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد دھلی جاتے ھوئے ملتان اور اس کا گرد و نواح مرزا شاہ حسن کو عطا کر کے اس کا پروانہ اس کے پاس بھیج دیا تھا (بحوالہ تعلیقات معصومی از ڈاکٹر داؤد پوتہ)

۲ - اس مقام پر مصنف کے دستی نسخہ کی اصل عبارت اس طرح ھے: "رحمو و ھندہ و ھزار شجاعان آمد ملازمت کردند" جو صریحاً غلط ھے - ھمارے خیال میں میر قانع نے تاریخ

[بقیہ حاشیہ ص ۱۸۷ پر]

www.maktabah.org

اور بلوچ جو اس کے مقابلہ کے لئے آئے تھے ، انھیں شکست دے کر اور قلعہ اُچ فتح کر کے اس نے اسے مسمار کر دیا۔ [اس کے بعد ھی] سلطان "محمود لانگاہ" بلوچ، رند، دودا، کورائی اور چانڈیہ قبائل کے اسّی ہزار کے لشکر کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لئے آیا - [۱۴۹] لیکن آخرکار [مرزا نے لانگاھوں سے] صلح کی اور (۱) گھارو واہ (۲) کو سرحد مقرر کر کے معتمد افراد کو

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸۶)

معصومی (ص ۱۵۱-۱۵۲) کی عبارت "بندہ دھراز شجعان ملتان" کو "بندہ و مزار شجعان" پڑھا ھے اور اس کے بعد اپنی عادت کے مطابق اختصار کے خیال سے دو مختلف واقعات کو ایک ھی مقام پر ملا کر لکھا ھے- جس کی وجہ سے مفہوم میں ایسا خلل پیدا ھو گیا ھے کہ سمجھ سے باھر ھے - واقعہ یہ ھے کہ جب مرزا شاہ حسن مئو میں منزل انداز ھوا تو وھاں کے شیخ روح اللہ نے رحمو ڈھر کی تقصیر معاف کر دینے کی درخواست کی تھی اور سلطان محمود خاں کی مرضی پر اس کی خطا معاف ھوئی تھی - "لار" کی منزل پر "بندہ ڈھر" جسے میر معصوم نے "از شجعان مردم ملتان" کہا ھے آ کر خدمت میں حاضر ھوا - (تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ معصومی ص ۱۵۲) —تاریخ معصومی کی روشنی میں تحفۃالکرام کی عبارت اس طرح ھونی چاھئے تھی "رحمو و بندہ دھراز شجعان ملتان آمدہ ملازمت کردند" ترجمہ اسی مفہوم کے مطابق کیا گیا ھے —واللہ اعلم—

۱ - اس صلح کے بارے میں تاریخ معصومی (ص ۱۵۳-۱۵۵) میں اس طرح بیان کیا گیا ھے کہ "مرزا شاہ حسن کی

[بقیہ حاشیہ ص ۱۸۸ پر]

www.maktabah.org

اُچ میں مامور کیا ۔ اس کے بعد اس نے دلاور کے قلعہ پر چڑھائی کی ۔ شوریدہ زمین پر واقع یہ قلعہ جو مضبوطی کے اعتبار سے دور دراز کے ملکوں تک مشہور تھا کچھ ہی عرصہ میں فتح کر لیا ۔ کہتے ہیں کہ حکم کے مطابق مرزا کے لشکر نے ایک ماہ کی رسد اپنے ساتھ لے لی تھی اور تین دن کے اندر قلعہ کے چاروں طرف انھوں نے تین سو کنویں کھود کر خود کو خشکی کی پریشانی سے بے نیاز کر لیا تھا ۔ دوسری طرف غازی خان قلعہ کے اندر پھنس کر رہ گیا اور کافی ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد آخر کار لاچار ہو کر رہ گیا ۔ قصہ مختصر اہل قلعہ میں سے اکثر کو قتل و زخمی اور باقی ماندہ کو گرفتار کر کے بے اندازہ غنیمتوں کے

[بقیہ حاشیہ صہ ۱۸۷]

چڑھائی کی خبر سن کر ملتان کا حاکم سلطان محمود لانگاہ اسی ہزار پیادہ اور سواروں کا لشکر تیار کر کے ملتان سے باہر نکلا ۔ اس طرف گھارو واہ پر منزل انداز ہو کر مرزا شاہ حسن اس کا انتظار کرنے لگا ۔ اسی اثنا میں باہمی رنجش کی وجہ سے سلطان محمود کے داماد اور شیخ شجاع نے اسے زہر دے کر مار ڈالا ۔ یہ راز کافی چھپایا گیا لیکن بالآخر ظاہر ہو گیا اور لانگاہوں کے لشکر میں اس سے بڑا تفرقہ پیدا ہو گیا ۔ بالآخر صلح کے سوا کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر مخدوم زادہ شیخ بہاؤالدین کے توسط سے انھوں نے صلح کرلی ۔

۲ ۔ اصل متن میں لفظ "آب گھارہ" ہے جسے مقامی نام اور لہجہ کے مطابق ترجمہ میں "گھارو واہ" یعنی "گھارہ نہر" تحریر کیا گیا ہے ۔

www.maktabah.org

ساتھ پندرہ دن کے اندر وہ بکھر واپس آ گیا ۔ سنہ ۹۳۲ھ میں وہ دوبارہ ملتانیوں کی نا فرمانی کی وجہ سے ان کی طرف حملہ آور ہوا اور ایک سال کے محاصرہ اور کافی قتل و غارت گری کے بعد بالآخر شہر فتح کر کے سلطان محمود لانگاہ کی بیٹی اور بیٹے کو مسکین ترخان کے حوالہ کیا ، جو ان دونوں کو اپنا جگر گوشہ اور فرزند [۱۰۰] تصور کرنے لگا (۱) ۔ دو ماہ وہاں قیام کرنے کے بعد اور خواجہ شمس الدین کو ملتان پر مامور کر کے "مرزا شاہ حسن" خود بکھر واپس آ گیا اور کچھ عرصہ کے بعد نذرانہ کے طور پر ملتان بابر بادشاہ کے حوالہ کر کے خواجہ شمس الدین کو بکھر واپس بلا لیا ۔ بابر بادشاہ نے ملتان اپنے فرزند کامران کو عطا کیا ۔

اسی عرصہ میں والی کَچھ راؤ کھنگار نے جو جام صلاح الدین کی اعانت میں آ کر اور شکست کھا کر فرار ہوگیا تھا، ٹھٹے [کی تسخیر] کا ارادہ کر کے اس مضمون کا خط بھیجا کہ "میرا بھائی آمر آمرانی تمھارے ھاتھوں قتل ھوگیا تھا ۔ [چنانچہ اب] اس کے اقارب ٹھٹے [پر حملہ کرنا] چاھتے ھیں لیکن [تمھاری غیر حاضری میں] خالی ملک پر فوج کشی کرنا جائز نہ سمجھتے ھوئے تمھیں اطلاع دی جاتی ھے ۔ اگر تم ولایت ٹھٹہ کا کچھ حصہ مقتول کے ورثا کو دے دو تو بہتر ھے ورنہ ھم آ رھے ھیں"۔ مرزا نے جواب لکھ بھیجا کہ "آمر کے خون کا جوش ابھی سرد نہ ھوا ھوگا چنانچہ ھم خود تمھاری

۱ ۔ میر معصوم لکھتا ھے کہ مسکین ترخان ، سلطان محمود کی بیٹی کو قانون شریعت کے مطابق اپنے نکاح میں لایا اور اس کے بیٹے کو اپنی فرزندی میں لیا ۔

www.maktabah.org

طرف آ رہے ہیں اس لئے یہاں آنے کی تکلیف نہ اٹھاؤ"۔
بعضوں کا کہنا ہے کہ مرزا نے خود پہل کر کے اس کے پاس خط لکھا تھا کہ "میں تیرے بھائیوں کا سارا ملک اپنے قبضہ میں کر چکا ہوں [لیکن اس پر بھی] تعجب ہے کہ تجھ جیسے غافل نے اس قدر قریب ہونے کے باوجود نہ کوئی تحفہ بھیجا ہے نہ ہدیہ، نہ اطاعت [اختیار کی] اور نہ اتحاد ہی [کی ضرورت محسوس کی ہے] جس میں حال اور مستقبل کی بہتری ہے۔ بہر حال! اب ہم گجرات فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس راہ میں خواہ مخواہ خود کو پامال نہ کر، اطاعت کی طرف باگ پھرا، اور کنچھی گھوڑے جن کی سواری کے لئے عرصہ سے دل مائل ہے، نذرانہ کے طور پر روانہ کر۔ دوسری صورت میں جنگ کے لئے تیار رہ!"[۱۰۱]
بہر حال جیسا بھی ہو۔ چونکہ رائے کھنگار کو اپنے لشکر اور بہادروں پر ناز تھا اور وہ تکبر پر بدستور قایم تھا اس لئے [مرزا] تیزی کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہوا۔ کنچھ کے قریب پہونچنے پر لشکر میں رسد کی سخت قلت ہو گئی جس کی وجہ سے سپاہی تنگ دل ہو گئے۔ [اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے] مرزا نے فوج کو چار حصوں میں تقسیم کردیا۔ اور حکم دیا کہ ہر حصہ مختلف سمتوں سے کھنگار پر حملہ کرے لیکن ایک دوسرے سے غافل نہ ہو اور خود کو اس طرح اس کے سامنے ظاہر کرے کہ حریف دوسری فوج کے وجود سے بے خبر ہو کر مقابلہ کو آئے۔ [چنانچہ] پہلا دستہ "سلطان محمود خان" کی معیت میں بڑھا اور دوسرا میر فرخ اور خود مرزا شاہ حسن کی سر کردگی میں۔ تیسرا دستہ شاہ حسن تکدری

www.maktabah.org

کی کمان میں روانہ ہوا اور چوتھا دستہ مرزا عیسیٰ اور میر علیکہ کی سرکردگی میں - کھنگار کو جب خبر ملی کہ مرزا شاہ حسن ایک مختصر فوج کے ساتھ اس سے جنگ کرنے آ رہا ہے تو وہ جنگ کے لئے مستعد ہو کر دس ہزار سوار اور بے شمار پیادے ساتھ لے کر مقابلہ پر آیا - سلطان محمود کے دستے کو کھنگار کے آنے کی خبر ملی تو [فی الفور] اس کی راہ روک کر اس نے مرزا کو اس کی خبر دی اور ایک تیز رفتار قاصد میر فرخ کی طرف روانہ کیا - کھنگار کا لشکر گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہوگیا اور چادریں ایک دوسرے سے باندھ کر اور باہم ڈھالیں ملا کر نیزہ بازی شروع کر دی - اس طرف سے مغلوں نے اپنی رسم کے مطابق تیر برسانے شروع کر دیئے - دو تین ساعت جنگ ہوئی ہوگی کہ خدائے پاک کی مدد سے [غنیم نے] صرف سلطان محمود کی فوج سے مکمل شکست کھائی اور فرار ہوتے وقت میر فرخ کی فوج کے ہتے چڑھ کر خونخوار تلواروں کی خوراک بنا۔ جب مرزا کے لشکر کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوگئی تو انھوں نے وہیں ڈیرے ڈال دیئے، اور صبح کے وقت شہروں اور قریوں کو لوٹنے کے لئے لشکر روانہ کیا جو[۱۵۲] بے شمار اسباب، گھوڑے، قیدی اور مویشی ساتھ لے کر کامیابی کے ساتھ واپس ہوا -

جھرک اور چاہِ جھرک کی حقیقت

میر طاہر نسیانی لکھتا ہے کہ سفر سے واپس ہوتے ہوئے مرزا شاہ حسن جھرک اور چاہ جھرک کے قریب پہونچا اور "طولا پرس" کو جو ایک خدائی کرشمہ تھا اور اس کنوئیں میں پوشیدہ تھا، [اس نے] باہر نکالنا چاہا - [چنانچہ] اس

www.maktabah.org

[کنویں] کے قریب ایک دوسرا کنواں کھود کر چرخی کے ذریعہ اس کا سارا پانی نکال [کر نئے کنویں میں] ڈالا ۔ [جب] وہ کنواں خالی ہوا تو طولا پرس اس میں سے اڑ کر پانی سے بھرے ہوئے [برابر والے] دوسرے کنویں میں جا پڑا ۔ اس طرح کئی بار وہ کنویں خالی کئے گئے لیکن [طولا پرس] ایک سے دوسرے کنویں میں بار بار جاتا رہا ۔ آخر سمجھنے میں آیا کہ یہ ایک قسم کا طلسم ہے جس سے در گذر کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کنوؤں کو مٹی سے بھروا دیا ۔ چونکہ اس کا حال عجائبات الٰہی میں سے ہے اس لئے بیان کیا جاتا ہے ۔

طولا پرس (۱) کے بننے اور اس کی خاصیت کا ذکر

کہتے ہیں کہ کچھ کے راجہ "لاکھ بن پھل" کے زمانہ میں نباتات کے خواص کا ایک ماہر جوگی ایک ایسی جڑی بوٹی کی تلاش میں تھا جسے اگر جڑ سے اکھاڑ کر آگ کے دھکتے ہوئے الاؤ میں کسی آدمی کے ساتھ پھینک دیا جاتا تو وہ آدمی سونے کا ہو جاتا ، اور اس کا جو عضو بھی کاٹا جاتا ، وہ عضو خود بخود پھر سے پیدا ہوجاتا ۔ اتفاقاً ایک دن اسی [۱۰۳] تلاش میں وہ ایک گلّے کی طرف جا نکلا جس کی ایک بکری کا دھانہ سرخ ہو رہا تھا ۔ اس نے اس بکری کے پیچھے پیچھے گھوم کر وہ بوٹی تلاش کر لی اور اسے جڑ سے اکھاڑ کر چرواہے سے کہا کہ "میں آگ کی پوجا کرنا چاهتا ہوں ، تو بھی آجا تاکہ ہم دونوں ساتھ ساتھ پوجا کریں ۔ بالآخر ادھر

۱ - "طولا پرس"، طولا (طلا) = سونا + پرس (پرش) = آدمی = سونے کا آدمی ۔

www.maktabah.org

آدھر سے گھاس لکڑی اور کانٹوں کا ڈھیر جمع کر کے اور وہ بوٹی بھی اس انبار میں ڈال کر انھوں نے آگ جلائی ۔ [اس کے بعد جوگی نے چرواہے سے کہا کہ "تو آگے آگے چل تاکہ ہم آگ کا طواف کریں" ۔ خوش قسمت چرواہے کو ڈر لگا، اس نے جوگی کو اپنے آگے کیا ۔ لیکن جوگی کی روش سے اسے ایسا معلوم ہوا کہ وہ اسے آگ میں پھینک دے گا ۔ چرواہے نے پیش دستی کر کے [جوگی کو] الاؤ میں دھکیل دیا اور خود بھاگ گیا ۔ خدا کی قدرت سے آگ میں بھسم ہو کر جوگی سونے کا بن گیا ۔ دوسرے دن جب وہ چرواہا نتیجہ دیکھنے کے لئے راکھ کے اس ڈھیر کے پاس پہونچا تو اس نے دیکھا کہ جوگی کا سارا جسم سونے کا ہو گیا ہے [چنانچہ وہ] اس کا ایک حصہ کاٹ کر اور باقی کو زمین میں دفن کر کے شہر کی طرف چلا گیا ۔ دوسرے دن جب وہ [اس کے جسم کا] دوسرا حصہ کاٹنے کے لئے آیا، تو کاٹا ہوا [سابقہ] حصہ اس نے بدستور سالم دیکھا ۔ اسی طرح کتنے ہی دنوں تک وہ اس کے اعضا کو کاٹتا اور اسے پھر صحیح و سالم دیکھتا رہا ۔ آخر کار جب اس کی حرص پوری ہوگئی اور یہ حال ظاہر ہو جانے کا خوف محسوس ہوا تو اس نے جا کر "لاکھ" کو اس کی خبر دی جو جا کر اس "طولا پرس" کو اپنے ساتھ اٹھا لایا ۔ پھر اس کے اعضا کو کاٹ کاٹ کر اس نے اپنے پاس اس قدر دولت جمع کر لی کہ ایک لاکھ پچیس ہزار روپئے وہ روزانہ خیرات کیا کرتا تھا حالانکہ وہ دنیا کا کوئی بھی کاروبار نہ کرتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ مرتے وقت اس نے خدا سے دعا مانگی

www.maktabah.org

تھی کہ یہ دولت کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو۔ چنانچہ [اس دعا کی] قبولیت کا اثر دیکھ کر [اسے کنویں میں چھپا دیا - [۱۰۴] جس کے بعد یہ عجوبہ مخفی رہتا آیا اور اس طلسم کی کنجی بھی کسی [دوسرے] شخص کے ھاتھ نہ لگی۔

قصہ مختصر، کھنگار پر فتح پا کر مرزا شاہ حسن ٹھٹھہ لوٹ آیا۔

مرزا کا پٹن پر حملہ آور ہونا اور کامیابی کے ساتھ واپس آنا

کتچھ سے مظفر و منصور ھو کر نہایت شان و شوکت کے ساتھ واپس آنے کے بعد کتنے ھی عرصہ تک مرزا شاہ حسن سندھ میں آرام و آسائش کے ساتھ وقت گزارتا رھا - باالاخر سنہ ۹۴۲ھ میں ھمایوں بادشاہ نے دھلی سے آ کر چتور پر حملہ کیا۔ [اس موقع پر] چتور کے بادشاہ کی سفارش میں سلطان محمود بہادر گجراتی نے [اسے] ایک سخت خط لکھا - جو بادشاہ کے دل پر گراں گزرا چنانچہ یلغار کر کے وہ مذکورہ سلطان کے ملک میں جا پہونچا اور اسے شکست دی (۱) - [اسی عرصہ میں] اس نے مرزا شاہ حسن کو بھی لکھا کہ "وفاداری کے طریقہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ھوئے خود کو سند سے [فی الفور] پٹن پہونچاے تا کہ ان شکست خوردوں کی راہ فرار مسدود ھوجائے۔ یہ تحریر موصول ھونے پر مرزا شاہ حسن سرعت کے ساتھ لشکر

---

۱ - تاریخ معصومی (ص ۱۶۲) میں ھے کہ "سلطان بہادر بالاخر جا کر قلعہ بند ھو گیا" اور یہاں پٹن کے قلعدار خضر خاں کے جواب سے معلوم ھوتا ھے کہ سلطان بہادر ھمایوں بادشاہ سے شکست کھا کر قلعہ گرنار میں قلعہ بند ھو گیا تھا۔

www.maktabah.org

تیار کر کے نصر پور سے رائدن پور (رادھن پور) کے راستے سے ہوتا ہوا پٹن جا پہونچا ۔ پٹن کے حاکم خضر خاں کو محصور کر کے [اس نے] قرب و جوار میں لوٹ مار شروع کردی بکھر کا حاکم سلطان محمود خاں ہراول پر تھا ۔ اس نے جنید اور "جونہ دھاریجہ" کو خضر خاں کے پاس پٹن بھیج کر پیغام کہلایا کہ آ کر مرزا کی خدمت میں حاضر ہو ۔ اس نے جواب دیا کہ "سلطان محمود [۱۰۵] بہادر کرنال (۱) میں صحیح سلامت موجود ہے، میں اس کے حکم کے بغیر قلعہ کس طرح حوالہ کر سکتا ہوں" ۔ یہ جواب پا کر قاصد اس کی والدہ کے پاس گئے ۔ بالآخر پٹن کے قرب و جوار سے لشکر کی چھاؤنی اٹھا لینے کے لئے ایک لاکھ فیروز شاہی مرزا شاہ حسن کو، اور تیس ہزار فیروز شاہی سلطان محمود خاں کو نذرانہ دینے کا فیصلہ ہوا ۔ نذرانہ وصول کرنے کے بعد مرزا شاہ حسن نے اپنے آنے کی اطلاع عبدالقدوس کے ہاتھوں بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی اور خود پندرہ دن پٹن کے نواح میں مقیم رہا ۔ اس عرصہ میں سلطان محمود خاں، محمود آباد تک جا کر لوٹ مار کر کے گجراتیوں کا کثیر مال و متاع لے کر واپس آ گیا ۔ اس موقع پر میر فرخ نے مرزا شاہ حسن سے کہا کہ "اگر مرزا کو بادشاہ اپنی چھاؤنی میں طلب کرے گا تو ضرور جانا پڑے گا ۔ وہاں ارغون ، ترخان اور سندھی [سپاہی] سلطانی ساز و سامان اور عطا و بخشش دیکھ کر ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے ۔ اس لئے مشورہ یہ ہے کہ

---

۱ - "کرنال" یعنی "گرنار" - "گرنار جو کوٹ" ریاست جونہ گڑھ (کاٹھیاواڑ) میں مشہور ہے ۔ خصوصاً بیجل اور رانے ڈیاج کے قصہ نے تو اسے دائمی شہرت عطا کردی ہے۔

www.maktabah.org

کوئی بہانہ پیش کر کے یہیں سے سندھ واپس لوٹ جائیں"۔
اس تجویز سے متفق ہو کر اس نے مرزا قاسم بیگ کے ہاتھوں عریضہ بھیجا کہ "شاہی حکم کی تعمیل میں میں اپنا سارا لشکر لے کر یہاں تک آیا تھا لیکن ابھی ابھی ٹھٹہ اور بکھر کے امرا کی جانب سے خطوط موصول ہوئے ہیں کہ کلمتی، جتوئی اور دیگر زمینداروں نے سندھ کو خالی دیکھ کر لشکر جمع کیا ہے اور ہر طرف لوٹ مار کر رہے ہیں۔ اس لئے مجبوراً میں ادھر واپس جا رہا ہوں"۔ غرض سنہ ۹۴۰ھ (سنہ ۹۴۰ھ) کی ابتدا میں رادھن پور کی راہ سے وہ ٹھٹے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اثنائے راہ میں جاڑیجہ اور سوڈھا قبائل کو لوٹتا ہوا ٹھٹہ آ پہونچا۔[۱۵۶] اس کے بعد سنہ ۹۴۶ھ میں اس نے میر علیکہ ارغون کو گجرات اور بنگالہ کی فتوحات کی مبارکباد دینے کے لئے ہمایوں بادشاہ کے حضور میں، اور میر خوش محمد ارغون کو قندھار کی تسخیر کی مبارک باد دینے کے لئے مرزا کامران کی خدمت میں روانہ کیا۔ میر علیکہ نے شاہی چھاؤنی سے بغیر اجازت واپس آ کر مرزا شاہ حسن سے کہا کہ "بادشاہ کی لاپرواہی کی روش سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ عنقریب کوئی غنیم اس پر حملہ آور ہوگا اسی وجہ سے میں فوراً بغیر اجازت حاصل کئے چلا آیا ہوں"۔ کچھ ہی دنوں بعد اس [پیشین گوئی] کے مطابق ہمایوں بادشاہ کے "شیر خاں" (شیر شاہ سوری) سے شکست کھا جانے کی خبر آئی۔ مرزا شاہ حسن نے میر علیکہ کی دور اندیشی پر آفرین کی اور مجلس مشاورت طلب کی۔ بالآخر [اس میں] اچ سے لے کر بکھر تک دریا کے دونوں کناروں کو ویران اور برباد کر دینے کا فیصلہ ہوا۔

www.maktabah.org

بادشاہ ہمایوں کے سندھ میں آنے کا ذکر

شعبان سنہ ۹۴۷ھ کے آخر میں شاہی لشکر اُچ آ پہونچا۔ [وہاں] بخشو لانگاہ، خان جہان کا لقب، علم، نقارہ اور قیمتی خلعت سے سرفراز ہونے کے باوجود بذات خود حاضر نہ ہوا، البتہ لشکر کے خرچ کے لئے غلہ کی کچھ کشتیاں بھیج دیں۔ آخر کار ۲۸ رمضان کو شاہی لشکر گاہ شہر روہڑی میں استادہ ہوئی اور ببرلو کا "چار باغ" جو فرحت و نظارہ کے اعتبار سے اپنا جواب آپ تھا، بادشاہ ہمایوں کی اقامت گاہ بنا۔ سلطان محمود خاں نے قلعہ کو مستحکم کر کے ساری کشتیاں منگوا کر اپنی طرف لنگر کرائیں۔ بادشاہ نے حاضر ہونے کے لئے جو حکم بھیجا اس کے جواب میں اس نے عرض کیا کہ "میں میرزا شاہ حسن کا نمک خوار ہوں جب وہ حکم دے گا تبھی قلعہ حوالہ کروں گا"۔ لیکن اس کے باوجود [۱۰۷] شاہی لشکر گاہ میں غلہ کی قلت کا حال سن کر اس نے تقریباً پانچسو خرار غلہ بھیج کر حق خدمت ادا کیا۔ یہ خدمت پسند کی گئی۔ بادشاہ نے امیر طاہر صدر اور سمندر بیگ کی معرفت بہتری کے بڑے بڑے وعدوں اور سابقہ حقوق کے اعادوں کے ساتھ مرزا شاہ حسن کو پیغام بھیجا۔ مرزا نے قاصدوں کا شایان شان استقبال کیا اور [اس امر کا] اقرار کیا کہ حضرت بادشاہ کے تشریف فرما ہونے پر ہالہ کنڈی (ہالا) سے لے کر بٹھورہ تک دریا کے اس پار والے مواضعات حرم سرا کے اخراجات کے لئے حوالہ کرے گا اور عہد و اقرار پختہ کرنے کے بعد حاضری کے شرف سے مشرف ہوگا۔ اور پھر اپنی کل فوج سمیت ہمرکاب رہتے ہوئے گجرات فتح ہونے کے بعد ہی واپس آئے گا۔ اسی اقرار

www.maktabah.org

کے مطابق [اس نے] جناب شیخ میرک پورانی اور میرزا قاسم طغائی کو شایان شان نذرانوں کے ساتھ خدمت میں روانہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ اس مضمون کا ایک عریضہ بھی تحریر کیا کہ : "بکھر کا علاقہ کم پیداوار کا علاقہ ہے البتہ "چاچکان" کی زمین نہایت سر سبز ہے۔ اگر حضور اس طرف تشریف لے جائیں گے تو دل و جان سے خدمت بجالانے کی کوشش کی جائے گی"۔ [اس پر] بادشاہ سے خیر خواہوں نے عرض کیا کہ "اگر وہ صدق دل سے خدمت گاری کا اردہ رکھتا ہے تو اپنے قلعے کیوں نذر نہیں کرتا کہ ہمیں بھی کوئی جائے پناہ حاصل ہو۔ چونکہ شیر خاں لاہور میں ہمارے سروں پر مسلط ہے، اسی وجہ سے ہمیں مرزا کی عرضی میں فریب نظر آتا ہے!"— یہ سن کر بادشاہ نے بکھر کے محاصرہ کی طرف توجہ کی (۱)۔ [۱۰۸] اس طرف مرزا شاہ حسن کو بھی اس کے آدمیوں نے ان وعدوں سے برگشتہ کر دیا۔

بادشاہ ببرلو کے چار باغ میں مقیم تھا اس کے ساتھ تقریباً دو لاکھ سپاہی تھے جس کی وجہ سے قحط اس حد کو جا پہونچا تھا کہ جان کے عوض بھی روٹی نصیب نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ [تنگ آ کر] چھ ماہ کے بعد وہ پاٹ میں جا کر منزل انداز ہوا۔ لیکن وہاں بھی لشکر میں تعفن پیدا

۱۔ تاریخ معصومی (ص ۱۶۹) کے مطابق پہلے بادشاہ نے یہ پیشکش قبول کر کے مرزا شاہ حسن کے مدعا کے مطابق پروانہ تحریر کئے جانے کا حکم دیا تھا لیکن پھر امرا و وزرا کے ورغلانے پر جیسا کہ یہاں بھی بیان کیا گیا ہے، وہ ارادہ ترک کر کے قلعہ بکھر کے محاصرے کی طرف متوجہ ہوا۔

www.maktabah.org

ہو گیا تھا اس لئے پھر بکھر واپس آ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یکم جمادی الاول سنہ ۹۴۸ھ کو بادشاہ نے یادگار میرزا کو بکھر میں چھوڑ کر خود سیوستان پر چڑھائی کی ۔ بادشاہ کے وہاں پہونچنے سے پیشتر ہی میر سلطان قلی بیگ، میر شاہ محمود ارغون میر محمود ساربان، علی محمد کوکلتاش اور میر صفر ارغون نے جا کر قلعہ کے آس پاس کی جملہ عمارتیں اور باغات ویران اور مسمار کر دیئے۔ بادشاہ نے جب [وہاں پہونچ کر] محاصرہ کو تنگ کیا تو مرزا شاہ حسن نے ٹھٹے سے نکل کر خندقیں کھدوا دیں اور کشتیاں جمع کرکے مستعد ہو گیا اور میر علیکہ کو سیوستان پر مامور کیا ۔ وہ شاہی لشکر گاہ سے گزرتا ہوا بازار والے راستہ سے قلعہ میں جا داخل ہوا ۔ شاہی لشکر نے ایک طرف سے نقب لگا کر آگ دی ۔ لیکن اس دیوار کے گرنے سے پیشتر ہی اہل قلعہ نے دوسری طرف اس سے زیادہ مضبوط دیوار بنا کر کھڑی کردی(۱)۔ یہ حال دیکھ کر [ایک طرف] قلعہ کی مضبوطی اور دوسری طرف قلعہ شکن آلات کے فقدان کے پیش نظر سات ماہ کے محاصرے کے بعد جب پانی میں باڑھ آ گئی مرزا شاہ حسن نے رسد کی آمد و رفت کے راستے مسدود کرکے، مرزا یادگار ناصر کو اپنی طرف [۱۰۹] ملا لیا اور فوج کا ایک حصہ بادشاہ سے الگ ہو کر چلا گیا تو(۲)

---

۱ - تاریخ معصومی میں مرقوم ہے کہ "اہل قلعہ نے فی الفور ایک نئی دیوار تعمیر کردی" - (ص ۱۷۳)

۲ - تاریخ معصومی (ص ۱۷۴) میں مرقوم ہے کہ "انھیں دنوں میں مرزا شاہ حسن نے یادگار ناصر مرزا کے پاس

[بقیہ حاشیہ ص ۲۰۰ پر]

www.maktabah.org

لاچار ہو کر وہ بکھر واپس ہو گیا ۔ [وہاں پہونچکر وہ] مرزا یادگار ناصر کو اپنے ساتھ لے کر حجاز چلا جانا چاہتا تھا ۔ اسی اثنا میں جودھپور کے راجہ مالدیو نے بادشاہ سے تشریف لانے کی درخواست کی ، جس پر وہ اکیس محرم سنہ ۹۴۹ھ کو آچ روانہ ہوا ۔ اور اسی سال کی ۲۰ ربیع الاول کو "مالدیو" کی طرف روانہ ہو کر ۱۴ ربیع الثانی کو دلاور کے قلعہ میں منزل انداز ہوا ۔ پھر اسی ماہ کی ۲۰ تاریخ کو بیکانیر میں چھاؤنی کرنے کے بعد وہاں سے ، جودھپور کے قریب تیس کوس کے فاصلہ پر پہونچ کر خیمہ زن ہوا ۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ راجہ مالدیو کی اس درخواست میں دغا بازی شامل ہے ۔ چنانچہ

[بقیہ حاشیہ ص۱۹۹]

امیر قلی مہر دار کو بھیج کر اور سلسلہ دوستی پیدا کر کے ظاہر کیا کہ "میں ضعیف ہو چکا ہوں اور میری کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے ۔ اپنی بیٹی کو آپ سے منسوب کرتا ہوں اور چونکہ اب میری زندگی کے چند ہی دن باقی رہ گئے ہیں اس لئے یہ ملک جس کا تعلق مجھ سے ہے وہ آپ کی ہی ملکیت ہوگا ۔ [ساتھ ہی ساتھ] میں آپ کو بے شمار خزانے بھی پیش کرتا ہوں ۔ اس کے علاوہ ملک گجرات بھی ہم دونوں ساتھ مل کر فتح کریں گے" ۔ غرض مرزا شاہ حسن کے وعدوں کے فریب میں آ کر یادگار ناصر مرزا ، ہمایوں بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا ۔ پھر آگے چل کر (ص ۱۷۷) مرقوم ہے کہ "چونکہ یہ وعدے جھوٹے تھے اس لئے ان میں سے ایک بھی وفا نہ ہوا" ۔

www.maktabah.org

وہاں سے تیزی کے ساتھ جیسلمیر کی طرف پلٹتے ہوئے ، یکم جمادی الاول کو جیسلمیر کے قریب جا پہونچا۔ جیسلمیر کے راجہ نے پانی بند کر دیا ۔ بالآخر اسی مہینہ کی دسویں تاریخ کو وہ عمر کوٹ آیا ۔ [عمر کوٹ کے] راجہ بیر سال نے اس کا استقبال کیا اور قلعہ کے اندر جگہ دی ۔ وہاں اسی سال کی پانچویں رجب اور اتوار [۱٦۰] کی شب کو جلال الدین "محمد اکبر" کی ولادت ہوئی ۔ اس عرصہ میں مرزا شاہ حسن نے بکھر اور سیوستان جا کر ان دونوں قلعوں کی مرمت کرا کے انھیں [پہلے سے بھی] زیادہ مضبوط کیا اور پھر ٹھٹے واپس آ گیا ۔ بادشاہ نے عمر کوٹ کو فوجوں کا بار برداشت کرنے کا متحمل نہ پایا تو پھر سندھ کا ارادہ کرکے کچھ ہی عرصہ میں موضع "جون" آ پہونچا ۔ چونکہ یہ مقام باغات ، نہروں اور پھلوں کی بہتات کی وجہ سے سارے سندھ میں ممتاز تھا اس لئے عرصہ تک اسی گاؤں کے باغات میں چھاؤنی رہی ۔ مرزا شاہ حسن بھی لشکر کے ساتھ سامنے دوسرے کنارے پر آ ڈٹا ۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سر زمین بٹھورہ کے ایک قلعہ میں غلہ کا وافر ذخیرہ موجود ہے ۔ اس نے اپنے کچھ معتمدوں کو اس طرف روانہ کیا ۔ دوسری طرف سے ان کی مزاحمت کے لئے مرزا شاہ حسن نے مرزا عیسیٰ کو روانہ کیا، لیکن اس سے کچھ نہ ہو سکا اس پر سلطان محمود کو بھیجا گیا ۔ جس کے پہونچنے پر [وہاں طرفین کے مابین جنگ ہوئی جس میں] بادشاہ کے کار آمد آدمی مارے گئے ۔ اس کے بعد دونوں لشکروں کے درمیان [وقتاً فوقتاً] جنگ و فساد کی آگ بھڑکتی رہی ۔ شاہی درگاہ کے جو ملازم [مختلف] مواضعات میں جا کر رہنے لگے تھے

www.maktabah.org

انھیں مرزا کے حکم کے مطابق ایک ھی وقت میں قتل کر کے ان کے سر مرزا کے پاس بھیجدیئے گئے ۔

کہتے ھیں کہ یہ خبر سن کر ھمایوں بادشاہ نے ارغونوں پر شبخون مارا، جس میں بھی وہ سارے [حملہ آور] محمد باقی ترخان کے ھاتھوں قتل ھو گئے جیسا کہ آگے چل کر بیان ھوگا ۔

[اب] بادشاہ کا دل سندھ کے قیام سے اچٹ گیا ۔ اسی اثنا میں بیرم خاں نے بھی گجرات سے آ کر قندھار ھوتے ھوئے عراق چلنے کی تحریک کی ، اور مرزا شاہ حسن کے ساتھ صلح کی گفت و شنید شروع کردی ۔ مرزا نے بھی یہ موقع غنیمت جان کر [ایک] لاکھ مثقال نقد اور دوسرا [ضروری] سامان سفر [۱۶۱] فراھم کر کے تین سو گھوڑوں اور تین سو اونٹوں سمیت(۱) خدمت میں روانہ کیا ۔ اس کے علاوہ "جون"

---

۱ ۔ ھمایوں نامہ (ص ۶۳) میں اونٹوں کی تعداد ایک ھزار درج ھے ۔ لیکن وہ اس قسم کے اونٹ تھے نہ ان کی سات پشتوں نے بھی شہر ، لوگ اور بار نہ دیکھا تھا۔ چونکہ لشکر میں گھوڑوں کی کافی قلت تھی اس وجہ سے بیشتر لوگ انھی اونٹوں پر (ص ۶۴) سوار ھوئے باقی ماندہ پر بار لادا گیا ۔ جو بھی ان پر سوار ھوتا وہ اسے زمین پر گرا کر جنگل کی راہ لیتے۔ اسی طرح جس اونٹ پر بار لادا جاتا وہ محض گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سے بھڑک کر اور اچھل اچھل کر بار زمین پر گرا دیتا اور پھر خود جنگل کی طرف بھاگ جاتا ۔ لیکن اگر کسی اونٹ پر بار کس

[بقیہ حاشیہ ص ۲۰۳ پر]

www.maktabah.org

کے سامنے ایک پل بھی تعمیر کرا دیا - پل کی تعمیر اور صلح کی تاریخ "صراط مستقیم" (۱) سے بر آمد ھوئی - بادشاہ نے ۷ ربیع الآخر سنہ ۹۵۰ھ کو اس پل کو عبور کیا -

کہتے ھیں کہ مرزا عیسیٰ ترخان نے خفیہ طور پر اور کھلم کھلا بادشاہ کی بے حد خدمت کی تھی جس کی وجہ سے بادشاہ نے اس کے حق میں بڑی دعائے خیر کی تھی اور اسی دعا کی برکت سے وہ اپنے سے زیادہ بلند مرتبہ امرا کے ھوتے ھوئے بھی ملک کا وارث ھوا - جیسا کہ آگے چل کر بیان ھو گا - دوسری طرف مرزا شاہ حسن کو اپنے ولی نعمت کے ساتھ بے ادبی سے پیش آنے کی پاداش میں اپنے ملازموں کے ھاتھوں ایسا ھی معاملہ پیش آیا -

قصہ مختصر - بادشاھی لشکر کے اس سہ سالہ قیام کی وجہ سے ملک سندھ میں زبردست قحط پڑ گیا - [۱۶۲]

عجیب حکایت

اسی حادثہ میں گرانی کے سبب سے ایک عورت اپنے بیٹوں سمیت کچھ عرصہ تک فاقے کرنے کے بعد جلا وطنی اختیار کرکے [جاتے ھوئے] ایک جنگل میں بے تاب ھوکر

[بقیہ حاشیہ ص ۲۰۲]

کر باندھ دیا جاتا تو وہ بار سمیت اچھلتا کودتا جنگل میں غائب ھو جاتا - اس طرح قندھار تک پھونچتے پھونچتے کم از کم دو سو اونٹ بھاگ گئے ھوں گے (بحوالہ تعلیقات معصومی ص ۳۱۷)-

۱ - تاریخ معصومی (ص ۱۸۰) سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تاریخ بادشاہ ھمایوں نے خود کہی تھی -

www.maktabah.org

گر پڑی اور بیٹوں کو بھوک سے بے حال دیکھ کر کہنے لگی کہ "میں تمھیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتی، اس لئے اپنا خون تمھیں معاف کرتی ھوں - تم مجھے ذبح کرکے اس وقت اپنا پیٹ بھرو، اور [میرا] باقی ماندہ گوشت زاد راہ بناؤ - ممکن ھے کہ اس طرح تم کسی سلامتی کی جگہ پر جا پھونچو!" بیٹوں نے اس پر بہتیرا انکار کیا اور زبان پر "حاشا" و "کلّا" کے الفاظ لائے - لیکن ماں کے اصرار پر بآلاخر انھیں ایسا ھی کرنا پڑا - انھوں نے گوشت کا ایک ٹکڑا پکایا [ھی تھا کہ] اتنے میں کچھ لوگ جن کی گائے چوری ھوگئی تھی ان پر نازل ھوگئے اور گائے ذبح کرنے [کے الزام] میں انھیں پکڑ لیا - ان بے چاروں نے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے اپنا سارا حال لفظ بہ لفظ انھیں سنایا اور ماں کی آنتیں اور دوسری نشانیاں انھیں دکھائیں - اس پر ان لوگوں نے انھیں اور زیادہ سختی سے باندھ کر کہا کہ "یہ ممکن ھی نہیں ھے کہ کوئی آدمی اپنی ماں کو ذبح کرکے کھائے - تم نے ضرور کسی دوسرے کو ذبح کیا ھے !" انھوں نے بڑی التجائیں کیں لیکن کوئی فائدہ نہ ھوا - [بلکہ] وہ لوگ [اپنے طور پر] ان سے سچی بات کا اقرار کرانے کے لئے درخت سے باندھ کر بیتوں سے مارنا چاھتے تھے کہ اسی اثنا میں ان کی ماں کی آنتیں جاکر ان لوگوں کے پیروں سے چمٹ گئیں اور انھیں مارنے سے باز رکھنے کے لئے آگے قدم بڑھانے سے روک دیا - ان لوگوں میں ایک پیر مرد بھی شامل تھا - [یہ ماجرا دیکھ کر] اس نے کہا کہ "بے شک انھوں نے اپنی ماں کو اس کی

www.maktabah.org

اجازت سے ذبح کیا ہے ۔ [۱۹۳] جبھی وہ اپنی شفقت مادری کی وجہ سے اپنے بیٹوں کو مارنے سے تمھیں روک رہی ہے – بے شک "اولا دنا اکبادنا" (۱) کی مصداق یہاں ظاہر ہوتی ہے ۔"

قصہ مختصر، اسی افرا تفری کے زمانے میں بخشو لانگاہ نے ملتان کے نواح میں "جنپور" کے سامنے قلعہ تعمیر کرا کے ملتانیوں کو لا کر اس قلعہ میں آباد کیا اور عظیم لشکر جمع کر کے بکھر پر حملہ آور ہوا (۲) ۔ مرزا شاہ حسن نے میر شاہ محمود ارغون کو بکھر کی حفاظت کے لئے روانہ کیا ۔

سنہ ۹۵۵ھ میں مرزا کامران "هزاره" سے سندھ آیا ۔ مرزا شاہ حسن نے "پاٹ" کو اس کی منزل گاہ مقرر کیا اور اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دی (۳)۔ پھر تین ماہ کے بعد هزار سواروں

---

۱ - معنی : هماری اولاد همارا جگر ہیں"۔

۲ - یہ واقعہ ۱۴ جمادی الثانی سنہ ۹۵۰ھ کو جمعہ کی شب پیش آیا ۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ معصومی ص- ۱۸۰-۱۸۱) ۔

۳ - تاریخ معصومی (ص- ۱۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا شاہ حسن کی بیٹی "چوچک بیگم" کی مرزا کامران سے نسبت اس سے چار سال پیشتر سنہ ۹۵۱ھ کی شروعات میں قرار پاچکی تھی، جب کہ مرزا کامران کابل کا حکمران تھا اور همایوں بھائیوں کی بیوفائی سے عاجز ہو کر کمک لینے کے لئے عراق کی طرف روانہ ہوا تھا ۔ سنہ ۹۵۵ھ میں مرزا کامران همایوں بادشاہ سے شکست کھا کر کابل سے فرار ہوکر سندھ آیا تھا اور آ کر مرزا شاہ حسن کی بیٹی سے نکاح کیا تھا ۔

www.maktabah.org

کی جمعیت اس کے حوالے کرکے اسے روانہ کیا - کامران سنہ ۹۵۷ھ میں دوبارہ بکھر آیا مگر اس مرتبہ ھمایوں بادشاہ نے اسے اندھا کرا دیا (۱) - [۱۶۴]

مرزا شاہ حسن نے پہلے اسے شاد بیلہ (سادہ بیلہ) کی ٹیکری پر جو بکھر کے مغرب کی طرف دریا کے وسط میں ھے جگہ دی اور اس کے بعد پرگنہ بٹھورہ کو اس کے باورچی خانہ کے اخراجات کے لئے [جاگیر] قرار دے کر اس کی اقامت کے لئے فتح باغ میں انتظام کیا - [لیکن] کچھ عرصہ کے بعد وہ حج کے لئے چلا گیا۔

کہتے ھیں کہ مرزا شاہ حسن نے اپنی بیٹی کو اس سے چھڑانے کی بڑی کوشش کی لیکن اس معصومہ نے یہی کہا کہ "لوگ مجھے طعنہ دینگے کہ جب تک اس کے آنکھیں تھیں تب تک تو اس کے پاس رھی لیکن نا بینا ھونے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔"

اس واقعہ کے بعد سے ھمایوں بادشاہ کی رنجیدگی کی پاداش میں مرزا کی حالت ابتر ھونے لگی۔ عربی گاھی کے بیٹوں جیسے ذلیلوں اور کمینوں کی سرپرستی کرنے پر جو

---

۱ - تاریخ معصومی (ص ۱۸۲) کے بیان کے مطابق مرزا کامران کو ھمایوں بادشاہ نے اندھا نہیں کرایا تھا بلکہ ھندوستان کی "ککر" (گانیکوار) قوم کے لوگوں نے، جن کے پاس کابل سے بھاگ کر آنے کے بعد مرزا کامران نے پناہ لی تھی، یہ معلوم ھونے پر کہ وہ بادشاہ کے بارے میں بری نیت رکھتا ھے، اسے کسی ترکیب سے پکڑ کر اندھا کر دیا تھا -

www.maktabah.org

ارغونوں اور ترخانوں پر بے انتہا مظالم اور دست درازی کیا کرتے تھے، ارغون اور ترخان اس سے سخت ناراض ہوگئے - ادھر اس پر فالج کا حملہ ہوا جس کا علاج صرف یہ تھا کہ وہ ہمیشہ کشتی میں بیٹھ کر ٹھٹے سے بکھر اور بکھر سے ٹھٹہ آتا جاتا رہے -

سنہ ۹۶۰ھ میں شہر ٹھٹے کی اربابی (گورنری) اس نے "عربی گاھی" اور "اسمٰعیل باٹھاری" کو عطا کی - اسی سال کے آخر میں ٹھٹے کی نگرانی "شنبہ" اور "رفیق" کے حوالہ کی جو زر خرید غلام تھے -[یہ حال دیکھ کر] ارغون امرا نے محرم سنہ ۹۶۲ھ کی ابتدا میں میرزا عیسیٰ ترخان کی اطاعت اختیار کی جو خدا شناس بادشاہ کی دلی دعاؤں سے سرفراز ہوچکا تھا - مرزا شاہ حسن نے یہ خبر سن کر بڑا پیچ و تاب کھایا اور اس کے دفعیہ کے لئے بڑے ھاتھ پاوں مارے لیکن چونکہ بادشاہ کی ناراضگی کا تیر نشانہ پر لگ چکا تھا، اس لئے تدبیر کی ڈھال کام نہ آسکی - آخر کار اس کی زندگی ھی میں سلطان محمود خان اور میرزا [۱۶۵] عیسیٰ نے سندھ کو آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیا - لکی پہاڑیوں سے نشیب کا حصہ میرزا عیسیٰ کے حصہ میں آیا اور اس سے اوپر کا علاقہ سلطان محمود خان کے حصہ میں - اس [حد بندی] کے بارے میں انھوں نے پختہ عہد نامہ کیا - اس کے بعد جب تک میرزا شاہ حسن زندہ رہا چونکہ وہ مفلوج اور بیکار ھو چکا تھا اس لئے بہ ظاھر وہ اس کی اطاعت کرتے رہے - قضائے الٰہی سے اسی سال کی ۱۱ ربیع الاول کو وہ فوت ھو گیا، چنانچہ اس کے پہلے کئے ہوئے عہد نامہ کے مطابق مذکورہ خوانین ٹھٹہ اور بکھر کے مالک ہوئے -

www.maktabah.org

مرزا شاہ حسن [اپنے وقت کا] بے نظیر بہادر تھا - بچپن سے لے کر بیماری کے زمانہ تک اس نے جتنی بھی لڑائیاں لڑیں ان سب میں فتح یاب رہا - وہ سنہ ۸۹۶ھ میں پیدا ہوا تھا اور اس کی کل عمر ٦٦ سال تھی - علوم منقولی (۱) میں کمال دسترس رکھتا تھا - کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا - جن میں "سپاھی" تخلص کرتا تھا - علما، فضلا اور سادات کی بے حد عزت کرتا تھا - [اس نے] ۳۴ برس تک حکومت کی - اس کے کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی - اس کی لاش کو مکہ شریف میں لے جا کر دفن کیا گیا - اس خاندان یعنی باپ اور بیٹے دونوں کی کل مدت حکومت ۳٦ سال ھے - [۱٦٦]

-*○*○*-

۱ - علم منقولی یا نقلی سے وہ علوم مراد ھیں جن کا تعلق روایت اور نقل سے ھے جیسے کہ علم ادب، صرف و نحو اور فقہ وغیرہ - ان کے مقابلہ پر علوم معقولی یا عقلی ھیں اور ان کا تعلق عقل و فہم سے ھوتا ھے جیسے منطق و فلسفہ وغیرہ -

www.maktabah.org

نواں باب

ترخان خاندان

جیسا کہ پہلی جلد میں بیان کیا جا چکا ہے حضرت صاحبقران امیر تیمور ۱۸ سال کی عمر میں ایک مرتبہ شکار کھیلتے ہوئے راستہ بھول گئے ۔ اس وقت سخت سردی اور انتہائی تاریکی چھائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ جملہ همراهیوں سمیت [لاچار ہو کر] موت کا انتظار کرنے لگے ۔ [اسی عالم میں] اچانک انھیں دھندلے چند مکانات نظر آئے ۔ جب وہ ان کے قریب پہونچے اور چراغوں کی روشنی دیکھ کر ان کے دروازوں تک آئے تو وہ لوگ انھیں قزاق سمجھ کر فوراً لڑنے کے لئے باھر نکلے ۔ لیکن آخر کار پہچاننے کے بعد انھیں گھر کے اندر لے گئے اور زمین پر بٹھا کر ، آگ جلا کر اپنی استطاعت سے زیادہ خدمت کر کے ان کی خوشنودی حاصل کی ۔ جب صاحبقران ۳۴ برس کی عمر میں تخت سلطنت پر متمکن ہوئے تو انھوں نے ان لوگوں کو بلا کر بے حد نوازشیں کیں اور انھیں "ترخان"

www.maktabah.org

یعنی "ملازمت سے معافی یافته" کا خطاب دیا۔ ترخان قوم انهیں کی اولاد هے۔ بعضوں کا کہنا هے که ان کے بزرگ کسی جنگ میں لہولہان هو کر آئے تهے اور اسی وجه سے انهیں "ترخون" (۱) کا لقب ملا که جو رفته رفته "ترخان" هو گیا

مرزا عیسیٰ ترخان

"مرزا عیسیٰ" ولد مرزا محمد بن مرزا عبدالعلی ترخان یکم جمادی الاول سنه ۹۶۲ھ کو تخت نشین هوا۔ اس نے سپاهیوں اور رعایا کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ رام کیا۔ [۱۶۷] کیبک، فرخ اور تیمور جیسے ارغونی امرا، باوجودیکه خود انهیں نے اسے حکمرانی کے لئے منتخب کیا تها، لیکن وه اکثر شراب پی کر نشه کی حالت میں اس کی حویلی پر یلغار کر آتے تهے، اور اس کی قالین پر آکر رکاب سے پیر باهر نکالتے تهے۔ ایسا کوئی بهی دن نه گزرتا تها که جب اس کے دروازه کو تیر اور نیزوں سے چهلنی کر کے، اس سے مرزا (شاه حسن) کے چهوڑے هوئے خزانے سے حصه نه طلب کرتے هوں۔ لیکن وه کمال دانائی سے کام لے کر بڑی همدردی کے ساتھ کہا کرتا که "خزانه تمهاری هی ملکیت هے، لیکن چونکه هم پرائے ملک میں هیں، اس لئے همیں اس کی حفاظت ضرور کرنی چاهئے تاکه نازک موقع پر کام آئے۔ اگر تم لوگ لے جاؤ گے تو شراب اور معشوقوں میں صرف کر ڈالو گے"۔ [دوسری طرف] اس کے حکم پر هر ارغون کو اس کے محله هی میں کسی نه کسی بہانے مصروف رکھا جاتا اور اس طرح حیلوں کے ساتھ

---

۱ - "ترخون" (تر = ڈوبا هوا + خون = لہو) = لہو میں ڈوبا هوا۔

www.maktabah.org

وہ خود کو ان کے شر سے بچائے رکھتا - آخر کار رفتہ رفتہ اس کے بیٹوں مرزا محمد باقی ، مرزا محمد صالح ، جان بابا اور غالب (۱) نے لوگوں کو [اپنے گرد] جمع کیا اور ہر ایک ملا بہبود ، شبرنگ خان (۲) ملا صالح ، فتح خان اور دوسرے کار گذار لوگوں کی معیّت میں اس قدر منظم اور مستعد ہوگیا کہ ارغون بھی ان پر رشک کرنے لگے۔ اب مرزا (عیسیٰ) نے اپنی حویلی کے چاروں طرف ایک چھوٹا قلعہ تعمیر کرایا اور بیٹوں کو بھی اپنے ہی قریب رکھا - [بد قسمتی سے] اس کے بیٹوں میاں محمد باقی اور محمد صالح کے مابین رنجش پیدا ہوگئی - مرزا صالح بڑا بہادر تھا - مرید کوکہ بن مراد کوکہ وغیرہ جیسے [۱۶۸] مرزا کامران کے کوکہ [اس کے پاس تھے] اس لئے اس نے انتہائی جاہ و جلال پیدا کرکے باپ کو بے دخل کرکے گوشہ نشین بنا دیا اور مرزا محمد باقی کو جلا وطن کرکے کَچھ کی طرف نکال دیا - اس طرف مرزا جان بابا "سمیجہ" قبائل کے جنگلات میں بھٹکتا رہا اور [دوسری طرف] مرزا باقی نے بھی نا واقفیت کی وجہ سے شروع میں کَچھ میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں -

نقل : میرطاہر نے مرزا مظفر ابن مرزا محمد باقی ترخان

---

۱ - بیگلار نامہ (ص- ۱۳) کے مطابق مرزا عیسیٰ کے چوتھے بیٹے کا نام "مرزا ابراھیم" تھا - اسکا ایک پانچواں بیٹا بھی تھا جس کا نام "مرزا جوھر" تھا لیکن وہ کمسنی ھی میں فوت ھوگیا تھا - مرزا ابراھیم بھی باپ کی زندگی ھی میں انتقال کر گیا تھا - (ترجمہ سندھی - بیگلار نامہ)

۲ - نسخہ "ن" میں یہ نام "نیرنگ خان" ہے -

www.maktabah.org

کی زبانی نقل کیا ھے کہ کچھ فاقے کرنے کے بعد ایک دن مرزا (باقی) نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "سخت بھوک لگ رھی ھے کہیں سے کچھ نہ کچھ ضرور لاؤ"۔ ساتھیوں کو کوئی بھی چیز دستیاب نہ ھوئی، البتہ قاضی خمیسو کہیں سے کتے کے اگلے ھوئے تھوڑے سے کچّے چاول لے آیا جس پر کتے نے قے بھی کی تھی - مرزا نے فرمایا کہ "بات نہ کرو اور فوراً جا کر پکاؤ تا کہ کام آئیں"۔ پکنے کے بعد وہ فی الفور انہیں کھا گیا - کچھ عرصہ کے بعد اس کے ساتھیوں نے ایک بکری چرا کر اس کے کباب بنائے - بکری کے مالک نے پتہ چلا کر چوروں کی طرح انہیں گرفتار کیا اور لے جا کر رانا کھنگار کی خدمت میں حاضر کیا - چونکہ دکھ کے بعد سکھ بھی ضرور آتا ھے چنانچہ اس سلسلہ میں ان سے متعارف ھو کر رانا کھنگار ان کی پرداخت کرنے لگا - "صاحب سمہ" نامی [ایک] جاڑیجہ [سردار] نے اپنی بیٹی اس کے عقد میں دی جس کے بطن سے مرزا مظفر پیدا ھوا -

مرزا محمد باقی کی مرزا محمد صالح سے جنگ

کچھ عرصہ کے بعد جب مرزا محمد باقی نے کَچھ میں [رہ کر] لشکر تیار کیا اور اس کی اعانت میں "صاحب سمہ" نے بھی راجپوتوں کی ایک فوج آراستہ کی تب وھاں سے روانہ ھو کر وہ "بدین" کے قریب جا پھونچا - مرزا محمد صالح مغلوں اور ٹھٹے کے دیگر قبائل کا لشکر ساتھ لے کر اس کے مقابلے پر آیا - دو تین دن دونوں لشکروں کے ھراولوں کے درمیان کچھ جھڑپیں ھوتی رھیں جس کے بعد [۱۶۹] بالآخر جنگ کے لئے صفیں آراستہ کی گئیں - راجپوتوں نے جان دینے کا فیصلہ کر کے

www.maktabah.org

بہتیری شجاعت دکھائی ۔ گھوڑوں سے اتر کر اور چادریں ایک دوسرے سے باندھ کر [بے انتہا] ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ۔ لیکن مغلوں نے تیر و تفنگ سے ان پر زمین تنگ کر کے آخر کار انھیں فرار ہونے پر مجبور کردیا ۔ چنانچہ وہ جس راہ سے آئے تھے اسی راہ سے واپس ہو گئے ۔ مرزا صالح ظفر یاب ہو کر ٹھٹے واپس چلا گیا ۔ مرزا باقی نے اھل و عیال کو کتچھ بھیج دیا اور خود بکھر جا کر سلطان محمود سے مدد کا طالب ہوا ۔ سلطان محمود نے جواب دیا کہ "میرے اور مرزا عیسیٰ کے درمیان ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا معاھدہ ھے اس لئے تو [صبر کے ساتھ] یہاں اقامت رکھ اور دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا ظاھر ھوتا ھے"۔ دوسری طرف سلطان محمود خان نے مرزا صالح سے اتفاق کر کے مرزا باقی کو قید کر کے ھندوستان بھیج دینا چاھا (۱) ۔ اسی اثنا میں اس در بدر کی خاک چھاننے والے کے لئے ایک غیبی لطیفہ ظاھر ھوا ۔

نقل : کہتے ھیں کہ مرزا باقی کے ھمراھیوں میں سے ایک ھندو شام کے وقت روھڑی کے باھر دریا کے کنارے کنارے

---

۱ ۔ میر قانع کا یہ بیان میر معصوم کے بیان کے صریحاً خلاف ھے ۔ میر معصوم (ص ۲۰۸) لکھتا ھے کہ مرزا محمد باقی نے ھندوستان جانے کی بڑی کوشش کی لیکن سلطان محمود نے اس خیال کے پیش نظر کہ مبادا وہ ھندوستان سے کوئی لشکر لے کر آئے ، اور جس صورت میں اس لشکر کو بکھر سے ھو کر ھی گذرنا ھوگا اس لئے اسکی حکومت کے انتظام میں خلل واقع ھوگا، اس لئے اسے ھندوستان جانے کی اجازت نہیں دی ۔

www.maktabah.org

جا رہا تھا کہ اس نے دو "مسُہانی" ڈائنوں کو ایک جگہ رفع حاجت کے لئے بیٹھا دیکھا ۔ ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا کہ "سلطان محمود خان مرزا باقی کو قید کر کے اکبر بادشاہ کے پاس بھیج دینا چاہتا ہے ۔ لیکن اس کی قسمت میں اس طرف جانا نہیں لکھا ہے ۔ کیونکہ کل دوپہر کے وقت مرید نامی ایک بلوچ نے مرزا صالح پر خنجر کا [۱۷۰] وار کیا ہے اور تین دن بعد اس کا خون بھرا پیراھن مرزا باقی کو مل جائے گا"۔ اتفاق سے اسے (مرزا باقی کو) صالح کی موت کی خبر اسی طرح ملی ۔

کہتے ھیں کہ مرید بلوچ نے، اپنے اقارب اور باپ کا انتقام لینے کے لئے جنھیں مرزا صالح نے قید کر کے قتل کرادیا تھا، یہ عہد کیا تھا کہ "جب تک باپ کا انتقام نہ لونگا سر پر پگڑی نہ باندھوں گا"۔ اسی ارادہ سے وہ چھری ھاتھ میں لے کر شہر آیا اور پاگلوں کی طرح گلی کوچوں میں پھرتا ھوا کہتا رھا کہ "ھاں اے چھری! تجھ سے کام ھے ۔ کرے گی یا نہیں؟ ھاں اے دل! دلیر ھو"۔ بچوں نے اسے پاگل سمجھا اور بار بار اس کے الفاظ دھرائے اور خورد و کلاں نے اسے محض بکواس سمجھا ۔ بالآخر ایک دن [جب کہ] مرزا صالح سواری پر اپنے محل کی طرف جا رہا تھا تو یہ چھری کو کاغذ میں لپیٹ کر فریادیوں کی طرح "فریاد! فریاد!" چلّاتا ھوا اس کے سامنے آیا ۔ خدمتگاروں نے بہتیرا چاھا کہ وہ کاغذ اس کے ھاتھ سے لے لیں، لیکن اس نے کہا کہ "میں خود ھی پیش کرونگا اور ساتھ ھی زبانی حال بھی عرض کرونگا"۔ اس پر مرزا نے اسے اپنے قریب بلایا ۔ وہ [بے تحاشا] آگے بڑھتا اور چھری

www.maktabah.org

اس کے پیٹ میں پیوست کرتا گیا یہاں تک کہ اُسے وھیں کا وھیں ڈھیر کردیا ۔ [اس پر اس کے خدمت گاروں نے] اسے (مرید خان کو) بھی ٹکڑے ٹکڑے کردیا ۔

قصہ کوتاہ، مرزا محمد باقی کی بہن، جو ھمیشہ باپ اور بھائی سے چھپا کر، ان ڈبوں میں جسے ھندو تیل خریدنے کے لئے اس طرف بھیجا کرتے تھے، اسے رقم بھیجتی رھتی تھی ۔ اس نے [محمد صالح کا] خون آلودہ پیراھن بھی اس کے (مرزا باقی کے) پاس بھیج دیا ۔ اب مرزا عیسیٰ نے سلطان محمود خان کو اسے (مرزا باقی کو) ٹھٹہ بھیج دینے کے لئے لکھا ۔ جب وہ ٹھٹہ آ گیا تو مرزا عیسیٰ نے اسے اپنا ولی عہد بنایا اور اپنے آخری دنوں میں سلطان محمود خان سے اس کے لئے نئے عہد نامہ کا طالب ھوا ۔ [۱۷۱]

فرنگیوں کے ھاتھوں قتل عام کا واقعہ

جب مرزا عیسیٰ یہ ارادہ کرکے ٹھٹے سے باھر نکلا تو سلطان محمود خان کو اپنی فکر ھوئی کہ مبادا اس آمد سے مرزا عیسیٰ کا کوئی اور مقصد ھو ۔ فی الواقعہ مرزا عیسیٰ کا مقصد بھی پرگنہ دربیلہ کو سیوستان میں شامل کرنے کا تھا ۔ چنانچہ وہ سیوستان سے آگے بڑھا تو دفعیہ کی فکر کرکے سلطان محمود خان بھی مقابلہ کے لئے دوڑا ۔ اسی اثنا میں بندرگاہ "گوا" سے فرنگی بھی "لاھری" بندر پر آ دھمکے اور ملک کو خالی دیکھ کر شہر میں داخل ھوگئے اور جمعہ کے دن نماز کے وقت انھوں نے جامع مسجد فرخ اور دوسرے مقامات پر سخت خونریزی کی ۔ بازار امیر بیگ اور جامع فرخ کے گرد کا گنج شہیداں اور اس کے علاوہ [شہر کے] مختلف مقامات پر

www.maktabah.org

شهدا کے جو مزار هیں وہ اسی واقعہ کی یادگار هیں - یہ خبر سنتے هی مرزا عیسیٰ ملک کی سرحدیں محمود خان کے حوالہ کر کے [فی الفور] ٹھٹہ واپس هوا (۱) - بعضے کہتے هیں

---

۱ - میر قانع نے اپنی عادت کے مطابق اختصار نویسی کے پیش نظر یہاں بھی مرزا عیسیٰ خان اور سلطان محمود خان بکھری کے مابین پیدا شدہ چپقلش کے واقعات کو باهم ملا کر الجھا دیا ہے - اصل واقعات جو تاریخ معصومی (۲۰۷ - ۲۱۰) سے معلوم هوتے هیں ، اس طرح هیں کہ:
مرزا شاہ حسن کی وفات کے بعد مرزا عیسیٰ ترخان سنہ ۹۶۲ھ میں تخت نشین هوا - ایک سال کے بعد یعنی سنہ ۹۶۳ھ میں ارغون سرداروں کے ورغلانے پر ایک عظیم لشکر ساتھ لے کر وہ بکھر کے سامنے آ کر اترا - پندرہ دن جنگ هوتی رهی - اسی موقع پر فرنگیوں نے ٹھٹے کو تاخت و تاراج کیا - جس کی وجہ سے مرزا عیسیٰ محاصرہ چھوڑ کر سرعت کے ساتھ ٹھٹہ واپس هوا - دوسری مرتبہ سنہ ۹۷۱-۷۰ھ میں مرزا اور ارغون سرداروں کے مابین ان بن هو گئی جس کی وجہ سے ارغون سردار بھاگ کر سلطان محمود خان کے پاس آ گئے اور سلطان محمود خان کے آدمیوں نے ان کے ساتھ جا کر سیوهن کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا - لیکن وہ کچھ نہ کر سکے اور ساون کے موسم میں مرزا عیسیٰ خان نے آ کر انھیں وهاں سے بھگا دیا - موضع رفیان کے قریب فریقین کے درمیان سخت جنگ هوئی جس میں سلطان محمود خان کے بہترین آدمی قتل هو گئے - مرزا عیسیٰ جا کر

[بقیہ حاشیہ ص ۲۱۷ پر]

www.maktabah.org

که فرنگیوں کو اس نے [۱۷۲] خود اپنی مدد کے لئے طلب کیا تھا اور انھوں نے وھاں پھونچکر اور اسے نه پاکر ایسا کیا تھا -

بھر حال فرنگی مرزا عیسیٰ کی آمد کی خبر سن کر شھر ٹھٹه کو لوٹ کر اور گلی کوچوں میں بارود بچھا کر اور اس میں آگ لگا کر بھاگ گئے - مرزا عیسیٰ نے واپس آ کر اپنی حویلی والے قلعه کو اور مستحکم کیا اور شھر کے چاروں طرف شھر پناہ تعمیر کرائی - چونکه لاھری بندر کی خلیج سے بندرگاہ کے ساحل تک، خلیج سے نکلنے والی نہر "نارقی واہ"(۱) عمیق اور کشادہ تھی اور اس میں سے ھو کر بڑے بڑے جھاز بھی کھاڑی سے بندرگاہ کے ساحل تک به آسانی آ سکتے تھے اس لئے ماھروں کے مشورہ پر اس نے [اس نہر کو] بڑے بڑے پتھروں سے بھر دینے کا حکم دیا تاکه کوئی بھی غیر، رھبر کے بغیر، اچانک اندر تک نه آ سکے - [اس کے علاوہ] ساحل اور خلیج کے درمیان بندرگاہ کی حفاظت کے لئے ایک چھوٹا سا مضبوط قلعه بھی تعمیر کرایا - آخر کار اٹھارہ سال حکومت

[بقیه حاشیه ص ۲۱۶]

دربیله کے قریب خیمه زن ھوا - بالآخر شیخ عبدالوھاب اور شاہ بیگم کی وساطت سے صلح ھوئی - مرزا عیسیٰ ٹھٹه چلا گیا اور سلطان محمود خان کے آدمی بکھر واپس آ گئے-

---

۱ - اصل متن میں "ناله نار" ھے لیکن تاریخ طاھری (ص ۱۵۷) میں مرقوم ھے که ٹھٹه کے لوگ اس نہر کو "نارقی" کہتے ھیں - چونکه تاریخ طاھری تحفة الکرام سے قدیمی ھے اس لئے وھی زیادہ معتبر ھے -

www.maktabah.org

کرنے کے بعد وہ سنہ ۹۸۰ھ میں انتقال کر گیا - اپنی اعلیٰ صفات، سنجیدگی اور فکر راسخ کے اعتبار سے اس خاندان میں [۱۷۳] وہ ممتاز اور منفرد تھا - کم مرتبہ ہونے کے باوجود وہ شجاعت اور جوانمردی میں بڑے بڑے ارغون امرا سے بازی لے گیا تھا - اس کا مدفن مکلی کی پہاڑی پر ہے -

مرزا محمد باقی

مرزا عیسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد ارغون سرداروں نے، جو مرزا عیسیٰ کی حکمرانی سے پشیمان تھے، مرزا محمد باقی کی تخت نشینی کی مخالفت کی - اس نے حکمت عملی کے ساتھ ارغونوں کے ایک گروہ کو تو لطف و احسان کے بڑے بڑے وعدوں اور مہربانیوں کے ذریعہ اپنا بنا لیا اور دوسرے گروہ کو خزانہ تقسیم کر دینے کی لالچ کا فریب دیا - اس طرح ارغون سردار دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اور وہ اس (مرزا باقی) کو روکنے کے لئے کوئی متفقہ اور واضح فیصلہ نہ کر سکے- بآلاخر مرزا اپنی مراد کے مطابق تخت نشین ہو کر فساد کی بیخ کنی کرنے کی فکر کرنے لگا - ارغون سردار چونکہ مرحوم مرزا (مرزا عیسیٰ) کے زمانہ ھی سے اس نوجوان امیر پر غلبہ کئے ہوئے تھے اس لئے وہ حکمت عملی کے ساتھ اپنا انتظام کرتا رہا- [بآلاخر] جلد ھی اس نے خفیہ طور پر اور کھلم کھلا ایک لشکر جمع کر کے ایک سازش کی اور خزانہ تقسیم کر دینے کے بہانہ سے ارغون سرداروں کو محل کی بالائی منزل پر بلایا - دوسری طرف [اس نے] ھر صندوق میں دو دو مسلح جوان بٹھا دیئے اور [سپاھیوں کے] ایک دستہ کو موقع کا منتظر رھنے کا حکم دیا - اس کے بعد اس نے [ارغون سرداروں سے]

www.maktabah.org

کہا کہ "تم لوگ ہمیشہ خزانہ کی طلب کرتے رہے ہو [حالانکہ] میرا باپ اور میں اسے وقت ضرورت کے لئے بچائے رکھتے آئے ہیں - لیکن چونکہ تم اس سے دست بردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اس لئے مجبوراً تمھارے حوالہ کرتا ہوں - لیکن یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کی تقسیم میں کہیں تمھارے درمیان تکرار نہ ہو جائے اس لئے اجازت دو کہ میں جا کر نیچے بیٹھوں اور تم اپنی مرضی کے مطابق یہ خزانہ [۱۷۴] آپس میں تقسیم کر لو"۔ یہ فیصلہ کر کے وہ خود نیچے چلا گیا اور جا کر معاملہ کا بندوبست کیا۔ [اوپر کی منزل پر] فی‌الفور مسلح جوانوں نے صندوقوں اور گوشوں سے نکل کر ان سب کو تلواروں کا لقمہ بنا دیا - نیچے خود [مرزا باقی نے] خورد و کلاں کو ختم کیا بلکہ ان کی حویلیوں میں لشکر بھیج کر ان میں سے ایک حرکت کرنے والے کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ حتٰی کہ بچوں کو بھی پنگوروں میں سے نکال کر چارہ کی طرح کاٹ کر رکھ دیا - کچھ تھوڑے جان بچا کر ادھر ادھر بھاگ گئے - اس کے بعد مرزا محمد باقی خود مختار ہو کر "انا و لا غیری"(۱) کا نقارہ بجانے لگا -

مرزا جان بابا کی شورش

مرزا جان بابا جو باپ کے زمانے ہی میں مرزا صالح کے ہاتھوں در بدر ہو کر سمیجہ قبائل سے قرابت ہونے کی وجہ سے وہاں رہنے لگا تھا، اسے اس کے باپ کی فاتحہ خوانی کے موقع پر سلطان محمود اپنے ساتھ لے کر ٹھٹہ گیا - اس نے تعزیت کی رسمیں ادا کرنے کے بعد سلطان محمود خان کے توسل سے باپ

---

۱ - جو کچھ ہوں وہ میں ہی ہوں -

www.maktabah.org

کے ورثے اور ملک کے حصے کا مطالبہ کیا ۔ مرزا محمد باقی کا کاروبار بے حد منظم ہو چکا تھا چنانچہ اس نے سلطان محمود خاں سے کہا کہ "والد کے زمانے سے لے کر آپ کے اور ہمارے درمیان پختہ عہد نامہ قایم ہے ۔ آپ نے جس طرح میرے اور مرزا صالح کے درمیان کوئی دخل نہیں دیا تھا اسی طرح آج بھی ہمارے بیچ میں نہ پڑیں ۔ مال و ملکیت کو تقسیم کرنا تاجر بچوں ہی کو زیب دیتا ہے ۔ حکومت خدائی دین ہے ۔ اگر میرا بھائی راضی ہو کر میرے پاس رہ جائے گا تو باالاخر میرا بھائی ہے، اس کی پوری طرح خدمت کرونگا ۔ لیکن اس کے علاوہ اسے علیحدہ پرگنہ دے کر میں اپنے پیروں پر خود کلہاڑی نہ ماروں گا ۔ ملک کے لئے میں نے بڑی مصیبت کے دن دیکھے ہیں!" ۔ یہ سن کر سلطان محمود خاں کچھ نہ کہہ سکا اور واپسی کی اجازت حاصل کی ۔ جان بابا بھی اس خوف سے کہ [۱۷۰] کہیں اس کا بھائی اسے قتل نہ کرا دے واپس سمیجہ قبائل کے پاس چلا گیا اور [کچھ عرصہ کے بعد] شاہ قاسم، علی شیر اور ان جیسے دوسرے باقی ماندہ ارغونوں کو جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے، جمع کر کے اور ایک قابل اعتماد لشکر تیار کر کے ٹھٹے پر حملہ آور ہوا ۔ اس طرف محمد باقی نے سپاہیوں اور خاص خیلیوں سے کہا کہ "دن آج ہی کا ہے ۔ اگر فتح مند ہو گئے تو یہ ملک ہماری ملکیت ہے ورنہ دوسری صورت میں دوسرے جہان کا راستہ کھلا ہوا ہے اور آرام کے ساتھ وقت گزارنے کے لئے دوسری کوئی جگہ نہیں ہے" ۔ پھر تو مکلی کے قبرستان اور شہر کے وسط میں خوفناک جنگ ہوئی ۔ ملا بہبود جسے مرزا باقی نے اپنے محلات میں سے ایک میں

www.maktabah.org

رکھا تھا قتل ہوگیا - [باالاخر] مرزا محمد باقی کے لشکر نے زبردست حملے کرکے جان بابا کو شکست دیدی - جان بابا ککراله کے حاکم "ڈیسر" کے پاس مدد کے لئے گیا لیکن وہاں سے خالی ہاتھ واپس ہو کر وہ پھر اپنے اعزہ "سمیجہ" قبائل کے پاس چلا گیا - دوسری مرتبہ پھر وہ انبوہ کثیر ساتھ لے کر مرزا باقی پر چڑھ آیا - مرزا باقی بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے دریا کے کنارے روانہ ہوا -

شاہ قاسم ارغون کے شبخون کا ذکر (۱)

جب مرزا محمد باقی، جان بابا کے [لشکر کے] سامنے جا پہونچا تو اس کی فوج نے سابقہ فتح کے غرور میں جابجا اطمینان کے ساتھ خیمے نصب کئے اور بے فکر ہو کر [۱۸۹]

۱ - اس شبخون کے بارے میں میر معصوم نے (ص ۲۱۲) اس طرح بیان کیا ہے کہ: "باالاخر جان بابا ترخان نے سمیجہ اور سوڈھا قبائل کو جمع کر کے مرزا محمد باقی پر شبخون مارا- مرزا محمد باقی نے کشتی کے سرے سے خود کو دریا میں گرایا اور تیرتا ہوا جاکر ایک ڈونگی پر چڑھ گیا - سمیجہ کشتی میں گھس آئے اور آکر رائجه بیگم (مرزا محمد باقی کی بیگم) کو قتل کر دیا" - لیکن اس بارے میں میر علی شیر قانع کا بیان زیادہ درست ہے- یہ شبخون شاہ قاسم ارغون نے مارا تھا جسے "خان زمان" کے لقب سے پکارتے تھے- یہ واقعہ سمہ قبائل کے علاقہ کے متصل لاکھ قبائل کے گاؤں میں پیش آیا تھا جہاں مرزا محمد باقی نے چھاؤنی کی تھی- (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "بیگلار نامہ" سندھی ترجمہ ص ٦٧-٧٤)

www.maktabah.org

ان میں آرام کرنے لگی - مرزا بھی جنگ کے بغیر ھی بھائی کا خاتمہ کر دینے کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ اسی اثنا میں اچانک ایک رات شاہ قاسم ارغون نے کثیر فوج کے ساتھ اس پر شبخون مارا - مرزا کا سارا لشکر غافل سو رہا تھا وہ منتشر ھو گیا - شاہ قاسم جو اپنے زمانہ میں شجاعت میں بے نظیر مشہور تھا وہ خود مرزا باقی کی کشتی پر جا پہونچا اور اس سے اپنے بھائیوں کے قتل کا انتقام لینا چاھا۔ مرزا باقی اپنے حرم کے ساتھ کمرہ کے اندر نیند میں محو تھا - وہ (شاہ قاسم) دروازہ پر پہونچا تو (مرزا محمد باقی کی) بیگم نے دونوں ھاتھوں سے دروازے بند کر لئے۔ مرزا محمد باقی نے جان کے خوف سے دوسرے دروازہ سے نکل کر فوراً دریا میں چھلانگ لگائی اور اس مردوں کی جیسی بہادر عورت نے شمعدان اٹھا کر اس زور سے شاہ قاسم کے منہ پر کھینچ مارا کہ مرتے دم تک اس کا نشان نہ گیا - آخر کار تاریکی میں اس عورت کو مرزا باقی سمجھ کر قاسم شاہ نے قتل کردیا اور سارے لشکر کو تاخت و تاراج کر کے خوار و خراب کیا - اس طرف مرزا باقی کے دریا میں چھلانگ لگاتے وقت، خلیل خدمت گار نے جو خود بھی جان کے خوف سے پانی میں چھپا ھوا تھا، اسے پہچان لیا اور "مرادیہ" میر بحر سے کہکر ایک ڈونگی لے آیا اس پر سوار ھو کر وہ کنارے پر جا پہونچا - اس وقت نقارے ھاتھ نہ آئے چنانچہ اپنے منتشر لشکر کو جمع کرنے کے لئے "علی پوٹوں" کے گاؤں سے انھوں نے ڈھول منگا کر بجائے - دشمن مرزا کی سلامتی اور لشکر کے دوبارہ جمع ھونے کی خبر سن کر پیچھے ھٹے اور یہ ان کا تعاقب کر کے، انہیں دور تک بھگا کر کامیابی کے ساتھ

www.maktabah.org

واپس آئے - **خلیل** [خدمت گار] **اس خدمت کے معاوضہ میں** لشکر اور نوکروں **کا سردار اور خاص مہردار مقرر ہوا اور** "مرادیہ" کو دریا کی سرداری عطا ہوئی - [۱۷۷]

قصہ کوتاہ، جب مرزا محمد باقی، جان بابا کو شکست دے کر (۱) مطمئن ہوا - تو اس نے اپنے چھوٹے بھائی غالب

---

۱ - جان بابا کے قتل کا واقعہ تاریخ معصومی (ص ۲۱۳) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: "مرزا جان بابا اور یادگار مسکین مرزا پہلے ہی حملہ میں ککرالہ کی طرف بھاگ گئے جو سمندر کے کنارے پر جام سہر (جام ڈیسر) کی اقامت گاہ تھا. . . . مرزا محمد باقی نے ٹھٹے کے ایک بڑے پیر سید علی [شیرازی] کو درمیان میں لاکر اور جان بابا و یادگار مسکین مرزا کو صلح کے ذریعہ قابو میں لاکر قتل کرا دیا" بیگلار نامہ میں بھی یہ واقعہ قریب قریب اسی طرح مرقوم ہے - واضح ہو کہ جس جنگ میں جان بابا اور یادگار مسکین مرزا شکست کھا کر ککرالہ بھاگ گئے تھے میر قانع نے اس [آخری] جنگ کا ذکر تحریر نہیں کیا ہے - یہ جنگ ماہ بیگم کی سر کردگی میں جسے بیگلار نامہ کا مصنف حاجی بیگم کے نام سے یاد کرتا ہے، سنہ ۹۷۷ھ میں مکلی کی پہاڑی پر واقع ہوئی تھی جس میں ماہ بیگم قید ہو گئی تھی اور جان بابا و یادگار مسکین ککرالہ بھاگ گئے تھے - (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے بیگلار نامہ سندھی ترجمہ ص ۷۶-۷۹ اور تاریخ معصومی ص ۲۱۲-۲۱۳)

www.maktabah.org

(۱) کو بھی فنا کے گھاٹ اتار دیا پھر بھائیوں کی فکر اور نگرانی سے آزاد ہوکر ظلم و استبداد کا کھرام برپا کر کے اس نے بزرگوں [۱۷۸] پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا - ان میں سے شیخ "بھرکی لنگ" کو جن کی تعریف آگے چل کر بیان ہوگی، خفیہ طور پر قتل کرا دیا - اس کے بعد [اس نے] شیخ میرک عبدالوہاب پورانی (۲) کو، جو وہاں کے پیر تھے اور

---

۱ - مرزا عیسیٰ کے بیٹے "غالب" کا ذکر تاریخ کی کسی بھی کتاب میں نہیں ملتا البتہ جیسا کہ پچھلے حاشیہ میں بیگلار نامہ کے حوالہ سے تحریر کیا جا چکا ھے مرزا عیسیٰ کے ابراھیم اور جوھر نامی دو بیٹے تھے لیکن وہ باپ کی زندگی ھی میں فوت ھو گئے تھے۔ مرزا صالح بھی جیسا کہ بیان ھو چکا ھے باپ کی زندگی ھی میں قتل ھو گیا تھا - اس لئے مرزا عیسیٰ کے بعد اس کے صرف دو بیٹے مرزا باقی اور جان بابا باقی بچے تھے - واللہ اعلم -

۲ - اس بزرگ کا نام تاریخ معصومی (ص ۱۱۴-۱۱۵) میں میرک عبدالرحمٰن لکھا ھے اور ان کی شہادت کا سبب اس طرح بیان کیا گیا ھے کہ: "سنہ ۹۹۲ھ میں سلطان خواجہ کا بھائی شاہ خواجہ حج سے واپسی کے موقع پر ھرمز کی راہ سے ٹھٹے آیا اور آ کر شیخ عبدالرحمٰن ولد شیخ میرک کے گھر مہمان ھوا - میرک عبدالرحمان سے جس قدر ھوسکا انھوں نے اس کی مہمان نوازی اور تواضع میں مبالغہ کیا - [چنانچہ] شاہ خواجہ نے عالم پناہ کے دربار میں پہونچنے کے بعد مذکورہ میرک کے پاس بڑا نوازش آمیز خط بھیجا اور یہی بات اس بزرگ زادہ کی شہادت کا باعث ہوئی-

www.maktabah.org

ہر آنے جانے والا جن کے دسترخوان سے فیض یاب ہوا کرتا تھا ، محض اس وہم میں کہ وہ باہر کے آدمیوں کی معرفت حکومت حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں ، [قتل کر دینے کا] حکم دیا، جس پر قاضی خمیسو نے عید کے دن جب کہ وہ عید گاہ سے واپس آرہے تھے انھیں قتل کر دیا ۔ حالانکہ شیخ مذکور نے اس کی تخت نشینی کے لئے بڑی کوشش کی تھی ۔ [اسی طرح] خلیفہ سید عبدالوہاب عباسی کو، کہ عام آدمی جن کے بے حد معتقد تھے، خلیل مہردار کے ہاتھوں "والدارالاخرة خیر [وابقیٰ]" (بے شک آخرت کا گھر ہی بہتر اور دائمی ہے) کی طرف روانہ کیا ۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ کے فرزند مسمی صادق نے باپ کے قتل ہونے پر [مشتعل ہوکر] خلیل پر تلوار کا وار کر کے اس کی ناک اڑا دی تھی، چنانچہ وہ جب تک زندہ رہا موم کی ناک لگائے رہا اور عیب چھپانے کے لئے آنکھوں پر جس طرح آنکھیں آجانے پر لوگ کپڑا ڈالے رہتے ہیں اسی طرح ایک رنگین کپڑا ڈالے رہتا تھا ۔ [آخر میں] اس صادق کو بھی اس کے باپ کی طرح [۱۷۹] ٹھکانے لگا دیا گیا (قتل کردیا گیا) ۔ [خلیفہ مذکور کا] دوسرا بیٹا محمد ہاشم بھی گھوڑے اور ہتھیاروں سمیت دریا میں غائب ہوگیا اور اس کا کوئی پتہ نہ چلا ۔ [غرض] اس نے (مرزا باقی نے) بزرگوں کی خانہ بربادی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ [کچھ دنوں کے بعد] شہر کے خورد و کلاں کو شہر کے باہر نکال کر اس نے کہا کہ "جو لوگ ہماری حکومت کے بد خواہ ہیں انھیں ہمارے شہر میں نہ رہنا چاہئے" ۔ سید علی شیرازی کے فرزند جناب سید جلال کو

www.maktabah.org

بھی جو اس کے بھائی مرزا صالح کے داماد تھے ، اس نے شہر میں نہ رہنے دیا - باھر کے کسی [معزز شخص] کو اگر ملاقات کے لایق سمجھتا تھا تو اسے بلا کر بظاھر اس سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتا تھا لیکن پھر اسے دریا کی سیر کرانے کے بہانے "مرادیہ" سیر بحر کے حوالہ کردیتا تھا، جو اسے ایک نہایت پر تکلف کشتی میں بٹھا کر اس کی کشتیٔ حیات کو گرداب اجل میں غرق کردیتا تھا - یہ سب اس لئے کیا جاتا تھا کہ کہیں کوئی شخص ملک کی حالت کی خبر باھر نہ پھونچا سکے - چنانچہ جس شخص کو ملاقات کے لایق خیال نہ کرتا تھا اس کا باھر ھی خاتمہ کرا دیتا تھا - جس شخص کے پاس جو چیز دیکھتا تھا اسے زبردستی چھین لیتا تھا - غلہ قلعہ کے اندر جمع کیا جاتا تھا - کتنا ھی اناج سڑ کر ضایع ھوجاتا تھا لیکن وہ اسے باھر نہ نکالتا تھا - اس نے سارے ملک [کی زمینوں] کو خالصہ (۱) قرار دیا تھا اور فصل تیار ھونے پر [وھاں] چوکیدار مقرر کر دیتا تھا - ایک دن اس کے وکیلوں نے اس سے عرض کیا کہ "قلعہ میں غلہ رکھنے کی ذرا بھی جگہ باقی نہیں رھی ھے اور پرانے [۱۸۰] غلہ کے اوپر نیا غلہ رکھنے سے اس کا بیشتر حصہ سڑ جاتا ھے - اس

---

۱ - خالصہ = خلاصہ یا نجی - پرانی اصطلاح میں "جاگیر" کی ضد کے طور پر استعمال ھوتا ھے - "یہ پرگنہ خالصہ ھے" سے مراد یہ کہ یہ علاقہ براہ راست والی ملک کی ملکیت ھے اور کسی کی جاگیر نہیں ھے" - یہاں معلوم ھوتا ھے کہ مرزا محمد باقی نے سارے جاگیر داروں سے جاگیریں چھین کر اپنے قبضہ میں کر لی تھیں -

www.maktabah.org

لئے اگر اجازت ہو تو کچھ حصہ تقاوی کے طور پر تقسیم کر دیا جائے تا کہ آیندہ فصل تیار ہونے پر اس سے پورا فائدہ حاصل کیا جائے"۔ اس نے کہا کہ "اس کا جواب رات کو معلوم کرنا"۔ رات کو اس کے حکم پر کچھ مٹی کی روٹیاں پکائی گئیں اور کچھ اس سڑے ہوئے غلہ کی ۔ ان کو دستر خوان پر رکھوا کر اس نے ان لوگوں کو بلایا ۔ مذکورہ لوگوں نے جب دستر خوان کا یہ حال دیکھا تو سڑے ہوئے اناج کی روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھایا ۔ [مرزا باقی نے] کہا کہ "مٹی کی روٹیاں کیوں نہیں کھاتے ہو"۔ انھوں نے جواب دیا کہ "مٹی کی روٹی آدمی کیسے کھا سکتا ہے؟" [مرزا نے] کہا کہ "جب وقت پر ایسا غلہ بھی کام آ سکتا ہے تو مجھے اس کے پھینک دینے کے لئے کیوں کہتے ہو"۔ شاید ہمایوں بادشاہ کی آمد کا زمانہ تم فراموش کر چکے ہو!" ۔ [مرزا باقی] جس کارندے پر غضبناک ہوتا تھا اسے ٹکڑے ٹکڑے کرا کے اور خوانوں میں رکھوا کر اس کے گھر بھجواتا تھا ۔ اس طرح اپنے مظالم سے اس نے ملک میں اندھیر مچا رکھا تھا ۔

کچھ عرصہ کے بعد اسے خبر ملی کہ مجاھد خان نامی ایک امیر نے جلال الدین اکبر بادشاہ کی جانب سے بکھر پر فوج کشی کی ہے ۔ [چنانچہ اس نے] فی الفور اپنی بیٹی سید جلال شیرازی کے ہاتھوں اس بادشاہ کی کنیزی کے لئے بھیج دی تا کہ اس حیلہ سے اپنے آپ کو بچا سکے ۔ اتفاقاً اس سے ایک ہی صحبت کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ "یہ باقی خونی کی بیٹی ہے اسے حرم سے باہر رکھو" ۔ [اس پر] ان ارغون سرداروں نے جو در بدر ہو کر وہاں پہونچے تھے خاندانی ننگ کا خیال

www.maktabah.org

کر کے سفارشیں کرا کے اسے وهاں سے اس کے باپ کے پاس واپس بھیج دیا ۔ مرزا باقی ان کا بے حد مشکور هوا اور انهیں اپنے پاس بلا کر بڑی عزت و تعظیم سے پیش آیا ۔

[اس طرف] مجاهد خان نے سلطان محمود خان کو محاصره میں لے کو فوج کے ایک دسته کو بکهر سے سیوستان روانه کیا ۔ [دوسری طرف] مرزا محمد باقی نے اپنے [بڑے] بیٹے پاینده مرزا کو اس کے بیٹے [۱۸۱] جانی بیگ اور شمس کشمیری کے ساتھ سیوستان پر مامور کیا ۔ مرزا جانی بیگ نے کم سن هونے کے باوجود سن رسیده آدمیوں کے جیسے کارنامے کر دکھائے اور ان اطراف کی مناسب حفاظت کی ۔ [مرزا باقی نے] اپنے [دوسرے] بیٹے شاه رخ کو علی شیر کوکه کے ساتھ نصر پور میں ، تیسرے بیٹے مظفر ترخان کو علی خان کوکه کے ساتھ بدین اور چاچکان کے پرگنه میں اور مرزا محمد ترخان اور قاسم علی سلطان ساربان کو نیرون کوٹ کے علاقه میں مامور کیا اور خود ٹھٹه میں [بدستور] مقیم رہا ۔ پھر بندرگاهوں پر معتمد افراد اور [هر طرف] سمجھ دار جاسوس مقرر کر کے اس نے ایسا انتظام قایم کیا که امراء ، فرزندوں اور رعایا کے حالات اسے هر هفته معلوم هوتے رهتے تھے ۔

کہتے هیں که انهی دنوں میں ایک ایلچی اکبر بادشاه کا نشان اور چند جوڑ کبوتروں کے لے کر اس کے پاس آیا ۔ اس پر اس نے وزیروں سے کہا که " کبوتروں کے جوڑے بھیجنے سے مراد یه هے که اس نے مجھ سے ان کے دانه کا خرچ طلب کیا هے"۔ کچھ عرصه کے بعد اس ایلچی کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر کے اور کمل گٹوں کے بیج اور

www.maktabah.org

موٹھ کی جڑوں جیسے خود رو پودے تھیلیوں میں رکھ کر [خدمت عالی میں] بھیجنے کے بعد انتہائی عجز و انکساری کے ساتھ عرض گذار ہوا کہ "حضور اعلیٰ نے کبوتروں کے چند جوڑے عنایت فرما کر مجھ جیسے مورِ ناتواں کو شاھین کا مرتبہ عطا کیا ھے، لیکن میں ان کے دانہ کی فکر میں حیران ہوں کیونکہ اس زمین پر جو کچھ پیدا ھوتا ھے وہ ان کے دانہ کے لایق نہیں ھے جیسا کہ نظر انور کے مشاھدہ سے گذرے گا۔ چنانچہ حضور کی بندہ پروری سے یہی امید ھے کہ اس کے بعد حضور اعلیٰ خاص توجہ فرما کر اس غیر آباد گوشہ کی طرف کچھ قوت گذران جیسی شے کی نوازش فرمائینگے"۔[۱۸۲]

میر محمد طاھر اپنی تاریخ میں مولانا جمال الدین سے جو مرزا کے مقربین میں سے تھے، نقل کرتا ھے کہ "ایک دن میری نظر سے روزنامچہ گذرا [جس میں نظر آیا] کہ مولانا میر نے مرزا کا بخل دیکھکر گھوڑوں کی لید میں سے نکلنے والے سالم غلہ کے عوض سائیسوں پر ھر فصل میں کچھ خرار غلہ کے مقرر کئے تھے۔ اس خدمت کے عوض مرزا اس پر بے حد مہربان ھوا اور وہ ھزاروں توپچیوں اور توپ خانہ کی سرداری کے مرتبہ کے علاوہ "آتش خان" کے لقب سے بھی سرفراز ھوا"

غرض اس کی (مرزا باقی کی) ناشائستہ حرکات بے شمار ھیں کہاں تک ان کا ذکر کیا جائے! [ملک کی] سرحدوں کا انتظام کرنے کے بعد آرام کے ساتھ وہ اپنے سامنے ملک کی آمدنی اور خرچ کا دفتر کھول کر بیٹھ گیا۔ پھر کوئی دن بھی داڑھیاں نچوانے، ناک اور کان کٹوانے اور ھاتھیوں کے پیروں میں بندھوا کر شہر کے گلی کوچوں میں پھروانے کی

www.maktabah.org

تعزیرات سے خالی نہ جاتا ۔ جس کی وجہ سے اب لوگوں کے ھاتھ آسمان کی طرف اٹھنے لگے اور دکھیارے دل خدا سے فریاد کرنے لگے ۔ اچانک اس کے بیٹے شاہ رخ کی موت کی خبر آئی ۔ اس پر اس نے حرم سرا کی عورتوں کی شلواروں میں بلیاں چھڑوائیں اور ان کے پستان کٹوا دیئے اور مردوں کو ھاتھی کے پیروں سے بندھوا کر کوچوں اور بازاروں میں گھسٹوایا ۔ وہ کہتا تھا کہ "انھوں ھی نے میرے بیٹے کو مجھ سے جدا کیا ھے!" بالآخر جل بھن کر اس کی جگہ پر اس نے [شاہ] قاسم ارغون کو نصر پور روانہ کیا (۱) ۔ [۱۸۳]

۱ - بے حد تعجب ھے کہ جس شخص (مرزا باقی) کے بے انتہا ظالم ھونے پر میر معصوم اور میر قانع دونوں متفق ھیں بیگلار نامہ کا مصنف اس کی بے حد تعریف کرتا ھے وہ لکھتا ھے کہ "مرزا محمد باقی انتہائی دانا ، عاقبت اندیش اور منصف مزاج حکمراں تھا ۔ وہ موجودہ حالات سے آیندہ پیش آنے والے حالات کا اندازہ کرسکتا تھا ۔ ملکی انتظام قایم رکھنے میں بے نظیر تھا ۔

اس کی حکومت میں رعایا نے امن و امان اور آسودگی کے ساتھ وقت گذارا ۔ کسی بھی بیرونی امیر نے اس کے عہد حکومت میں سندھ پر حملہ نہیں کیا ۔ فقرا اور درویشوں سے خاص عقیدت رکھتا تھا اور علما و سادات کی بڑی تعظیم کرتا تھا ۔ مذھبی رھنماؤں اور طالب علموں کو طرح طرح کے انعامات اور بخششوں سے سرفراز کرتا رھتا تھا ۔ رعایا میں افلاس اور بیروزگاری عنقا تھی ۔ لشکر کو تنخواھیں

[بقیہ حاشیہ ص ۲۳۱ پر]

www.maktabah.org

باالآخر [جب] دلوں کا دھواں آسمان پر جا کر چھا گیا اور اس پر اجل کے تیروں کی بارش ہونے لگی تو اسے اپنی جان کا خوف ہونے لگا - اس کے پانی اور کھانے پر اس کے خاص معتمد ملک، احمد کی مہر ہوا کرتی تھی - ویسے اس نے اپنی جان بچانے میں کوئی احتیاط اور کوشش باقی نہیں رہنے دی - لیکن چونکہ تقدیر اپنا کام کر چکی تھی اور ایک جہان کا خون اس کی رگ حیات میں نشتر بن کر چبھ چکا تھا اس لئے ایک رات بے اختیار پلنگ سے اٹھ کر اور شمع بجھا کر اس نے اپنی خاص تلوار میان سے نکالی اور اس کی نوک اپنے پیٹ پر اور قبضہ کھڑکی کے طاق میں اڑا کر اس طرح زور دیا کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کی دعاؤں کے تیر کی طرح تا ' اس کی پیٹھ کے پار نکل گئی - اپنے ہی ہاتھوں اپنا کام تمام کر کے اور آنتیں ہاتھ میں لے کر وہ دیوان خانہ میں چند قدم چلا اور پھر گر کر سرد ہوگیا - اس کی پر اسرار موت [کے سلسلے] میں کئی جانے پہچانے آدمی الزام کے تحت گرفتار ہوئے - یہ بھی اس کے ظلم کی نشانی ہے کہ مرنے کے بعد بھی وہ اس سے باز نہ آیا - یہ واقعہ سنہ ۹۹۳ھ میں وقوع پذیر ہوا -

اس کی قبر مکلی کی پہاڑی پر مشہور و معروف درگاہ

[بقیہ حاشیہ ص ۲۳۰]

اور خوراک وغیرہ باقاعدگی سے ملتی رہتی تھی - ملک کی زراعت اور پیدا وار کی طرف، وہ خاص توجہ دیتا تھا اور پورے ہوش اور دانشمندی کے ساتھ کاروبار مملکت انجام دیا کرتا تھا - (بیگلار نامہ ترجمہ سندھی ص ۱۴) -

www.maktabah.org

میں واقع ہے۔ اس کا کل عرصہ حکومت ۳۱ سال تھا - [۱۸۴]

[اس کے بعد] امرا نے باہم مشورے کر کے اس کے بڑے بیٹے پاینده **بیگ** کو حکمرانی کے لئے منتخب کیا - لیکن چونکہ وہ خود گاؤدی تھا اور اس کا بیٹا جانی بیگ ایک عقل مند نوجوان تھا ، اس لئے اسے باپ کا قانونی مشیر مقرر کر کے اور کاروبار مملکت اسی کے تحت رکھنے کی تجویز کر کے انھوں (امرا) نے دونوں (باپ بیٹوں) کو سیوستان سے بلوایا - اس طرف مرزا مظفر خان بھی ایک ھی دن میں بدین سے آ پھونچا - امرا نے اسے شہر کے باھر ھی ٹھہرائے رکھا تا آنکہ تیسرے دن پاینده بیگ اور جانی بیگ بھی آ پھونچے -

مرزا جانی بیگ

مرزا جانی بیگ جب خلیل مهر دار ، خسرو چرکس ، ملک محمد فرخی ، شمس الدین سلطان ، ملک جمال الدین اور دیگر امرا کے فیصلہ کے مطابق اپنے باپ کی زندگی ھی میں کاروبار مملکت کے سیاہ و سفید کا مالک ھوا تو سیاست کے طور پر اس نے خودکشی کرنے والے مرزا کے "قتل" کے "ملازموں" کو دربار میں طلب کیا - "دریائی آبدار" کو چٹائیوں میں لپیٹ کر جلوا دیا - توشہ خانہ کے محافظوں کو آرے سے چروا کر سر سے پیر تک دو ٹکڑے کرا کے اور ھر حصہ کا قیمہ کروا کر گلیوں اور بازاروں میں پھنکوا دیا - بعض ھندوؤں کو سنگسار کرا دیا - ملک احمد کو بازار میں بٹھا کر اور سر سے لے کر پیروں تک کی اس کی کھال کھنچوا کر اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے سامنے پھنکوا دیا -

آفرین ھے ملک احمد کی بہادری پر ، اس کی کھال پیر

www.maktabah.org

کے ناخنوں سے لے کر اتارے ہوئے سر کی کھال سمیت چہرہ تک آئے لیکن اس نے نہ اف کی اور نہ اپنی جگہ سے ہلا۔

مرزا مظفر جو شہر سے باہر عالی جان [کے کنارے] منزل انداز تھا، اس سیاست سے خائف ہوکر اپنے وکیل علی خان کو ساتھ لے کر جو تخت نشینی کے لئے [۱۸۰] گھوڑے کی قمچیاں ساتھ لایا تھا، ایسی گھبراھٹ میں تیزی کے ساتھ بدین واپس چلا گیا کہ اس کا کتنا ھی ساز و سامان اور فرش و غالیچے وغیرہ وھیں رہ گئے۔ بدین پہونچ کر وہ فوج کشی کی تیاری کرنے لگا۔

مرزا جانی بیگ کا اپنے چچا مظفر خان پر حملہ (۱)

مرزا جانی بیگ نے جب یہ سنا کہ اس کا چچا بدین میں فوج کشی کی تیاریاں کر رھا ھے تو اس نے امرا سے کہا کہ جب تک یہ فساد ختم نہ ھوگا حکومت چلانا مشکل ھے۔ چنانچہ اس مہم کا دفعیہ سوچ کر وہ ادھر روانہ ھوا۔ اس طرف مرزا مظفر نے، علی خان کو کہ سے جنگ کا مشورہ کر کے باقی کام کل پر ملتوی کیا تھا کہ رات کے وقت مرزا جانی بیگ نے بدین کے مغلوں کو لکھ بھیجا کہ ”اگر مرزا مظفر کامیاب ھوگیا تو ضرور وہ اپنے اعزہ یعنی کَچھی راجپوتوں کو تم پر ترجیح دے گا۔ جس کی وجہ سے تمھاری زندگی تلخ ھوجائے گی۔ [البتہ] ھماری طرف سے انشاءاللہ تمھاری ساری امیدیں پوری

۱۔ بیگلار نامہ (ص ۱۳۳-۱۳۵) کے مطابق مظفر ترخان کو بدین میں شاہ قاسم ارغون عرف ”خان زمان“ نے شکست دی تھی۔

www.maktabah.org

ہونگی ۔ اگر اس وقت اس سے علٰحدہ ہونا مناسب نہیں سمجھتے تو کل صبح جنگ کے موقع پر اپنے خاص آدمیوں سمیت الگ ہوجانا"۔ اس طرح پختہ وعدوں کے ساتھ اس نے ان لوگوں کو اپنی طرف ملا لیا ۔

دوسرے دن جب جنگ کی نوبت بجی اور دونوں جانب سے جنگ کی آگ کے شعلے بھڑکنے لگے تو مرزا جانی بیگ کے لشکر نے مرزا مظفر کے آدمیوں کو جو زیادہ تر کَچھ کے [۱۸۶] راجپوت تھے ، آ کر دست بدست تلوار کی جنگ میں گھیر لیا ۔ مرزا مظفر نے بدین کے مغلوں کو جنگ کے لئے بے حد جوش دلایا لیکن کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا ۔ آخر کار [اپنے] لشکر کا نفاق اور مرزا کی فوج کا غلبہ دیکھکر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ "تم بدستور جنگ میں مشغول رہو میں اپنی والدہ اور متعلقین کو ساز و سامان سمیت کچھ دور تک بھیج کر واپس آتا ہوں"۔ [یہ کہکر] تیزی کے ساتھ بھاگ کر اس نے "کَچھ" کی راہ لی ۔ مرزا جانی بیگ کے حکم پر اس کا اور اس کے ہمراہیوں کا سارا سامان جو لوگوں کے گھروں میں رہ گیا تھا سواریوں پر بار کرا کے اس کے پیچھے بھیج دیا گیا ۔ خود [مرزا جانی بیگ] قلعہ میں داخل ہوا اور مغلوں سے مہربانی کے ساتھ پیش آ کر ان پر وعدے سے بھی زیادہ نوازشیں کیں اور ان کی جاگیروں میں اضافہ کیا اور رعایا کے دلوں پر سابقہ مرزا (مرحوم مرزا باقیؒ) کے زمانہ میں لگے ہوئے زخموں پر [اس نے] نوازشوں کا مرہم رکھا ۔ مرزا مظفر نے جا کر کَچھ کے والی بھاری رائے کے پاس پناہ لی ۔

مرزا جانی بیگ مظفر و منصور ہو کر ٹھٹہ واپس آیا اور

www.maktabah.org

آ کر مرزا باقی کا سارا جمع کیا ہوا خزانہ لشکر اور امرا میں تقسیم اور حقداروں میں خرچ کیا، جس کی وجہ سے مرزا باقی کے زمانہ کے پہونچے ہوئے زخم لوگوں [کے دلوں سے] مندمل ہونے لگے اور اس کی سخاوت اور بخشش کی نسیم سے لوگوں کے دل اس طرح کھلنے لگے جیسے نسیمِ بہار سے باغوں کے غنچے کھلتے ہیں - اس نے عرب کوکہ، یعقوب علی کوکہ اور رستام بیگ جیسے اپنے خاص خیلیوں کو بلند مراتب سے نوازا اور مُلا گدا علی ابن مہتر علی کو "بھائی خان" کا لقب دے کر اپنا وزیر بنایا -

کہتے ہیں کہ ٹھٹے میں اس سے پیشتر "ضرب خانہ" کا رواج نہیں تھا - زیادہ تر فرنگی مہر والی اشرفی اور چھوٹی اور لمبی "لاری" کے سکے مروج تھے - لیکن مرزا عیسیٰ نے تانبے کا پیسہ ایجاد کیا تھا جسے "عیسائی" کہتے تھے - جانی بیگ نے اسے گھٹا کر [۱۸۷] اس کا نام "میری" رکھا، اُسکے وزن میں بھی اس نے کمی کردی - جس سے دانا لوگوں نے بری فال نکالی اور ہوا بھی ایسا ہی -

صادق محمد خان کی آمد

جب مرزا باقی کی موت، مرزا پاینده بیگ کی تخت نشینی اور اس کے بیٹے جانی بیگ کی مدارالمہامی کی خبریں ہندوستان کے شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے حضور میں پیش کی گئیں تو ایک فرمان جاری ہوا جس کا مضمون یہ تھا - "جس صورت میں قدیم زمانہ سے لے کر تم ہمارا خطبہ پڑھنا لازمی سمجھتے آئے ہو، اس صورت میں بہتر ہے کہ آج کے بعد سکہ، شایان شان تحائف اور ہدایہ پیش کرنا بھی شامل کرکے اپنا نام

www.maktabah.org

غلاموں [کی فہرست] میں داخل کراؤ"۔ اس فرمان کے ساتھ صادق محمد خان بھی لشکر جرار کے ساتھ اس علاقہ کے لئے مامور ہوا - مرزا جانی بیگ نے لکھا کہ "ہم قدیم زمانہ سے [حضور کے] غلام ہیں، جس طرح ہم خطبہ کو اپنے پر فخر چہرہ کی رونق سمجھتے ہیں اسی طرح سکہ کو بھی اپنی سرفرازی کا سومایہ تصور کریں گے باقی رہا نذرانہ تو یہ خود بھی غلاموں کے لئے اعتماد کا سامان ہے لیکن چونکہ کافی عرصہ سے یہ ملک [خدا کی] دین سے محروم رہا ہے۔ اس لئے نوازش فرما کر کچھ مہلت عطا فرمائیں تاکہ، جیسا غلاموں کو زیب دیتا ہے، شایان شان تحائف دستیاب کر کے اپنے بھائی مرزا شاہ رخ کے ہاتھوں حضور میں پہونچاؤں"۔ (۱)

اسی اثنا میں صادق محمد خان نے آ کر قلعہ سیوستان کا محاصرہ کر لیا، کھوریو رائے وغیرہ اور جو لوگ اس قلعہ میں رہتے تھے [۱۸۸] انھوں نے ایسی زبردست جنگ کی کہ حملہ آوروں نے عاجز آ کر اور صف بندی کی جنگ میں کامیابی نہ دیکھ کر شہر کے مکانات میں (۲) سرنگ لگانے کا حکم دیا اور یہ خیال کیا کہ اندر رہنے والوں کو اس کی خبر نہ ہوگی۔ لیکن اندر والوں نے صرف بات سنتے ہی پہلی دیوار سے بھی

---

۱ - یہ "شاہ رخ" مرزا پاینده بیگ کا بیٹا اور جانی بیگ کا بھائی معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر اس سے پیشتر کہیں بھی نہیں آیا ہے - صفحہ ۲۳۰ پر جس "شاہ رخ" کا ذکر آیا ہے وہ مرزا باقی کا بیٹا تھا اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے وہ مرزا باقی کے زمانہ ہی میں فوت ہو چکا تھا -

۲ - مراد قلعہ کی دیوار میں جیسا کہ آگے چل کر واضح ہے -

www.maktabah.org

زیادہ مضبوط دیوار بنا کر کھڑی کردی ۔ چنانچہ جب صادق محمد خان نے سرنگ کو آگ لگوائی اور بیرونی دیوار فرش پر آ گری تو [اس کے پیچھے سے] اس سے بھی زیادہ مضبوط دیوار ظاہر ہوئی ۔ اس نے اہل قلعہ کی عقل پر آفرین کہا اور اس کی تسخیر کو قوت سے باہر خیال کیا ۔ اس کے بعد ہی جب مرزا جانی بیگ بھی اس طرف [ان کی مدد کے لئے] آ پہونچا تو پوری طرح مایوس ہوکر وہ تیزی کے ساتھ پیچھے پلٹا اور تعاقب کے خوف سے جا کر بکھر میں دم لیا (۱) ۔ مرزا جانی

---

۱ - میر معصوم اس بارے میں (ص- ۲۴۸-۲۴۹) لکھتا ہے کہ :

"سیوھن کا محاصرہ جاری تھا کہ مرزا جانی بیگ بری اور بحری فوج کے ساتھ سیوھن سے چھ کوس کے فاصلہ پر پہونچ کر دریائے مہران کے کنارے خیمہ زن ہو گیا ۔ محمد صادق خان محاصرہ چھوڑ کر مرزا جانی بیگ کی طرف متوجہ ہوا ۔ کوہ لکی کے سامنے آنے پر مرزا جانی بیگ کے غرابوں (جنگی جہازوں) نے مقابلہ پر آ کر محمد صادق خان کے لشکر پر توپیں اور گولے سر کرنے شروع کر دیئے ۔ اسی طرح بہت دنوں تک فریقین ہمسری کے ساتھ ایک دوسرے سے جنگ کرتے رہے اسی اثنا میں بادشاہ کا فرمان آ پہونچا کہ "مرزا جانی بیگ نے بارگاہ میں شاہان شان تحائف پیش کر کے عجز و نیاز اور خلوص ظاہر کیا ہے" ۔ چنانچہ محمد صادق خان بکھر لوٹ گیا اور کچھ عرصہ بعد عالم پناہ کی بارگاہ کی طرف روانہ ہو گیا ۔

نہیں کہا جا سکتا کہ میر معصوم نے جو اکبری دربار کا ایک امیر تھا حق نمک ادا کرتے ہوئے اس طرح اکبری

[بقیہ حاشیہ ص- ۲۳۸ پر]

www.maktabah.org

بیگ نے مرزا شاہ رخ کو شایان شان تحائف دے کر [شہنشاہ اکبر کے] حضور میں روانہ کیا اور مطمئن و بے فکر ہو کر بیٹھ رہا۔ [۱۸۹]

نواب خان خانان کی آمد

حضور جلال الدین محمد اکبر نے صادق خان کی [بے نیل و مرام] واپسی پر غضبناک ہو کر سنہ ۹۹۹ھ میں عبدالرحیم خان خانان ابن بیرم خان کو مامور فرمایا (۱)۔ یہ خبر سن کر مرزا جانی بیگ بری اور بحری لشکر کے ساتھ تحصیل نصر پور کے موضع "بوھوی" میں آیا اور گہری خندقیں کھدوا کر اور

(بقیہ حاشیہ ۳۳۷ صـ)

نواب کی پیشانی سے شکست کا داغ دھونے کی کوشش کی ہے۔ یا میر قانع نے ٹھٹے کا باشندہ ہونے کی وجہ سے خواہ مخواہ ٹھٹے کے نواب کی شجاعت کا گیت گا کر اسے بڑھایا ہے۔ بہر حال بیگلار نامہ کا مصنف میر قانع کی اس بارے میں تائید کرتا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۷ بیگلارنامہ سندھی ترجمہ۔

۱۔ میر معصوم نے (صـ ۲۵۰) شہنشاہ اکبر کے غضبناک ہونے کا دوسرا سبب بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بادشاہ لاھور میں تشریف فرما ہوا تھا تو مرزا جانی بیگ نے مرزا شاہ حسن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پوری طرح فرمانبرداری کی شرطیں ادا نہ کی تھیں اور خود مختاری کا دم بھر رہا تھا۔ اس لئے بادشاہ نے نواب خانخانان کو ملک ٹھٹے کی تسخیر کے لئے اور بلوچوں کو زیر ضابطہ لانے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔

www.maktabah.org

[وسط میں] ایک چھوٹا لیکن مضبوط قلعہ تعمیر کرا کے اس میں اقامت پذیر ہوا۔ [اس کے بعد] رستم بیگ کو ایک فوج دے کر سیوستان بھیجا، تاکہ وہ اس قلعہ کو مستحکم کرے اور قلعہ کے باہر کے مکانات مسمار کرکے ہموار کردے۔ حالانکہ اس نے یہ سب کچھ کیا لیکن کوہ لکی کی طرف، جو شہنشاہ کی فوج کا راستہ تھا، اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ بے شک جب زوال آتا ہے تو ہوش و حواس پراگندہ اور عقل خطا کر جاتی ہے۔

مرزا خان خانان جب کوہ لکی میں جا پہونچا اور اس نے وہاں وہ تنگ اور پر پیچ راستہ دیکھا، جس سے ایک سوار بھی مشکل سے گذر سکتا تھا اور جس پر اگر وہ (مرزا جانی بیگ کے فوجی) ذرا بھی توجہ کرتے تو ایک شخص بھی وہاں تنہا ہزاروں کا صرف اینٹوں اور پتھروں سے مقابلہ کر سکتا تھا، اس نے حیران ہو کر کہا کہ "جب دشمنوں نے ایسا راستہ ہمارے لئے کھلا چھوڑ دیا ہے تو انشاءاللہ جلد ہی ان کا کام تمام ہوگا"۔ پہلے اس نے قلعہ سیوستان فتح کرنا چاہا لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ جب تک ملک کا مالک اور پایہ تخت زیر نہ ہو [۱۹۰] اس مٹی کے ڈھیر سے کیا حاصل ہوگا، اس نے سلطنت کے فرماں روا اور اس کے پایہ تخت پر قبضہ کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ چنانچہ ایک دستہ کو قلعہ سیوستان کے محاصرے پر مامور کر کے اور اسی پر پیچ راہ سے پورے لشکر کے ساتھ گذر کر مرزا جانی بیگ کی طرف یلغار کی۔ [اُن کے] اس درہ سے [سلامت] گذر آنے پر مرزا جانی بیگ نے بڑا تاسف کیا۔ لیکن اب معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا افسوس

www.maktabah.org

سے کیا ہوتا؟ مرزا خان خانان نے نہایت کامیابی کے ساتھ کچھ ہی عرصہ میں بہ جاہ و حشم مرزا جانی بیگ کے قلعچہ کے سامنے پہونچکر چھاؤنی استادہ کی -

کہتے ہیں کہ جب خانخانان اس مشکل مہم کو سر انجام دینے کے لئے مامور کیا گیا تھا تو وہ صادق خان کی [ناکام] واپسی سے فکر مند ہو گیا تھا اور جو بھی اہل اللہ اسے نظر آتا تھا، اس سے وہ اپنی فتح مندی کے لئے دعا کی درخواست کرتا تھا - ایک بزرگ سے نقل ہے کہ کسی اہل اللہ نے اسے بتایا کہ حال ہی میں جناب کرامت مآب شیخ الشیوخ مخدوم نوح ہالاکنڈی (ہالا) علیہ الرحمۃ نے ہالا کنڈی (ہالا) میں انتقال کیا ہے، اگر اُن کی فاتحہ خوانی کے لئے پہلے تم جا پہونچے تو تم مظفر و منصور ہو گے، لیکن اگر مرزا جانی بیگ پہلے جا پہونچا تو وہ فتح یاب ہو گا۔ خدائے پاک کی تائید کا اتفاق دیکھئے کہ جانی بیگ اس قدر نزدیک ہوتا ہوا بھی اس بخشش رحمانی کے خزانہ کی کنجی (مخدوم نوح) کی فاتحہ خوانی کے لئے ابھی پہونچنے نہ پایا تھا کہ (خان خانان) اس سے پہلے ہی بازی لے گیا - .

جنگ کی کیفیت

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ڈٹ گئے تو کتنے ہی مہینوں تک ان کے درمیان خشکی اور دریا میں اس قدر ہولناک جنگیں ہوتی [۱۹۱] رہیں جن سے شیروں کے پتّے بھی پانی ہوتے تھے- دونوں جانب سے [کثیر] کار آمد آدمی کام آتے رہے- بالآخر انھوں نے [ایک دوسرے کو] فیصلہ کن جنگ کی دعوت دی- دونوں فریقوں کے لشکر کی تعداد بے حد کثیر

www.maktabah.org

تھی - چنانچہ ہندوستانیوں نے امتیاز کے لئے اپنی پگڑیوں میں تیر لگائے اور سندھیوں نے درختوں کی سبز ٹہنیاں باندھیں - اس کے بعد ان کے درمیان اس قدر ہولناک جنگ ہوئی جس کی کمیّت اور کیفیت کا اندازہ لگانے سے عقل عاجز ہے - دست بدست جنگ شروع ہوئی تو مرزا جانی بیگ کا پلّہ بہت بھاری ہوتا نظر آیا - خان خانان اپنے لشکر کی پسپائی دیکھ کر خدائے پاک کے حضور اور شہنشاہ کے اقبال کی طرف امداد کے لئے رجوع ہوا اور اللہ پاک اور شاہی بخت کی تائید سے مرزا (جانی بیگ) کے لشکر کے عین غلبہ کے وقت ایک مست ہاتھی لشکر کے سامنے بھڑک گیا اور اس نے [اپنی ہی] فوج کو زیر و زبر کر دیا - اس کے علاوہ ان کے سامنے [کے رخ سے] سخت آندھی چلنے لگی جس کی وجہ سے اچانک ان میں انتشار پھیل گیا اور عین غلبہ کے عالم میں مغلوب ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے - اس طرح آیت کریمہ "یوم یفر المرء من اخیہ" (۱) کی مصداق ظاہر ہوئی اور پندرہ آدمیوں کے علاوہ مرزا جانی بیگ کے ساتھ میدان میں کوئی نہ رہا - مرزا سر ہتیلی پر رکھ کر جم گیا - لیکن شاہ قاسم ارغون بے حد زور دے کر اسے وہاں سے نکال لے گیا اور کشتی پر سوار کیا - مرزا کی فوج اس پریشانی میں زیادہ تلف ہو گئی - دو پہر کے قریب مرزا

---

۱ - پوری آیت یہ ہے "یوم یفر المرء من اخیہ و امہ و ابیہ و صاحبتہ و بنیہ لکل امرء منھم یومئذ شان یغنیہ"
(وہ دن اس قدر سخت ہوگا کہ لوگ اپنے بھائی ، ماں ، باپ ، بیوی اور بیٹوں سے بیزار ہونگے اور ہر شخص اپنی ہی فکر میں غلطاں ہوگا)

www.maktabah.org

انڑ پور پہونچا - چونکہ وہاں کوئی بیلدار دستیاب نہ ہو سکا اس لئے انھوں نے [خود ہی] چٹائیوں کو باہم سی کر اور ریت سے بھر کر شام تک ایک قد آدم پناہ گاہ استادہ کی - اس طرف [۱۹۲] خانخانان بھی تعاقب کرتا ہوا آیا اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا اور رسد کی آمد و رفت کے راستے مسدود کر دیئے - جانی بیگ نے باپ کو لکھا ، [جس کے مطابق] وہ شہریوں کو وہاں سے لے کر اور شہر کو مسمار کر کے کلان کوٹ کے قلعہ (۱) میں چلا گیا جس کی ایسے ہی دنوں کے لئے مرمت کرائی گئی تھی - اسی طرح ہر گاؤں اور قصبے کو ویران کرنے کا حکم دے کر، خود قلیل لشکر جمع کر کے وہ سرفروشی کے لئے آمادہ ہو گیا -

کہتے ہیں کہ ایک ماہ تک ٹھٹہ برباد ہوتا رہا - اتنے بڑے عالیشان شہر کو آگ لگا دی گئی - لوگوں کے دفینے ڈاکو اکھاڑ کر لے جاتے تھے اور اونٹ کے کرایہ میں نصف سامان لے لیا جاتا تھا -

خان خانان نے یہ صورت حال دیکھ کر چاروں طرف صوبیدار روانہ کئے جنھوں نے محمد امان ترخان اور قاسم علی وکیل سے نیرون کا قلعہ چھین لیا - دوسری طرف شاہ بیگ خان نے ابوالقاسم ارغون کے قبضہ سے شاہ ساکرہ (ساکرہ) لے لیا - اس کے علاوہ پرگنہ چاچکان کو بھی وہاں کے باشندوں کو امان دے کر ضابطہ میں لے آئے - اس طرف مرزا جانی بیگ کا باپ پاینده بیگ اور بیٹا ابوالفتح عمر ، ملک کا سرمایہ برباد

---

۱ - یہ قلعہ "جام تغلق" نے تعمیر کرایا تھا اور اسے تغلق آباد بھی کہا کرتے تھے - (دیکھئے صفحہ ۱۳۱)

www.maktabah.org

کرنے کے بعد مر گئے ۔ یہ سب باتیں سن کر مرزا جانی بیگ نے ، باوجودیکہ خان خانان کے لشکر نے اپنے مورچے اس کے قلعچہ کے اس قدر قریب کر دیئے تھے کہ دونوں جانب کے سپاھی ایک دوسرے سے بات کر سکتے تھے اور ایک دوسرے پر پتھراور لاٹھیاں پھینک سکتے تھے، مردانگی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور پہلے کی طرح جان بازی کے ساتھ ثابت قدم رہا۔[۱۹۳]

www.maktabah.org

دسواں باب

مغل سلطنت اور اس کے گورنر

صلح اور ملک فتح ہونے کا واقعہ

خان خانان نے دیکھا کہ جب تک جانی بیگ کی جان میں جان ہے تب تک وہ اپنے ننگ و ناموس سے پیچھے قدم نہ ہٹائے گا اور اس کی سرفروشی خبر نہیں کہ اسے کیسے دن دکھائے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اسے پختہ وعدوں کے دام میں گرفتار کر کے صلح کے راستہ پر لایا جائے۔ یہ سوچ کر اس نے ایک با ہوش ایلچی مرزا جانی بیگ کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ "تم اور ہم ایک ہی خاندان کے، یعنی "صاحب قران" کے غلاموں میں سے ہیں، اگر آسمانی تقدیر سے ایک ہی گھرانے کے ہم بندگان ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ان جنگوں میں تجھ جیسے بے نظیر بہادر کے ہاتھوں نے اور دل نے جو شجاعت دکھائی ہے وہ زمانہ

www.maktabah.org

میں یاد گار رہے گی۔ لیکن معلوم ہونا چاہئیے کہ ہندوستان کے چاروں اطراف کے مالک شہنشاہ کا اقبال لا زوال ہے جس کی بندگی بہادرانِ یگانہ اور رستمانِ زمانہ کے ننگ و نام کا سرمایہ ہے۔ جس حکمران نے اس بارگاہ [کی چوکھٹ] پر سر نہ رکھا اس پر رنگا رنگ کی مصیبتیں ہیں۔ اب اس سے زیادہ خلق کی خونریزی کے لئے کوشاں ہونا، اپنی پیاری جان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ اگر زمین و زمان کے وارث (شہنشاہ اکبر) [۱۹۴] کی نافرمانی کے پاٹوں کے درمیان جو وقت کا "اولوالامر" ہے، تیری زندگی ہی پس گئی تو پھر عزت و ناموس اور شان و شوکت جو سب زندگی ہی کے مقصد کا مقدمہ ہے، کہاں باقی رہے گی؟ - تمہارے وقار اور اعتماد کے لیے میں ضامن ہوں اس لئے بہتر ہے کہ ہاتھوں سے گئے ہوئے معاملہ (اطاعت) کو پھر ہاتھوں میں لے لو"۔

کہتے ہیں کہ مرزا جانی بیگ کے پاس بڑا قلیل لشکر باقی بچا تھا۔ تکالیف اور پریشانیوں کی حد [ختم] ہو چکی تھی اور وہ سب [مقتولوں اور] فوتیوں کے ماتم میں نیل میں رنگے ہوئے ماتمی کپڑے پہنے سر ہتیلی پر رکھے بیٹھے تھے۔ خود مرزا بھی لشکر اور ملک کی بربادی اور باپ کے غم میں، کیا بیان کیا جائے کہ کس عالم میں بیٹھا تھا۔ لیکن جب ایلچی آیا تو نمائش کے لئے اس نے ایسا رعب داب ظاہر کیا جسے سن کر خانخانان بھی حیران رہ گیا۔ بالآخر سوال و جواب

۱۔ کلام پاک کی یہ پوری آیت یوں ہے۔ "اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم" (اطاعت کرو اللہ کی، اللہ کے رسول کی اور اس کی جو تم میں سے صاحب امر [حاکم] ہو)۔

www.maktabah.org

کے بعد اس نے محمد علی کابلی کو ایلچی کے ساتھ خان خاناں کے پاس بھیجا۔

کہتے ہیں کہ ان دنوں مرزا کے لشکر کے کچھ حصے نے خفیہ طور پر خانخانان کے پاس امان طلبی کی عرضیاں لکھی تھیں۔ بہر حال پختہ اقرار ناموں کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ایک دوسرے کے ساتھ تحفہ تحائف کا راستہ کھلا رکھا جائے اور سپاہی بھی آپس میں میل ملاپ اور آمد و رفت کی راہ اختیار کر کے دلوں سے کدورت کا زنگ دور کریں اور مرزا اپنے آدمیوں کو ہر جگہ سے طلب کر کے قلعوں کی کنجیاں حوالہ کرے تا کہ خانخانان کے آدمی جا کر [ان پر] قابض ہوں۔ اس کے بعد امرا کی ملاقات اس نہر پر ہو جو ٹھٹے کے وسط میں ہے۔ [۱۹۵]

بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا شرائط کے پورے ہونے کے بعد پہلے مرزا اور اس کے بعد خان خانان ٹھٹے روانہ ہوا۔ [اس کے بعد] فیصلہ کے مطابق نہر کے قریب، بعضوں کے کہنے کے مطابق، سواری کی حالت میں دونوں نے ہاتھ ملائے اور بعضوں کے کہنے مطابق، پیادہ ہو کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد سوار ہوئے۔ مرزا حضور میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے کے لئے تغلق آباد گیا۔ اور خان خانان رعایا کی دلجوئی کرنے کے لئے ٹھٹے میں رہ گیا۔ مذکورہ صلح کا واقعہ سنہ ۱۰۰۰ھ میں پیش آیا۔

مرزا جانی کے والد مرزا پاینده بیگ کا عرصہ حیات تخت نشینی سے لے کر اس واقعہ تک سات سال تھا۔ اور والد کے فوت ہونے کے بعد مرزا جانی بیگ [صرف] گیارہ دن خود مختار

www.maktabah.org

رہا اور اس کے بعد ملک اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے، اس خاندان کی کل حکومت ۳۸ سال تک رہی اس کے بعد وہ امرا کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔

رعایا کی دلدھی اور ملک کا مکمل بندوبست کرنے کے بعد خان خانان کے دل میں سمندر کی سیر کرنے کا خیال آیا۔ مرزا جانی کو ساتھ لے کر وہ لاھری بندر کی کھاڑی میں کشتی پر سوار ھوا۔ لیکن اسی اثنا میں اچانک اس کے دل میں وھم پیدا ھوا کہ "میں نے کتنی بڑی نادانی کی ھے کہ دشمن کے ھاتھوں خود ایسے مقام پر آیا ھوں"۔ مرزا نے دانائی سے اس کے تغیر کا اثر معلوم کر کے اس سے کہا کہ "خان کو اطمینان رکھنا چاھئے ھم دغا باز لوگوں میں سے نہیں ھیں"۔ خان خانان وھاں سے جلد ھی واپس آگیا۔

کہتے ھیں کہ ایک دن خان خانان نے مرزا سے کہا کہ "دیکھا میں نے کس طرح تجھے حیلہ سے قابو میں کیا ھے"۔ مرزا نے کہا کہ "بے شک! آپ خود ھی اپنے حیلہ کا اقرار کر رھے ھیں لیکن الحمداللہ کہ ھماری جانب سے کوئی حیلہ نہیں کیا گیا"۔ نقل ھے کہ خان خانان کہا کرتا تھا کہ "مرزا کے اس جواب سے میں جتنا شرمندہ ھوا ایسی شرمندگی مجھے کبھی نہیں ھوئی"۔ [۱۹۶]

خان خانان کا مرزا جانی بیگ کو ساتھ لے کر شہنشاہ کے حضور میں جانا

خان خانان نے جب دیکھا کہ مرزا سفر کے لئے تیار ھو چکا ھے اور جب خود بھی کاروبار مملکت سے فارغ ھو گیا، تو شاھی حکم کے مطابق دولت خان لودی کو ٹھٹے کی حکومت

www.maktabah.org

پر مامور کر کے حضور کی جانب روانہ ہوا ۔ حالانکہ مرزا ، خان خانان سے اچھی طرح گھل مل گیا تھا لیکن پھر بھی اسے ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہا کرتی تھی کہ [خدا جانے شہنشاہ اکبر کے] حضور میں کیا پیش آئے ۔ لیکن بخت بلند کے اتفاق سے جب اس نے آستان بوسی کا شرف حاصل کیا تو شہنشاہ عالم نے اپنا سایہ کرم اس پر ڈالتے ہوئے تین مقامات [یعنی] سیوستان ، ضرب خانہ (ٹکسال) اور لاھری بندر کے علاوہ باقی سارا ملک اسے واپس بخش دیا ۔ وہ خود حضور میں رہنے لگا ۔ اس طرف لودی خان کو حکم ہوا کہ دستور کے مطابق مرزا کے حرم کو بھی "نو روز" کے دن بارگاہ میں حاضر کرے ۔ مرزا کے ساتھ حالانکہ بڑی نوازشیں کی جا رہی تھیں لیکن یہ حکم سن کر وہ پریشان ہوگیا ۔ خان خانان نے اسے تسلی دے کر کہا کہ " یہ تو ہم امرا کا فخر ہے" ـــ مرزا نے کہا کہ "ہم نے آجتک ایسی رسم نہیں دیکھی ہے اس لئے ہم ایک دم اس طرح مستورات کے دور دراز سفر طے کر کے آنے کی ذلت کیسے برداشت کر سکیں گے ۔ شاید ہمیں خود کشی کرنا پڑے گی!" اس پر خان خانان نے حضور میں عرض کیا کہ "نو روز قریب آ پہونچا ہے اور مرزا کے قبیلہ کے آنے کے لئے طویل عرصہ چاہئے اس لئے یہ حکم اگر اس مرتبہ ملتوی کر دیا جائے تو [بے حد] مناسب ہے" ۔ بادشاہ نے کمال مہربانی فرما کر اس خیال سے درگذر کیا اور حکم ہوا کہ مرزا جانی بیگ کاروبار مملکت میں مدد دینے کے لئے اپنے وکیل اپنے بیٹے کے پاس بھیج دے ۔ جس پر شاہ قاسم ارغون خسرو خان چرکس ، بھائی‌خاں ، عرب کوکہ ، جمال‌الدین

www.maktabah.org

دیوان ، مرزا غازی بیگ کے ھاں جو ابھی کم سن تھا ، روانہ [۱۹۷] ہوئے اور [جانی بیگ کے] حرم کو بھی بکھر ھی سے واپس کر کے ٹھٹہ جا پہونچے اور کاروبار مملکت میں منہمک ہو گئے۔

مرزا جانی بیگ آٹھ سال سنہ ۱۰۰۸ھ تک شہنشاہ زمین و زمن کی خدمت میں رھا اور نمایاں کار نامے انجام دیئے اس کے بعد وہ فوت ھوگیا ۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق خواجہ محمد قور بیگ اس کی لاش لے کر ٹھٹے گیا اور مکلی کے مشہور مقبرہ میں اسے دفن کیا ۔

مرزا غازی بیگ

شاھی حکم کے مطابق اپنے والد کے بعد وہ خود مختار ھو کر تخت پر بیٹھا ۔ جن امرا نے اسے لڑکپن میں دیکھا تھا وہ اس کی کوئی عزت نہ کرتے تھے۔ اس کے بھائی مرزا ابوالفتح کی زندگی میں ایک دن وہ سب سوار ھوئے اور اس کی (ابوالفتح کی) تعظیم میں اسے پیچھے چھوڑ گئے۔ چنانچہ اسی وقت کمسنی میں اس نے کہا تھا کہ اگر مجھے حکومت ملی تو میں ان بد باطن طوطا چشموں کے ساتھ کیا نہ کروں گا"۔ چونکہ تقدیر الٰہی کے مطابق مرزا ابوالفتح پہلے ھی انتقال کر گیا تھا جیسا کہ بیان ھو چکا ھے اور وہ اس وقت ملک کا والی ھوگیا تھا اس لئے وہ اپنے کاروبار کی طرف توجہ دینے لگا اور وہ بھی (امرا) اس سے ظاھر داری برتنے لگے ۔ یعقوب علی کوکہ لنگ اسے اپنی معلمی کے زمانہ میں بڑی تکلیفیں دیا کرتا تھا اور مرزا جس شخص کو بھی خلعت دیا کرتا تھا تو وہ پس پشت اس سے چھین کر اور ھزار حیلے کر کے اس کا دسواں حصہ بھی بمشکل دیا کرتا تھا ۔ چنانچہ عبرت کے واسطے اس نے سب

www.maktabah.org

سے پہلے اس کی جا گیر ملا یعقوب کو جو کمسنی میں اس کے مکتب کا پیش امام تھا، دے دی۔ پھر بہ ظاھر باپ کے وکیلوں پر مہربانیاں اور ان کی خاطر داریاں کرتا رھا ۔ لیکن [خفیہ طور پر] اپنے خاص آدمیوں کی سر پرستی کرنے لگا عرب کوکہ اور بھائی خاں تو اسے خاطر ھی میں نہ لاتے تھے - [۱۹۸] نادانوں نے یہ نہ سوچا کہ "بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال"۔ [غرض] اس بلند فطرت نو عمر نے اپنی حالت کو روز بروز تقویت پھونچائی۔ پہلے اس نے شہبازی کو جو کتوں اور کبوتروں کی نگرانی کرتا تھا "شہباز خاں" کا خطاب دے کر مدارالمہام بنایا ۔ لیکن جیسا سمجھا تھا وہ ویسا نہ نکلا چنانچہ احمد بیگ کو مختار عام بنا کر مولہ نامی ایک ھندو ملازم کو "دولت رائے" کا خطاب دے کر امور مالیات اس کے سپرد کئے ۔ احمد بیگ نے پچھلے سارے وکیلوں کو نظر انداز کر کے بڑی دور اندیشی کے ساتھ ملک کی پیداوار سے ، جس پر امرا اور سر کردہ افراد نے قبضہ کر کے مرزا کو ایک ایک دانہ کا محتاج بنا دیا تھا ، لاکھوں روپئے زاید حاصل کئے - چنانچہ جب مرزا کو خاطر خواہ وکیل مل گیا تو اس نے رعایا اور سپاھیوں پر دست رعایت کشادہ کر کے ان کے مشاھرے اور تنخواھوں میں اضافہ کر کے ، اس کی خوشنودی حاصل کی۔ اور خود پرست امرا کو دل سے فراموش کر کے انھیں عضو معطل بنا دیا ۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی جاگیریں لے کر اور خالصہ قرار دے کر اس کے معاوضہ میں ان کے نقد وظیفے مقرر کر دیئے۔ قصہ مختصر، کم سنی کے باوجود اپنے کاروبار کو بلند درجہ پر پھونچا کر تھوڑے ھی دنوں میں جیسا کہ چاھئے وہ خود مختاری کا دم

www.maktabah.org

بھرنے لگا ۔ احمد بیگ کو اس نے "احمد سلطان" کے لقب سے سرفراز کیا ۔

ابوالقاسم سلطان کی بغاوت

مرزا کے کاروبار نے جب مذکورہ بالا طریقے سے استقلال حاصل کیا تو سب سے پہلے محمد علی سلطان کابلی نے [محض] ایک مست ھاتھی کی بنا پر جس کو لانے کے لئے مرزا نے اپنے معتمد "جنگلی شاہ" کو روانہ کیا تھا ، نعرہٴ بغاوت بلند کیا اور جنگ کے لئے آمادہ ھو گیا ۔

یہ محمد علی سلطان کابلی وھی شخص تھا جس کا بیٹا محمد معین اپنے ماموں مسمی سیور علی (۱) کے ساتھ [مرزا] کے والد کے زمانہ میں اس کے دربار میں شطرنج کی بازی پر غضب ناک ھو کر ندیم کوکہ اور قاسم علی کوکہ کو زخمی کر کے دربار سے نکل گیا تھا اور وہ دونوں شخص حویلی کے دروازے پر زخمی ھوئے تھے ۔ [۱۹۹]

غرض یہ خبر سن کر مرزا نے کہا کہ "یہ سارا کام خسرو خاں چرکس کا ھے ، لہٰذا پہلے اسے قابو میں کرنا چاھئے"۔ وہ مرزا عیسیٰ ترخان کا دلی دوست تھا ۔ چنانچہ اس نے یہ خبر اسے پھونچا کر ھوشیار کر دیا ۔ اس پر مرزا غازی نے سمجھا کہ خسرو خاں سے بھی پہلے مرزا عیسیٰ کا کام [تمام] کرنا مقدم ھے ۔ لیکن وہ وھاں سے فرار ھوکر اپنے ننھالی سمیجہ قبائل میں جا کر پناہ گزیں ھوا اور کہنے لگا کہ "ٹھٹے میں آج ھی کل میں فساد ھوگا جس میں ھم بھی کسی گوشہ پر قبضہ کر لیں گے"۔ مرزا غازی کا نصیب اوج پر تھا ، ورنہ مرزا

---

۱ ۔ نسخہ "ن" میں "سیوم علی" ھے ۔

www.maktabah.org

باقی کا بیٹا مظفر کچھ میں اور مرزا عیسیٰ ترخان سمیجہ قبائل میں، کچھ کم نہ تھے۔

اسی اثناء میں ابوالقاسم سلطان ابن شاہ قاسم ارغون نے بھی علم سرکشی بلند کیا۔ وہ طویل عرصہ سے پرگنہ نصرپور کا حاکم تھا اور شجاعت میں اس کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ مرزا جانی بیگ کے زمانے میں وہ سوڈھوں کو نکال کر ایک عرصہ تک عمر کوٹ کے قلعہ پر متصرف رہا تھا۔ جہاں سے اس کا باپ اسے اپنے صوبہ میں واپس لوٹا لایا تھا۔ اس کی بہن مرزا جانی بیگ کے گھر میں تھی اور خود اپنی بیٹی اور بھانجی کو بھی اس نے مرزا ابوالفتیح سے منسوب کیا تھا جس کے فوت ہونے کے بعد اسے مرزا غازی بیگ سے منسوب کر چکا تھا۔ [ان رشتوں کے باوجود] اس نے اب علی الاعلان کہنا شروع کر دیا کہ "مرزا غازی کون ہے جو میرے ہوتے ہوئے اس ملک پر تازہ نوازندہ لوگ اقتدار جمائیں"۔ پھر اس نے ان تاجروں کو لوٹ لیا جو ٹھٹے سے اس طرف جا رہے تھے۔

جب مرزا نے اس بارے میں اسے لکھا تو جواب میں تحریر کیا کہ "اب تمھارے اور میرے درمیان یہ "بارگاہ نہو" سرحد ہے۔ [۲۰۰] تمھیں اپنی حدود کی فکر کرنی چاہئے اور اس طرف کے نیک و بد کا نام نہ لینا چاہئے ورنہ دوسری صورت میں، اپنی سرحدیں میں "عالیجان" کے کنارے تک پھیلا دونگا"۔ یہ خط روانہ کر کے اس نے ایسا زبردست فساد برپا کیا کہ خشکی اور دریائی، سارے آمد و رفت کے راستے بند ہو گئے۔ اس واقعہ سے سابقہ ترخان اور ارغون امرا خوش ہونے لگے کہ خود سر مرزا اب کوئی دم میں برباد ہوا چاہتا ہے۔

www.maktabah.org

اُس طرف بزرگ فطرت مرزا به ظاهر ان پر نوازشیں کر کے اُن سے مدد کا طلبگار ہوا اور خفیه طور پر اپنے نئے نوازے ہوئے لوگوں کو نئے انتظامات سے سرفراز کرنے لگا تاکه منافقوں سے با خبر رہتے ہوئے وہ کچھ ایسے کارنامے کر دکھائیں جو دشمنوں کی بربادی کا سبب بنیں۔

مرزا غازی کا ابوالقاسم سلطان سے جنگ کرنے کے لئے نکلنا

مرزا نے دشمن کی بیخ کنی کو ملک کے استحکام کا باعث تصور کرتے ہوئے لشکر لے کر ٹھٹے سے نصر پور پر فوج کشی کی۔ راستے میں دشمنوں کے شب خون کے خوف سے ہر چھاؤنی پر خندقیں کھودتے ہوئے وہ "کاتیار" میں جا پہونچے اور خندقیں کھود کر وہاں خیمه زن ہو گئے۔ ابوالقاسم سلطان کچھ چالاک جوان ساتھ لے کر، پا پیادہ آکر خندق کے باہر سے آواز دے کر کہنے لگا که "فلاں (ابوالقاسم) دعا سلام کہنے کے بعد پوچھتا ہے که تمهاری آمد کا مقصد کیا ہے؟۔ ابوالقاسم اتنا کمزور نہیں ہے که تمهاری فوج کشی سے خائف ہو کر تم پر شبخون مارنے کی کوشش کرے۔ اطمینان کے ساتھ صف به صف جنگ کی تیاری کرو"۔ ادھر سے جواب دیا گیا که "وہ اپنے سر اور اپنی جان کا دشمن ہو گیا ہے اور جب تک ان سے ہاتھ نه دھولے گا۔ تب تک اسے چین نه آئے گا"۔ قصه کوتاہ، مرزا نے وہاں سے نکل کر ماکرہ کے سامنے منزل انداز ہو کر مورچے قائم کر دیئے۔[۲۰۱]

کہتے ہیں که ابوالقاسم جوانمردی کے فخر و غرور میں قلعه کی فصیل پر چڑھ کر سپاہیوں سے کہتا رہا که "مرزا جانی کی والدہ کو اپنے باپ کے حوالہ کرونگا اور محمد

www.maktabah.org

باقی اور سارے ترخانوں کی بیویاں تمھیں بانٹ دونگا اور اس کے نوکروں کی جاگیریں بھی تمھیں عطا کرونگا!" لیکن غافل کو یہ خبر نہ تھی کہ تقدیر اسے کیسے دن دکھائے گی اور نمک حرامی کا اسے کیا نتیجہ ملے گا!

صلح کا ذکر

ابوالقاسم کے والد شاہ قاسم نے دور اندیشی اور عقلمندی سے کام لے کر دل میں کہا کہ "اس کے بیٹے نے یہ بہت برا کام کیا ھے۔ اپنے مربی سے فساد ھمیشہ خواری کا سبب ھوتا ھے، خصوصاً ایسے ملک کے مالک سے جو روئے زمین کے شہنشاہ کی جانب سے مقرر کیا ھوا ھے، مخالفت کرنا اپنی بدبختی کی دلیل ھے۔ بہتر ھوگا کہ مرزا کی خدمت میں بیٹے کی جاں بخشی اور تقصیر کی معافی کی درخواست کر کے اس [سرکشی] کا مداوا کیا جائے"۔ بھائی خان اس خیال سے کہ ان فسادات کے ختم ھو جانے کے بعد مرزا کے دربار میں اس کی کوئی عزت نہ رہ جائیگی اسے صلح سے باز رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ مرزا کے فدائیوں نے اس کے (مرزا کے) دل میں یہ بات بٹھا دی۔ چنانچہ "کارو" نامی ملازم کے ھاتھ اس نے بھائی خان کو زھر دلوادیا (۱) جس کی وجہ سے بیمار ھوکر وہ رخصت لے کر ٹھٹہ روانہ ھوا اور گھر پہونچتے ھی مر گیا۔ اس رخنہ کے دور ھونے کے بعد ابوالقاسم سلطان اپنے والد اور بھائی مقیم

۱۔ اصل متن میں "در فلونیا، زھرش واردند" تحریر ھے۔ لیکن یہاں "فلونیا" کے معنی سمجھ سے باھر ھیں اس لئے ترجمہ میں اسے نہیں تحریر کیا گیا ویسے جملہ کا مفہوم واضح ھے۔

www.maktabah.org

سلطان کے توسل سے مرزا کی خدمت میں حاضر ہوا اور [۲۰۲] کچھ دیر بعد رخصت لے کر واپس چلا گیا ۔ اسی طرح کتنے ہی دنوں تک وہ آمد و رفت جاری رکھتا آیا ۔

ابو القاسم سلطان کو اندھا کرنے کا واقعہ

کہتے ہیں کہ ابو القاسم سلطان بڑا سخی اور مخیّر تھا لیکن اس نے "ریل" کے درویشوں کے کچھ مویشی لوٹ لئے تھے ۔ ایک دن وہ (درویش) انتہائی رنجیدہ ہوکر اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ "اس کا بدلہ لینے کے لئے ترکش غیبی سے کوئی تیر نکال کر اس پر مارنا چاہئیے" ۔ اس پر ایک [درویش] نے کہا کہ "احسان و سخاوت کی وجہ سے اس کے سارے اعضا [خدائی] حفاظت کی زرہ سے محفوظ ہیں لیکن اس کی آنکھیں اس سے خالی ہیں، چنانچہ جو انھیں نشانہ بنا سکے وہ بے شک وار کرے"۔ اس طرف یہ واقعہ پیش آیا اور اتفاق سے اسی اثنا میں دوسری طرف مرزا نے اپنے خاص آدمیوں سے کہا کہ "ابوالقاسم کا کوئی اعتبار نہیں لیکن اس کی جان بخشی کی قسم کھا چکا ہوں، اس لئے اسے آنکھوں کے نور سے محروم کر کے ہی بے خوف ہونا چاہئیے"۔ اس تجویز پر متفق ہوکر اس نے ایک دن ڈونگی پر بیٹھ کر سیر کرنے منصوبہ بنایا اور، اس نہر سے گذر کر جو اس کے (ابوالقاسم کے) ڈیرہ کے سامنے تھی، دریا کے کنارے سبزے پر وزیروں کے ساتھ محفل منعقد کی ۔ فیصلہ ہوا کہ ہر ایک [سردار] ہتھیاروں اور ملازموں کے بغیر حاضر ہو ۔ وہاں بیٹھ کر اس نے ابو القاسم سلطان کے پاس آدمی بھیجا کہ "چنیسر نامہ بھی اپنے ساتھ لیتے آنا تاکہ اس تفریح گاہ میں اس کے شغل میں مشغول رہیں"۔

www.maktabah.org

وہ بڑے شوق کے ساتھ کتاب لے کر جو اسی کے نام سے منسوب تھی ، دستور کے مطابق شان و شوکت کے ساتھ سوار ہوا - آدھے راستے پر اسے محمد علی سلطان کابلی کا خط ملا جس میں اسے [منصوبہ سے] آگاہ کیا گیا تھا لیکن چونکہ تقدیر اس کا کام تمام کر چکی تھی اس لئے اس نے اس خط کو بغیر پڑھے ہوئے اپنی جیب میں [۲۰۳] رکھ لیا - مرزا کے دربار میں اترنے کے بعد دربان نے اسے بتایا کہ "مرزا کچھ وزیروں کے ساتھ اس پار سیر کر رہا ھے آپ تنہا تشریف لے جائیں -" وہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے سارے آدمی دیوان خانہ میں چھوڑ کر، صرف ایک آدمی کی معیت میں ڈونگی پر سوار ھوا جس میں مرزا کے کچھ آدمی بیٹھے ھوئے تھے - جب ڈونگی بیچ دریا میں پہونچی تو بابا علی دل نے جو نہایت قد آور اور جاندار شخص تھا جست کر کے اس کے دونوں ھاتھ پیچھے کر کے مضبوطی سے جکڑ لئے - پھر تو ایک نے اس کی پگڑی اتاری اور دوسرے نے تلوار اور خنجر چھین لئے اور مضبوطی کے ساتھ اسے باندھ کر مرزا کو اطلاع دی - حکم ھوا کہ "وھیں پر سیخیں گرم کر کے سلائی کی طرح اس کی آنکھوں میں پھراؤ"- چنانچہ اس [عمل] سے اس کی دونوں آنکھیں بتاشوں کی طرح باھر نکل آئیں - اس کے بعد اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر لوگوں کو اس کا ڈیرہ لوٹ لینے کا حکم دیا - اس کے رفیق جو سب کے سب بہادری کا دعویٰ کیا کرتے تھے [بری طرح] لوٹ لئے گئے - اس کے عزیز جعفر علی ارغون نے کچھ وار کئے لیکن گرفتار ھوگیا - دوسرے لوگ امان حاصل کرنے کے لئے مرزا کے آدمیوں کی چادروں

www.maktabah.org

(اوٹ) میں جا چھپے۔ ڈیرے کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد لشکر نے ساکرہ میں جا کر اس کا سارا مال و اسباب قبضہ میں کیا لیکن اس کے متعلقین کو کوئی ایذا نہ پہونچائی گئی۔ اس کے بعد ابوالقاسم اور جعفر علی کو کشتی میں بٹھا کر عرب کوکہ کے ملازم دریا خان کی معیّت میں ٹھٹھے بھیج دیا گیا۔ محمد علی سلطان کابلی کے لئے حکم ہوا کہ "برق انداز بندوقوں کے کندھوں سے اس کے شانوں کی ھڈیاں چکنا چور کردیں"۔ اس کے علاوہ اس پر [مرزا کے] فرزند کو ھاتھی نہ دینے کا الزام رکھ کر آتش خان کے حوالہ کیا۔ مرزا عیسیٰ ترخان اپنی فکر میں [شہنشاہ اکبر کے] حضور میں بھاگ گیا۔ چنانچہ اب مطمئن ہو کر مرزا [غازی] ٹھٹھہ آ کر سکونت پذیر ہوا [۲۰۴]

کہتے ھیں کہ اکبری دربار کا ایلچی بابا طالب ان دنوں مرزا کو لینے کے لئے آیا ھوا تھا اور یہ سارے واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے گذرے تھے۔ حالانکہ مرزا کو حضور میں پہونچانے کے لئے روزانہ تاکید ھورھی تھی، لیکن ملک میں یہ فساد دیکھ کر وہ ڈھیل دیتا رھا کیونکہ زبردستی ساتھ لے جانے کی اس میں طاقت بھی نہ تھی۔

الغرض مرزا نے اپنے والد کے فوت ھونے کے دو سال کے اندر ھی ملک کا مکمل انتظام کر کے رعایا اور سپاہ کو بخشش اور انصاف کے ذریعے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ راتوں کو وہ بھیس بدل کر شہر میں جاتا اور گھوم پھر کر رعایا کا حال دریافت کیا کرتا تھا۔

ککرالہ کے حاکم جام ڈیسر کے بیٹے جام ھالی نے

www.maktabah.org

مرزا کے کسی جاگیردار کو اسی کی حدود میں قتل کر کے فساد برپا کیا - جس کا انتقام لینے کے لئے مرزا اس پر حملہ آور ہوا۔ بخت کے اوج پر ہونے کی وجہ سے جام ہالی کا ایک عزیز جام داؤد ، اس کے لشکر کا رہبر ہو گیا چنانچہ دشمن کو اس کے ملک سے نکال کر وہ ملک بھی مرزا اپنے قبضہ میں لایا -

جام داؤد نے ملازمت کا شرف حاصل کر کے اپنی بیٹی کو مرزا کے عقد میں دیا اور اس ملک کی زمینداری کے لئے عرض گذار ہوا - اس کے حسن خدمت کو مد نظر رکھتے ہوئے مرزا نے اس کی درخواست قبول کی اور اس ملک کے تین حصے کر کے ایک حصہ جام داؤد کو عنایت کیا اور باقی ماندہ زمین کو خالصہ قرار دیا - جام سے یہ رشتہ داری مرزا غازی ہی کی خصوصیت ہے کیونکہ سابقہ ارغون اور ترخان [حکمران] اس کے لئے بڑے کوشاں رہے ہیں لیکن کبھی کامیاب نہ ہوسکے۔

قصہ کوتاہ، اب خبر ملی کہ [اکبر کے] حضور میں مرزا کو لے جانے کے لئے نواب سعید خان کو مامور کیا گیا ہے - یہ خبر سن کر اس نے امرا کو جمع کر کے کہا کہ "اگر زر اور خزانہ ہوتا تو ایک بار [۲۰۵] میں بھی والد کی طرح زور آزماتا کیونکہ دوسری صورت میں بھی صلح کچھ مشکل نہ ہوتی - اس طرح ہمارا رعب داب زائل نہ ہوتا - پہلے ہم کوہ لکی کے قریب آمد و رفت کا راستہ بند کر کے ایک مضبوط چھوٹا قلعہ بناتے - لیکن خزانہ کا ہاتھ آنا دشوار ہے اس لئے بہتر ہے کہ نواب سعید خاں کی آمد سے پیشتر کہ وہ لشکر اور طاقت میں خان خانان سے زیادہ سنا جاتا ہے ، ہم خود ہی حضور کی جانب روانہ ہو جائیں"۔ یہ فیصلہ کر کے وہ خسرو

www.maktabah.org

خان چرکس، عرب کوکہ اور آلہ قلی دیوان کو قابل اعتماد لشکر کے ساتھ ٹھٹے میں چھوڑ کر اور احمد بیگ سلطان، لطف اللہ سلطان، خواجہ امیر بیگ بخشی اور خسرو خان کے بیٹے بھائی خان کو دوسرے مقربین سمیت اپنے ساتھ لے کر اور فتح باغ میں اقامت اختیار کر کے حضور میں جانے کی تیاری کرنے لگا۔

مرزا ابو القاسم سلطان کے قید سے فرار ہونے اور دوبارہ گرفتار ہونے کا واقعہ

جن دنوں ابو القاسم سلطان عرب کوکہ کی حویلی میں اس کے خدمت گار دریا خان کی زیر نگرانی قید تھا، اس کے ساتھ یہاں تک رعایت برتی جاتی تھی کہ اگر کوئی عورت یا کمسن لڑکا بھی اس کے پاس آتا جاتا تو اسے کوئی نہ روکتا تھا۔ [اس رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے] مرزا غازی کے چلے جانے کے بعد اس نے اپنی بہن سے سازش کی جس نے کھانے کے خوان میں اس کے پاس ایک کمند بھیج دی اور دوسری طرف نہر پر کشتی اور دوسرے کنارے پر دو اونٹ تیار رکھے۔ آخر ایک رات آنکھوں میں بینائی نہ ہونے کے باوجود وہ اس بڑی حویلی سے جس میں باد گیر کے علاوہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، چوکیداروں کے سو جانے کے بعد، [فرار ہونے کے لئے مستعد ہوا]۔ تن تنہا اس نے چار پائی کو عین باد گیر کے نیچے [۲۰۶] دیوار سے ملا کر کھڑا کر دیا اور باد گیر پکڑ کر اوپر نکل گیا۔ پھر اس تین منزلہ حویلی سے گذرتا ہوا ایک تنگ کھڑکی سے کمند کو مضبوطی سے باندھ کر اس قدر تکلیف کے ساتھ کہ اس کے جسم کی بہت سی کھال

www.maktabah.org

چھل گئی ، اس نے خود کو زمین پر پہونچایا ۔ اس کے بعد دوسری حویلی سے جعفر علی کو اپنے ساتھ لے کر کشتی کے ذریعہ نہر پار کر گیا اور پھر اونٹوں پر سوار ہوکر سیدھے کوہستانی "شورو" قوم کی راہ لی ۔ صبح کے وقت پہرہ داروں کو [اس کی] خبر ہوئی ۔ انہوں نے چاروں طرف سوار اور پیادے دوڑائے ۔ فتح باغ میں یہ واقعہ سن کر مرزا غازی فکر مند ہوگیا کہ کہیں یہ رستم کوئی لشکر جمع کر کے شب خون نہ مارے ۔ دریا خان خانہ خرابی کے خوف سے ہر گھاٹ پر اس کا پتہ پوچھتا رہا ۔ بالآخر "ساموئی" کے گاؤں میں اس نے سنا کہ وہاں سے صبح کے وقت بعض سفید پوش لوگوں سے بھری ہوئی ایک کشتی گذری تھی اس کے بعد معلوم ہوا کہ چار آدمی دو اونٹوں پر جو کل یہاں چر رہے تھے سوار ہوکر، کچھ آدمی ساتھ لے کر کوہستان کی راہ پر روانہ ہوئے ہیں ۔ چنانچہ اسی نشان دہی پر ان کا تعاقب کرتے ہوئے اس نے انہیں جا لیا ۔ پیادے تو جنگل میں رو پوش ہوگئے لیکن دونوں شتر سواروں ، ابوالقاسم سلطان اور جعفر علی ، کو دریا خان نے اچھی طرح پہچان لیا اور فی الفور دیوانہ وار تن تنہا جا کر جعفر علی پر ٹوٹ پڑا ۔ اس نے بھی [اس کے] گھوڑے کے منہ پر وار کیا اور اس طرح چند بار ایک دوسرے پر وار کرنے کے بعد دونوں پیادہ ہوگئے ۔ کچھ دیر لڑتے رہنے کے بعد آخر کار جعفر علی قتل ہوگیا ۔ ابوالقاسم نے اونٹ سے اتر کر کچھ پتھر اپنے پاس جمع کر کے اس پر مارنا شروع کیا ۔ [لیکن] دریا خان نے اسے للکارا کہ "جب تک میرا منتشر لشکر آ کر اکٹھا ہو، تب تک وہیں بیٹھا رہ اگر ذرا بھی

www.maktabah.org

حرکت کی تو گردن جدا کردونگا!" وہ کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ گیا لیکن کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم کو وھیں چھوڑ کر لوگوں کو بلانے کے لئے وہ [چپکے سے] واپس ہوا۔[۲۰۷] اس کے بعد قریب کے ایک گاؤں میں جا کر وھاں کے وڈیرے (۱) اور ایک دوسرے دیہاتی کو اس نے اپنے ساتھ لیا، لیکن چونکہ وہ بے خود ہوکر، آدمیوں کی تلاش میں، دوڑتا ہوا گیا تھا اس لئے وہ جگہ جہاں جنگ ہوئی تھی بھول گیا اور اس مقام تک پہونچنے میں نا کام رہا ۔ گاؤں کا وڈیرہ ایک تجربہ کار شخص تھا اس نے کہا کہ "جہاں آدمی قتل ہوا ہوگا وھاں کوّے ضرور پہونچے ہونگے اس لئے دیکھنا چاھئے کہ کوّے کہیں اڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں یا نہیں" ۔ چنانچہ اسی نشاندھی پر وہ اس مقام پر جا پہونچے ۔ دریا خان نے جعفر علی کا سر قلم کر کے نیزہ پر چڑھایا اور پھر ابوالقاسم کے سامنے رکھکر، جسے باندھ کر اونٹ پر لاد دیا گیا تھا، شہر میں واپس آیا اور پورے شہر میں اس کی تشہیر کرنے کے بعد اسے قید کر دیا ۔

نقل ہے کہ جعفر علی کے کتّے نے بڑی محبت اور وفا داری کا اظہار کیا ۔ جتنے دنوں بھی اس کے مالک کا سر، بازار میں لٹکا رہا وہ اس سے جدا نہ ہوا اور پھر جب اسے دفن کردیا گیا تو اس کے بعد بھی کتنے ہی دنوں تک لوگ اسے اس کی قبر پر دیکھتے رہے ۔

ابوالقاسم سلطان کی دوبارہ گرفتاری کی خبر پا کر مرزا غازی نے عرب کوکہ کے لئے گھوڑا اور خلعت ، اور دریا خان

---

۱ ۔ رئیس ، زمیندار ۔

www.maktabah.org

کے لئے خلعت کے ساتھ مواجب میں اضافہ [کا حکم] روانہ کیا۔

مرزا غازی بیگ کا حضور میں پہونچ کر سرفرازی حاصل کرنا

ابو القاسم کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد مرزا فتح باغ سے آگے روانہ ہوا اور شہر بکھر میں نواب سعید خان سے ملاقات کر کے عجز کے ساتھ اسے اپنی تاخیر کے اسباب سے آگاہ کیا۔ نواب موصوف نے اس کے حال پر بے حد توجہ کی۔ اور اپنے فرزند سعد اللہ سے کہا کہ "اس جوان کی پیشانی سے خوش بختی کے آثار ہویدا ہیں۔ میں تجھے اس کا بھائی بناتا ہوں۔ اس لئے باہم ظاہری اور باطنی برادری قائم کرو تاکہ وہ دل گیر نہ ہو"۔ چنانچہ وہ دونوں [۲۰۸] اکثر و بیشتر پولو یا شکار کھیلنے میں مشغول رہا کرتے۔ اس کے بعد مقررہ منزلیں طے کر کے بالآخر سنہ ۱۰۱۳ھ میں وہ دارالخلافہ آگرہ میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے شرف سے سرفراز ہوا اور والد کے منصب پر فایض ہوکر، پرگنہ سندھ کی جاگیر پا کر حضور میں رہنے لگا۔ چند ماہ کے بعد تقدیر الٰہی سے بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور تخت سلطنت پر شہنشاہ جہانگیر کی حکمرانی کا ستارہ چمکنے لگا۔ اسی دوران میں بعض بدخواہوں کے مشورہ پر مرزا خفیہ طور پر آگرہ سے ٹھٹہ بھاگ گیا۔ لیکن مرزا کے ٹھٹہ پہونچتے ہی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کی طلبی کا فرمان آ پہونچا۔ ساتھ ہی ساتھ مودی خان کو موقوف کر کے میر عبدالرزاق معموری کو ملک کا امین اور سیوھن، لاھری بندر اور ضرب خانہ کی نگرانی اور انتظام کے کاروبار کا ذمہ دار مقرر کیا گیا۔ طلبی کا حکم ملنے پر مرزا غازی بیگ نے فی الفور اعلیٰ حضرت کی بساط بوسی کا شرف حاصل کیا اور ان حاسدوں کی خواہشوں

www.maktabah.org

کے بر خلاف، جنھوں نے اس کی غیبت میں کچھ عرض کیا تھا، پہلے سے زیادہ سر فراز ہوا۔

کہتے ہیں کہ ان دنوں بادشاہ کو شہزادہ خسرو کی مہم در پیش تھی اور اس کے تدارک کے لئے وہ امرا سے مشورے کر رہا تھا، چنانچہ مرزا جب حضور میں پہونچا تو امرا سے اس نے کہا کہ "غازی مرزا سے بھی دریافت کرنا چاھئے کہ اس بارے میں اس کی رائے کیا ہے"۔ امرا نے کہا کہ "وہ نوجوان اور نا تجربہ کار ہے۔ شاھی معاملات کی اسے کیا خبر ھوگی؟" بادشاہ نے فرمایا کہ "بھر حال والیٔ ملک کا بیٹا ھے اس کی رائے کسی بھی حالت میں غلط نہ ھوگی"۔ چنانچہ مرزا کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا گیا۔ جب مرزا نے زمین بوسی کا شرف حاصل کیا تو بادشاہ نے فرمایا کہ "غازی مرزا، اس مہم کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ھے؟" اس نے جواب دیا کہ "جو رائے عالی [۲۰۹] میں مناسب ھو، وھی بہتر ھے"۔ فرمایا "آخر کچھ تو کھو، تمھارا دل کیا کہتا ھے" عرض کیا کہ "قبلہ دین و دنیا، اس کمترین غلام کو جب اس خصوصیت سے مخصوص فرماتے ھیں تو میرے دل میں جو کچھ ھے وہ میں اسی وقت عرض کرونگا کہ جب حضور اپنا ایک قدم مبارک رکاب پر رکھیں گے"۔ بادشاہ کی رائے بھی بہ نفس نفیس خود تشریف لے جانے کی تھی چنانچہ اس کا اشارہ معلوم کر کے امرا سے فرمایا کہ "[دیکھا!] بالآخر شاھزادہ ھے۔ اس نے جو بیان کیا میری رائے بھی وھی تھی"۔ چنانچہ اسی روانگی کی وجہ سے خسرو کا تدارک جلد ھی خاطر خواہ طور پر ھو گیا۔

www.maktabah.org

خسرو خان کی شورش کا واقعه

جب مرزا غازی حضور کی طرف آ رہا تھا تو اس نے احمد بیگ سلطان کو ٹھٹے میں رکھنا چاھا تھا اور خسرو خان چرکس کو جس کے بارے میں اسے اطمینان نہیں تھا اپنے ساتھ لے جانا چاھتا تھا ۔ لیکن خسرو خان نے اپنے ٹھٹے ھی میں چھوڑ دیئے جانے کے لئے اس کے پاس سفارشیں پیش کیں اور احمد بیگ سلطان نے بھی کہا کہ "مقامی لوگ خسرو خان سے متفق ھیں اس لئے میرے یہاں رھنے سے کوئی وزن نه ھوگا"۔ چنانچه اس موقع پر وہ اسی کو اپنے ساتھ لے گیا ۔ لیکن پھر جب حضور میں حاضر ھو کر نوازشوں سے سرفراز ھوا تو حضور کے فرمان کے ساتھ اس نے ، اسے (احمد سلطان کو) ٹھٹه بھیج کر خسرو خان کو فوجداری [معاملات] کے علاوہ مالیات میں دخل نه دینے کے بارے میں ھدایت تحریر کی ۔ احمد بیگ سلطان کی آمد کے بعد خسرو خان نے قطب عالم شیخ بہاؤالدین ملتانی کی اولاد شیخ کالہ سے جو اس کا داماد تھا ، اور قاسم چرکس سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ ایک مرتبہ احمد بیگ کو بے حرمت کر کے اس کے مالک کے پاس واپس [۲۱۰] کر دینا چاھئے تاکہ وہ دوبارہ حکومت کی خواھش نه کرے ۔ یه فیصله کر کے اس نے ارغون گروہ کو بلا کر کہا کہ "کل جب مرزا احمد بیگ ، مرزا غازی بیگ کی والدہ کو سلام کر کے دیوان عام میں آ بیٹھے تو تم اس کی بیعزتی کرنا"۔ صبح کے وقت اس سازش سے باخبر ھو کر احمد بیگ ان آدمیوں کے ساتھ جنھیں ساتھ لایا تھا تیزی کے ساتھ حویلی میں داخل ھو گیا اور وھاں سے شاہ ابوالقاسم ارغون کی مدد سے جو نصر پور سے

www.maktabah.org

وهاں پهونچا تها، عمر کوٹ کی راہ لے کر حضور کی طرف روانہ هوگیا - ارغونوں کے گروہ نے خسرو خاں کے کہنے پر ان کا بهتیرا تعاقب کیا لیکن وہ حافظ حقیقی کی حفاظت میں ان کے شر سے محفوظ رهتا هوا حضور میں جا حاضر هوا -

مرزا کا پہلی بار قندهار جانا

سنہ ۱۰۱۵ھ میں شاہ بیگ خان کے ملازم حیدر کی نمک حرامی کی وجہ سے خراسان کے لشکر نے قندهار پر چڑهائی کر کے پورے سال شاہ بیگ خان کو محاصرہ میں لئے رکها - [چنانچہ] دارالخلافت سے مرزا قرہ خان، جسے اس صوبہ کی سرداری عطا هوئی تهی، [اس مہم کو سر کرنے کے لئے] مامور هوا - مرزا غازی کو بهی اس کے ساتھ بهیجا گیا - بخت کی تائید دیکهئے کہ قرہ خان راستہ هی میں انتقال کر گیا - اس کے وکیلوں نے اس کا اثاثہ اور لشکر اس کے فرزند کے پاس منتقل کرنا چاها جو بکهر میں رهتا تها- اس پر مرزا نے لشکر کے بخشی (خزانچی یا نائب) سے کہا کہ "قرہ خان کی موت کی وجہ سے اس مہم میں تاخیر کرنا اور لشکر کو اس کے بیٹے کے پاس پهونچانا بادشاہ کی خیر خواهی سے بعید هے- هم سب بادشاہ کے ملازم هیں اسکا بخت همارا سردار هے اس لئے بہتر یہ هے کہ تم یہ سب میرے حوالے کرو کیونکہ میرا لشکر اور خزانہ میرے ملک اور جاگیر سے ابهی تک میرے پاس نہیں پهونچ سکا هے اور میں چاهتا هوں کہ [۲۱۱] اللہ پاک پر توکّل کر کے اس مہم کو انجام دوں"- شاهی امرا اس بارے میں غور و فکر کر هی رهے تهے کہ کوچ کا نقارہ بجا کر مرزا

www.maktabah.org

باھر نکلا چنانچہ اس کی مخالفت کو [بادشاہ کی] نافرمانی پر محمول کرتے ہوئے [وہ بھی] اس کے پیچھے ہو لئے - حسن اتفاق اور بخت کی یاوری دیکھئے، یہ ابھی قندھار سے دو تین منزلوں کے فاصلہ پر بھی نہ پہونچے تھے کہ خراسان کا لشکر واپس بھاگ گیا اور فتح نامہ مرزا کے نام پر لکھا گیا -

کہتے ھیں کہ ان دنوں قندھار اور اس کے قرب و جوار میں غلہ بے حد گراں ھو گیا تھا جس کی وجہ سے مرزا کے کثیر آدمی ضایع اور سوار پیادے ھو گئے تھے - مرزا نے اپنی تنگی کا حال حضور میں عرض کیا اس پر آسے وھاں سے بکھر واپس ھو کر اپنا انتظام سوچنے اور پھر اس کے بعد جیسا حکم صادر ھو، تعمیل درنے کے لئے ارشاد ھوا - حکم کے مطابق وھاں (بکھر) پہونچ کر مرزا تیاری کرنے لگا - اسی اثنا میں اس کے بدخواہ حاسدوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ "مرزا اپنے ملک سے واپس آ کر دوبارہ حضور کی قدم بوسی کے لئے حاضر نہ ھو گا" - چنانچہ اس سے متاثر ھوکر بادشاہ نے اس کے حاضر ھونے کا فرمان جاری کیا - لیکن چونکہ وہ پہلے ھی منتظر اور تیار بیٹھا تھا اس لئے فرمان ملتے ھی روانہ ھو گیا اور جس وقت بادشاہ کابل سے لاھور جارھا تھا قدم بوسی کا شرف حاصل کر کے چغل خوروں کو روسیاہ کیا اور شاھی نوازشات و منصب و جاگیر کی ترقی اور قندھار کی بالاستقلال سرداری سے سرفراز ھوا -

مرزا غازی کا دوسری بار سردار کی حیثیت سے قندھار روانہ ھونا

جب مرزا سندھ میں سیوستان اور ملتان کے کچھ حصہ کے اضافہ کے ساتھ ساتھ قندھار کی سرداری (گورنری) سے بھی

www.maktabah.org

سرفراز ہوا، اور لاہور سے ملتان [۲۱۴] پہونچا تو اس نے پہلے کسی دوسرے کو اپنی جانب سے وہاں (قندھار) نائب بنا کر بھیجنا چاہا - چنانچہ پہلے اس نے محمد امان ترخان کو ہاتھی علم اور دیگر نوازشوں سے سرفراز کر کے [روانہ کرنے کی] تجویز کی، لیکن اس بد بخت نے کہا کہ "چھوٹا بیٹا میرے ساتھ ہے اسے ٹھٹے پہونچانے کا موقع عنایت ہو، پھر جو حکم فرمائیں گے اس کی تعمیل کرونگا"۔ اس لئے اس کے موقوف ہونے پر احمد بیگ سلطان اس نعمت سے سرفراز ہو کر اور "اعتماد خان" کا لقب پا کر قندھار جا پہونچا اور ملک جو دشمن کے لشکر کی چڑھائی کی وجہ سے برباد ہو گیا تھا اسے پہلے سے زیادہ بہتر طور پر آباد کرایا - مرزا نے بھی اس کے بعد ملتان سے بکھر آ کر اپنی بڑی والدہ کو ملک کے جملہ عمال سمیت بلا کر ملک کے کاروبار کا انتظام درست کیا اور ہر ملازم کو حسب مرتبہ نواز کر اور بعضوں کو رخصت دے کر اور بعضوں کو اپنے ساتھ لے کر سیوی اور گنجابہ (۱) کی راہ سے قندھار جا پہونچا۔ وہاں مقیم ہونے کے بعد اس نے خسرو خان کے بیٹے بھائی خان اور لطف اللہ کو افغانوں پر فوج کشی کرنے کے لئے روانہ کیا اور کھوریہ رائے کے بیٹے رائے مانک چند کو مذکورہ فسادی حیدر کی سرکوبی پر مامور کیا - انھوں نے ہر ایک کے [سر سے] سرکشی کا غرور نکال کر ان کی بنیادیں اکھاڑ پھینکیں - [اس کے بعد اس نے] میر عبداللہ سلطان کو میر خان کے لقب سے سرفراز کر کے ایران کے والی شاہ عباس [صفوی] کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا جو شایان شان تحائف ساتھ لے جا کر

۱ - نسخہ "ن" میں "کنجارہ" ہے -

www.maktabah.org

[اور اس کے ذریعہ] باھمی رنجش دور کر کے [سر خرو ھوا]۔ [اس طرح ھر طرف سے مطمئن ھو کر] آرام کے ساتھ وہ مسند حکومت پر بیٹھ کر [دلی] مرادیں پوری کرنے لگا۔

کہتے ھیں کہ مرزا ٹھٹہ، سیوھن اور ملتان کے بعض علاقوں کی جاگیریں اور پورے قندھار کے [تحویل میں] ھوتے ھوئے بھی کثرت بخشش و سخاوت [۲۱۳] کی وجہ سے ھمیشہ تنگدستی اور مفلسی میں گذارا کرتا تھا۔ ایک دن خرچ کے وکیل نے اس سے کہا کہ "چھ ماہ گزر گئے ھیں لیکن آپ نے آمد و خرچ کے گوشوارے ملاحظہ نہیں فرمائے ھیں۔ خرچ آمدنی سے زیادہ ھو چکا ھے [اس لئے] مہربانی فرما کر کچھ لمحات توجہ دے کر چند صفحات مطالعہ فرمائیں"۔ [اس پر اس نے] کاغذات لے کر پھاڑ ڈالے اور کہنے لگا کہ "میرے والد بزرگوار کے پاس جو کچھ تھا انھوں نے وہ سب خرچ کر کے میرے لئے کچھ باقی نہ چھوڑا تھا۔ لیکن اس کے باوجود رازق مطلق نے مجھے دولت شہنشاھی کے دروازہ پر خصوصیت کا مستحق گردانا ھے جو بخت کی تائید سے روز افزوں ھے اور الحمد للہ کہ رزق سے خالی نہیں ھوں۔ جس طرح اتنی طویل عمر گزر گئی ھے باقی بھی گزر جائے گی۔ مجھے اس فکر میں مبتلا نہ کرو"۔

دوسری مرتبہ وکیلوں نے عرض کیا کہ "ٹھٹے میں خسرو خان کل مالیات پر متصرف ھے چنانچہ اگر کوئی شخص وھاں کے مالی کاروبار کا مطالعہ کر کے آگاہ کرے تو یہ بات مصلحت سے بعید نہ ھو گی"۔ اس پر [اس نے] رائے کھوریہ کے داماد "سائیں ڈنہ" کو "ھندو خان" کا خطاب عطا کر کے

www.maktabah.org

اور خزانچی بنا کر ٹھٹے روانہ کیا - اس نے خسرو خان کے سارے غبن کی تحقیق کرکے واپس آکر، سارا حال مرزا کے آگے پیش کیا - مرزا نے اہل مجلس کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے بھائی خان کو اذیتیں پہونچاتے رہیں -

خسرو خان کے غلبہ کا واقعہ

کہتے ہیں کہ جب خسرو خان کو ٹھٹے میں استقلال حاصل ہوا تو اس نے عنان حکومت اپنے نواسوں کو سونپ دی اور مرزا غازی کو ملک کا مالک نہ سمجھا - ان میں سے اس کا ایک نواسہ محمد بیگ ابن رستم بیگ نیرون کوٹ کا حاکم تھا اور [۲۱۴] ارغونوں اور ترخانوں پر بڑے مظالم کیا کرتا تھا - جو بھی اس کے پاس آتا [اس سے مصافحہ کرنے کی بجائے] سامنے پیر پھیلا دیا کرتا تھا - اس کے (خسروخان کے) بیٹے بھائی خان کے فرزند فتح اللہ نے، مرشد خان کو جس کی مرزا، اس کے باپ بھائی خان سے بھی زیادہ عزت کیا کرتا تھا - جاگیر سے بلا کر [ملاقات کے لئے] اپنے پاس تک نہ آنے دیا - شیخ کالہ کے بیٹے شیخ عبدالباقی نے ہندوؤں کی ایک بڑی مجلس میں ایک دھوبی کو اشارہ کیا جس نے اس بھری محفل سے ایک عورت کو اٹھا لیا ؛ لیکن ہندوؤں نے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے بلوہ کر کے اس عورت کو اس سے واپس چھین لیا -

غرض مالیات میں غبن کے علاوہ مذکورہ بالا جملہ باتیں بھی مرزا کے گوش گذار کی گئیں جس پر مرزا کو سخت غصہ آ گیا اور ایک دن کھلی مجلس میں اس نے کہا کہ "خدا نے چاہا تو ایک دن لاٹھی ہاتھ میں دے کر خسروخان کو کنیزوں کا دربان بناؤں گا اور لطف اللہ اور بھائی خان کے بیٹے فتح اللہ

www.maktabah.org

کو ہاتھ میں آفتابہ دوں گا کہ باپ اور دادا کے سامنے اپنے نوکروں کے ہاتھ دھلائیں ۔ اور محمد بیگ کی کمر میں گھنٹیاں بندھوا کر جلوداروں کی طرح کم از کم غلام کی ھمرکابی میں دوڑاؤں گا"۔ لیکن وہ تقدیر سے بے خبر تھا ۔ اسے کیا علم تھا کہ اپنی اس تمنا کو پورا کرنے سے پہلے وہ خود کہاں جائیگا۔

قصہ مختصر ، اس نے ، خسروخان کو اس کے نواسوں اور پوتوں نیز مال و اسباب اور خورد و کلاں چرکسوں سمیت [گرفتار کر کے] لے آنے کے لئے رائے کھوریہ کے داماد رائے سائین ڈنہ کو جسے "ھندو خان" کا لقب ملا تھا سردار مقرر کر کے اس کے برادر نسبتی (سالے) مانک چند اور شہباز کے ساتھ ٹھٹے کی مہم پر روانہ کیا ۔

ھندو خان کے آنے کے بعد پیش آنے والے واقعات

ھندوخان مذکورہ بالا سرداروں کے ساتھ نصر پور کی حدود میں جا پہونچا ۔ اور پہلے باھری (نواحی) معاملات کو ھموار کر کے ، پھر ملک کے اندر داخل [۲۱۰] ہونے کا ارادہ کیا۔ اسی اثنا میں خسروخان کے اشارہ پر مقیم سلطان نے بھائیوں سے مشورہ کر کے ان سب کو نصرپور کے قلعہ میں بند کر دیا۔ ابوالقاسم سلطان جو خسروخان کی سفارش پر مرزا کی اجازت سے آزاد ہو گیا تھا ، اپنے بھائیوں اور مددگاروں کو قلعہ میں محصور شدہ لوگوں کے راستے اور رسد کی آمد و رفت بند کرنے کا مشورہ دیا ۔ اس طرف مانک چند کو موت نے دعوت دی اور وہ میرک محمد سلطان بن قاسم علی سلطان کو اپنے ساتھ لے کر مقیم خان کو راضی کر کے ھندو خان سے متفق کرنے کے لئے اس کے گھر چلا گیا لیکن بات طے نہ ہونے کی وجہ سے

www.maktabah.org

مجلس سے اٹھ کر جب وہ باھر نکلا تو ایک ارغون نے اسے قتل کر دیا - مذکورہ میرک نے اس پر حملہ کرنا چاھا لیکن وہ بھی قتل ھو گیا - جب یہ خبر مانک چند کے بیٹے رائے سنگھ نے سنی تو [بے ساختہ] یہ کہکر باھر نکلا کہ "جب تک انتقام نہ لے لونگا اس وقت تک باپ کی لاش کو نہ جلاؤنگا"- پھر انتہائی خوفناک حملہ کر کے اس نے شاہ قاسم ارغون کے داماد شیر بیگ کو منتخب لوگوں سمیت قتل کر دیا اور ان کا ھاتھی اور دیگر سامان بہ جبر چھین کر اور انھیں لادعویٰ بنا کر واپس ھوا - اس کے بعد آکر اس نے باپ کی لاش کو جلایا اور فتح کے نقارے بجاتا ھوا مرزا کے حضور میں روانہ ھوا - ھندو خان اور اس کے بھائی نارائن داس نے جسے "شجاعت خان" (١) کا لقب ملا تھا ، اس کے باپ کی تعزیت میں آکر اسے بھتیرا منا کر واپس کرنا چاھا لیکن اس نے ایک نہ سنی- مرزا نے اس کی یہ جرأت دیکھ کر اسے باپ سے بھی بڑا منصب عطا کیا -

اس طرف ھندو خان نے اپنے مذکورہ ساتھیوں سمیت ٹھٹہ پھونچ کر خسرو خان کو بے دخل کیا - خسرو خان نے خفیہ طور پر زمینداروں کو بھتیرا ورغلایا لیکن مرزا کے بخت کی برکت سے اس کی کوشش [٢١٦] بار آور نہ ھوئی - ھندو خان کے خود مختار ھونے کے بعد خسرو خان نے بیٹوں سمیت ھالا کنڈی (ھالا) میں پھونچ کر قندھار جانا چاھا لیکن اسی اثنا میں اسے مرزا غازی کے فوت ھونے کی خبر ملی -

---

١ - نسخہ "ن" میں "شجاعت راؤ" ھے -

www.maktabah.org

مرزا غازی بیگ کا فوت ہونا

معتبروں سے روایت ہے کہ قندھار میں جب مرزا اس اوج پر پہونچا اور اس کا بخت- روز بروز مائل بہ ترقی ہوا تو اس کے اعزہ میں سے بعض بد خواہ اقبال و ترقی کے اس پودے کو فنا کے جھونکے سے جڑ سے اکھاڑ دینے پر آمادہ ہوئے۔ بالآخر سنہ ۱۰۲۱ھ میں عبداللطیف نامی ایک خانہ زاد غلام کے ہاتھوں گلا گھٹوا کر اور ایک قول کے مطابق زہر دلوا کر اسے ہلاک کر دیا۔ ایک شاعر نے اس کا ایک مصرعہ تاریخ کہا ہے:

"ز دستِ غلام گل برون رفتہ، دریغ!"

اس کی لاش کو ٹھٹہ لا کر اس کے باپ کے پہلو میں ایک مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ وہ شعر اچھے کہتا تھا اور ان میں "وقاری" تخلص کرتا تھا۔ طالب آملی پہلے اسی کے پاس ملازم تھا۔ ملا مرشد یزجردی (۱) اور شمس بھی مدتوں اس کے پاس رہے تھے۔

کہتے ہیں کہ قندھار میں "وقاری" تخلص کا ایک اور بھی شاعر تھا جسے اس نے گران رقم، گھوڑا اور خلعت دے کر اس تخلص سے دستبردار کرایا تھا۔

ترخان خاندان کی حکومت بالخیر یہیں پر ختم ہوتی ہے لیکن جہانگیر کے آخری زمانہ میں مرزا عیسیٰ ترخان بھی کچھ عرصہ کے لئے ملک کی حکومت سے سر فراز ہوا تھا۔ [۲۱۷]

نقل ہے کہ مرزا اور اس کے والد علم موسیقی میں عموماً

۱- نسخہ "ن" میں "یزد جردی" ہے۔

www.maktabah.org

اور "ٹوڈی" راگنی میں خصوصاً بڑی مہارت رکھتے تھے - سید لطف اللہ شیرازی کے فرزند میر عبدالولی کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھی ان باپ بیٹوں کے مقبرہ پر کسی مراد کو حاصل کرنے کی نیت سے مذکورہ راگنی الاپے گا چند دنوں میں ضرور وہ اپنی مراد پائے گا -

چونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی اور ھندو خان نے خسرو خان کا خاتمہ کر کے بے اعتدالی کی راہ اختیار کی تھی اور افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنے لگا تھا اس لئے جہانگیر بادشاہ نے مملکت ٹھٹہ کو بھی دوسری ممالک کی طرح اپنے حضور سے مقرر ہونے والے امرا کے حوالہ کیا - ارغونی اور ترخانی عہد کے بعض امرا کے بیان کے بعد ان کا ذکر ھوگا، انشاءاللہ تعالیٰ -

ارغونی اور ترخانی عہد کے امرا

حالانکہ ان دونوں خاندانوں کے، جنھیں باھمی اتحاد اور کثیر رشتوں کی بنا پر فی الواقعہ ایک ھی خاندان شمار کرنا چاھئے، امرا بے شمار ھیں، لیکن راقم ان میں سے چند کا جو بے حد مشہور ھیں مختصر طور پر ذکر کرتا ہے :

سلطان محمود خان

سلطان محمود خان بن میر فاضل کوکلتاش بن عادل خواجہ اصفہانی، کے بزرگ اصفہان کے ضلع حسن کے موضع خورسکان میں رہا کرتے تھے - اس علاقہ کے لوگ بڑے سرکش تھے چنانچہ صاحبقران امیر تیمور گورگان نے ان پر چڑھائی کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی تھی - [اسی ھنگامہ میں] عادل خواجہ کا باپ احمد خواجہ، ذوالنّون کے والد حسن مصری کے ھاتھ آیا تھا جس نے اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا -

www.maktabah.org

احمد خواجہ [کا سلسلہ نسب] تین پشتوں کے بعد محمود خان سے جا ملتا ہے جو شہر اصفہان میں بے حد سخی مشہور تھا اور اٹھارھویں [۲۱۸] پشت میں [یہ سلسلہ] عدی بن حاتم تک جا پہونچتا ہے۔ سلطان محمود خان کی والدہ "شال" مستنگ کے کاسی پٹھانوں سے تھی۔ چودہ سال ھی کی عمر سے اس نے میدان جنگ میں خوب جوہر دکھائے تھے جس کی وجہ سے شاہ بیگ اسے پسند کرنے لگا تھا۔ سندھ کے فتح ہونے کے بعد کوئی بھی امیر بکھر کی نگرانی کا ذمہ اپنے اوپر لینے کو تیار نہ ھوتا تھا لیکن اس نے اس کا ذمہ لے کر اس کی بہ حسن و خوبی حفاظت کی۔ اکثر لڑائیوں میں شاہ بیگ اور شاہ حسن کے ساتھ رہ کر اس نے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ مرزا شاہ حسن کے بعد جیسا کہ بیان ہوچکا ہے وہ ملک بکھر کا بالاستقلال وارث ھوا۔ سنہ ۹۶۰ھ (۱) میں اسے شاہ طہماسپ صفوی کی جانب سے "خانی" کا خطاب، علم نقارہ، تمن طوغ (۲)، خلعت اور دیگر کتنے ھی اعزازات عطا ھوئے۔ بلوچوں [غالباً بلوچ سرداروں] کے انتقال کر جانے کی وجہ سے ملا محب علی اکبری دربار سے اس کے لئے اچ، بھٹی اور [ججو] واھن کے کے پرگنوں کی حکومت کا پروانہ لے آیا (۳)۔ سنہ ۹۷۶ھ میں

---

۱ - نسخہ "ن" میں خمس و سبعین و تسعماۃ، یعنی سنہ ۹۷۵ھ ہے۔

۲ - "تمن طوغ" (تمن = دس ہزار سپاھی، طوغ = علم، نشان) = وہ علم جو دس ہزار سپاھیوں کی سرداری کا نشان ہو۔

۳ - یہاں اصل متن کی عبارت الجھی ہوئی ہے۔ مرقوم ہے کہ

[بقیہ حاشیہ ص ۲۷۵ پر]

www.maktabah.org

شاہ طہماسپ کا ایلچی حق بردی بیگ دوبارہ اعزازات لے کر آیا اور یہاں سے پھر میر ابوالمکارم ھدایہ اور نذرانے [۲۱۹] ساتھ لے کر مذکورہ ایلچی کے ساتھ گیا۔ حق بردی بیگ تیسری مرتبہ بھی "خان خانی" کا خطاب اور طرح طرح کے انعامات لے کر آیا۔ سنہ ۹۸۱ھ میں [اس نے] مبارک خان سے ماتھیلہ کا قلعہ حاصل کیا۔ اسی سال اعتماد خان شہنشاہ اکبر کے لئے اس کی بیٹی کا رشتے طلب کرنے کے لئے قیمتی خلعت، کمربند، مرصع تلوار، زین و لگام سمیت گھوڑا اور چار ھاتھی اپنے ساتھ لے کر آیا اور اس نے اسی سال اپنی بیٹی کو معتمد افراد کی معیّت میں رخصت کردیا۔ اسی دوران میں اس کی حکومت کے زوال کے اسباب پیدا ہوئے جن کا ذکر طویل ہے۔ محب علی خان اور مجاھد خان نے اسی کے نمک حرام آدمیوں کی مدد سے اسے قلعہ میں محصور کردیا۔ باوجودیکہ اس کی بیٹی کے پہونچنے کے بعد انواع و اقسام کی نوازشوں کے ساتھ شاھی فرمان اس کے

[بقیہ حاشیہ ص ۲۷۴]

"ملاں محب علی سندی، برائے وے از درگاہ اکبری تفویض ریاست حدود اوچھ و آھن و بتی از انتقال بلوچان آوردہ"۔ مصنف کے دستی نسخے کی بھی عبارت یہی ہے، تاریخ معصومی میں مرقوم ہے کہ "سنہ ۹۶۵ھ میں ملا محب علی بارگاہ عالم پناہ میں ایلچی ہو کر گیا اور بلوچوں کے انتقال کر جانے کی وجہ سے اچ، ججو واھن اور بھٹی واھن، سلطان محمود کی جاگیر مقرر ہوئے" تاریخ معصومی کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے یہاں "آھن" کی جگہ "واھن" "[ججو] واھن" لکھا گیا ہے۔

www.maktabah.org

حق میں پہونچا لیکن مذکورہ خوانین اس پر عمل پیرا نہ ہوئے۔اسی اثنا میں اسے استسقا (جلندر) کا مرض لاحق ہو گیا جو روز بروز ترقی کرتا گیا۔ بالآخر اس کی پاک روح قید جسم سے آزاد ہوگئی۔ یہ واقعہ سنہ ۹۸۲ھ میں ظہور پذیر ہوا۔ "دربہشت آسود" اس کی تاریخ ہے (۱)۔

[امیر شاہ قاسم بیگلار]

امیر شاہ قاسم بیگلار (۲) بن ابرک بیگ بن چوچک بیگ، فرید بیگ بیگلار کا بھتیجا اور سمرقند کا باشندہ تھا۔ بیگلار خاندان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے زمرہ میں داخل ہے۔ بیگلار کا دادا سید علاؤالدین خواجہ بن سید نظام الدین ملک بن سید بہاؤالدین عمر بن سید علی بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید جعفر بن سید عبداللہ بن سید نظام الدین اعلیٰ—[۲۲۰] یہ [بزرگ] ترمذ سے سمرقند آئے تھے۔ ان کی آمد پر ملک الشعرا سوزنی نے کہا تھا:

سمرقند یثرب شد و مکہ ترمذ

ز مکہ بہ یثرب خرامیدہ سید

—بن سید ابوالقاسم بن سید زین العابدین بن سید شمس الدین محمد بن شرف الدین حسین، اپنے زمانہ کے سیدالسادات اور جعفرالحجۃ سلطان العارفین عبداللہ الاعرج بن سید حسین الاصغر بن امام زین العابدین—حادثات زمانہ کی وجہ سے ترکستان

۱ - سلطان محمود خان کے مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ معصومی۔

۲ - بیگلار بمعنی شہزادہ اور "بیگلار بیگی" کے معنی ہیں شہزادوں کا شہزادہ۔

www.maktabah.org

میں آئے اور اس ملک میں ان کی اولاد ترکوں سے گھل مل گئی۔ جس کی وجہ سے بیگلار کا ارغونوں سے تعلق پیدا ھو گیا۔ میر شاہ قاسم، شاہ حسن کے زمانے میں سمر قند سے سندھ آ کر کثیر نوازشوں سے سرفراز ھوا اور "جھیجھ" کے پرگنے اسے جاگیر میں ملے۔ اس نے عمر کوٹ کے رانا ورسہ کی بھانجی سے عقد کیا جس کے بطن سے ابوالقاسم تولد ھوا۔ سنہ ۹۵۲ھ (۱) میں ھمایوں بادشاہ سے جو پہلی جنگ ھوئی اس میں وہ انتقال کر گیا تھا۔ اس کی قبر موضع تورکی میں ھے۔

ابو القاسم، خان زمان

میر ابو القاسم خان زمان، ابن شاہ قاسم بیگلار، باپ کے بعد تین سال کی عمر سے اپنی ماں، رانا ورسہ کی بھانجی، کے ساتھ "پٹھن" میں رھنے لگا۔ اتفاقاً اس علاقہ پر "جونیجہ" لوگوں نے حملہ کیا اور اس جنگ میں اس کے چہرہ پر بھی زخم آیا جسے اسی حالت میں شاہ حسن کے پاس لے آئے۔ اس نے اس کی تربیت کا بڑا اھتمام کیا اور موضع "گاچی" اسے انعام میں دیا۔ اس کا ستارہ اقبال روز بروز ترقی کرتا گیا اور شاہ حسن کے بعد وہ [۲۲۱] مرزا عیسیٰ کے پاس رھنے لگا۔ پھر ارغونوں کے قتل [عام] کے بعد وہ مرزا باقی کے پاس سے فرار ھو کر جان بابا سے جا ملا۔ اس کے پاس رہ کر اس نے جو کارنامے انجام دیئے ان میں سے چند بیگلار نامہ میں مرقوم ھیں۔ اس کے بعد بالآخر وہ مرزا باقی کے پاس واپس آ گیا، پھر مرزا جانی بیگ کے پاس رہ کر اس کے منتخب امرا کے زمرہ میں شامل ھوا۔ جب خان خانان مرزا جانی بیگ کو لے کر حضور

۱۔ نسخہ "ن" میں سنہ ۹۵۰ھ ھے۔

www.maktabah.org

میں گیا تھا تو یہ بھی اس کے ہمراہ تھا - پہلی ملاقات میں اکبر بادشاہ نے [اس سے] دریافت کیا کہ "تمہاری عمر کتنی ہے" وہ جواب دینے ہی کو تھا کہ جانی بیگ نے عرض کیا "باون سال" بادشاہ نے پوچھا "ولادت کہاں ہوئی" - اس نے خود جواب دیا کہ "عمر کوٹ میں"- [یہ سن کر] بادشاہ نے فرمایا کہ "میرا اور سید کا مقام ولادت ایک ہی ہے"- بادشاہ نے مرزا جانی بیگ کو نوازا تو امیر خسرو خان اور خان زمان (ابو القاسم) ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ "بادشاہ نے ہمیں خلعت کی نوازش نہ کی تو پھر ہم سندھ کیا منہ لے کر واپس جائینگے!" یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ دونوں امرا کو بادشاہ نے طلب کیا - یہ گئے تو بادشاہ اندر تھا اور دو گھوڑے، ایک نیلا اور ایک شبرنگ، باہر کھڑے تھے - خان زمان نے [ازراہ مزاح] خسرو خان سے کہا کہ "جانتے ہو، یہ گھوڑے ہمارے ہی لئے ہیں!" - اس نے بھی جواب میں خوش طبعی سے کہا کہ "ہاں اور تمہیں تو گھوڑے کے علاوہ ایک ہاتھی بھی عطا ہوگا"- [اتفاق دیکھئے کہ] دونوں امرا کی یہ گفتگو تقدیر کے [فیصلہ کے] عین مطابق نکلی -

وہ دونوں گھوڑے انہیں بخشے گئے اور خان زمان کے گھر پر پہونچنے پر ایک ہاتھی بھی اسے ملا - دونوں [امرا] مرزا غازی کی خدمت میں سندھ پر مامور ہوئے - اس کی یادگاروں میں "میرگ مینار" جو اس نے گھوڑے [کی محبت میں] تعمیر کرایا تھا آج تک موجود ہے - [۲۲۲]

کہتے ہیں کہ اس گھوڑے میں عجیب صفات تھے - ایک مرتبہ جنگ کے دوران میں اس کے (خان زمان کے) دو

www.maktabah.org

جاں نثار زمین پر گر گئے ۔ ان میں سے ایک زخمی تھا اور دوسرا مرچکا تھا ۔ چنانچہ اس نے مردہ کو گھوڑے کی پیٹھ پر اور زخمی کو اپنی پیٹھ پر باندھ کر اس فراری جنگ میں تین دن مسلسل اس [گھوڑے] پر سواری کی ۔ اس [گراں] بوجھ اور تین دن کی بھوک پیاس کے علاوہ شدید زخمی ہونے کے باوجود وہ گھوڑا اس وقت تک ہرگز نہ گرا جب تک اس نے مالک کو کسی [محفوظ] مقام پر نہ پھونچا دیا لیکن اس کے بعد جب [سلامتی کی] جگہ پر پھونچ گیا تو فی الفور تڑپ کر مر گیا ۔

"میرگ" کے معنی ہرن کے ہیں ۔ اس کی دوسری یادگار سانکرہ کے کنارے پر "شاہ کرہ" (ساکرہ) کا قلعہ ہے جس کا اب صرف نام رہ گیا ہے ۔

میر ابو القاسم سلطان

میر ابو القاسم ولد خان زمان مذکور ، جس کا کچھ حال اس سے پیشتر بیان ہو چکا ہے ، نہایت بہادر اور سخی مرد تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ شعر گوئی اور شعر فہمی میں بھی اس کے ہم عصروں میں کوئی اس کا جواب نہ تھا ۔ "بیکار" تخلص کرتا تھا ۔ اس کی ولادت سنہ ۹۶۹ھ میں ہوئی تھی ۔ ادراکی بیگلار نے جس کا آگے چل کر ذکر آئے گا چنیسر نامہ اسی کے نام سے منسوب کیا تھا ۔ "منتخب التواریخ" کے مصنف اور میر طاہر نے یہ کتاب اس کی تصنیف بتائی ہے جو غلط ہے کیونکہ راقم الحروف (میر قانع) نے وہ نسخہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کا مصنف ادراکی بیگلار ہی ہے اور یہ [میر ابو القاسم] اس کا ممدوح ہے ۔

www.maktabah.org

مقیم سلطان

مقیم سلطان ولد خان زمان، ابو القاسم سلطان کا بھائی، بھی ارغون اور بیگلار قبیلہ کا ایک ممتاز امیر گذرا ہے۔[۲۲۳]

[مسکین ترخان]

مسکین ترخان، شاہ بیگ اور مرزا شاہ حسن کے عہد میں ان کے معزز اور ممتاز امرا میں تھا۔ شاہ حسن کے نزدیک اس کے مقرب اور معزز ہونے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ جب اس نے (مرزا نے) ملتان فتح کیا تھا تو ملتان کے حکمران سلطان محمود لانگاہ کے فرزند اور دختر کو اسی کے حوالہ کیا تھا۔

فرخ ارغون

یہ مرزا شاہ بیگ اور شاہ حسن کے مشہور و معروف امرا میں نہایت بہادر اور بزرگ تھا۔ جامع فرخ اسی کی شاندار یادگار ہے جو عہد شاھجہاں میں دوبارہ تعمیر ہوئی تھی۔ دو تازہ قطعات کے علاوہ موجودہ عمارت بدستور اپنی سابقہ صورت میں موجود ہے۔ (۱)

میر یونس ارغون

پہلے یہ ھمایوں بادشاہ اور محمد زمان مرزا کی ملازمت

۱۔ اس مقام پر اصل متن کی عبارت میں خلل ہے۔ مرقوم ہے "و بنائے حال شعر دو قطع اساس زمین قریب هم ازان قرار صورت ظهور داد" اس میں لفظ "شعر" غالباً کاتب کے سہو سے شامل ہو گیا ہے اور غالباً اس مقام پر لفظ "باستثنا" رہا ہوگا۔ ترجمہ اسی خیال کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

www.maktabah.org

میں تھا اس کے بعد مرزا شاہ حسن کے امرا کی فہرست میں داخل ہوا ۔ آخر میں یہ سلطان محمود خان سے جا ملا تھا جس کے بعد اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی ۔ اپنی وفات کے سے دو دن قبل اس نے اپنی تاریخ وفات اس مصرع سے اخذ کی تھی :

"رستم از قید این و آن اے دل"۔ [۲۲۴]

شاہ حسین تکدری

یہ مرزا شاہ حسن کے تکدری امرا کی فہرست میں داخل تھا ۔ تیزیٔ طبع ، عمدگیٔ ذہن اور اعلیٰ آداب و اطوار کے اعتبار سے یہ اپنی نظیر آپ تھا ۔ [اس کے علاوہ] وہ اپنے وقت کے علما کا سردار تھا اور فن تاریخ میں خاص کمال رکھتا تھا ۔ "روضۃ السلاطین" اسی کی تصنیف ہے ۔

میر علیکہ ارغون

شاہ بیگ اور شاہ حسن کے امرا میں اپنی بے مثل شجاعت اور لا جواب ذہانت کی وجہ سے بے حد مشہور تھا ۔ ہمایوں بادشاہ کے اوج کے دنوں میں کسی موقع پر مرزا شاہ حسن نے اسے اس کے پاس بھیجا تھا ، جہاں سے وہ بغیر اجازت لئے ، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ، واپس آ گیا تھا اور آ کر بیان کیا تھا کہ "بادشاہ کے رویہ سے ایسا نظر آتا تھا کہ جیسے عنقریب کوئی شخص اس کے خلاف بغاوت کرے گا"۔ اس وقت یہ صورت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ لیکن اتفاق دیکھئے کہ چند ہی دنوں کے بعد وہ [پہاڑ] جیسا [مستحکم] بادشاہ شیر خان کے ہاتھوں در بدر ہو گیا ۔

غضنفر بیگ ارغون

مرزا باقی نے اسے ٹھٹے سے نکال دیا تھا اور وہ سر زمین

www.maktabah.org

کنچھ میں آوارہ پھرتا رہا۔ لیکن پھر مرزا جانی بیگ کے زمانے میں خسرو خان کی سفارش پر واپس آ کر مقربین میں شامل ہوا۔ خان خانان سے جنگ کے موقع پر سیوھن کے قرب و جوار میں مردانہ کارنامے دکھانے کے بعد قتل ہو گیا۔

مرزا بیگ عادل خاں ترخان

بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے مرزا باقی کے زمانے میں یہ جا کر اکبری دربار میں داخل ہو گیا تھا۔ جہانگیر کے عہد میں یہ قندھار کا [۲۲۵] حاکم بنایا گیا تھا لیکن چونکہ یہ قزلباش لشکر کا مقابلہ نہ کر سکا تھا اس لئے اس کی جگہ مرزا غازی بیگ نے، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے، جا کر سرخروئی حاصل کی اور اس کا قائم مقام ہوا۔ وہ نکتہ سنج اور تیز طبع تھا۔ میر طاہر نے "تاریخ طاہری" اسی سے منسوب کی ہے۔

ملا بہبود

یہ مرزا عیسیٰ کے خاص خیلیوں میں سے تھا۔ مرزا باقی نے اسے محل کی ایک کنیز عطا کی تھی جس کے بطن سے میر علی نامی فرزند پیدا ہوا تھا۔ مرزا باقی کے زمانے میں جان بابا سے جنگ کے دوران سخت حملوں کے بعد یہ کام آیا۔ اس کے فرزند نے خود کو ارغون خاندان کا فرد تصور کرتے ہوئے مرایم علی سلطان کا لقب اختیار کیا تھا۔

قاضی خمیسہ

یہ اصل میں ایک آوارہ شخص تھا۔ قاضی کا لقب "برعکس نہند نامی زنگی کافور" کے مصداق تھا۔ ممکن ہے یہ قاضی گھرانے کا فرد ہو۔ مرزا باقی کی پریشانی کے زمانے میں اس کی

www.maktabah.org

رفاقت اور اپنی قسمت کی یاوری کی وجہ سے نالائق ہوتے ہوئے بھی یہ مرزا باقی کے عہد میں اس کے بھائی مرزا صالح کی جاگیروں پر قبضہ کر کے سارے ملک کا وکیل مطلق اور مدارالمہام ہوا - اس کا اوج اس حد کو جا پہونچا تھا کہ وہ ہزاروں گھوڑوں اور ملازموں کی جلو میں نکلا کرتا تھا - اس کی انسانیت ذیل کی روایت سے ظاہر ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن سید علی شیرازی اور شیخ عبدالوہاب پورانی، کچھ علما، ممتاز اور سرکردہ افراد کے ساتھ کسی ضروری کام کے فیصلہ کے لئے اس کے [۲۲۶] پاس آئے - [ان کی آمد پر] اس نے حقارت کے ساتھ کہا کہ "آؤ اے ملاؤ!" اس جماعت میں قاضی نعمت اللہ بڑا تیز طبع تھا اس سے ضبط نہ ہو سکا اور کہا: "قاضی صاحب، ملا کے معنی کیا ہیں؟"- چونکہ وہ علم معقولیت سے قطعی نا آشنا تھا اس لئے اس سوال کے جواب میں اس نے انگلی سے ایک گول دائرہ کھینچ کر کہا کہ "یہ کیسی شکل ہے؟" اس پر وقت کے جملہ فلسفیوں اور صاحبان کمال نے یہ لا یعنی شکل دیکھ کر حیرانی سے کہا کہ "ہمیں اس عجیب و غریب شکل کی حقیقت کا علم نہیں آپ خود ہی بیان کریں"- اس نے کہا کہ "یہ شکل ایسی نہیں ہے کہ اتنی بزرگی کے باوجود تم چکر میں پڑ جاؤ!" پھر اس نے ایک اور ہندسہ جیسی شکل کھینچ کر کہا کہ "اچھا یہ آسان ہے اس کا جواب دو"- انہوں نے جواب دیا کہ ہئیت، حکمت، ہندسہ، کیمیا، سیمیا، توحید اور تسخیر کے ہم نے بے شمار مسئلے پڑھے ہیں لیکن ایسی شکل ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آئی اور آپ کے روشن دل کے سوا کہ آپ درخت عقل

www.maktabah.org

کی پھنگی ہیں، یہ کسی بھی دوسرے کے خیال میں نہیں آسکتی"۔ [اس پر اس نے] کہا کہ "اے نادانو! باوجود اس زعم ہمہ دانی کے تم جس شکل کو سمجھنے میں ناکام رہے ہو وہ ایک ادنیٰ کسان کے بیل کے پیشاب کی شکل ہے"۔ ایسے شخص کی صحبت دیکھ کر وہ بزرگ بغیر اپنا مطلب ظاہر کئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب اس نے دیکھا کہ ان بزرگوں کو اس نے بے حد تکلیف پہونچائی ہے تو معافی طلب کر کے وہ جس مقصد کے لئے آئے تھے ان کا وہ مقصد پورا کر دیا۔

یہ حاکم کی بدتمیزی تھی کہ اس نے ایسے بیوقوف شخص کو مدارالمہام بنایا تھا۔ اس کے بعد ضرورت ہونے کے باوجود ان بزرگوں میں سے کوئی بھی اس کے پاس نہ گیا۔[۲۲۷]

خواجہ خلیل

پہلے یہ غیر معروف شخص تھا لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے مرزا باقی کو ڈوبنے سے بچانے کی خدمت کے بدلے میں اعلیٰ منصب پر فائز ہو کر مہردار ہوا۔ ذاتی طور پر یہ ایک اچھا آدمی تھا۔ اس کی درگاہ مکلی میں مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس درگاہ کے تعمیر ہونے پر اس نے وصیت کی تھی کہ "چونکہ اس درگاہ کی تعمیر حکمرانی کے زمانے میں ہوئی ہے اور ممکن ہے کہ کسی مزدور کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہو چنانچہ مجھے اس کے اندر دفن نہ کرنا"۔ اسی وجہ سے اسے اس کے باہر صحن میں ایک علٰحدہ گنبد کے نیچے دفن کیا گیا۔

خسرو خان چرکس

یہ چنگیز خان کی اولاد میں سے چرکس خاں سے منسوب ہے جو قبچاق کے میدان پر حکومت کرتا تھا۔ ابتدا میں یہ

www.maktabah.org

ملا جانی بندری کے پاس تھا جس سے مرزا عیسیٰ نے لے کر آفتابہ بردار بنایا تھا - اس کے بعد اس کے ذاتی جوہر دیکھ کر اسے جلد ہی [بعض] پرگنوں کی حکمرانی عطا کی - مرزا باقی کے زمانے میں ترقی کرتا گیا اور مرزا جانی بیگ کے زمانے میں یہ بڑا معتمد امیر بن گیا - اس جیسا با توفیق اور صاحب خیر اس سر زمین پر دوسرا کوئی نہیں پیدا ہوا - جتنے آثار اس کے باقی ہیں کسی بھی [دوسرے] امیر یا بادشاہ کے اس کے دسویں حصے کے برابر بھی نہیں ہیں - ٹھٹھہ ، مکلی اور شہر کے گرد و نواح میں [اس نے] تین سو ساٹھ مسجدیں ، درگاہیں ، پل ، کنویں اور تالاب تعمیر کرائے جن میں سے ہر ایک پر کافی رقم خرچ ہوئی - اس توفیق کا سبب یہ تھا کہ ایک دن وہ اپنی حویلی کی چھت پر چڑھا اور اس کی نظر اچانک پڑوسی کی عورت پر جا پڑی جو [برہنہ ہو کر] غسل کر رہی تھی - [۲۲۸] اس پر اس نے اپنی وہ آنکھ نکلوا دینی چاہی لیکن علما نے اسے منع کیا اور پھر یہ جملہ کار خیر اس نے اسی کے کفارہ میں انجام دیئے -

اس کے فوت ہونے کے بعد کسی صاحب کشف نے اسے خواب میں دیکھ کر اس سے حال دریافت کیا - اس نے جواب دیا کہ "دنیا میں نیکی کے جو کام میں نے کئے وہ سب ناموری اور شہرت کا خیال رکھنے کی وجہ سے میرے کسی کام نہ آئے - لیکن ایک دن جب کہ میں کچھ لکھنے میں مشغول تھا ، ایک مکھی روشنائی چاٹنے کے لئے ایک حرف پر آ بیٹھی تھی - اس پر اپنے اختیار سے میں نے اس مکھی کے خود بخود اڑنے تک قلم کو لکھنے سے روکے رکھا تھا - اس [حقیر] مخلوق

www.maktabah.org

ور رحم کھانے کی وجہ سے میری بخشش ہوگئی"۔

وہ ایک نامور ترخانی امیر تھا اور جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے غازی بیگ کی نگرانی کے لئے دوسرے سرداروں کے ساتھ [دہلی سے] ٹھٹے آیا تھا - مرزا جانی بیگ کے بعد جب مرزا غازی بیگ [شہنشاہ اکبر کے] حضور میں روانہ ہوا تو کتنے ہی عرصہ تک وہ [ٹھٹے میں] خود مختاری کے ساتھ حکومت کرتا رہا - اس کے ایام [حکومت] میں چرکس [خاندان کے] افراد اور اس کے نواسوں نے بڑے مظالم کئے تھے جس کی وجہ سے وہ مرزا غازی کے دل سے اتر گیا تھا اور اس نے اس کی موقوفی کا حکم جاری کر کے اس کی جگہ ہندو خان کو مقرر کیا تھا لیکن چونکہ جلد ہی مرزا غازی فوت ہو گیا اور دوسری طرف اس کی زیادتیاں حضور میں بیان کی گئیں، اس لئے ملک، تیموری (مغل) امرا کے تصرف میں آیا - ایک روایت کے مطابق ٹھٹے سے لاہری بندر جا کر وہ ایران چلا گیا اور دوسری روایت کے مطابق وہیں فوت ہوگیا - اس کا سجع خسرو دہلوی کا یہ مصرع ہوا کرتا تھا — ع

"خسرو از تو پناہ می طلبد" - [۲۲۹]

بھائی خان

لطف اللہ نامی مذکورہ خسرو خان کا بیٹا [بادشاہ کے] حضور اور قندھار میں غازی بیگ کے ساتھ تھا - قندھار سے پٹھانوں کو نکال باہر کرنے [کی مہم] میں اس نے نمایاں کارنامے انجام دیئے - اس کا بیٹا فتح اللہ [اپنے] دادا [خسرو خان] کے زمانہ میں پرگنہ چاچکان میں خود مختاری کے ساتھ حکومت کیا کرتا تھا -

www.maktabah.org

اب قطب الاقطاب شیخ بہاؤ الدین ملتانی کے پوتے شیخ کالہ خان کی اولاد اور مذکور خسرو خان کے نواسے جو قریشی قبیلے کی حیثیت سے مشہور ھیں اسی کی حویلی میں رھتے ھیں جو [منہدم ھو کر] صرف کھنڈر رہ گئی ھے -

ملا محمد علی

یہ مرزا جانی بیگ کا وزیر اور مغل گھرانے کا داماد تھا - ٹھٹے کا ایک محلہ اسی کے نام سے مشہور ھے - اس کا بیٹا محمد قاسم شاھجہانی وزیر جعفر خان کی خدمت میں منشی تھا - اس کے محمد مقیم اور محمد عارف نامی دو بیٹے ھوئے جن میں سے محمد مقیم باپ کے بعد اسی سرکار کا منشی ھوا اور محمد عارف شہزادہ کام بخش کا منشی مقرر ھوا - دونوں کی اولادیں دھلی منتقل ھوگئیں اور ٹھٹے میں اس کے نواسے جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا، آج تک موجود ھیں -

ملا گدا علی "بھائی خان"

ملا گدا علی، بھائی خان ابن مہتر عسل ، مرزا جانی بیگ کے امرا میں سے تھا اور مرزا غازی بیگ کے ساتھ زھر کھا کر مر گیا تھا - [ٹھٹے میں] "محلہ بھائی خان" اسی کے نام سے موسوم ھے - [۲۳۰]

محمد امان ترخان

یہ جانی بیگ کے امرا میں سے تھا - عام طور پر اسے "ملک امان" کہا کرتے تھے - "چوک ملکمان" الف کی تخفیف سے ، [ٹھٹے میں] اسی کے نام سے مشہور ھے -

امیر بیگ

یہ باقی ماندہ ارغونوں میں سے ھے - مرزا جانی بیگ

www.maktabah.org

کے لشکر کا بخشی تھا اور اس کے ساتھ [شہنشاہ کے] حضور میں بھی گیا تھا ۔ [ٹھٹے میں] "امیر بیگ کا بازار" اسی سے منسوب ہے ۔

میر احمد بیگ مزنگ

یہ مرزا جانی بیگ کا خاص معتمد تھا ۔ مرزا غازی بیگ نے اسے "سلطان" کا لقب دے کر وکیل کُل بنایا تھا ۔ اس کے بعد جب اُسے قندھار کا صوبہ تفویض ھوا تو امان خان، (مذکورہ بالا) کے عذر پیش کرنے پر اس کی بجائے اسے (احمد بیگ) "اعتماد خان" کا لقب دے کر [اس نے] اپنی جانب سے، اپنے سے پہلے وھاں روانہ کیا تھا ۔ اس کا بیٹا منعم بیگ اور پوتا میر شرف ٹھٹے میں مشہور تھے ۔ پیر پٹھا کے درگاہ کی سیڑھی جو کھٹی کے لقب سے مشہور ہے میر شرف کی یادگار ہے ۔ اس کی اولاد میں میر منون اور میر چتن ٹھٹے کے نامور بزرگ تھے ۔ ایک بڑا محلہ ان کی سکونت گاہ تھا جہاں آج کل امیر خانی رھا کرتے ھیں ۔ اس کے گھرانے میں اس اولاد کے سوا جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا اور کوئی باقی نہیں ہے ۔ [۲۳۱]

-*○*○*-

www.maktabah.org

گیارھواں باب

تیموری (مغل) شہنشاھوں کے امرا کا طبقہ

مرزا غازی کی وفات کے بعد (جو سنہ ۱۰۲۱ ھ میں ھوئی) جب خسرو خان نے لاپرواھی ظاھر کی اور ھندو خان اس کے مقابلہ پر بے بس ھو کر دور بھاگ گیا تو میر عبدالرزاق نے جا کر یہ حال حضور میں عرض کیا، جس پر حکم ھوا کہ کسی دوسرے امیر کے آنے تک وہ خسرو خان کو بید خل کر کے ان حدود کو اپنے قبضے میں لائے۔ چنانچہ عاقبت اندیشی سے کام لے کر جیسا کہ بیان ھو چکا ھے خسرو خان دستکش ھو گیا۔

[مرزا رستم]

مرزا رستم، بن سلطان حسین مرزا، بن بھرام مرزا، بن شاہ اسمٰعیل صفوی، پہلے قندھار کے نواح میں زمین داور کا حاکم تھا۔ اوزبکوں کے خراسان پر غلبہ کر لینے کے بعد مقابلہ کی طاقت نہ پا کر سنہ ۱۰۰۲ ھ میں وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ھو گیا تھا جس کے بعد وہ مستقلاً ملتان کا گورنر رھتا آیا

www.maktabah.org

تھا - پھر یہ ٹھٹے کا گورنر مقرر ہوا -

"منتخب التواریخ" میں مرقوم ہے کہ جہانگیر بادشاہ نے اسے پنج ہزاری [کے منصب] سے سر بلند فرما کر ٹھٹے کی حکومت اور نگرانی عطا کی، اور میر عبدالرزاق معموری کو ٹھٹے کی زراعت کی، قدیمی دستور اور رواج کے مطابق جمع بندی کرکے، [جملہ پیداوار] اسے جاگیر میں دینے کا حکم دیا - اس کے علاوہ دو لاکھ روپئے نقد انعام اسے مزید امدادی اخراجات کے طور پر عطا ہوئے- [۲۳۲] ظل الٰہی کو اس صوبہ کی آبادی کا بڑا خیال تھا - اسی لئے [یہ ملک] مذکورہ مرزا کے سپرد کر کے اسے یہاں کی رعایا کی دلجوئی اور خلق کو آرام پہونچانے کے بارے میں تاکید کی گئی تھی - کیونکہ ترخانی گورنروں کے رد و بدل کے دور میں اس ملک پر اعتدال سے زیادہ مصائب گزر چکے تھے - حضور اعلیٰ کے دل میں یہی خیال تھا کہ وہ عدل و انصاف کے شرائط پوری طرح بجا لائے گا - لیکن اس کے اس سرزمین پر آنے کے بعد معاملہ بر عکس نظر آیا - چنانچہ مجبوراً کچھ عرصہ کے بعد اسے موقوف کرکے ملک کو(۱) راجہ "سنگھ

---

۱ - منتخب التواریخ اور تزک جہانگیری سے ثابت ہوتا ہے کہ "ملک" کو نہیں بلکہ مرزا رستم کو جہانگیر بادشاہ نے "راجا انی سنگھ دنی" کے سپرد کیا تھا کہ وہ مرزا کے ظلم و تعدی کی تحقیقات کرے تاکہ مرزا کی بھی تنبیہہ ہو اور دوسرے عہدہ دار بھی عبرت پکڑیں - تزک میں بادشاہ جہانگیر نے لکھا ہے: "-چوں ظلم و تعدی ازو (مرزا رستم) بخلق خدا بسیار رسیدہ بود ، باز خواست آں بمقتضاے

[بقیہ حاشیہ ص ۲۹۱ پر]

www.maktabah.org

سن" (۱) کے حوالہ کیا گیا اور فیصلہ ھوا کہ جب تک (مرزا رستم] فریادیوں کو راضی نہ کرے گا تب تک اسے دربار میں حاضر ھونے کی اجازت نہیں ملے گی۔ [بآلاخر] دو سال کے بعد یہ پابندی ختم ھوئی ۔ اس کے بعد خلعت سے سرفراز کر کے اسے پہلے صوبہ اله آباد اور اس کے بعد پٹنہ و بہار [کی حکومت] سے سرفراز کیا گیا۔ آخیر میں شاھجہاں کے ایام میں [اس نے] گوشہ نشینی اختیار کر کے آگرہ میں اقامت اختیار کی اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ھو گیا۔ وہ شعر بڑے عمدہ کہتا تھا اور ان

[بقیہ حاشیہ ص ۲۹۰]

عدالت لازم گشتہ ، او را بہ راجا انی رائے سنگھ دنی سپردم تا بحقیقتِ عمل او باز رسیدہ شود، و او فی الجملہ تنبیہی یافتہ دیگراں متنبہہ و عبرت پذیر گردند" [تزک جہانگیری نول کشور ص ۱۲۹ - ۱۳۰]

۱ - یہاں "راجا سنگھ سن" کتابت کی غلطی معلوم ھوتی ھے۔ خود قانع نے مقالات الشعرا (ص ۴۸۹) میں منتخب التواریخ کے حوالے سے مرزا رستم کے تذکرے میں "انی رائے سنگھ دلن" لکھا ھے ۔ ماثر الامرا کی رو سے "راجا انی رائے سنگھ دنی" راجہ انوپ سنگھ کا خطاب تھا ۔ ایک مرتبہ شیر کے شکار کے موقع پر بادشاہ جہانگیر نے ایک شیر پر بندوق چلائی ۔ شیر نے زخمی ھو کر بادشاہ پر حملہ کیا ۔ انوپ سنگھ نے جان پر کھیل کر ، شیر کا مقابلہ کیا ، خود زخمی ھوا لیکن شیر کو مغلوب کرکے بادشاہ کی جان بچائی ۔ اس بہادری اور وفاداری پر بادشاہ جہانگیر نے انوپ سنگھ کو "راجا انی رائے سنگھ دنی" کا خطاب دیا جس کے معنی ھیں "سردار فوج ، شیرافگن"۔ [ماثر الامرا ، ۲/۲۲۰]

www.maktabah.org

میں "فدا" (۱) تخلص کرتا تھا۔

اس کا بھائی مرزا مظفر حسین بھی قندھار کا والی تھا اور اوزبکوں کے غلبہ کے بعد سنہ ۱۰۰۳ھ میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر [پرگنہ] سنبل کی جاگیر سے سرفراز ہوا تھا۔ اس سے بھی عمدہ اشعار مروی ہیں۔

مرزا رستم کا بیٹا مرزا مراد شاھجہانی امرا میں سے تھا اور اس کا لقب "التفات خان" تھا۔ وہ بھی بڑا تیز طبع تھا اور برجستہ اشعار کہا کرتا تھا۔

[مرزا مصطفی خان]

قصہ کوتاہ، مرزا رستم کے بعد مرزا مصطفٰی خان نامی ایک امیر ٹھٹے کا ناظم مقرر ہوا۔ [۲۳۳]

[مرزا با یزید بخاری]

اس کے (مصطفی خان کے) موقوف ہونے کے بعد مرزا بایزید، بن سید مبارک خان، بن لال خان. بن سید حبیب، بن سید یعقوب، بن سید صالح، بن سیدموسی، بن سیدابراهیم، بن سیداسمعیل، بن سید یحیی، بن سید محمود، بن سید رکن الدین، بن سید عبداللہ، بن سید مخدوم جہانیاں بخاری، سنہ ۱۵ جلوس جہانگیری (مطابق سنہ ۱۰۲۸ھ) میں دو ہزاری منصب حاصل کر کے دو ہزار پانسو سواروں کے ساتھ ٹھٹے کا حاکم مقرر ہوا۔ اس سے پیشتر وہ بکھر کا فوجدار تھا۔

[نواب شریف الملک]

اس کے بعد نواب شریف الملک عرف "شریف خاں یک چشم" ٹھٹے کا حاکم ہو کر آیا۔ اس کے وقت میں [یعنی]

---

۱ - نسخہ "ن" میں "فدائی" ہے۔ مقالات الشعرا میں بھی "فدائی" ہی ہے۔

www.maktabah.org

جلوس جہانگیری کے اکیسویں سال (مطابق سنہ ۱۰۳۰ھ) میں باپ سے ناراض ہو کر شاہزادہ (خرم) شاہجہاں کچھ خاص آدمیوں کے ہمراہ عراق و عجم [کی طرف جانے کے] کے ارادے سے ٹھٹے پہونچا - ٹھٹے میں [اس کا] کچھ عرصے تک ٹھہرنے کا ارادہ تھا - لیکن شریف الملک نے جنگ چھیڑ دی - کئی مرتبہ دونوں جانب سے توپ و تفنگ سر ہوئیں- شہزادے نے دو تین مرتبہ شہر کے مشرق، جنوب اور شمال کی جانب سے حملے کئے لیکن شکست کھائی- ایک مرتبہ مکلی کے پل کے قریب پیر بدر کے نزدیک سخت جنگ ہوئی جس میں قتل ہونے والوں کی هڈیاں آج تک دکھائی دیتی ہیں -

کہتے ہیں کہ [اسی دوران میں] ایک بار شہزادہ کی بیگم نے جو حاملہ تھی کچھ اناروں کی فرمایش کی، جس پر شہزادے نے خود اپنے ہاتھ سے اس بارے میں [نواب شریف خاں کو] خط لکھا - اس نے جواب دیا کہ "میں خود بیگم کے پاس بھیج رہا ہوں" پھر [۲۳۴] فی الفور اس نے ایک فرنگی توپ انداز کو بیگم کے اقامتی خیمہ پر گولہ پھینکنے کا حکم دے کر کہا کہ "دیکھو یہاں اس قسم کے انار پیدا ہوتے ہیں" اس گولے کے صدمہ سے بیگم کا حمل جس کے دن پورے ہو چکے تھے ساقط ہو گیا -

بعضے کہتے ہیں کہ شریف الملک نے خود دوربین سے دیکھ کر شہزادے کو نشانہ بنانے کے خیال سے توپ کا فتیلہ جلایا تھا لیکن آن واحد میں اتفاقاً شہزادے نے خیمہ تبدیل کر دیا اور نشانہ خطا ہو گیا - اسی پر غضبناک ہو کر اس نے اپنی اس آنکھ میں انگلی ڈال کر اسے نکال پھینکا جس

www.maktabah.org

سے نشانه باندھا تھا ۔ اسی وقت سے وہ کانا ھو گیا ۔ اگر یه روایت صحیح ھے تو [اس کا مطلب یه ھوا که] گویا اپنے فعل قبیحه کی سزا اسے خود اس کے اپنے ھاتھ سے ملی اور اس کی شامت اعمال سے اس کے دوسرے عہدیدار رفقا بھی اس کے ساتھ ملزم ھوئے۔

مرزا عیسیٰ خاں

یه مرزا عیسیٰ [اول] کے فرزند جان بابا کا بیٹا تھا۔ مرزا غازی کی تخت نشینی کے ابتدائی زمانه میں یه ابوالقاسم سلطان کے ساتھ شورش میں شریک تھا اور مرزا کے پاس سے جا کر سمیجه لوگوں میں [سکونت اختیار کر کے] موقع کا انتظار کرتا رھا تھا ۔ ابوالقاسم کے گرفتار اور اندھے ھونے کے بعد جان کے خوف سے وہ [شہنشاہ اکبر کے] حضور میں چلا گیا تھا وھاں وہ ملازموں کی فہرست میں داخل ھو کر طرح طرح کی خدمتیں بجالایا ۔ بآلاخر سنه ۱۰۳۲ھ [مطابق] آخری سال جہانگیری کی ابتدا میں [شہنشاہ] جہانگیر کی جانب سے چار ھزار سواروں کے منصب کے ساتھ وہ ٹھٹے کی حکومت پر مامور کیا گیا اور شاھجہانی دور تک اسی طرح آرام کے ساتھ وقت گذارتا رھا ۔ اس کی درگاہ مکلی میں ھر ملک کے تماشائیوں کے لئے تماشا گاہ ھے ۔ [۲۳۵]

کہتے ھیں که [درگاہ کے لئے] پتھر اس نے خود اسی علاقه سے بھیجے تھے اور وہ اٹھارہ سال میں مکمل ھوئی تھی۔ اس پر خرچ موضع نورائی کی آمدنی سے ھوا تھا جو اس کے بزرگوں کی قبروں کے اخراجات کے لئے وقف تھا ۔

کہتے ھیں که اس درگاہ (خانقاہ) کے دوران تعمیر ھی میں

www.maktabah.org

مرزا وفات کر گیا اور اس کے عمال نے اس کی مزید تعمیر روک دی - ورنہ مرزا کا خیال تھا کہ بڑے نشیمن کے سامنے چاروں طرف قابل دید نشیمن ایک دوسرے کے جواب میں تعمیر کرائے جائیں -

نواب امیر خاں

قصہ مختصر ، اس کے بعد نواب امیر خاں میر "ابوالبقا" ابن نواب قاسم خاں نمکین هروی بن ملا میر سبزواری [آیا] - چونکہ شاہ جہاں ، مذکورہ شریف خان کے ساتھیوں سے ناراض تھا اور ککرالہ کے جام کی وہ گستاخی ، جو اس نے اس کے لشکر کے بازار پر حملہ کیا تھا ، اسے نہ بھولی تھی، ساتھ ھی ساتھ نکامرہ قوم کے دھا راجہ رانا اور مذکورہ بالا رانا کے جاگیر کے اونٹوں کے نگران حمل جت کی بہترین خدمات بھی اسے یاد تھیں - چنانچہ اس نے مذکورہ نواب کو شہر [ٹھٹہ] کا حکمران بنا کر روانہ کیا - وہ سنہ ۱۰۳۷ھ کے آخر میں روانہ ھو کر ٹھٹہ پھونچا اور ٹھٹے پر مامور بیشتر عہدیداروں کو موقوف کر کے معتوب کیا اور ککرالہ کے جام کو بھی شاھی سزا دی- حمل جت اور رانا دھاراجہ حضور میں پھونچ کر سرفراز ھوئے - امیر پور اسی کا (امیر خان کا) آباد کردہ ھے اور اسی کے نام پر مشہور ھے - اس کا سبب یہ ھے کہ امیر [مقرر] ھونے سے پیشتر ایک مرتبہ سوار ھوکر وہ اس طرف سے گذرا تو چرواھوں نے اس صحرا میں اس کی بڑی خدمت کی جس سے خوش ھو کر اس نے ان کے حالات دریافت کئے اور اسے معلوم ھوا کہ یہ زمین ویران ھے اور اس مقام کے باشندے [صرف] [۲۳۶] گلہ بانی کرتے ھیں جس کی وجہ سے ان کی

www.maktabah.org

گذر بسر بڑی مشکل سے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ جب وہ ٹھٹے کا ناظم ہو کر آیا تو اسی احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے اس نے اس زمین کی پیمائش کرائی اور پھر اسے مذکورہ بالا لوگوں کے نام کر دیا جنھوں نے اس کے حکم کے مطابق اسے آباد کیا اور ایک گاؤں بنا کر [آرام سے] رہنے لگے۔ [اب] یہ گاؤں بٹھورہ، بہرام پور، درک اور پلیچار کا مرکز ہے۔

غرض وہ ایک شاندار امیر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد میں [بڑی] برکت دی ہے۔ امیر خانی (۱) افراد سندھ و ہند میں اپنی عزت علم اور دانائی کے کمال میں مشہور ہیں۔ اس کی (امیر خان کی) دانائی کے بارے میں عجیب و غریب حکایتیں مشہور ہیں۔

نقل ہے کہ ایک دن آئینہ دیکھتے ہوئے اس نے اپنے عکس کو "سلام علیکم" کہا۔ حاسدوں نے اسے اس کے دماغ کے خلل سے تعبیر کر کے بادشاہ سے آ کر عرض کیا۔ جب اسے یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے [بادشاہ سے] عرض کیا کہ "میں نے اپنے عکس کو سلام اس لئے کیا تھا کہ مجھے اپنی داڑھی میں کچھ سفید بال دکھائی دیئے تھے اور اس خوشی میں کہ حضور اعلیٰ کے زیر تربیت یہ غلام بوڑھا ہو رہا ہے میں اپنی اس داڑھی کی تعظیم بجا لایا"۔ اس کی یہ عرض حضور کو پسند آئی۔ پھر اس نے عقلمندی سے کام لے کر ان بالوں کو بالکل نہ چھیڑا جو اس کے خیال کے مطابق مونچھوں کو تاب دے رہے تھے۔ اس کی باقیات میں چوک عبدالغنی اور ملک مان کے وسط میں محلہ بھائی خان کی ایک مسجد جو

۱۔ نسخہ "ن" میں "سادات" ہے۔

www.maktabah.org

ھندوؤں کی مڑھی کو مسمار کرکے [تعمیر کرائی گئی تھی] یادگار ھے - اس کی خانقاہ مکلی کے قبرستان میں ھے - اس کی اولاد میں کثیر بزرگ ھو گذرے ھیں - مثال کے طور پر سیوستان کا فوج دار ضیاءُ الدین، شمس الدین، [۲۳۷] ملتفت خان اور اپنے عہد کا محقق اور ولی میر ابو المکارم متخلص بہ "شہود" جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا، [یہ سب] اسی کی اولادوں میں سے تھے ان کے علاوہ [انھی میں سے] علوم عقلی و نقلی کا جامع میر عبدالرزاق بھی اپنے وقت کا یگانہ روزگار فرد گذرا ھے -

کہتے ھیں کہ بعض لفظوں کو ادا کرنے میں وہ کچھ ھکلا جاتا تھا چنانچہ اپنی صحیح تدبیر سے [اپنا یہ عیب] اس نے بالکل چھپا لیا تھا اور جن لفظوں کو ادا کرنے میں اس کی زبان لکنت کرتی تھی اس نے وہ الفاظ بولنے چھوڑ دیئے تھے - [کمال یہ ھے کہ] اسی طرح وہ ھر زبان میں گفتگو کرتا تھا اور اگر کسی موقع پر ایک زبان میں بند ھوتا تھا تو فوراً دوسری زبان میں بولنا شروع کر دیتا تھا - اس کی قوت فہم، زبان پر دسترس اور علوم کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ھے :

مثال : واصل بن عطا بڑا فصیح [البیان شخص] تھا لیکن "السع" تھا - "السع" اسے کہتے ھیں جو حرف "را" کا تلفظ ادا نہ کر سکے - چنانچہ وہ یہ تکلف کیا کرتا تھا کہ حرف "ر" کو کلام میں مطلق نہ لایا کرتا تھا - ایک دن اس سے پوچھا گیا کہ "نیزہ پھینک کر گھوڑے پر سوار ھو" کو عربی میں کس طرح ادا کیا جائے گا؟" مطلب

www.maktabah.org

یہ تھا کہ وہ کہے گا کہ "اطرح رمحک و ارکب فرسک" ۔ لیکن اس نے فی البدیهه کہا کہ "آلق قناتک و اعل جوادک" ۔

نواب مظفر خان جہانگیری

بہر حال، امیر خان کے بعد نواب مظفر خان جہانگیری عرف میر عبدالرزاق معموری، جو بیان مذکورہ سابقہ کے مطابق لودی خان کے بعد ترخان خاندان کے حاصل کردہ پرگنوں کا امین تھا اور خسرو خان کے بعد ان امانتوں کے علاوہ ٹھٹے کا ضابطہ جس کے ذمہ تھا، وہ بالاستقلال ناظم مقرر ہوا ۔ ٹھٹے کے گودری بازار والی جامع مسجد اسی کی یادگار ہے جسے اس نے اپنے امین ہونے کے [۲۳۸] زمانہ میں تعمیر کرایا تھا اور جو خضری مسجد کے نام سے مشہور ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس مقام پر پہلے ہندوؤں کی مڑھی تھی جسے "نہال دریا" کہا کرتے تھے لیکن مذکورہ نواب نے سنہ ۱۰۱۷ھ میں اسے منہدم کرا کے یہ مسجد تعمیر کرائی ۔

[سید ابراهیم]

اس کے بعد بیان کردہ میر بایزید بخاری کے فرزند سید ابراهیم کو امارت [ٹھٹہ] تفویض ہوئی ۔

نواب مغل خان

اس کے بعد سنہ ۱۰۵۷ھ مطابق سنہ ۲۱ جلوس شاهجہانی میں نواب مغل خان امارت ٹھٹے پر مامور ہو کر آیا اور چھ سال تک مرادیں حاصل کرتا رہا ۔ اس کے عہد امارت میں سنہ ۱۰۵۹ھ مطابق سنہ ۲۳ جلوسی میں ملک ٹھٹہ شہزادہ اورنگ زیب کے حوالہ ہوا ۔ بکھر اور سیوستان کا علاقہ [اسے]

www.maktabah.org

شرطی زمینداری کے طور پر عنایت ھوا۔ اس سے پیشتر صوبہ ملتان بھی تاج شاھی کے اس بے بہا ھیرے (اورنگ زیب) کو تنخواہ میں جاگیر مل چکا تھا۔ چنانچہ قاعدے کے مطابق صوبوں کے گورنر اس کے نائب کی حیثیت سے اس سے وابستہ رھنے لگے۔

نواب ظفر خان

اس کے بعد سنہ ۱۰۶۳ھ مطابق سنہ ۲۷ جلوسی میں نواب ظفر خان ٹھٹے کا نائب مقرر ھوا وہ چھ سال تک مامور رھا۔ وہ صاحبقران ثانی [شاھجہان] کے زمانے کا آخری حاکم تھا۔ "مشکین باغ" جس کا اب صرف نام باقی رہ گیا ھے اسی کا بنوایا ھوا ھے۔

اس کے ایام میں شاھجہانی جلوس کے انتیسویں سال مطابق سنہ ۱۰۶۵ھ میں دارا شکوہ کا فرزند سپہر شکوہ ھفت ھزاری کے منصب کے ساتھ ٹھٹے کا امیر مقرر ھو کر آیا اور شہر کا سابقہ ناظم اس کا نائب مقرر ھوا۔[۲۳۹]

قباد خان

پھر جب صاحبقران ثانی (شاھجہان) کے فرزند گرامی بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کا دور آیا تو سنہ ۱۰۶۹ھ میں [ٹھٹے میں] قباد خان [مامور ھوکر] آیا۔ اتفاق سے اس کے ایام میں اس ملک کے باشندوں پر سخت قحط اور وبا کی مصیبت آئی۔ اس کے ساتھ ھی شہزادہ محمد دارا شکوہ بھی آ وارد ھوا جس کے لشکر کی آمد سے اور بھی نئی مصیبت پیدا ھوگئی۔

مشہور ھے کہ ٹھٹے کی طرف آتے وقت دارا شکوہ دل میں یہ سمجھ رھا تھا کہ وھاں کا قلعہ لایق سکونت ھوگا [لیکن جب قلعہ] نظر آیا تو اس نے دریافت کیا کہ "یہ

www.maktabah.org

کس کی حویلی ہے ؟" اور جب اسے بتایا گیا کہ دارالحکومت اور قلعے کے شاہی محلات یہی ہیں تو غصہ میں باہر نکل کر اس نے اسے آگ لگا دینے کا حکم دیا چنانچہ حکم کے مطابق شہر کے گھاٹ کو نذر آتش کردیا گیا اسی پر اس کا نام "سوختہ گھاٹ" پڑا ۔

[نواب لشکر خان]

غرض، قباد خان کے بعد سنہ ۱۰۷۱ھ مطابق سنہ ۳ جلوس عالم گیری میں نواب لشکر خان ٹھٹے آیا اور چار سال تک رہا ۔

[نواب غضنفر خان]

اس کے بعد نواب غضنفر خان (۱) سنہ ۱۰۷۵ھ مطابق سنہ ۷ جلوس عالمگیری میں ٹھٹے آیا اور تین سال رہنے کے بعد فوت ہو گیا ۔

[نواب سید عزت خان عرف عزت پیر]

اس کے بعد نواب عزت خان عرف عزت پیر جو بکھر کا فوجدار تھا سنہ ۱۰۷۸ھ مطابق سنہ ۱۰ جلوس عالمگیری میں امارت ٹھٹے سے سرفراز ہوا اور پورے دو سال تک یہاں رہا ۔[۲۴۰]

[نواب ابو نصرت خان]

اس کے بعد عالم گیر بادشاہ کا ماموں نواب ابو نصرت خان جو ایک دیندار اور پرہیزگار امیر تھا اور شعر گوئی میں بھی مہارت رکھتا تھا سنہ ۱۰۸۰ھ (۲) مطابق ۱۲ سنہ جلوس

۱۔ نسخہ "ل" میں مظفر خان ہے ۔

۲ ۔ اصل متن میں "درسال ہزار وہشتاد و دو "ہجری" ہے لیکن یہ

[بقیہ حاشیہ ص ۳۰۱ پر]

www.maktabah.org

عالم گیری میں ٹھٹھے کا ناظم ہو کر آیا اور دو سال تک یہاں رہا ۔

[نواب سعادت خان]

اس کے موقوف ہونے کے بعد سنہ ۱۰۸۲ھ مطابق سنہ ۱۴ جلوس عالم گیری میں نواب سعادت خان کو ٹھٹھے کی صوبیداری عطا ہوئی ۔

[نواب سید عزت خان]

تقریباً دو سال گذرنے کے بعد پھر نواب سید عزت خان دوسری بار سنہ ۱۰۸۴ھ مطابق سنہ ۱۶ جلوس عالم گیری میں ٹھٹھے کا ناظم ہو کر آیا اور چھ سال تک حکومت کرتا رہا ۔

[نواب خانہ زاد خان]

اس کے بعد سنہ ۱۰۹۰ھ مطابق سنہ ۲۲ جلوسی میں نواب خانہ زاد خان ٹھٹے کا ناظم ہو کر آیا اور تقریباً پانچ سال تک رہا ۔ شعر گوئی میں اسے خاصہ ملکہ تھا اس کے اشعار کتابوں میں موجود ہیں ۔

[نواب سردار خان]

اس کے موقوف ہونے کے بعد سنہ ۱۰۹۵ھ مطابق سنہ ۲۷ جلوسی میں نواب سردار خان ملک کی سرداری پر مامور ہوا اور پورے تین سال تک یہاں رہا ۔ تقدیراً اس کے عہد میں ملک میں سخت قحط اور وبا نمودار ہوئی ۔ اس زمانہ میں [واقع شدہ] اموات اور ترک سکونت کی وجہ سے جو مقامات ویران ہوئے وہ

[بقیہ حاشیہ ص ۴۰۰]

غلط ہے ۔ صحیح "درسال ہزار وہشتاد" ہے اور لفظ "دو" کاتب کے سہو سے غالباً زائد شامل ہو گیا ہے ۔

www.maktabah.org

پھر دوبارہ آباد نہ ہوئے۔ [۲۴۱]

[نواب مرید خان]

اس کے موقوف ہونے کے بعد سنہ ۱۰۹۹ھ مطابق سنہ ۳۰ جلوسی میں نواب مرید خان، جو اصل میں نو مسلم راجکمار تھا، ٹھٹے کا حاکم ہو کر آیا۔ کہتے ہیں کہ کئی ہزار راجپوت اس کے ساتھ تھے۔ شہر کے گھاٹ کے قریب پہونچنے پر جب اسے معلوم ہوا کہ شاہی محلات تک پہونچنے کے لئے اسے گائے کا گوشت فروخت کرنے والے قصائیوں کے بازار سے ضرور گذرنا پڑے گا، تو کچھ ان کے پاس خاطر سے اور کچھ اپنی اصلیت کے اثر سے اس نے ٹھٹے کے قاضی، قاضی حسین کے پاس پیغام بھیجا کہ ہندو راجپوت قوم کی ایک بڑی جمعیت میرے ساتھ ہے اس لئے گائے کا گوشت فروخت کرنے والے قصائیوں کی دوکانیں راستہ سے ہٹوا دو۔ مبادا انہیں (میرے ہمراہیوں کو) یہ بات پسند نہ آئے اور کوئی الجھن پیدا کر دیں"۔ چونکہ شرع پرور بادشاہ کا قانون ایسے لوگوں کے مجبور کرنے اور ڈرانے سے بے نیاز تھا۔ اس لئے قاضی صاحب نے راتوں رات قصائیوں کو بازار کے دونوں جانب پہلے سے بھی زیادہ دکانیں آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ بالآخر دین پرور شہنشاہ کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی دوسرا چارۂ کار نہ دیکھ کر مذکورہ ناظم سابقہ حاکموں کی طرح اسی راستہ سے گذر کر گیا اور دو سال تک ٹھٹے پر مامور رہا۔

چونکہ اس کے لشکر سے مسلمانوں کو سخت تکلیف پہونچی اس لئے ممتاز افراد کے عرض کرنے پر اس قسم کا شاہی فرمان آیا کہ " اس کے [نام کے] نیچے کے دونوں نقطے اوپر

www.maktabah.org

رکھکر (مرید=مرتد) اسے مسلمانوں پر حکومت کرنے سے موقوف کرو"۔[چنانچہ] موقوف ہونے کے بعد آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے تغلق آباد عرف کلان کوٹ کی آب و ہوا کو موافق پا کر کچھ عرصہ تک وہ وہاں مقیم رہا ۔ اس کی دلجوئی کے خیال سے بادشاہ نے بھی اس سے کوئی تعرض نہ کیا ۔ قلعے کی کچھ تعمیر اور تغلق آباد کی کچھ آبادی اسی کی اضافہ کی ہوئی ہے - [۲۴۲]

آخر کار جب دوسرا ناظم ٹھٹے میں کار گذار ہوگیا تو اسے حضور میں طلب کرلیا گیا ۔

[نواب زبردست خان]

نواب سرید خان کی حکومت کے آخری ایام میں، سنہ ۱۱۰۱ھ مطابق سنہ ۳۳ جلوسی میں یہ ٹھٹے کا حاکم ہو کر آیا لیکن انھی دنوں میں فوت ہو گیا ۔ (۱)

[نواب ابو نصرت خان]

اس کے بعد اسی سال نواب ابو نصرت خان دوسری مرتبہ آیا اور دو سال اور کچھ مہینوں تک یہاں حکومت کرتا رہا ۔

[نواب حفظ اللہ خان]

اس کے موقوف ہو کر چلے جانے کے بعد شاہ جہاں بادشاہ کے وزیر سعد اللہ خان کا فرزند نواب حفظ اللہ خان سنہ ۱۱۰۲ھ مطابق سنہ ۳۵ جلوسی میں ٹھٹہ اور سیوستان کا حاکم ہو کر آیا ۔ یہ ایک سخی اور صاحب توفیق امیر تھا ۔ پیغمبر علیہ

---

۱ ۔ نسخہ "ن" میں یہ عبارت زائد ہے کہ " ایک شاعر نے کہا ہے کہ :

سبوئے زندگی خان زبردست   قضا بین از کجا آورد بشکست

www.maktabah.org

الصلواۃ والسلام کے عرس کے موقع پر یہ ہزار افراد کے لئے شاھی دستر خوان بچھایا کرتا تھا اور شروع اور آخیر میں خود آفتابہ ھاتھ میں لے کر [لوگوں کے] ھاتھ دھلایا کرتا تھا۔ جب شاھزادہ محمد معز الدین، میاں دین محمد سرائی کو گرفتار کرکے لایا تھا تو اسے سیوستان کے قریب دریا پر پل تعمیر کرنے کا حکم ھوا تھا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ شیخ عبدالغنی ٹھٹھوی سے اس کے حکم کے مطابق خاطر خواہ طور پر کام نہیں ھوسکتا تو اس نے بہ نفس نفیس[۲۴۳] اس کے بندوبست پر توجہ کی۔ چنانچہ سورج کی گرمی اور تپش سے اسے تکلیف پھونچی جس کے اثر سے سنہ ۱۱۱۲ھ میں سیوستان میں انتقال کر گیا۔ میر غلام علی آزاد نے "ید بیضا" میں اس کی تاریخ قرآن شریف کی اس آیت سے اخذ کی ھے "فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَاوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (اس کے اعمال کے انعام میں رھائش کے لئے اسے جنتیں عطا کی گئی ھیں)۔ حاکمان ٹھٹھہ کا رھائشی قلعہ جو آج تک باقی ھے اسی کا تعمیر کرایا ھوا ھے۔ اس کے نامکمل رہ جانے کا سبب یہ تھا کہ سوانح نگار (۱) نے [بادشاہ کے] حضور میں یہ عرضی پیش کی تھی کہ "مقصد شہر پناہ [تعمیر کرانے کا] تھا لیکن وہ اپنی حویلی کے لئے قلعہ تعمیر کرا رھا ھے"۔ چنانچہ اس کے اخراجات کی مجرائی نہ ملی اور کام جس حد تک ھو چکا تھا وھیں تک ھو کر رہ گیا۔ باقی حصہ مرزا باقی ترخان کے زمانہ تک قایم رھتا

---

۱ - مغل شہنشاھوں کے زمانے میں سوانح نگاری ایک منصب تھا اور سوانح نگار شہنشاہ کو ملک کے صحیح حالات سے باخبر کیا کرتا تھا۔

www.maktabah.org

آیا - صاحب کمال و بلاغت ہونے کی وجہ سے وہ اشعار بڑے لطیف کہا کرتا تھا -

[سعید خان]

[سعید خان] عرف خانہ زاد خان سعید خانی چنگیز خانی سنہ ۱۱۱۳ھ مطابق سنہ ۴۵ جلوسی میں ٹھٹہ اور سیوستان کا ناظم مقرر ہوا - یہ خود سیوستان میں مقیم رہا اور اپنے بیٹے ارشد خان کو ٹھٹہ بھیج دیا -

[میر امین الدین خان حسین]

اس کے بعد میر امین الدین خان حسین بن سید ابو المکارم متخلص بہ "شہود" بن میر ابو البقا عرف امیر خان جس کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے ، [۲۴۴] سنہ ۱۱۱۴ھ مطابق سنہ ۴۶ جلوسی میں ٹھٹے کی حکومت سے سر فراز ہوا - وہ ایک عالی قدر امیر تھا - زیادہ وقت وہ علما کی صحبت یا کتابوں کے مطالعے میں گذارا کرتا تھا - چودہ علوم کے بیان میں اس کی تصنیفات "رشحات الفنون" اور "معلومۃ الآفاق" مشہور ہیں -

"معلومۃ الافاق" سے دو نقلیں یہاں درج کی جاتی ہیں -

نقل : عالم گیر کے آخری ایام میں ٹھٹے کے سماواتی پرگنے میں نیلوفری جھیل کے کنارے جہاں اکثر برھمن ہندو اور چاچک رہتے ہیں ایک چاچک عورت کے چھٹے مہینے ایک نا مکمل بچہ پیدا ہوا جس کے اعضاء انسانی میں سے کوئی عضو ظاہر نہ تھا لیکن اسے متحرک دیکھ کر ماں باپ نے اس کو دفن کرنے کی ہمت نہ کی اور اس کی پرداخت کرنے لگے - بالآخر رفتہ رفتہ انسانی اعضا جیسے آنکھیں ، کان ، ناک ، لب ، منہ اور ہاتھ پیر وغیرہ کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں اور جب

www.maktabah.org

مدت ولادت مکمل ہوئی تو وہ بھی صحیح سالم اعضا والا بچہ ہو گیا اور شیر خوار بچوں کی طرح ماں کا دودھ پینے لگا ۔ اس کے ماں باپ نے اسے عمر کوٹ میں لے جا کر اس کی پرورش کی ۔ وہ ناطق اور آبائی فنون میں ماہر ہو گیا اور پندرہ سال تک زندہ رہا ۔

مثال : مادہ شیرنی صرف ایک بچہ جنتی ہے جو ولادت کے وقت صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے اور اس میں کوئی بھی حس یا حرکت نہیں ہوتی ۔ تین دن تک وہ اسی حالت میں رہتا ہے اور شیرنی اس کی نگرانی کرتی رہتی ہے ۔ اس کے بعد اس کا باپ آتا ہے جو اسے مسلسل پھونکتا رہتا ہے اور اس میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے یعنی وہ سانس لینے اور شکل اختیار کرنے لگ جاتا ہے ۔ اس کے بعد اس کی ماں [۲۴۵] آ کر اسے دودھ پلاتی ہے اور شکل اختیار کرنے کے سات دن بعد وہ آنکھیں کھول دیتا ہے اور چھ ماہ بعد قوت حاصل کرنا سیکھتا ہے ("عجائب الحیوانات" بحوالہ عین الحیات منتخب "حیات الحیوان") ۔

نقل : عالم گیر کے زمانے میں شہر میں ایک حاملہ عورت کو چھ دن تک درد زہ ہوتا رہا لیکن اس کی نجات نہ ہوئی ۔ اس کے بعد [درد ختم ہو گیا اور] وہ خیال بالکل جاتا رہا ۔ کچھ عرصہ کے بعد قادر کار ساز کی قدرت سے اس عورت کی ران میں ایک پھوڑا ہوا جو بڑھ کر پھٹ گیا اور اس میں سے ایک بچی پیدا ہوئی ۔ مرہموں کے رکھنے سے زخم مندمل ہو گیا اور سات سال زندہ رہ کر وہ لڑکی فوت ہو گئی ۔

تمثیل : عنایت خان نامی ٹھٹے میں رہنے والے ایک پٹھان

www.maktabah.org

کی بیوی دردِ زہ کی اذیّت سے مر گئی۔ [اس کے] تقریباً تین سال بعد اس کے پڑوس کی کچھ عورتیں کسی زیارت کے موقع پر مکلی کے قبرستان گئیں۔ ان کے بچے کھیل کود میں مشغول تھے کہ ان کے شور و غل پر قبر سے ایک چھوٹے بچے نے منہ نکالا اور پھر اندر چلا گیا۔ بچوں نے یہ نئی بات دیکھکر دہشت کے عالم میں جا کر اپنی ماؤں سے اس کا ذکر کیا جنھوں نے آ کر دیکھا تو انھیں مذکورہ پٹھان کی بیوی کی قبر میں انسانی شکل کا ایک بچہ دکھائی دیا۔ انھوں نے اسے جا کر پکڑ لیا اور تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ عورت قبر میں صحیح و سالم پڑی ہوئی ہے اور اس کے پستانوں میں دودھ موجود ہے اور بچہ جو اسی کے بطن سے پیدا ہوا ہے اس کا دردھ پی رہا ہے۔ چنانچہ ہزار حیلوں سے اس بچے کو اس کی مردہ ماں سے علٰحدہ کر کے اسے گھر لے آئے۔ لیکن چونکہ اس کی پرورش کچھ عرصہ تک قبر میں ہو چکی تھی اس لئے وہ صرف ہیولای (مادّی شکل) ہی رہا اور بات کرنے یا سننے کی صلاحیت اس میں پیدا نہ ہو سکی۔ طویل عمر پا کر وہ طبعی موت مرا۔ مصنف کتاب نے اس شخص کو دیکھا ہے اور اس کا حال اس کے عزیزوں سے سنا ہے۔ [۲۴۶] اس کی وفات کو اس وقت تک تقریباً چند ہی دن گذرے ہونگے۔

نواب یوسف خان تر[مذ]ی

قصہ کوتاہ، اس کے بعد سنہ ۱۱۱۵ھ مطابق سنہ ۴۷ جلوسی میں نواب یوسف خان تر[مذ]ی ٹھٹے کا حاکم ہو کر آیا اور ایک سال بعد موتوف ہوا۔

www.maktabah.org

نواب احمد یار خان

اس کے بعد نواب احمد یار خان آیا ۔ وہ اصل برلاس قوم کا فرد تھا ۔ اس کے بزرگ لاھور کے علاقہ خوشاب میں رھتے تھے ۔ اس کا والد اللہ یار خان لاھور اور ملتان کا گورنر اور تقریباً چالیس سال غزنین کا فوجدار تھا جیسا کہ جلد دوم میں مذکور ہے ۔ غرض مذکور [نواب] سنہ ۱۱۱۶ھ مطابق سنہ ۴۸ جلوسی میں ٹھٹہ کا ناظم ھو کر آیا اور تین سال تک حکمران رھا ۔ یہ ابھی اپنے عہدہ پر برقرار ھی تھا کہ ۲۶ ذیقعد سنہ ۱۱۱۸ھ کو عالم گیر بادشاہ انتقال کر گیا اور اس کا بڑا بیٹا بہادر شاہ اول یکم محرم سنہ ۱۱۱۹ھ کو تخت نشین ھوا ۔ شاھی محلات [ٹھٹہ] کے مشرقی دروازے کے سامنے عالی جان [نہر] کا پل اسی کی یاد گار ہے ۔

[نواب سعید خان بہادر]

اس کے بعد مذکورہ سعید خاں کا بیٹا نواب سعید خاں بہادر عرف عطر خان سنہ ۱۱۱۹ھ میں بہادر شاہ کے حکم سے ٹھٹہ آیا اور ایک سال اور چند ماہ بعد موقوف ھوا ۔

[نواب مہین خان]

[اس کے بعد] سنہ ۱۱۲۱ھ میں نواب مہین خاں ٹھٹے کا ناظم مقرر ھو کر آیا ۔

[نواب شاکر خان]

اس کے بعد ۱۱۲۳ھ میں ٹھٹے کی حکومت نواب شاکر خاں کو ملی ۔[۲۴۷]

[نواب مہین خان]

اسی سال نواب مہین خان دوسری مرتبہ آیا ۔ اس کے

www.maktabah.org

ایام میں بہادر شاہ سنہ ۱۱۲۴ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا معز الدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا ۔

[نواب خواجہ محمد خلیل خان]

اسی سال نواب خواجہ محمد خلیل خان ناظم ہو کر آیا اور اسی سال نو ماہ کے عرصہ کے اندر جہاندار شاہ کو معزول کر کے سادات بارھہ کی اعانت سے فرخ سیر تخت نشین ہوا ۔

[نواب عطر خان]

[فرخ سیر کے تخت نشین ہوتے ہی] مذکورہ سعید خان کے بیٹے معید خان (جس کا ذکر بھی اس سے پہلے آچکا ہے) کا فرزند عطر خان ٹھٹہ آیا ۔ یہ نو عمر اور نا تجربہ کار تھا ، اس کا سارا کاروبار محمد یعقوب کشمیری کے ھاتھوں میں رہتا تھا جس کی وجہ سے کچھ ھی عرصہ میں اس کا انتظام بگڑ گیا اور اسے میر لطف علی خان کے ساتھ (جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا) طویل جنگ لڑنی پڑی ۔ مذکورہ میر کا حضور میں بڑا رسوخ تھا لیکن ظاھری شان و شوکت اور موروثی بہادری کے باوجود پورے ایک سال کے محاصرے، مورچہ بندی اور بے شمار تدبیریں لڑانے کے بعد بھی صف بہ صف جنگ میں کامیاب ہوتے ہوتے اچانک قتل ہو گیا ۔

[میر لطف علی خان]

میر محمد شفیع نامی یہ [سردار] خلد آشیانی سید العارفین میر محمد یوسف رضوی بکھری (جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا) کی اولاد میں سے تھا مذکورہ عطر خان سے ملک چھین کر یہ خود مختاری کا دم بھرنے لگا تھا ۔ ایک سال محصور رہ کر اور [بادشاہ کے] حضور میں رسائی حاصل کر کے صف بہ صف [۲۴۸]

www.maktabah.org

جنگ میں اسے (عطر خان) قتل کرنے کے بعد یہ بالاستقلال حکمران بن بیٹھا - اس کی حکومت کی ابتدا سنہ ۱۱۲۵ھ کے بعد سے ہوتی ہے - سنہ ۱۱۲۷ھ میں عطر خان کے قتل کے بعد اسے شجاعت خان کا لقب ملا اور اس نے ایک سال مزید حکومت کی - اس کے پہلے یا اس کے بعد وہ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر ہوتا رہا اور بڑی عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گذاری - ٹھٹے میں اس جیسے با عزت یا بہادر چند ہی پیدا ہوئے ہیں - کوئی بھی حاکم اس کے سامنے مونچھوں کو ہل نہ دیتا تھا - وہ بڑا قابل شخص تھا اور نثر و نظم میں بڑا ملکہ رکھتا تھا - سنہ ۱۱۴۵ھ کے اختتام پر اس کا انتقال ہوا - میر محمد حسن [ثنوی] شاعر نے اس کی تاریخ وفات "آدخلّه فی الجنّات" سے اخذ کی ہے -

اس کے فرزند رشید میر غضنفر علی اور میر ذوالفقار علی حد درجہ کی بزرگانہ خوبیوں سے آراستہ تھے - میر غضنفر علی نے سنہ ۱۱۸۳ھ میں انتقال کیا اور میر ذوالفقار علی بزرگوں کی یادگار کے طور پر باقی ہے - اللہ تعالیٰ نے مذکورہ خان کی اولاد میں اس قدر برکت دی ہے کہ اس کے پوتوں اور نواسوں میں مردوں اور عورتوں کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے - خدائے تعالیٰ خاندان اہلبیت پر ایسی ہی برکتیں نازل کرتا رہے -

نواب اعظم خان

نواب اعظم خان، بن صالح، بن فدائی خان، خان جہان بہادر عرف میر بابا کوکلتاش کا پوتا اور خانی سادات میں سے تھا - میر لطف علی خان کے موقوف ہونے کے بعد وہ سنہ ۱۱۲۸ھ مطابق سنہ ۵ فرخ سیری میں ٹھٹے کا ناظم مقرر

www.maktabah.org

ھوا- پہلے اس کی کچھ عرصے کے لئے خواجہ خلیل آیا اور اس کے بعد وہ خود آپھونچا اور تقریباً چار سال تک حکومت کرتا رھا- [۲۴۹]

اتفاق سے اس کی آمد مقامی لوگوں کے لئے طرح طرح کی اذیتوں کا باعث ھوئی- جیسے کہ قحط کا پیدا ھونا اور حق شناس، شریعت مدار، گوھر بحر حقیقت، عارف رموز طریقت، علیم اور خدا آگاہ، مرشدوں کے مرشد، شیخ عنایت اللہ صوفی کا شھید ھونا- [وغیرہ وغیرہ]

کہتے ھیں کہ وہ حق آگاہ بزرگ پرگنہ ٹھورہ میں غازیاہ (شاید غازی نہر) کے کنارے موضع جھوک عرف میران پور میں خدا پرست صوفیا کی جماعت کے ساتھ یادِ خدا میں مشغول تھے کہ سادات بلڑی کی ناراضی کی وجہ سے، (کیونکہ آن کے خاندان کے فقرا اس نئے سلسلے کی ترقی دیکھ کر اور آن سے بر گشتہ ھو کر اس سلسلے میں داخل ھو رھے تھے)، اور نور محمد پلیجو اور حمل جت جیسے زمینداروں کی شہ پر (کیونکہ ان کی زمینوں پر بھی فقرا اثر و رسوخ پیدا کر رھے تھے)، مذکورہ ناظم نے حضور میں عرض کرکے، خدا یار خاں عباسی اور دیگر قبائل کی مدد سے بے شمار لشکر لے کر ان پر حملہ کیا- [بالآخر] پورے چھ مہینے کے محاصرے اور فقرا کے شبخون کا زخم سہنے کے بعد جس میں حملہ آور تباھی کے قریب جا پہونچے تھے، ایک فقیر نے غلطی سے اسم ذات (اللہ) کا نعرہ لگایا اور دوسرے بھی اس نعرہ میں اس کے شریک ھوگئے- جس کی وجہ سے [لشکر میں] اپنے اور پرائے ظاھر ھوگئے اور بیشتر [فقرا] تلوار کا لقمہ بن گئے- [لیکن اس کے باوجود] محصورین پر فتح پانا

www.maktabah.org

امکان سے باھر تھا - چنانچہ فریب دے کر صلح کے ذریعہ نویں صفر سنہ ۱۱۳۰ھ کو اسے جو کچھ کرنا تھا کرکے، ٹھٹے واپس آگیا اور لشکر پر جو کچھ خرچ ھوا تھا اس کا بار تاجروں پر ڈالنا شروع کیا - مخدوم رحمت اللہ طالب علم نے جو وقت کے محقق اور پیر تھے ' اسے منع کیا ، لیکن جب یہ دیکھا کہ وہ باز نہیں آتا تو اس خیال سے کہ شاید اس کی آنکھ کھل جائے ، [۲۰۰] شہر سے باھر چلے گئے - لیکن چونکہ مذکورہ ناظم کی چشم ھائے حق شناس لالچ کی وجہ سے بند ھو چکی تھی اس لئے اس نے علوم ظاھری و باطنی کے جامع (مخدوم) کو شہر کے باھر سے لاکر اور طوق و سلاسل میں گرفتار کرکے قید کردیا - جس کی وجہ سے بیشتر اھل اللہ اور عوام الناس اس سے ناراض ھوگئے -

نواب مہابت خاں

قصہ کوتاہ ' جب فرخ سیر رفیع الدرجات بن رفیع الشان و رفیع الدولہ ، کہ شاھجہان ثانی جس کا لقب تھا ' کا ستارہ خلافت غروب ھونے کے بعد سنہ ۱۱۳۱ھ میں محمد شاہ بادشاہ غازی کا آفتاب سلطنت استقلال کے ساتھ طلوع ھوا تو شاہ عالم بہادر بادشاہ کے وزیر اعظم ' منعم خاں ' خانخانان کا فرزند نواب مہابت خاں سنہ ۱۱۳۲ھ مطابق سنہ ۲ جلوسی میں ٹھٹے پر مامور ھوا - وہ بڑا معزز امیر ، کم آزار ' غریب پرور اور سیر و سلوک سے واقف تھا ' ھمیشہ اھل فقر و کمال سے صحبت رکھتا تھا اور شعرا سے بھی مجلسیں گرمایا کرتا تھا - وادیٔ شعر میں استادوں کی طرح کاوشیں دکھاتا اور "کاظم" تخلص کرتا تھا - سنہ ۱۱۳۵ھ میں مشیت ایزدی سے [اس نے] اسی

www.maktabah.org

سرزمین میں رحلت پائی - اس کی لاش لاھور کی راہ سے لے جائی گئی-

[سلطان محمود خان]

اس کے بعد اس کا چھوٹا فرزند سلطان محمود خان جانشین ھوا - چونکه عمال اکثر مالیات ھضم کرجاتے تھے اس لئے نواب مرحوم کی بیگم نے بیٹے کا کاروبار سنبھالنے کے لئے رضی محمد خان کو بھیجا تھا - وہ سنه ۳٦ (۱۱۳٦ ھ) میں آیا اور ایک سال تک رھا لیکن اسے شاھی محلات کے قلعه کے اندر جگه نه ملی چنانچه [۲۵۱] دوسرے سال نواب سیف الله خان ناظم مقرر ھوا جس کی جانب سے ھالاکنڈی (ھاله) کے سانوریه قوم کے فرد شاہ عبد الغفور کا بھائی عبد السمیع خان نائب ھوکر ٹھٹه آیا - [اب] سلطان محمود خان موقوف ھوکر واپس چلا گیا - لیکن رضی محمد خان [پھر بھی] حکومت کے آسرے میں کچھ دنوں ٹھہرا رھا اور مصیبتوں مین مبتلا ھوگیا - بالاخر نواب سیف الله خان کے آنے کے بعد وہ دل شکسته ھوکر نکل گیا -

کہتے ھیں که مذکورہ نواب نے اسے ملازمت کی پیشکش کی لیکن اپنے کاروبار میں رونق نه دیکھ کر وہ واپس چلا گیا - اس کے رفقا میں سے مرزا عبد الغفار ، آقا عبد الکریم، مرزا محمد حسین اور آقا محمد صادق ، جن میں سے ھر شخص مشہور و معروف تھا وھیں رہ گئے اور کافی ترقیاں پاکر اپنا وقت گذار گئے -

[نواب سیف الله خان]

یه پہلے اصل میں نواب ابراھیم خان ابن علی مردان خان کا محافظ (باڈی گارڈ) تھا - وہ ماہ ذوالحج ۱۱۳۷ ھ میں ٹھٹه

www.maktabah.org

آیا - وہ ایک عالی قدر اور بلند مرتبہ امیر تھا - اس کے دنوں میں ٹھٹے میں جو رونق تھی وہ خدا پور اس [شہر] کو نصیب کرے- مقتدر بزرگ اس کے ساتھ تھے جن سے وہ ان کے مرتبے کے لحاظ سے پیش آیا کرتا تھا- شیعہ مذھب کو اس نے بڑا فروغ دیا - اوامر و نواھی کا وہ بڑا خیال رکھتا تھا - اور جملہ منشیات کو اس نے ممنوع قرار دیا تھا -

کہتے ھیں کہ ایک لاقید (بے دین) شخص نے اس کے حضور میں جاکر عرض کیا کہ " نواب نے ھماری محبوبہ کو چھین لیا ھے جس کی وجہ سے ھم بیقرار ھیں " اس کی مراد " بھنگ " سے تھی - اس نے جواب میں فرمایا " تمھاری محبوبہ گداگر اور آوارہ ھوگئی تھی اس لئے میں نے اسے پردہ میں بٹھا دیا ھے " [۲۰۲] غرض - وہ بڑا با اخلاق اور پاکباز حاکم تھا اور اس جیسے [لوگ] کم ھی ملیں گے - ۱۱۴۳ ھ میں اتفاقاً ناف ٹل جانے کے مرض میں مبتلا ھوکر وہ فوت ھوگیا - اسے مکلی پر "[جلوہ گاہ] امامین" کے متصل دفن کیا گیا - اس کی قبر پر "دستِ وے با دامنِ آلِ عباست" [کا مصرع] تاریخ وفات کے طور پر منقش ھے - اس کے بعد کچھ عرصہ تک اس کا بیٹا صادق علی خان شہر میں رھا -

[نواب دلیر دل خان]

اس کے بعد ۱۱۴۳ ھ کے اواخر میں نواب دلیر خان جو ایک جلیل القدر امیر تھا ٹھٹے کا حاکم ھو کر آیا اور دو سال تک نہایت انسانیت اور امن و امان کے ساتھ حکومت کرتا رھا - اس کے بعد ٹھٹے کا صوبہ امیر خان کو انعام میں ملا اور

www.maktabah.org

اجارہ داری پر اس کے حوالہ کیا گیا ۔

[نواب همت دلیر خان]

مذکورہ نواب دلیر دل خان کے فرزند نواب همت دلیر خان نے یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے کوئی دوسرا جا کر اس کے والد سے حساب کتاب طلب کرے ، اس نے امیر خان سے مقرر رقم کا پٹہ طے کر کے ٹھٹے کا رخ کیا اور ۱۱۰۴ھ میں وہاں پہنچ گیا ۔ حالانکہ [ملک کے] جاگیر سے اجارہ کی صورت میں تبدیل ہو جانے کی وجہ سے بڑا فرق پیدا ہوگیا تھا لیکن اس خوش نصیب نے چار سال بڑی اچھی طرح گذار دیئے ۔

[نواب صادق علی خان]

بآلاخر اس کے موقوف ہو جانے کے بعد مذکورہ نواب سیف اللہ کا فرزند نواب صادق علی خان سنہ ۱۱۴۹ھ مطابق ۱۹ جلوسی میں امیر خان سے [ملک کو] اجارہ پر لے کر ٹھٹہ آپہونچا ۔ پہلا سال اس نے جوں‌توں کر کے پورا کیا لیکن دوسرے سال اسے نقصان پورا کرنا پڑا ۔ چونکہ ان دنوں نواب خدا یار خان عرف میاں نورمحمد کلھوڑہ عباسی کے وکیل نے حضور میں [کہہ سن کر] انتظام [۲۰۳] کرلیا تھا اس لئے صادق علی خان نے اجارہ میں نقصان دیکھ کر ملک کو مذکورہ خدا یار خان کے وکیل شیخ غلام‌محمد ولد شیخ عزیز اللہ کے حوالہ کیا ۔ اس وقت سے ھندوستانی حکمرانوں کی حکومت ٹھٹے سے ختم ہوگئی اور ھمیشہ کے لئے عباسی خاندان سیوستان اور ٹھٹے کی حکومت سے سرفراز ھوا ۔

چونکہ اس خاندان کا دور حکمرانی سمہ اور ترخانوں

www.maktabah.org

کے عہد حکومت سے زیادہ اور ارغونوں کی شان و شوکت کا همسر ہے اس لئے ان کا ذکر ایک علٰحدہ طبقے کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ مزید اندازہ اور حق نمک ادا کرنے کے خیال سے اس خاندان کی ابتدا اور اس کے بزرگوں کا اجمالی ذکر بھی شامل کیا جاتا ہے۔

-*~*~*-

www.maktabah.org

بارھواں باب

عباسی کلھوڑا خاندان کا عہد حکومت

واقف کار لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ماہرین نساب کے فیصلوں کے مطابق یہ بزرگ گروہ رسول اللہ صلی علیہ و سلم کے چچا حضرت عباس سے منسوب ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ "میاں اوڈھانی" کیچ مکران میں ایک پیر طریقت تھے اور کثیر افراد ان کے معتقد تھے۔ انھوں نے کثیر اولاد چھوڑی جو سب "اوڈھانی" کے لقب سے پکارے جاتے ھیں۔ انھی میاں "اوڈھانی" کی پانچویں پشت میں "تھل" (۱) نامی ایک بزرگ "کھاھر بیلہ" میں آکر رہے اور [وہ ملک] گوجر قوم سے چھین لیا۔ ان کے بعد ان کا فرزند "بھیل" نامی گدی پر بیٹھا۔ برلس (۲) کا قلعہ اور مرحومین کے مقبرے آج تک انھی کی یادگار ھیں۔ "چنیہ"

(۱) نسخہ "ن" میں "مثل" ہے۔

(۲) نسخہ "ن" میں "برپس" ہے۔

www.maktabah.org

نامی اسکا ایک بیٹا بھائیوں کے فساد کی وجہ سے اپنے کثیر پیروؤں کے ساتھ آکر کھمبات کے پرگنوں میں "اوڈھیجا" قوم کے پاس رھا۔ پھر اس نے دیبال کانگڑہ علاقے کے سمہ زمیندار "ڈھرہ پلال" کی بیٹی سے شادی کی جس کے بطن سے اسکا "محمد" نامی بیٹا پیدا ھوا جو موجودہ حکمرانوں کا دادا ھے۔ وہ ان سات راناؤں کی مدد اور رفاقت سے، جن کا ذکر غزنوی اور غوری سلطانوں کے گورنروں کے بیان میں ھوچکا ھے، ملتان آکر، حاکم وقت [کے دربار میں] رسائی حاصل کرکے سب کا سردار ھوا اور ھر ایک سے بیٹی کا رشتہ لے کر جام کا لقب [۲۰۰] اختیار کیا اور زینہ بخت پر ترقی کرتا ھوا اعلیٰ منصب تک جا پھونچا۔ بارہ بیویوں سے اس کے اٹھارہ بیٹے پیدا ھوئے جن میں سے ھر ایک کی کثیر اولاد ھوئی۔ ان میں سے "داؤد" نامی ایک بیٹا رانا چنہ ولد دھتی، (ڈیتھی)، جس کا ذکر پہلے ھوچکا ھے، کی نواسی مسمات "چولیہ" کے بطن سے پیدا ھوا۔ داؤد پوتہ اسی کی اولاد ھیں۔ "کاچھی" کے پہاڑ کی طرف "بھاج" میں رھنے والی لاشاری قوم [مسمات] لاشار کے بطن سے ھے۔

قصہ کوتاہ، جام چنیہ کافی عرصہ تک روھڑی پرگنہ کے بھرالو (پریاں لوء) تعلقے کے [موضع] چنیہ بیلے میں رھنے کے بعد آخر میں سانکرہ (ساکرہ) کے کنارے کھنبھات میں انتقال کر گیا اور وھیں دفن ھوا۔ میر چاکر بلوچ اور آری (۱) دھانی اس کی پھوپھیوں کے بیٹے تھے۔

اسکے بعد مدت تک انقلابات زمانہ کی وجہ اس کی اولادوں

---

(۱) نسخہ "ن" میں "ارسری" ھے۔

www.maktabah.org

میں کوئی بھی نامور شخص پیدا نہ ھوا۔ بالاخر نویں پشت کے بعد آدم شاہ، بن میاں کھچن، بن صاحب، بن میاں خان، بن طاھر، بن رانا، بن میاں شاہ محمد عرف شاھم، بن میاں ابراھیم، بن میاں محمد، بن جام چنیہ، شیخ الیاس لنگراچ اور شیخ ابو بکر جتوئی کے واسطے سے مظہر حقیقت کاملہ اور بانیٔ معرفت دائمہ میر سید محمد عرف میراں محمد جونپوری، جنکا ذکر جلد دوم میں آیا ھے، [سے فیض پا کر] مسند ارشاد منور کرنے اور اسرار کی سیر کرنے کے بعد تعلقہ چانڈوکی کے موضع "ھٹڑی" میں سکونت پذیر ھوگئے۔ "کھبڑ" ابڑو اپنے پیروؤں سمیت موضع "ڈبی" سے ھجرت کر کے اسکے مریدوں کی فہرست میں داخل ھوگیا۔ انھی ایام میں نواب خانخانان، میاں آدم شاہ کے پاس دعا طلب کرنے آیا اور نذرانہ قبول کرنے کی [۲۰۶] استدعا کی جس پر کھبڑ ابڑو نے درخواست کر کے چانڈیوں کے منتقل ھوجانیکے بعد [موضع] "چانڈوکی" کی زمین کی زمینداری انھیں دلوادی۔ اس زمانے کے مرشد زماں لال عیسن سے، جو شیخ الشیوخ، شیخ بھاؤالدین ملتانی کی اولاد میں سے تھے، انکی "تلھار" میں محققانہ ملاقات ھوئی تھی۔ دن گذرنے کے ساتھ ساتھ جوں جوں ان کے مریدوں کی تعداد بڑھتی گئی وہ زیادہ زمین حاصل کرنے کی کوشش کرتے رھے۔ آخر کار زمینداروں کی شہ پر وہ ملتان کے حاکم کے ھاتھوں شہید ھوگئے۔ ان کی وصیّت کے مطابق ملتان کے حاکم کے کوتوال آقا شاہ محمد نے، جسے انھو اھل اللہ [بزرگ] سے ان کی قید کے ایام میں کافی فیض نصیب ھوا تھا، انھیں سکھر لا کر ٹیکری پر دفن کیا اور وھاں سے اس شہید کے رھائشی گاؤں میں جا کر اسکے دو کمسن فرزندوں ابراھیم اور داؤد اور

www.maktabah.org

ان کے مریدوں کو جمع کرکے، جو اس عرصہ میں منتشر ہو گئے تھے، وہیں رہنے لگا ۔ شاہ محمد کھیری بلوچ قوم کا فرد اور درہ سیوی کے قریب چتر بار کی سر زمین کا باشندہ تھا ۔

میاں الیاس

اس کے فوت ہوجانے کے بعد میاں الیاس بن داؤد بن آدم شاہ مسند خلافت کے وارث ہوئے اور مریدوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرنے لگے ۔ بالاخر آب و دانہ کے پورے ہونیکے بعد وہ انتقال کر گئے ۔ انکی قبر لاڑکانہ اور ٹھٹڑی کے وسط میں موضع ڈبرو میں ہے ۔

میاں شاھل محمد

آن کے بعد انکے بھائی شاہ علی عرف شاھل محمد سجادہ نشین ہوئے ۔ ان کے مرید پہلے سے بہت بڑھ گئے اور وہ زراعت کو ترقی دینے کی کوششیں کرنے لگے ۔ لاڑکانہ کی [گھاڑ] نہر انھیں کی کھدوائی ہوئی ہے ۔ نہر کے دونوں کناروں کی زمینیں سانگی اور ابڑو قوم سے چھین کر اپنی اولاد اور [۲۰۷] بھائیوں میں تقسیم کرکے وہ خود موضع حبیبانی میں رہنے لگے [لیکن] جام صدیق اور جلال خان ابڑو جیسے سرداروں نے مریدی کا حق فراموش کرکے دوسرے زمینداروں سے مل کر انھیں کئی لڑائیوں کے بعد بکھر کے حاکم کے ھاتھوں قتل کرادیا ۔ ان کا مزار گھاڑی پرگنہ میں "چانڈوکی" کے نواح میں مرضع "مرندہ" میں ہے ۔

میاں نصیر محمد

اسکے بعد مذکورہ میاں الیاس کے فرزند میاں نصیر محمد ۱۰۶۸ھ

www.maktabah.org

میں بزرگوں کی مسند پر بیٹھے - پیری مرشدی میں یہ اپنے بزرگوں سے بھی بازی لے گئے - ان کے ھمعصر ان کی [بڑھتی ھوئی] جماعت پر رشک کرنے لگے - بالاخر مقامی لوگوں نے تنازعہ پیدا کرکے بکھر کے مغلوں کو بھڑکایا جس کی وجہ سے وہ لاچار ھوکر تھر کی طرف چلے گئے - لیکن وھاں آب و دانہ کے، جو انسان کی گذر بسر کیلئے ضروری ھے، ذرایع نہ ھونے کی وجہ سے واپس آکر پنوھروں کی حدود میں رھنے لگے - پنوھروں کا سردار میر "پھنوار" بکھر کے حاکم سے مشورہ کرکے ایک زبردست لشکر، جس میں سیوی کا حاکم مرزا خان پنی بھی شامل تھا، لے آیا - کچھ جھڑپوں کے بعد مرزا خان نے صلح کے ساتھ انہیں بلاکر اپنے چچا محبت خان کی معیّت میں عالمگیر کے دربار میں بھیج دیا - چنانچہ اس طرف وہ بڑی مدت تک قید میں رھے اور اس طرف ان کے باقی ماندہ فقیروں پر کئی بار حملے کئے گئے - بالاخر طویل مدت تک قید رھنے کے بعد وہ خود بخود آزاد ھوکر وطن واپس ھوئے - خدائے تعالیٰ نے ان کے مریدوں اور دولت میں بے حد ترقی عطا کی اور پھر ان کے ایام میں کوئی فساد برپا نہ ھوا - [اس بار] وہ پنوھروں کی زمین میں ایسے مقام پر جس کے ایک طرف پھاڑ اور دوسری جانب پانی تھا "گھارو" نامی شہر بسا کر آباد ھوئے اور اپنا [اصلی وطن موضع] ھٹڑی، فوجی فقیر اور کاچھو عنایت شاہ فقیر کو عطا کیا - [۲۰۸]

اب ان کے وہ فقرا جو پہلے مجرد اور تنہائی کی زندگی گذارا کرتے تھے شادیاں کرکے عیال دار ھوگئے اور وہ ملک اور زمین میں توسیع کرنے کے منصوبے بنانے لگے - میر یعقوب نامی بکھر کے حاکم سے ایک بار جنگ کرکے وہ اس میں کامیاب بھی ھوئے -

www.maktabah.org

اسی طرح کئی بار ان کی حاکموں سے جھڑپیں ہوئیں اور کامیابی انہیں کو نصیب ہوتی رہی۔ [بالاخر] سہوستان کے مغلوں سے انہوں نے "لاکھاٹی" کا پرگنہ اجارہ پر حاصل کرلیا۔ دوسری طرف فرید بھاگت کی کوششوں سے "مکن موری" پر قبضہ حاصل ہوا۔ ساھتی پرگنہ بھی پھر ان کے زیر تصرف آگیا جس میں فیروز ویرز [ایک فقیر نے] نوشہرہ نامی ایک شہر آباد کرایا۔ اس طرح [رفتہ رفتہ] سرائیوں کے ڈیرے بہت سے مقامات پر ہوگئے تھے۔ آخرکار زمانہ کے دستور کے مطابق پینتیس یا چھتیس سال تک من مانی مرادیں حاصل کرنے کے بعد وہ دارالبقا کی جانب رحلت کر گئے اور گھارو میں سرخ ٹیلہ پر دفن ہوئے۔

کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں دو نیک بھائی کھیتی باڑی کرکے اپنا وقت گذارا کرتے تھے ان میں سے ایک کنوارا اور ایک عیال دار تھا۔ ایک بار ان [بھائیوں] کی زراعت میں بڑی برکت ہوئی۔ [وجہ یہ تھی کہ] کنوارا بھائی اس خیال کے پیش نظر کہ اس کے بھائی کا خرچ زیادہ ہے اپنے انبار کا غلہ اسکے ڈھیر میں ڈالتا رہا اور اھل و عیال والا اس خیال سے کہ اسکے بھائی نے ابھی دنیا کا لطف نہیں اٹھایا ہے اپنا غلہ اس کے انبار میں شامل کرتا رہا۔ دونوں ایک دوسرے کے حال سے ناواقف تھے۔ وہ کتنا ھی غلہ اپنے ڈھیر سے منتقل کر دیتے تھے لیکن سچی نیت کی برکت سے اس میں اتنا ھی غلہ موجود نظر آتا۔ آخرکار [اس طرح] اناج ڈھوتے ڈھوتے وہ تھک گئے اور باقی ماندہ غلے کو انھوں نے وھیں پڑا چھوڑ دیا۔ خدائے تعالیٰ کی قدرت سے اس مقام پر ایک سرخ ٹیلہ وجود میں آگیا جو آجتک موجود ہے۔ [۲۰۹]

www.maktabah.org

میاں دین محمد

قصہ مختصر، میاں نصیر محمد کے بعد اسکا بیٹا میاں دین محمد گدی کا وارث ھوا۔ پھر جب اسکی [قوت و] عزت میں اضافہ ہونے لگا تو قدیمی دستور کے مطابق حاکم اور زمیندار اسکی مخالفت پر مسـ ھوگئے۔ میر پھنوار جس کا شہر سرائیوں کے زیر تصرف تھا [بادشاہ کے] حضور میں فریاد لے کر گیا اور مرزا خان پنی کے نام حکمنامہ جاری کرادیا۔ اس نے دو تین بار حملہ کیا لیکن کچھ نہ کر سکا۔ اسکا بدلہ لینے کیلئے حضور کی جانب سے امیر شیخ جہان آیا اور میر پھنوار کی نشان دھی پر اس نے فقیروں پر حملہ کیا۔ فیروز ویرر دیرہ کے قلعہ سے نکل کر اسکے مقابل ھوا اور موضع "گیریلی" (گیریلہ) کے قریب ان پر شبخون مار کر انھیں پریشان کردیا۔ اسی اثنا میں گھارو کا لشکر بھی پہنچا اور اس کے ساتھ شامل ھوگیا اور دونوں نے مل کر ان پر ایک تازہ زبردست حملہ کیا جس میں مذکورہ امیر، فقیروں کی تلواروں کا لقمہ بن گیا اور بکھر کے حاکم اللہ یار خان نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ دوسری مرتبہ قنبر خان بروھی نے لشکر لے کر اچانک سرائیوں پر حملہ کیا۔ جس میں وہ کامیاب ھوا اور سرائیوں کی جوابی کوششوں کے بعد ان کے سردار میرن شاہ سے صلح کرکے واپس ھوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پنھواروں نے پھر سر اٹھایا۔ اس کے نتیجے میں سرائیوں کی فوج نے گہرام (۱) سے مرکھپور اور دوسری زمینیں

---

(۱) "گہرام" کسی پرگنے کا نام معلوم ھوتا ھے لیکن یہ بھی ممکن ھے کہ کسی پنھوار زمیندار کا نام ھو۔ نسخہ "ن" میں اس مقام پر "از کدام دیسی" کے الفاظ ھیں۔

www.maktabah.org

بھی چھین لیں ۔ چنانچہ عاجز آکر آخر میں پنھوار خدمت میں حاضر ہوگئے ۔ اب صرف سیوی اور شکارپور کے حکمران پنی پٹھانوں سے منازعت رہی ۔ دو تین بار ان سے جھڑپیں ہوئیں ۔ آخرکار شیخ جہاں کے قتل اور اللہ یار خان کی شکست کا حال سن کر شاہزادہ [۲۶۰] محمد معزالدین [نے بذات خود] لاہور سے سندھ کا رخ کیا ۔ میاں دین محمد نے یہ خبر سن کر اپنے چھوٹے بھائی میر محمد کو [اپنے] "کھمل" اور "قاسم" [نامی] وکلا کے ساتھ بکھر بھیجا جنھوں نے شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوکر اسے رام کرلیا ۔ شہزادہ تو واپس ہوگیا لیکن سرائیوں کے نصیب میں جو مصیبت لکھی ہوئی تھی [وہ کیسے ٹلتی ، چنانچہ] بہار شاہ کے بڑے بھائی مقصودی کو نادانی کی وجہ سے یہ خیال آیا کہ شاہزادہ ہماری طاقت دیکھے بغیر واپس جا رہا ہے اسلئے ایک بار اسے اپنی طاقت دکھادینی چاہئے یہ سوچ کر، اپنے سردار کو اطلاع دیئے بغیر ، [اس نے] زبردست فوج لے کر ماتھیلہ اور اسکے گرد و نواح کے مواضعات میں لوٹ مار اور آپ کے باشندوں کا قتل عام کیا ۔ چونکہ ان کی شامت آچکی تھی اسلئے یہ خبر سنتے ہی جس طرح سمندر میں طوفان آجاتا ہے اسی طرح غضبناک ہوکر شاہزادہ واپس ہوا ۔ میاں دین محمد مصیبت آتی دیکھ کر اپنا پہلو بچا گیا اور شاہی فوج نے سیوستان میں مقیم ہوکر گھارو اور اسکے [نواحی] مضافات کو تاخت و تاراج کرکے صاف کردیا ۔ سیوستان میں [شاہزادے کے] چھ ماہ کے قیام کے بعد آخرکار صلح کرکے میاں دین محمد خدمت میں حاضر ہوا ۔ اسکے حاضر ہونے کے بعد باقی ماندہ لوگوں کو حاضر کرنے کیلئے ایک زبردست فوج مامور کی گئی ۔ سر زمین

www.maktabah.org

کھوڑ میں نہر گاج کے کنارے میاں یار محمد شاہ نے شاھی فوج سے جنگ کرنے کے لئے نقارہ بجایا اور فریقین میں ھولناک جنگ ھوئی جس میں دونوں جانب سے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ اس طرف سے راجہ "کج سنگھ" بھٹی اور سورج مل ادے پوری اور اس جانب سے تاجو فقیر، جادو فقیر اور بختاور فقیر اوٹھوال کثیر آدمیوں کے ساتھ کام آئے اور مغلوں کو شکست ھوئی۔ اسکے بعد شاھزادہ، میاں دین محمد کو اپنے ساتھ لے کر واپس ھوا اور ملتان پھونچ کر اسے قید حیات سے [۲۶۱] آزاد کردیا۔ میاں یار محمد قلات چلا گیا۔ [وھاں] پھلے تو بروھی لڑنے کے لئے نکل آئے اور سخت جنگ کی جس میں محراب خان، فریق ثانی کے علم کے بغیر، قتل ھوگیا لیکن اسکے بعد [انھوں نے] میاں نور محمد اور محمد خان کے دو فرزند بطور ضمانت لے کر صلح کی اور انھیں اپنے پاس جگہ دیدی۔ یہ واقعہ ۱۱۱۱ھ میں پیش آیا۔

دو سال میاں یار محمد نے قلات میں پریشانی سے گذارے۔ اکثر سرائی سردار بھی اس سے علٰحدگی اختیار کر گئے اور اسکے ملک کے بیشتر حصوں پر مرزا خان کے بیٹے بختاور خان کے پٹھانوں نے قبضہ کرلیا۔ دو سال کے بعد ۱۱۱۳ھ میں میاں یار محمد نے راجی فقیر اور سرائی لشکر کے آنے پر مریدوں سے بیعت لے کر اور التماس خان بروھی کو کمک میں لے کر اپنی موروثی زمین کی طرف رخ کیا۔ پھلے وہ زیدی سے گذر کر منزلیں طے کرتے ھوئے منچھر جھیل کے کنارے پر ھڑی تعلقہ کے موضع نیتک اور ساتوہ میں پھونچے پھر جن کے ساتھ بیویاں تھیں وہ یہاں رہ گئے اور خود آگے بڑھ کر اس نے پھلے قیصر

www.maktabah.org

پھنوروں سے [موضع] سامتانی چھینا اور اسکے بعد جا کر گاھن میں خیمہ زن ھوگیا۔ وھاں سے اس نے اپنے بھائی میر محمد کو سرائی سرداروں کے ساتھ آگے روانہ کیا جنھوں نے جا کر "مارکھپور" اور گاھی جمشید پر قبضہ کرکے فتح پور کا قلعہ فتح کرلیا۔ اس فتح کے بعد میاں یار محمد بھی سرائیوں سے آملا [اسکے] بخت کی یاوری دیکھ کر التماس خان بروھی نے کہا کہ "خداوند تعالیٰ تمہارا بڑا مددگار ہے [اسلئے اب] میری ضرورت [باقی] نہیں رھی"۔ [یہ کہکر] وہ واپس ھوگیا۔ اب منتشر ھوجانے والے سرائی ھر طرف سے آکر اکٹھے ھوگئے اور وہ "گچیرو" فتح کرکے پھنوروں کی راجدھانی شکارپور کا نام "خدا آباد" رکھ کر اس میں رھنے لگا۔ اسکے بعد [اس نے] ادھر ادھر فوجیں بھیج کر گھارو اور کدیارہ کو آزاد کرایا اور بختاور خان کے بھائی [۲۶۲] اللہ بخش کے قبضے سے لاڑکانہ چھین لیا۔ بختاور خان نے لاچار ھوکر شہزادہ معزالدین کی خدمت میں ملتان عریضہ بھیجا کہ "دین محمد کے بھائی نے پھر شورش پیدا کردی ہے اور مدد کرنے کا یہی موقع ہے"۔ حالانکہ اس نے شہزادے کو اپنے مطلب کے لئے بلایا تھا لیکن "مَنْ حَفَرَ بِئْراً لاَخِیه وَقَعَ فِیْهِ" (چاہ کن را چاہ در پیش) کے مطابق نتیجہ بر عکس نکلا۔ اتفاقاً جب شاھزادے نے سیدھے اسکے ملک کی راہ لی تو (اپنے) ملک کی بربادی کے خوف سے اس نے عرض کیا کہ "اس راستہ سے نہ آنا چاھئے"۔ یہ مختلف عرضیاں دیکھ کر شہزادے کو اس میں خلل نظر آیا اور سیدھا اسی کی جانب روانہ ھوا۔ چونکہ اس کی شامت آچکی تھی اس لئے اس نے [شاھزادے کو] روکنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ

www.maktabah.org

میں سخت مقابلہ کے بعد قتل ہوگیا۔ اسی اثنا میں اس طرف کے (میاں یار محمد کے) وکیلوں نے حاضر ہوکر [شاھزادے کے] دل میں اپنی غلامی اور خلوص کا خاطر خواہ اثر بٹھایا۔ شہزادہ، بختاور خان کو قتل کرنے کے بعد کچھ مدت تک بکھر میں رھا۔ درۂ سیوی، بختاور خان کے قتل کے بعد غازی خان دودائی کو عطا ھوا لیکن اس سے معقول بندوبست نہ ھو سکا۔ چنانچہ پھر اسے بختاور خان کے بھائی اللہ بخش کے سپرد کیا گیا۔ پھر اسکے بعد [وہ] اسلام خان اور قائم خان نہارن کو عطا کیا گیا۔ لیکن کوئی بھی اس کا خاطر خواہ انتظام نہ کر سکا جس کی وجہ سے آخرکار وہ میاں یار محمد کے وکیلوں کو عطا کیا گیا کہ وہ اپنے موکل کو [یہ فرمان] پھونچائیں۔ اس کے ساتھ ھی یہ حکم بھی ھوا کہ "اس سرفرازی کے شکرانے میں میاں یار محمد حضور میں حاضر ھوکر دست بوسی کا شرف حاصل کرے"۔ طلب کے مطابق میاں یار محمد دربیلہ تک آ پھونچا تو خواجہ حسین خان کثیر نوازشوں کے ساتھ اس فرمان کے منسوخ ھونے کا حکم لے کر آیا اور "دیرہ" کی نگرانی اس کے [۲۶۳] حوالے کی۔ اس وقت سے شاھی غلاموں کی فہرست میں داخل ھونے کی ابتدا ھوئی اور "خدا یار خان" کا خطاب اس کا طرۂ امتیاز بنا۔

اسکے بعد شاھزادے نے خان پور کو امین الدین خان کے، شکارپور کو سنجر خان، مبارک خان اور ھوت خان داؤد پوتوں کے اور سیوستان کو غلام محمد سکھانی کے حوالہ کیا اور بکھر سے ملتان کو روانہ ھوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد غازی خان کے بیٹے شاہ محمد خان کی مہم کو سر کرنے کے لئے [شاھزادہ]

www.maktabah.org

پھر "دیرہ" آیا لیکن سخت لڑائیوں کے بعد بھی یہ معاملہ جوں کا توں رہا۔ بالاخر میر شھداد خان ٹالپر نے جا کر اپنی اعلیٰ تدبیروں سے شاہ محمد کا کام تمام کیا۔ اس خدمت نے سابقہ غلامی کے ساتھ مل کر سونے پہ سہاگے کا کام کیا [اور شاھزادے نے] اسکے منصب میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس پر انعامات کی بھی نوازشیں کیں اور میر شھداد خان کو میدانِ باران کی زمین جاگیر میں عنایت ہوئی۔ ان واقعات کے بعد جو شھزادے (میاں یار محمد کے بیٹے) قلات میں تھے، وہ بھی خدا آباد آ گئے۔ سیوی کے درہ پر پہلے صاحبزادہ میر محمد اور پھر محمد داؤد خان مامور ھوئے۔ ایک مرتبہ "رحیم خان پرانکھ" اور دولت خان پنّی نے فساد کھڑا کیا لیکن انھیں اسکی سزا ملی اسکے بعد داؤد پوتوں نے بھی سخت لڑائیوں کے بعد شکست کھا کر ھمیشہ کے لئے اطاعت قبول کرلی۔

یہ سب واقعات نو سال کی مدت میں گذرے۔ باقی ماندہ نو سال [میاں یار محمد نے] بڑے عیش و آرام کے ساتھ گذارے اور "جھوک" کی جنگ کے علاوہ دوسرا کوئی معاملہ پیش نہ آیا۔ [شاھزادے کی] مدد کی خدمت کے عوض [میاں یار محمد کو] سماواتی اور چاچکان کے کچھ مواضع جیسے کہ لکڑی اور ڈنڈو، حجام، دورنگ، رجب، ویسر، پاچاتہ (۱) تھورو، موضع سائیں ڈنہ (۲) اور جھوک کے نواح میں "دبی (۳)" کی کچھ

---

(۱) اصل متن "پاچھاتہ" (شاید پاچھاٹو) تحریر ھے۔

(۲) نسخہ "ن" میں "سارمنہ" ھے۔

(۳) نسخہ "ن" میں "دھہ" ھے۔

www.maktabah.org

زمین کا حصہ ، جاگیر میں ملا - پھر نواب شاکر خان کے جانے کے بعد جس کا سبب تواریخ میں [۲۶۴] مفصل طور پر بیان کیا گیا ھے، روہاہ کا پرگنہ بھی اجارے میں اس کے ھاتھ آیا۔ اس طرح اٹھارہ سال تک مرادیں پوری کرنے کے بعد ۱۰ ذوالقعدہ سنہ ۱۱۳۱ھ کو پیر یا منگل کے دن وہ دوسری دنیا کو سدھار گیا۔

[میاں نور محمد الملقب به خدا یار خان]

اس کے بعد اس کا بیٹا میاں نور محمد "خدا یار خان" کے لقب سے باپ کے ملک پر متصرف ھوا - صاحبزادہ داؤد خان تین سال تک اس کا مخالف رھا لیکن بالاخر آکر رشتۂ برادری کو استوار کیا - حکومت کے چوتھے سال یعنی سنہ ۱۱۳۰ھ میں داؤد پوتے [اس سے] جنگ کرنے کے لئے مستعد ھوئے اور انھوں نے ملا جیندو ابڑو سے جو بکھر تعلقے کے پرگنہ جتوئی کے بعض زر خرید مواضعات کا منتظم تھا ، فساد کیا - میر عبدالسمیع خان نے بھی کہ شکارپور اور خان پور کی سر زمین ، گرد و نواح کے مواضعات سمیت اسکی جاگیر میں شامل تھے ، اس معاملہ میں دخل اندازی کی اور مذکورہ خان [کے باز پرس کرنے پر اس] کو کوئی جواب نہ دیا - چنانچہ خدمتگار ٹھارو کو حضور میں بھیج کر [اور مذکورہ] جاگیر کو اپنے حوالہ میں لینے کا مطالبہ پیش کرکے، وہ ان کی سرزنش کی طرف متوجہ ھوا - کچھ لڑائیوں کے بعد انھیں شکارپور کے قلعے میں محصور کرکے ھار ماننے پر مجبور کردیا -

قصہ مختصر ، ملک کو چار حصوں میں تقسیم کرکے دو حصے جاگیر کے مالکوں اور ایک حصہ داؤد پوتوں کو دے کر اور چوتھے حصے کو اپنی تحویل میں لے کر معہ ضمانتوں کے

www.maktabah.org

واپس لوٹ آیا- [لیکن] وہ قوم باربار عہدشکنی کرکے ملک اور زمین سے دربدر ہوگئی بالاخر خدایار خان نے ۱۱۳۹ھ میں شکارپور میں ٹھیر کر داؤد پوتوں کی بیخ کنی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا جس نے "دبلی" (۱) کے قلعے میں انہیں گھیر لیا- بعد میں سادات کی سفارش پر انہیں امان ملی اور انہوں نے [۲٦۵] فتنہ و فساد کے خیال کو دل سے قطعی نکال دیا- اب "نہاران" کی وہ زمین جو اس بد انتظامی کے زمانے میں داؤد پوتوں کے ہاتھ آگئی تھی، مکمل طور پر اصل مالکوں کو واپس مل گئی اور وہ (داؤد پوتے) دربدر ہوکر دوردراز ملکوں یعنی ملتان کے پرگنوں جیسے کہ "پھلی" ملک امام الدین جویہ (۲)، فرید خان لکھدیرہ، تاین، (۳) بہاولپور، ھانسی (۴) سمہ کے ملک، افغانوں کی سرحدوں کی قریب کی زمینوں، بابا فرید کے پٹن اور صبر [وغیرہ] میں جاکر آباد ھوگئے- بالاخر دو سال کے بعد اپنے کئے پر پشیمان ھوکر انھوں نے ملازمت کی التجا کی جس پر مناسب گذران عطا کرکے انھیں بکھر تعلقہ کی زمین میں جو سرائیوں کے تازہ قبضے میں آئی تھی، جاگیریں اور مکانات دے کر آباد کیا گیا- اسی طرح ملتان کے قرب و جوار کے مشہور زمیندار شیخ حمید اور شیخ عثمان روتک بھی اھل و عیال کے ساتھ آکر ملازمت میں داخل ھوئے-

---

(۱) نسخہ "ن" میں "دیلی" ھے-
(۲) نسخہ "ن" میں "چوبہ" ھے-
(۳) جملہ نسخوں میں یہی ھے-
(۴) نسخہ "ن" میں "ھانس" ھے-

www.maktabah.org

سنہ ۱۱۴۲ھ میں مراد کلیری عرف "گنجو" سیوی پر مامور ہوا۔ [اس نے جاکر] گنجاوہ کے زمیندار قیصر مگسی، محال شورہ کے سردار میرو گواری رند، محال سنی کے سائیس گھرام لاشاری کی اولاد، محال کچی کے مالک میرو بلدی، محال بھاگ ناڑی کے زمینداروں یعنی مھیان (۱) امیری اور لہپا (۲) ماچھی، ڈھاڈھار کے مالکوں، بازوئی قوم کے کالا خان اور دیگر کوھستان کے بلوچ زمینداروں اور کنکانی کے محالدار بھار خان امرانی وغیرہ کو جس میں سے ھر ایک ھزاروں کے لشکر کا سردار تھا، شکستیں دے کر مطیع کرنے کے بعد خان قلات خان عبداللہ بروھی سے، جو خود کو کوھستان کا شہباز کہلاتا تھا، جا کر پنجہ ملایا۔ آخر سنہ ۱۱۴۳ھ میں خود [۲۶۶] اسی نے (مراد کلیری نے) اپنی جانب سے فوج کشی کی اور محاصرہ اور جنگ کے بعد کرتہ(۳) کا قلعہ مبارک خان سے چھین لیا اور [اس کا] لشکر پیشقدمی کرتا ھوا اسمٰعیل خان بروھی کو شکست اور کاکر (۴) بروھی کو قتل کر کے فتحیاب ھوا۔ اس واقعے کے بعد میر عبداللہ خان نے اپنی دو بیٹیاں صاحبزادوں کو دے کر صلح کی۔ اتفاقاً سنہ ۱۱۴۴ھ میں بروھیوں کے ایک قبیلے نے عھد شکنی کر کے فرید آباد کے قریب کی کاچھی کی سر زمین کو تاخت و تاراج کیا جس پر [میاں] بذات خود انتقام لینے کی غرض سے جا کر لاڑکانہ میں منزل انداز ھوا اور نامور سرداروں کو امیر عبداللہ خان سے

---

(۱) نسخہ "ن" میں "مھتان" ھے۔

(۲) نسخہ "ن" میں "سرولھا" ھے۔

(۳) نسخہ "ن" میں "کرنہ" ھے۔

(۴) نسخہ "ن" میں "کاکری" ھے۔

www.maktabah.org

جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا - [چنانچہ] جذپھر (۱) کے مقام پر، جہاں میر عبداللہ خان پیشقدمی کرکے آیا تھا، دونوں فریقوں کا تصادم ہوا - [میر عبداللہ خان] رستم جیسی جنگ کرنے کے بعد مارا اور بروھیوں کا زور آیندہ کیلئے ختم ھوگیا - سنہ ۱۱۴۵ھ میں صاحبزادہ محمد مرادیاب خان نے منتخب سرداروں کے ساتھ "کھیارو" اور "نرکار" میں جاکر میر عبداللہ خان کے چچا زاد بھائی مراد علی کی بیٹی سے شادی کرکے مراد حاصل کی - اس کے بعد نادر شاہ بادشاہ کی آمد کے اسباب پیدا ھوئے اور اس طرفہ وکلاء آنے جانے لگے - سنہ ۱۱۴۹ھ میں بکھر کا ملک قبضہ میں آیا اور سنہ ۱۱۵۰ھ میں ٹھٹہ پر، جیسا کہ بیان ھوچکا ہے، تصرف حاصل ھوا - اسی سال نادر شاہ نے قندھار فتح کرنے کے بعد سندھ کی راہ سے ھندوستان کی طرف جانے کے بارے میں تحریر کیا - چنانچہ سرحدوں کو مستحکم کرنے کے خیال سے لاڑکانہ جاکر صاحبزادہ محمد مراد یاب کو [اس نے] ٹھٹہ روانہ کیا جو سنہ ۱۱۵۱ھ ماہ ذوالقعد کے آخیر میں ٹھٹہ [۲۶۷] پھونچا [لیکن اسکے پھونچتے ھی] دھاراجہ کا حاکم رانا اجمال اور ککرالہ کا جام اس سے چھیڑچھاڑ کرنے لگے اور اپنے بحری جہاز دریا کے میٹھے پانی میں لے آئے - جس کی وجہ سے خشکی اور دریا میں ان سے کئی لڑائیاں اور جھڑپیں ھوئیں - ان کے جہازوں نے ٹھٹے کے گھاٹ کے قریب پھونچ کر نصرپور تک دونوں کناروں پر لوٹ مار کی - آخرکار جب اس طرف سے کناروں پر توپیں نصب کرکے سر کی گئیں تو

---

(۱) نسخہ "ن" میں "چندبھر" ہے -

www.maktabah.org

وہ شکست کھا کر واپس چلے گئے لیکن سرائیوں کی فوجوں نے تعاقب کرکے دونوں سے جبراً ہار منوائی۔ اسکے بعد نادری تفرقہ پیدا ہوا۔ محمد مرادیاب خان شوال کی ابتدا میں ٹھٹے سے جا کر باپ سے ملا۔ خدا یار خان نے عمر کوٹ پہونچ کر اھل و عیال کو تلھار روانہ کیا۔ پھر جس رات کی صبح کو ان کا نکلنے کا ارادہ تھا اسی کی صبح کو بادشاہ خود ناگھانی آفت کی طرح آ کر عمر کوٹ کے باھر نازل ھوگیا۔ اب چونکہ معاملہ ھاتھ سے جا چکا تھا اسلئے لاچار ھوکر خدا یار خان گنہگاروں کی طرح ھاتھ باندھ کر اسکی خدمت میں حاضر ھوا۔ بادشاہ [نادر] اسے اپنے ساتھ لے جا کر لاڑکانہ میں منزل انداز ھوا۔ اس کے بعد ایک کروڑ روپیہ لے کر ملک پھر اسے بخش دیا اور پٹھانوں کو سیوی اور داؤد پوتوں کو شکارپور عنایت کرکے [خدا یار خاں کو] عزت افزائی کے طور پر "شاہ قلی خان" کا لقب عطا کیا اور صاحبزادہ محمد مرادیاب خان اور غلام شاہ کو بطور یرغمال ساتھ لے کر ۱۱ محرم سنہ ۱۱۵۳ھ کو لاڑکانہ سے واپس چلا گیا۔ ماہ ذوالقعد کے آخر میں جن دنوں کہ بادشاہ عمر کوٹ پہونچا تھا ان دنوں نادری فوجیں سارے سندھ میں داخل ھوگئی تھیں۔ ان میں سے صالح خان بیات اور شاہ وردی خان کرت، شیخ شکراللہ اور مستی خاں جویہ کو موضع اگھم سے جو ٹھٹے سے تین کوس کے فاصلہ پرھے لے کر شہر میں آئے اور شاھی حکم کے مطابق اپنے ساتھ لے گئے۔ پھر حکم کے مطابق شہر کے ممتاز افراد بھی آقا محمد کریم اصفہانی کے ساتھ بادشاہ کی قدمبوسی کیلئے حاضر ھوکر نوازشوں سے سرفراز ھوکر واپس

www.maktabah.org

ہوئے [۲۶۸]۔

اس کے بعد آقا محمد کریم رعایا کا وکیل مقرر ہوا اور سلطان سامٹیو، شاہ قلی کی جانب سے ٹھٹے کا ناظم مقرر ہوا۔ اس نے شورا قوم کو شکست دے کر مطیع کیا جو نادری بدانتظامی [کے زمانے] میں مغرور ہوکر سرزمین کھند میں جو [پرگنوں کا] دل ہے، منافی، کنرو، آریسر اور کھیر، تعلقہ چاکر ہالہ میں، "ہوندا" اور "لدھا" [نامی] شوروں کی سرکردگی میں دست درازیاں کر رہے تھے۔ اسکے بعد جلد ہی [موضع] ونگی تعلقہ چاچکان کے اربابوں، ارباب تماچی، طوغاچی، ٹھاری، سیلی، کاھی اور آسو سومروں پر جو مالگذاری ادا کرنے پر تیار نہ ہوتے تھے حملہ کرکے انھیں نیست و نابود کردیا۔

سنہ ۱۱۵۵ھ میں مظفر علی خان بیات، بیگلر بیگی، ان شاہی [بحری] جہازوں کو لانے کےلئے جو سورت بندر میں تیار ہو رہے تھے؛ کراچی بندر کے راستے سے آیا۔ نواب شاہ قلی خان [نور محمد خان] اس کی ملاقات کیلئے ٹھٹے آیا اور ڈھائی مہینے ٹھٹے میں رہنے کے بعد واپس چلا گیا۔ سنہ ۱۱۵۶ھ میں سردار طہماسپ قلی خان جلائر، داؤد پوتوں کی سر زنش کیلئے آیا۔ اس طرف شاہ قلی خان مصلحت وقت کے پیش نظر الگ ہٹ گیا جس کی وجہ سے سندھ میں نئے سرے سے بدانتظامی کا دور دورہ ہوگیا۔ چونکہ ٹھٹے کا ناظم سلطان سامٹیو اور شیخ شکراللہ، شاہ قلی خان کی طلبی پر ٹھٹے کو خالی کرکے چلے گئے تھے اور اس طرف مظفر علی خان، سردار سے ملاقات کرنے کیلئے آیا ہوا تھا اسلئے کتنے ہی دنوں تک شاہی وکیل رضا بیگ،

www.maktabah.org

ھندوستانی حکمرانوں کے باقی ماندہ سرداروں فاضل بیگ، دھاراجہ کے رانا اور ارباب ساجن راتیہ (۱) کی مدد سے ٹھٹے کی نگرانی کرتا رھا۔ آخرکار جب شاہ قلی خان [نور محمد خان] سردار جلائر کی ملاقات کیلئے پورہ میں آکر حاضر ھوا اپنے تیسرے فرزند عطر خان کو [۲٦۹] یرغمال کے طور پر دے کر واپس ھوا تو سلطان سامٹیو اور شیخ شکراللہ پھر ٹھٹے واپس آگئے۔

سنہ ۱۱۵۷ھ میں شیخ شکراللہ نے ککرالہ کے حاکم جام ھوتی کو نابود کر کے اسکی جگہ جام موھر کو مقرر کیا۔ اسکے بعد سنہ ۱۱۵۸ھ میں شاہ قلی خان [نور محمد خان] نے خود کانجی کے قلعے پر حملہ‌آور ھو کر اسے بہ‌جبر فتح کرلیا۔ پھر سنہ ۱۱۵۹ھ میں ان کچھی کافروں کو جنھوں نے کانجی کا قلعہ فتح ھوجانے کے بعد بدین کے مواضعات اور دوسرے مقامات پر شورش برپا کر رکھی تھی، سبق دینے کیلئے بہار شاہ فقیر اور دوسروں کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا گیا۔

اسکے بعد نیکنامی کے ساتھ اپنا وقت ختم کرکے سلطان فقیر مکلی کی پہاڑی میں جا کر آرام پذیر ھوا (دفن ھوا) اور اسکا بیٹا مسو فقیر اسکا جانشین ھوا۔ سنہ ۱۱٦۰ھ میں نادر شاہ قتل ھوا۔ انھی دنوں میں دھاراجہ کے رانا کے شہ پر سو پہاڑی جنگجو افراد ٹھٹے کے مضافات کو لوٹنے کے لئے آئے۔ مسو فقیر اور شیخ شکراللہ، بولا خان جاکھرا کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے عظیم المرتبت پیر (شاید پیر پٹھہ) کے مزار کے پاس آکر منزل انداز ھوئے۔ لیکن چونکہ ان کا لشکر قبروں کے اوپر سے

---

(۱) نسخہ "ن" میں "رانسہ" ہے۔

www.maktabah.org

گذرا تھا اس لئے اس بے ادبی کی سزا میں تیسرے دن مقابلہ ہونے پر ان ہزاروں نے صرف ایک سو سے زبردست شکست کھائی۔ رانا کی اس جارحانہ حرکت کی وجہ سے صاحبزادہ محمد خداداد خان زبردست لشکر ساتھ لے کر ٹھٹے آیا۔ مذکورہ قصور پر مسو فقیر نظامت (گورنری) سے موقوف ہوا اور بلاول فقیر نائب [گورنر] مقرر ہوکر رانا کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ رانا خود تو سمندر میں چلا گیا اور قلعہ بعض غلاموں کی نگرانی میں چھوڑ گیا۔ ان گنتی کے آدمیوں نے بے انداز لشکر سے جنگ شروع کردی۔ بہر حال چونکہ قلعہ نہایت اہم تھا اس لئے ایک فرضی دستاویز کے ذریعہ اسے فتح کیا گیا۔ قلعہ فتح ہوجانے کے بعد [۲۷۰] صاحبزادہ واپس چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ شکراللہ نے رانا کو بجار جوکھیہ کی معرفت صلح کی گفت و شنید کے بہانے جہاز سے نیچے بلاکر قتل کرادیا۔

سنہ ۱۱۶۱ھ میں احمد شاہ بادشاہ درّانی نے ہندوستان کے بادشاہ سے نادر شاہ کے زمانے کی سرحدیں مقرر کرکے سندھ کے حاکم میاں نور محمد کو "شاہ نواز خان" کے خطاب سے نوازا۔ سنہ ۱۱۶۲ھ میں صاحبزادہ غلام شاہ اور عطر خان ایران سے واپس آگئے۔ سنہ ۱۱۶۳ھ میں گل محمد خراسانی ٹھٹے کا ناظم مقرر ہوا۔

اسی سال مراد یاب خان کے مسقط آنے اور اس کے ساتھی شیخ غلام محمد کے فوت ہونے کی خبر ملی جس پر شیخ شکراللہ کو صاحبزادہ کو لانے کیلئے جہاز لے کر روانہ ہونے کا حکم ملا۔ سنہ ۱۱۶۴ھ میں جہاز بندرگاہ مسقط کی طرف روانہ ہوئے

www.maktabah.org

اور شیخ شکراللہ کا سفینۂ حیات بحر فنا میں غرق ہوگیا۔

صاحبزادہ محمد مرادیاب خان باپ کے دیدار سے فیضیاب ہوا تو اپنا سارا دفتر اس کے حوالے کرکے اور خدا آباد میں مقیم کرکے شاہ نوازخان خود آکر نئے تعمیر کردہ شہر محمدآباد میں سکونت پذیر ہوا۔ صاحبزادہ محمد خدا داد خان، جو بھائی کی طویل غیر حاضری کی وجہ سے ولی عہدی کا حقدار ہوا تھا اب بھائی کے آجانے اور ولیعھدی سے محروم ہوجانے کی وجہ سے اسکا دماغ خراب ہوگیا اور وہ ھندوستان چلا گیا۔ اس طرف محمد مراد یاب خان کاروبار حکومت کو اچھی طرح انجام نہ دے سکا جس کی وجہ سے دفتر اس سے چھین لیا گیا۔

سنہ ۱۱۶۶ھ میں سردار جھان خان کی آمد کی خبر سن کر اسے کچھ فکر پیدا ہوئی لیکن پھر یہ جلد ھی رفع ہوگئی۔ اسی سال کے آخر میں خود بادشاہ [احمد شاہ ابدالی] کے اس طرف سے ہوتے ہوئے ھندوستان جانے کی گرما گرم افواہیں مشہور ہوئیں۔ محرم سنہ ۱۱۶۷ھ کی چوتھی تاریخ کو بادشاہ کی آمد کی پختہ خبر سن کر [نور محمد] محمد آباد سے [۲۷۱] تلہار چلا گیا اور راستے سے تابعدای کا اظہار کرنے اور شاھی فوج کا راستہ تبدیل کرنے کی استدعا کرنے کے لئے گدومل کو وکیل بنا کر شہنشاہ [احمد شاہ ابدالی] کی لشکرگاہ میں بھیج دیا، لیکن بادشاہ کے مزاج میں برھمی کے غلبے کی وجہ سے تین دن تک اسے باریابی کا موقع نہ ملا۔ پھر جب نوشہرہ کی منزل پر شاھی چھاؤنی آراستہ ہوئی تب جاکر مذکورہ وکیل کی مراد پوری ہوئی۔ لیکن اتفاق سے اسی اثنا میں ملک کا والی [نور محمد خان]

www.maktabah.org

جیسلمیر کے سامنے کورھرہ کے گھاٹ کے قریب خناق کے مرض میں مبتلا ہو کر اور بادشاہوں کے بادشاہ کی صدا پر لبیک کہہ کر اسی سال کی بارھویں صفر کو دارالبقا کی جانب رحلت کر گیا۔ [چنانچہ] جملہ امرا نے اتفاق کرکے صاحبزادہ محمد مراد یاب خان کو، جو اس خوف سے کہ کہیں پہلے کی طرح اسے پھر یرغمال کے طور پر نہ جانا پڑے، باپ کی خدمت سے بھاگ گیا تھا، بلا کر اسی ماہ کی ۱۶ تاریخ کو تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ یہ خبر سن کر بادشاہ [احمد شاہ ابدالی] نے بعض دشمنوں کے ورغلانے پر اپنے سابقہ وعدوں سے انحراف اختیار کیا جس کی وجہ سے محمد اسمعیل خان پنی محمد آباد تک آپہونچا۔ پھر اس نے سید شاہ محمد کی سرکردگی میں دو تین غیر معروف سردار ٹھٹے کی طرف بھیجے اور ایک دستے نے یلغار کرتے ہوئے جاکر تھر (ریگستان) کے قریب موضع ٹھارو ھنکورجہ کو لوٹا۔ اسمعیل خان کے آدمیوں کے تعاقب میں گل محمد خان خزانہ کے افسر کی جانب سے صالح خان نامی ایک شخص مالگذاری وصول کرنے کے لئے ٹھٹے آیا۔ [لیکن] اس سے پیشتر ھی محمد بیگ شاملو ٹھٹے کے [ممتاز] باشندوں کو بلانے کے لئے آیا تھا اور آقا محمد صالح کو ٹھٹے کا نائب ناظم مقرر کرکے اور ٹھٹے کے ممتاز افراد کو ساتھ لے کر لشکر گاہ کی طرف جا چکا تھا۔ [چنانچہ] بعد میں آنے والے لوگوں نے آقا محمد صالح کو بیدخل کردیا۔

چونکہ محمد بیگ [ٹھٹے کے] ممتاز افراد کو راستے سے واپس چلے جانے کی اجازت دے کر [تنہا] جاکر کیمپ میں

www.maktabah.org

حاضر ھوا اور [۲۷۲] مالگذاری وصول کرنے کیلئے نائب مقرر کرنے کی وجہ سے معتوب ھوا تھا اس لئے مالگذاری وصول کرنے کا پروانہ قاضی محمد محفوظ کے نام جاری ھوا اور ممتاز افراد کو دوبارہ بلوایا گیا ۔

اس طرف قاضی صاحب کا فرزند رشید ، صالح خان سے دیوانی کے حوالہ جات لینے پر بضد تھا اور اُس طرف مرحوم [میاں نور محمد] کے وکیل ، سرائی سرداروں کا رضانامہ، بطور یرغمال محمد عطر خان کا بازو، اور سندھ کے سابقہ نذرانہ سے زیادہ نذرانہ کی پیشکش کرکے محمد مراد یاب خان کے نام پر سندھ کی حکمرانی کا پروانہ اور "سر بلند خان" کا لقب حاصل کرکے اپنے موکل کے پاس [واپس] آگئے ۔

یہ خبر سن کر ٹھٹے کے ممتاز افراد اپنے نئے والی کو دیکھنے کے لئے راستے ھی سے عمرکوٹ کیلئے روانہ ھوئے اور محمد مراد یاب خان نے ملک کی طرف توجہ دے کر ٹھٹے کی گورنری پر شیخ ظفراللہ کو مامور کیا ۔ اس طرح سندھ نئے سرے سے آیت مقدسہ "ان المُلُوک اذا دَخَلُوا قَریَۃً اَفسدُوھا" (۱) کے مصداق سے آزاد ھوا ۔

محمد مراد ملقب بہ نواب سر بلند خان (۲)

نواب سر بلند خان [مراد یاب خان] کے عمرکوٹ کے قریب پہونچنے پر دیوان گدومل بھی حکومت کا پروانہ اور خلعت ساتھ

---

(۱) "بے شک بادشاہ جس قریہ میں قدم رکھتے ھیں اسے ویران کردیتے ھیں" ۔

(۲) نسخہ مطبوعہ بمبئی میں یہ عنوان بجنسہ موجود ہے لیکن مصنف کے قلمی نسخے میں نہیں ہے۔

www.maktabah.org

لا کر حاضری کے شرف سے مشرف ہوا۔ پھر حکم ملنے پر کارندوں نے وہاں سے آکر نصرپور کے سامنے [نواب کی] چھاونی کیلئے ایک [قطعہ] زمین تیار کی اور [نواب کے] اس سر زمین پر تشریف فرما [۲۷۳] ہونے کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں یہاں ایک خوبصورت شہر آباد ہوگیا۔ اسی سال کے آخر میں اس نے ککرالہ کے جام کی مہم کی طرف متوجہ ہوکر مناسب جنگوں اور صائب تدابیر کے ذریعہ اس کی شان و شوکت کو تہ و بالا کردیا اور اسے "کوداریہ" سے "دیرہ" کی طرف بھگا کر خورد اوچھ، بخاری، میران اور کجی کی زمینیں حاصل کرلیں اور کجی کو چھاؤنی مقرر کرکے ہر مقام پر مضبوط قلعے تعمیر کراکے انھیں مستحکم کیا۔ اسکے بعد دو سال اس نے اور بھی آرام کے ساتھ حکومت چلائی لیکن چوتھے سال یہ روش تبدیل کرکے اس نے ایسے طریقے اختیار کئے جو ملک کے زوال کا سبب بنے۔

سرائی سرداروں اور رعایا کو اس نے تکلیفیں پہونچانی شروع کردیں۔ اور چونکہ وہ بادشاہی عمال کے تسلط اور چیرہ دستیوں سے تنگ آچکا تھا اس لئے ملک پر جھاڑو پھیر کر کسی اور جانب نکل جانے کا اس نے مصمم ارادہ کرلیا۔ اسی خیال سے وہ خزانہ مسقط بندر کو منتقل کرتا رہا۔ ککرالہ کے جام کا ملک اسکے راستہ میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ چنانچہ سال کے آخر میں اس نے جام کو درمیان سے صاف کردینے اور بغیر کسی رکاوٹ کے اسکے ملک پر قبضہ کرنے کے لئے ایک لشکر مامور کیا۔ جن سرائی سرداروں نے جام سے صلح کرتے وقت حلف اٹھایا تھا انھیں یہ بات پسند نہ آئی۔ ویسے بھی

www.maktabah.org

چونکہ وہ سب اس سے عاجز آگئے تھے اس لئے انھوں نے باھم مشورہ کرکے ۱۳- ذوالحج سنہ ۱۱۷۰ھ کی شب کو اپنا انتظام مکمل کرکے اور صبح کے وقت اسکی حویلی پر حملہ کرکے بیٹوں سمیت اسے قید کرلیا -

میاں غلام شاہ خان

اس نے تیرہ ذوالحج سنہ ۱۱۷۰ھ کو صبح کے وقت تخت حکومت پر متمکن ھوکر معزول حکمران کے ظلم سے زخم خوردہ لوگوں کے دلوں پر [۲۷۴] مہربانیوں کا مرھم رکھ ان سے ھمدردی کی - اس کے کچھ ھی عرصے کے بعد نئے سال کا پہلا عشرہ گذرتے ھی جب اس منحوس شہر کو چاروں طرف سے پانی نے گھیر لیا تو وھاں سے منتقل ھوکر [اس نے] باپ کے [آباد کردہ شہر] محمد آباد کے قریب "الہ آباد" نامی ایک نیا شہر بسا کر وھاں سکونت اختیار کی - جملہ امرا نے اس کے آگے سر تسلیم خم کیا لیکن محمد مراد یاب خان کے برادر حقیقی، احمد یار خان نے جو حیدرآباد میں رھتا تھا، اطاعت قبول نہ کی - اس طرف بہارا شاہ کا بیٹا مقصود فقیر باپ کو اس بارے میں غلط سمجھکر کسی دوسرے خیال سے خاموش ھوکر بیٹھ رھا لیکن بالاخر تسلی دلانے کے بعد ظاھر داری سے کام لیتا ھوا خدمت میں آکر حاضر ھوا -

اسی اثنا میں عطر خان نے، جو یرغمال کے طور پر [بادشاہ] کے حضور میں سوجود تھا، اس نے جب محمد مراد یاب خان کی موقوفی کی خبر سنی تو فریاد کرکے ملک [کا پروانۂ حکومت] اپنے نام پر حاصل کیا - اس طرف احمد یار خان نے اس کے

www.maktabah.org

واسطے لشکر تیار کیا ۔ [چنانچه] سرائی اپنے کئے پر پشیمان هو کر کہنے لگے که "جب عطر خان کو بادشاہ کی جانب سے حکومت ملی ہے تو ہمیں یقیناً اسکی اطاعت [کرنی پڑیگی]" ۔ غلام شاہ بھی مصلحت وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی سال کی ۲۰ صفر کو سارے لشکر سمیت تھر کی طرف نکل گیا ۔ کچھ منزلوں کے بعد عطر خان کا خط ملنے پر مقصود نے محمد مراد یاب خان کو آزاد کرکے اکثر سرائی سرداروں کے ساتھ اس کی طرف (عطر خان کی جانب) روانہ ھوا اور غلام شاہ اپنے خاص خیلیوں ، راجه لیکھا اور کچھ مختصر فدائیوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا ۔

محمد عطر خان نے ملک کو خالی دیکھ کر ، کیونکه احمد یار خان نے اس کے لئے پہلے ھی سے انتظام کرلیا تھا ، نوشہرہ میں آکے منزل کی اور ربیع الثانی کی ابتدا میں محمد مراد بھی اس کے پاس آپھونچا ۔ اسے اور سرائی سرداروں کو یہی امید تھی که [۲۷۰] عطر خان نے یه کام اپنے بھائی کے لئے کیا ھے لیکن چونکه کاروبار مملکت کی [سر براھی] خود غرضی پر بنیاد رکھتی ھے اس لئے عطر خان نے بھائی کی آمد کی خبر سن کر ملاقات کئے بغیر اسے خدا آباد میں مقیم رکھنے کا حکم دیا ۔ حالانکه اس حرکت پر وہ سبھوں کی نظروں سے گر گیا لیکن چونکه وہ بادشاہ کی جانب سے نامزد کیا گیا تھا اس لئے مجبوراً سب کو اس کا ساتھ دینا پڑا ۔ اب شاھی محصل (خراج وصول کرنے والے) اس کی بڑی توھین کرنے لگے [چنانچه] اپنی مفلسی اور خراج کے سخت تقاضوں سے مجبور ھو کر وہ ملک پر سخت مظالم کرنے

www.maktabah.org

لگا۔ آخرکار مظلوموں کی آھیں اور ستم زدوں کی دعائیں آسمان تک جا پھونچیں اور غلام شاہ کچھ مدت گذارنے کے بعد کامیابی کی پختہ امیدوں کے ساتھ آدے پور سے بہاولپور واپس آیا اور تین ماہ وھاں قیام کرکے انتظامات مکمل کرنے کے بعد اپنے قرۃالعین صاحبزادہ سر فراز خان کو اھل و عیال کے ساتھ وھیں چھوڑ کر خود رمضان کے وسط میں سندھ کی طرف روانہ ھوا۔ محمد عطر خان آگے بڑھ کر اس کے مقابلہ پر آیا اور روھڑی کے باھر نہر امر کس کے کنارے [ماہ] رمضان کی آخری تاریخوں میں جنگ کی۔ غلام شاہ کے پاس لشکر کم تھا لیکن اس کے باوجود بخت کی تائید سے کچھ دیر تیر و تفنگ کی بوچھاروں کے بعد نہر پار کرکے دست بدست جنگ میں فتحیاب ھوا۔ عطر خان، احمدیار خان اور مقصود شکست فاش کھاکر اور ناکامی کا منہ دیکھ کر بھاگ کھڑے ھوئے۔ [غلام شاہ] مظفر و منصور ھوکر بغیر کسی تکلیف کے آکر، آراستہ و پیراستہ لشکر گاہ میں فروکش ھوا۔ وہ دن اور دوسرا دن، عید سعید کا دن تھا۔ [وھاں ٹھہر کر] سرائی سرداروں کی رنجش کو مہربانیوں سے زائل کرکے اور اپنے ساتھ لے کر وہ روھڑی سے سیوستان پھونچا اور وھاں محمد مراد یاب خان مرحوم کے، جو اسی دوران میں انتقال کر گیا تھا، پسماندگان سے واجبی ھمدردیاں ظاھر کرکے [۲۷٦] شوال سنہ ۱۱۷۱ھ کے آخر میں الہ آباد میں منزل انداز ھوا۔ یہاں صاحبزادہ نے بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ آکر کچھ ھی عرصہ میں دیدار کا شرف حاصل کیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ وھاں سے محمد آباد گیا اور باقی سارا سال خیر سے گذر گیا۔

www.maktabah.org

سنہ ۱۱۷۲ھ میں پھر ھنگاموں کے اسباب پیدا ھوئے جو زیادہ تر با نصیب لوگوں کے حال کی کسوٹی ھوتے ھیں وہ اس طرح کہ، محمد عطر خان اور احمد یار خان مذکورہ شکست کے بعد قلات چلے گئے، جہاں محمد نصیر خان نے میاں غلام شاہ سے اخلاص ھونے کی وجہ سے انہیں اپنے پاس ٹھہرالیا - بالاخر اس کی (محمد نصیر خان کی) نافرمانی کی وجہ سے اس پر شاھی فوج کا حملہ ھوا - بادشاہ کے فتحمند ھونے کے بعد انھوں نے (عطر خان اور احمد یار خان نے) شاھی کیمپ میں پہونچ کر بعض وسیلوں کے ذریعے ملک [سندھ] کی حکومت کا پروانہ نئے سرے سے حاصل کیا - احمد یار خان حضور میں رہ گیا اور عطر خان، عطائی خان نامی ایک امیر کو کمک میں ساتھ لے کر سندھ کی طرف روانہ ھوا - اس طرف مصلحت وقت کے پیش نظر میاں غلام شاہ بھی ربیع الثانی سنہ ۱۱۷۲ھ میں دیرہ کی طرف جاکر کجی پہونچا اور پھر اورنگا بندر پار کرکے کجی کا "شاہ کرہ" نام رکھ کر [اسے] اپنی رھایش گاہ بنایا - پھر شاہ کرہ (ساکرہ) کے مد مقابل "شاہ بندر" کے نام سے ایک بندرگاہ تعمیر کراکے ایک حویلی اور مضبوط قلعہ تعمیر کرایا اور اھل و عیال کو حریفوں کے غلاموں سمیت اپنے نامور فرزند محمد سرفراز خان کے پاس چھوڑ کر بھائی سے مقابلہ کے لئے تیار ھوا - چونکہ اس طرف سے محمد عطر خان پٹھانوں کے ھاتھوں ملک کو ویران کراتا ھوا، مقصود کو مقدمہ کے طور پر آگے کئے ھوئے مقابلہ کے لئے چلا آرھا تھا اس لئے چند ھی دنوں میں ان کے استقبال کے لئے اس نے انھیں سر زمین چاچکان میں

www.maktabah.org

جا لیا - پہلے جنگ کی باتیں ھوا کیں لیکن مخالفین اس کی طاقت نہ پاکر پھر صلح کی باتیں کرنے لگے - چنانچہ ملک کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ ھوا - [۲۷۷] شاکرہ (ساکرہ) سے لے کر نصرپور تک ٹھٹے کے مضافات سمیت کا علاقہ میاں غلام شاہ کے حصے میں آیا اور ٹھٹے [کے علاوہ باقی ماندہ] سارا سندھ اس کے بھائیوں کو ملا - اسی وجہ سے میاں غلام شاہ ساکرہ میں تشریف فرما ھوا اور عطر خان جاکر نوشہرہ میں مقیم ھوا - رمضان [شریف] تک اسی طرح [کام] چلتا رھا لیکن چونکہ سارا سندھ میاں غلام شاہ کی قسمت میں لکھا ھوا تھا، اس لئے بھائیوں میں ان بن ھوگئی اور بادشاہ کو یہ یقین ھوگیا کہ عطر خان سے ملک کا کاروبار نہ چل سکیگا چنانچہ احمد یار خان اپنا بیٹا بطور یرغمال [بادشاہ کے پاس] چھوڑ کر اور حکومت کا پروانہ اپنے نام پر جاری کراکے سندھ کی طرف روانہ ھوا - اس حقیقت سے باخبر ھوکر رمضان سنہ ۱۱۷۳ھ میں میاں غلام شاہ عزم مصمم کے ساتھ سندھ فتح کرنے کے لئے روانہ ھوا - عطر خان ایک طرف سے غلام شاہ کی نقل و حرکت اور دوسری طرف سے احمد یار خان کو [آتا دیکھ کر] حواس باختہ ھوکر نوشہرہ سے فرار ھوگیا - میاں غلام شاہ خان عیدالفطر کے دن نصرپور کے اس طرف یہ خبر سن کر آگے بڑھا اور احمد یار خان اسی طرف رہ گیا - [اس طرح] سارا ملک میاں غلام شاہ کے تصرف میں آگیا -

اس سے پیشتر محمد عطر خان کے دنوں میں [اھل] ٹھٹہ کو طرح طرح کی اذیتیں پھونچی تھیں جیسے کہ جوکھیہ قوم کے

www.maktabah.org

ھاتھوں ٹھٹے کے مولا محله کی لوٹ مار- انھوں نے دن دھاڑے اطمینان کے ساتھ اس محله کے گھروں کو توڑ پھوڑ کر بڑی بے فکری کے ساتھ لوٹ مار کی تھی- [اس کے علاوہ] حاکم کی بدانتظامی کی وجه سے پٹھانوں کے ھاتھوں [اھل ٹھٹه پر] اس قدر ھولناک مظالم ھوئے تھے که اس سے زیاده کا تصور ھی نہیں کیا جاسکتا۔

قصه مختصر، اسی سال کے ماه شوال کی دوسری تاریخ کو عطر خان کا خط ملا که "میں ملک سے جاتا ھوں، اب تم جانو اور میرا بھائی جانے"- میاں غلام شاه نے آگے بڑھ کر بھائی کے رھے سہے ساتھیوں کو گرفت میں لے کر لاڑکانه تک [۲۷۸] پیشقدمی کی اور اس طرح ساری مرادیں حاصل کیں- کھوسه سردار جنھوں نے اس بد نظمی کے ایام میں خدا آباد کو بری طرح لوٹا تھا، وه سب تلواروں کا لقمه بنے اور سزا کے طور پر ان کے دیہاتوں میں لشکر مقرر کئے گئے- اس کے بعد اس نے سیوھن کی طرف باگ موڑی اور فتحمند لشکر کھوسه قبائل کے وسط میں واقع قلعه جویه اور نلی لک (۱) پر حمله آور ھوکر اور [دشمنوں کو] قتل اور قید کرکے کامیابی کے ساتھ واپس آگیا۔

اسی اثنا میں خبر ملی که محمد عطر خان اور مقصود، داؤد پوته سرداروں خصوصاً بہادر خان کی مدد سے پھر دشمنی کے نقاره پر چوب لگا کر جنگ اور فوج کشی کے لئے تیار ھوئے ھیں- چنانچه بغیر کسی توقف اور جھجھک کے فتح نصیب لشکر کو ساتھ

---

(۱) نسخه "ن" میں قلعه 'چویه' و لک 'تلی' ھے۔

www.maktabah.org

لے کر وہ اباوڑو تک جا پھونچا اور کتنے ھی نامور سرداروں کو بہادر خان سمیت میدان جنگ میں قتل کر کے اور غنیم کو شکست فاش دے کر مظفر و منصور واپس آیا۔

اس طرح جب دشمنوں اور ملک کی مکمل تسخیر سے اسے پوری طرح اطمینان حاصل ھوگیا تو اس نے مورخہ ۲۰ محرم الحرام سنہ ۱۱۷۳ھ کو نئے آباد کردہ شہر شاہ پور میں مبارک چھاؤنی استادہ کی اور اپنے صاحبزادے کو متعلقین سمیت ساکرہ سے اپنے پاس بلالیا۔ اس سے پیشتر محمد قائم کوکلتاش یعنی آنتا [کا لڑکا]، ٹھٹے کا ناظم مقرر ھوا تھا جس نے جاکر وھاں کے غریب باشندوں کو موقوف شدہ حاکم کے کارندوں کے مظالم اور پٹھانوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائی۔ اسی سال ککرالہ کے حاکم جام ڈیسر کو، جس نے میاں غلام شاہ کی ساکرہ میں سکونت اور تسخیر سندھ کے ارادوں کے زمانے میں سچائی کے دستور کے خلاف روش اختیار کر رکھی تھی، محمد صدیق ڈیسر اور دیگر امرا نے ملک سے نکال دیا اور پھر مورخہ ۷ ماہ صفر المظفر سنہ ۱۱۷۴ھ [۱۷۶۰ء] کو اسے قلعہ "آباد" سے بھی بھگا کر کچھ (۱) کی طرف دربدر کیا۔ اس کا بیٹا "ھردورجی" جو اس کے دیرہ میں تشریف لانے کے بعد سے اس کے ھمرکاب رھتا آیا تھا وہ [بدستور] میاں غلام شاہ کی خدمت میں حاضر رھا کیا۔

سنہ ۱۱۷۵ھ میں بادشاہ کے حضور سے اسے "شاہ وردی خان" کا خطاب ایک ھاتھی اور دیگر کثیر نوازشیں عطا ھوئیں۔ اسی سال اس نے داؤد پوتوں کی گوشمالی کیلئے خان پور تک یلغار کی لیکن پھر اُچ کے سادات کی سفارش پر ان کی خطاؤں

(۱) نسخہ "ن" میں "کنج" ہے۔

www.maktabah.org

سے در گذر کر کے واپس آگیا۔

سنه ۱۱۷۶ھ مورخه ۹ ربیع الثانی کو وہ کَچھ کے کافروں کو راہ راست پر لانے کے لئے روانه ھوا۔ راستے میں اس نے قلعه "سندری" فتح کیا۔ "کوہ جاڑا" پر تقریباً چھ ھزار کافر تلواروں کے گھاٹ اتر گئے۔ وھاں سے مظفر و منصور ھو کر اس نے آگے قدم بڑھایا اور یلغار کرتا ھوا "بھج" سے بارہ کوس کے فاصلے پر جا پھونچا۔ راستے میں کتنے ھی قصبے تاخت و تاراج اور مطیع کئے گئے۔ بستا بندر اور لکھپت بندر کے قلعے بھی فتح ھوئے۔ بالاخر کَچھ کے راجه کی خوشامد اور صلح کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مذکورہ سال کی ۲ رجب کو، وھاں سے واپس ھو کر کامیابی کے ساتھ، شاہ پور آپھونچا۔

۱۱۷۸ھ میں اس کا دوبارہ کَچھ پر فوج کشی کرنے کا اتفاق ھوا۔ راسته میں مورو کا قلعه به جبر فتح کر کے وہ بھج پانچ کوس کے فاصله پر جا کر منزل انداز ھوا۔ کَچھ کا راجه وسیلے درمیان میں لایا۔ جن کی وجه سے اس نے صلح کر کے اس نے باگ پھیری۔

کَچھ سے واپسی کے بعد، کثیر گرد و غبار اور ھواؤں کی وجه سے وہ پرانے شاھپور سے نئے شاہ پور کو منتقل ھوگیا اور بادشاہ کی بارگاہ سے اسے سابقه القب کے ساتھ "صمصام الدوله" کا بھی خطاب عطا ھوا۔ [۲۸۰]

اسی اثنا میں عطر خان کے مقصود فقیر جیسے ساتھی فوت ھوگئے چنانچه ناکام اور پشیمان ھو کر وہ آکر خدمت میں حاضر ھوگیا اور طرح طرح کی عنایات سے سرفراز ھو کر ھمرکاب

www.maktabah.org

رھنے لگا۔ خدائے پاک کے فضل و کرم سے روز بروز اس کا ملک ترقی پاتا اور بخت بلند ھوتا رھا۔

سنہ ۱۱۸۱ھ میں بادشاہ کے حضور سے ڈیروں کا بندوبست اس کی نگرانی میں دیا گیا، اور اسی سال کے ماہ ربیع الاول کی ابتدا میں وہ اس طرف روانہ ھوا اور تین ماہ کے عرصے میں۔اس سارے علاقے کو فسادیوں سے صاف کرکے اور وھاں کے سرداروں سے ضمانتیں لے کر کامرانی کے ساتھ شاہ پور واپس آگیا۔ [لیکن] اتفاق سے اس ملک میں [اس کے] مامور کردہ لشکر اور وھاں کے بعض باشندوں خصوصاً نصرت نامی ایک نامور سردار کے مابین تنازعہ ھوگیا جس کی وجہ سے پورے ایک سال تک جنگ ھوتی رھی۔ اسی اثناء میں سردار جھان خان نے وہ ملک اپنے نام پر حاصل کرکے اس کے ناظموں کو بیدخل کرکے واپس کردیا۔ [لیکن اس کے بعد] خدائے پاک کی اعانت اور بخت کی یاوری کی وجہ سے سنہ ۱۱۸۳ھ میں پھر ڈیرہ غازی خان کا قبضہ مذکورہ سردار سے واگذار کراکے میاں غلام شاہ کی تحویل میں دے دیا گیا وہ نئے سرے سے اپنا انتظام قایم کرنے کے لئے خود وھاں جا پھونچا اور پھر کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ [خوش قسمتی سے] ڈیرہ غازی خان کے ساتھ ساتھ ملتان کی حکومت بھی وھاں کے حاکم کی مدد سے میاں غلام شاہ کے نام ھوگئی۔

چونکہ اس سے پیشتر ماہ ذوالقعد سنہ ۱۱۸۲ھ میں نیرون کوٹ کو جو ایک مضبوط پھاڑی [پر واقع] ہے پایہ تخت بنانے کی تجویز ھو چکی تھی، اس لئے سنہ ۱۱۸۲ھ میں موجودہ حیدرآباد کا قلعہ تعمیر ھوکر مکمل ھوا اس کا نام حیدرآباد

www.maktabah.org

رکھا گیا - اس کے مقابل کے ٹیلے پر شہر [تعمیر کراکے] رعایا کو قلعہ کی حفاظت میں آباد کیا گیا اور ماہ ذوالحج میں دیرہ [غازی خان] سے واپس آنے کے بعد [وہ] اسی قلعے میں سکونت پذیر ہوا - [۲۸۱]

(سنہ ۱۱۸۴ھ میں بعض اسباب کی بنا پر ڈیرہ غازی خان سے اس کی موقوفی کا حکم ہوا اور سابقہ دستور کے مطابق اس پر جہان خان کا قبضہ بحال کیا گیا) (۱) -

چونکہ اس کتاب کی تالیف کے وقت تک اتنے ہی حالات دیکھے گئے ہیں اس لئے [اب] قلم کی باگ سے شاندار حکومت کی دعا کی جانب پھرائی جاتی ہے- خداوند تعالیٰ پیغمبر [صلعم]

---

(۱) یہاں قوسین کے اندر تحریر کردہ عبارت ہو بہو مصنف کے قلمی نسخے کے حاشیے میں موجود ہے بلکہ دو سطریں اور بھی زاید تحریر ہیں جو کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھی نہیں جا سکیں - نسخہ "ن" میں اس مقام پر کچھ زیادہ تحریر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

"اسی سال کتچھ کے راجہ نے بہ رضا و رغبت اپنے والد کے "ایسوجی" نامی ایک چچا زاد بھائی کی بیٹی کو اس کے عقد میں دیا - شادی کے موقع پر دونوں جانب سے بڑے تکلفات کئے گئے اور بستا بندر و لکھپت بندر کا قبضہ واپس دیا گیا - سال رواں یعنی سنہ ۱۱۸۵ھ کے عجیب واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ سر زمین وند کے تقریباً ایک جریب قطعے میں گوشت کے ٹکڑوں کی بارش ہوئی جس میں سے ہر ایک ٹکڑا کچی اینٹ سے بھی بڑا تھا - ایسے دو تین ٹکڑے میاں غلام شاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے گئے- وہ سور کے گوشت جیسے نظر آئے ، کتوں کے سامنے انھیں ڈالا گیا لیکن انھوں نے نہ کھایا"-

www.maktabah.org

اور اس کی مقدس آل کے صدقے میں اس مبارک خاندان کو همیشه عزت و اقبال کے ساتھ امیدوں اور مرادوں کے میدان میں نامور رکھے ! (۱)

چونکه مذکوره بیانات میں ٹھٹے کے حکمرانوں کے نام اور حالات پابندی کے ساتھ بیان کئے گئے هیں اور گل محمد خراسانی کے بعد محمد قایم کوکلتاش کے علاوہ دوسرا کوئی بھی مسلمان ناظم وهاں مامور نہیں کیا گیا اس لئے ملک کے فرمانروا کے ذکر پر اکتفا کی گئی۔ اب دین محمدی کی برکت سے محرم سنه ۱۱۸۴ھ میں حبیب فقیر نائچ ٹھٹے کا ناظم مقرر هوا هے۔ الله تعالیٰ اپنے احسان اور کمال کرم سے مسلمانوں کے اس شهر کو اهل اسلام کی گورنری سے مشرف رکھتا آئے ! [۲۸۳]

---

(۱) میاں غلام شاہ کلهوڑہ سنه ۱۱۸٦ھ میں فوت هوا ۔ اس کی تاریخ وفات ذیل کے شعر سے نکلتی هے جو تحفة الکرام کے نسخه مطبوعه بمبئی کے حاشیه میں دیا گیا هے :

غلام شاہ که بوده غلامِ شاہ نجف
مقام کرده ارم همدمی بشاهِ نجف [۲۸۲]
۱۱٦۸ھ

www.maktabah.org

حصہ دوم

www.maktabah.org

حصه دوم

سندھ کے مشہور شہر اور وہاں کی شخصیتیں

مخفی نہ رہے کہ جب سندھ کے حکمرانوں اور بادشاھوں کے طبقے کے حالات تحریر کرنے سے فراغت حاصل ھوئی تو اپنی شرط پوری کرنے کے لئے بعض شہروں اور قصبوں کا ذکر، وھاں کے بزرگوں کے ذکر سمیت بیان کرنا لازمی ھے۔ چونکه یه کم معلومات کا حامل (مصنف) اکثر مقامات کو دیکھے بغیر غائبانه طور پر صرف کتابوں کے ماخذوں، یا زبانی سنے ھوئے بیانات پر بنیاد رکھتے ھوئے اس سلسلے کی تحریک کرتا ھے اور حتی الامکان روایتوں کی صحت کے بارے میں کوئی بھی کوتاھی سرزد نہیں کی ھے، تاھم اگر بشری تقاضے کے مطابق جس سے سہو اور نسیان [کا سرزد] ھونا لازمی ھے، [اگر کوئی غلطی اور کوتاھی رہ گئی ھو اور] کسی عزیز کو مزید تحقیق کی توفیق ھو تو اس سے اصلاح کی درخواست ھے اور ایسا [عمل] ضرور ذکر خیر میں داخل ھوگا۔ حقیقت کو اللہ تعالیٰ ھی زیادہ بہتر جانتا ھے اور وھی میرے لئے کافی اور معاون ھے۔ [۲۸۶]

www.maktabah.org

تیرھواں باب

ملتان، اچ، مئو، ماتھیلہ، سیتپور اور وھاں کے بزرگ

پوشیدہ نہ رھے کہ ملتان کا شہر جناب شیخ الشیوخ بہاؤالدین ملتانی کی آرام گاہ ھے۔ سارا سندھ شروع ھی سے اسی درگاہ کی ارادت سے وابستہ ھے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ بیان ھوچکا ھے، اھل سندھ زیادہ تر یہاں کے حکمرانوں کے سامنے ھی جوابدہ رھے ھیں۔ ملتان کا مفصل ذکر [اس سے پیشتر] ساتوں ولایتوں میں [سے کسی بھی ولایت میں] نہیں کیا گیا (۱) حالانکہ کسی بھی چیز کا ذکر اس کے بالکل ھی ذکر نہ کرنے سے زیادہ بہتر ھے۔ چنانچہ اب اسی متبرک سر زمین کے ذکر سے ابتدا کی جاتی ھے تاکہ [اس کتاب میں] سندھ کے حالات شامل ھوجائیں۔

ملتان

اس کا طول البلد "قزلہ" (۱۴۲) اور عرض البلد "الطم" (۸۰) ھے۔ یہ تیسری ولایت میں داخل ھے جس کا پایہ تخت

(۱) یعنی اصل فارسی "تحفۃ الکرام" کی جلد دوم میں جس میں مصنّف نے سات اقلیموں یا ولایتوں کا ذکر کیا ھے۔

www.maktabah.org

"اردن" ہے۔ اس [شہر] کی تعمیر کی ابتدا کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ [البتہ] اہل ہدایت کی اس آرامگاہ کی قدامت کے سبھی قائل ہیں۔ محمد بن قاسم کی آمد سے پیشتر یہاں خود مختار بادشاہ رہا کرتے تھے جن کا تعلق سندھ کے راجاؤں سے ہوا کرتا تھا۔ پھر اسلامی فتوحات کو زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ یہ شہر ملحدوں (قرامطہ) کے [۲۸۷] قبضے میں چلا گیا۔ سلطان محمود (غزنوی) غازی نے [اسے] ملحدوں سے نجات دلائی۔ غزنویوں کا دور ختم ہونے کے بعد [یہ شہر] دو بارہ ملحدوں کے تصرف میں آیا۔ اس کے بعد اس پر سلطان معزالدین محمد سام (غوری) کا تسلط ہوا۔ سنہ ۸۴۷ھ تک یہ بادشاہان دہلی کے تصرف میں رہا۔ مذکورہ سال میں جب ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا اور مغلوں کے حملوں کی وجہ سے [ملتان] حکمرانوں سے خالی ہوگیا تو اس سر زمین کے بیشتر زمینداروں نے، جو شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی [رحمۃاللہ علیہ] کے سلسلۂ عالیہ کے مرید تھے، شیخ یوسف قریشی کو، جو شیخ علیہ الرحمۃ کی درگاہ کا منتظم تھا، بادشاہ بنا کر اچ اور دیگر مقامات کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور وہ کاروبار مملکت کے انتظام میں واجبی کوششیں کرنے لگا۔ [اسی اثناء میں] لانگاہ قبائل کا سردار رائے سیہرہ، (۱) جو موضع رہڑی (۲) اور اس کے مضافات کا زمیندار، اور آبا و اجداد سے اس سلسلے کا مرید تھا، اپنی بیٹی کو شیخ کے عقد میں دے کر شیخ کے اقتدار کی

---

(۱) نسخہ "ن" میں "سیہر" ہے۔

(۲) نسخہ "ن" میں "رھری" ہے۔

www.maktabah.org

بنیادیں کھودنے لگا۔ آخرکار اس نے اپنے پیر کو دھوکے سے شہید کردیا اور ملک کا مالک بن کر سلطان قطب الدین کا لقب اختیار کیا (۱)۔

"سندھی پیر کشی" کا مقولہ اسی واقعہ کی وجہ سے دنیا میں [مشہور] ھوا۔ قصہ کوتاہ، شیخ کی حکومت دو سال اور قطب الدین کی حکومت سولہ سال [تک رھی]۔ اس کے بعد سلطان حسین بن قطب الدین لانگاہ ۳۴ سال تک اور پھر سلطان محمود بن فیروز خان لانگاہ ۲۷ سال اور چند ماہ تک، حکمراں رھا۔ اس کے بعد سلطان حسین بن سلطان محمود [لانگاہ] نے حکومت کی۔ چند سال کے بعد [۹۳۲ھ] مرزا شاہ حسن ارغون نے ملتان فتح کرکے جیسا کہ بیان ھو چکا ھے نذرانہ کے طور پر حضرت بابر بادشاہ کو پیش کیا، جس نے اسے اپنے فرزند کامران مرزا کو عطا کیا۔ اس طرح [ملتان] دوبارہ دھلی سے متعلق ھوکر اس شہنشاھیت کے گورنرں کا پایہ تخت رھتا آیا اور نادر شاہ کے لاھور اور اس طرف کے علاقوں پر قبضہ کرنے تک یہ زیادہ تر شاھزادوں کی جاگیر اور نامور امرا کا مرکز حکومت رھا۔ اس کے بعد سے اس وقت تک یہ احمد شاہ دُرانی (ابدالی) کے زیر تصرف ھے۔

"معلومۃ الافاق" میں مرقوم ھے کہ ملتان کے مضافات میں سر زمین "نہارن" میں ایک گہرا کنواں کھودا جا رھا تھا کہ اچانک کنویں کی تہ میں بیلداروں کو [ایک جگہ] کھودنے

---

(۱) شیخ یوسف قریشی کی شہادت اور رائے سیھرہ کے ملتان پر قابض ھونے کے واقعات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ھو تاریخ معصومی۔

www.maktabah.org

پر خون آمیز مٹی نظر آئی۔ تحقیق کرنے پر کیچڑ سے ایک شیرخوار بچہ برآمد ہوا۔ اس بچہ کو دائی کے سپرد کیا گیا چنانچہ دودھ پر وہ بڑا ہوا۔ جب باتیں کرنے لگا اور سمجھدار ہوا تو وہ کلمہ اور قرآن شریف پڑھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے حرمین شریفین کی زیارت کا شوف حاصل کیا۔ اس شہر کے بزرگ شمار سے باھر ھیں۔ تبرکاً کچھ مختصر نسبوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

جعفر ملقب بہ المؤید من السماء (آسمان کیجانب سے تائید یافتہ)

[جعفر] ابن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی۔ سادات میں سے سب سے پہلے ان بزرگ نے اس سر زمین پر تشریف فرما ہو کر سکونت اختیار کی۔ کہتے ھیں کہ [اپنے بعد] انہوں نے پچاس فرزند چھوڑے جو ھندوستان، کرمان اور ایران کی طرف پھیل گئے۔ ان میں سے عبدالحمید نے اُچ پر حکومت کی۔

الشیخ الکبیر بہاء الحق والدین شیخ بہاؤالدین زکریا۔

[شیخ بہاؤالدین زکریا] بن شیخ ابو محمد شیخ ابراھیم بن شیخ عبداللہ [۲۸۹] بن شیخ شہاب الدین بن شیخ زکریا بن شیخ نورالدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ وجہ الدین بن شیخ مسعود بن شیخ رضی الدین بن القاسم بن الجعفر بن ابی بکر رضی اللہ عنہ — بعض [مورخوں نے] شیخ کا سلسلہ نسب اس طرح لکھا ہے:

شیخ بہاؤالدین زکریا بن محمد غوث بن ابی بکر بن سلطان جلال الدین بن سلطان علی قاضی بن سلطان محمد بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن سلطان طرفہ بن سلطان جذیمہ یعنی عبداللہ

www.maktabah.org

بن امیر عاصم بن عبدالرحیم بن عبدالرحمان بن عیاض بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب۔

ان میں سے پہلے شجرے کے مطابق شیخ موصوف صدیقی گھرانے کے ھیں اور دوسرے کے مطابق اسدی ھیں۔ وہ علوم ظاھری اور باطنی میں کامل تھے۔

شیخ شہاب الدین کے وہ مرید اکمل اور خلیفۂ اکبر تھے۔ شیخ کی اجازت سے ملتان میں مقیم ھوے۔ یہاں وہ شیخ الاسلام [کے منصب پر سرفراز] رھے۔ سندھ کے بیشتر لوگ اسی در کے مرید ھیں۔ پہلے پیر جنھوں نے سندھ میں ارشاد کا سلسلہ جاری کیا یہی تھے۔ ان کی روشن کرامات اور خوارق عادات روز روشن کی طرح عیاں ھیں۔ انھوں نے سنہ ۶۳۰ھ (۱) میں وفات پائی اور ملتان کے قدیم قلعے میں آرام پذیر ھیں۔ شیخ فخرالدین عراقی جو کتاب، کنزالرموز، زاد المسافرین اور نزھۃ الارواح کے مصنف ھیں ان کے کامل مریدوں میں سے ھیں۔

[شیخ صدرالدین محمد]۔ شیخ صدرالدین محمد مذکورہ شیخ کے فرزند اور جانشین تھے۔ والد کے وصال کے بعد اٹھارہ سال مریدوں اور طالبوں کی تکمیل میں مشغول رھے۔ والد کی طرح ان کی بھی کتنی ھی کرامتیں مشہور ھیں۔ [۲۹۰]

[شیخ رکن الدین]۔ شیخ رکن الدین مذکورہ شیخ صدرالدین کے فرزند ارجمند اور خلیفہ ھیں۔ ۵۲ سال تک وہ والد اور جد امجد بزرگوار کے مصلّے پر بیٹھ کر طالبین کو مقصد کی راہ دکھاتے رھے۔

---

(۱) نسخہ "ن" میں "شش صد و شش" یعنی سنہ ۶۰۶ھ ہے۔

www.maktabah.org

[شیخ اسماعیل شہید]- ان کے بعد ان کے فرزند رشید شیخ اسماعیل شہید نے قائمقام بن کر علم و سلوک کے طالبین کی رهنمائی میں عمر گذاری اور شیخ الاسلام کے موروثی [منصب سے] ممتاز هوئے۔

[شیخ صدرالدین ثانی]- اس کے بعد شیخ صدرالدین ثانی بن شیخ اسمٰعیل شہید آبائی دستور کے مطابق قائمقام، سجاده نشین، بزرگوں کے مزارات مقدسه کے متولی اور ملتان کے شیخ الاسلام رهے۔

[شیخ رکن الدین ثانی]- پھر شیخ صدرالدین ثانی کے فرزند شیخ رکن الدین ثانی نے جو بزرگوں کی طرح بلند مقامات پر فائز تھے، سجاده نشینی اور شیخ الاسلامی میں متبرک دن پورے کئے۔

[شیخ اسماعیل ثانی]- ان کے بعد شیخ اسماعیل ثانی ابن شیخ رکن الدین ثانی نے بزرگوں کے طریقے پر زندگی گذاری۔

[شیخ یوسف]- اس کے بعد شیخ اسماعیل ثانی کے فرزند شیخ یوسف بزرگوں کے دستور کے مطابق ملتان کے شیخ الاسلام هوئے۔ جیسا که بیان کیا جا چکا هے سنه ۸۴۷ھ میں بادشاه هوکر دو سال بعد شهید هوئے۔

[شیخ شہرالله]- پھر شیخ شہرالله بزرگوں کے جانشین هوئے۔

[شیخ بہاؤالدین]- اُن کے بعد اُن کے فرزند شیخ بہاؤالدین مسند نشین هوئے۔ ان کی تعریف حد اور اندازے سے باهر هے۔ سندھ کے اکثر مشائخ اور عوام ان کے مرید هیں۔ ان کی اولاد

www.maktabah.org

میں سے کتنے ھی بزرگوار سندھ کی سیر و سیاحت [۶۹۱] اور رشد و ارشاد میں مشغول رہ کر ازلی ٹھکانوں [اور آیت کریمہ] "وَلَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ" (۱) کے مصداق سندھ کے قریوں اور شہروں میں آرام پذیر ھیں جن میں سے اکثر کا ذکر موقع کی مناسبت سے ھوگا (انشاءاللہ تعالیٰ)۔

[شیخ محمد غوث]- مذکورہ شیخ بہاؤالدین کی اولاد میں یہ بزرگوں کے جانشین، خاندان کے رئیس، خلق میں مشہور اور خواص و عوام کے مرشد تھے۔ یہ بڑے مقتدر بزرگ تھے۔ حال ھی میں ان کا انتقال ھوا ھے۔ اب "بھاون شاہ" نامی ان کے بھتیجے بزرگوں کے مسند نشین ھیں۔

راقم الحروف (مؤلف) کی دلی خواھش یہی تھی کہ اس سلسلۂ عالیہ کے [جملہ] سجادہ نشین جو مذکورہ شہر میں آج تک ھو گذرے ھیں ان سب کا ان کے وقت کے [حالات سمیت] سلسلہ وار ذکر کیا جائے، لیکن معلومات کے فراھم نہ ھونے کی وجہ سے یہ آرزو پوری نہ ھو سکی۔ اگر زندگی نے وفا کی تو کارساز کریم کے کرم سے امید ھے کہ یہ تمنا بھی پوری ھوگی۔ اس درمیان میں اگر کسی سعادتمند کو اس سعادت کی توفیق حاصل ھو تو اسے مولف کی جانب سے اجازت ھے۔ بلکہ وہ — "ذکر حق چوں ذکر اھل اللہ نیست" — کے مصداق ثواب کا بھی مستحق ھوگا۔ و اللہ و لی التوفیق (اللہ پاک توفیق کا مالک ھے)۔

---

(۱) یعنی: کسی بھی جاندار کو معلوم نہیں کہ اس کی زندگی کس مقام پر ختم ھوگی۔

www.maktabah.org

[شیخ عمادالدین اسماعیل] - شیخ عمادالدین اسماعیل بن شیخ صدرالدین بن شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی، ایک کامل ولی اور متقی بزرگ تھے - انھوں نے اس سر زمین میں فیض و برکت کی زندگی گذاری ہے - [۲۹۲]

[شاہ گردیز] مشہور و معروف سید شاہ گردیز بھی ملتان میں تشریف فرما ہوئے تھے - وہ ایک قدیم پیر اور شیخ بہاؤالدین ملتانی کے ھمعصر تھے - آخر وقت تک وہ ملتان ھی میں سکونت پذیر رہے اور پھر وھیں دفن ہوئے - نقل ہے کہ کتنے ھی عرصے تک وہ قبر میں سے اپنے مریدوں سے ھاتھ ملاتے رہے - اس وقت تک قبر کا وہ سوراخ موجود ہے جس سے وہ ھاتھ باھر نکالا کرتے تھے -

[شیخ موسیٰ] شیخ موسیٰ ملقب بہ "پاک شہد" شیخ سید حامد گنج بخش کے فرزند اور سید عبدالقادر ثانی ابن شیخ محمد غوث کے، جن کا ذکر اُچ کے بیان میں آئے گا، پوتے تھے - اس واقفِ اسرار حقیقت اور سالکِ وادیٔ طریقت نے بھی اپنے بزرگوں کی طرح بزرگی کی حالت میں اس دنیائے فانی کو الوداع کہا - ان کی اولاد وھاں موجود ہے -

فضلی - یہ وقت کے مقتدر علما میں سے تھے اور ناصرالدین قباچہ کی خدمت میں رہا کرتے تھے - [دیگر] فنون و کمالات میں جامع ہونے کے ساتھ ساتھ وہ گاھے گاھے اشعار بھی کہا کرتے تھے -

مخدوم حسام الدین - یہ اپنے وقت کے سب سے بڑے اور اس ملک کے سب سے زیادہ کامل [بزرگ] تھے - آداب شریعت کی بجا آوری کا وہ بڑا اھتمام کرتے تھے - میر عبدالقادر نے "حدیقۃ الاولیا"

www.maktabah.org

میں لکھا ھے کہ " شیخ ، سفر میں جس گاؤں کے قریب سے گزرتے پہلے باھر ھی سے وھاں کے لوگوں کے طور طریق دریافت کر لیا کرتے اگر وہ زیور شریعت سے آراستہ ھوتے تب تو اس گاؤں کے اندر داخل ھوتے ، ورنہ پھر باھر ھی باھر چلے جایا کرتے - ان کا زیادہ تر وقت عبادت اور طالبوں کو فیض پہنچانے میں صرف ھوا کرتا تھا - ان کا مزار موضع حسام پور میں ھے جو انھیں کے نام سے موسوم ھے -

سعید قریشی - یہ شہزادہ مراد بخش بن عالمگیر بادشاہ کے ملازم تھے شعر گوئی میں انھیں کمال حاصل تھا - مَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ [۲۹۳] کُلُّہٗ" (۱) (جو چیز مکمل طور پر حاصل نہ ھو سکے اسے مکمل طور پر چھوڑنا بھی نہیں چاھئے) کے مصداق اسی قدر مختصر حالات کے بیان پر اکتفا کی گئی جو انبار میں سے ایک مٹھی کے برابر ھے - اگر کوئی عزیز اس مین مزید اضافے شامل کریگا تو وہ لایق ستایش و احسان ھوگا -

اُچ

مشہور و متبرک مقام ھے جو عہد قدیم سے ملتان کے تابع ھے - یہ سر زمین اُن چھ مقامات میں سے ھے جن کے قلعوں کو رائے ساھسی بن سیھرس نے رعایا کو مالگذاری ادا کرنے کی بجائے مٹی سے بھردینے کے لئے حکم دیا تھا - اس طرح یہ مقامات اونچے ھوگئے تھے - مدت گذر جانے کی وجہ سے یہاں کی عمارتیں منہدم ھوگئی ھیں - اب [یہاں کے] سات مقامات میں سے تین مقامات یعنی اُچ گیلانی ، اُچ مخدوم جلال جہانیاں اور اُچ مغلیہ

---

(۱) اصل متن میں "من لایدرک الکل" تحریر ھے جو غلط ھے -

www.maktabah.org

ایک دوسرے کے قریب آباد ھیں۔ وجہ تسمیہ یہ ھے کہ اس کی سطح زمین اونچی یعنی بلند ھے۔ یہ بستی، مرجع خلائق اھل اللہ کی آرامگاہ ھے۔

عبدالحمید - یہاں کے باشندوں میں [سید] عبدالحمید، بن [سید] جعفر الملقب بہ "المؤید من السماء" جن کا ذکر ملتان [کے بزرگوں] میں ھوچکا ھے، کی بزرگی محتاج تعارف نہیں ھے۔ یہ صاحبِ ھدایت کچھ عرصہ تک اس سر زمین پر حکمران رھے ھین -

[شیخ صفی الدین کبیر]- شیخ صفی الدین کبیر گاذرونی [کا مزار] اس با برکت خطے میں اھل اللہ کا مرجع اور اھل ھدایت کی زیارت گاہ ھے۔ شیخ صفی الدین صغیر جو مخدوم شیخ محمد غوث گیلانی کے ھمعصر تھے، (جن کا ذکر آگے آئے گا) وہ انھی کی اولاد سے تھے - ان کی اولاد آج تک باقی ھے۔ اس کے علاوہ اور بھی دیگر معزز اور ھدایت کے علمبردار خاندان اپنے عصر میں ممتاز ھیں - [۲۹۴]

[مخدوم شیخ محمد غوث] - مخدوم شیخ محمد غوث بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سید سیف الدین عبدالوھاب بن سید السادات غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ — علوم معقول و منقول کے جامع، اصول و فروع کے ماھر، عارف اللہ اور ھندوستان کے ایک مرشد کامل ھیں - وہ آچ گیلانی میں آکر مقیم ھوئے اور کافروں اور فاسقوں کی ایک بڑی جماعت کو اسلام کے شرف سے مشرف کیا - شیخ صفی الدین

www.maktabah.org

کبیر گاذرونی کی، جن کی تربت آچ میں اهل الله کی زیارت گاہ ھے، اولاد میں سے صفی الدین صغیر کی دختر سے شادی کرکے وہ همیشه کے لئے یہیں آباد ھوگئے۔ [اس کے علاوہ] انھوں نے ملتان کے لانگاہ زمینداروں میں بھی ایک شادی کی تھی۔ ان کے چار بیٹے ھوئے۔

[مخدوم شیخ عبدالقادر]۔ انہیں عبدالقادر ثانی کا لقب حاصل ھے۔ [ان کا سلسلہ نسب یوں ھے مخدوم شیخ عبدالقادر] بن شیخ [محمد غوث] بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن صفی الدین۔ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں شیخ عبدالحق قادری دھلوی سے نقل کیا ھے کہ شیخ نے "اخبار الاخیار" میں کہا ھے کہ شیخ عبدالقادر ثانی ولایت میں حضرت غوث الثقلین کے حقیقی وارث ھیں۔ ان کی اولاد میں عزت و شرافت موروثی طور پر چلی آتی ھے۔ ان کا مدفن اسی با برکت زمین پر ان کے والد کے مقبرہ میں خدائے پاک کی رحمت کے نور کا خزینہ ھے ان کی اولاد میں سے بعض جا کر ملتان میں رھے اور باقی ابتک آچ مبارک میں مسند ھدایت [بدستور] قایم رکھتے چلے آرھے ھیں۔

[سید عبدالرزاق] ان کے بعد ان کے فرزند گرامی سید عبدالرزاق جنھیں دولتِ ھدایت سے [وافر] حصہ ملا اپنے دادا بزرگوار کے سجادہ نشین رھے۔ [۲۹۰]

[شیخ حامد بخش]۔ آن کے بعد آن کے فرزند سید شیخ حامد بخش اپنے بزرگوں کی عظمتوں سے موصوف اور دادا بزرگوار کی اولاد کے سرگروہ اور سجادہ نشین ھوئے۔

www.maktabah.org

[سید شمس الدین] - ان کے بعد سید شمس الدین نورِ یقین، ھدایت اور عرفان سے [منور ھوکر] مسند اعزاز پر متمکن ھوئے -

[سید عبدالقادر ثالث] - ان کے بعد سید عبدالقادر ثالث، بزرگوں کی اعلیٰ صفات سے مزین ھوکر سجادہ نشین ھوئے -

[شیخ زین العابدین] - بندگان [خدا] کی زینت اور اھل ارشاد کی تزئین شیخ زین العابدین، مذکورہ مخدوم کی اولادوں میں سے مرزا شاہ حسن ارغون کے ھمعصر تھے -

[شیخ ابراھیم] - خلیلِ رب کریم شیخ ابراھیم ، مذکورہ مخدوم کے خلیفۂ اکبر اور شیخ زین العابدین کے ھمعصر تھے - یہ کرامتوں میں بہت مشہور ھیں -

شیخ ممن اور ان کے فرزند شیخ شکراللہ - شیخ ممن قادری اور ان کے فرزند شیخ شکراللہ عرف شیخ بھنبھو قادری کا سلسلۂ نسب جناب حضرت غوث الثقلین سے جا ملتا ھے - سید باقر نے "جواھر الاولیا" مین ان والد و فرزند کے متعلق عجیب روایتیں تحریر کی ھیں -

سید حامد گنج بخش - اس وقت سید گنج بخش بن سید عبدالقادر خامس، مذکورہ مخدوم محمد غوث کی اولاد میں، عجیب شان اور بزرگی کے نشانات کے ساتھ اپنے دادا بزرگوار کی مسند خلافت پر متمکن ھیں -

مذکورہ مخدوم [شیخ محمد غوث] کی اولاد کے مفصل حالات معلوم نہ ھونے کی وجہ سے اتنے ھی ناموں پر اکتفا کی گئی - اگر اللہ تعالیٰ کی اعانت سے اس سلسلۂ عالیہ کے مکمل حالات

www.maktabah.org

سے واقفیت حاصل ھوگئی تو اس کتاب میں انھیں شامل کردیا جائیگا۔ [۲۹٦] اگر اس عرصہ میں کسی خوش نصیب کو اس سعادت کی توفیق حاصل ھو تو زھے نصیب۔ دیگر:

[سید جلال بخاری] - سید جلال بخاری جنھیں سید جلال سرخ کا لقب حاصل ھے وہ شیخ بہاؤالدین ملتانی کے مرید اور یار ھیں یہ [بزرگ آپس میں] چار یار [کہلاتے] ھیں :- شیخ بہاؤالدین شیخ فریدالدین ، سید عثمان مروندی (قلندر شہباز) اور سید جلال سرخ ۔

سید جلال ایک ولی کامل ھیں ۔ [ایک بار] وہ اپنے دو فرزندوں سید علی اور سید جعفر کے ساتھ ملتان سے بکھر آئے ھوئے تھے۔ جہاں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے انھیں خواب میں سید بدرالدین ، جن کا ذکر آگے آئیگا . کی دو بیٹیوں سے یکے بعد دیگرے شادی کرنے کا حکم دیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی جانب سے سید [بدرالدین] کو بھی خواب میں ایسا ھی ارشاد ھوا ۔ [چنانچہ] سید جلال نے اس قرابت کا شرف حاصل کیا ۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد بھائیوں کے تنازعہ اور حسد سے مجبور ھوکر وہ اچ چلے آئے جہاں ان کے فرزند تولد ھوئے ۔ سید جلال کلاں کے چار فرزند تھے ۔ سید علی ، سید جعفر ، سید محمد غوث اور سید احمد کبیر ۔ سید احمد کبیر کے دو بیٹے ھوئے ایک سید مخدوم جلال جہانیاں اور دوسرے سید راجو قتال ۔ یہ دونوں بڑے اولیاؤں میں شمار ھوتے ھیں۔ مخدوم جہانیاں کی ظاھری و باطنی تربیت حالانکہ ان کے والد نے فرمائی تھی لیکن اس کے باوجود وہ جاکر شیخ رکن الدین

www.maktabah.org

کے مرید ہوئے تھے۔

انھیں مخدوم جہانیاں اس وجہ سے کہتے ہیں کہ [ایک مرتبہ] عید کے دن انھوں نے شیخ بہاؤالدین کے روضہ پر جا کر عیدی طلب کی [اس پر] آواز آئی کہ "خدائے تعالیٰ نے تجھے 'مخدوم جہانیاں' بنایا ہے۔ یہی عیدی تیرے لئے کافی ہے!"۔ [پھر وہاں سے] جب وہ شیخ صدرالدین کے روضہ پر گئے تو وہاں بھی یہی سنائی دیا۔ [چنانچہ جب وہ] باہر آئے [۲۹۷] تو ہر شخص انہیں "مخدوم جہانیاں" کہنے لگا۔ اس بزرگ کے خوارق اور کرامتیں شمار سے باہر ہیں۔ مکہ کے دوران قیام ان کی امام عبداللہ یافعی سے صحبتیں رہا کرتی تھیں۔ اپنی کتاب "خزانۂ جلالی" میں انھوں نے امام عبداللہ یافعی کے بیشتر ملفوظات رقم کئے ہیں۔ مکہ [شریف] سے واپس ہوتے وقت راہ میں شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی سے سلسلۂ چشتیہ کا خرقۂ خلافت حاصل کر کے اچ تشریف لائے۔ "تاریخ محمدی" میں تحریر ہے کہ انھوں نے حرم نبوی کے سردار المحدثین، شیخ الاسلام شیخ عفیف الدین عبداللہ العطری سے خلافت کی ٹوپی اور تبرک کا خرقہ پایا اور دو سال ان کی صحبت میں رہ کر کتاب عوارف اور سلوک کی دوسری کتابوں کی تعلیم پائی۔ [آخر میں] شیخ عفیف الدین نے فرمایا کہ تمھارا قینچی چلانا (مرید بنانا) گاذرون جانے پر موقوف ہے۔ گاذرون پہونچنے پر شیخ الاسلام امین الدین کے بھائی شیخ امام الدین نے انھیں بتایا کہ "شیخ امین الدین نے رحلت کرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ، سید جلال الدین اچ اور ملتان سے میری ملاقات کا

www.maktabah.org

ارادہ کئے ہوئے آرہا تھا لیکن [راستے میں] اسے شیطان نے بہکایا دیا کہ امین الدین فوت ہوچکا ہے۔ چنانچہ وہ مکہ[شریف] کی طرف چلا گیا ہے۔ [بہر حال] جب وہ آئے تو اسے میرا سلام دینے کے بعد میرا مصلیٰ" اور قینچی (۱) اس کے حوالے کرکے اسے [لوگوں کو اپنا مرید بنانے کی] اجازت دیدینا"۔ [غرض] وہاں سے وہ نعمت حاصل کرکے واپس ہوئے اور آکر شیخ رکن الدین سے برکت کا خرقہ حاصل کیا۔

سلطان محمد تغلق کے زمانے میں وہ سیوستان اور اس کے گرد و نواح کے لئے شیخ الاسلام کے منصب اور خانقاہ محمد کی سند سے سرفراز ہوئے۔ لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد ان سب سے دستبردار ہوکر گوشہ نشینی اختیار کی۔ انہوں نے سلطان فیروز کے زمانہ میں ۰۰۰۰۰۰ (۲)۔ سنہ ۷۸۵ھ میں انتقال کیا۔ ان کا روضہ مبارک اُچ میں مرجعِ اہل اللہ ہے۔ [۲۹۸]

[شیخ برہان الدین قطب العالم]۔ شیخ برہان الدین قطب العالم، مخدوم جہانیاں کے فرزند اور جانشین ہیں، جیسا کہ گجرات کے بیان میں ذکر کیا جاچکا ہے۔ (۳) [۲۹۹]

---

(۱) مراد وہ قینچی جس سے کسی شخص کے مرید ہوتے وقت "ضمانتِ مریدی" کے طور پر پیر اس کی چوٹی کاٹ لیا کرتے تھے۔

(۲) اس مقام پر اصل نسخہ کا ورق پھٹا ہوا ہے۔

(۳) برہان الدین قطب العالم کا بیان تحفۃ الکرام مطبوعہ بمبئی جلد ۱ صفحہ ۱۶-۱۷ پر اس طرح ہے:

سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ عرف قطب عالم بن سید ناصر الدین محمود بن سید الاقطاب مخدوم جہانیاں بخاری نے جن کا سلسلہ نسب

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۰)

www.maktabah.org

کہتے ھیں کہ ایک رات سید برھان الدین تہجد کیلئے اٹھے ـ رات تاریک تھی اس لئے ان کا پیر ایک لکڑی سے ٹکرا کر زخمی ھوگیا [اس پر انھوں نے] فرمایا کہ "یہ پتھر ھے یا لوھا ھے یا لکڑی ھے" ـ صبح ھونے پر لوگوں نے اسے روشنی میں دیکھا [۳۰۰] تو [جس طرح کہ] زبان مبارک سے نکلا تھا ـ اس لکڑی کا ایک حصہ لوھا ایک حصہ پتھر اور ایک حصہ لکڑی کا اپنی اصلی صورت میں تھا ـ دارا شکوہ

(بقیہ حاشیہ صـ ۳۶۹)

عالی حضرت امام عسکری کے بھائی سید جعفر مثنیٰ تک پہونچتا ھے ، مورخہ ۱۴ رجب سنہ ۷۹۰ھ کو سوموار کی رات کو اس دنیا میں قدم رکھا ـ جب وہ دس سال کی عمر کو پہونچے تو ان کے والد بزرگوار کا انتقال ھوگیا جس کی وجہ سے ان کے چچا شاہ راجو قتال ان کے نگران اور مربی ھوئے ـ انھوں نے دو سال میں انھیں ھدایت کے مرتبے پر پہونچا کر فرمایا کہ "چونکہ اھل گجرات کی ھدایت تمہارے سپرد ھے اس لئے تم اس طرف روانہ ھوجاؤ" ـ [اس کے بعد] غلاف پاش اور تلوار وغیرہ تبرکات، جو ان کی ولادت سے پیشتر ھی ان کے نام ھو چکی تھیں ، حوالے کر کے انھیں رخصت دی ـ [اس طرح] آپ اپنی والدہ معظمہ بی بی ھاجرہ کے ساتھ ، جن کا لقب بی بی سعادت خاتون تھا ، سنہ ۸۰۲ھ میں شہر پاک پٹن پہونچے اور سید راجو کے اشارے کے مطابق حضرت شیخ فرید گنج شکر کے پوتے شیخ رکن "کان شکر" کے مشورے پر اس وقت وھیں رہ کر ظاھری اور باطنی اعمال میں مشغول ھوئے ـ روایت کرتے ھیں کہ سلطان مظفر ، سید الاقطاب مخدوم جہانیان کا مرید تھا چنانچہ اس نے جب سنا کہ سید الاقطاب کا پوتا آرھا ھے تو وہ استقبال کی رسم بجا لایا ـ آپ نے اسی شہر میں مولانا علی شیر کے پاس علم بھی

(باقی دیکھئے حاشیہ صـ ۳۷۱)

www.maktabah.org

نے "سفینۃالاولیا" میں لکھا ھے کہ آج بھی (کہ سنہ ۱۰۴۹ھ ھے) وہ لکڑی مذکورہ تینوں حالتوں میں احمد آباد [۳۰۱] گجرات میں ان کی اولاد کے پاس موجود ھے۔ ان کی وفات سنہ ۸۵۶ھ [میں ھوئی]۔ ان کی مدت عمر ۶۸ سال [تھی]۔ ان کی قبر احمد آباد گجرات کے نواح میں موضع "بنوہ" میں ھے۔

(بقیہ حاشیہ ص۔ ۳۷۰)
حاصل کیا۔ جب سلطان احمد نے احمد آباد کا شہر تعمیر کرایا تو اس نے حضرت قطب عالم سے پٹن کے شہر سے احمد آباد میں تشریف لانے کی درخواست کی جس کی وجہ سے آپ وھاں سے احمد آباد منتقل ھو گئے۔ سلطان احمد شعر گوئی میں بڑا ملکہ رکھتا تھا چنانچہ ان کی تعریف میں ایک قصیدے کہہ کر اس نے درباری شاعروں کی طرح خدمت میں حاضر ھو کر پڑھا۔ قصیدے کا مطلع یہ ھے:

قطبِ زمانِ مایان برھان بس ست ما را
برھان او ھمیشہ چون نامش آشکارا

یہ قصیدہ پڑھنے کے بعد اس نے عرض کیا کہ دعا کے انعام کا امیدوار ھوں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے خاندان کے لئے دادا مخدوم جہانیاں دعا کر چکے ھیں۔ سلطان نے عرض کیا کہ انھوں نے ھمارے دادا سلطان مظفر کی اولاد کی بادشاھت کی دعا کی تھی، آپ شہر کی آبادی کے لئے دعا فرمائیے۔ کہتے ھیں کہ بادشاہ کے عرض کرنے کے بعد حضرت قطب کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "احمد آباد ابدالاباد انشاء اللہ الرؤف بالعباد" (اگر بندوں پر توجہ کرنے والے اللہ نے چاھا تو احمد آباد ھمیشہ آباد رھے گا)۔ آپ نے پرانے اساول میں سابرمتی کے کنارے سکونت اختیار کی وھاں ایک مسجد بھی تعمیر ھوئی۔ نورآباد میں ان کی سکونت کے آثار اب تک موجود ھیں۔ پھر کچھ عرصہ کے

(دیکھئے حاشیہ ص۔۳۷۲)

www.maktabah.org

[سلطان محمود ناصر الدین]- سلطان محمود ناصرالدین ابن مخدوم جہانیاں نے اپنی زندگی مریدوں کی ہدایت اور ان کی مشکلات حل کرنے میں گذاری۔ [۳۰۲]

(بقیہ حاشیہ صـ ۳۷۱)

بعد [وہاں سے] اٹھ کر "بنوہ" میں رہایش اختیار کی۔ یہ خطہ بادشاہ نے ان کے اخراجات کے لئے مقرر کیا تھا۔

ان کی کرامتیں اس ملک کے عوام و خواص میں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک "لوہا، لکڑی، پتھر" کا قصہ بھی ہے۔ ایک ٹیڑھی لکڑی گھر کے صحن میں پڑی ہوئی تھی۔ ایک رات جب آپ تہجد کی نماز ادا کرنے کے لئے اٹھے تو اتفاقاً آپ کا پیر اس لکڑی سے جا لگا اور زخمی ہوکر خون آلودہ ہوگیا۔ آپ کی زبان مبارک سے [اضطراراً] یہ الفاظ نکلے "کیا لوہا ہے کہ لکڑی ہے کہ پتھر ہے"۔ دن ہونے پر جب دیکھا گیا تو اس لکڑی میں تینوں صفات موجود تھیں۔ واقف ہونے پر آپ نے ایک خادم کو اسے دفن کردینے کے لئے فرمایا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو اس کو باہر نکالے گا اس کے اولاد نہ ہوگی۔ [چنانچہ] کچھ مدت تک وہ یونہی [دفن] رہی۔ لیکن حضرت کی وفات کے بعد مریدوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے بے اولاد رہنا قبول ہے۔ یہ کہہ کر اس نے وہ (لکڑی) باہر نکالی اور لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آج تک اس کا [ایک] نصف باقی ہے دوسرا نصف حضرت عرش آشیانی (شہنشاہ اکبر) کٹوا کر لے گئے۔

زندگی کے ارسٹھ سال چار ماہ اور چوبیس دن گذارنے کے بعد ۸ ذوالحج سنہ ۸۵۰ھ کو وہ دارالبقا کی جانب رحلت کر گئے۔ کسی عالم نے ان کی تاریخ وفات "مطلع یوم الترویة" سے اخذ کی ہے۔ ان کی درگاہ، مقبرہ اور مضبوط مسجد سمیت موضع "بنوہ" میں آج تک اس ملک

(دیکھئے حاشیہ صـ ۳۷۳)

www.maktabah.org

[سید فیض اللہ] سید فیض اللہ ابن سلطان محمود ناصر الدین صرف فیض الٰہی اور واقفیت سلوک میں محو رہا کرتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۱)

کے لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

پرگنہ حویلی کے مذکورہ موضع کے علاوہ مواضع "پالری" اور "سخری" حضرت سجادہ نشین، صاحبزادگان اور عرسوں کے اخراجات کے لئے اور پرگنہ حویلی کا موضع "کمور" قطبی سادات کے لئے سابقہ فرمان کے مطابق مقرر ہیں۔

حضرت قطب کے بارہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں تھیں۔

میر قانع کے دونوں بیانوں میں مندرجہ ذیل اختلافات ہیں: ایک یہ کہ یہاں سید برھان الدین کو مخدوم جہانیاں کا فرزند بیان کیا گیا ہے اور جلد اول کے بیان میں جسے ہم نے حاشیہ میں نقل کیا ہے، سید برھان الدین کو سید ناصر الدین محمود کا فرزند اور مخدوم جہانیاں کا پوتا بیان کیا ہے۔ دوسرے، جلد اول میں وہ سید راجو قتال کو سید برھان الدین کا حقیقی چچا تحریر کرتا ہے اور یہاں سید راجو قتال کو وہ مخدوم جہانیاں کا بھائی بیان کر رہا ہے جو جلد اول میں درج کئے ہوئے سید برھان الدین کے سلسلۂ نسب کے مطابق ان کے والد کے چچا ہوتے ہیں۔ البتہ اگر سید برھان الدین کو مخدوم جہانیاں کا فرزند تسلیم کرینگے تب سید راجو قتال ان کے حقیقی چچا ہونگے۔ بہر حال واقعہ یہ ہے کہ میر قانع کو اس خاندان کے سلسلۂ نسب کا صحیح علم نہیں تھا اس لئے اس نے لغزش کھائی ہے، اور کبھی کچھ لکھتا ہے اور کبھی کچھ۔ اسی طرح میر قانع، جلد اول میں سید برھان الدین کی وفات سنہ ۸۵۰ھ میں بیان کرتا ہے لیکن جلد دوم میں صفحہ ۳۰ پر سنہ ۸۵۶ھ لکھتا ہے۔ جلد اول میں کہتا ہے کہ ان کی تربیت اور نگرانی سید راجو قتال نے کی اور جلد دوم صفحہ ۳۰ پر لکھتا ہے کہ "وہ اپنے والد کے مرید اور خلیفہ ہیں"۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

www.maktabah.org

[سید اسماعیل]- مذکورہ بالا سید فیض اللہ کے فرزند سید اسماعیل بزرگوں کی راہ سے اچھی طرح واقف تھے -

[سید راجو]- سید راجو ابن سید اسماعیل راہ ھدایت کے سالک ہو گذرے ھیں -

[سید ابراھیم] - سید ابراھیم ابن سید راجو راہ خدا کے خلیل تھے -

[سید قطب الدین]- سید ابراھیم کے فرزند سید قطب الدین ھدایت و ارشاد کے آسمان کے قطب تھے -

[سید فضل اللہ]- سید فضل اللہ ابن سید قطب الدین مجسم فضل خدا تھے -

[سید عثمان]- سید عثمان ابن سید داؤد بن سید شکر اللہ بن سید حاجی حمید بن سید راجو بن سید نظام الدین بن سید ابراھیم بن سید راجو بن سید اسماعیل بن سید فیض اللہ بن سید محمود ناصرالدین بن سید جلال جہانیان اھل معرفت کی فہرست میں داخل اور بڑے با ھدایت [بزرگ] ھیں -

[سید باقر بن سید عثمان]- مذکورہ سید عثمان کے فرزند سید باقر، شیخ بھنبھو کے گھرانے کے جن کا ذکر ھوچکا ھے، [ممتاز] بزرگ اور رسالہ "باقر الانوار" کے مصنف ھیں - آپ نے اسی شہر اچ میں اعتکاف میں بیٹھ کر حضرت رسول اللہ (صلعم) سے سنا تھا کہ ــ "یا ولدی من قراءُ اللّٰھم انک تعلم ذنوبنا الخ ــ بعد کل صلواۃ احد عشر مرۃ قضی اللہ تعالیٰ لہ کل حاجۃ من الدنیا و الاخرۃ ــ" (اے میرے فرزند! جو بھی ھر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ "اللھم انک تعلم ذنوبنا الخ" پڑھے گا تو

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ اس کی [۳۰۳] دنیا اور آخرت میں ھر ضرورت اور حاجت بر لائے گا)۔ [چنانچہ اس اعتکاف میں] انہوں نے مصطفیٰ [صلی اللہ علیہ و سلم] کے حضور سے جو سنا اسے ۲۵ رمضان سنہ ۱۰۷۰ھ کو "جواھرالاولیا" میں درج کیا۔

[سید محمد مراد اور سید ورایو]- سید باقر کے بھائی سید مراد اور سید ورایو بن سید عثمان مذکور اچھے صاحب حال ھو گذرے ھیں۔

[سید جلال]- سید جلال ملقب به "جلیل اللہ" بن سید داؤد بخاری، مذکورہ سید باقر، سید مراد اور سید ورایو کے چچا تھے۔ اپنے دادا کے ھمنام ھونے کی برکت سے صاحب حال و قال ھو گذرے ھیں۔

[شیخ ابو طالب]- شیخ ابو طالب اُن کے مرید تھے اور اُنھوں نے معرفت میں بڑا حصہ پایا تھا۔

[سید نوبہار شاہ]- یہ مخدوم جہانیاں کی اولاد میں سے دادا بزرگوار کے سجادہ نشین [تھے] اور انھوں نے نمایاں امتیاز اور ھدایت کے ساتھ زندگی گذاری۔

[سید ناصرالدین (۱)]- اس وقت سید ناصر اس محفل کی شمع، نیک بزرگوں کے جانشین اور مریدوں کے مرجع ھیں اور امتیازی [شان سے] زندگی گذار رھے ھیں۔

[سید راجو قتال]- سید راجو قتال بن سید احمد کبیر بن سید جلال اکبر بخاری عجیب و غریب حال و کمال کے مالک تھے۔ ان کی شان میں جو کچھ بھی لکھا جائے کم ھے۔ ان کی صحبت

---

(۱) سندھی نسخے میں "سید نو ناصرالدین" ھے۔

www.maktabah.org

سے کتنے ھی طالب، صاحب فیض ھوے جن میں سے ایک سندھ کا بلوچ "عارف" ھے جو اسم با مسمیٰ ھے۔ قاضی نوراللہ شوستری نے "مجالس المومنین" میں انھیں صاحبانِ حال کی فہرست میں شمار کیا ھے۔ میر عبدالرشید نے اپنی [تصنیف] "منتخب" میں ان کے شعر کو [لفظ] "گے"، بمعنی ابلق جانور، بطور سند کے درج کیا ھے۔ [۳۰۴]

[سید راجو]۔ سید راجو بن سید حامدالحسین البخاری ایک فاضل، عالی ھمت اور صاحب کرامت سید تھے۔ جیسا کہ بیان ھوچکا ھے ان کے بزرگ بخارا سے ھندوستان آئے تھے۔ انھوں نے بلوچوں کی ایک جماعت کو اپنا مرید بنایا تھا۔ کسی وقت وہ ھمایوں بادشاہ سے ملنے کے لئے روانہ ھوئے۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ھوا تو اس نے اُن کے استقبال کا پختہ ارادہ کیا۔ [لیکن] سید کے پہونچنے پر مخدوم الملک ملاّ عبداللہ لاھوری نے بادشاہ کو ورغلایا کہ "[یہ] سید رافضی بدعتی ھے اس کا استقبال دین کی توھین ھے!" [غرض کہ] اسے اس قدر ورغلایا کہ اس نے بہ نفس نفیس ان کے استقبال کا ارادہ ترک کرکے اپنی جانب سے شہزادہ جلال الدین اکبر کو بیرم خان کے ساتھ استقبال کے لئے بھیج کر خود معذرت چاھی۔ تقدیراً انھی دنوں لاھور کے حاکم میر حاجی سیستانی نے ملاّ عبداللہ کو قید کر دیا۔ عبداللہ نے اپنے حق میں آزادی کی دعا کرنے کے لئے سلطان پور میں مقیم شیخ عزیزاللہ عبّاسی ملتانی کے پاس [عریضہ] تحریر کیا [جس پر] شیخ [موصوف] دعا خواھی میں مشغول ھوگئے۔ رات کو [انھوں نے] خواب میں سرور کائنات کو دیکھا

www.maktabah.org

کہ آپ کے گھٹنوں پر سید راجو بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ نے عرض کیا کہ "ملا" [عبداللہ] حضور کا مداح ہے اس کی آزادی کی طرف توجہ فرمائیے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے سید [راجو] کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ "میرا فرزند ملا" کے ہاتھوں خون کے آنسو بہا رہا ہے"۔ شیخ نے یہ واقعہ ملا" کے پاس [جواب میں] لکھ بھیجا جس پر اس نے توبہ استغفار کرکے سید [راجو] کو راضی کیا۔

[شیخ جمن]- شیخ جمن بن سید زین العابدین بن سید راجو جن کا ذکر سطور بالا میں آچکا ہے اپنے وقت کے بڑے فاضل تھے۔ قاضی نور اللہ شوستری کے ساتھ ان کی خط و کتابت رہا کرتی تھی۔ قاضی کے کچھ سوالات سید کے جوابات سمیت قاضی کی کتاب "مجالس المومنین" میں مرقوم ہیں۔ [۳۰۵]

مخفی نہ رہے کہ یہاں بیان کردہ سید راجو اور اس سے پہلے کے سید راجو کے درمیان طویل مدت کا فاصلہ ہے۔ یہ سید راجو شاید پہلے بیان کردہ سید راجو کی اولاد میں ہیں۔

و اللہ اعلم بالصواب

[سید علی اکبر]- سید راجو قتال کی اولاد میں سید علی اکبر بن سید حامد قتال "فوائد البخاری" کے مصنّف اور "جواھرالاولیا" کے راویوں میں سے ہیں۔

[شاہ عیسوٰ عبدالوہاب]- یہ مخدوم جہانیاں کی اولاد میں سے ہیں۔ اچ میں انکی تربت اھل اللہ کی زیارت گاہ ہے۔

[سید شاہ چراغ]- مذکورہ بالا شاہ عیسوٰ کے سجادہ نشین شاہ چراغ، میاں نور محمد [کلھوڑہ] کے ھمعصر تھے۔ وہ

www.maktabah.org

داؤد پوتہ قبائل کی سفارش کرنے کے لئے [نور محمد کلهوڑا کے پاس] گئے تھے اور بڑا اعزاز حاصل کیا تھا ۔ انتہائی بزرگی کی حالت میں ان کا انتقال ہوا ہے ۔

[سید اسماعیل بخاری]۔ یہ اُچ کے باشندے تھے ۔ "جواهرالاولیا" کے مصنف میر محمد باقر نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں ۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں مذکورہ میر [باقر نے خواب میں] پیغمبر علیہ الصلواۃ و السلام کے حضور میں دیکھا [تھا] ۔ یہ میر عبدالرزاق کے والد اور سید عبداللطیف سیوستانی کے دادا ہیں جو راقم الحروف (مصنف کتابہ) کے نانا سید عبداللطیف عرف سید مھتو کے دادا ہیں [ان کا ذکر] اپنے مقام پر ہوگا ۔

[اس] کتاب میں اس خاندان کے سجادہ نشین بزرگوں کا ترتیب وار حال بیان کرنے کا ارادہ تھا ، لیکن اس وقت تک جو تھوڑے بہت [حالات] دستیاب ہو سکے ہیں وہ بغیر ترتیب کے درج کئے گئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ و تقدس کے لا انتہا احسان سے امید ہے کہ یہ تمنا پوری ہوگی یا پھر کوئی دوسرا صاحب توفیق اس دلکش بیان کے سلسلے میں تحقیق کا آغاز کردے گا ۔ [۳۰۶]

[شیخ یحییٰ اُچوی]۔ یہ صاحب کرامت و تقویٰ [بزرگ] مخدوم جہانیاں کے جانشین تھے انہوں نے نہایت بزرگی اور کمال ارشاد کی حالت میں زندگی گذاری ۔

[شیخ فیاضی]۔ یہ صاحب فیض و کمال بزرگ ، مخدوم جہانیاں کے نور سے کسب فیض کرنے والے مرید اور باکمال طالبوں میں سے تھے ۔

شیخ حماد قریشی ۔ یہ مخدوم جہانیاں کے مرید تھے اور

www.maktabah.org

صاحبان یقین و ارشاد میں بے حد مشہور تھے۔

شیخ جمال۔ یہ درویش مخدوم جہانیاں سید جلال کے مرید اور صاحب حال و قال تھے۔

[شیخ اسماعیل، قاضی ابوالخیر اور قاضی عبدالرحمان]۔ شیخ اسماعیل حالی، قاضی ابوالخیر اور قاضی عبدالرحمان اُچ کے بزرگ اور مرزا شاہ حسن کے ھمعصر تھے۔ مذکورہ بالا شیخ زین العابدین اور شیخ ابراھیم کے ساتھ مل کر انہوں نے بھی سفارش کی تھی جس پر مرزا [شاہ حسن] نے اُچ کے [لوگوں کو] قتل کئے جانے سے معاف کردیا تھا۔

[شیخ شجاع بخاری]۔ شیخ شجاع بخاری ملتان کے حاکم حسین لانگاہ کے داماد تھے۔

[میاں سجن صدیقی]۔ میاں سجن صدیقی پرھیزگار، متقی اور عارفین کی جماعت میں داخل ھیں۔ ان کے فرزند مخدوم بہاؤالدین علم و فضل میں جامع و مشہور ہونے کی وجہ سے اپنے وقت میں ممتاز تھے۔ انہوں نے اپنے پرانے وطن اُچ ھی میں انتقال کیا۔ ان کے فرزند محمد عثمان کا ذکر ٹھٹے کے بزرگوں میں کیا جائیگا۔ [۳۰۷]

[سید نصیر الدین قادری]۔ سید نصیرالدین قادری، سید عثمان بن سید داؤد کے، جن کا ذکر کیا جاچکا ھے، مرید تھے۔ یہ بڑے صالح بزرگ تھے اور اھل اللہ کے سلسلے میں داخل تھے۔

[شیخ جمال]۔ اُچ کے باشندے شیخ جمال نور بافی کے کاروبار کے ساتھ کارخانۂ حقیقت کے بھی مالک تھے۔

[شیخ محمد بن بایزید]۔ شیخ محمد بن بایزید ساکن اُچ بھی

www.maktabah.org

وهاں کے مشہور افراد میں سے ہیں ۔

[محمد علی بن شیخ عبدالواسع] - یہ بھی ایک با کمال صوفی تھے - آچ کے بخاری سادات کا شجرہ آنھیں کا نظم کردہ ہے ۔

[دیرہ غازی خان]

دیرہ غازی خان ایک آباد ملک ہے ۔ اس میں تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار کنویں ہین جن سے کاشت ھوتی ہے ۔ ھمیشہ جلیل القدر خوانین (سرداروں) کے یہاں [مامور] ھونے کی وجہ سے یہ شہر ملکوں میں مشہور رہا ہے ۔ ان دنوں یہ دوبارہ میاں غلام شاہ [کلھوڑا] کے حوالے ھوا تھا [لیکن] بعض اسباب کی بنا پر شاھی دربار کی جانب سے میاں محمد نواز خان کے تصرف میں دیا گیا ہے مندرجہ ذیل بزرگ وھاں کے مشہور اولیا میں سے ھیں ۔

[پیر منبہ] یہ اپنے عہد میں اھل اللہ کے پیشوا تھے ۔

[شیخ فرید] یہ اپنے عہد کے یگانہ اور صاحبان تجرید و تفرید میں ممتاز بزرگ تھے ان دونوں بزرگوں کے مزار نیکو کاروں کی زیارت گاہ ھیں ۔

مئو

مئو کا قلعہ ایک مشہور [روزگار] قلعہ ہے ۔ اس کی سطح بلند کرانے کے لئے راے ساھسی بن سیھرس نے رعایا کو انھیں مالگذاری کے بدلے [۳۰۸] مٹی سے بھر دینے کا حکم دیا تھا ۔ مندرجہ ذیل بزرگ یہاں کے اھل اللہ میں سے ھیں :

[شیخ روح اللہ] - شیخ روح اللہ بن قطب المحققین، شیخ بزرگ حماد قریشی اور مخدوم جہانیاں کے مرید، ولی کامل اور راہ خدا

www.maktabah.org

کے راھبر ھیں ۔ ان کا مزار مذکورہ قلعے میں خلق اللہ کی زیارت گاہ ہے۔

ماتھیلہ

ماتھیلہ بھی بیان کردہ چھ قلعوں میں سے ایک ہے۔

[سلطان نول غوری] - سلطان نول غوری کی درگاہ جو اھل اللہ کی زیارت گاہ اور خدا ترسوں کا مرکز ہے اسی (ماتھیلہ) میں واقع ہے- یہاں کے باشندوں میں [سید شجاع بخاری] پسندیدہ زندگی اور شاندار کردار کے مالک ھیں -

[سیتپور]

یہ ناھر [قوم کا] ملک ہے- یہاں کے لوگوں میں سید خواجہ کلاں، مسکین مودودی، مولانا عبداللہ مفتی اور میر یار محمد صدر سے ملاقات ھوئی، [ان میں سے] ھر ایک وقت کا بزرگ اور فضائل و کمالات کا حامل ہے- یہ خان ناھر کے ھمعصر تھے- جب بکھر کے حاکم سلطان محمود خان نے مذکورہ خان [ناھر] کو شکنجے میں لیا تو یہی بزرگ اس کی سفارش کا ذریعہ بنے تھے -

[شیخ بایزید، شیخ حمزہ اور سید داؤد] - ان کے علاوہ شیخ بایزید، شیخ حمزہ اور سید داؤد بخاری [بھی یہاں کے بزرگوں میں سے] ھیں- میر باقر نے "جواھرالاولیا" میں ان سے روایتیں نقل کی ھیں -

[مولانا یار محمد] - مولانا یار محمد عرف "یاری" بھی یہاں آرام پذیر ھیں - [۳۰۹]

[سید راجن شاہ بخاری] - سید راجن شاہ بخاری، سید جلال

www.maktabah.org

علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی درگاہ نیکو کاروں کی زیارت گاہ ہے۔

[سید سلطان شاہ اور راجن شاہ]۔ مذکورہ راجن شاہ کی اولاد میں سے سید سلطان شاہ عرف سلطان علی اور راجن شاہ نے اس سر زمین پر نہایت بزرگی اور امتیازی [شان] کے ساتھ زندگی گذاری ہے۔ بیشتر زمین ان کی موروثی ملکیت ہے۔

[سید امام الدین]۔ اب ان کے پوتے سید امام الدین ان کے جانشین ہیں۔

[سید خیر شاہ]۔ سید خیر شاہ جو صاحب عزت و حشمت بزرگ ہیں، موجود ہیں۔ [۳۱۰]

www.maktabah.org

چودھواں باب

[شہر بکھر، بکھر پرگنہ کے قصبات اور وہاں کے بزرگ]

اس کا قدیمی نام "فرشتہ" ہے۔ ہندو راجاؤں کے زمانے میں یہ شہر وجود میں نہیں آیا تھا۔ اروڑ کے ویران ہوجانے پر وہاں کے باشندے ادھر (بکھر میں) اور دوسرے مقامات کی طرف منتقل ہوگئے۔ [اور اس طرح] بالاخر بکھر کا قصبہ اروڑ بن گیا۔

[وجہ تسمیہ]۔ کہتے ہیں کہ جب سیّد محمد مکی، بکرہ [پَو پھٹنے] کے وقت یہاں داخل ہوئے تھے تو انہوں نے کہا تھا کہ "جعل اللہ بکرتی فی البقعۃ المبارکۃ" (۱) (اللہ تعالیٰ نے میری صبح، مبارک مقام پر کرائی ہے) [چنانچہ] اس کے بعد لوگوں کی زبان پر اس مقام کا نام "بکرہ" رواں ہوگیا جو آہستہ آہستہ بدل کر "بکھر" ہوگیا۔ کچھ لوگوں کا کہنا

---

(۱) اصل متن میں "فی بقعۃ المبارکہ" ہے جو صرف و نحو کے لحاظ سے غلط ہے۔

www.maktabah.org

ہے کہ مذکورہ میدان سے نوکروں نے دریافت کیا کہ "منزل کہاں کی جائیگی" فرمایا کہ "جہاں پو پھٹنے کے وقت بقر (بیل) کی آواز سنائی دے گی"۔ اس طرح وقت کے گذرنے اور لہجے کے بدلنے کی وجہ سے (بقر سے) "بکھر" بن گیا۔ بہر حال یہ ایک قدیمی شہر ہے اور سکھر اور روہڑی اس کے بعد کے ہیں۔ یہ مبارک سر زمین اہل یقین اور عارفین کا ماویٰ و ملجیٰ ہے۔ سارے سندھ میں ٹھٹھ اور بکھر جیسی صفائی اور نزاکت سے مزین مردم خیز زمین اور کوئی نہیں ہے۔ [۳۱۱]

قدیم زمانہ میں بیرلو کا چار باغ، جسے سلطان محمود خان نے ھمایوں بادشاہ کے منزل انداز ہونے کے کچھ عرصے کے بعد بیرم خان کی آمد کی خبر سن کر ویران کرا دیا تھا، عجائبات روزگار میں سے تھا۔ [کہتے ہیں کہ] جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے [کسی موقع پر] ایک بڑی رقم حرمین شریفین کو بطور نذرانہ روانہ کی تھی جو اتفاق سے واپس آگئی تھی چنانچہ میر معصوم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق [اس رقم سے] یہاں خوبصورت عمارتیں اور مشہور یادگار مینار تعمیر کرایا۔ یہاں کے قلعے کو شاہ بیگ [ارغون] نے اروڑ کی اینٹوں سے تعمیر کرایا تھا اور قلعے کے اندر رہنے والے سادات کو روہڑی میں منتقل کردیا تھا۔ بعد میں نادر شاہ بادشاہ نے اس قلعے کو مسمار کراو یا۔ یہ (بکھر) تفریح گاہوں اور دلکش باغات سے مزین ہے۔ مقدس یادگار یعنی موئے مبارک کی وجہ سے، جو روایاتِ صحیحہ کے مطابق ان ڈھائی [عدد] بالوں میں سے ایک ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم [کے فرق مبارک]

www.maktabah.org

سے مومنین کی زیارت کے لئے یادگار رہ گئے ہیں، [اس سر زمین کو] خاص اعزاز حاصل ہے۔ یہاں کے بیشتر لوگ ٹھٹے کے لوگوں کی طرح سیر و صفائی پسند، نازک مزاج اور قابلیت کے متلاشی مشہور ہیں۔ گرمیوں کے موسم میں، جو پانی کی باڑھ اور پھلوں کے پکنے کا موسم ہے، سارے چھوٹے بڑے، سردار، ملازم، عورتیں اور مرد باغات میں خلوت و جلوت [کی دلچسپیوں] میں دن گذارتے ہیں۔ غرض، یہ مقام قابل دید اور اس کے سر سبز باغات کے پھول سونگھنے کے لایق ہیں۔ یہاں بہت سے اولیا کے مزارات ہیں۔

[سید علاؤالدین] - سیّد علاؤالدین بن سیّد شہاب الدین بن سیّد موسیٰ بن سیّد علاؤالدین بن سیّد محمد مکی اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے۔ سید فیض اللہ بن سلطان ناصرالدین محمود بن سیّد جلال جہانیاںؒ، ان کے حقیقی نواسے تھے۔ سید محمود بن سیّد فخرالدین بن سیّد علاؤالدینؒ بن سیّد ابراھیم ثانی بن [۳۱۲] سید قاسم، جو سید محمد مکی کے چچا تھے، [وہ] قاسم بن سید ابوالمکارم زید بن سید حمزہ بن سید جعفر بن سید حمزہ بن سید ھارون بن سید عقیل بن ابی عقیل بن اسماعیل بن جعفر ثانی بن علی زکی بن محمد تقی (ان پر ھمیشہ ثنا و سلام کا نزول ھو) کے فرزند ھیں۔ سید نظام الدین بن سید فضل اللہ بن سید قطب الدین بن سید ابراھیم بن سید راجو بن سید اسماعیل بن سید فیض اللہ، جو مخدوم جلال جہانیاں کے پوتے تھے، وہ (سید نظام الدین) سید محمود مذکور کے حقیقی نواسے ھیں۔ قلم ان کی تعریف رقم کرنے سے قاصر ہے۔ سید مبارک خان

www.maktabah.org

بن سید بایزید بن سید محمود بن سید فخرالدین بن سید علاؤالدین بن سید ابراھیم ثانی بن سید قاسم، سید محمد مکی کے چچا اپنے وقت کے نامور اور مراد مند بزرگ ھو گذرے ھیں - سید حاجی حمید نظام الدین ابن سید راجو، مذکورہ سید نظام الدین بخاری کے نانا ھیں -

[سید محمد مکی] - یہ سلطان العارفین سید محمد شجاع کے فرزند رشید ھیں - سید محمد شجاع مشہد مقدس میں رھتے تھے - وھاں سے وہ حرمین شریفین کی زیارت کو گئے - پھر سیر و سیاحت کرتے ھوئے آ کر شیخ المرشدین شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ھوئے اور فیض حاصل کرکے ان کی فرزندی کا تعلق حاصل کیا (دامادی کا شرف پایا) - انھی شیخ کی معصوم دختر کے بطن سے سید محمد مکی، مکہ (شریف) میں تولد ھوئے - وہ بزرگ مشہد مقدس کو واپس جانے کے کچھ ھی عرصہ کے بعد اس دارفانی سے کوچ کر گئے اور انہیں امام علی موسیٰ رضا کے مقبرے میں جگہ ملی - سید محمد مکی نے "فرشتہ" یعنی بکھر میں آ کر سکونت اختیار کی اور یہیں فوت ھوئے - ان کا مزار خاص شاھی قلعہ میں ہے - سادات بکھر کی سرداری انھی سے منسوب تھی - وہ پہلے سید تھے جو اس سر زمین پر آئے تھے - ان کی اولاد میں کتنے ھی بزرگ پیدا ھوئے ھیں - [۳۱۳]

[سید حیدر حقانی (۱)] - سید حیدر نام اور "حقانی" لقب ہے -

(۱) سید حیدر حقانی کا مزار اور مقبرہ روھڑی میں "حیدر شاہ حقانی" کے نام سے مشہور ہے - تعجب ھے کہ اسے میر قانع نے بکھر کے بزرگوں میں کس طرح شمار کیا ھے! لیکن جیسا کہ آگے چل کر معلوم ھوتا

[بقیہ حاشیہ ص ۳۸۷ پر]

www.maktabah.org

ان کی درگاہ شہر میں ہر آنے جانے والے کی دعائیں قبول ہونے کی جگہ مشہور ہے۔ ان کی اولاد کا ذکر آگے چل کر بیان ہوگا۔

[میر میراں رضوی]۔ یہ صاحبِ روشن کرامات بزرگ روہڑی کے وسط میں آرام پذیر ہیں۔ ان کی اولاد کا ذکر آگے چل کر کیا جائیگا۔

[سعید خان]۔ سعید خان نام "بھرکائی (۲)" لقب، اصل، مغل۔ شہر کے اندر ان کی تربت حاجتمندوں کی زیارت گاہ ہے۔ ان کی اولادیں تھیں لیکن اب کوئی باقی نہیں رہا۔

[شاہ حاجی دریائی]۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ایک نابینا قلندر نے مچھلی کے شکار کیلئے دریا میں کانٹا پھینکا۔ جب اسے باہر نکالا تو اس میں ایک صندوق لپٹا ہوا ظاہر ہوا جسے ہاتھ لگاتے ہی وہ [قلندر] بینا ہوگیا۔ [کھولنے پر اس صندوق میں] ایک بزرگ کی لاش نظر آئی۔ خواب میں اسے معلوم ہوا کہ ان [بزرگ] کا نام "شاہ حاجی" ہے اور اللہ کی قدرت سے اپنے مرشد شاہ بہاؤالدین کے قریب دفن ہونے کے لئے وہ [اس طرح] یہاں پہونچے ہیں۔ دریا کے کنارے یہ دونوں قبریں ایک دوسرے کے قریب حاجتمندوں کی دعاؤں کی قبولیت گاہ ہیں۔ [۳۱۴]

(بقیہ حاشیہ ص-۳۸۶)

ہے کہ یہ سب بزرگ بکھر میں پیدا ہوئے ہیں اور پھر ان میں سے بعض نے روہڑی کی سکونت اختیار کرکے وہیں انتقال کیا اس لئے جائے پیدائش کے لحاظ سے انہیں بکھری قرار دے کر بکھر میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) نسخہ "ن" میں "بھکرائی" (بکھری) ہے

www.maktabah.org

[شاہ مقصود] - نام شاہ مقصود، لقب "موجود"۔ نہر امرکس کے اس پار پہاڑی پر آرام پذیر ہیں۔ ہر اتوار کے دن وہاں خلق کا عام مجمع اور ہر سال چودھویں پر ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس رات میلے میں غیبی بازار لگتا ہے۔ ایک شخص نے اپنی تلوار کسی دوکان پر گروی رکھی لیکن صبح ہونے پر جب اس نے [وہ دکان] تلاش کی تو کہیں نہ دکھائی دی۔ آخرکار حقیقت سے واقف ہوکر وہ سال ختم ہونے کا انتظار کرتا رہا اور پھر دوسرے سال کی چودھویں پر وہ دکان تلاش کر کے اپنی تلوار واپس لے لی۔

[حاجی غیب] - ان کے بھائی حاجی غیب [بھی] وہیں آرام پذیر ہیں۔

[صالح شامی اور فرزند پیر خیرالدین] - دوسرے [بزرگ] صالح شامی اور فرزند پیر خیرالدین عرف "خیرو" ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی زیارت سے حاجتمند بے حد فیض پاتے ہیں۔

[شیخ نوح بکھری] - شیخ المرشدین شیخ نوح بکھری سندھ کے ایک ممتاز ولی اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے کامل مرید ہیں۔ وہ "فرشتہ" یعنی بکھر قدیم میں رہا کرتے تھے۔ نقل ہے کہ جب غوث العالم شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہونے کے بعد ملتان جانے کی اجازت حاصل کی تو شیخ نے [ان سے] فرمایا کہ "میرے باہدایت مریدوں میں سے ایک صاحب ہدایت مرید سندھ کے شہر فرشتہ میں ہے۔ اسے ضرور دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ چراغ بتی اور تیل اپنا ہی لایا تھا صرف لو کی

www.maktabah.org

ضرورت تھی"۔ اتفاقاً شیخ بہاؤالدین زکریا کے "فرشتہ" پہونچنے سے پیشتر ھی شیخ نوح اپنا سفینہ حیات طوفان اجل سے ساحل جنت کی طرف نکال لے گئے۔ [۳۱۰]

[سید بدرالدین]۔ سید بدرالدین عرف سید بدر بن سید صدرالدین خطیب۔ معتبر مسلسل روایات کے اعتبار سے ان کا سلسلہ نسب امام علی نقی تک پہونچتا ھے۔ وہ ذاتی بزرگی اور اعلیٰ صفات سے موصوف تھے۔ اور یقین، معرفت اور دینی حقایق میں اپنے عہد کے بزرگوں میں ممتاز رھے ھیں۔ ان کی اولاد، خاندان کی سرداری اور نسب کی بزرگی کے لحاظ سے روھڑی میں مشہور ھے۔ جیسا کہ بیان ھو چکا ھے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم کے [خواب میں] ارشاد کے مطابق انہوں نے اپنی بیٹی کو سید جلال بخاری کلاں کے، جنھیں جلال سرخ کے لقب سے یاد کیا جاتا ھے، عقد میں دیا تھا۔

[میر ابوالغیث]۔ یہ بکھر کے ممتاز بزرگ اور پرھیزگاری و دینداری سے موصوف تھے۔ جب امیر تیمور کے پوتے مرزا پیر محمد کے آدمی بکھر حاصل کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے اپنے جد امجد علیہ السلام کے حضور میں آبرو کی التجا کرکے مرزا سے ملاقات کی غرض سے کوچ کیا۔ اسی شب مرزا [پیر محمد] کو خواب مین حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے ان کی اولاد سے عزت و احترام کی روش اختیار کرنے کا حکم ھوا۔ نو دنوں کے بعد جب میر مذکور مرزا کی خدمت میں پہونچے تو وہ انہیں دیکھتے ھی تواضع خاطر کے خیال سے اٹھ کھڑا ھوا اور بغل گیر ھوکر انتہائی مہربانی کے ساتھ انہیں اپنے برابر بٹھا کر خواب

www.maktabah.org

کا حال بیان کیا اور رخصت ہوتے وقت اروڑ کا پرگنہ انہیں انعام میں دیا

[میرابوالبقا]- میرابوالبقا بکھر کے ایک نہایت برگزیدہ سید، اور فقر و خصوصیت کے حامل تھے۔ ہمایون بادشاہ جب بیان کردہ حالات کی وجہ سے یہاں آیا تھا تو [اس نے] سید موصوف کی زیارت کرنے کے لئے ان کے گھر تشریف لے جا کر صحبت کا شرف حاصل کیا تھا - بکھر کے محافظوں کو جب اسکی خبر ملی تو [۳۱۶] انہوں نے راہ سے گذرتے ہوئے تیر برسا کر [انہیں] شہید کردیا - ہمایون بادشاہ کو ان کی شہادت سے بڑا صدمہ پھونچا -

[شاہ قطب الدین محمد] شاہ قطب الدین محمد ابن شاہ محمود بن شاہ طیب - خراسان کے ایک جلیل القدر اور برگزیدہ سیّد تھے اور ترکمانی فساد کے بعد آکر بکھر میں رہنے لگے تھے- ہر جمعہ کو وہ خلق کو وعظ سے محظوظ فرمایا کرتے تھے- انہوں نے نہایت تقوی اور شریعت کی پابندی کے ساتھ زندگی گزاری - مرزا شاہ حسن نے انہیں بکھر کے شیخ الاسلام کے منصب پر مامور کیا تھا - کافی مدت تک اس عہدے پر برقرار رہنے کے بعد بالاخر سنہ ۹۷۷ھ میں وہ لوگوں کو "کفی بالموت واعظا" (۱) کا پیغام سنا گئے - ان کی تاریخ وفات "واعظ" سے نکلتی ہے-

[شاہ جہانگیر ہاشمی]- شاہ جہانگیر ہاشمی مذکورہ شاہ طیب کی اولاد میں ایک بلیغ شاعر تھے - ان کے اشعار دنیا میں مشہور ہیں- یہ مرزا شاہ حسن کی حکومت کی ابتدا میں خراسان

---

(۱) یعنی "موت کافی نصیحت کرنے والی ہے" -

www.maktabah.org

سے سندھ آکر بکھر میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ "تحفۃ الاحرار" کے جواب میں "مظہر الاثار" انہیں کے طبع کی تخلیق ہے۔ سنہ ۹۳۶ھ میں وہ سفر حج پر روانہ ہوئے اور کیچ مکران کی راہ میں راہِ شہادت پر گامزن ہوگئے۔

[سید ناصرالدین]۔ سید ناصرالدین ابن سید نظام الدین بکھری۔ یہ اکثر محفل موسیقی میں مشغول رہا کرتے۔ سُر سوندری (سونڈی) سے خاص طور پر انہیں بڑا شغف تھا۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے [ان کا] جنازہ اٹھانے کی بڑی کوششیں کیں مگر اٹھا نہ سکے۔ [آخرکار] ان کے فرزند سید رکن الدین کو والد [مرحوم] کی وصیت یاد آئی جس کے مطابق ایک شہنائی [والا] بلایا گیا جس نے آکر ادھر سُر سوندرو [بجانا] شروع کیا اور اس طرف قدرت الٰہی سے [۳۱۷] جنازہ ہوا پر روانہ ہوا اور کسی شخص کا ہاتھ اس تک نہ پہونچ سکا [اور اسی طرح] وہ آکر اپنے مدفن میں اتر گیا۔

[سید رکن الدین]۔ والد کی وفات کے بعد سید رکن الدین نے "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" (۱) کے مقولے کے مطابق ہر طرح نیکی، بزرگی اور حال و قال کے [ضمن میں] امتیاز کے ساتھ زندگی گذاری۔

[سید صفائی]۔ سید صفائی بن سید مرتضیٰ الترمذی [ماں کی جانب سے] سید شیر قلندر بن بابا حسن ابدال (کہ جن کا ذکر جلد دوم میں ہوچکا ہے) سے منسوب ہیں۔ بکھر کے سادات [معصومی] کے شجرے میں ان کی پشتیں اس طرح درج ہیں:

---

(۱) یعنی "فرزند اپنے باپ کا راز ہے"۔

www.maktabah.org

میر معصوم بن میر مرتضیٰ بن میر تقی بن خوارزم شاہ بن قلندر شیر بن میر علی بن میر عماد بن میر بزرگ بن خوارزم شاہ بن شیر قلندر بن حسین بن علاؤالدین بن محمد بن حسن بن علی بن جعفر بن محمد بن ہارون بن محمد بن جعفر بن محمد بن احمد بن ہاشم بن امام ہمام موسیٰ کاظم علیہ السلام - وہ صاحب علم و عمل اور اپنے عہد کے فضلا کے سردار تھے - شاہ قطب کی وفات کے بعد سلطان محمود خان کی جانب سے انہیں بکھر کے شیخ الاسلام [کا منصب] ملا - انہوں نے [ماہ] ذوالقعد سنہ ۹۹۱ھ میں وفات پائی -

[میر معصوم] - مذکورہ سید صفائی کے فرزند میر معصوم نے پہلے سلطان محمود خان کے پاس اور پھر اکبر بادشاہ کے حضور میں بڑا مرتبہ پایا - خان خانان کے ساتھ تسخیر سندھ کے موقع پر انہوں نے نمایاں کارنامے انجام دیئے - بکھر اور اس کے نواح کی شاندار عمارتیں انہیں کی یادگار ہیں - قندھار کے پہاڑ پر [شہنشاہ بابر کے تعمیر کردہ پیش طاق کی عمارت میں] اکبر بادشاہ کے زیر نگیں ممالک کے ناموں پر مشتمل ایک کتبہ انہوں نے کثیر خرچ پر اپنی نگرانی میں نقش و نصب کیا - [۳۱۸] وہ ایک صاحب دیوان شاعر تھے اور "نامی" تخلص [کرتے تھے] - ان کی تصنیفات میں سے حالات سندھ پر "تاریخ معصومی" (۱)، "طب نامی" اور سسئی پنھوں کے قصے کے متعلق "ناز و نیاز" نامی ایک مثنوی وغیرہ اوراق عالم

---

(۱) تاریخ معصومی کا اردو ترجمہ شایع ہو چکا ہے میر معصوم اور اس کے خاندان کے مزید حالات کے لئے اس کا مطالعہ کرنا چاہئے -

www.maktabah.org

میں یادگار ھیں۔

[میر بزرگ]۔ مذکورہ میر معصوم کے فرزند میر بزرگ اپنے وقت کے ممتاز بزرگ ھو گذرے ھیں۔ ان بزرگوں کی اولاد اپنی شہرت اور امتیازی خصوصیات کے ساتھ موجود ھے (جیسا کہ سکھر کے ضمن میں بیان کیا جائیگا)۔

[میر قاسم خان]۔ میر قاسم خان "نمکین" ھروی بن ملا میر سبزواری۔ ملا میر، امام موسیٰ رضا کی درگاہ کے متولی تھے۔ اوزبکوں کے فساد کے ایام میں وہ ھرات کے نواحی موضع بیجک سے ھجرت کرکے قندھار کے مضافات میں پھونچ کر انتقال فرما گئے۔ ان کے فرزند میر قاسم نے لاھور میں اکبر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور "چہار ھزاری" منصب پر فائز ھوکر با اقتدار امیر شمار کئے جانے لگے۔ انھوں نے بکھر کی سکونت اختیار کی اور وھاں اپنی بہت سی یادگاریں چھوڑیں۔ آخر میں وہ قندھار کی جنگ میں شھید ھوگئے اور انھیں روھڑی کے ٹیلہ پر دفن کیا گیا۔

[امیر خان]۔ ان کے فرزند امیر خان جن کا ذکر کیا جا چکا ھے (۱) اعزاز میں اپنے والد پر بھی فوقیت پا گئے۔ ان کی اولاد کا ذکر ٹھٹے کے بیان میں ھوگا۔

[مولانا عالم بکھری]۔ مولانا عالم بکھری علوم ظاھری و باطنی میں ممتاز تھے۔ ان کے فرزند درویش یحییٰ کا [موضع] "ربل" کے درویشوں اور مشائخین میں ذکر ھوگا۔ [۳۱۹]

[قاضی معروف]۔ قاضی معروف اپنے عھد کے مشھور بزرگ

---

(۱) نواب امیر خان کا ذکر صفحہ ۲۹۵ پر ھو چکا ھے۔

www.maktabah.org

اور شہر بکھر کے قاضی تھے - وہ بڑے عالم، فاضل، صالح، متقی، نازک طبع اور خوش مزاج تھے - جام سنجر سے کچھ لوگوں نے جا کر شکایت کی وہ مدعی اور مدعا علیہ سے [مقدمہ فیصل کرنے کا] کچھ آجر لیتے ہیں - چنانچہ اس نے موصوف کو بلا کر دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ "ہاں، [بلکہ] اکثر میرے دل میں یہ بھی خیال آتا ہے کہ گواہوں سے بھی کم و بیش کچھ وصول کروں لیکن وہ دعویٰ فیصل ہونے سے پہلے ہی کھسک جاتے ہیں" - جام اس جواب سے بڑا محظوظ ہوا چنانچہ اسے خوش دیکھ کر انھوں نے کہا کہ "سارا دن میں لوگوں کے مقدموں میں مصروف رہتا ہوں اور میرے عیال فاقے کیا کرتے ہیں - یہ صورت حال کس حد تک جائز ہے؟" -

معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر ملازمین کی تنخواہیں بے حد کم تھیں اور وجہ معاش ناکافی تھی - [اس مکالمہ کے بعد] جام نے موصوف کی اور جملہ دوسرے ملازمین کی مناسب تنخواہیں مقرر کیں -

[قاضی ابوالخیر] - یہ قاضی ابوالخیر، قاضی قاضن سیوستانی کے اجداد میں سے تھے - یہ بڑے صاحب فضیلت اور صاحب حال بزرگ تھے - بکھر میں سکونت رکھتے تھے اور وہیں انتقال کیا -

[میر غیاث الدین محمد] - میر غیاث الدین محمد عرف سلطان رضائی العریضی سبزواری "حبیب السیر" کے مصنف خوند میر کے پوتے اور سلطان جنید صفوی کے نواسے تھے - یہ شاہ بیگ کے مقربین مین سے تھے اور اسی کے ساتھ سندھ آکر بکھر میں

www.maktabah.org

سکونت پذیر ہوگئے تھے۔

[میر ابوالمکارم] - اُن کے فرزند میر ابوالمکارم، میر عبداللہ سلطان کے والد ہیں، جن کا ذکر ٹھٹے کے بیان میں ہوگا۔ پہلے یہ مرزا شاہ حسن ارغون کے امرا میں تھے۔ اس کے بعد سلطان محمود خان کے امرا میں شامل ہوئے۔ سلطان محمود خان نے انہیں عراق و عجم کے بادشاہ شاہ اسمعیل صفوی کی خدمت میں ایلچی بنا کر بھیجا تھا۔ جہاں سے وہ طرح طرح کی نوازشیں اور "سلطانی" کا خطاب حاصل کر کے [۳۲۰] واپس آئے۔ یہ اعلیٰ صفات سے موصوف بزرگ تھے اور فضیلت و فصاحت و بلاغت میں بے حد مشہور تھے۔

[ملا اسحاق بکھری] - ملا اسحاق بکھری بڑے صاحب فضیلت اور سلطان محمود خان کے ملازم تھے۔ آخر میں یہ مرزا جانی بیگ کے فرزند مرزا غازی "وقاری" کے استاد مقرر ہوئے تھے۔

[مولانا یار محمد] - مولانا یار محمد عرف "یاری" اصل ہرات کے تھے۔ فن انشا اور فصاحت و بلاغت میں وہ بے نظیر تھے۔ سلطان محمود خان نے انہیں ہمایوں بادشاہ کی بارگاہ میں ایلچی بنا کر بھیجا تھا لیکن یہ خاطرخواہ طور پر کام انجام نہ دے سکے تھے اس لئے واپسی پر شرم کی وجہ سے سیتھور میں مقیم ہوگئے اور وہیں انتقال کیا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ان کے زیادہ تر اشعار خوش طبعی کے اعتبار سے مشہور ہیں۔

[سید یعقوب خان] - سید یعقوب خان رضوی مذکورہ میر میران کی اولاد میں سے تھے۔ عالمگیر کے عہد میں وہ بکھر کی حکومت سے سرفراز ہوئے تھے۔

www.maktabah.org

[سید صادق علی خان]- ان کے بعد ان کے فرزند سید صادق علی خان کو اپنے والد کی جگہ حکومت عطا ہوئی۔

[میر جعفر]- سید صادق علی کے فرزندوں میں سے میر مرتضیٰ فوت ہوگئے ہیں اور میر جعفر ملقب بہ یعقوب خان آج تک اپنے بزرگوں کا مقام نہایت بزرگی اور سرفرازی کے ساتھ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

[میر سعادت خان رضوی]- یہ میر سعادت خان رضوی، مذکورہ بالا میر حیدر کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے دادا بزرگوار کی اولاد کی سر براہی اور اعلیٰ مراتب پر فایز ہوکر [اپنے] بھائیوں میں ممتاز زندگی گذاری۔ [۳۲۱]

[میر غلام شاہ مرتضیٰ]- ان کے فرزند میر غلام شاہ بزرگی، دولت، انسانیت اور نیک خصلتوں کی وجہ سے اپنے وقت میں مشہور رہے ہیں۔ طاقت اور اثر و رسوخ کے اعتبار سے یہ اپنے بزرگوں سے بھی افضل تھے۔ حال ہی میں انہوں نے اس دارفانی سے رحلت کی ہے۔

[میر محمد سعید]- اب ان کے فرزندوں میں میر محمد سعید ان کے قائمقام ہیں۔

[سید امین شاہ]- یہ مذکورہ بالا سید حیدر کے پوتے تھے اور نہایت بزرگ اور نامور تھے۔

[اولادِ سید امین شاہ]- ان کے فرزند سید محمد تقی، میر امیر علی اور میر محمد طاہر بزرگی اور بزرگوں کی [موروثی] صفات میں مشہور تھے۔

[میر وارث علی]- ان میں سے میر امیر علی کے فرزند میر

www.maktabah.org

وارث علی اعلیٰ صفات سے موصوف اور حیات ہیں۔

[سید حاجی نور محمد]۔ مذکورہ سید شاہ حیدر کی اولاد میں سے سید حاجی نور محمد نے بزرگانہ صفات کے ساتھ اپنا سفر زندگی طے کیا۔

[حاجی سید عبدالکریم]۔ ان کے فرزند رشید سید حاجی عبدالکریم بڑے برگزیدہ بزرگ ہیں۔ حال ہی میں یہ ایک ماہر فن طبیب کی حیثیت سے نواب شاہ وردی خان عرف میاں غلام شاہ والی سندھ کے ملازم ہوئے تھے اور اب ان کے نامور فرزند میاں سرفراز سے متعلق ہیں۔

[میر جان شاہ رضوی]۔ میر حیدر شاہ کی اولاد میں میر جان شاہ رضوی بڑے لائق [و فائق] اور راہ حقیقت کے طالب بزرگ گزرے ہیں۔ [انہوں نے] شاہ عنایت اللہ صوفی کی خدمت میں رہکر [فیض] ارشاد حاصل کیا اور پھر اسی خاندان کے خلیفہ ہوکر پرچمِ معرفت کے ساتھ اپنے اصلی شہر واپس آئے۔ "میر" تخلص [۳۲۲] کرتے تھے۔ انہوں نے محققانہ اشعار سے بھرپور ایک دیوان، اور اپنے ذوق طلب اور موشد کی لگن کے بارے میں حقایق سے لبریز ایک مثنوی یادگار چھوڑی ہے۔

[میر قلندر علی]۔ ان کے فرزند میر قلندر علی کئی مرتبہ شاہ پور میں دیکھے گئے ہیں۔ وہ [اسرار] فقر سے آشنا اور راہ سلوک پر گامزن ہیں۔

[میر حسین قلی رضوی]۔ میر حسین قلی رضوی، میر انشاہ کی اولاد اور عمر شاہ کے، جن کے فرزند فتح خان بزرگوں کا مقام روشن کئے ہوئے ہیں، بھتیجے ہیں۔

www.maktabah.org

مظفر شاہ، فقیر [میر قانع] کے دوست اور کرم فرما تھے۔
میاں نور محمد [کلھوڑا] کے زمانے میں [راقم الحروف نے انہیں]
محمد آباد میں دیکھا تھا۔ وہ حکیم عبدالہادی کے پاس دوا
کی غرض سے آئے تھے، انہیں فالج کا شدید مرض لاحق تھا۔
آخرکار وہ اسی مرض میں وطن گئے [اور وہاں جا کر] انتقال
کر گئے۔ وہ طریقِ فقر کے باخبر سالک اور صاحبِ سلسلہ
بزرگ تھے۔

[میر اسد اللہ]۔ میر اسداللہ ابن میر لطف‌اللہ بن میر محمد ہاشم
اصفہانی۔ میر ہاشم، نواب خدایار خان عرف میاں نور محمد کی
ملازمت میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ انہوں نے خدا آباد میں
انتقال کیا۔ ان کے پوتے میر [اسد اللہ] مذکور روہڑی میں
بقید حیات ہیں۔

[میر محمد اکرم]۔ حکیم میر محمد اکرم، نواب خدا یار خان
(میاں نور محمد) کے ملازم اور روہڑی کے باشندے تھے۔ انہوں
نے [اپنا] وقت بڑی عزت اور آرام کے ساتھ گذارا۔ کچھ مدت
تک وہ میاں نور محمد کی جانب سے بکھر کے ناظم [بھی]
رہے تھے۔

[میر سراج الدین اور ان کے بھائی]۔ ان کے انتقال کر جانے
کے بعد ان کے فرزند میر سراج الدین، میر تاج الدین، میر معین الدین
اور میر نورالدین جب تک زندہ رہے تب تک انسانی کمالات
اور ذاتی بزرگی میں ممتاز رہے۔ [۳۲۳] تقدیراً ان چاروں بزرگوں
میں سے کسی کی بھی اولاد باقی نہ رہی۔ میر محمد اکرم کے
بھائی میر محمد افضل جو ملتان میں رہا کرتے تھے آکر اپنے

www.maktabah.org

بھائیوں کے پسماندگان کو اپنے ساتھ لے گئے اور اب اس شراب کا ایک بھی قطرہ اور اس پھول کی کوئی بھی خوشبو باقی نہیں ہے۔

[میر افضل شاہ]۔ یہ صاحب تقویٰ و فضیلت بزرگ، میر افضل شاہ، غازی پوٹہ [کے لقب سے] مشہور ہیں اور غازی شمشیر کی اولاد میں سے ہیں اور اس وقت تک بقید حیات ہیں۔

[قاضی محمد فاضل (۱)]۔ یہ قاضی محمد فاضل، بکھر کے قضا کے منصب پر پہلے نائب اور اس کے بعد خود مختار کی حیثیت سے [فایز رہے]۔ یہ فضلا کی فہرست میں شمار [کئے جاتے تھے]۔

[قاضی عبدالرحمان]۔ اب ان کے فرزند قاضی عبدالرحمان مسند قضا پر متمکن ہیں اور امتیازی فضیلت کے حامل ہیں۔

[ملا نور محمد]۔ یہ اپنے وقت کے نامور بزرگ ہو گذرے ہیں ان کی اولاد کا ذکر ٹھٹے کے ضمن میں ہوگا۔

[مخدوم محمد رضا]۔ یہ آثار (موئے) مبارک کے متولی، اہل اللہ اور متبحّر عالم ہیں۔

[مخدوم روح اللہ]۔ یہ علوم عقلی و نقلی میں جامع، فروع و اصول کے ماہر، اپنے عہد میں بے نظیر اور فضیلت و دینداری میں نامور بزرگ تھے۔ فقیر (مصنف) نے سنہ ۱۱٦٦ھ میں ان حضرت کو محمد آباد میں دیکھا تھا جہاں وہ میاں نور محمد کی درخواست پر، دعا کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان کی خدمت [میں حاضر ہونے کا] موقعہ ملنے پر معلوم ہوا کہ جملہ کمالات کے حصول کی خاطر وہ کبھی کبھی [۳۲۴] اشعار کی وادی میں بھی قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ

---

(۱) نسخہ "ن" میں "افضل" ہے۔

www.maktabah.org

نادر شاہ کی تخت نشینی کے موقع پر [انھوں نے] اس کی تاریخ "اَلْخَیْرُ فِیْمَا وَقَعَ" (۱) سے اخذ کی تھی۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ "لاَ خَیْرَ فِیْمَا وَقَعَ" (۲)۔ میں (میر علی شیر "قانع") کہتا ہوں کہ اتفاق دیکھئے کہ جب اس بادشاہ کو قتل کا حادثہ پیش آیا تو [انھوں نے] اس کی تاریخ "اَلْخَیْرُ فِیْمَا ھُوَ وَاقِعٌ" (۳) کہی۔ لیکن چونکہ اس بادشاہ کے بعد سخت فسادات پیدا ہوئے تھے اور فی الواقع بادشاہوں میں سے اس کا وجود اس پرگنہ کے لئے بہتر تھا اس لئے میں نے کہا کہ "لاَ خَیْرَ فِیْمَا ھُوَ وَاقِعٌ" (۴)۔ ان کی لطافت طبع کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے بعد ان کی اولاد باقی نہ رہی۔ ان کے بھائی [البتہ] تا حال حیات ہیں اور اچھی حالت کے مالک ہیں۔ مذکورہ مخدوم کے بھائی محمد افضل بھی شاعری میں اچھا مقام رکھتے تھے۔ ان کے چوتھے بھائی محمد غوث نے بھی راہ سلوک میں زندگی گذاری ہے۔

[میاں اللہ بخش]۔ ان کے (محمد غوث کے) فرزند میاں اللہ بخش طالب علم اور فقر سے واقف بزرگ ہیں اور تا حال حیات ہیں۔

[آخوند ملا موسیٰ]۔ آخوند ملا موسیٰ پرہیزگاری اور دینداری کے زیور سے آراستہ اور وہاں کے قدیمی بزرگوں میں سے ہیں۔

---

(۱) یعنی "جو کچھ ہوا اس میں بہتری ہے"۔
(۲) یعنی "جو کچھ ہوا اس میں کوئی بھی بہتری نہیں ہے"۔
(۳) یعنی "جو کچھ ہو رہا ہے اسی میں بھلائی ہے"۔
(۴) یعنی "جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کوئی بھی اچھائی نہیں ہے"۔

www.maktabah.org

[حافظ میر خلیفہ]- یہ حافظ میر خلیفہ قادری صاحبِ حال و فضیلت بزرگ ہو گذرے ہیں -

[محمد ہاشم]- ان کے فرزند محمد ہاشم تاحال ہیں - [۳۲۵]

[حکیم عبد الرؤف]- حکیم عبدالرؤف ایک لائق [و فائق] صاحبِ کمال بزرگ اور میر عبدالجلیل بلگرامی کے دوستوں میں سے تھے- نواب خدا یار خان کی سرکار میں ان کا بڑا مرتبہ تھا - یہ حکمت میں بے نظیر اور فن موسیقی میں ماہر تھے - "ابوالنغم" نامی ایک مکمل کتاب [انھوں نے] اس فن پر تصنیف کی تھی -

[شیخ کرم اللہ]- اب ان کے فرزند رشید شیخ کرم اللہ ، نواب شاہ وردی خان (غلام شاہ) کی سرکار میں ملازم اور اپنے والد کی طرح مشہور ہیں -

[شیخ محمد رضا]- یہ اصل میں ٹھٹے کے باشندے ہیں لیکن بکھر میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے- عربی اور فارسی کے وہ ایک لائق طالبِ علم تھے- عالمگیر کے زمانے سے لے کر محمد شاہ بادشاہ کے عہد تک بکھر میں وہ نائب یا خود مختار کی حیثیت سے مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے- ان کی اعزہ ٹھٹے میں اور اولاد بکھر میں موجود ہے- یہ نیک نام مرد تھے- [انھوں نے] سنہ ۱۱۴۰ھ میں وفات پائی- مولف نے [یہ کتاب] تالیف کرتے وقت ان کی تاریخ اس طرح کہی ہے "محمد رضا دادہ جاں در جنان شد" وہ شعر اچھے کہتے تھے -

[شیخ پھتو اور شیخ متو]- ان کے فرزند شیخ پھتو اور شیخ متو بھی وھاں کے مشہور و معروف افراد میں شامل تھے اور

www.maktabah.org

اولاد چھوڑ گئے ہیں۔

بکھر

روھڑی کے دریا کے دوسرے کنارے پر [یہ ایک] خوبصورت شہر ہے۔ اصل میں یہ بکھر کا تعلقہ ہے لیکن نادر شاہ کے زمانے سے شکارپور سے منسلک ہے۔ یہ سر زمین ستھری اور اہل‌اللہ کی کان ہے یہاں کے بزرگوں میں [مندرجہ ذیل ممتاز ہیں]: [۳۲۶]

[شاہ خیراللہ (۱)]۔ یہ پیران پیر علیہ الرحمۃ کی اولاد میں ہیں۔ ان کی درگاہ خلق‌اللہ کی زیارت گاہ اور اہل‌اللہ کی دعاؤں کی قبولیت گاہ ہے۔ [۳۲۷]

[میرک بایزید]۔ میرک بایزید بن میرک ابو سعید بن میر علی شاہ سبزواری عرب شاہی۔ میرک ابو سعید شیخ جلال‌الدین بایزید پورانی کے نواسے تھے۔ ان کے فرزند میرک بایزید اور ان کے بھائی میرک شیخ محمود کمالات علمی و عملی کے جامع

---

(۱) شاہ خیراللہ عرف شاہ خیرالدین ابن سید احمد بغدادی سنہ ۹۱۱ھ میں بغداد میں تولد ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے سید عبدالقادر جیلانی سے، جنھیں عام طور پر پیران پیر کہا جاتا ہے، جا ملتا ہے۔ یہ اوائل عمر میں بغداد سے مکہ آئے اور چودہ سال تک حرمین میں رہ کر تحصیل علم کرتے رہے۔ علم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سیر و سیاحت کی غرض سے وہ سندھ آنکلے اور مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہ کر کافی فیض و ہدایت سے مستفیض ہوئے۔ اس کے بعد سکھر میں آکر ایک ٹیلہ پر یاد الٰہی میں مشغول ہوگئے، جہاں کتنے ہی لوگ آکر ان کے مرید ہوئے۔

(دیکھئے حاشیہ ص-۳۰۳)

www.maktabah.org

تھے۔ [پہلے یہ] دونوں بھائی سبزوار سے قندھار میں آکر رہنے لگے تھے لیکن پھر وہاں سے شاہ بیگ ارغون کے ساتھ سندھ آگئے۔ مذکورہ میرک بکھر و سکھر کے شیخ الاسلامی کے [منصب پر] فائز ہوکر سکھر ھی میں سکونت پذیر ھوگئے اور ان کے بھائی نے جیسا کہ آگے چل کر بیان ھوگا ٹھٹے میں سکونت اختیار کی۔

[میرک عبدالباقی]۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند میرک عبدالباقی نے [اوج و] کمال کے ساتھ زندگی گذاری۔

(بقیہ حاشیہ ص ۴۰۲)
میر محمد معصوم کا پوتا میر محمد زکریا بھی انھی کا معتقد اور مرید ہے۔ کتاب "دلیل الذاکرین" اور "پیر روضی دھنی" سید محمد راشد کے ملفوظات میں ان کے کچھ مناقب مذکور ھیں۔

شاہ خیرالدین آخری دنوں میں اس ٹیلے سے اتر کر پرانے سکھر میں اس مقام پر رھنے لگے تھے جہاں اب ان کا مقبرہ ہے۔ یہاں پہلے ترخان خاندان کے مغلوں کے مکانات تھے جو انھوں نے شاہ صاحب کو بطور نذرانہ دے دیئے تھے۔ سکھر میں فقیر سدھو اور فقیر جمال الدین ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ شاہ صاحب نے ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۰۲۷ھ میں سکھر ھی میں اس جہان فانی سے لا ولد کوچ اختیار کیا۔ ان کی تاریخ وفات مندرجہ ذیل قطعہ کے آخری مصرع سے نکلتی ہے:

شاہ خیرالدین مہ برج شرف — مقبل درگاہ ایزد سرمدی
سال تاریخ وصالش عقل گفت: — "مرشد کامل طریق احمدی"
۱۰۲۷ھ

(ماخوذ از ھفتہ وار "آزاد" کراچی
مورخہ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۵۳ع)

www.maktabah.org

خورد و کلاں سب انھی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کی درگاہ سکھر کے باہر خلق کی زیارت گاہ ہے۔

[میرک محمد اول]۔ ان کے بعد میرک محمد اول باقی رہے اور انھوں نے زندگی کے دن صاحبان کمال کی مانند ممتاز اور مشہور شخص کی حیثیت سے گذارے۔ اپنے بعد یہ میر تقی الدین اور میر محمد فضل نامی دو فرزند چھوڑ گئے۔

[میر تقی الدین اور ان کے فرزند]۔ میر تقی الدین کے پانچ بیٹے ہوئے۔ میر نواب، میر غیاث الدین محمد، میر رضی الدین محمد، میر عزیزالدین محمد، اور میر محمد کاظم عرف مرزا۔ ان میں سے ہر ایک شان بزرگی اور شرافت میں اپنے عہد میں ممتاز تھا۔

[میر غیاث الدین محمد اور ان کے فرزند]۔ میر غیاث الدین محمد نے دو نامور فرزند چھوڑے جو جملہ بھائیوں کے سرتاج تھے۔ ایک میر قوام الدین، دوسرے میر عرب شاہ جو اب بزرگوں کی صورت میں عظمت و رفعت کے علمبردار ھیں۔ [۳۲۸]

[میر غلام عبدالقادر]۔ میر رضی الدین محمد بن میر تقی الدین محمد کے [ایک] فرزند رشید غلام عبدالقادر نامی اس [وقت] اس سلسلے کے باغ کے پھولوں کے سرتاج ھیں۔

[میر عاقل شاہ]۔ سید زئی نامی [خاندان] سادات میں سے یہ یہاں کے رہنے والے ایک نامور اور اعلیٰ صفات سے موصوف بزرگ تھے۔ لیکن اب انتقال فرما چکے ھیں۔

[میر اکبر شاہ]۔ ان کی اولاد میں اس وقت میر اکبر شاہ اس سلسلے کے سردار اور صاحب توفیق بزرگ ھیں۔

[میر محمد حسین]۔ میر محمد حسین مذکورہ میر عاقل شاہ کے بھائی تھے۔

www.maktabah.org

[میر محمد محسن شاہ اور چراغ شاہ] - ان کے بعد ان کے فرزند میر محمد محسن شاہ آبائی صفات سے موصوف ہوئے آج کل میر محمد محسن کے فرزند میر چراغ شاہ اس خاندان کے چشم و چراغ ھیں -

[میر محمد زکریا] - میر محمد زکریا ، بن میر محمد بزرگ بن میر معصوم بکھری نے ، جن کا بیان اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے ، ظاہری و باطنی کمالات کے ساتھ زندگی گذاری - مذکورہ جناب نے ، شاہ خیرالدین شاہ سے عقیدت مندی ہونے کی وجہ سے سکھر آکر یہاں کی سکونت اختیار کی تھی -

[سید محمد] - ان کے بعد ان کے دو نامور فرزند سید محمد اور سید علی شیر باقی رہے ، جن میں سید محمد اپنے وقت کے بزرگ ہو گذرے ھیں -

[میر عزیز اللہ اور میر لطف اللہ] - انہوں نے (سید محمد نے) دو فرزند چھوڑے- [ایک] میر عزیز اللہ [دوسرے] میر لطف اللہ ان میں میر عزیزاللہ مملکت بزرگی کے سلطان ہو گذرے ھیں -

[میر کرم شاہ اور میر گلاب شاہ] - انہوں نے (میر عزیزاللہ نے) دو فرزند چھوڑے اور اس وقت میر کرم شاہ اور میر گلاب شاہ بزرگوں کی نشانی ھیں - [۳۲۹]

[میر عزت علی اور میر احسان علی] - سید محمد کے فرزند میر لطف اللہ نے اپنے بعد دو بیٹے چھوڑے [ایک] میر عزت علی [اور دوسرے] میر احسان علی - سنا گیا ہے کہ یہ دونوں بزرگ زادے حیات ھیں -

[میر علی شیر] - مذکورہ میر زکریا کے فرزند میر علی شیر

www.maktabah.org

بزرگوں کی موروثی صفات سے موصوف ہوئے [اپنے بعد] انھوں نے تین بیٹے میر اسد اللہ، میر عنایت اللہ اور میر بزرگ یادگار چھوڑے۔

[میر شہباز علی]۔ ان میں سے میر بزرگ نے اپنا ایک بیٹا شہباز علی ملقب بہ علی شیر [یادگار] چھوڑا، جو تا حال حیات سنا گیا ہے۔

[میر اسد اللہ]۔ مذکورہ میر اسد اللہ کا نواسہ میر اسد اللہ ایک لائق جوان ہے میاں محمد مرادیاب خان کے [شہر] مراد آباد میں [راقم الحروف نے] اسے دیکھا تھا۔ شاعر مزاج تھا۔ تخلص کی خواہش ظاہر کی چنانچہ نام کی مناسبت سے [میں نے اس کا تخلص] "ساقی" [قرار دیا] اور اسی مناسبت سے سجع "اسد اللہ ساقیٔ کوثر" [قرار دیا]، جسے اس نے قبول کیا۔ سنا ہے کہ تا حال وہ حیات ہے۔

[میر محمد یعقوب حکیم]۔ یہ اصل میں سکھر کے میرکوں کے نواسے ہیں۔ محمد شاہ بادشاہ کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں ملتان سے سکھر آئے۔ پرانا رشتہ ہونے کی وجہ سے میرک سید تقی الدین نے انھیں اپنی فرزندی (دامادی) میں قبول کیا۔ تقریباً تیس سال تک انھوں نے یہاں طبابت کی۔ میں نے (مولفِ کتاب نے) انھیں مراد آباد میں دیکھا تھا بزرگوں کی وضع میں تھے۔

اروڑ

یہ ایک قدیمی شہر اور رائے خاندان کا پایہ تخت تھا۔ مہران [دریائے سندھ] کے کنارے آباد تھا۔ اس میں طرح طرح

www.maktabah.org

کے باغات تھے جس کی وجہ سے سارے سندھ میں ممتاز تھا۔ [آخرکار] زمانہ گذرنے کے بعد، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ دلو رائے کے مظالم [۳۳۰] کی پاداش میں دریا [اس سے] دور ہٹ گیا اور [یہ شہر] ویران ہوگیا۔ اس کے بعد سے یہ [سر زمین] بکھر کے پرگنہ میں شامل ہے۔

[قاضی اسمٰعیل]- قاضی اسمٰعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن طائی، بن موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن محمد بن شیبان بن عثمان کی اولاد میں سے ہیں، جنھیں محمد بن قاسم نے اس شہر کا قاضی اور خطیب مقرر کیا تھا۔ ان کی اولاد میں یہ عہدہ پشت بہ پشت منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ قاضی اسمٰعیل سنہ ۶۰۰ھ میں ایک نامور بزرگ تھے۔ آچ کے ساکن علی بن حامد کوفی نے، اس تذکرہ کا جو ان بزرگ کے پاس سندھ کے حالات پر عربی زبان میں بزرگوں سے چلا آتا تھا، [فارسی میں] ترجمہ کرکے ایک بڑا رسالہ تیار کیا۔

[شیخ محمود قطب]- یہ با صفا بزرگ آسمان عرفان کے قطب اور مخدوم جلال الدین جہانیاں کے مرید تھے۔ ان کا مزار اس سر زمین کے عوام و خواص کی مشہور زیارت گاہ ہے۔

[چھٹو امرانی]- یہ اروڑ کے آخری راجاؤں میں سے راجہ دلو رائے کے بھائی آمر کے فرزند تھے اور جیسا کہ اروڑ اور برھمناباد کی ویرانی کے قصے میں بیان ہو چکا ہے، یہ وہاں سے ھجرت کرکے سیوستان میں آکر رہے اور وہیں دفن ہوئے۔ آج تک [ان کا مزار] اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے۔

[قاضی ستاہو]- عہد قدیم کے ناموروں میں یہ انتہائی

www.maktabah.org

بزرگی سے موصوف تھے۔ اروڑ [کا محکمہ] قضا اور بکھر کا احتساب ان کے سپرد تھا۔

سیوی

اس کا قدیمی نام سویس [ہے]۔ یہاں رہنے والی قوم عہد قدیم میں "سویس" کے لقب سے مشہور تھی۔ اس کی راجدھانی کا نام "کاکا راج" تھا۔ طویل مدت گذرنے [۳۳۱] کے بعد اس کا لقب سیوی ہوگیا اور یہ خطہ بکھر کی حکومت میں شامل ہوگیا۔ خراسان کی سرحد پر یہ ایک نہایت اہم درہ ہے۔ یہاں کثیر عجائبات ہیں۔ ان میں سے ایک، قطب کی جانب دکھائی دینے والا گنبد ہے۔ یہ ایک طلسم ہے جسے پرانے لوگوں نے بنایا ہے۔ گنبد کا نام "مارو کھری (۱)" ہے جب کوئی آدمی اس کے قریب جاتا ہے تو اسے وہاں کچھ نظر نہیں آتا [اور وہ گنبد نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے]۔ ایک مرتبہ سلطان محمود خان بکھری دو تین ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اس پہاڑ کی چوٹی تک گیا لیکن گنبد نہ ملا اور نہ ایسی کوئی دوسری چیز ہی نظر آئی۔ کہتے ہیں کہ یہاں خزانہ مدفون ہے اور پرانے زمانے میں کسی درویش کو وہاں سے کچھ دستیاب ہوگیا تھا جس کے بعد کتنے ہی لوگ اسی امید پر اس کی طرف گئے لیکن ناکام واپس ہوئے۔

---

(۱) تاریخ معصومی میں اس گنبد کا نام "مارو کھیر" تحریر ہے۔ اور حاشیہ پر درج ہے کہ نسخہ "م" میں "مارو کھیری" اور نسخہ "ح، ر، س" میں "مارو کھری" ہے۔

www.maktabah.org

[سیوی کا] قلعہ ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ اس کے سارے پتھر گول ہیں۔ کتنی ہی زمین کھودی جاتی ہے لیکن ایسے ہی پتھر برآمد ہوتے ہیں۔

سیوی کے نواح میں "چتر" نامی ایک ایسا خطہ ہے جس میں کپاس کے پودے بیر کے درخت جتنے اونچے ہوتے ہیں اور لوگ ان پر چڑھ کر کپاس چُنتے ہیں۔ ان میں سے ہر پودے پر بالشت بالشت بھر کے تقریباً دو سو سانپ چپٹے ہوتے ہیں۔ کپاس چنتے وقت پودوں کو [لکڑی سے ٹھونک کر] جھاڑتے ہیں تاکہ سانپ الگ ہوجائیں۔ جسے سانپ ڈس لیتا ہے اس کے زخم کو استرے سے شگاف دے کر کوئی [دوسرا شخص] زہر کو منہ سے چوس کر نکال لیتا ہے۔ اس تدبیر کے بغیر سانپ کا ڈسا ہوا آدمی مرجاتا ہے۔ [۳۳۲]

سیوی کے نشیب میں ایک [چھوٹا] دریا بہتا تھا۔ جو بھی اس کا پانی پیتا تھا وہ بیمار ہو جاتا تھا، گویا کہ اس کا گذر گندھک کی کان پر سے تھا۔ اس بیماری سے اکثر لوگ مرجاتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں [اس دریا میں] ایک سیلاب آیا جس نے گندھک کے چشموں کو پا تو دبا دیا، یا بہا لے گیا۔ اس کے بعد یہ مرض بہت کم ہوگیا۔ وہ پانی ایک خطے پر جسے سرواہ (۱) کہتے ہیں اکھٹا ہوکر زراعت کے کام آتا ہے اور باقی ماندہ پانی بہتا ہوا جاکر منچھر جھیل میں، جو سیوستان میں ہے، داخل ہوجاتا ہے۔ قدیم زمانے میں.

---

(۱) یہ سرواہ کا خطہ پچاس کوس دور تھا۔ دیکھئے تاریخ معصومی ص-۱۲۹۔

www.maktabah.org

اس ندی کے کناروں پر بڑی مذکورہ قسم کے سانپ بکثرت پائے جاتے تھے جن کا ڈسا ہوا مشکل ہی سے کوئی بچتا تھا۔ اسی وجہ سے یہاں کے باشندے کشادہ اور لمبی شلواریں پہنا کرتے تھے (۱)۔

سیوی کے میدان میں کتنے ہی قلعے اور بستیاں تھیں جو اب ویران ہیں۔ سیسم کا قلعہ، جس میں اسلامی فتوحات کے بعد سیوستان کا والی بجھرا جاکر پناہ گزین ہوا تھا، اور جسے محمد بن قاسم کی فوج نے فتح کرلیا تھا، [اور اس کے علاوہ] بھلطور، سالوج اور قندابیل کے قلعے، جن میں سیسم سے فرار ہوکر جانے والوں نے پناہ لی تھی اور بالاخر امان حاصل کرکے حاضر ہوگئے تھے، انھی میں سے ہیں۔ یہاں تند ہوائیں چلتی ہیں۔ سیوی، بکھر، سیوستان اور سیتپور کے وسط میں "بارکان" نامی ایک خطہ تھا جہاں کے گھوڑے عراقی گھوڑوں سے کمتر نہ ہوتے تھے۔ [گھوڑی کا] بچہ جب اپنی ماں سے الگ ہوتا تھا تو اس کے تھان میں پتھریاں بچھا دیتے تھے اور ایک سال تک وہ انھی پتھریوں پر پھرتا رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کے سم پتھر کے سے [سخت] ہوجاتے تھے اور ان میں نعل لگانے ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔ [۳۳۳]

موضع چتر میں کچھ لوگ رہتے تھے جنھیں "سادات کھیری" کہتے تھے۔ ان کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ کھیر ایک درخت

---

(۱) میر معصوم نے اس مقام پر "از پارچہ لک" (لاکھ کے کپڑے کی) کے الفاظ زائد تحریر کئے ہیں۔
(تاریخ معصومی ص ۱۲۹)

www.maktabah.org

کا نام ہے اور ان کے بزرگوں میں سے کسی نے اس پر چڑھ کر اور چابک مار کر اسے گھوڑے کی طرح چلایا تھا۔

گنجابہ کے پہاڑوں میں سے ایک کا دامن ایوان کی طرح آگے کو پھیلا ہوا ہے (۱)۔ اس میں ایک لوہے کا پنجرہ لٹکا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں ایک چتر (۲) رکھا ہوا ہے۔ [لیکن] کوئی شخص اس تک نہیں پہونچ سکتا۔ اگر پہاڑ کے اوپر سے (۳) رسہ لٹکا کر کوئی آدمی اس کی طرف جاتا ہے تو وہ وہاں سے ہٹ جاتا ہے اور اگر نیچے سے [چڑھ کر] جانا چاہتے ہیں تو [وہاں تک پہونچ نہیں سکتے کیونکہ] اس پہاڑ کی چوٹی چکنی اور ایک ہی چٹان (۴) کی ہے۔

سیوی سے اس طرف گنجابہ، پاٹ اور دریا کے کنارے تک

---

(۱) میر قانع کی عبارت اس موقع پر بڑی پیچیدہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "و قریب گنجابہ در دامن کوہ ایوانے پیش رفتہ"۔ لیکن تاریخ معصومی کی عبارت اس جگہ (ص ۱۳۰) یوں ہے:

"و در یکے از کوہہائے گنجابہ دامن او در رنگ ایوان پیش رفتہ"

(۲) اس مقام پر تاریخ معصومی (ص ۱۳۰) میں "چیزے" (کوئی چیز) کا لفظ ہے لیکن میر قانع نے "چترے" لکھا ہے۔

و اللہ اعلم بالصواب۔

(۳) اس مقام پر تحفۃ الکرام میں غالباً کاتب کی سہو کی وجہ سے "از پائے کوہ" لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے تاریخ معصومی میں "بالائے کوہ" ہے۔ ترجمہ اسی پر مدار رکھتا ہے۔

(۴) تحفۃ الکرام میں "یکتارہ" لکھا ہے جس کے یہاں کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے صحیح "یکپارہ" ہے جیسا کہ تاریخ معصومی (ص ۱۳۰) میں مرقوم ہے۔ ترجمہ اسی کے مطابق ہے۔

www.maktabah.org

[کا علاقہ] صحرا (لق و دق ویرانہ) ہے۔ (۱)۔ قندھار کا راستہ [اسی] [۴۳۳] صحرا سے ہوکر جاتا ہے۔ اس کا طول دریا سے لے کر سیوی تک سو کوس اور عرض ساٹھ کوس ہے۔ اس خطے کے بیشتر حصے میں گرمیوں کے زمانے میں باد سموم چلا کرتی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اس خطے اور پہاڑ میں کوئی بھی قابل ذکر شخص نظر نہیں آیا اس لئے اس پہاڑ کے ذکر سے روگردانی کرتے ہوئے تعلقہ بکھر کے علٰحدہ علٰحدہ مقامات پر رہنے والے بزرگوں کے بارے میں معلومات کے مطابق بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن راہ تحقیق مسدود نہیں ہے جو کچھ بھی اس کے بعد علم میں آئیگا وہ کتاب میں داخل کیا جائیگا۔ دوستوں سے بھی یہی درخواست ہے کہ اگر انہیں مزید علم ہو تو اسے ان اوراق میں شامل کرکے وہ ضرور مستحق احسان اور "عِنْدَ ذِكْرِ الصّالِحِيْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ" (۲) کے ثواب کے مزید حقدار ہونگے۔ اللہ پاک پر بھروسہ ہے اور وہی میرے لئے کافی ہے۔

بہکار

یہ بکھر تعلقہ کا ایک موضع ہے جس میں سادات روھڑی

---

(۱) اس مقام پر بھی تاریخ معصومی (ص ۱۳۰) کا بیان زیادہ واضح ہے یعنی "سیوی اور گنجابہ کی زمین اس طرح ہے کہ سیتپور کے پہاڑوں کی قطار دریا کے کنارے سے ہوتی ہوئی سیوی اور گنجابہ کے ہاٹ تک چلی گئی ہے اور پھر وہاں سے نصف دائرے کی شکل میں آکر دریا کے کنارے سے مل گئی ہے۔ درمیان کا سارا خطہ صحرا ہے"۔

(۲) "یعنی صالحین کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے"۔

www.maktabah.org

کے برادران سکونت پذیر ھیں ان کے بزرگ سید میر تھے -

[سید میر] یہ بڑے برگزیدہ اور ممتاز بزرگ تھے -

[سید شاہ مردان] ان کے فرزند سید شاہ مردان کی کثیر اولاد ھوئی - زمینداروں کے طور طریق کے ساتھ انھوں نے بڑی شہرت کی زندگی گذاری ھے -

[میر علی شیر] ان کی اولاد میں میر علی شیر نے [بزرگوں کی عظمت کا] نشان بلند کیا -

[سید لطف علی] اب ان کے بھتیجے سید لطف علی سر بلندی ، وجاھت اور شوکت کے آئینہ دار ھیں اور با رعب زمیندار کی حیثیت سے زندگی گذار رھے ھیں - [۳۳۰]

[سید میر] سید علی شیر ابن شاہ مردان کے بھتیجوں میں سید میر بھی ایک طاقتور شخص ھیں - سابقہ زمانے سے ان چچازاد بھائیوں میں ان بن اور مخاصمت چلی آتی ھے اور یہ دونوں گھرانے شادی یا غمی جیسی برادری کی رسموں کے علاوہ آپس میں کوئی بھی سلوک روا نھیں رکھتے - دونوں فریق دو الگ الگ گروھوں میں تقسیم ھیں اور ان میں کافی مرد موجود ھیں -

کھوٹو (کھونکی)

یہ بکھر سے تقریباً بیس کوس کے فاصلے پر ایک قصبہ ھے - یہاں کے بزرگ ھیں :

[موسن شاہ] - جنھوں نے زمینداری اور فقیری کے ساتھ با عزت زندگی گذاری اور اس خطے میں احکام خداوندی [کی تبلیغ] اور سنت نبوی کی ترویج میں اپنا نام چھوڑ گئے - احمد شاہ درانی جب اس پرگنہ میں آیا تھا تو ان کی زیارت

www.maktabah.org

کے لئے بھی آیا تھا۔ جب تک وہ حیات رہے خورد و کلاں سب ان کے معتقد رہا کرتے تھے۔

[کھہڑا]

یہ روھڑی سے تقریباً بیس کوس کے فاصلہ پر اسی طرف (۱) ایک قصبہ ہے۔

[قاضی عبدالرحمان]- اوامر و نواھی کے یہ بڑے پابند تھے - دینی فیصلوں کے بارے میں ھمیشہ کوشاں رہتے تھے اور احیائے سنت میں بڑا مبالغہ کرتے تھے - ایک بڑی جماعت ان کے اشارے پر چلتی تھی - بالآخر وہ ایک با ھدایت جماعت کے ساتھ [۳۳٦] مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے حمایت اسلام میں شہید ہوئے اور یہیں دفن کئے گئے (۲) [۳۳۷]

---

(۱) یعنی ٹھٹھ کی جانب -

(۲) قاضی عبدالرحمان جنھیں اب مخدوم عبدالرحمان شہید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کا سلسلۂ نسب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے محترم چچا حضرت عباس سے ملتا ہے - اس طرح :

مخدوم عبدالرحمان شہید بن مخدوم محمد بن مخدوم محمد عاقل بن مخدوم عبدالخالق بن مخدوم یحیی بن مخدوم جمال الدین بن مخدوم اسد اللہ بن مخدوم احمد بن مخدوم محمد بن سیدنا (یہ نام دیمک چاٹ گئی ہے اور پڑھا نہیں جا سکا) بن سیدنا عبید اللہ بن جمال الدین محمد بن عبد اللہ بن سید ابراھیم شہید بن اسحاق بن معرف بن محمد بن عبداللہ بن علی بن سیدنا عبداللہ بن سیدنا عباس عم النبی علیہ الصلواۃ و السلام -

اس خاندان کے بزرگ اعلیٰ سیدنا ابراھیم شہید، خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے عہد حکومت میں بغرض اشاعت دین بغداد سے سندھ

(دیکھئے حاشیہ ص ۴۱۵)

www.maktabah.org

[قاضی محمدی اور قاضی احمدی] - ان کے فرزند قاضی محمدی اور قاضی احمدی والد کے دستور کے مطابق رسومات دین کے اجرا

(بقیہ حاشیہ ص- ۴۱۴)

تشریف لائے اور آکر حیدرآباد کے قریب جسے پہلے نیروں کوٹ کہتے تھے ، کلور نامی ایک ٹیلے پر رہائش اختیار کی اور وہیں سنہ ۸۴۳ھ میں وفات پائی -

ان کی اولاد میں ایک بزرگ مخدوم اسد اللہ نامی اکبر کے زمانے میں سندھ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے جنھوں نے سندھ کا دورہ کرتے ہوئے حدود ریاست خیرپور کے موضع پیری میں سنہ ۹۶۶ھ میں وفات پائی - ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے فرزند مخدوم جمال الدین نے پیری میں سکونت اختیار کی - ان کے بعد ان کے فرزند مخدوم یحییٰ نے بھی وھیں وفات پائی - ان بزرگوں کی مسجد اور مزارات موضع پیری میں آج تک قایم اور عوام و خواص کی زیارت گاہ ھیں -

مخدوم یحییٰ کے فرزند مخدوم عبدالخالق نے پیری سے منتقل ھوکر شہر کھہڑہ کی سکونت اختیار کی جہاں ان کی اولاد آج تک موجود ھے -

مخدوم عبدالرحمان شہید انھی عبدالخالق کے پڑ ہوتے ھیں - انھوں نے علوم ظاھری و باطنی کی تکمیل اپنے والد بزرگوار مخدوم محمد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کی اور اس کے بعد ان کے مسند پر متمکن ھوکر تبلیغ اسلام اور شرک و بدعت کی بیخ کنی میں مشغول رہے -

"تذکرۂ مخادیم کھہڑا" کے مصنف نے مخدوم عبدالرحمان کی صلابت دینی اور استقامت شرع کے متعدد واقعات کا ذکر کیا ھے - وہ ایک جید عالم ، صاحب کرامت بزرگ اور ولی اللہ تھے - صاحب تذکرہ نے ان کی کئی کرامتیں تحریر کی ھیں - سنہ ۱۱۴۵ھ میں وہ ۲۲۲- افراد کے ساتھ میاں نور محمد کلھوڑا کے لشکر کے ھاتھوں شہید

(بقیہ حاشیہ ص-۴۱۶)

www.maktabah.org

کے لئے کوشاں رہے۔ اس وقت قاضی احمدی (۱) حیات ہیں۔ [۳۳۸]

[عبدالرؤف منشی]۔ بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق یہ، یہیں کے اور بعضوں کے مطابق [موضع] ھنگورجہ کے باشندہ تھے۔ بہرحال یہ سہتہ قوم کے فرد سنے جاتے ھیں۔ فن انشا میں یہ [اپنے] وقت میں بے نظیر تھے۔ پہلے یہ خانپور اور سیوی کے حاکم بختیار خان [کے پاس ملازم رہے] اور پھر نواب خدایار خان کی سرکار میں ملازم ہو کر منشیوں کے سر گروہ [۳۳۹] اور وزرا کی فہرست میں داخل ہوئے۔ ان کی انشا آج کل بھی کتنی ہی جلدوں میں رائج اور منشیوں کا دستور العمل ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۔ ۴۱۵)
ہوئے۔ [مصرعہ ھائے] "کانوا غازین" اور "ھئے ھئے ستون سندھ فتاد" سے ان کی تاریخ شہادت نکلتی ہے۔ ان کی شہادت کی داستان طویل ہے۔ مخدوم غلام محمد بگائی نے جن کے [منظوم] معجزے اور مولود آج بھی عام طرح گاکر روحانی سرور حاصل کیا جاتا ہے، یہ داستان سندھی [زبان] میں نظم کی ہے اور یہ "میاں غلام محمد بگائی کی سندھی" کے نام سے سندھ میں مشہور ہے۔

(۱) مخدوم عبدالرحمان کی شہادت کے وقت ان کے فرزند اکبر، میاں محمدی کی عمر دو سال اور فرزند اصغر میاں احمدی کی عمر ایک سال کی تھی۔ تاریخ آئینۂ جہاں نما کا مصنف مخدوم محمدی کے بارے میں لکھتا ہے کہ انہیں ظاھری و باطنی علوم اپنے والد بزرگوار کی توجہ سے حاصل ہوئے تھے۔ وہ اویسی سلسلے کے ایک ممتاز شیخ اور مادر زاد ولی اللہ تھے۔ انھوں نے اپنے والد کی شہادت کے بعد سات سال

(دیکھئے حاشیہ ص۔ ۴۱۷)

www.maktabah.org

[عبداللہ منشی]- ان کی وفات کے بعد ان کے پوتے میاں عبداللہ منشی نواب کی ملازمت میں ان کے قائم مقام ہوئے اور مراد یاب خان کے زمانے میں انتقال کر گئے - [۳۴۰]

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۶)

کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا - ان کی تعلیم کے لئے سندھ کے مشہور و معروف علامہ مخدوم ابوالمعالی نوشہروي کو تکلیف دی گئی- لیکن وہ کتاب کھول کر جو بھی مشکل سے مشکل مقام (سبق) نکال کر مخدوم محمدی کو پڑھانا چاہتے تو وہ فی البدیہہ (سبق پر) ایسی کافی و شافی تقریر کرتے کہ مخدوم ابوالمعالی حیران رہ جاتے - آخرکار انھوں نے قرآن، حدیث اور تفسیر وغیرہ جملہ علوم عقلی و نقلی کی کتابوں میں سے ایسے ایسے مشکل مسئلے بھی جن کے حل کرنے سے خود ان کتابوں کے شارح بھی معذور تھے، مخدوم محمدی سے دریافت کئے- انھوں نے ان مسائل کے متعلق بھی ایسی جامع و مانع تقریریں کیں کہ مخدوم ابوالمعالی کی زبان سے بے اختیار یہی نکلا کہ "اس صاحبزادہ کو تو خضری تعلیم اور اس کے مدد سے علم لدنی حاصل ھے، میرے رھنے کی کوئی ضرورت نہیں" - اس کے بعد رخصت لے کر نوشہرہ واپس چلے گئے-

"آئینۂ جہان نما" اور "تذکرہ مخادیم کھہوڑا" میں مخدوم محمدی کی فصاحت و بلاغت اور نکتہ آفرینی کی کئی مثالیں مذکور ھیں- مثال کے طور پر ایک مرتبہ آپ حویلی کے اندر تشریف رکھتے تھے کہ ایک دوست نے جو ملاقات کیلئے آیا تھا [پرچہ] لکھ بھیجا کہ "حضرتا! آفتاب گرم می شود رخصت فرمایند"- آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ "تجنیس گرم (کرم) مطلوب است مبادا بہ تقلیب آن (مرگ) تاسف خورند" -

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۸)

www.maktabah.org

[محمد حفیظ] ۔ آج کل مذکورہ میاں عبدالرؤف کے بھائی محمد حفیظ جو ایک لایق شخص ہیں ، میاں غلام شاہ [کلہوڑا] کی ملازمت میں ہیں ۔

(بقیہ حاشیہ صہ ۴۱۷)

سندھ کے زندۂ جاوید ولی اور شاعر شاہ عبداللطیف ، مخدوم محمدی کے ہمعصر تھے ۔ "تذکرہ مخادیم کھہڑا" کا مصنف لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ سیر کرتے ہوئے شاہ بھٹائی کھہڑہ کی طرف آنکلے اور آکر شہر کے باہر میاں چنیہ کے کنوئیں پر منزل انداز ہوئے ۔ (میاں چنیہ ذات کا "اجن" اور مخدوم محمدی کے والد میاں عبدالرحمان شہید کا خلیفہ تھا) اس کی اولاد آج تک شہر کھہڑہ میں موجود ہے) ۔ مخدوم صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو ایک آدمی کی معرفت انھوں نے دعوت کہلا بھیجی ۔ اس پر شاہ صاحب نے یہ بیت جواب میں ارسال کی:

"اج نہ آیس آءٌ (آؤں) صبح ایندس سہرین
توتی (تے) جنھن جو نانءٌ (ناؤں کھنئے) کٹی بار کھین (کھہین) جو"

میں آج تو نہ آسکا میرے حبیب ، لیکن کل ضرور آؤنگا ، کیونکہ تم اس کے ہمنام ہو جو بے سہاروں کا سہارا ہے)

دوسرے دن صبح کے وقت شاہ صاحب مخدوم کے پاس تشریف لے گئے اور پورا ہفتہ مخدوم صاحب کے مہمان رہے ۔ دونوں بزرگوں کی باہم بڑی صحبتیں رہیں اور وہ ایک دوسرے کے حال سے باخبر ہوئے ۔ اس کے بعد رخصت حاصل کرکے شاہ صاحب مخدوم صاحب کو دعائیں دیتے ہوئے روانہ ہوگئے ۔ مخدوم محمدی نہایت با رعب ، شریعت کے جان نثار اور صاحب استغنا بزرگ تھے ۔ تذکرہ مخادیم کھہڑا میں ان کے متعدد مناقب مذکور ہیں ۔ ۱۱۷۴ھ میں انھوں نے وفات پائی ۔

(دیکھئے حاشیہ صہ ۴۱۹)

www.maktabah.org

شکارپور

روھڑی کے قریب داؤد پوٹہ قوم کا آباد کردہ شہر ھے اور آج کل خود مختار حکومت کا دارالحکومت ھے۔ [۳۴۱]

[سید محمد تقی بخاری]۔ یہاں کے لوگوں میں سید محمد تقی بخاری [اپنے] وقت کے [مقتدر] بزرگ ھو گذرے ھیں۔ عوام و خواص ان پر بڑا اعتقاد رکھتے تھے۔ [۳۴۲]

(بقیہ حاشیہ ص ۶۱۸)

ان کی تاریخ وفات مندرجہ ذیل قطعے سے نکلتی ھے۔

بہشتم از ربیع الاول او رفت ز تاریخش بمن ھاتف چنین گفت

دو شنبہ چونکہ باز آمد ز حانوت مقام روح پاکش جائے لاھوت

(ماخذ از آئینہ جہاں نما و تذکرہ مخادیم کھہڑا)

مخدوم احمدی، خدائی اپنے بزرگ بھائی مخدوم محمدی کی وفات کے بعد سنہ ۱۱۷۴ھ میں مسند شریعت پر متمکن ھوئے اور ترویج شریعت، سنت نبوی کی احیاء اور شرک و بدعت کی بیخ کنی کی مہم نہایت شان و شوکت اور رعب و داب کے ساتھ جاری رکھی۔ انھیں ظاھری و باطنی فیض سید پیر موسیٰ شاہ گھوڑنکی والے سے حاصل ھوا جنھوں نے مخدوم عبدالرحمان شہید سے فیض حاصل کیا تھا۔ مخدوم احمدی قادری طریقت کے ایک مرشد کامل ھو گذرے ھیں۔ سندھ کے بیشمار باشندے انھی کے فیض کے چشمۂ شیریں سے سیراب ھوتے رھے ھیں۔

سلطان احمد شاہ ابدالی ان بزرگ کا بڑا معتقد تھا اور ھندوستان جاتے ھوئے دعا خواھی کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ھوا تھا اور فقیروں کے اخراجات اور لنگر وغیرہ کے لئے تحصیل گڑھی یاسین ضلع سکھر کے مواضعات، مرزان پور، نوآباد، وکڑ اور جرم وغیرہ بطور

(دیکھئے حاشیہ ص ۶۲۰)

www.maktabah.org

[سید ابو طالب اور سید میر محمد] ۔ ان کے فرزند سید ابو طالب اور سید میر محمد وہاں مشہور ہیں ۔

(بقیہ حاشیہ صـ ۴۱۹)
جاگیر عطا کئے تھے ۔ [یہ مواضعات] آج تک مخدوم صاحب کے ورثا کے تصرف میں ہیں ۔

راشدی پیروں کے مورث اعلیٰ حضرت پیر محمد راشد صاحب انہی مخدوم کے شاگرد تھے ۔ سنہ ۱۲۰۰ھ کے آخر میں سلطان غازی تیمور شاہ نے پنجاب پر حملہ کیا جس کی وجہ سے شاہی لشکر کی آمد و رفت سندھ سے ہونے لگی اور ملک میں سخت قحط کی حالت پیدا ہوگئی ۔ یہ حالت دیکھ کر مخدوم صاحب نے اس مسجد شریف کی تعمیر کا کام شروع کرادیا جس میں ان کے والد بزرگوار مخدوم عبدالرحمان شہید ہوئے تھے ۔ اس مسجد کی چھت پہلے کچی تھی ۔ مخدوم احمدی نے ملتان سے کاریگر بلواکر پہلے تو جڑ تک اس کی بنیاد کھدوائی اور چونے گارے میں خبث الحدید ملا کر اس مرکب سے انتہائی مضبوط بنیادیں بھروائیں اور اس کے بعد تین گنبدوں کی نہایت مضبوط مسجد تعمیر کرائی ۔ اسی طرح اپنے والد بزرگوار مخدوم عبدالرحمان شہید کے مزار پر بھی ایک عالیشان مقبرہ تعمیر کرایا ۔ مسجد اور مقبرہ سنہ ۱۲۰۱ھ میں بن کر تیار ہوے ۔ ان کی تاریخِ تعمیر ذیل کے قطعے سے نکلتی ہے :

دانی کہ چیست قبہ چون مشعلِ فروزان
نورِ خدا مجسم بر تربتِ شہیدان
تاریخِ سالِ تعمیر از غیب دوش جستم
عرش خدا ہویدا ہاتف بگفت اینسان

۱۲۰۱ھ

(ماخوز از تذکرہ مخادیم کھہڑا)

یہ مسجد شریف اور مقبرہ آج تک (سنہ ۱۳۷۳ھ) موجود ہیں اور

(بقیہ حاشیہ صـ ۴۲۱)

www.maktabah.org

[حاجی فقیراللہ] - یہ باہر کے ھیں لیکن طویل عرصے سے یہاں کے لوگ انھی سے رجوع کرتے ھیں - [پیری مریدی اور تعلیم کے سلسلے کو انھوں نے حد تک پھونچا دیا ھے - بے شک یہ صاحب حال اور اعلیٰ صفات سے ممتاز [بزرگ] ھیں - وھاں کے حاکم ان کی خدمت میں مریدانہ ارادت رکھتے ھیں - [۴۴۳] وہ بادشاہ کو پہچانتے ھیں (خدا شناس ھیں؟) اور اوامر و نواھی

(بقیہ حاشیہ ص۔ ۴۲۰)

[دونوں] بارھویں صدی کی تعمیری قابلیت کے ایسے عجیب و غریب نمونے ھیں جو مغل شہنشاھوں کی تعمیرات سے ٹکر لے سکتے ھیں - اسی مسجد اور مقبرے [کی تعمیر] کے کام کے بہانے مخدوم احمدی نے دیگیں چڑھوادیں اور چھوٹا بڑا، جوان بوڑھا، عورت مرد غرض جو بھی آتا اسے کھانا اور رواج کے مطابق "روزینہ" عطا ھوا کرتا - باوجودیکہ آمدنی کا کوئی ظاھری ذریعہ نہ تھا لیکن غیبی امداد ایسی ھوئی کہ مخدوم صاحب کو کبھی خرچ کی تکلیف یا کمی لاحق نہ ھوئی - پھر جب مسجد اور مقبرہ بن کر تیار ھوگئے تو انھوں نے بادشاہ تیمور شاہ کو عوام کی تکلیف کے بارے میں لکھ کر لوٹ مار اور بیگار وغیرہ کی جملہ تکالیف سے آزاد کردینے کی درخواست کی- بادشاہ نے یہ درخواست قبول کرکے معافی کا پروانہ جاری کیا جو "آئینہ جہاں نما" اور "تذکرہ مخادیم کھہڑا" میں من و عن نقل ھے - مخدوم احمدی کے زمانے میں بغداد شریف سے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے دو بھائی محمد شاہ اور احمد شاہ نامی سندھ میں آئے - لیکن میاں غلام شاہ نے انھیں نہ رہنے دیا کیونکہ اسے شک تھا کہ یہ سلطان ترکی کے جاسوس ھیں اور ملک کے حالات معلوم کرنے آئے ھیں - میاں غلام شاہ کی وفات کے بعد وہ دونوں پیر پھر [سندھ] آئے اور آکر براہ راست مخدوم صاحب کے مہمان ھوئے - مخدوم میاں

(دیکھئے حاشیہ ص- ۴۲۲)

www.maktabah.org

کے لئے ھمیشہ کوشاں رھتے ھیں - لوگ ان کے بڑے معتقد ھیں (۱) - [۳۴۴]

بھرالو

یہ روھڑی سے تقریباً آٹھ کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ ھے۔

[سید صالح شاہ] - یہاں کے لوگوں میں سید محمد صالح وقت کے ایک مقتدر پیر ھو گذرے ھیں - ان کی تربت مرجع

(بقیہ حاشیہ ص۔ ۴۲۱)

احمدی نے انھیں پورے سال مہمان رکھنے کے بعد گنبٹ اور رانی پور کے زمینداروں کو بلا کر اور ان سے مکانات لے کر بڑے پیر میاں محمد شاہ کو گنبٹ میں اور چھوٹے پیر میاں احمد شاہ کو رانی پور میں آباد کیا۔ آج تک ان دونوں پیروں کا خاندان گنبٹ اور رانی پور میں موجود ھے - مخدوم احمدی نے سنہ ۱۲۰۳ھ میں وفات پائی - ان کی وفات کے موقع پر وقت کے فصیح و بلیغ شعرا نے بہت سے مرثیے کہے جو تذکرۂ مخادیم کھہڑا اور آئینۂ جہاں نما میں موجود ھیں - ان کی تاریخ وفات "احمدی را مقام شد جنات" اور "کان ویا ملجاء الضعفاء" سے نکلتی ھے - مخدوم میاں احمدی کے ایک فرزند مخدوم محمد عاقل نامی تھے جو خود بھی اپنے وقت کے جید عالم ولی کامل اور پابند شریعت [بزرگ] تھے- یہ سندھ کے مشہور و معروف ولی اللہ مخدوم محمد اسمٰعیل پریالو والے کے داماد تھے - کھہڑہ کے موجودہ مخادیم سب انھی کی اولاد ھیں -

(۱) حاجی فقیراللہ بن عبدالرحمان علوی جلال آباد کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں روقاس میں پیدا ھوئے - ان کا سلسلہ نسب امام محمد بن حنفیہ کی وساطت سے حضرت علی تک پہونچتا ھے- حاجی صاحب موصوف علوم ظاھری و باطنی کے ماھر تھے - انھیں شاہ محمد مسعود

(بقیہ حاشیہ ص۔۴۲۳)

www.maktabah.org

خلائق ہے اور زیارت سے عوام و خواص کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

[سید حیات شاہ]۔ مذکورہ صالح شاہ کی اولاد میں سید حیات شاہ ایک صاحب یقین بزرگ ہو گذرے ہیں۔

[سید ولایت شاہ]۔ اس وقت سید حیات شاہ کے پوتے سید ولایت شاہ اس خطے میں مشہور ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صـ ۴۲۲)

پشاوری اور حاجی محمد سعید لاہوری کی جانب سے چاروں طریقتوں کی اجازت حاصل تھی۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سے بھی انھوں نے حدیث کی سند اور طریقت کی اجازت حاصل کی تھی۔ وہ باوجودیکہ "وحدت الوجود" کے عقیدے کے بانی شیخ محی الدین عربی کے حامی اور مخدوم محمد معین جیسے "ہمہ اوست" کا نعرہ بلند کرنے والے بزرگ کے یارغار تھے لیکن پھر بھی آپ "وحدت الشہود" یعنی "ہمہ از اوست" کے قائل تھے۔ سندھ کے فرمانرواؤں میں میاں نور محمد کلہوڑا کا فرزند میاں سرفراز انھی کا مرید اور معتقد تھا۔ اسی طرح بلوچستان کی ریاست قلات کا والی میر نصیر خان بروھی بھی ان کے مریدوں کے زمرے میں داخل تھا۔ احمد شاہ ابدالی نے جب سندھ پر فوج کشی کی تو وہ بھی حاجی صاحب کے فیض اور فیاضی کی خبریں سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ضلع سکھر کے کتنے ہی مواضعات انھیں لنگر کے اخراجات کے لئے عطا کئے جو آج تک پٹہ کی صورت میں ان کی اولاد کے نام پر چلے آتے ہیں اور ان کی مالگذاری میں سے انھیں بھی حصہ ملتا ہے۔

حاجی صاحب ایک جید عالم اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ان کی

(بقیہ حاشیہ صـ ۴۲۴)

www.maktabah.org

کنگری یا بادشاه پور

یہ بھرالو سے چار کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔

[عبدالکریم] ۔ ، عبدالکریم نامی ایک بزرگ وہاں پیر ہو گذرے ہیں ۔ [۳۴۵]

[عبدالعزیز] ۔ ان کے فرزند عبدالعزیز تاحال اچھی حالت میں بقید حیات ہیں ۔

(بقیہ حاشیہ صـ۴۲۳)

تصنیفات میں سے مندرجہ ذیل کتب مشہور ہیں :

۱۔ قطب الارشاد (یہ کتاب کسی مرید نے کوئٹہ سے چھپوا کر شایع کی ہے) ۔

۲۔ طریق الارشاد ۔ ۳۔ جواہرالاوراد ۔ ۴۔ تکمیل المومنین والاولاد

۵۔ فتوحات غیبیہ شرح عقاید صوفیہ ۔ ٦۔ فتح الجمیل فی مدارج التکمیل

۷ ۔ فتوحات الاہی ۔ ۸۔ براهین النجات من مصائب الدنیا و العرصات ۔

۹۔ منتخب الاصول ۔ ۱۰۔ وثیقة الاکابر ۔ ۱۱۔ قصیدہ مبرورہ ۔

ان تصنیفات کے علاوہ حاجی صاحب کے زندہ جاوید شاہکار ان کے مکتوبات ہیں جنھیں ان کی اولاد میں سے ایک فرد فرید سید میر علی نواز علوی نے طبع کرا کے شایع کیا ہے۔ یہ مقتدر بزرگ ۳ صفر سنہ ۱۱۳۵ھ کو شہر شکارپور میں انتقال فرما گئے۔ ان شاگرد میر محمد "وفا" لکھوی نے ایک قطعہ تاریخ کہا جو ان کے گنبد پر نقش ہے :

ولی غوث خدا حاجی فقیر اللہ
شدہ بخلد مربع نشین الی الابد
"وفا" مہ و شب تاریخ وقت سال وصال
بگو سویم صفر و نصف لیلة الاحد

ان کا روضۂ مبارک شکارپور میں "ہاتھی در" کے اندر عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے ۔

www.maktabah.org

ھالانی

یہ پرانا قصبہ ہے۔

[شیخ طائی]۔ یہ "جبریہ" قوم میں سے ھیں ان کا مزار اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے اور اس کی زیارت ہر خواہش کے بر آنے کا باعث ہے۔

[شیخ کبیر]۔ شیخ کبیر بھی وھاں کے بزرگوں میں سے ھیں۔ ان کی آرام گاہ بھی مرجع خلائق ہے۔

[بھیلانی]

یہ قصبہ ھالانی کے سامنے واقع ہے۔

[پیر ولی]۔ یہ ایک پیر اس سر زمین میں آرام پذیر ھیں۔ بزرگان دین اور صاحبان یقین ان کے معتقد ھیں۔

[میاں عبداللہ]۔ یہ "اکرہ" قوم کے ایک کامل فقیر اور یہاں کے باشندے ھیں۔ سنا گیا ہے اس وقت بقید حیات ھیں۔

فتح پور

یہ پہلے "پنوھر" [قوم] کا شہر تھا۔

[شیخ ترھو]۔ شیخ ترھو یہیں کے باشندے ھیں اور اپنے وقت کے کامل بزرگ اور مقتدر پیر ھو گذرے ھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب قبیلہ نبی اسد سے ملتا ہے۔ ان کا مزار، با برکت جو حضورِ [دِل] کی جگہ ہے، مشہور ہے۔

[قاضی برھان]۔ یہ مشہور عارف، آل عقبہ سے منسوب ھیں۔ ان کا مزار مواضع "پھلجی" اور "ککڑ" کے درمیان واقع ہے۔ اس بزرگ کی زیارت کرنے والوں کی حاجتیں پوری ھوتی رھتی ھیں۔ [۳۳۶]

www.maktabah.org

ڈبھرو (دریلہ)

یہ ایک مشہور قصبہ ہے۔

[مخدوم عثمان]۔ یہ یہیں کے باشندے ہیں۔ ان کی مرجع اہل اللہ درگاہ دور دور تک مشہور ہے۔ انہیں رسول اطہر [صلی اللہ علیہ وسلم] کی بارگاہ کا قاضی کہا جاتا ہے۔ حاجتمند عوام و خاص اپنی مطلب براری کے لئے الهی سے دعا طلب کرکے فیض پاتے ہیں۔ [۳۴۷]

-*○*○*-

www.maktabah.org

پندرھواں باب

سیوستان اور دشت باران پرگنوں کے قصبے اور ان کے بزرگ

سیوستان

اس کو سیوھن اور سہون بھی کہتے ھیں - پانچویں ولایت میں ھے - اس کا طول البلد "قب نه" (۱۰۷) اور عرض البلد "الول" (۶۷) ھے - یہ ایک قدیم شہر ھے - اور "سندھ" کی اولاد "سہوارن" کے نام سے منسوب ھے - اس کا قلعہ بیان کردہ چھ قلعوں میں سے ایک ھے - اس کے بعد کئی بار اس کی مرمت ہوئی ھے - قدیم الایام سے یہ خود مختار دارالحکومت تھا اس کے بعد پھر اروڑ کے راجاؤں اور ان کے بعد ٹھٹے کے حکمرانوں کے زیر نگیں رھا - شاہ بیگ نے اسے جام فیروز کے قبضے سے چھینا تھا اور مرزا شاہ حسن نے اسے پھر ٹھٹے سے منسلک کردیا تھا - اس کے بعد جب سندھ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے دربار کے گورنروں کے قبضے میں آیا تو اسے پھر نئے سرے سے ایک علٰحدہ تخت گاہ بنایا گیا - اب نواب خدا یار خان کے عہد حکومت

www.maktabah.org

ہے یہ پھر قدیم دستور کے مطابق سندھ میں شامل ہے۔

اس کے پہاڑ پر ایک حوض عجائبات میں سے ہے۔ اکثر مریض اس میں غسل کر کے شفایاب ہوتے رہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی طرح لبریز [رہتا ہے] اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ [اس میں] پانی کہاں سے آتا ہے۔ مقررہ دنوں پر ہندو لوگ یہاں آکر پوجا کرتے ہیں۔

دوسرا [عجوبہ] یک ستونی عمارت ہے یعنی پہاڑ میں ایک بڑا حجرہ ایک ستون پر استادہ ہے۔ لوگوں کے اعتقاد کے مطابق یہ قدرتی عمارت ہے۔ یہاں لوگ سیر و صفائی [قلب] کے لئے آیا کرتے ہیں اور اس کی چھت پر چڑھ کر نظارہ کیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں چاروں یاروں یعنی مخدوم جلال جہانیان، شیخ عثمان مروندی، شیخ فرید اور شیخ بہاؤالدین نے یہاں بیٹھکر مکاشفے کئے ہیں۔

<u>شیخ عثمان مروندی</u>۔ (۱) عرف مخدوم لعل شہباز بن سید کبیرالدین محمد بن سید صدرالدین۔ امام جعفرصادق علیہ السلام

---

(۱) میر قانع نے اپنے دستی نسخہ کے صفحہ اول پر ان کا نسب نامہ اس طرح تحریر کیا ہے:

مخدوم عثمان عرف لعل شہباز مروندی بن سید کبیر بن سید شمس الدین بن محمد یحیی بن سید ... ... بن سید محمود شاہ بن سید احمد شاہ بن سید ہادی بن سید مہدی بن سید غالب بن سید منصور بن ... ... بن امام الجن والانس محمد جعفر صادق علیہ السلام۔ (جن مقامات پر خلا ہے وہ دیمک کے چاٹ جانے کی وجہ سے پڑھے نہیں جا سکے)

www.maktabah.org

کے فرزند اسمٰعیل کی اولاد اور مذکورہ چار یاروں میں سے ایک
ھیں جنھوں نے مل کر سفر کیا تھا ۔ سنہ ۶۶۲ھ میں جب وہ
ملتان پھونچے تو دھلی کے بادشاہ سلطان غیاث‌الدین کے فرزند
سلطان محمد نے جو ایک عابد و زاھد نوجوان تھا ان سے وھیں
[ملتان] کی سکونت اختیار کرنے کی درخواست کی لیکن آپ نے
قبول نہ کیا ۔ مذکورہ سلطان محمد ، علما ، صالحین اور شعرا کا
بڑا قدردان تھا ۔ شیخ بہاؤالدین زکریا اور شیخ فرید گنج شکر
اس کے مقربین میں سے تھے اور امیر خسرو اور امیر حسن دھلوی
بھی اس کی ملازمت میں تھے ۔

جب وہ [شیخ عثمان مروندی] شاہ شمس بو علی قلندر کی
خدمت میں پھونچے تو انھوں نے فرمایا کہ ھندوستان میں
[پہلے ھی] تین سو قلندر موجود ھیں [اس لئے] بہتر ھے کہ
آپ پھر سندھ واپس تشریف لے جائیں ۔ اسی اشارہ کے مطابق
انھوں نے سیوستان میں آکر اقامت اختیار کرنا مناسب سمجھا ۔
اتفاقاً جس جگہ آپ اب آرام فرما ھیں اس مقام پر فاحشہ عورتیں
رھا کرتی تھیں ۔ شیخ کی آمد کا [یہ اثر ھوا کہ] جو بھی
[اس دن] ان عورتوں کے پاس گیا وہ ان پر قادر نہ ھوسکا ۔
صبح کے وقت جب ان عورتوں نے شیخ کی آمد کی خبر سنی تو
آکر تائب ھوئیں ۔

اس کے بعد شیخ نے ایک قطعہ اراضی پر آباد ھونے کا خیال
کیا اور اسی خیال سے احاطہ بنانے کے لئے وہ ایک مزدور ساتھ
لے آئے اور خود ڈنڈا ھاتھ میں لے کر کھڑے ھوگئے ۔ زمین
کا مالک آکر منع کرنے لگا اس پر آپ نے اسے ایک ڈنڈا

www.maktabah.org

رسید کیا جس کی وجہ سے وہ مر گیا آپ نے اسے وھیں دفن کردیا ۔ [یہ خبر سن کر] فوتی کے وارث شور مچاتے ہوئے ان سے باز پرس کرنے آئے ۔ آپ نے فرمایا کہ "میں نے تو کتا مارا ھے دیکھ لو زمین میں دفن ھے ۔" [چنانچہ جب] انھوں نے قبر کھودی تو اس میں سے واقعی کتّا بر آمد ھوا ۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ فقیر صاحبِ کرامت ھے چنانچہ معتقد ھوکر انھوں نے زمین ان کے حوالے کردی ۔ ان کی دوسری اور کرامتیں شمار سے باھر ھیں اس مختصر [کتاب] میں کتنی آسکیں گی ؟ ۔ ان کی وفات سنہ ۶۷۳ھ میں [واقع] ھوئی ۔ انھوں نے مجرد اور پرھیزگار رہ کر زندگی گذاری ۔ ان کے جس قدر متولی ھو گذرے ھیں ان کے بارے میں زیادہ تحقیق سے مجبوراً [در گذر کرتے ھوئے] بطور تبرک چند ایک کا ذکر کیا جاتا ھے ۔

مخفی نہ رھے کہ اس درگاہ کی دیکھ بھال قدیم الایام سے شیوخ کے حوالے ھے جو آج تک پشت بہ پشت مسلسل [انھی کے سپرد] رھتی ائی ھے ۔ سادات کا بھی اس معاملے سے تعلق ان کی قرابت کی وجہ سے پیدا ھوا ھے ۔

<u>شیخ مکھن</u> ۔ قدیمی شیوخ میں یہ درگاہ کے متولی اور کلید بردار تھے ۔ پیر کی ان پر بڑی توجہ تھی ۔ کہتے ھیں کہ سادات نے جو شیخ کے داماد تھے جب سجادہ [نشینی] حاصل کرنے کے بعد کنجی کی لالچ کی اور انھوں نے مقابلے کی سکت نہ پا کر کنجی ان کے حوالے کردی تو سادات نے کتنی ھی کوششیں کیں لیکن تالا نہ کھل سکا ۔ [پھر جب وہ] لوھار کو قفل توڑنے کے لئے لے آئے تو ایک چوٹ مارتے ھی اس کا

www.maktabah.org

ھاتھ سوکھ گیا۔ یہ عجیب ماجرا دیکھ کر سادات [اپنے] کئے پر پشیمان ہوئے اور کنجی شیخ کے حوالے کردی۔ اس کے بعد سے کنجی پر سادات کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور [یہاں] دو مسندیں ھوگئی ھیں جیسا کہ معلومات کے مطابق بیان ھوگا۔

میر صلاح الدین ۔ یہ اصل میں لکھملوی (لکی) کے سادات میں سے ھیں ۔ اپنی ذاتی صلاحیت کے ذریعہ دین و دنیا کی اصلاح کی کوششوں کی وجہ سے انہوں نے بڑی شہرت پائی اور درگاہ کی سجادہ نشینی کی دولت نصیب ھوئی۔ ان کا وجود اپنے پیر کی نظر فیض اثر کی برکت سے مریدوں اور متعلقین کی جملہ اصلاحات کا باعث ھوا "بھگے ٹھوڑھے" (شکستہ اور گنجے) ٹیلے پر ایک قلعچہ (گڑھی) ان کی یادگار ہے۔

سید پیر شاہ ۔ ان کے فرزند رشید سید پیر شاہ ان کی قائمقامی اور درگاہ کی سجادہ نشینی سے سر فراز ھوئے ۔ وہ صاحب ریاضت بزرگ تھے ۔ ساری رات عبادت میں مصروف رھا کرتے تھے ۔ گرمیاں ھوں یا سردیاں، ھر بارہ رکعت نفل کے بعد وہ تازہ غسل فرماتے تھے ۔ سندھ کے حکمران میاں نور محمد نے اُن سے بڑی محبت کے ساتھ زیارت کی درخواست کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا ۔ بالاخر وہ خود ان کی خدمت میں آیا جس پر خدام اور سادات نے انہیں بڑی مشکل سے [ملاقات کے لئے] باھر نکالا [لیکن] انہوں نے دیکھتے ھی کہا کہ اس کے بعد دنیا میں رھنے میں بہتری نہیں ہے اور پھر وہ جلد ھی انتقال فرما گئے ۔

[سید نور شاہ] ۔ ان کے بعد ان کے بھائی سید نور شاہ سجادہ نشین ھوئے۔ ان کا ظاھری انداز ابدالوں کی مانند غیر ذمہ دارانہ اور رندانہ تھا ۔ لیکن [انہیں] حقیقت کا اس قدر [وافر] حصہ

www.maktabah.org

ملا تھا کہ جو کچھ بھی ان کی زبان سے نکلتا تھا وہ تقدیر کی مانند پورا اترتا تھا - پیر کا ان پر حد سے زیادہ کرم تھا - ھفتہ میں ایک بار باھر نکلتے تھے [لیکن] پینے کا سامان ان کے ساتھ ھوتا تھا - ان کے کثیر اخراجات دیکھ کر لوگ ان پر کیمیا [سازی] کا شک کرتے تھے -

[سید حیدر شاہ] - ان کے بعد ان کے بھائی حیدر شاہ جانشین ھوئے جنھوں نے اپنی زندگی ھی میں اپنے صاحبِ ھدایت فرزند نظر شاہ کو سجادہ نشین بنایا -

[نظر شاہ] - حال و قال میں انھوں نے بڑا نصیب پایا تھا - اپنے والد کی زندگی ھی میں فوت ھوئے -

[اسد شاہ] - ان کے بعد ان کے بھائی اسد شاہ والد کی جانب سے درگاہ معلیٰ کے سجادہ نشین ھوئے اور سید حیدر شاہ نے انتقال کیا -

سید نہال شاہ - یہ "کھابڑوٹ" کے سادات میں سے ھیں جو سیوھن سے متعلق ایک گاؤں ھے - یہ اصلی متولی شیوخ سے [قبضہ لے کر] جبراً مخدوم علیہ‌الرحمۃ کی درگاہ کے سجادہ نشین ھوئے- پیر کے کثرت فیض کی وجہ سے یہ مذکورہ لکھلوی سادات کے سجادہ نشینوں سے بڑھ گئے اور انھیں درگاہ کے دروازہ کے باھر تخت پر بیٹھنے کی خصوصیت عطا ھوئی - یہ رسم ان کے جانشینوں میں اب تک چلی آتی ھے-

[میر خضر شاہ] - ان کی وفات کے بعد پیر کی خاص توجہ سے میر خضر شاہ سجادہ نشین ھوئے -

[سید موج دریا] - ان کے بعد سید موج دریا ابن ساجو شاہ

www.maktabah.org

مسند نشین ھوئے - سنا جاتا ھے کہ ان بزرگ نے حال ھی میں وفات پائی ھے -

مخفی نہ رھے کہ جب حضرت مخدوم کے بیان کی مناسبت سے بعض سجادہ نشینوں کا بیان ھوچکا تو [اب] پہلے اس سرزمین کے بزرگان دین کا ذکر کرکے دوسرے سادات کے کچھ حالات بیان ھونگے -

[قاضی ابو سعید] - ابن قاضی زین الدین بکھری - یہ فضیلت اور حاضر جوابی میں اپنے عہد میں یگانہ اور اس ملک میں مشہور و معروف ھو گذرے ھیں -

[قاضی قاضن] - ان کے فرزند قاضی قاضن [اپنے] وقت کے سرگروہ ھو گذرے ھیں - وہ ھر طرح کی فضیلتوں سے آراستہ تھے - اور حافظ قرآن [ھونے کے ساتھ ساتھ] علم قراٴت کے بھی ماھر تھے - فقہ ، تفسیر ، حدیث ، تصوف ، تعویذات اور انشا پردازی میں انھیں کمال حاصل تھا اور راہ سلوک میں انھوں نے بڑی سخت ریاضتیں کی تھیں - حرمین شریفین کی زیارت کرکے انھوں نے کافی سیر و سیاحت کی تھی - آخر میں یہ سید محمد جونپوری کے مریدوں کے زمرے میں شامل ھوگئے تھے جس کی وجہ سے علمائے ظاھری ان پر طعن کیا کرتے تھے - مرزا شاہ حسن سے بکھر کے قضا [کا منصب] حاصل کرکے یہ اپنے آبائی وطن چلے گئے جہاں طویل عمر کو پہونچ کر [خود] مستعفی ھوگئے اور [یہ منصب انھوں نے] اپنے بھائی قاضی نصراللہ کے حوالے کیا - سنہ ۹۵۸ ھ میں انھوں نے وفات پائی -

[قاضی نصراللہ] - قاضی قاضن کے بھائی قاضی نصراللہ ظاھری و

www.maktabah.org

معنوی کمالات سے آراستہ تھے۔ بزرگوں کا دستور یہ پوری طرح روشن رکھتے آئے اور قسمت کے دن پورے کر کے عزت و شہرت کے ساتھ فوت ہوئے۔

[شیخ محمود] ۔ یہ بہت بڑے عالم اور انتہائی متقی بزرگ تھے [اپنے] وقت میں انتہائی نامور ہو گذرے ۔

[مخدوم راھو] ۔ آن کی اولاد میں قاضی شرف‌الدین عرف مخدوم راھو بھی اس سر زمین کے نامور [بزرگ] ہو گذرے ھیں ۔

[قاضی ڈتہ سیوستانی] ۔ آن کے فرزند قاضی ڈتہ سیوستانی بھی کتنے ھی علمائے باطنی کے صحبت میں رہ کر نگاہ فیض سے سر فراز ھوئے ۔ [پہلے] کچھ مدت [انھوں نے اپنے] والد کی خدمت میں رہ کر فضیلت حاصل کی اور اس کے بعد پھر مخدوم بلال کی خدمت میں رہ کر حدیث و تفسیر کا مطالعہ کیا۔ [اس کے علاوہ] انھوں نے مخدوم محمود فخر پوڑہ اور مخدوم عبدالعزیز هروی سے بھی تحصیل علم کیا ۔

قرآن شریف کی اٹھارہ تفاسیر کا مطالعہ کر کے انھوں نے آن کے معنی و دقایق یاد کئے ۔ علم جفر اور دیگر عجیب علوم میں بھی انھوں نے دسترس حاصل کی تھی ۔ حافظہ اس قدر [قوی] تھا کہ اکثر کتب من و عن پڑھ جاتے تھے ۔ مرزا شاہ حسن نے ان سے تلقین پائی تھی اور انھیں مخدوم اور استاد کا لقب دیا تھا ۔ موضع باغبان میں مدفون ھیں ۔

[قاضی سائیں ڈنو] ۔ یہ حضرت فاروق رضی‌اللہ عنہ کی اولاد اور وقت کے جید عالم اور متقی تھے ۔ یہ شریعت کو طریقت

www.maktabah.org

سے اور طریقت کو حقیقت سے وابستہ رکھتے آئے اور سیوستان بلکہ سارے سندھ میں مشہور بزرگ ھو گذرے ھیں -

[شیخ میر محمد مشہور بہ "میاں میر"] - ان کے فرزند ارجمند شیخ میر محمد (المعروف بہ "میاں میر") دنیا کے اولیا کے قائد اور وقت کے قطب تھے - فضیلت ظاھری میں ان کا کوئی ھمسر نہیں تھا - ان کی ولادت سنہ ۹۵۷ھ میں سیوستان میں ھوئی - ان کے والد جن کا ذکر سطور بالا میں ھوچکا ھے اور ان کی والدہ و ھمشیرہ سبھی کشف و کرامات کی مالک تھیں - ساٹھ سال کی عمر کے بعد لاھور کے شہر میں رہ کر انھوں نے شیخ جعفر قادری کی مریدی اختیار کی اور اٹھاسی برس کی عمر میں سنہ ۱۰۴۵ھ میں وفات پائی ان کا مقبرہ ھاشم پور میں ھے - ان کے مریدوں کی ایک بڑی جماعت صاحب کرامت اور خدا رسیدہ ھے - دارا شکوہ نے ان کی مریدی اختیار کی تھی اور ان کے حالات پر ایک رسالہ لکھا تھا (۱) [۳۵۴]

---

(۱) "بادشاہ نامہ" کے، جو خاص شاھجہان کے حالات کے بارے میں ایک تصنیف ھے، صفحہ ۳۲۹ پر "میاں میر" کا ذکر اس طرح ھے: ان کا وطن مقدس سیوھن ھے جو صوبہ ملتان کا تابع ھے - قادری طریقہ رکھتے تھے - عنفوان شباب میں دارالخلافت (لاھور) میں آکر گوشۂ گمنامی میں زندگی گذاری - تعلقات دینوی اور شادی کا انھوں نے قطعی ارادہ نہ کیا - کسی بھی شخص کو وہ اس وقت تک تلقین نہ کرتے تھے کہ جب تک وہ دنیا کی چیزوں سے متنفر نہ ھو جاتا تھا - شاہ جہاں ان کی خدمت میں دو بار حاضر ھوا تھا، ایک مرتبہ کشمیر جانے سے پیشتر اور دوسری مرتبہ کشمیر سے واپسی پر، جو تین ھفتوں کے ھوئی (دیکھئے حاشیہ ص ۶۳۶)

www.maktabah.org

(میر سید کلاں) - یہ کربلائے معلّی کے جلیل القدر سادات میں سے ہیں - اس مبارک سر زمین سے نکل کر وہ پہلے قندھار گئے اور پھر سندھ فتح ہونے کے بعد آکر سیوستان کے نواح میں سکونت پذیر ہوئے - بیشتر وقت وہ شیخ عثمان مروندی کے مزار پر انوار پر گذارا کرتے تھے - زھد و تقویٰ میں بے نظیر تھے - ان کی کثیر اولاد ہوئی - میر معصوم بکھری بھی انھی کی اولاد میں سے تھے - [۳۵۵]

میر عبداللہ سلطان - عرف خان عریض ابن میر ابوالمکارم بن میر غیاث الدین (جن کا ذکر ہو چکا ھے) - آن کے بزرگوں نے بکھر میں ھی زندگی گذاری - لیکن یہ سیوستان میں پیدا ہوئے

(بقیہ حاشیہ ص-۴۳۵)

تھی - طویل عمر کو پھونچنے کے بعد ان کی بینائی پھر عود کر آئی تھی - سنہ ۱۰۴۴ھ میں انھوں نے وفات پائی - شاہ جہاں بار بار کہتا تھا کہ ھندوستان کے درویشوں میں سے اوج کمال پر پھونچے ہوئے میں نے صرف دو بزرگ دیکھے ھیں ایک میاں میر اور دوسرے شیخ فضل اللہ برہان پوری -

میاں میر کی درگاہ لاھور چھاؤنی اسٹیشن کے بالکل قریب ھے - عام لوگ لاھور چھاؤنی اسٹیشن کو "اسٹیشن میاں میر" ھی کہا کرتے ھیں - میاں میر کا مقبرہ ایک وسیع میدان کے وسط میں سنگ مرمر کے ایک چبوترہ پر ھے - چاروں طرف کھلا ہوا صحن ھے - صحن کے چاروں طرف شالیمار باغ اور شاھی مسجد کے احاطہ کے طرز پر ایک فصیل نما احاطہ ھے - مغرب کی طرف چبوترے پر ایک عالیشان مسجد ھے - کہتے ھیں کہ یہ مسجد اور احاطہ داراشکوہ نے تعمیر کرایا تھا -

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳۷)

www.maktabah.org

اور یہیں پرورش پائی۔ جہانگیر کے زمانے میں یہ مرزا غازی بیگ کے ساتھ تھے۔ جب شاہی نوازش سے مرزا کو ٹھٹے کے ساتھ قندھار بھی عطا ہوا تو یہ ایلچی ہوکر بادشاہ ایران کے پاس گئے اور اسی سفر میں شاہ خراسان کی زیارت کا شرف حاصل کرکے واپس ہوئے۔ مرزا کے انتقال کے بعد یہ ٹھٹے پر مامور ہوئے۔ [لیکن] جب تخت نشین ہوکر شاہ جہاں نے بے ادبی کی پاداش میں شریف الملک پر عتاب کیا اور [اس کی جانب سے] نواب امیر خان نے آکر [مذکورہ] نواب (شریف الملک) کے عمال کو تکلیفیں پہونچائیں تو میر (عبداللہ سلطان) اور ان کے بھائی یہ کہہ کر [اپنے عہدوں سے] مستعفی ہوگئے کہ

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳۶)
میاں میر کے مقبرے میں صرف جنوب کی طرف ایک دروازہ ہے جس کے اوپر کچھ ابیات نقش ہیں اور ایک مصرع:

"بفردوس والا میاں میر شد"

سے ان کی تاریخ وفات سنہ ۱۰۴۵ھ برآمد ہوتی ہے۔ داراشکوہ ان کا خاص مرید تھا۔ "سکینۃ الاولیا" نامی ایک فارسی کتاب اس نے خاص انہی کی تاریخ و توصیف میں لکھی تھی۔ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت سنہ ۹۷۵ھ میں ہوئی تھی۔ ان کی والدہ کا نام بی بی فاطمہ تھا جو سندھ کے مشہور جید عالم قاضی قاضن کی صاحبزادی تھیں اور اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔ ان کی ہمشیرہ کا نام بی بی جمال خاتون تھا۔ ان کے مرشد شیخ خضر سیوستان کے پہاڑوں میں رہتے تھے اور آپ بچپن ہی سے ان کے مرید تھے۔ آپ کی وفات ۱۷ ربیع الاول منگل کے دن پہر دن چڑھے واقع ہوئی تھی۔
و اللہ اعلم۔

www.maktabah.org

"اگر نمک حلالی کا بدلہ یہی ہے تو پھر گوشہ نشینی اس سے بہتر ہے"۔ مرزا عیسیٰ نے انھیں بہت منایا لیکن انھوں نے یہی جواب دیا کہ "ضعیفی آگئی ہے اس لئے اب ملازمت کی طاقت ہی نہیں رہی ہے"۔ آخر میں ملامحب علی سندھی کی معرفت، جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا، ذریعہ معاش کے طور پر جام تماچی کی زمین سیر میں سے پچاس ہزار درم مشاہرہ لے کر اہل و عیال سمیت ٹھٹے چلے گئے۔ وہاں انھوں نے ۱۶ شعبان سنہ ۱۰۰۴ھ میں وفات پائی۔ ان کی اولاد ٹھٹے ہی میں سکونت پذیر ہوئی وہ اشعار اچھے کہتے تھے۔

سید عبداللطیف ابن سید عبدالرزاق بن سید اسماعیل بخاری جن کا بیان پہلے ہوچکا ہے، راقم الحروف (مصنف کتاب) کے نانا سید عبداللطیف عرف سید مہتو کے جن کا بیان آگے آئیگا، دادا تھے اور سیوستان میں رہتے تھے۔ جہانگیر بادشاہ کے حضور سے سیوھن کے مضافات کا موضع کچھی انھیں جاگیر میں ملا تھا۔ ذاتی بزرگی اور اعلیٰ صفات کی وجہ سے یہ وقت کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ [۳۰۶]

ملا داؤد سیوستانی - یہ صاحب علم و فضیلت بزرگ وقت کے مقتدر علما میں سے تھے۔

نورالحق - کہتے ہیں کہ ان کے فرزند رشید 'نورالحق بچپن میں کچھ غبی تھے۔ قرآن پڑھنے کے لئے وہ انھیں کتنا ہی مارتے تھے لیکن کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک دن انھیں کسی تنگ کوٹھری میں بند کردیا گیا وہ بہت روئے لیکن والد نے انھیں معاف نہ کیا۔ بالاخر روتے روتے انھیں نیند آگئی۔

www.maktabah.org

[خواب میں انھوں نے دیکھا کہ] ایک نورانی بزرگ جو حضرت خضر تھے ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ "کتنا سوؤ گے اٹھو۔ آج کے بعد جو کچھ بھی پڑھو گے اسے نہ بھولو گے"۔ جاگنے پر انھوں نے محسوس کیا جس سبق کو یاد کرنے کے لئے والد نے انھیں سزا دی تھی وہ ان کے حافظے کی تختی پر نقش کا لحجر ہوگیا ہے۔ [چنانچہ] انھوں نے اپنے والد اور والدہ کو بلا کر قرآن پڑھنا شروع کیا۔ جب ماں باپ نے انھیں بند سے آزاد کیا اور [اس کے بعد] انھیں جو کچھ بھی تعلیم کرتے وہ فوراً حفظ ہو جاتا تھا۔ آخرکار وہ "استاذ" لقب کے طالب علم اور "مشتاقی" تخلص کے شاعر [مشہور] ہوئے۔ جس وقت مرزا صائب [اپنے] سفر ہندوستان [کے موقع پر] اس راستے سے گذرے تو انھوں نے ان سے ملاقات کی تھی اور ان کے اشعار پسند کئے تھے۔ اس وقت تک وہ نیکی اور پرھیزگاری سے مزین اور علم و فضیلت سے مرصع ایک جوان [عمر] مرد ہو چکے تھے۔ ان کی اولاد میں یہ صلاحیت، علم اور شاعری آج تک چلی آتی ہے۔ چنانچہ ان میں سے نورالحق نامی ایک با فضیلت و با صلاحیت نوجوان [تاحال] حیات ہے اور ایک دوسرا صاحب بلاغت اور شاعر مزاج شخص محمد علی نامی بھی ان کی اولاد میں باقی ہے۔

ابوبکر سیوستانی۔ ان کے وقت اور حالات کے بارے میں کوئی علم نہیں ہوسکا۔ البتہ انھوں نے اپنے نام اور مقام کی اپنے اشعار میں خود تعریف [۳۰۷] بیان کی ہے جس سے ان کی بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔

www.maktabah.org

میاں عبدالحلیم (۱)- یہ اپنے وقت کے بزرگ [تھے] اور فضیلت اور عمدہ حالت میں زندگی گذار گئے -

[وجیہہ الدین اور ان کے بھائی] - اور ان کے فرزند وجیہہ الدین ناصرالدین اور محمد رفیع بھی اچھی حالت میں وقت گذار کر ن رسیدہ ہوئے ہیں -

قاضی محمد وارث - عدلانی مخادیم میں سے یہ ایک صاحب حال بزرگ ہو گذرے ہیں -

[قاضی امین الدین] - ان کے فرزند قاضی امین الدین ایک انسان دوست اور با فضیلت مرد تھے - حال ہی میں انتقال کر گئے ہیں -

قاضی دین محمد - دکائی مخادیم میں سے بزرگانہ اخلاق اور اعلیٰ صفات کے یہ بزرگ تاحال بقید حیات اور مشہور ہیں -

مخفی نہ رہے کہ یہاں جو چند نام مذکور ہوئے وہ سمندر میں سے چند قطروں کے مصداق ہیں لیکن اپنے التزام کے ساتھ جس قدر ممکن ہوسکا تبرکاً تحریر کیا گیا جو اس میں اضافہ کریگا اس کا احسان ہوگا -

اب جب کہ اس شہر کے بیان سے فارغ ہوئے ہیں تو اس کے مواضعات اور مضافات کے بزرگوں کا بیان شروع کرتے ہیں - یہاں بھی جس قدر معلومات حاصل ہیں انہی پر اکتفا کی جاتی ہے - اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے -

پاٹ

یہ سیوستان کے نواح میں ایک گاؤں ہے -

---

(۱) نسخہ "ن" میں "عبدالکریم" ہے -

www.maktabah.org

حیدر هروی - "تحفه' سامي" میں ان کا لقب "کلمیجه" لکھا ہے۔ کیونکه ابتدا میں یه کلیجے پکانے کا کام کرتے تھے۔ انھیں [۳۰۸] "کلیج" کے لقب سے بھی پکارا جاتا تھا۔ فرہنگ رشیدی میں "کلوج" یعنی کاف مفتوح اور واؤ معروف سے ، بمعنی بڑا کلیجه [کلمچه = خمیری روٹی] ہے۔ وہ ایک صاحب دیوان شاعر تھے۔ مرزا شاہ حسن کے زمانے میں اپنے ملک سے سندھ آئے اور مذکورہ گاؤں میں آکر همیشه کے لئے یہیں کے ہو گئے۔

ٹلٹی

اس شہر کا ایک گاؤں ٹلٹی بھی ہے جہاں کے :

مخدوم بلال - بڑے عارف اور واصل باللہ بزرگ تھے۔ علوم ظاهری میں بھی وہ بڑا مرتبه رکھتے تھے۔ رات کو جب وہ پانی سے بھری ہوئی ایک ناند میں بیٹھتے تھے تو ذکر کے جوش اور حال کے غلبے سے پانی ، گرداب کی طرح چکر کھانے لگتا تھا۔ صبح کے وقت وہ باهر نکل آتے تھے۔ لیکن پانی میں بدستور جوش رہا کرتا اور جب تک اسے دریا میں نه پھینک دیتے تب تک ساکت نه ہوتا۔ ۱

ایک دن وہ مخدوم لعل شہباز کی زیارت کے لئے جاتے ہوئے کشتی میں سوار ہوئے۔ [کشتی کا] ملاح خرافات اور مغلظات بک رہا تھا اور کسی کے بھی سمجھانے پر خاموش نه ہوتا تھا۔ مخدوم صاحب نے اپنی ٹوپی اس کے سر پر رکھوادی۔ یکایک وہ بیہودہ بکواس چھوڑ کر قال اللہ اور قال الرسول میں مشغول ہو گیا۔ جب تک ٹوپی اس کے سر پر رہی تب تک اس کا یہی حال رہا۔ کشتی سے اترتے وقت جب اس کے

www.maktabah.org

سر سے ٹوپی اتار لی گئی تو وہ پہلے کی طرح پھر مغلظات بکنے لگا ۔

کاهان

یہ ایک مشہور و معروف قصبہ ہے ۔

مخدوم عبدالعزیز محدث ابہری [اور ان کے فرزند][۳۰۹]

تبحّر و تحقیق کے مصر کے عزیز اور تدقیق و اقلیم علم کے شہنشاہ ، جام فیروز کے زمانے میں وہ شاہ اسمٰعیل صفوی کی بغاوت کی وجہ سے اپنے دونوں گوہران عالی [یعنی] سراسر فضل و سر تا پا ہنر فرزندوں ، مولانا اثیرالدین جن کی فضیلت و کمال کا غلغلہ حد آسمان سے بھی اوپر تک جا پہونچا تھا اور مولانا یار محمد جو جامعیتِ علوم میں یگانۂ روزگار تھے ، کے ساتھ ہرات سے موضع گاھن میں تشریف فرما ہوئے اور موالید ثلاثہ کی مانند اس سر زمین کو اشاعت علم سے سرور روح کا چشمہ بنا دیا ۔ پھر وہ ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو رہے اور کتاب حیات کے مطالعے سے یہیں آنکھیں بند کیں ۔ شرح مشکوات شریف اور اکثر مروّج کتب کے حواشی جیسی عجیب و غریب تصنیفات یادگار چھوڑ گئے ۔

دربیلہ

یہ مشہور مقام ہے ۔

[قاضی ابراھیم] ۔ یہ بڑے جیّد عالم ، پرھیزگار بزرگ اور حضرت خلیل کی مانند راہ سلوک و رضا کے سالک تھے ۔

[قاضی عبداللہ] ۔ ان کے فرزند رشید قاضی عبداللہ نے مذکورہ مخدوم عبدالعزیز ابہری کی خدمت میں علم حاصل کیا تھا ۔

www.maktabah.org

یہ راسخ پرھیزگار اور کامل متقی ۔ شاہ بیگ کی فتح کے بعد دربیلہ سے باغبان منتقل ھوگئے تھے ۔ پھر سنہ ۹۳۴ھ میں گجرات اور وھاں سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے گئے ، اور مستقل سکونت اختیار کرکے وھیں وفات پائی (۱) ۔ [۳۶۰]

[شیخ رحمت اللہ] ۔ ان کے فرزند ارشد شیخ رحمت اللہ کا وجود رحمت خداوندی کا مجسمہ تھا ۔ یہ فضائل و کمالات سے آراستہ اور [اپنے] عہد میں بے نظیر تھے ۔ "مناسک الحج" کے متعلق ان کے تین رسالے یادگار ھیں (۲) ۔

---

(۱) کتاب "النور السافر فی اخبار القرن العاشر" (ص ۳۵۷) میں مرقوم ھے کہ "شیخ علامہ بہت سے فنون کے ماھر تھے ۔ عبداللہ بن سعدالدین مدنی سندھی سنہ ۹۸۴ھ کے ماہ ذوالحج میں مکہ شریف میں وفات کر گئے ۔ یہ ایک زبردست عالم اور جید و متبحر امام تھے ۔ ان کی کتنی ھی تصنیفات ھیں جن میں سے ایک عوارف سہروردی کا حاشیہ ھے" ۔

یہ شیخ عبداللہ غالباً وھی قاضی عبداللہ ھیں جن کا ذکر میر قانع نے اس مقام پر کیا ھے حالانکہ میر قانع نے ان کے والد کا نام قاضی ابراھیم لکھا ھے ۔ لیکن ھوسکتا ھے کہ انھی قاضی ابراھیم کو "سعد الدین" کے لقب سے پکارا جاتا ھو ۔ و اللہ اعلم ۔

(۲) "النور السافر فی اخبار القرن العاشر" (ص ۴۴۰) میں شیخ رحمت اللہ کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ھے: ۱۲ محرم سنہ ۹۹۳ھ کو شیخ ، فاضل ، عالم ، محدث ، فقیہ ، رحمت اللہ بن عبد اللہ السندی ، حنفی ، ساکن مدینہ نے مکہ میں وفات پائی اور یہیں دفن ھوئے ۔ وہ ایک عالم با عمل اور اللہ کے صالح بندے تھے ۔ کسی فاضل نے

(دیکھئے حاشیہ ص ۶۶۴)

www.maktabah.org

[شیخ حمید] - شیخ رحمت اللہ کے بھائی شیخ حمید ابن قاضی عبد اللہ مذکور ، علوم عقلی و نقلی میں لائق تعریف اور کامل تھے - حدیث و تفسیر میں انھیں کمال دسترس حاصل تھا - [۳۶۱]

وہ خان اعظم کوکہ کے ساتھ مکہ [شریف] گئے اور اہل حدیث کے پیشوا بنے (۱) -

---

(بقیہ حاشیہ ص۔ ۴۴۳)

بحساب ابجد ان کی تاریخ وفات "رحمه الله قد نال مراده" (خدائے تعالیٰ رحمت کرے وہ اپنی مراد کو پہونچے) سے اخذ کی ہے - اس میں ہر چند دو عدد بڑھتے ہیں لیکن اگر مادۂ تاریخ مناسب حال ہوتا ہے تو پھر ماہرین فن کے نزدیک یہ اضافہ جائز ہوتا ہے- لوگ جب انھیں دفن کرکے فارغ ہوئے تو فوراً مینہ برسنے لگا - ہمارے دوست شیخ فاضل محمد بن شیخ عبداللطیف جامی مکی عرف مخدوم زادہ نے ان کا ایک مرثیہ کہا ہے ، جس میں اس واقعے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے- چنانچہ وہ کہتے ہیں : — رحمت الله لاتفارق مثوی — رحمت الله بالحيا و الغمام— (اللہ تعالیٰ کی رحمت ابر و باراں کی صورت مین رحمت اللہ کے مقام سے جدا نہیں ہوتی) -

(۱) "النور السافر" (ص۔ ۴۴۰) میں مرقوم ہے کہ "ان کا (شیخ رحمت اللہ کا) ایک بھائی تھا جس کا نام حمید تھا اور وہ علم و بزرگی کا حامل، اعلیٰ اخلاق کا مالک، نہایت متواضع، بے حد عقلمند اور صاحب بلند مراتب و صاحب فضیلت تھا - آخر میں اسے بڑی عزت نصیب ہوئی - وہ مکہ شریف میں نو سال رہا اور سنہ ۱۰۰۹ھ میں وہیں وفات پائی - اسے اس کے بھائی کے برابر دفن کیا گیا - اس کی عمر تقریباً ۹۰ سال تھی - غرض وہ سلف صالح کی یادگار تھا - خدائے تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ ص۔ ۴۴۵)

www.maktabah.org

[مولانا سعد] - [یہ بزرگ] علم میں کامل تھے اور اپنے کمال کی وجہ سے دور دور تک مشہور تھے -

[شیخ عبد اللہ متقی]- ان کے فرزند شیخ عبد اللہ متقی تفسیر و حدیث کے علوم میں یگانہ عصر تھے - سنہ ۹۴۷ھ میں وہ گجرات چلے گئے جہاں سے وہ مذکورہ قاضی کے ھمراہ حرمین شریفین جا پہونچے اور اپنے باقی ماندہ دن وہیں گذارے- جملہ علوم میں ان کی اعلیٰ تصنیفات اور رسالے ھیں -

عبداللطیف - ایک قابل طالب علم تھے - شرح ملا" [جامی] پر ، پرکار نامی حاشیہ انھیں کا تحریر کردہ ھے جس میں کلام کی بحث میں—" الکلام ما تضمن کلمتین حقیقة او حکما ای یکون کل واحدة منهما فی ضمنه فالمتضمن اسم فاعل هوالمجموع والمتضمن اسم مفعول کل واحد من الکلمتین فلا یلزم اتحاد هما "— کی شرح ذیل کے ان دو اشعار میں کی ھے :[۳۶۲]

قام زید ھیئت مجموعیش اسم فاعل از تضمن می شمر
ور بخواھی اسم مفعولی ازو ھیئت افرادیش را کن نظر

لکعلوی (لکی)

سادات کا ایک مشہور قصبہ ھے- یہاں کا پہاڑ سندھ کا ایک نہایت تنگ درہ ھے-

---

(بقیہ حاشیہ صـ ۴۴۴)

اس پر رحمت کرے"- شیخ حمید عربی زبان کے ایک ممتاز شاعر تھے- النور السافر میں ان کے اشعار بھی نقل ھیں -

شیخ حمید کا ذکر "خلاصة الاثر" کے "اعیان القرن الحادی عشر" میں بھی موجود ھے- اس میں انھیں فاروقی لکھا گیا ھے (دیکھئے خلاصة الاثر صـ ۳۲۷ جز ثانی) -

www.maktabah.org

[سید علی بن عباس] - سب سے پہلے جو سید یہاں آئے وہ سید علی بن سیدعباس بن سید حسین بن سید ارشد بن سید زید بن سید جعفر بن سید عمران بن سید ھارون بن سید عبداللہ اشرف بن قاسم بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے ، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے ۔

کہتے ہیں کہ سید مذکور کی آمد سے کچھ پیشتر دلوّرائے کے ظلم کی وجہ سے ، جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے ، اروڑ اور بھانبھرا (برھمن آباد) کے شہر ویران اور برباد ہوچکے تھے۔ دلو رائے اپنے بھائی "چھٹو" بن آمر کی ھدایت پر افعال بد سے تائب ہو کر پشیمانی کے ساتھ آکر سید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیٹی کو سید کے عقد میں دیا جس کے بطن سے چار فرزند ، ۱- سید محمد ۲- سید مراد یہ ۳- سید حاجی عرف بھرکیو ۴- سید چنگو پیدا ہوئے اور ان کے چار قبیلے بن گئے - بعضوں کا کہنا ہے کہ دلو رائے کا بھائی چھٹو ولد آمر فریاد لے کر خلیفہ بغداد کے پاس گیا تھا اور مذکورہ سید کو سامرہ کے سو عرب باشندوں سمیت لے کر سندھ آیا تھا ۔ سومروں کے بزرگ یہی (عرب) [کہے جاتے] ہیں ۔

مذکورہ سید علی کے فرزند سید چنگو نے سید حسین نامی ایک فرزند چھوڑا جس سے سید محمد ، اس سے سید محمود ، اس سے سید بہاؤالدین ، اس سے سید حسین ، اس سے سید عبید ، اس سے سید نتھو ، اس سے سید عبید ، اس سے سید بایزید ، اس سے سید فرید ، اس سے سید یونس [۳۶۳] اور اس سے سید کھیر پیدا ہوئے] ۔ ان بزرگوں میں سے ھر ایک کی کثیر اولاد ہے ، جن کے بارے میں عدم واقفیت کی بنا پر ذکر نہیں کیا جاتا ۔

www.maktabah.org

سید کہیر کے چار فرزند تھے۔ سید ایوب، سید فرید، سید یعقوب اور سید یحییٰ۔ سید یحییٰ کی اولاد [میں سے] سید سماھبو عرف سید کہیر ھیں۔ کہتے ھیں کہ ان دنوں کسی معمولی سی بات پر سادات میں سخت جنگ اور زبردست فساد برپا ھوا جس کی وجہ سے رنجیدہ ھوکر کتنے ھی سادات ادھر ادھر چلے گئے اور انھیں میں سے سید کہیر ٹھٹہ جا پہونچے۔

آمری

یہ قصبہ دلو رائے کے باپ آمر کے [نام سے] منسوب تھا۔ آج کل یہ سید علی کی اولاد کے چار قبیلوں میں سے ایک قبیلے کی سکونت گاہ ہے۔

سید صدرالدین- عرف صدر بن سید محمد۔ یہ روشن نشانیوں اور ظاھری کرامتوں کے مالک، وقت کے ولی، زمانے کے مشائخین کے سردار، سادات کے فخر اور کل برکتوں کے جامع تھے۔ ان کی اولاد سندھ میں نجیب الطرفین اور عالی نسب ھونے کی حیثیت سے مشہور ہے۔ ان میں سے کچھ سیوستان میں سکونت پذیر ھیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاچکا ھے اور کچھ سارے سندھ میں پھیلے ھوئے ھیں۔ اس مقام پر صرف یہاں کے مقامی سادات کا تبرکاً کچھ ذکر کیا جاتا ہے:

سید محمد- مذکورہ سید صدر کی اولاد میں یہ اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے۔ ان کی تاریخ وفات اس مصرعہ سے برآمد ھوی ہے "درود خدا بر محمد بود"۔ کہتے ھیں کہ وہ روزانہ دو تین ھزار صلواتوں کا وظیفہ کیا کرتے تھے۔ گویا یہ مصرعہ تاریخ ان کے اسی شغل سے مناسبت رکھتا ہے۔ [۳٦۴]

www.maktabah.org

[سید اول شاہ] - ان کے فرزند سید اول شاہ ایک مجذوب سالک، دربار محبوب کے واصل اور ایک بلند پایہ بزرگ تھے -

[سید ابوالحسن] - سید محمد کے دوسرے فرزند سید ابوالحسن صاحب کمال اور پابند شریعت بزرگ تھے اور مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کے سلسلے کے مرید تھے -

[سید عبدالرسول] - ان کے فرزند سید عبدالرسول نے اپنی بزرگی سے بڑوں کا نام روشن کیا اور اپنے وقت کے نامور لوگوں میں شمار ہوئے -

سید محمد شجاع - مذکورہ سید صدر کی اولاد میں سے یہ نقشبندی طریقت کے اپنے وقت میں مشہور بزرگ ہو گذرے ہیں -

سید محمد اشرف - یہ برگزیدہ لوگوں کی جماعت میں داخل اور لباس بزرگی سے آراستہ تھے -

سید ابوبکر - یہ مقتدر سیدوں میں سے ہیں - شاہزادہ محمد معزالدین نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کی استدعا کی تھی اور سید کے وعدے کے مطابق جلد ہی اس کی مراد بر آئی تھی -

سید غازی خان - یہ بزرگ ظاہری و باطنی کمالات کے حامل اور سادات لکملوی کے سرگروہ تھے - اس بستی کے جملہ سادات ان کی رائے اور مرضی کی مخالفت جائز نہ سمجھتے تھے -

سید حمزہ - اس وقت یہ مقتدر بزرگ اور سادات کے پیشوا ہیں -

سن

یہ ایک مشہور قصبہ ہے -

www.maktabah.org

سیاہ حیدر- یہ بارہ سال کی عمر میں مولانا عمر اور مخدوم بلال کی خدمت رہ کر واضح حالات، کشف اور یقین سے فیض یاب ہوئے - ان کی کثیر اولاد بزرگی سے موصوف ہے۔ ان کی کراموتوں میں سے [۳۶۵] ایک کرامت یہ ہے کہ ایک دن وہ لوگوں کے ھجوم میں بیٹھے ہوئے تھے - سبھوں کی طرف دیکھتے ہوئے انھوں نے کہا کہ خدا تک پہونچنے کے میں اتنے راستوں پر قادر ہوں کہ اگر چاہوں تو ان سب لوگوں کو علحدہ علحدہ راہ سے مقصود تک پہونچا دوں، اس طرح کہ کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو۔

پھکا

یہ ایک مشہور گاؤں ہے۔

سید حسن شاہ بخاری- یہ ایک بے غرض اور طریقت توحید کے سالک بزرگ ہیں - بزرگوں سے لے کر یہ نیکوں اور مشائخوں کے سلسلوں میں داخل ہیں۔ حتی المقدور حاجتمندوں کی مشکل کشائی اور راہ خدا میں مشغول رہتے ہیں - عباسی کلھوڑوں کا گھرانہ انھی کا مرید ہے۔

رہل

یہ سر زمین اولیا کی رھائش گاہ ہے۔ یہاں کے درویش مشہور ھیں - راقم الحروف معلومات کے مطابق اس بہار کی خوشبو سے زمانے کے دماغ کو معطر کرتا ہے۔

شیخ موسیٰ - یہ شیخ ابوالفضل (۱) کے پانچویں دادا [۳۶۶]

---

(۱) یہ شیخ ابوالفضل وھی اکبر بادشاہ کا وزیر، آئین اکبری اور رقعات ابوالفضل کا مصنف، شیخ فیضی کا بھائی اور شیخ مبارک کا فرزند ہے جو تاریخ ھند میں مشہور ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ ابوالفضل اور فیضی سندھی تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

www.maktabah.org

ھیں جیسا کہ اس نے خود "کچکول" میں لکھا ہے ۔ نویں صدی ھجری میں وہ آکر یہاں سکونت پذیر ہوئے اور اپنا خاص وقت گوشہ نشینی اور یاد خدا میں گذار کر وفات پا گئے - [۳۶۶]

[شیخ خضر] - شیخ خضر انھی کی اولاد میں سے ھیں - یہ دسویں صدی ھجری میں سیر و سفر کے ارادے سے [گھومتے ہوئے] شہر ناگور میں جا پہونچے - جہاں مخدوم جہانیاں کے جانشین شیخ بخاری آچوی ، شیخ عبدالرزاق قادری اور شیخ یوسف کے مرید ہوکر اور ظاھر و باطن کی سیر کر کے سندھ واپس آگئے - یہاں سنہ ۹۱۱ھ میں ان کے فرزند شیخ مبارک تولد ہوئے ۔

[شیخ مبارک] - یہ علوم عقلی و نقلی میں متبحّر درویش تھے - اپنی زندگی کے دن انھوں نے اکبر آباد میں گذارے - ان کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی - یہ شیخ فیاض بخاری اور شیخ عمر ٹھٹوی کے مرید تھے ان کے دو اکمل فرزندوں شیخ فیضی اور شیخ ابوالفضل کا اپنے مقام پر بیان ہوچکا ہے ۔

درویش یحییٰ - یہ مولانا عالم بکھری کے ، جن کا ذکر آچکا ہے ، فرزند اور ایک بڑے ولی ھیں - [موضع] ریل کے قریب رہتے تھے - ایک رات سخت بارش ہوئی اور تاریکی چھا گئی - یہ درویش نماز میں مصروف تھے - چھت سے پانی ٹپک کر ان کی چادر پر گرا - [چادر] دائی کو دے کر انھوں نے کہا کہ اسے دریا پر لے جا کر دھوئے اور سکھا کر فوراً لے آئے - [دائی نے] کہا کہ رات تاریک ، بارش تیز اور سورج غائب ہے میں کس طرح جا کر اسے دریا میں سکھاؤنگی - فرمایا کہ تو کوٹھری سے باھر نکل کر تو دیکھ کہ کیا ہوتا ہے - دائی

www.maktabah.org

کوٹھری سے باھر نکلی تو اسے روشن دن اور سورج نظر آیا پھر جب دریا پر پہونچ کر چادر کو دھویا اور خشک کرکے گھر واپس آ گئی تو اسے پہلے کی طرح وھی رات قایم اور مینہ برستا نظر آیا ۔

مخدوم نجیم ۔ یہ بزرگان ریل کے سردار ، مریدوں کی بڑی جماعتوں کے پیشوا اور مخدوم نوح علیہ‌الرحمۃ کے ھمعصر تھے ۔ [۳٦۷]

درویش ابراھیم ۔ ریل کے درویشوں کی جماعت میں یہ بزرگ صفاتِ خلیلی کے حامل اور انھی (ابراھیم خلیل‌اللہ) کی راہ پر گامزن تھے ۔

دشت باراں

یہ سر زمین عارف باللہ بزرگوں کی کان ہے ۔

شیخ ھوتی لاکھہ ۔ یہ اپنے وقت کے پیروں کے پیر تھے ۔ زیادہ تر سر سے پیر تک سرخ لباس پہنا کرتے اور ھاتھ میں تیر کمان لئے رھتے ۔ خانقاھوں میں یہ وجد و سماع کا غلغلہ قایم کرنے میں کوشاں رھا کرتے تھے ۔ ابتدا میں جب کہ ان کی شان کا آفتاب پردہ کے بادلوں میں چھپا ھوا تھا یہ جا کر ایک گاؤں میں آترے ۔ گاؤں کے رئیس کا فرزند بڑی مدت سے دور کسی مقام پر قید تھا ۔ چونکہ اس طرف جانے کی اس میں طاقت نہ تھی اس لئے دعا کی یاوری کے لئے اس نے اھل اللہ کی ایک جماعت کو مدعو کیا تھا ۔ اتفاقاً انھوں نے بھی اس ھنگامے میں پہونچ کر کھانا طلب کیا ۔ لیکن [اس] جماعت نے انھیں بڑی حقارت سے دیکھا اور ان کے کھانے کی طرف کوئی توجہ نہ

www.maktabah.org

کی - [اس پر] شیخ نے کہا کہ "[یہ] کھانا تم پر اسی وقت حلال ہوگا جب تم دعوت کرنے والے کے فرزند کو فوراً حاضر کردو گے اگر تم سے یہ نہیں ہوسکتا تو پھر یہ مجھ پر چھوڑ دو" - اس پر سب نے حیران ہوکر یہ مشکل امر شیخ کے حوالہ کیا - انھوں نے فی الفور اس لڑکے کو بازو سے پکڑ کر مجلس میں لا حاضر کیا - معلوم ہوا کہ لڑکا اس ملک میں تیل لینے کے لئے بازار جا رہا تھا ، لیکن خداوند کریم کی قدرت سے شیخ نے اسے وہاں سے یہاں پہونچا دیا - اس وقت سے ان کی شہرت کا غلغلہ دنیا میں پھیل گیا -

ان کے فوت ہونے کے بعد ، ایک شخص سے جو ان کے جنازے کے ساتھ [مدفن تک] گیا تھا ، روایت کرتے ہیں کہ اس نے [۳٦٨] نماز جنازہ کے وقت شیخ کو اپنے برابر دیکھ کر زبان حال سے [ان سے] سوال کیا کہ "یہ کیا بات ہے کہ آپ خود ہی اپنے جنازے کی نماز ادا کر رہے ہیں" جواب دیا کہ "اس حالت پر متعجب نہ ہو اور ہمیں زندہ سمجھ" -

ان کا مزار پر انوار دشت کے گوشہ میں ساکرہ کے کنارے موضع موریانی میں اہل اللہ کے جمع ہونے کا مرکز ہے -

[شیخ احمد اور شیخ محمد] مذکورہ شیخ ہوتھی کے دو فرزند شیخ احمد ، "اللہ پاک کے حضور میں پہونچے ہوئے" اور شیخ محمد ، "آزاد دائم" سندھ کے نامور بزرگوں اور مقتدر اولیا میں ہیں - شیخ احمد ہمیشہ عبادت اور مجاہدے میں مصروف رہتے تھے اور ایک لمحہ بھی ذکر سے خالی نہ رہتے تھے - [لیکن]

www.maktabah.org

شیخ محمد قرب کے مقام باطنی [کے حامل ہونے کی وجہ سے] ظاھری و نفلی عبادتوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ دونوں بزرگواروں کی کرامتیں شمار سے باھر ھیں۔ ان کی قربتیں اسی مقام پر والد بزرگوار کے برابر ھیں۔

ھارون منگریہ۔ یہ ایک بلند مرتبہ اور کرامت کلیہ کے مالک درویش، مخدوم شیخ احمد اور شیخ محمد کے ھمعصر اور دشتِ "تل" کے باشندے تھے۔ [یہ بزرگ] آپس میں محققانہ اور عارفانہ صحبتیں رکھتے تھے۔

درویش ابراھیم بن ناکودر تھیبہ۔ یہ بزرگ ھمیشہ اناج اور سبزیوں پر گذارہ کرتے تھے اور جملہ رائج کھانوں سے اجتناب برتتے تھے۔ پکھی کا تیار نامی ایک شخص جو ان کا سب سے بڑا خادم تھا اسے ایک دن خیال آیا کہ شیخ کی غذا تو یہ ھے دیکھوں ان کا پاخانہ کیسا ھوتا ھے؟۔ چنانچہ ایک دن وہ لوٹا لے کر ان کے ساتھ بیت الخلا تک گیا اور درویش کے فارغ ھونے کے بعد [غلاظت کی بجائے] مشک سے بھی زیادہ خوشبودار دو سفید انڈے دیکھ کر [انھیں] اٹھا کر پگڑی میں رکھ لیا۔ [۳۶۹]

کہتے ھیں کہ شیخ کے مرض الموت میں مبتلا ھونے پر ان کی زوجہ گیہوں کی دو [گھی میں تلی ھوئی] میٹھی روٹیاں پکا کر لائیں کہ شاید ایسے وقت میں وہ کچھ کھالیں۔ [لیکن انھوں نے دیکھ کر] کہا کہ " اب جب کہ زندگی کا روزہ موت کے تیسرے پہر تک آپھونچا ھے تو وہ اس چیز سے کیسے توڑدوں گا! البتہ میری جانب سے یہ اجازت ھے کہ اگر کوئی شخص ایسی

www.maktabah.org

میٹھی روٹیاں پکا کر میرے نام پر [کسی کو] دے گا تو اس کی حاجت پوری ہوگی"۔ اس وقت سے اس طرف کے لوگوں میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ حلال کے گیہوں کی ایک ٹوکری ایک ہاتھ سے پیس کر ایک سیر گڑ اور [ایک سیر] گھی میں پکا کر ان کی روح پر فتوح کے نام پر کھلاتے ہیں اور مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

مومن نامی ان کا فرزند کسی حادثہ کی وجہ سے گجرات کے قلعے میں قید تھا۔ وفات کے وقت اسے پکار کر انھوں نے کہا کہ "بیٹا مومن! آ کر مجھے غسل دے"۔ اس نے قدرت الٰہی سے مہینوں کے فاصلے کے باوجود والد بزرگوار کی آواز سن کر کہا کہ "میں یہاں قلعے میں قید ہوں کس طرح آؤں"۔ فرمایا کہ "میرا ہاتھ تھام کر آجاؤ"۔ [چنانچہ وہ] قدرت خدا سے باپ کی خدمت میں آ کر حاضر ہوگیا اور ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوگیا۔ شیخ کا مزار دشت کے موضع "سکر ہاری" میں ہے۔

پکھو کاتیار۔ یہ مذکورہ شیخ ابراہیم کے ایک بڑے خادم اور صاحب حال و کرامات بزرگ تھے۔

درویش جھکرو نندھو۔ یہ دشت کے ایک مقتدر ولی اور صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ ان کی تربت آمری میں ہے۔

درویش اسمٰعیل۔ درویش اسمٰعیل بن قمرالدین ایک نامور بزرگ عارف اور صاحب حقیقت درویش ہیں۔ درویش ہالی کو ان کی وصیت کے مطابق، کشف کے ذریعہ حال معلوم کرکے [انھوں نے] خود بخود ایک دن کی مسافت سے آ کر موضع آمری میں غسل دیا تھا۔ [۳۷۰]

www.maktabah.org

درویش پنیو ڈاریجو - یہ دشت کے ایک ممتاز ولی ھیں - ایک رات یہ اپنی جھونپڑی میں یاد الٰھی میں مشغول تھے کہ کچھ شریر سواروں نے آکر زبردستی انہیں راہ دکھانے کے لئے ساتھ چلنے کے لئے بیت مارے۔ درویش با دلِ ناخواستہ ان کے آگے ھو لئے - ابھی وہ چند قدم بھی مشکل سے چلے ھونگے کہ گھوڑوں کے پیر پتھروں سے ٹکرانے لگے - پتھروں کی آواز سن کر سواروں نے کہا کہ " اس زمین پر پہلے تو کبھی پتھر نہ ھوتے تھے اب یہ پہاڑ کہاں سے آگیا "؟ فرمایا کہ " یہ زمین نہیں کوہ قاف ھے جسے تم نے سنا ھوگا "۔ یہ کہہ کر [ان] سواروں کو وھیں موت کے منہ میں چھوڑ کر آپ اپنی جھونپڑی میں واپس چلے آئے - سنہ ۹۰۰ھ میں ان کی وفات ھوئی - ان کی قبر موضع " ریدہ " کے سامنے "رین" ندی کے کنارے ھے۔

درویش ھالہ سہتہ - یہ دشت کے ایک مقتدر ولی ھیں - طہارت اور پاکیزگی کا بے حد خیال رکھتے تھے - یہ اپنے ساتھ ھمیشہ پانی کے بھرے ھوئے دو بدھنے ، ایک وضو کے لئے اور دوسرا استنجے کے لئے ، رکھا کرتے تھے - ایک مرتبہ غیر ھموار زمین سے گذرتے ھوئے پانی کے یہ دونوں بدھنے ھاتھ سے گر کر اور آپس میں ٹکرا کر ٹوٹ گئے - انھوں نے فرمایا " خبردار کہیں پانی نہ گرا دینا " قدرت خداوندی دیکھئے کہ [ان کے یہ کہتے ھی وہ] ٹوٹے ھوئے بدھنے سالم ھوگئے اور پانی ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا - فوت ھونے پر انھوں نے وصیت کی تھی کہ [میرا بایاں پیر بچپن میں گائے

www.maktabah.org

کے گوبر میں سن گیا تھا اس لئے [میت کو] غسل دیتے وقت اس پر پانی کے بیس لوٹے بہانا - [چنانچہ] ایسا ہی کیا گیا - ان کی تربت آمری میں ہے -

درویش علاؤالدین بگھیہ - یہ دشت کے مشہور ولی تھے - ان کی زبان مقبول اورحتمی تھی - جو کہتے تھے وہ ضرور ہوتا تھا - ان کی دعا کا تیر کبھی نشانہ' [۳۷۱] قبولیت پر خطا نہ ہوا - انھوں نے سنہ ۹۰۰ھ میں وفات پائی - دشت میں برھمن آباد کے قریب آرام پذیر ہیں -

قاضی صدھہ ابن حماد - ان کی پشتیں سہرہ خطیبہ کے قاضیوں سے ملتی ہیں - یہ دشت کے اولیا میں سے ہیں - ایک شخص کے پاس ایک بانجھ گھوڑی تھی اس نے آکر قاضی سے اس کے گابھن ہونے کی دعا کے لئے درخواست کی اور منت مانی - ان کے ھاتھ میں اس وقت ایک لیمو تھا وہ انھوں نے گھوڑی کو کھلانے کے لئے دیا - خدائے پاک کی قدرت سے گھوڑی گابھن ہوگئی اور کچھ عرصے کے بعد اس نے ایک بے بہا بچا جنا - جس کے بڑے ہونے پر [مالک کو] اس کے لئے گراں رقموں کی پیشکشیں ہونے لگیں - اتفاقاً قاضی صاحب کا اس شخص کی طرف سے گذر ہوا اور وہ بے ایمان منت ادا کرنے کے خوف سے جَو کے کھیت میں جا چھپا - قاضی صاحب نے دل کی روشنی سے اس کے چھپ جانے کا حال معلوم کرلیا - چنانچہ انھوں نے اپنی پگڑی کی ایک چندھی پھاڑ کر اس طرف ھوَا میں اُچھال دی اور اس چندھی نے سانپ بن کر گھوڑی کے مالک کی انگلی کو ڈس لیا - اس کے ساتھی اس سانپ کو مار کر اسے

www.maktabah.org

(گھوڑی کے مالک کو) قاضی صاحب کی خدمت میں لے آئے اور وہ ان کی دعا سے اچھا ہوگیا لیکن اپنی بے ایمانی سے باز نہ آیا۔ قاضی صاحب نے اس کے دل کا حال معلوم کرکے خادم سے کہا کہ جاکر اس گھوڑی کے بچہ سے کہو کہ ھماری امانت واپس کر دے۔ یہ پیغام پہونچتے ھی اس نے اپنے منہ سے وھی لیمو باھر نکالا اور [فی الفور] مر گیا۔ اس کے بعد انہوں نے وہ مردہ سانپ لے آنے کا حکم دیا [لوگوں نے جب دیکھا تو معلوم ھوا کہ یہ] وھی چیندھی ھے۔

کہتے ھیں کہ انھوں نے سمیچہ لوگوں سے جو ان کے عزیز تھے رشتہ طلب کیا۔ شادی کی رات آئی تو رسم و رواج کے مطابق عورتیں مذاق چھیڑخانی اور واھیات باتیں کرنے لگیں اور انھوں نے درویش کو بڑا تنگ کیا۔ [درویش نے] [۳۷۲] بھتیرا سمجھایا لیکن وہ نہ مانیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ چھیڑ چھاڑ اور گالی گفتار کرنے لگیں۔ آخرکار انھوں نے کوٹھری کا دروازہ بند کرکے انھیں بلند آواز سے تنبیہ کی [لیکن اس کے باوجود] جب وہ اور زیادہ شرارتیں کرنے لگیں تو انھوں نے غصہ میں آکر کہا کہ "یہ توشاید گدھی ھیں جو ھوش مندی کی باتیں نہیں مانتیں"۔ قدرت الٰھی سے [یہ کہتے ھی]وہ سب عورتیں گدھی ھوگئیں اور گدھوں کی طرح ھینکنے لگیں۔ یہ [کرشمہ] دیکھ کر ان عورتوں کے خاوند آکر قاضی صاحب کے قدموں پر گر گئے اور لاج رکھ لینے کے [خواستگار ھوئے]۔ [چنانچہ] انھوں نے ان لوگوں کی منت سماجت اور عاجزی پر رحم کی نظر فرمائی اور راتوں رات وہ عورتیں اپنی اصلی حالت میں آگئیں اور شرمندہ ھوکر اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ ان کی وفات

www.maktabah.org

سنه ۹۰۰ھ میں ھوئی اور تربت موضع ونھیری میں ھے۔

درویش رکن الدین ولد دته (ڈته) - بارگاہ الٰہی کے یه بڑے مقبول بندے تھے اور بیشتر اوقات عبادت و ریاضت میں مصروف رھا کرتے تھے۔ ایک دن یه مسجد میں سو رھے تھے که مسجد کا امام نفلوں سے فارغ ھوکر تیزی کے ساتھ گھر جانے کے لئے پلٹا اور [اسی ھڑبڑاھٹ میں] اس نے [بے احتیاطی کے ساتھ] اپنی چادر جھاڑی جس کی وجه سے چند تینکے درویش کے منه پر جا پڑے۔ اسی وقت امام کی ٹانگیں خشک ھوگئیں اور وہ چلنے سے معذور ھوگیا۔ [اس پر وہ] سمجھ گیا که یه اس کی اسی نادانسته بے ادبی کی پاداش ھے۔ [چنانچه وہ] درویش کے قدموں پر گر پڑا [اور پھر] اچھا بھلا ھوگیا۔ [لطف یه که اس طرف] درویش کو [اس معامله کی] کوئی خبر نه ھوئی [اور وہ بدستور محو خواب رھے]۔

کہتے ھیں که آخری دنوں میں وجد کے غلبے اور ذکر کے جوش سے ان کی عجیب حالت ھوگئی تھی۔ جب بھی کسی کی بلند آواز یا تیز گفتگو ان کے گوش گذار ھوتی وہ ایک دردناک آہ کرتے تھے اور اس آہ کی آواز سن کر وہ [۳۸۳] اونچی آواز کرنے والا جاں بحق ھوجاتا تھا۔ ان کی وفات سنه ۹۸۸ھ میں ھوئی۔

مخدوم محمد امین - یه اپنے وقت کے موحد، کامل بزرگ حال ھی میں دشت باران کی سر زمین میں موضع "داسوڑی" میں ھو گذرے ھیں۔ مخدوم میدنه طالب علم نصرپوری انھی کے مرید تھے۔

www.maktabah.org

ہوبکان (ہوبک)

یہ مشہور قصبہ اور اھل اللہ کا مسکن ہے۔

[مخدوم جعفر] - مخدوم جعفر ابن مخدوم میران جن کا ذکر آگے چل کر ھوگا، مخدوم نوح کے ھمعصر، جامع کمالات اور مقتدر عالم ھو گذرے ھیں - کہتے ھیں کہ ایک دن مخدوم نوح علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ "میں نے خداوند تعالیٰ کو ان آنکھوں سے دیکھا ھے" [اس پر مخدوم جعفر نے] فرمایا کہ "آپ نے ان آنکھوں سے نہ دیکھا ھوگا۔ یہ حقیقت ظاھر کرنے کے لئے آپ کو چاھئے کہ جب بھی ایسی حالت آپ پر طاری ھو تو کسی خادم کو [اپنی] آنکھیں بند کردینے کا امر فرمائیں اور اگر اس کے بعد بھی خدائے تعالیٰ کا دیدار قایم رھے تو پھر یقین کیجئے کہ یہ آنکھ وہ [ظاھری] آنکھ اور یہ دیدار وہ [عام] دیدار نہیں ھے"۔ مخدوم نوح نے یہ تجربہ کرنے کے بعد فرمایا "اگر نہ ھوتا جعفر تو نوح ھوتا کافر"۔

"عجالۃ الطالبین" میں یہ عجیب روایت خود انھی سے نقل ھے کہ مجھ سے، عبدالقادر بن ابراھیم بن محمد ساکن مدینہ (منورہ) نے، الف الف (ھزار ھزار) صلواۃ و سلام کے اماموں کی روایت سے محرم سنہ ۹۵۹ھ میں روایت کی کہ مکہ شریف کا گورنر، کوہ طور سینا کے اس مقام سے کہ جہاں حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے [۳۷۴] ملاقات کی تھی، ایک پتھر اٹھوا لایا تھا جسے جتنا بھی توڑا جاتا اس کے اندر [کی سرخ رنگ] کی تہ پر قدرتی سفید رنگ سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ھوا دکھائی دیتا تھا - بڑے ٹکڑے پر پورا کلمہ اور چھوٹے پر کچھ حصہ

www.maktabah.org

[نظر آتا]۔ اس نے مزید بیان کیا کہ اس مقام کے سارے پتھروں کی یہی خصوصیت ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ "یہ شاید آیت مقدسہ – اِخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى – (۱) کا ایک راز ہے!"۔ مخدوم مذکور عجائبات روزگار میں سے تھے۔ ان کی اولاد بھی آج تک فضل و کمال سے مزین چلی آتی ہے (۲)۔

مخدوم عبدالغنی اور مخدوم نورالدین۔ مخدوم عبدالغنی اور مخدوم نورالدین جن پر فضل و کمال ختم تھا اور ہر فن میں جن کے برابر کسی کو بھی دسترس حاصل نہ تھی، [۳۷۵]

---

(۱) یعنی "تم نعلین اتار دو کیونکہ طوی، جیسی مقدس وادی میں ہو"۔

(۲) مخدوم جعفر نے "حل العقود فی طلاق السنود" نامی ایک عجیب و غریب کتاب تصنیف کی تھی جس میں سندھیوں کے طلاق دینے کے طریقے اور ان کے شرعی احکامات بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب بعض قدیمی کتب خانوں میں موجود ہے۔ اس سے دسویں صدی ہجری کے سندھی تمدن اور زبان پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس کتاب کے علاوہ مخدوم جعفر کی ایک اور معرکۃ الآرا تصنیف "الفطانۃ فی مرمۃ الخزانہ" ہے اس میں حنفی فقہ کی مشہور کتاب "خزانۃ الروایات" کی تنقیح و ترمیم ہے۔ "عجالۃ الطالبین" بھی مخدوم جعفر کی تصنیف ہے۔

ان بزرگ کی پیدایش اور وفات کی تاریخیں معلوم نہیں ہو سکی ہیں۔ البتہ تاریخ معصومی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بزرگ مرزا شاہ بیگ ارغون کے سندھ پر حملہ کے وقت بقید حیات تھے چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی وفات سنہ ۹۲۰ھ کے بعد واقع ہوئی ہو۔

www.maktabah.org

وہ انھی کی [مخدوم جعفر کی] اولاد میں سے تھے - [ان میں سے] ایک [بزرگ] نے محمد مراد یاب خان کے عہد حکومت میں اور دوسرے [بزرگ] نے غلام شاہ کے زمانے میں وفات پائی - ان کی اولاد اب تک ان کی یادگار [کے طور پر] موجود ہے -

حکیم عثمان - [یہ اپنے] وقت کے تجربہ کار اور یگانہ بزرگ تھے -

میاں عبدالواحد - یہ سن رسیدہ بزرگ صاحب حال اور علم نجوم و رمل کے ماہر ہیں اور یہیں کے باشندے ہیں - نادر شاہ کے زمانے میں [مولف نے] انھیں خدا آباد میں دیکھا تھا -

مذکورہ قصبہ میں اس وقت اور عہد قدیم میں شمار سے باہر بزرگ ہونگے لیکن معلومات کے مطابق صرف اسی پر اکتفا کی گئی جو بھی مزید تحقیقات کریگا تو ثواب سے بے بہرہ نہ رہے گا - [۳۸٦]

www.maktabah.org

سولھواں باب

[پرگنہ ھالا کنڈی کے قصبات اور وھاں کے بزرگ]

ھالا کنڈی (ھالا)

ایک مشہور شہر اور اھل اللہ کی آرام گاہ ھے۔ اب دوبارہ بسا ھے۔ متعدد بار دریا کے سیلاب کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو ھجرت کرنی پڑی ھے۔

مخدوم اسحاق۔ یہ بھٹی قوم کے فرد، شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے خاندان کے مرید، فضیلت و کمالات میں بے نظیر اور اللہ تعالیٰ کے مقتدر اولیا میں سے ھیں۔ ان کے مناقب اور کرامتیں بے شمار ھیں۔ مخدوم احمد اور مخدوم محمد انھی کے فرزند ھیں جن کا آگے چل کر ذکر آئیگا۔

مخدوم احمد۔ یہ ایک انتہائی بزرگ ولی ھیں۔ ھمیشہ گمنامی میں وقت گذارا کرتے تھے۔ کبھی کبھی جب وہ ذکر و سماع کی محفل میں جاتے تھے تو اُن پر ایسی حالت طاری ھوتی تھی جس کا ذکر بیان سے باھر ھے۔

ان کی ایک کرامت یہ ھے کہ ایک زمیندار کا بیٹا

www.maktabah.org

مرض الموت میں مبتلا ھوا۔ اس نے مخدوم احمد کو جماعت اھل اللہ سمیت دعوت دی۔ جب کھانا سامنے لایا گیا تو مخدوم نے دو دو [افراد] کو ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا اور خود تنہا رہ گئے۔ [پھر] آپ نے رکن نامی اپنے خادم سے فرمایا کہ "اس دعوت کرنے والے کے بیٹے کو لے آ، تاکہ وہ میرے ساتھ کھانا کھائے"۔ قضائے الٰہی سے وہ لڑکا اس وقت [تک] فوت ھوچکا تھا لیکن اس کے باپ نے ان بزرگ کی تشریف آوری کا لحاظ کرکے [یہ بات] ظاھر نہ کی تھی۔ اس (خادم) نے جواب دیا کہ "اس کی حالت سخت ھے وہ نہ آسکے گا"۔ مخدوم نے فرمایا کہ "میں اس کے بغیر [۳۷۷] نہ کھاؤنگا"۔ [یہ سن کر] وہ (خادم) اس لڑکے [کی میت] کے پاس گیا۔ مخدوم کے پیغام پر وہ زندہ اٹھ کھڑا ھوا اور مخدوم کی خدمت میں حاضر ھوکر ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ [اس نے یہ بھی] بیان کیا کہ "میری روح قبض کرکے چوتھے آسمان تک لے گئے تھے لیکن مخدوم مجھے وھاں سے واپس لے آئے"۔

کہتے ھیں کہ آخری زمانےمیں وہ نیرون کوٹ (حیدر آباد) آئے ھوئے تھے۔ یہاں اتفاقاً محفل سماع میں ایک زرگر نے انتہائی سوز و گداز کے ساتھ کچھ [ایسے] ابیات پڑھے جنھیں سنتے ھی مخدوم واصل بحق ھوگئے۔ ان کا جنازہ ھالا کنڈی لے آئے۔ نقل ھے کہ راستے میں [جنازے سے] ذکر جلی بہ آواز بلند سننے میں آیا۔

علوم ظاھری و باطنی کے کچھ نکات انھوں نے مخدوم عبدالرشید کی خدمت میں حاصل کئے تھے۔ ان کی وفات

www.maktabah.org

سنہ ۹۲۶ھ میں ہوئی۔

[مخدوم فتح اللہ]۔ ان کے فرزند سید مخدوم فتح اللہ نے والد کی وفات کے بعد بزرگوں کی پیروی اختیار کرکے مسند ارشاد آراستہ کی۔

[مخدوم احمد ثانی]۔ مخدوم فتح اللہ کے بعد اُن کے فرزند مخدوم احمد ثانی ولایت و کمالات کی مسند پر رونق افروز ہوئے اور اپنے بابرکت وقت کو ہدایت و ارشاد میں صرف کیا۔

[مخدوم عبدالحمید]۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند عبدالحمید جو اعلیٰ صفات میں یگانۂ روزگار تھے، انتہائی خوبصورتی کے ساتھ بزرگوں کا نام روشن کرتے رہے۔ [۳۰۸]

[مخدوم عمر]۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند مخدوم عمر اپنے وقت کے نامور با ہدایت اور راہ معرفت کے سالک بزرگ ہوئے۔ ان کی کرامتیں بے شمار ہیں۔ انھوں نے تین فرزند مخدوم حسین، مخدوم ابراھیم اور مخدوم عبدالرؤف [یادگار] چھوڑے۔ [ان میں] مخدوم ابراھیم، صاحبِ حال و کمال ہو گذرے ہیں۔

[مخدوم فتح اللہ (ثانی)]۔ اُن کے (مخدوم ابراھیم کے) زیورِ کمال سے آراستہ فرزند مخدوم فتح اللہ، راہ یقین میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر شایان شان طور پر گامزن رہے۔

[مخدوم عبدالحمید (ثانی)]۔ وہ فوت ہوگئے تو پھر اُن کے فرزند مخدوم عبدالحمید ثانی بزرگوں کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ ان کی ذات گرامی اس دور میں خالص تبرک اور غنیمت محض تھی۔ مخدوم عبدالرؤف کے بعد جن کا آگے

www.maktabah.org

چل کر ذکر آئیگا ، عقیدت مندوں کو انھوں نے عجیب فیض پہونچایا اور مدینہ منورہ میں وفات پائی -

[مخدوم رحمت اللہ] - اُن کے بعد ان کے فرزند مخدوم رحمت اللہ خدا کی رحمت خاص اور کمال و فیض سے سر فراز ہوئے - انھوں نے عنفوان شباب ھی میں انتقال کیا -

[مخدوم عبدالرؤف] - مذکورہ مخدوم عمر کے یہ فرزند اپنے وقت کے عارف کامل ہو گذرے ھیں - ھوش سنبھالنے سے لے کر وفات کے وقت تک ان کے اخلاق بے حد کریمانہ رہے - وہ ھمیشہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے -

اُن کی کرامتیں بے شمار ھیں - میاں نور محمد (کلھوڑا) ان کی بے حد خدمت کرتا تھا اور ان کے ایک ایک لفظ کی اطاعت کے واسطے دل و جان سے تیار رھتا تھا [۳۷۹] سنہ ١١٦٦ھ میں وہ رحمت خداوندی سے واصل ھوگئے - ھالہ کے قاضی زادے شیخ ابراھیم نے ان کی تاریخ وفات "کان ولیا رؤف الخلق"(۱) سے اخذ کی ہے اور محمد پناہ " رجا " ٹھٹھوی نے ان کے منتخب حالات اشعار بلیغ میں نظم کئے ھیں - طوالت کے خوف سے ان کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا - انکے بعد ان کا کوئی فرزند باقی نہ رہا -

[مخدوم نعمت اللہ] - اب مذکورہ مخدوم عبدالحمید ثانی کے فرزند مخدوم نعمت اللہ انتہائی بزرگی اور کمال کے ساتھ بزرگوں کی مسند کی زینت اور صاحب حال ھیں -

[حاجی دین محمد] - مخدوم عبدالحمید (ثانی) کے فرزند

---

(۱) یعنی " وہ خلق پر مہربان ایک ولی تھے " -

www.maktabah.org

حاجی دین محمد بھی کمالات انسانی سے موصوف ھیں ۰۰۰۰۰ (۱) کے بڑے بھائی مخدوم عبدالحمید، مخدوم عبدالرؤف کی زندگی میں ھی اپنا وقت انتہائی بزرگی کے ساتھ گذار چکے ھیں ۔

[مخدوم محمد] ۔ مذکورہ مخدوم اسحاق کے یہ دوسرے فرزند ھیں ۔ [انھوں نے علوم ظاھری] کی تحصیل کو اوجِ کمال پر پھونچا کر باطن کی صفائی کی کوششیں کیں ۔ اکثر خلق اللہ کے معاملات کے سلسلے میں فی سبیل اللہ حاکموں کے پاس آیا جایا کرتے تھے ۔ شرع ظاھری کی مخالفت نہ برداشت کر سکتے تھے ۔ کسی حاجت مند کے کام کے سلسلے میں [ایک مرتبہ] وہ جام نظام الدین کے پاس ٹھٹہ گئے ۔ جام نے کہا کہ "آپ کے بھائی [۳۸۰] مخدوم احمد کی بڑی تعریف سنی ھے، اُن کی زیارت کا بڑا اشتیاق ھے ۔ اس لئے جب تک وہ آئیں آپ یہیں قیام کریں" ۔ آپ نے فرمایا کہ "میرے بھائی کو نہ میری پرواہ ھے اور نہ تیری" ۔ یہی گفتگو ھو رھی تھی کہ مخدوم احمد بھی جام کی مجلس میں آ وارد ھوئے ۔ جام نے اُن کی زیارت کر کے بڑی عقیدت کے ساتھ خدمت کی ۔ واپسی پر مخدوم احمد نے بھائی سے کہا کہ "آؤ، جیسے میں آیا تھا اسی طرح زمین کو سیکوڑ کر ھم دونوں چل کر

---

(۱) اس مقام پر نسخہ "ن" میں ایک نام لکھا ھے لیکن اسے دیمک چاٹ گئی ھے اس لئے پڑھنے میں نہیں آیا ۔ مطبوعہ نسخہ کی عبارت اس مقام پر بڑی الجھی ھوئی ھے ۔ لکھا ھے کہ "مخدوم عبدالحمید برادر بزرگ درحیات مخدوم عبدالرؤف ببزرگی اتم گذشتہ بود" ۔ ظاھر ھے کہ اس عبارت کا مفہوم غیر واضح ھے ۔

www.maktabah.org

ھالا پہونچ جائیں اور عصر کی نماز وھاں پڑھیں"۔ مخدوم محمد نے جواب دیا کہ "آپ مرضی کے مالک ھیں لیکن میں فی سبیل اللہ سفر اور محنت کی تکلیف [کا ثواب] اپنے ھاتھوں سے نہ جانے دونگا"۔

اس بزرگ کی اولاد میں بھی راہ معرفت کے سالک اور بڑے بڑے عارف پیدا ھوئے ھیں۔

مخدوم محمد یوسف۔ مخدوم عبدالرؤف کے عہد کے قریب یہ بڑے صاحب کرامت بزرگ ھو گذرے ھیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے تصرف سے دریا کو موڑ کر بازار میں بہا دیا تھا۔

[مخدوم محمد صادق اور مخدوم محمد یعقوب]۔ یہ دونوں بزرگوار بھی اپنے اپنے وقت کے کامل ولی ھو گذرے ھیں۔

مخدوم عبدالرشید۔ یہ جیّد عالم اور بڑے متقی بزرگ تھے۔ [لوگوں کی ایک] بڑی جماعت [ان سے] علمی و عملی کمالات کا استفادہ کرکے اپنے وقت میں با ھدایت ھوئی۔ مذکورہ مخدوم احمد اور مخدوم محمد بھی ان میں شامل ھیں۔

درویش زکریا۔ یہ مذکورہ مخدوم اسحاق کے بھتیجے اور راہ ھدایت کے سالک، خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

شیخ فخرالدین صغیر۔ شیخ ابو نجیب سہروردی کی اولاد میں یہ بڑے مقتدر ولی اور [۳۸۱] راہ ھدایت کے بڑے باخبر سالک تھے۔ ھالہ میں آرام پذیر ھیں۔ یہ مخدوم نوح کے پانچویں دادا ھیں۔ ان کی زیارت اھل ایمان کے لئے باعث فخر ہے۔ ان کے درگاہ میں قبولیت کا فیض اس قدر [عام] ھے کہ سوالیوں کی ھر مشکل حل ھوجاتی ھے۔

www.maktabah.org

شیخ ابو بکر۔ یہ ہالہ کے ایک کامل اور قدیم ولی ہیں۔ اس سر زمین میں ان کا مزار اھل اللہ کی زیارت گاہ ہے۔ مخدوم نوح کے ساتویں دادا شیخ فخرالدین ثانی بھی انہی بزرگ کے مقبرے میں مدفون ہیں۔

درویش رکن بھرا۔ یہ مخدوم احمد کے خادم خاص تھے اور [خدا] کی دائمی رضا اور راہِ قرب کے واصل تھے۔

مخدوم عربی دھیانو۔ یہ پیر آسات کے بھائی ہیں جو مکلی میں آرام پذیر ہیں۔ ان کا ذکر آگے چل کر ہوگا۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے (مخدوم عربی نے) ایک ہی جگہ بیٹھ کر قرآن شریف کے ۱۳۰ ختم پڑھے تھے۔ جب وہ تلاوت کرتے تھے تو پرند اڑنے سے اور پانی بہنے سے رک جاتا تھا۔ ایک دن وہ اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان کا ھاتھ سمندر کی جھاگ میں بھر گیا اور پانی کے کچھ قطرے بھی ٹپک پڑے۔ ایک محرم حال خادم نے بڑی عاجزی کے ساتھ اس راز کی حقیقت دریافت کی۔ فرمایا کہ میرا فرزند بایزید سر زمین حجاز [کے قریب] میرے معتقدین کے ایک گروہ کے ساتھ سمندر میں [کشتی پر] سوار تھا کہ اچانک اس کی کشتی گرداب میں غرق ہونے لگی۔ اس جماعت نے میرے فرزند کو سفارشی بنا کر منت مانی اس لئے ھاتھ لگا کر میں نے کشتی کو گرداب سے نکال کر کنارے پر پہونچا دیا"۔ کچھ مدت کے بعد وھی لوگ نذر لے کر حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ "جب ھم کشتی [کے بچنے] سے نا امید ھوگئے تو ایک غیبی ھاتھ نے ھماری کشتی کو گرداب سے باھر کر دیا"۔

www.maktabah.org

انھوں نے سنہ ۹۸۰ھ میں وفات پائی (۱) اور ھالہ میں دفن ھوئے۔ [۳۸۲]

[مخدوم بایزید]۔ مخدوم بایزید، مذکورہ مخدوم عربی کے فرزند ھیں۔ اپنے والد سے خاصہ فیض حاصل کرکے یہ صداقت، استقامت، ھدایت اور ارشاد کے راستے پر گامزن ھوئے اور طالبوں کو بے حد فائدہ پھونچاتے رھے۔ اب ان کی اولاد میں محمد عالم نامی ایک شخص حیات ھے، اور سید عبداللطیف تارکی کا خلیفہ اور ان کے فقیروں کی جماعت میں داخل ھے۔

[مخدوم مولانا ابوبکر بن داؤد برید ھالائی]۔ یہ بڑے بلند مقام اور صاحبِ حال بزرگ تھے۔ مخدوم نوح نے انھی سے فیض حاصل کیا تھا۔

[سید عبداللطیف حسینی]۔ یہ یہاں کے قدیم بزرگوں میں سے ھیں۔ ان کا مرقد عام خلق اللہ کی زیارت گاہ ھے۔ انھوں نے خاصی اولاد چھوڑی جن میں سے سید فتح محمد آج کل [ان کے] سجادہ نشین ھیں۔ ان کی باقی اولاد متفرق قصبوں اور خصوصاً موضع "کجن" میں سکونت پذیر ھے۔

[مخدوم نوح ولد نعمت اللہ]۔ یہ صدیقی نسب کے بزرگ ھیں۔ امام المشرقین والمغربین نے اپنی پشتیں خود اس طرح بیان کی ھیں: نوح بن نعمت اللہ بن اسحاق بن شہاب الدین بن مخدوم سرور بن شیخ فخرالدین صغیر، جو ھالا میں مدفون ھیں، بن شیخ عزیزالدین بن شیخ فخرالدین ثانی جو شیخ ابوبکر کے مقبرے میں دفن ھیں، بن شیخ ابوبکر کتابی۔ ساکن کوٹ کروڑ، بن شیخ اسماعیل بن شیخ عبداللہ بن شیخ نصیرالدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ ابو نجیب ضیاءالدین عبدالقاھر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، جو سلسلۂ سہروردیہ کے بانی ھیں

---

(۱) نسخہ "ن" میں "سنہ ۹۰۸ھ" درج ھے۔

www.maktabah.org

اور مخدوم نوح پر طریقت سہروردیہ ختم ہے - [غرض] شیخ ابو نجیب بن شیخ ابراہیم بن شیخ وجیہ الدین بن شیخ محمد عمر بن شیخ عبد اللہ بن شیخ رضاء الدین محمد بن شیخ مسعود بن شریف ابوالقاسم بن شیخ محمد عمر بن حضرت عبدالرحمٰن بن امیرالمومنین [۳۸۳] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ -

[مخدوم نوح کے عم زاد] حضرت شیخ شہاب الدین، شیخ عبد اللہ بن شیخ ابراہیم بن وجیہ الدین کے فرزند تھے - [مخدوم نوح] سات دن کے تھے کہ نماز کی اذان سن کر انھوں نے صحت زبان کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا تھا - ان سے روایت ہے کہ "چودہ سال کی عمر میں مجھے جو کچھ ملنا تھا وہ حضرت سے مل گیا"۔ نقل ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک دن وہ خانقاہ میں مخدوم عربی کے ساتھ مراقبے میں مشغول تھے - مخدوم عربی، قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے - وہ اٹھائیسویں سیپارے ھی تک پہونچے تھے کہ انھیں عالم بالا کا شوق دامن گیر ہوا - مخدوم عربی کی تلاوت قرآن پاک کا ادب رکھتے ہوئے ظاہری جسم کو تو وھیں چھوڑا اور خود آسمان کی سیر کرنے تشریف لے گئے - مخدوم عربی نے ابھی ختم پورا بھی نہ کیا تھا کہ واپس آگئے - فقیر بہاؤالدین گوڈڑیہ کہتا ہے کہ ایک دن ہم ٹھٹے میں سید علی شیرازی کے فرزند سید جلال کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ مخدوم (نوح) - نے فرمایا کہ "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گذرے - حضرت علی نے تیزی کے ساتھ آکر فرمایا کہ " اٹھو، تمھیں [حضرت] محمد رسول اللہ بلاتے ھیں "- حضرت ابوبکر آہستہ

www.maktabah.org

آھستہ آ رہے تھے - حکم کے مطابق جب میں روانہ ھوا تو مجھے ایسا معلوم ھوا کہ جیسے میں کوہ "لکی" پر چڑھ رھا ھوں - بالاخر جب میں مجلس میں پھونچا تو وھاں حضرت عیسیٰ کو بیٹھے دیکھا - اچانک ایک لکھی ھوئی تختی مجھے ھاتھ میں ملی اور میں نے حضرت عیسیٰ سے [اس کا] سبق لیا - [پھر جب میں نے] سر اٹھا کر دیکھا تو حضرت رسول کریم پر نظر پڑی - [دیکھا کہ] آپ زانو تہ کئے بیٹھے ھیں- میں نے آنحضرت [صلعم] کی طرف توجہ کرکے نئے سرے سے سبق پڑھا - حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ میری اولاد ھے" -

کہتے ھیں کہ یہ حضرت (مخدوم نوح) کسی وقت ٹھٹے تشریف لائے- علمائے ظاھر نے سنا تھا کہ یہ ناخواندہ ھونے کے باوجود قرآن پاک کی [۳۸۴] آیات کے معانی بڑی خوبی کے ساتھ بیان کرتے ھیں - چنانچہ وہ [اکٹھے ھوکر] انھیں دیکھنے کے لئے آئے - [اس وقت] مخدوم ایک آیت کی تفسیر میں مشغول تھے - راوی کہتا ھے کہ میرے ھاتھ میں تسبیح تھی اور ھر معنیٰ پر میں دانے بدلتا جاتا تھا - جب انھوں نے سکوت کیا تو میں نے شمار کیا کل اسّی دانے ھوگئے تھے-

ان کی کرامات و خصائل کے بیان کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ھے اس لئے اسی مختصر بیان پر اکتفا کی جاتی ھے- ان کی وفات ۲۷ ذی القعد سنہ ۹۹۸ھ کو جمعرات کے دن ھوئی - شھر ھالا میں ان کی درگاہ مشھور ھے-

مخدوم جلال- ان کے فرزند رشید مخدوم جلال بزرگی اور شایستگی کی نشانیوں اور کمال کی خوبیوں میں بے مثل

www.maktabah.org

هو گذرے هیں ۔

[میاں ابراهیم]- یه ان کے بھائی تھے اور وقت کے بزرگ اور جماعت فقرا کے مرشد تھے ۔

[میاں محمد زمان]- اس وقت میاں محمد زمان وقت کے پیرزادے اور مخدوم مرحوم کے سجادہ نشین هیں ۔

مخدوم صدرالدین راهوتی- یه پرگنه هالا کے مضافات میں موضع "جائیه" میں رهتے تھے ۔ همیشه وعظ فرمایا کرتے تھے جو بے حد موثر هوتا تھا ۔ سر میں همیشه پیوند لگی ٹوپی پہنا کرتے تھے ۔ ان کی بلند مقامی کا حال مشہور اور صادقین کی جماعت میں ان کے کمالات کی یگانگی معروف ہے ۔

[مخدوم مراد]- ان کے فرزند رشید مخدوم مراد ایک بڑے عالم اور نہایت پرهیزگار [بزرگ] تھے اور درویش حسن مقری کے (جن کا بیان آگے چل کر آئیگا) همعصر تھے ۔

[قاضی منور]- یه مخدوم مراد کی اولاد میں سے تھے ۔ کہتے هیں که ایک دن قیمتی لباس پہنے [۳۸۰] یه راستے پر چلے جارهے تھے که سید عبدالکریم (بلڑی والے) نے انہیں دیکھ کر کہا که "تمہارے دادا تو همیشه پیوند لگی ٹوپی پہنا کرتے تھے ، یه [شاندار لباس] تمهیں کس سے وراثت میں ملا ہے"۔ یه سن کر ان پر بے حد اثر هوا اور وہ جا کر اهل سلوک کے زمرے میں شامل هوگئے ۔

شاہ دیوانه هالائی- یه ایک جلیل القدر مشائخ اور مقتدر صاحب کرامات بزرگ ، مخدوم عربی کے ساتھ مدفون هیں ۔

درویش قاسم- یه اصل میں جولاهے تھے لیکن مخدوم نوح

www.maktabah.org

کی مریدی کی برکت سے کارخانہ معرفت سے بڑا حصہ پاکر حقیقت کے تانے بانے سے خوب واقف ہو گئے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ جب خدائے پاک کی توفیق سے ھالہ کی مبارک سر زمین کے بعض اھل حقیقت کے مختصر حالات [بیان کرنے] سے فراغت ہوئی تو اب اس کے گرد و نواح کے قصبات کے بعض منتخب اھل اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بزرگوں کی روحوں سے توفیق و امداد کی درخواست ہے۔

و اللہ اعلم بالصواب ۔

<u>بھانوٹھ</u>

(یہ ایک مشہور قصبہ ہے)

<u>درویش حسن ملری</u>: یہ اصل میں بڑھئی تھے ۔ انہوں نے دل کی تختی کو صفائی کے رندے سے چکنا کرکے اور حقیقت کے نقوش [سے منقش کرکے اسے] خوب آراستہ کیا تھا ۔ کہتے ہیں کہ ایک طہارت خانہ تھا جس میں وہ جب بھی وضو کے لئے جاتے تھے تو بیخود ھو جایا کرتے تھے ۔ ایک دن ان کا ایک عزیز بڑھئی ان سے ملاقات کے لئے آیا ۔ اتفاق سے [اس وقت] درویش وضو کے لئے طہارت خانہ میں گئے ہوئے تھے ۔ اس نے جب اندر جاکر دیکھا تو درویش ٹکڑے ٹکڑے نظر آئے اور وہ دھشت زدہ ہوکر باھر نکل آیا ۔ ایک دن دوپہر کے وقت وہ لوٹا ھاتھ میں لے کر وضو کرنے کے لئے بیٹھے یہ ھاتھوں پر پانی ڈالنا ھی چاھتے تھے کہ اس طرف موذن نے اذان شروع کی ۔ درویش بے خود ھوگئے [۳۸۶] اور مسلسل دوسرے دن کی دوپہر تک بے ھوش پڑے رہے۔ کسی کو بھی [انھیں]

www.maktabah.org

ھوش میں لانے کی طاقت نہ ھوئی۔ دوسرے دن جب اسی وقت موذن نے [پھر] اذان دینی شروع کی تو انھوں نے ھوش میں آکر کہا کہ "شاید ابھی تک موذن نے اذان پوری نہیں کی ھے"۔

ایک دن مخدوم مراد ابن مخدوم صدرالدین راھوتی اُن کی زیارت کے لئے آئے اور جیسے ھی وہ سواری کا بیل باھر باندھ کر ان کی خدمت میں آئے خادموں نے ان سے بیان کیا کہ سات دن ھوئے درویش وضو خانہ میں گئے ھوئے ھیں۔ [یہ سن کر وہ] حیران رہ گئے۔ اسی اثنا میں درویش بھی باھر آگئے۔ مخدوم نے کہا کہ "تم نے سات دنوں کے فریضے گنوا دیئے ھیں"۔ فرمایا کہ "تم اپنے بیل کی تو جاکر خبر لو اس پھیر میں کیوں پڑے ھو"؟ اتفاقاً [اسی وقت خادموں نے] مخدوم کو بتایا کہ ان کا بیل گم ھوگیا ھے۔ چنانچہ بڑی تلاش کے بعد بیل کو پاکر وہ اپنے گھر واپس چلے گئے اور پھر کبھی فقیر پر اعتراض نہ کیا۔

خانوٹھ (کھانوٹھ)

یہ مشہور قصبہ ھے۔ یہاں کے رھنے والے سادات اصل میں متعلوی (مٹیاری کے) ھیں۔

چاندو شاہ۔ یہ حال ھی میں راہ سلوک کے واقف اور بڑے صاحبِ حال بزرگ ھو گذرے ھیں۔ یہ نہال شاہ مداری کے معتقد اور خلیفہ تھے جو کنجے ٹیلے پر آرام پذیر ھیں ان کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔

بھٹ (بھٹ شاہ)

یہ ھالہ سے تین کوس کے فاصلہ پر نشیبی خطے میں واقع ھے اور ھالہ کے زیر اثر ھے۔

www.maktabah.org

[سید شاہ عبداللطیف] ۔ سید شاہ عبداللطیف کی آرام گاہ اور مزار مبارک یہاں کے عجائبات میں سے ہے ۔ یہ بزرگوار سید عبدالکریم کی [۳۸۷] اولاد میں، سید حبیب شاہ کے جو "تارک" [کے لقب سے] مشہور ہیں ، فرزند ہیں ۔ سید حبیب شاہ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے ۔ ان تاریخ وفات " الموت جسر یوصل الحبیب الیٰ لقاءالحبیب" (۱) سے نکلتی ہے ۔ اس دور میں بہ اعتبار [مقام] ولایت شاہ عبداللطیف کا کوئی ہمسر نہیں ہے ۔ ان کی کرامتوں کی نشانیاں اور مناقب کے آثار ، سورج سے بھی زیادہ آشکار ہیں ۔ اس مختصر [بیان] میں ان کا ذکر ممکن نہیں ۔ اُمّی ہونے کے باوجود خدای تعالیٰ نے ان کے قرطاس دل پر جملہ علوم نقش کر دیئے تھے ۔ کہتے ہیں کہ مرزا [مغل] بیگ ارغون جس کی دختر حضرت کے نکاح میں تھی ان کا سخت دشمن تھا ۔ جب اس نے وفات پائی تو حضرت کے ایک مرید نے "بود خبیث" کے جملے سے اس کی تاریخ [وفات] نکالی تھی ۔ اس عارف کامل نے جب یہ سنا تو فی البدیہہ فرمایا کہ ایسا نہ کہنا چاہئے بلکہ یہ کہو کہ " یک مغل بہ بودہ"۔ حساب کیا گیا تو ٹھیک اسی سال کی تاریخ نکل آئی ۔ یہ واقعہ ہے کہ ایک اُمّی شخص سے ایسے واقعے کا صادر ہونا کرامت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ۔

جس دن آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اس دن ان کے ماتم میں کتنے ہی مریدوں نے جانیں دیں ۔ ان کا مزار مقدس

---

(۱) یعنی "موت ایسا پل ہے جو دوست کو دوست کے قریب تک پہونچا دیتا ہے" ۔

www.maktabah.org

اسی بوٹ میں ایک عجیب روح پرور اور باصفا مقام ہے - ان کی قبر پر ایک عظیم الشان مقبرہ تعمیر ہے - جیسلمیر کے راجہ نے نقارے نذر کئے ہیں جو صبح شام [بجائے جاتے ہیں] درگاہ پر عجیب کیفیت و سرور اور انتہائی صفا و حضور حاصل ہوتا ہے (۱) - [۳۸۸]

[سید جمال شاہ] - اب سید جمال شاہ اس ولی کے جانشین اور ظاہری و غیبی کرامات سے مخصوص ہیں - [ان کے علاوہ] سلسلہ فقرا میں کتنے ہی [دیگر] نامور خلفا [وجود] ہیں -

جنہیجا

یہ مشہور گاؤں ہے - جس میں :

شیخ طاہر - کی درگاہ عجیب بابرکت ہے - اس ولی کی ذات گرامی یگانۂ روزگار [تھی اور وہ] عجیب انداز سے رہا کرتے تھے - ہندو انہیں "لال اڈیرو" اور مسلمان شیخ طاہر کہا کرتے تھے - بہرحال ایک معتبر سے روایت ہے کہ یہ

---

(۱) مطبوعہ نسخے میں شاہ صاحب کی تاریخ وفات کے متعلق یہ قطعہ مرقوم ہے جو اس کتاب کی عبارت سے ہر چند کہ غیر مربوط ہے لیکن پھر بھی افادیت سے معرا نہیں ہے -

شاہ صاحب ذوالمواہب سیدِ عبداللطیف
آنکہ قطب وقت خود بودہ ست از مردان حق
چون ز جام ارجعی مخمور نوشِ وصل شد
گفت ملہم غیب سال رحلتش رضوان حق ۱۱۶۵ھ

یہی قطعہ مسجد شریف کی ایک دیوار پر جو مقبرے کے شمال کی سمت ہے، نقش ہے لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ قطعہ کس نے کہا ہے -

www.maktabah.org

شراب حقیقت کے سرمست، پہلے جنگلوں میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن کھانے کے لئے ان کے ہاتھ میں کچھ کھجورے تھے کہ اچانک ایک اونٹ قطار سے بھڑک کر شیخ کی جھونپڑی کی طرف آنکلا۔ چونکہ اللہ پاک کی ذات بے مثال کا جلوہ مخلوقات کے ہر فرد میں موجود ہے اس لئے شیخ نے بھی اس اونٹ کو نگاہ حقیقت سے دیکھا اور کہا کہ "اے اللہ: جبکہ تو نے اس مسکین (فقیر) پر یہ احسان کیا ہے تو اب جو کچھ حاضر ہے اس کو کھانا [بھی] چاہئے"۔ اونٹ چونکہ بھڑکا ہوا تھا اس لئے نہ ٹھہرا اور یہ مینتیں کرتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑتے رہے۔ اسی وجہ سے وہ اس مرتبہ کو پہونچے جس پر فائز ہیں۔ ان کی رحلت کے بعد ان کی درگاہ [۳۸۹] خلق اللہ کی زیارت گاہ ہے۔ ہر سال یہاں عجیب میلہ لگتا ہے۔ سارے سندھ سے ہندو عورتیں آکر یہاں اکٹھی ہوتی ہیں اور بغیر پردے کے یہاں کے گلی کوچوں میں گھومتی پھرتی ہیں۔ لال اڈیرو کے نام پر جو بھی انہیں ناچنے کے لئے زور دیتا ہے وہ اپنے شوہروں اور عزیزوں کی موجودگی میں بھی اس سے انکار نہیں کرتیں۔ [مگر] دیکھنا شرط ہے سننا نہیں۔

[میر محمد منعم]:- یہاں رہنے والے سادات میں سے میر منعم زمینداری کی دولت سے مالا مال اور ایک طاقتور شخص تھے۔ مہمان نوازی، سخاوت و بخشش کے ذریعے وہ ہر آنے جانے والے کی خوشی کے طالب رہا کرتے تھے۔ اپنے وقت کے وہ ایک مشہور و معروف انسان دوست ہو گذرے ہیں۔ ان کے فرزند سید اسد اللہ بھی اپنے باپ کی [شاہان شان] یادگار اور آبائی

www.maktabah.org

خوبیوں میں والد سے بھی زیادہ مشہور و معروف تھے۔

کھیبر

یہ ایک مشہور گاؤں ہے۔

[درویش نوح کھیبرائی] - یہ مویشی چرانے پر گذران کرتے تھے اور صاحبِ حال و کرامت بزرگ تھے۔ "حدیقة الاولیا" میں مذکور ہے کہ جب شیخ حماد جمالی کی دعا سے جام تماچی دھلی سے واپس ھوا تو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس (درویش نوح) نے اسے موضع کھیبرن میں بتایا تھا کہ تین دن سے جام تماچی کے نام کی منادی ھو رھی ہے، حالانکہ وہ جام جونہ کا زمانہ تھا۔

انڑپور

قدیم زمانے میں یہ جام انڑ کا آباد کیا ھوا ایک قصبہ ہے۔ حال ھی میں دریائے سندھ نے یہ ساری زمین غرقاب کردی ہے۔

مخدوم ساھڑ لنجار - یہ بڑے آزاد منش اور وقت کے صالح بزرگ تھے۔ [۳۹۰] ھمیشہ عبادت میں مشغول رھا کرتے تھے اور رات یا دن کسی بھی وقت پروردگار کے ذکر سے خالی نہ رھتے تھے۔ ان کی مجلس میں کبھی کوئی دنیوی گفتگو نہ ھوتی تھی۔ جس پر بھی وہ توجہ کی نظر کرتے وہ ولایت کے مرتبے پر فائز ھوجاتا تھا۔ [بیان کرتے ھیں کہ] سوروں کا ایک ریوڑ حسب عادت ان کی زراعت کو نقصان پہونچا جایا کرتا تھا۔ مزارع ان کے پاس فریاد لیکر آئے۔ [آپ نے] خادم سے فرمایا کہ جا کر سوروں کو پیغام دے کہ اب "ھماری زراعت

www.maktabah.org

کے قریب نہ آنا" - [چنانچہ] اس پیغام کے بعد پھر سور کبھی نہ آئے - کہتے ہیں کہ وہ جب بھی مٹیاری میں آتے تھے تو شب کو کبھی پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے - کہا کرتے تھے ہر طرف سادات کے گھر ہیں اس لئے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کی طرف بھی پاؤں نہ پھیلائے جائیں - خود ان سے روایت ہے کہ "میں نے [اپنے] پیر سے سنا ہے کہ جس انسان میں [یہ] تین صفات دیکھو اس سے ضرور فیض اٹھاؤ ، تمھارا مرشد وہی ہے۔ ایک یہ کہ اگر اس کے سامنے رہو تو تمھیں خدا یاد آئے - دوسرے وہ جو کچھ کہے وہ تمھارے دل میں اتر جائے - اور تیسرے یہ کہ اس کی صحبت سے جدا ہوتے ہوئے تمھیں دکھ ہو" - یہ بزرگ بھی یہیں مدفون ہیں -

بوھری

یہ ایک قدیم گاؤں ہے -

سید حمزہ - یہ اصلاً مٹیاری کے ہیں دریائے معرفت کے غواص اور یقین کی خوبیوں کے جامع بزرگ تھے - سلسلۂ نقشبندی کے ممتاز رہبر ہو گذرے ہیں - [۳۹۱]

www.maktabah.org

ستر هواں باب

[بدین، تلهار، ولگی اور ولهار وغیره شهروں اور پران (ندی) کے کنارے کے قصبات کے بزرگ]

بدین

یه صوبه سنده کا ایک مشهور شهر ہے۔ یہاں کے بزرگوں میں :

درویش بھنبھو ناریجه۔ صاحب کرامت اور بڑے پرهیزگار بزرگ هیں۔ بدین کے قریب آرام پذیر هیں۔

شاه قادری۔ یه بزرگ حضرت غوث الثقلین کی اولاد میں سے هیں۔ بدین کے باهر جنوب کی طرف ان کی درگاه مرجع اهل الله ہے۔

[سید عارف شاه]۔ ان کی اولاد میں سید عارف شاه اپنے زمانے کے مشهور بزرگ تھے ایک دنیا ان کی عظمت کی قائل تھی۔

سید بہار شاه۔ ان کے بعد سید بہار شاه هدایت، فضیلت اور سخاوت میں بے حد مشهور هوئے۔ بزرگوں کی به نسبت لوگ ان کے زیاده مرید هوئے۔

www.maktabah.org

سید مولیڈنہ - اب ان کے چچا زاد بھائی سید مولیڈنہ اور ان کے فرزند، پیر کے سجادہ نشین ہیں۔

مخدوم طوغاچی - بدین کے مغرب میں ان کی درگاہ ایک مدت سے عوام کی زیارت گاہ ہے۔ ان کی اولاد دیہاتی باشندوں کی حیثیت سے موجود ہے۔ [۳۱۲]

مخدوم صالح - یہ مذکورہ مخدوم طوغاچی کے مرید اور مقتدر بزرگ تھے - مخدوم طوغاچی کے مزار کے قریب دفن ہیں۔

مخدوم یوسف - ان کے فرزند مخدوم یوسف بھی بزرگوں کے راستے کے راھی اور عالم و پرھیزگار تھے۔

مخدوم عثمان - ان کے فرزند مخدوم عثمان اپنے وقت کے مشہور و معروف بزرگ ھو گذرے ہیں -

[مخدوم عبدالرحیم] ان کے فرزند مخدوم عبدالرحیم شاہ جہاں کے آخری زمانے میں ٹھٹے کے مفتی کے عہدے پر سرفراز ھو کر وھیں رھنے لگے -

[میاں اسد اللہ] ان کے فرزند میاں اسد اللہ بدین کے مفتی ہوئے اور یہیں رہ گئے۔ ان کی اولاد [اب بھی] وھاں موجود ہے۔ مخدوم عبدالرحیم کے دوسرے فرزند محمد شفیع کا ٹھٹے میں ذکر ھوگا۔

مخدوم حاجی - ان کی درگاہ شہر کے اندر واقع ہے اور وہ قدیم زمانے کے مشہور بزرگوں میں سے ھیں -

سید مہر - یہ یہاں کے مشہور مشائخین میں سے ھیں - ان کی درگاہ بدین کے جنوب میں عوام کی زیارت گاہ ہے۔

[سید عبد اللہ] ان کے فرزند سید عبد اللہ نے انتہائی بزرگی

www.maktabah.org

اور عظمت کے ساتھ زندگی گذاری ہے۔

سید محمد زمان۔ ان فرزند سید محمد زمان آج کل ان کے مسند نشین ہیں اور ایک بڑی جماعت ان کی معتقد ہے۔

شاہ نور۔ ان کی درگاہ بھی بدین میں خلق اللہ کی زیارت گاہ ہے۔ [۴۱۳]

قاضی عبدالملک۔ انتہائی علم و عمل کی وجہ سے [یہ بھی] یہاں کے محبوب بزرگوں میں سے ہیں۔

[قاضی امان اللہ] ان کے پوتے قاضی امان اللہ بڑے صاحب حال بزرگ ہو گذرے ہیں۔

[قاضی کرم اللہ] آج کل قاضی عبدالملک کی اولاد میں قاضی کرم اللہ حیات ہیں۔

حافظ داؤد۔ یہاں کے باشندے حافظ داؤد ایک مقتدر ملا ہیں۔ ان کی وفات سنہ ۱۰۴۰ھ میں ہوئی جو کسی شخص نے اس مصرعہ سے دریافت کی ہے: "داؤد بدین رفت بفردوس ابد"۔

سید اسماعیل اور سید عمر۔ مخدوم جلال جہانیان کی اولاد میں یہ سید حاجی حمید نظام الدین بخاری کے فرزند ہیں اور تحصیل بدین کے ایک قصبے "داھر سادات" میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ ان کی اولاد یہاں مشہور ہے۔ سید عمر بارگاہ میں مدفون ہیں۔ ان کے فرزند سید میو اور سید لدھا اپنے وقت کے نامور بزرگ ہو گذرے ہیں۔ [اپنے بعد انہوں نے] سید میو، سید حمید اور سید احمد [فرزند] چھوڑے۔ سید حمید کے سترہ بیٹے اور بارہ بیٹیاں ہوئیں۔ جن میں سید عبدالرحیم نامور فرزند اور برگزیدہ پسماندگان میں سے ہیں۔ ان کے فرزند سید عبدالقدوس

www.maktabah.org

کے، سید پھلو، سید امین، سید عبدالکریم اور سید صالح، چار بیٹے ہوئے - ان کی اور سابقہ بزرگوں کی اولادیں وھیں سکونت پذیر ھیں-

سید سلطان شاہ- یہ خواجہ خلیل خان کے، جن کا ذکر حکمرانوں میں کیا جا چکا ھے، بھانجے تھے - ماموں کے موقوف ھونے کے بعد یہ ان کی جاگیر میں، ٹھٹے چلے گئے اور پھر میاں ابوالقاسم نقشبندی کی خدمت میں مرید ھوکر بلند مرتبے پر فایز ھوئے۔ اس کے بعد بدین میں رھائش اختیار کی اور ایک بہت بڑے بزرگ اور [۴۱۴] صاحب کرامت [ولی] ھوگئے۔ لوگوں نے گروہ در گروہ ان کی مریدی اختیار کی اور ایک بڑا گاؤں ان کے نام سے موسوم ھوگیا۔ چند سال ھوئے کہ وہ [اپنی] با ھدایت اولاد چھوڑ کر انتقال کر گئے ھیں۔

ملا قیصر- عبداللطیف نامی یہ ایک فاضل ھوشیار اور قابل شاعر تھے- ھر چھ ماہ میں عالمگیر کی بارگاہ میں یہ، تواریوں کا جوڑا [تحفہ] (۱) لے جاتے تھے اور لایق اعزاز پاتے تھے۔ ان کے آخری دنوں میں بادشاہ نے [اپنے] اس فاضل دوست کی ضعیفی پر رحم فرما کر معقول وظیفہ مقرر کردیا تھا تاکہ وہ گوشۂ وطن میں بیٹھ کر آرام کے ساتھ اپنی عمر پوری کریں۔

شیخ اسماعیل قریشی- یہ شیخ بہاؤالدین ملتانی کی اولاد میں سے ھیں۔ بدین کے قریب ایک بڑے گاؤں میں ان کا مزار ایک دنیا کی زیارت گاہ ھے۔ شیخ ابن شاہ جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا انھی کی اولاد میں ھیں۔

---

(۱) ایک خاص قسم کی نرم و نفیس چٹائی۔

www.maktabah.org

شیخ عالم شاہ۔ مذکورہ بزرگ کی اولاد میں شیخ عالم شاہ ان کے جانشین اور بڑے با ھدایت بزرگ تھے۔ حال ھی میں انھوں نے انتقال کیا ہے۔

میاں محمد زمان۔ یہ مشہور مرشد میاں ابوالقاسم نقشبندی اور میاں محمد نقشبندی ٹھٹوی کے مرید تھے۔ بڑے با ھدایت، سلسلۂ نقشبندی کے مریدوں کے مرجع اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ بدین کے قریب موضع لواری میں سکونت پذیر رہے اور ایک دنیا کو [اپنے] دریائے فیض سے سیراب کرتے رہے۔ لاتعداد لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ اپنے عہد میں بے نظیر تھے۔ [بہ ظاھر] آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہونے کے باوجود ان کا لنگر جاری رھتا ہے۔ تعجب ھے کہ ایک گروہ حقیقت کو سمجھے بغیر صرف ظاھر کو دیکھ کر ان پر طعنہ زنی کیا کرتا ھے۔ انھی ایام میں قضائے الٰہی کو جا پہونچے ھیں یعنی سنہ ۱۱۸۸ھ کے آخر میں رحلت پائی ھے۔ [۳۱۰]

چاچک

یہ تحصیل بدین کے تعلقہ جون کے ایک گاؤں اور [ایک] قوم کا نام ہے اور اس علاقے کو سرکار چاچکان (یا پرگنہ چاچکان) کا لقب دیا گیا ہے۔ یہاں کے بزرگ مندرجہ ذیل ھیں:

شیخ موسیٰ۔ شیخ مغل کے یہ فرزند [اپنے] والد کے بعد ان کی مسند پر بیٹھ کر وقت کے پرھیزگار اور نامور بزرگوں میں شمار ہوئے۔ [شیخ مغل کا] بیان آگے چل کر ہوگا۔ یہ (شیخ موسیٰ) ھمیشہ اھل صفا کی میزبانی کے لئے مستعد رھا کرتے اور رسوم مہمان نوازی کی بجا آوری میں بے حد توجہ کرتے تھے۔ ان کی قبر موضع چاچکان میں خلق اللہ کی زیارت گاہ ھے۔

www.maktabah.org

وگو (ونگی)

سرکار چاچکن سے آگے یہ ایک قدیم، مشہور و معروف گاؤں اور ایک علٰحدہ خطّہ ہے۔

دوریش چرکس ابن ڈنہ مرکی۔ یہ ایک عاشق دین اور راہ حقیقت کے سالک تھے۔ میدان تحقیق میں ان کا مرکب توفیق سب سے آگے تھا۔ اکثر درویش ان کی نظر سے فیض پاتے تھے۔ ایک دن انھوں نے مخدوم ہلال کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ "فرض کے ادب کا مرتبہ بلند ہے یا [اپنے] مخدوم کی خدمت گذاری کا"۔ مخدوم ہلال نے جواب دیا کہ "فرض کے ادب کو ترجیح [حاصل] ہے"۔ ظاہر ہے کہ یہ جواب ان کی مرضی کے مطابق نہ تھا۔ [چنانچہ] ان کے جاتے ہی مخدوم کے لوحِ دل سے جملہ علوم مٹ گئے اور عاجز و پریشان ہوکر انھوں نے جاکر [درویش چرکس سے] معافی طلب کی درویش کی نگاہِ فیض سے ان کے لوحِ دل سے جو کچھ مٹ گیا تھا دوبارہ نقش ہوگیا۔

ایک مرتبہ کسی شخص کی گائے کھوگئی۔ اس نے آکر شیخ چرکس سے دعا طلب کی۔ [انہوں نے] فرمایا "اے خداوندا! اگر [۱۶ م] تیری بارگاہ میں یہ بات درست ہے کہ جو بھی نذرانے کے بغیر دعا کا طلب گار ہوگا وہ مراد نہ پائے گا تو پھر گائے مہیا کر"۔ [یہ الفاظ ادا کرتے ہی] وہ گم شدہ گائے خود ہی واپس آگئی۔

ولہار

یہ بھی ایک مشہور و معروف گاؤں کا نام ہے۔

www.maktabah.org

درویش صدر ابن کیراوٹھو۔ یہ سندھ کے ایک مقتدر مشائخ اور برگزیدہ ولی ہیں۔ ان کے سر، چہرہ اور جسم کے کسی بھی حصے میں بال نہیں تھے۔ ساری عمر یہ کنوارے اور مجرد رہے۔ کسی وقت یہ ملتان گئے۔ [چلتے چلتے] جب یہ ملتان کی راوی ندی کے کنارے پہونچے تو شام ہوگئی۔ پیر کی زیارت کے شوق میں وہاں [رات] گذارنا انھیں ناگوار ہوا۔ چنانچہ انھوں نے میربحر کو پکارا۔ میربحر نے دوسرے کنارے سے ہی بڑ بڑانا شروع کر دیا کہ "اس وقت کشتی لانے کا کون سا وقت ہے؟"۔ [یہ سن کر] انھوں نے غصے میں خادم کو اپنا لوٹا بھرنے کا حکم دیا۔ قدرت الٰہی سے وہ سارا دریا اس لوٹے میں سما گیا اور خشک راستہ پیدا ہوگیا۔ درویش نے اسی وقت جا کر شیخ کی زیارت کا فیض حاصل کیا۔ صبح ہوئی تو دریا کا پانی خشک ہوجانے کی وجہ سے خلق میں کہرام برپا ہوگیا۔ درویش نے وہ لوٹا لا کر شیخ کی خدمت میں حاضر کیا اور سارا حال بیان کرکے پانی واپس کر دینے کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ پانی استعمال کر ڈالنا چاہئے تاکہ یہ کرامت یادگار رہے۔ [چنانچہ] اس وقت سے وہ ندی خشک پڑی ہوئی ہے۔ ایک دن درویش لسو کا کڑو، شیر پر سوار ہوکر ان سے ملنے کے لئے آئے۔ درویش صدر کے سامنے گائے کا ایک شیر خوار بچھڑا بندھا ہوا تھا۔ درویش لسو نے کہا کہ "میرا شیر بھوکا ہے اس لئے یہ بچھڑا اپنے مہمانی کے طور پر دے دیجئے" [انھوں نے] فرمایا کہ "اس کی ماں جنگل میں گئی ہوئی ہے جب وہ واپس

www.maktabah.org

آئے گی [۱۷۴۰] اور اپنے بچے کو نہ پائے گی تو پریشان ہوگی"۔ وہ بولے "کچھ بھی ہو یہ [بچھڑا] ضرور شیر کی خوراک بننا چاہئیے"۔ کافی حجت ہوئی لیکن وہ نہ مانے۔ بالآخر انہوں نے نوکر کو حکم دیا جس نے بچھڑے کو کھول کر شیر کے سامنے کر دیا۔ لیکن درویش صدر کی کرامت سے شیر اس بچھڑے کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا اور بچھڑا اس کا تعاقب کرنے لگا۔ گھبرا کر شیر جنگل میں جا چھپا اور بچھڑا واپس آ کر اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ ان کا مزار مذکورہ گاؤں میں ہے۔

درویش صابر ولہاری۔ یہ ذات کے "پرند" تھے اور شاہ عنایت صوفی کے ہمعصر تھے۔ ساری زندگی، یہ دن کو روزے رکھتے اور رات کو عبادت کیا کرتے تھے۔ [اس کے علاوہ] یہ ہمیشہ درس قرآن بھی دیا کرتے تھے۔ بے انتہا بزرگی اور پرہیزگاری کے حامل تھے۔

میاں معروف۔ ان کے فرزند میاں معروف کا مقبرہ مشہور ہے۔

میاں مقبول۔ ان کے فرزند میاں مقبول اس وقت حیات ہیں اور اهل اللہ میں قبولیت کی زندگی گذار رہے ہیں۔

کوچھو

یہ سر زمین ونگی اور ولہار کا ایک مشہور گاؤں ہے۔

سید ساجن۔ لقب "سوائی"۔ یہ اصل میں مٹھاری کے تھے۔ مخدوم نوح رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اپنے وقت کے ایک برگزیدہ ولی ہو گذرے ہیں۔ بے حد مشہور ہونے کی وجہ سے ان کا حال اور کرامتوں کی تفصیل [یہاں] تحریر نہیں کی جاتی ہے۔ ان کی

www.maktabah.org

درگاہ اهل الله کی زیارت گاہ ہے اور ان کی زیارت سے حاجتمندوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ ان کے یوم وفات پر ہر سال بڑا میلہ لگا کرتا ہے جس میں خرید و فروخت کے لئے ہر طرف کے آدمی آیا کرتے ہیں۔ [۱۸م]

[سید پنی لدهو]- ان حضرت کے پوتے سید پنی لدهو ذکر خدا میں اس قدر محو رہا کرتے تھے کہ جنگلی جانور یا پرند بھی ان سے نہ بھڑکتے تھے، اور شیر اور بھیڑیئے وغیرہ ان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن وہ دریا کے کنارے سے گذرے تو انھیں دیکھ کر مینڈک ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ [اس پر وہ] کہنے لگے کہ "شاید انھوں نے اب بھی مجھ میں غیر کو دیکھا ہے"۔ اس کے بعد وہیں بیٹھ کر آہ و زاری میں انھوں نے آٹھ پہر گذار دیئے تا آنکہ مینڈک دریا سے نکل کر ان سے الفت کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ اپنے گھر سے لے کر دادا بزرگوار کی آرام گاہ تک، جو ایک تیر کا بھی فاصلہ نہیں ہے، وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے۔ [تب کہیں جا کر بہ مشکل پہونچتے تھے]۔ دیر کا سبب یہ ہوتا تھا کہ راستے میں جو بھی اینٹ، پتھر وغیرہ دیکھتے تھے اسے اٹھا کر دیر تک [اس کی حقیقت میں] غرق ہوجاتے تھے اور بار بار "سبحان الله" کا جملہ ادا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزندوں نے [ان کا] مقبرہ یا حجرہ تعمیر کرانے کے لئے سامان فراہم کیا لیکن [آن سے] اجازت نہ ملی۔

تلهار

یہ مشہور قصبہ ہے۔ یہاں کے مندرجہ ذیل بزرگ مشہور ہیں۔

www.maktabah.org

سید منگی لدھو۔ یہ ہلڑی والے سید عبدالکریم کی اولاد میں سے ھیں۔ کسی وجہ سے بھائیوں سے الگ ھو کر یہاں آگئے اور کافی مدت سخت ریاضتیں کرنے کے بعد اعلیٰ مرتبے پر فایز ھوئے۔ یہاں کے رئیس ارباب موسیٰ نے انھیں اپنی بیٹی کا رشتہ دیا اور انھوں نے دولت کے ساتھ فقیری اور فقیری کے ساتھ دولت خوب حاصل کی۔

[سید عالی شاہ] ان کے بعد ان کے فرزند سید عالی شاہ نے اپنے وقت کے نامور بزرگ کی حیثیت سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ زندگی گذاری۔ [۳۱۹]

[میر حیدر] اب ان کے داماد میرحیدر ابن سید محمدصالح ان کے قائم مقام ھیں۔

پران

یہ دریا کا نام ھے۔ اس کے کنارے کے گاؤں مشہور اور صاحبان حال و مقام کی گذر گاہ ھیں۔ یہاں شیخ بہاؤالدین ملتانی کا لگایا ھوا ایک املی کا درخت ھے جو اھل اللہ کی مشہور و معروف زیارت گاہ ھے اس کے تنے میں کھڑکی جیسا ایک سوراخ ھے جس میں سے ھو کر مرید باھر نکل آتے ھیں اور جو واقعی مجرم (یا گنہگار) ھوتا ھے وہ اس کھڑکی سے نہیں نکل سکتا۔ یہاں ھر وقت فقیروں کی آمد و رفت رھا کرتی ھے۔ شیخ بہاؤالدین ملتانی کے سلسلے کے فقرا وھاں اپنا وقت سماع اور صحبت میں گذارا کرتے ھیں۔

پیر خاکی۔ یہ ایک قدیم مشایخ ھیں اور پران کے کنارے آرام فرما ھیں۔

www.maktabah.org

ابراهیم ناگورانی - یه قوم کے تھیبه اور قدیمی مشائخیں میں سے ھیں - اس سر زمیں میں ان کا مزار اھل اللہ کی زیارت گاہ ھے -

سید حسن ہاکھانو - یه بھی ایک قدیم مشائخ ھیں اور عمرکوٹ کے قریب [ایک] میدان میں آرام پذیر ھیں -

سید لال چھتو - یه سر زمین میندھرا کے بیابان کے ایک قدیم پیر ھیں -

تاج محمد کھسیلرو - یه قدیم فقرا کے سلسلے میں شامل، سومی فقیر کی اولاد میں سے ھیں، جو حسن ہاکھانی کے مقبرے میں آرام پذیر ھیں - اپنے وقت کے یه نامور پیر تھے - حال ھی میں وفات پائی ھے اور "مٹو تنکیجی" میں دفن ھیں -

مظفر درس - یه ذات کے "ھالیپوٹه" ھیں اور بایزید سمه کے علاقه میں سخت ریاضت و مجاھدے کے ساتھ زندگی گذار رھے ھیں [۴۲۰] اپنے خطّے میں بےحد مشھور ھیں - انھیں مخدوم بہاءالدین کے سلسلے کی خلافت ملی ھے -

بابو - یه ذات کے "شکری" ھیں - بیابان میندھرا میں آرام پذیر ھیں - قدیم مشائخین میں سے ھیں -

درس ڈاتو کاچھلو - یه اپنے وقت کے مشھور بزرگ تھے - بیابان میں ان کی آرام گاہ اھل اللہ کی عام زیارت گاہ ھے -

فقیر کھتھوریه - یه سر زمین سومینٹھی (۱) میں آرام پذیر ھیں اور قدیم مشائخین میں سے ھیں -

حسین فقیر راباؤ - یه اپنے وقت کے مقتدر بزرگ تھے - حال

(۱) نسخه "ن" میں "سوسھی" ھے -

www.maktabah.org

ھی میں وفات پائی ہے - ان کا مزار مٹھو کے قریب ہے -

بادل فقیر - اب ان کے فرزند بادل فقیر مریدوں کا نقطۂ اجتماع ھیں -

درس اجر - یہ لوریرہ قوم کے عہد قدیم کے بزرگ ھیں اور موضع پوپرائی میں آرام پذیر ھیں -

درس بلال - کچھ دن گذرے کہ آمری کے نواح میں یہ پران نہر [کے کنارے] سکونت پذیر تھے اور ان سے کتنی ھی کھلم کھلا کرامتیں ظاھر ھوتی تھیں -

میاں شرف‌الدین - اب میاں شرف‌الدین ان کے جانشین ھیں اور عام خلق میں محترم اور اعلیٰ صفات سے موصوف ھیں -
[۴۲۱]

www.maktabah.org

اٹھارھواں باب

[بٹھورہ اور ککرالہ پرگنوں کے بزرگ]

نصرپہ

یہ پرگنہ بٹھورہ کا ایک گاؤں ہے۔

مخدوم صدھو لانگاہ۔ یہ اپنے وقت کے بزرگ اور سب سے بڑے پیر تھے۔ اس قدر صاحب تَرک (توکل) تھے کہ رات کو گھڑوں کا [باقیماندہ] پانی بھی گرا دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "نیا دن نیا رزق"۔ ان کی کراماتیں عام سمجھ سے باہر ہیں۔ ان کا مزار مذکورہ گاؤں میں نامور بزرگوں کی زیارت گاہ ہے۔ سادات مٹیاری (جن میں سید عبدالکریم بھی شامل ہیں) زیادہ تر مخدوم کے مرید ہوا کرتے تھے۔

[ملا آجب] ملا آجب مذکورہ مخدوم صدھو کے فرزند اور روشن کرامتوں کے مالک تھے۔ ایک بار وہ کسی گاؤں کا قصد کرکے نکلے اور سہ پہر کی نماز کے وقت [ایک] دریا کے کنارے

www.maktabah.org

پھونچے - دریا کے اس پار کوئی کشتی نہیں تھی - خادم نے کہا کہ "سرما کا موسم ہے [اس لئے بہتر ہے کہ] گاؤں واپس چل کر رات گذاری جائے اور کل یہاں [دن میں] آکر گھاٹ پار کیا جائے" - [آپ نے] جواب دیا "کوئی بات نہیں رات یہیں گذر جائیگی" - پھر تھوڑی ہی رات گذری تھی کہ قدرت الٰہی سے دریا [کا پاٹ] ایک چھوٹی نہر کا سا ہوگیا اور آواز آئی کہ "اے شیخ اگر پار جانے کا ارادہ ہو تو راستہ [موجود ہے]- لیکن شیخ نے قبول نہ کیا - دریا کی یہ حالت اور ایسی آوازیں کئی بار دکھائی اور سنائی دیں لیکن انھوں نے فرمایا کہ "ہمارا توکل خدا پر ہے تجھ سے (دریا سے) التجا نہ کرینگے" - بالاخر دوسرے دن وہاں سے کشتی کے ذریعے دریا پار کیا - [۳۲۵]

[ملا شہاب الدین] - یہ مذکورہ ملا آجب کے فرزند تھے اور اپنے عہد کے بڑے صالح ، نکتہ رس اور صاحب توفیق بزرگ تھے-

[ملا یوسف] - ان کے بعد ملا یوسف ان کے جانشین ہوئے - یہ فقر ، توکل اور معرفت میں بے حد ممتاز تھے -

[مخدوم فضل اللہ]- ان کے بعد ان کے فرزند مخدوم فضل اللہ نے بزرگوں کے طریقے کو جاری رکھا - یہ ایک بے ریا درویش تھے اور انھوں نے اپنی حالت کو چھپاتے ہوئے زندگی گذاری-

[شاہ عنایت اللہ صوفی] - ان کے فرزند رشید ، حق شناس پیر، بنیادِ شریعت ، مرشدوں کے مرشد ، ولی زمانہ ، مقبولِ بارگاہِ الٰہی شاہ عنایت اللہ صوفی نے ابتدا میں جستجوئے حق کے لئے بڑی سیر و سیاحت کی اور کافی مدت کے بعد دکن میں جا کر

www.maktabah.org

شاہ عبدالملک سے ملاقات کی ۔ انھی بزرگوں کے بزرگ [کے فیض] سے وہ اس مرتبے پر پہونچے جس کے مختصر بیان سے بھی زبان قاصر و عاجز ہے ۔ انھوں نے مرشد کے حکم کے مطابق سخت ریاضت کی تھی ۔ ظاہری علوم انھوں نے شاہ غلام محمد سے حاصل کئے تھے جنھوں نے آن (مرشد) کی اجازت سے شاہجہان آباد میں مسند فقیری کو وقت کے پیروں سے بھی اعلیٰ اور افضل مقام پر پہونچا دیا تھا ۔

شاہ غلام محمد کے آنے کے بعد ، جن کے [علوم] ظاہری کی تحصیل کے معاوضے میں [یہ] مرشد ہو چکے تھے ، انھوں نے شاہ عبدالملک کی خدمت سے معرفت کے اعلیٰ مرتبے پر فایز ہوجانے کی اجازت حاصل کرلی اور کچھ عرصے کے بعد آکر ٹھٹے میں وارد ہوئے ۔ شاہ غلام محمد جو ان مرشدوں کے مرشد [بزرگ] کے طفیل معراج کمال پر پہونچ چکے تھے وہ اپنے مرشد کو ظاہری معبود قرار دے کر حضرت شاہ عنایت اللہ کی خدمت میں اس قدر عجز و نیاز کی راہ اختیار کرتے تھے کہ ٹھٹے کے علما نے انھیں تعزیر کے لئے شرعی عدالت [۳۲۶] میں پیش کردیا ۔ چونکہ اہل اللہ کو ہمیشہ [ظاہری] علما سے اذیتیں پہونچتی ہیں اس لئے [یہ بھی] اپنے مرشد شاہ عنایت اللہ کے سامنے سجدۂ تعظیم بجا لانے کی وجہ سے اہل ظاہر کا طعنہ یعنی شرعی تعزیر برداشت کرکے حسب ارشاد جہان آباد چلے گئے اور کافی عرصے تک وہاں خانقاہِ درویشی روشن رکھنے کے بعد انتقال کر گئے ۔ ان کے فیض سے ہزاروں افراد واصل باللہ ہوئے ۔

www.maktabah.org

اس کے بعد شاہ عنایت اللہ نے میران پور میں سکونت اختیار کرکے جو "جھوک" کے نام سے مشہور ہے پیری مریدی کا غلغلہ بلند کیا [یہاں تک کہ] ان کے فقیروں کی جماعت بعض سلسلوں کے پیروں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی۔ بالاخر اس ملک کے زمینداروں، جیسے کہ پلیجانی زمیندار نور محمد بن منبہ بن رادھو بن باہو پلیجو اور حمل بن لاکھ بن حمل بن لاکھ نے سید عبدالکریم علیہ الرحمۃ کے پوتوں، جیسے کہ سید عبدالواسع بن سید عبدالغنی بن سید عبدالدلیل بن سید دین محمد بن سید عبدالکریم سے مشورہ کرکے فقیروں سے چھیڑ چھاڑ اور جھگڑا فساد شروع کردیا۔ اس کے بعد کسی موقع پر انھوں نے اچانک فقیروں پر حملہ بول دیا جس میں اھل اللہ کا ایک بڑا گروہ مخدوم پر قربان ھوگیا۔ شہدا کے وارث جہاں پناہ کے حضور میں فریاد لے کر گئے اور بادشاھی قانون کے مطابق اُن کی (قاتلوں کی) زمینیں اِن کے حوالے کی گئیں۔ پھر کتنے ھی غریب اور دوسرے لوگ ھندوستانی عمال کے مظالم سے [بھاگ کر] فقیروں کے دامن عاطفت میں آباد ھوگئے۔ لیکن چونکہ [حدیث شریف] "اشد البلاء علی الانبیا ثم الاولیاء ثم امثل ثم امثل" (۱) کے تقاضے کے مطابق اس کامل اکمل [بزرگ] کی شہادت کا وقت آچکا تھا۔ اس لئے ایک بار پھر سارے منحوس پڑوسیوں نے ٹھٹے کے حاکم کو اپنے ساتھ [۴۲۷] ملا کر اور فقیر کی بغاوت [کا خدشہ] ظاھر

---

(۱) یعنی "سخت سے سخت آزمایشیں انبیا کو پیش آتی ھیں اس کے بعد اولیا کو ان کے بعد ان جیسوں کو اور ان کے بعد انھی جیسوں کو"۔

www.maktabah.org

کرکے شاہی دربار سے ان کی بیخ کنی کا حکم جاری کرالیا۔ پھر جیسا کہ حکمرانوں کے بیان میں مذکور ہوچکا ہے، [دشمن] سندھ کے سارے پرگنوں کی فوجیں جمع کرکے ان پر چڑھ آئے اور [بالاخر] سنہ ۱۱۳۰ھ میں انھیں درجۂ شہادت پر فایز کردیا۔ ہزارھا فقیر آکر ان کے گرد اکٹھے ہوگئے تھے اور سبھی اپنے مرشد کی شمع شہادت پر پروانہ وار فدا ہوگئے تھے۔

شاہ عزت اللہ۔ یہ انھی شیخ شہید کے نامور فرزند تھے۔ انھوں نے نہایت ھدایت اور بزرگی کے ساتھ زندگی گذاری اور سنہ ۱۱۸۶ھ میں انھوں نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔

شاہ سلام اللہ۔ یہ بھی اسی درخت کے پھل ھیں۔ انھوں نے کتنے ھی سال بیابان و صحرا میں بغیر آذوقہ کے مستی کے عالم میں ریاضتوں میں گذارے۔ چند سال ہوئے کہ کچھ ہوش آیا ھے لیکن پھر بھی [انھوں نے] شہرت، پسند نہ کی، اور شہروں میں قدم نہ رکھا۔ [اس کے باوجود] ان کے فدائیوں کی ایک جماعت نے آرام پر تکلیف کو ترجیح دیتے ہوئے ان کا دامن نہ چھوڑا۔ ان سے بڑی کرامتیں ظاھر ھوا کرتی تھیں۔ جن دنوں میاں غلام شاہ خان اور محمد عطر خان، دونوں بھائی ملک کے لئے آپس میں لڑ رھے تھے انھی دنوں کسی شخص نے یہ حالات کہانی کے طور پر ان کے حضور میں بیان کئے۔ آپ نے فرمایا کہ تاج کا مالک "غین" (غلام شاہ) ھے۔ حالانکہ اس وقت کوئی عقلمند اس پر اعتبار نہ کر رھا تھا لیکن زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ غلام شاہ خان ملک کا مالک ھوگیا۔ اسی طرح جو کچھ بھی ان کی زبان سے نکلتا تھا وہ

www.maktabah.org

تقدیر کے عین مطابق ہوا کرتا تھا- کبھی کبھی کسی پوچھنے والے کے سوال کے علاوہ ان کی زبان کرامت بیان سے تنبیھ کے طور پر کچھ جملے نکل جاتے تھے جن سے آنے والے حالات کے اشارے مل جاتے تھے اور [۴۲۸] جیسا کچھ کہتے تھے ھو بھو ویسا ھی پیش آتا تھا- [بالاخر] تقدیر [کے فیصلے کے مطابق] اِس وقت سے کچھ پہلے اپنے بھائی کی زندگی ھی میں وہ انتقال کرگئے-

[میاں محمد زاھد] آج کل خدا آگاہ مرشد ، شاہ ابراھیم صوفی کے فرزند میاں محمد زاھد شاہ ، عزت اللہ کی فرزندی (دامادی) کے تعلق کی وجہ سے صوفی خاندان کی شمع روشن کئے ہوئے ھیں -

اس خامکار (مولف کتاب) کا قلم اس خاندان کے اوصاف بزرگی کے بارے میں کیا بیان کر سکتا ہے- باوجود یکہ ھزاروں مرید مرشد کی شہادت کے موقع پر کام آئے اور اس خاندان کا کوئی فرد مشائخی کو پسند نہیں کرتا لیکن پھر بھی سندھ میں [ان کے] ظاھر و باطن ھزاروں مرید موجود ھیں اور دیگر ممالک میں بھی اس گھرانے کے فیض کی برکت سے بڑے بڑے مشائخ اور صاحب کمالات بزرگ ھو گذرے ھیں -

اہلان

یہ بٹھورہ پرگنہ کے مواضعات میں ایک گاؤں ہے- یہاں کے باشندوں کو "اہلان" قوم کہا جاتا تھا - شاہ عالم برچی جس کا ذکر آیندہ ھوگا اسی سر زمین کا باشندہ ہے-

درویش احمد- یہ قوم کے "رونجھ" تھے اور سید عبدالکریم

www.maktabah.org

ہمعصر تھے۔ بہ لحاظِ کمال و بزرگی، اولیا کے زمرے میں داخل تھے۔

ہٹڑی

یہ بھی پرگنہ بٹھورہ کا ایک گاؤں ہے۔

قاضی حسن۔ یہ بڑے عالم اور صاحب سیر و سلوک بزرگ تھے۔ سید عبدالکریم کے ہمعصر تھے۔

درویش صابر سومرو۔ یہ مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کی نگاہ فیض کے نوازے ہوے بزرگ تھے اور اہل کمالات کی صفات سے متّصف تھے۔ [۴۲۹]

ڈہی

یہ بھی بٹھورہ پرگنہ کے مواضعات میں سے ایک گاؤں ہے۔

درویش جونہ۔ اپنی ولایت اور بزرگی کے اعتبار سے بے حد مشہور [بزرگ] ہیں۔ سید عبدالکریم کے ہمعصر تھے۔

راھوٹ

یہ ایک مشہور گاؤں کا نام ہے۔

مخدوم صدرالدین راھوٹی۔ یہ عاملِ کامل اور جامع العلوم بزرگ ہو گذرے ہیں۔

مولانا ضیاء الدین۔ ان کے فرزند مولانا ضیاء الدین علوم وہبی و درسی میں جامع اور مرزا شاہ حسن کے ہمعصر تھے۔ ابتدا میں یہ درس و تدریس [میں مشغول رہے لیکن] بعد میں گوشہ نشینی اختیار کرکے اپنے پاس لوگوں کی آمد و رفت کے دروازے بند کردیئے اور اسی حالت میں زندگی گذار دی۔

شیخ عبداللطیف۔ علوم عقلی و نقلی کے یہ ایک متبحّر عالم

www.maktabah.org

ہو گذرے ہیں - مذکورہ مولانا ضیاء الدین کے ہمعصر معلوم ہوتے ہیں -

دائرو (دائرا)

یہ پرگنہ درک کے مواضعات کا ایک گاؤں ہے -

مخدوم حسن ہرپرہ - یہ بڑے بلند مرتبہ بزرگ تھے - نقل ہے کہ ایک دن وجد کے عالم میں وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جا پہونچے - [وہاں] ایک شخص نے خوشبو کا ایک ٹکڑا (غالباً مشک کا) آنحضرت صلعم کو تحفے میں پیش کیا - حضرت رسالت مآب نے اسے تقسیم کرنے کا حکم فرمایا - [اپنے حصے کا] خوشبو کا کاغذ انہوں نے اسی وقت اپنے سر میں مل لیا تھا - کہتے ہیں کہ آخر دم تک وہ خوشبو ان کے سر میں قائم رہی - [۴۳۰]

بلڑی

یہ ایک مشہور قصبہ ہے -

سید ابراہیم شاہ - المعروف بہ "پیر پردیسی" ان کی قبر بلڑی کے نواح میں ہے جس کے ارد گرد اکثر درخت ہیں [پہلے] جو بھی جاندار ان کے پتوں کو ہاتھ لگاتا تھا وہ مر جاتا تھا - [ایک بار] سید عبدالکریم نے ان کی قبر پر آکر کہا کہ "جو لوگ زندہ ہیں وہ اپنے نفس کو مارتے ہیں لیکن تم کہ مر چکے ہو زندوں کو مارتے ہو" - کہتے ہیں کہ اسی دن سے ان بزرگ کا یہ جلال ختم ہوگیا -

سید جلال - یہ سید عبدالکریم کے بڑے بھائی اور عارف العصر تھے - انہوں نے بھائی کے زندگی ہی میں وفات پائی - سید

www.maktabah.org

عبدالکریم سے نقل ہے کہ چھٹپن میں وہ ان کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک کھانے کا طشت غائب ہوگیا۔ [اس پر] میرے بھائی فوراً گاؤں کے باہر گئے درختوں کے درمیان سے وہ طشت لے آئے۔ یہ واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا۔ ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طشت کو لے جانے والا کوئی جن ہوگا۔

سید عبدالکریم۔ ابن سید للہ۔ سادات ملہاری میں سے تھے۔ ان کی ولادت سنہ ۹۴۴ھ میں ہوئی۔ ابتدا میں انہوں نے بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ مثلاً صبح کو مسجد میں اذان دے کر جماعت کے اکٹھا ہونے تک وظائف میں مشغول رہتے اور نماز کے بعد پھر اشراق تک اسی طرح وقت گذار کر گھر تشریف لے جاتے تھے۔ گھر کے کام کاج، [روٹی] پکانے اور کھلانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد گدائی کرکے فقرا کا پیٹ بھرتے اور پھر سر کے اوپر ہل رکھ کر بیلوں کو ہنکاتے ہوئے کھیت جایا کرتے۔ سورج ڈھلنے تک [وہاں] ہل چلانے میں مصروف رہتے اور پھر بیلوں کی گھاس لے کر گھر واپس آتے تھے۔ اس کے بعد بیلوں کے سامنے گھاس ڈال کر [۲۳۱] ظہر کی نماز کی تیاری کرتے اور اذان دے کر با جماعت نماز سے فراغت پاکر پھر حسب دستور کھیتوں میں جاتے اور بیلوں کے لئے گھاس کھود کر اور انہیں پانی پلاکر واپس ہوتے تھے۔ [اس کے بعد] عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھنے، گھر کے کاموں اور فقرا کو بھیک مانگ کر کھلانے سے فارغ ہوکر وہ اپنے گاؤں سے موضع "راہوٹ" کی طرف نکل جاتے تھے اور راستے

www.maktabah.org

میں ہر گاؤں کی مسجد میں پانی اور [استنجا کے] ڈھیلوں کا بندوبست کرنے اور سوتے ہوؤں کی خدمت کرتے لوٹنے تک چلے جاتے ۔ اس طرح مسجدوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے نہر ساموئی کو تیر کر، جاکے پوری مکلی کی زیارت کرتے اور دستور کے مطابق مسجدوں کی نگہداشت کرتے ہوئے پیر پٹھہ کی زیارت کیا کرتے تھے ۔ وہاں سے ہر ایک گاؤں کی مساجد کو اسی طرح دیکھتے بھالتے صبح صادق کے وقت تک اپنے گاؤں واپس آجاتے تھے اور آتے ہی سب سے پہلے مسجد میں اذان دیا کرتے تھے ۔ لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ شاید سید کو نیند ہی نہیں آتی جو اتنے سویرے اذان دیا کرتے ہیں ۔ کسی کو بھی اس سیر و سلوک کی جو اپنی جگہ پر ایک کرامت ہے ، خبر نہ ہوتی تھی ۔ کئی سال اسی طرح گذارنے کے بعد وہ اس مقام پر پہونچے جس پر فائز ہیں ۔ تہجد کی پہلی ہی رکعت میں گریہ اور بےخودی ان پر اس قدر غالب ہوجاتی تھی کہ پوپھٹنے تک انہیں ہوش نہ آتا تھا اور دوسری رکعت ہاتھ نہ آتی تھی ۔ یہ تعجب کیا کرتے تھے کہ لوگ تہجد کس طرح [مکمل] ادا کرلیتے ہیں ۔ قصہ مختصر، ان کی کرامات اور اعلیٰ مقامات حد و حساب سے باہر ہیں ۔ کتاب "بیان العارفین" اور "تنبیہ الغافلین" ان میں سے چند سے لبریز ہے ۔ انہوں نے سید محمد یوسف رضوی بکھری ، مخدوم نوح ، مخدوم آدم سمیجہ ، ساکن موضع کلمی اور دیگر مقتدر مشائخین کی صحبتوں سے فیض پایا تھا ۔ [خاص طور پر] حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمۃ سے کثیر استفادہ کرکے اور انہی کے اشارے کے مطابق مذکورہ قصبے میں سکونت پذیر ہوئے تھے ۔ سنہ ۱۰۳۰ھ میں

www.maktabah.org

انھوں نے وفات پائی ۔ [۳۳۲ھ]

ان کے آٹھ فرزند تھے ۔ [جن میں] ایک سید للو تھے جو اپنے دادا بزرگوار کے ھمنام تھے اور صغر سنی ھی میں فوت ھوگئے تھے ۔ دوسرے سید عبدالرحیم تھے ۔ میاں ابراھیم بن مخدوم نوح علیہ الرحمۃ نے کہا تھا کہ اُن کے تولد ھونے اور بڑے ھونے پر میں خدا کا شکر بجا لایا اور کہا کہ الحمدللہ سید عبدالکریم ثانی پیدا ھوا ہے۔ اتفاق سے یہ والد کی زندگی ھی میں فوت ھوگئے۔ بڑے بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ تیسرے [فرزند] سید جلال تھے ۔ یہ اپنے چچا بزرگوار کے ھمنام تھے جن کا ذکر ھو چکا ہے ۔ اپنے وقت کے ممتاز عابد تھے ۔ والد کے زندگی میں ایک دن یہ ھالہ سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں انھیں قزاقوں نے شہید کر دیا ۔ چوتھے [فرزند] سید برھان تھے ۔ یہ واقعی کمالات عالیہ کے ایک برھان پیدا ھوے تھے۔ خداے تعالیٰ نے انھیں بڑی قوت عطا کی تھی ۔ انھوں نے بھی والد کی زندگی ھی میں وفات پائی ۔ پانچویں [فرزند] سید للو ثانی تھے ۔ اُن کا نام دادا اور بھائی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہ ایک مجذوب سالک تھے اور سیر و سیاحت میں مشغول رھا کرتے تھے ۔ یہ والد کے بعد کچھ عرصے تک زندہ رہے ۔ چھٹے [فرزند] سید دین محمد تھے۔ والد کے زمانے میں یہ گوشہ نشینی میں بسر کرتے تھے ۔ بعد میں انتہائی شان و شوکت اور بے نیازی کے ساتھ زندگی گذاری اور جیسا کہ آگے چل کر مذکور ھوگا والد کے بعد ان کے جانشین ھوئے ۔ ساتویں سید محمد حسین تھے ۔ والد نے انھیں خادم الفقرا کا لقب دیا تھا اور خد"ام سے کہہ دیا

www.maktabah.org

تھا کہ جب بھی دعا کی احتیاج ہو انھی سے رجوع کریں۔ آٹھویں [فرزند] سید عبدالقدوس تھے اور یہ بچپن ہی میں اپنے والد کے سامنے فوت ہوگئے تھے۔ ان کے بارے میں سید عبدالکریم نے کہا تھا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے تقاضا کیا تھا کہ ایسا فرزند عطا کریں جس سے میں خدائی باتیں دریافت کروں۔ کہتے ہیں کہ وہ بچوں کو جمع کرکے اور حلقہ بناکر ذکر میں مشغول ہوجایا کرتے تھے۔ [۴۳۳]

[سید دین محمد] سید عبدالکریم نے وفات کے موقع پر اپنے برگزیدہ فرزند دین محمد کو طلب کرکے امانتِ ولایت ان کے حوالے کی۔ یہ پہلے اعلیٰ لباس کے بڑے شوقین تھے لیکن والد کے بعد انھوں نے سر منڈوا کر کفنی پہنی اور شانوں پر سیاہ چادر ڈال کر سجادہ نشینی کی مسند پر بیٹھے اس کے بعد انھوں نے ہر طرح سے بزرگی اور عزت میں اپنے والد کا نام روشن رکھا۔

[سید عبدالدلیل] ان کے بعد ان کے برگزیدہ فرزند سید عبدالدلیل بزرگوں کی مسند پر متمکن ہوئے اور راہِ ہدایت دکھاتے رہے۔

[سید عبدالغنی] ان کے بعد ان کے فرزند رشید فقر و ہدایت کی دولت کے وارث اور بزرگوں کے جانشین ہوئے۔

[سید عبدالواسع] ان کے بعد ان کے فرزند سید عبدالواسع بزرگوں کے جانشین ہوئے۔

[سید محمد زمان] ان کے انتقال کے بعد سید محمد زمان دادا بزرگوار کے مزار پر انوار کے نگراں ہوئے اور اپنے وقت میں [انھوں نے] بڑا نام پیدا کیا۔

www.maktabah.org

[سید مقیم شاہ] آن کے بعد سید مقیم شاہ بزرگوں کے مصلے کے وارث ہوئے۔

[سید عبدالواسع] اب سید واسع ابن سید محمد زمان بزرگوں کے سجادہ نشین ہیں۔

سید حبیب شاہ۔ یہ سید عبدالکریم کی متبرک اولاد میں ہیں۔ ہمیشہ وجد و حال میں رہا کرتے تھے اور استغراق طاری رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ زیادہ تر ایسا [۴۴۳] ہوا کرتا تھا کہ ان کے مشہور و معروف فرزند سید عبداللطیف جن کا ذکر ہو چکا ہے آن کی خدمت میں حاضر ہوکر بات چیت کیا کرتے تھے لیکن یہ فرمایا کرتے تھے کہ "تم کون ہو؟" وہ (شاہ عبداللطیف) جواب دیتے کہ "آپ کا غلام عبداللطیف ہوں"۔ [اس پر] آپ فرماتے "میں نے تو نہیں سنا"۔ ان کی تاریخ وفات اس جملے سے نکلتی ہے "الموت جسر یوصل الحبیب الی لقاء الحبیب" (۱) یہ تاریخ مخدوم محمد صادق نقشبندی کی کہی ہوئی ہے [جس کے مطابق سنہ ۱۱۰۰ھ برآمد ہوتا ہے]۔ آن کے برگزیدہ فرزند سید عبداللطیف "بھٹ دھنی" کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

[درس محمد امین] محمد امین درس [نام]، "نانک" لقب۔ یہ سر زمین بہرام پور کے رہنے والے ایک پیر تھے۔ یہ بڑے صاحب کرامت و ریاضت، برگزیدہ اور نیک بزرگ تھے۔

---

(۱) یعنی "موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست کے قریب تک پہونچاتا ہے"۔

www.maktabah.org

[سید جمن نانگو] آنھوں نے اپنی زندگی ھی میں اپنے بھتیجے سید جمن نانگی کو اپنا قائم مقام بنایا تھا جو بڑے صاحبِ حال بزرگ تھے۔

[سید سماھبو] مذکورہ سید امین محمد کے بھانجے سید سماھبو پرگنہ روپاہ کے موضع بھین میں سکونت پذیر ھیں اور مشہور کرامتوں کے مالک ھیں۔

کاھوٹ

یہ مشہور قصبہ ہے۔ یہاں کے [بزرگ مندرجہ ذیل ھیں]۔

[حسن ستیو] یہ ایک ولی کامل تھے۔ ایک مرتبہ کسی درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ ایک گوریّا نے اوپر سے بیٹ کی اور وہ آکر درویش پر پڑی۔ [چنانچہ] گوریّا اسی وقت مر گئی۔ جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ اس چڑیا کی موت کا سبب تم ہو۔ [انھوں نے] کہا مجھے تو کوئی خبر نہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ [۳۰ھ] اس نے اس پرند کی اتنی گستاخی بھی برداشت نہ کی۔ ایک دن انھوں نے کسی عالم سے دریافت کیا: "کیا بہشت میں سماع ہوگا؟" اس نے جواب دیا کہ "نہیں" درویش نے کہا کہ: "پھر بہشت ہمارے کس کام کی؟"۔

منچھر

یہ ٹھٹے کے زیر نگیں ایک پرگنہ ہے۔ یہاں کے بزرگوں میں سے ایک مرد (۱) نہایت کامل فقیر ہو گذرا ہے جس پر

(۱) اصل متن میں اس مرد کا کوئی نام نہیں تحریر کیا گیا۔

www.maktabah.org

لوگ بڑا اعتقاد رکھتے تھے - اس کا مزار یہاں معتقدین کی مشہور زیارت گاہ ہے -

[میر کمال اللہ] میر کمال اللہ مہدوی ، میران مہدی (سید محمد مہدی) کے ہوئے ہیں - کہتے ہیں کہ جب سید کمال الدین (کمال اللہ) پیدا ہوے تھے تو انہیں دیکھ کر سید میران نے دریافت کیا تھا کہ ان کا نام کیا ہے اس پر انہیں بتایا گیا کہ "لالن" فرمایا کہ " یہ لالن پالکی میں بیٹھے گا کیونکہ اس میں بزرگی کی شان پائی جاتی ہے"- بالآخر وہ فاضل خان کی دامادی کی برکت سے جو کچھ بھی ہوئے وہ روز روشن [کی طرح عیاں ہے]-

[سید عبدالحلیم] یہ سعید بزرگ سید کمال الدین (کمال اللہ مذکور) کے فرزند تھے - ان کی اولاد موضع جت تعلقہ ککرالہ میں سکونت پذیر ہے-

[سید محمد] یہ مذکورہ سید میران کے داماد تھے اور بڑے صاحب کرامت بزرگ ہو گذرے ہیں -

[سید عبدالرحیم] ان کے فرزند سید عبدالرحیم بھی ایک جماعت کے مرشد تھے -

[سید کریم ڈنہ] سید کریم ڈنہ بھی بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے ایک خوش اطوار بزرگ تھے - آج کل سید کریم ڈنہ کے فرزند سید ستار ڈنہ (۱) ...... موضع جت تعلقہ ککرالہ میں سکونت پذیر ہیں - [۴۳٦]

---

(۱) اس مقام کے حروف دیمک چاٹ گئی ہے اور پڑھنے میں نہیں آسکے -

www.maktabah.org

ککرالہ

یہ سمندر سے ملحق ایک ساحلی خطۂ زمین کا نام ہے جو ابتدا سے مملکت سندھ میں شامل رہا ہے لیکن بعد میں طویل مدت تک جامان سمہ کے زیر اقتدار رہا ۔ اب یہاں غلام‌شاہ کے عہد حکومت میں یہ پھر سندھ میں شامل ہوگیا ہے ۔ اس سر زمین میں متعدد بزرگ ہیں جن میں سے بعض [ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں] ۔

درویش صالح ان کی شاندار کرامتیں مشہور ہیں ۔ یہ سنہ ۱۰۰۰ھ سے پیشتر ہو گذرے ہیں ۔

پیر لاکھ یہ موضع "پکھار" میں مدفون ہیں ۔ جو بھی ان کے مزار پر جھوٹی قسم کھاتا تھا ، اس کے خون جاری ہو جاتا تھا ۔ ایک مرتبہ سید عبدالکریم (بلڑی والے) نے ان کی قبر پر آکر کہا کہ "اے لاکھا! لوگوں نے زندگی ھی میں غصہ اور شوخی ترک کردی لیکن تم مرنے کے بعد بھی نہیں چھوڑتے ہو" ۔ اس کے بعد سے آج تک اگر کوئی شخص پھاوڑہ ھاتھ میں لے کر ان کی قبر بھی کھودتا یا مسمار کرتا ہے تب بھی اسے کوئی گزند نہیں پہونچتا ۔

[شیخ اسماعیل] ۔ یہ صاحب روشن کرامات بزرگ اور قدیم پیر یہیں آرام فرما ہیں ۔ دیرہ کے اکثر لوگوں کی قبریں بھی یہاں ہیں ۔

[پیر کومن (۱)] دیرہ کے مغرب کی جانب اہل اللہ کی زیارتگاہ ہے ۔

---

(۱) نسخہ "ن" میں یہ نام "کرمن" مذکور ہے ۔

www.maktabah.org

شیخ راجن ۔ یہ شیخ بہاؤالدین ملتانی کی اولاد میں ہیں۔ ککرالہ کے سبھی جام ان کے مرید ہیں اور ان کی اولاد میں سے بھتیروں کو [انھوں نے] رشتے دیئے ہیں ۔ ان کی اولاد پیر زادگی کی ہدایت کے ساتھ [تاحال] موجود ہے۔

شیخ مغل بھین ۔ یہ ناسور اور صاحب روشن کرامات بزرگ ہیں۔ ایک دنیا ان کی مرید ہے۔ ان کا مزار دیرہ کے مشرق میں سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر مشہور ہے۔ [۳۳۷]

شیخ اڑو ھالائی ۔ یہ ایک قدیمی پیر ہیں اور موضع مغل بھین سے تقریباً دو کوس کے فاصلے پر ایک علیحدہ گاؤں میں آرام پذیر ہیں۔

پیر کچھریو ۔ [ان کا مزار] خلیج بحر کے کنارے ایک گاؤں میں ، جو انھی کے نام سے منسوب ہے ، عوام کی زیارت گاہ ہے جہاں عوام و خواص کی مرادیں بر آتی ہیں۔

شیخ لال ۔ یہ ساحلی علاقے کے ایک قدیمی ولی ہیں اور ان کی درگاہ پر مشہور میلہ لگا کرتا ہے۔

مخدوم جلال محمد ۔ یہ جید عالم اور تقریر و تحریر کے ماہر بزرگ اپنے زمانے میں بے نظیر ہو گذرے ہیں ۔ جملہ علوم میں ان جیسا جامع دوسرا کوئی نہ تھا ۔ مخدوم محمد معین ٹھٹھوی انھیں اکثر علما پر فوقیت دیتے تھے ۔ وہ ویسے تو ہر علم کے زبردست عالم تھے لیکن علم طب و نجوم میں بقراط ثانی اور بوعلی اول تھے ۔ اس قدر کمال حاصل ہونے کے باوجود وہ عام لوگوں کی طرح نہایت سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے اور دولت مندوں کو کبھی بھی اپنی جانب رجوع ہونے کا

www.maktabah.org

موقع نہ دیتے تھے۔ حال میں چند سال گذرے ہونگے کہ انھوں نے انتقال کیا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ ککرالہ کے بزرگوں میں سے یہ چند نام جن کا ذکر کیا گیا ہے دریا کے اس پار سے تعلق رکھتے ہیں [چنانچہ] اب اس کنارے کے کچھ بزرگوں کا بطور تبرک ذکر کیا جاتا ہے:

[قاضی قطب الدین] یہ اصلاً لہٹے کے باشندے ہیں لیکن کچھ پشتوں سے ککرالہ کے منصب قضا کے مالک ہوکر دریا کے اس پار اورنگا بندر میں رہنے لگے ہیں۔ [۳۳۸]

[قاضی محمد شریف] ان کے بعد ان کے فرزند قاضی محمد شریف مسند شریعت پر متمکن ہوئے۔

[قاضی ہدایت اللہ اور دوسرے] ان کے بعد ان کے فرزند قاضی ہدایت اللہ اور ان کے بعد ان کے بھائی قاضی محمد فاضل، شریعت کی پابندی اور انتہائی عزت کے ساتھ مذکورہ خدمت [بجا لاتے رہے]۔ یہ دونوں بزرگ خاص رنگ اور خوبیوں کے مالک تھے۔ اب وہاں قاضی محمد فاضل کی اولاد موجود ہے لیکن چونکہ قاضی فاضل کی اولاد صغیر سن تھی اس لئے وہ (قضا کی) خدمت دوسروں کے ہتھے چڑھ گئی، البتہ بعض علاقوں میں یہ برائے نام قاضی ہیں جن میں قاضی محمد فاضل کے فرزند محمد خلیل کا نام [قدرے مشہور] ہے۔

حاجی قائم الدین۔ یہ طویل عرصہ بغداد میں مرشدوں کی خدمت میں گذار کے پیران پیر کی خلافت کے توسل سے ککرالہ میں آئے اور آکر اورنگا بندر میں مقیم ہوئے۔ اپنے وقت کے مقتدر

www.maktabah.org

بزرگ ھو گذرے ھیں۔

[میاں کبیر محمد اور میاں پیر محمد] ان کے فرزند میاں کبیر محمد تھے - ان کے بعد اب میاں پیرمحمد ان کی اولاد میں باقی ھیں اور بڑے با ھدایت بزرگ ھیں۔

درویش گل شاہ- یہ قلندر مشرب اور صاحب ولایت بزرگ تھے - [انھوں نے] اورنگا بندر میں وفات پائی۔

[شیخ رحمت اللہ] شیخ رحمت اللہ بھی بڑے سالک بزرگ تھے - یہ اصلاً ھندوستان کے تھے [لیکن] بعد میں آکر اورنگا بندر میں سکونت پذیر ھوئے اور یہیں وفات پائی - ان کی تربت عوام کی زیارت گاہ تھی لیکن اب اسے دریا بہا لے گیا ھے۔

[شیخ محمود] یہ ایک نامور بزرگ تھے دریا کے اس پار آرام فرما ھیں - [ان کا مزار] ابھن شاہ کے جنوب میں عوام کی مشہور زیارت گاہ ھے - [۴۳۹]

سید یقیق - یہ ایک مشہور و معروف بزرگ تھے - اورنگا بندر سے تقریباً چھ کوس کے فاصلے پر شمال کی طرف مدفون ھیں - ان کی درگاہ پر لوگوں کی حاجتیں پوری ھوا کرتی ھیں اور ھر قسم کے امراض کے لئے تو وہ [جیسے] شفاخانہ ہر کرامت ھے۔

ابن شاہ - یہ شیخ بہاؤالدین ملتانی کی نسل سے شیخ اسماعیل قریشی کی اولاد میں، جن کا بدین کے بزرگوں میں ذکر ھو چکا ھے، بے حد مشہور ھیں - [ان کا مزار] اورنگا بندر سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ایک ٹیلے پر ھے جو ابھن شاہ کے ٹیلے کے نام سے مشہور ھے - ان کی اولاد موضع بہاؤالدین پور میں سکونت پذیر ھے - ان میں نامور بزرگ پیدا ھوئے ھیں -

www.maktabah.org

[اولاد ابن شاہ] ان میں شیخ امام الدین، ابھن شاہ ثانی اور شیخ امام الدین ثانی بڑے صاحب کرامات بزرگ ہو گذرے ہیں- شیخ علیم الدین سے قرابت ہونے کی وجہ سے وہ (؟) کتنی ہی مدت تک ٹھٹے میں رہے اور دون فرزند، شیخ صدرالدین اور شیخ بدرالدین [یادگار] چھوڑ گئے جو بہاؤالدین پور میں واپس آکر سکونت پذیر ہوئے۔ شیخ علیم الدین کے تیسرے فرزند شیخ پنی لدھو اس وقت اس سلسلے کے سر براہ اور مرشد کامل ہیں- شیخ صدرالدین کے فرزند شیخ سنگی لدھو بھی ایک بلند مرتبہ اور نامور بزرگ تھے - حال ہی میں لا ولد فوت ہوئے ہیں -

مخفی نہ رہے کہ جب تعلقہ سیوہن کے بزرگوں کے ذکر کے بعد دریا کے اُس پار کے بزرگوں کے بیان سے فراغت حاصل ہوئی تو اب دریا کے اِس پار ٹھٹے تک رہنے والے بزرگوں کا ذکر شروع کرتے ہیں - [۳۳۰]

انیسواں باب

[مٹیاری ، نیرون کوٹ ، گنجہ ٹیلہ اور وہاں کے بزرگ]

متعلوی (مٹیاری)

یہ ایک مشہور شہر اور عالی نسب سادات کا مسکن ہے۔ یہاں کے سادات سارے سندھ میں پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف مقامات پر آباد ہوگئے ہیں۔ ان میں سے بیشتر صاحب معرفت بزرگ ہو گذرے ہیں جیسا کہ سابقہ اور آیندہ بیانات سے واضح ہوتا ہے۔

سید حیدر- یہ اپنے وقت کے ایک بڑے ولی روشن نشانیوں اور کھلی ہوئی کرامتوں کے مالک تھے۔ ان کی کثیر اولادیں ہوئیں جو خاندانی نجابت اور نسب کی پاکیزگی میں مشہور ہے۔ ان میں سے بہتوں کا مختلف مقامات کی نسبت سے ذکر ہوچکا ہے۔ اب اس شہر کے سادات میں سے بعض کے نام بطور تبرک بیان

www.maktabah.org

کئے جاتے ہیں۔

سید للو۔ یہ سید عبدالکریم کے جن کا ذکر ہو چکا ہے والد بزرگوار ہیں۔ اپنے وقت میں یہ فیض خداوندی کا مرکز اور شہود دائمی کے سر چشمہ تھے۔

سید رکن الدین۔ یہ اسی مقدس خاندان یعنی مذکورہ سید کے گھرانے کے باغ کے، اپنے وقت میں مشہور [پھول] تھے۔ انھی سے روایت ہے کہ "نہروں کے فتراک بھرے بیٹھا ہوں، اور لگا رہا ہوں۔ یہ کسی کے کانوں سے اور کسی کے منہ سے پار ہوتے جا رہے ہیں لیکن کسی کو سیدھا تیر نہیں لگتا کہ وہ گر جائے۔ [۱۴۴] یہ تیر جس کو بھی [سیدھا] لگا وہ ایسا گرے گا کہ پھر نہ اٹھ سکے گا"۔

سید عالی۔ یہاں کے سادات کے چار قبیلوں میں سے یہ قبیلہ کڑیہ میں سے ہیں۔ انھوں نے انتہائی بزرگی کی حالت میں زندگی گذاری ہے۔

سید لالن۔ ان کے فرزند سید لالن بڑے صاحب کمال و حال بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کی ہمشیرہ معصومہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہمارے نسب کی صحت کا کیا ثبوت ہے ؟ اور یہ بات انھوں نے اپنے بھائی سے کی۔ انھوں نے کہا کہ میں تمھیں مطمئن کردونگا۔ شب کو [خواب میں] وہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے ر اشارہ ہوا کہ صحت نسب کی نشانی صبح تمھیں خود ھی مل جائیگی۔ اتفاقاً صبح کے وقت میاں عبدالباقی واعظ مسواک درود اور حاضری لے کر دروازہ پر آئے اور پکارکر کہا کہ

www.maktabah.org

"آپ کے جد امجد نے مجھے آپ کے نسب کے صحیح ہونے کی نشانی عطا فرما کر آپ کی خدمت میں پہونچانے کا حکم فرمایا ہے"۔

کہتے ہیں کہ سندھ کے حاکم میاں نور محمد نے انہیں انتہائی عجز کے ساتھ بغرض زیارت مدعو کرکے ان سے نادر شاہ کی آمد وغیرہ جیسی پیشینگوئیاں معلوم کیں۔ مذکورہ شاہ صاحب نے وہاں سے واپس آکر فرمایا کہ "شہرت ہمارا مقصد نہیں اس لئے اب اس فسادخانہ سے جلد ہی رخصت ہوجانا بہتر ہے۔ [چنانچہ] وہ جلد ہی رحلت فرما گئے۔

سید شہ میر۔ یہ یہاں کے ایک بزرگ زادے ہیں۔ بقائے سنت اور اسلامی مقدموں کی حمایت میں بے حد مبالغہ کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ وہ اسی امر میں متوجہ رہا کرتے اور ہر دینی کام میں طلبا کی جماعت کو ساتھ لے کر دین پاک کی [۴۴۲] ترویج کے لئے دل و جان سے کوشاں رہا کرتے تھے۔ حال ہی میں وفات پائی ہے۔

میاں عبدالباقی واعظ۔ انھوں نے میاں ابوالقاسم نقشبندی ٹھٹوی سے، جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا، فیض حاصل کیا تھا۔ ان کی ایک کرامت تو مذکورہ بیان سے ظاہر ہے۔ غرض ان کی صحبت وعظ کتنے ہی گمراہوں کو راہ ھدایت پر لے آتی تھی۔ مشہور ہے کہ وہ وعظ کی ہر مجلس نبی پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی جناب سے اجازت لے کر برپا کیا کرتے تھے اور تازہ اجازت کے بغیر وہ کبھی وعظ و نصیحت کی محفلیں منعقد نہ کیا کرتے تھے۔

www.maktabah.org

میاں ابوالبقا- یہ ایک نامور طالب علم اور باعزت عالم تھے - انھوں نے حال ہی میں رحلت پائی ہے-

سہار

یہ ایک مشہور گاؤں ہے-

درویش حسین- یہ مذکورہ گاؤں کے باشندے اور ذات کے دھوبی تھے - بڑے صاحب حال و قال بزرگ رہے ہیں - سید عبدالکریم (بلڑی والے) کے ہمعصر تھے -

درویش بھنبھو سہار- ایک مرتبہ لوگ سفارش کے لئے انہیں حاکم کے پاس لے گئے - حاکم نے دربانوں کو ہدایت کردی تھی کہ اگر درویش آئیں تو انہیں اس قدر زد و کوب کرنا کہ پھر وہ دوبارہ آنے کی جرات نہ کریں - چنانچہ اسی فیصلے کے مطابق دربانوں نے انتہائی زدوکوب کرکے نکال دیا - ابھی انھوں نے تھوڑا فاصلہ بہ مشکل طے کیا تھا کہ کچھ اور لوگ جن پر جرمانے عاید کئے گئے تھے اور اس حال سے بے خبر تھے، ان سے ملے اور سفارش کرنے کی درخواست کی - چنانچہ وہ پھر واپس حاکم کے دروازے پر آئے- دربانوں نے یہ دونوں واقعات جاکر حاکم سے بیان کئے جس پر اس نے کہا کہ درویش صاحب حال ہیں - پھر انہیں بلا کر اور معافی طلب کرکے وہ دونوں کام کردیئے - ان کا زمانہ سید عبدالکریم کے زمانے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے- [۴۴۳]

نیرون کوٹ (حیدرآباد)

یہ سندھ کے ایک راجہ نیرون سے منسوب ہے - جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے- دیبول کے قریب بدیل کے شہید ہونے

www.maktabah.org

کے بعد یہاں کے حاکم نے جس کا نام سمنی تھا (۱) خود بخود حجاج سے امان لے کر اطاعت قبول کرلی تھی - پھر جب جلد ھی محمد بن قاسم نے سندھ پر فوج کشی کی اور دیول فتح کرنے کے بعد اس طرف متوجہ ھوا تو اس نے اسی امان کی دستاویز کے ذریعے محمد بن قاسم کی حاضری کا شرف حاصل کیا اور پھر اس کا مشیر بنا - [نیرون] اس ملک کا ایک پرانا مشہور قلعہ ھے جو مدت سے مسمار پڑا ھوا تھا اور اس کی شہرت ایک چھوٹے گاؤں کی سی رہ گئی تھی - سنہ ۱۱۸۲ھ میں میاں غلام شاہ کلھوڑا نے اس مقام کو خاص اپنی سکونت کے لئے پسند فرما کر ایک مضبوط قلعہ اور شاندار شہر کی بنیاد رکھی- [کھدائی کے موقع پر] بعض لاشوں کے بر آمد ھونے کے ساتھ لوگوں کو بعض عجائبات نظر آئے - یہاں آرام فرمانے والے کتنے ھی بزرگوں کی لاشیں ، جنھیں وفات پائے صدیاں گذر گئی تھیں - بالکل صحیح و سلامت نکلیں ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت کی لاشیں ایک قبر سے اس قدر تازہ بر آمد ھوئیں کہ گمان ھوتا تھا کہ جیسے یہ زندہ ھیں - کہتے ھیں کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے عاشق اور معشوق تھے - نئے قلعہ اور نئے شہر کا نام حیدرآباد تجویز ھوا - قلعے کی مضبوطی کا کیا بیان کیا جائے! - واقعی اس سے پیشتر سندھ

---

(۱) اس مقام پر بھی میر قانع نے وھی دھوکا کھایا ھے- فی الواقع "سمنی" نیرون کوٹ کے حاکم کا لقبِ صفاتی تھا نام نہیں - اس کا نام سندر تھا جیسا کہ بدیل کی شہادت کے واقعے کے موقع پر تحریر کیا جا چکا ھے -

www.maktabah.org

میں ایسا قلعہ مشکل ہی سے دکھائی دیتا تھا ۔ مندرجہ ذیل یہاں کے بزرگوں میں سے ہیں ۔ [۳۳۳م]

شیخ مکائی (شاہ مکائی) ۔ یہ بڑے مقتدر ولی اور پہلے اسلامی حاکم ہیں جو تسخیر سندھ کے بعد یہاں حکمران ہوئے ۔ ان کی درگاہ اولیاء اللہ اور اہل معرفت کی زیارت گاہ اور مرجع ہے ۔

[شاہ بخاری] مذکورہ شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر ان کی با برکت درگاہ زائرین کا مرکز اجتماع ہے ۔

تاباھو

یہ نیرون کوٹ کے مواضعات میں سے ایک گاؤں ہے ۔

درویش بادو ۔ یہ مخدوم نوح کے مرید تھے ۔ کہتے ہیں کہ جب پہلے یہ مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان سے فرمایا کہ کہو" لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" [چنانچہ] یہ کلمہ پڑھتے ہی اس طرح تڑپنے لگے کہ جیسے مچھلی پانی سے نکل کر تڑپتی ہے ۔ بالآخر تڑپ تڑپ کر وہ زمین پر مردے کی طرح ٹھنڈے ہو کر رہ گئے ۔ مخدوم کے حکم پر انہیں حجرہ میں اٹھا لے گئے جہاں وہ تین دن تک بے خبر پڑے رہے ۔ اس کے بعد انہوں نے جو مرتبہ پایا وہ روز روشن [کی طرح عیاں ہے] ۔

رکن پور

شیخ رکن الدین ملتانی کے نام پر جس کا ذکر ہو چکا ہے یہ گاؤں مشہور ہے ۔

شیخ ریحان جنگلی ۔ یہ ذات کے سومرو تھے اور یہاں کے کامل بزرگ تھے ۔ شیخ رکن الدین ان کی زیارت کے لئے اس

www.maktabah.org

گاؤں میں آئے تھے جس کے بعد یہ [گاؤں] ان ھی کے نام سے پکارا جانے لگا ۔

شیخ ریحان کا اصل نام چنیسر تھا ۔ کہتے ھیں کہ اتفاقاً کسی وقت شیخ رکن الدین اور مخدوم لعل شہباز ادھر آنکلے اور ان سے روٹی ، دودھ اور شہد کھلانے کا اصرار کرنے لگے - [۳۳۵] [کہتے ھیں کہ اس موقع پر] ایک قدرتی چکی پیدا ھوگئی جس کا ایک پاٹ اب تک موجود ھے اور [بزرگوں کی تواضع کے لئے] انھوں نے جس سینگری کے درخت سے شہد کا چھتہ اتارا تھا وہ بھی یادگار کے طور پر باقی ھے اور لوگوں کی زیارت گاہ ھے۔

شیخ قطب - ان کے فرزند شیخ قطب بھی وقت کے قطب تھے اور رکن پور میں آرام پذیر ھیں۔ یہاں ھر ماہ کی چودہ تاریخ کو اچانک بغیر کسی اھتمام کے میلہ لگ جایا کرتا ھے اور آدھی رات تک ھر قسم کے لوگ آکر اکٹھے ھوجاتے ھیں ۔

[شیخ دودا] - مذکورہ شیخ محمد قطب کے بھائی شیخ دودا کی قبر بھی بھائی کے ساتھ ھے۔ کہتے ھیں کہ جب شیخ دودا شہید ھوئے تھے تو مخدوم لعل شہباز ان کی فاتحہ خوانی کے لئے آکر پتھر پر بیٹھے تھے۔ [اس موقع پر] وہ جس پیپل (۱) کے درخت پر ٹیک دے کر بیٹھے تھے وہ آج تک موجود اور نیکوں کی زیارت گاہ ھے۔

[شیخ عنایت] پشتینی دستور کے مطابق اب یہ شیخ ریحان کے سجادہ نشین ھیں اور صاحبِ حال بزرگ ھیں ۔

---

(۱) نسخہ "ن" میں " درخت انار " ھے ۔

www.maktabah.org

شیخ کریم ڈنہ : یہ شیخ قطب کے خلیفہ ہیں اور وہیں رہتے ہیں -

شیخ ابراہیم - مذکورہ شیخ ریحان جنگلی کی اولاد میں یہ اپنے وقت کے ولی تھے - ایک دن یہ سید علی شیرازی کی زیارت کے لئے گئے - تسبیح ہاتھ میں تھی [جب] سید نے مصافحہ کیا تو فرمایا کہ "آپ کے ہاتھ میں بھی تسبیح ہے"- [انھوں نے] جواب دیا کہ دبلے اور ضعیف گھوڑے کے لئے تو چابک ضروری ہے لیکن تازہ اور تیز گھوڑا بھی چابک کے بغیر اچھا نہیں لگتا"-

شیخ ریکن - یہ بھی مذکورہ شیخ ریحان جنگلی کی اولاد میں ہیں - ان کی تربت تحصیل چاکر ہالہ میں اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے اور پرہیزگاروں کی مرجع ہے [٣٣٦]

ڈھورو منکورو

یہ ایک مشہور قصبہ ہے جہاں سادات مٹیاری کثیر تعداد میں آباد ہیں - یہاں اس خاندان کے کئی مشہور بزرگ پیدا ہوئے ہیں -

سید ہارون - یہ ، ذات بے مثال (اللہ) کے مقربِ بارگاہ تھے - [اپنے] آخری زمانے میں فقر و رضا میں کثیر درویشوں کے سردار ہو گذرے ہیں - ان کی کتنی ہی کرامتیں روشن اور محققانہ اشعار [مشہور] ہیں - قصبے کے باہر ان کی قبر مخلوق عام کی زیارت گاہ ہے اور عہد حاضر میں بے حد مشہور ہیں -

سید شیر یزدان - یہ سادات کے مشہور سر گروہ اور شان و

www.maktabah.org

شوکت، دولت، احسان اور سخاوت میں بے حد نیک نام ہیں۔ [انھوں نے] حال ہی میں وفات پائی ہے۔

سید الہیار: زمیندار کی حیثیت سے یہ بڑے طاقتور اور ذاتی صفات کے مالک تھے۔ اہل اللہ کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے اور نیک یادگاریں چھوڑ گئے ہیں۔ ان کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ کثیر اولادیں موجود ہیں۔

[سید محمد] کسانوں کے بھیس میں یہ بڑے دولت مند [بزرگ] ہیں اور اس علاقے میں بڑے صاحب توفیق مشہور ہیں۔ اس وقت بقید حیات ہیں۔

درویش زکریا۔ یہ ذات کے تھیم ہیں۔ شیخ ابراھیم ابن ناگوریہ کے ہمعصر تھے۔ نامور بزرگ ہو گذرے ہیں۔

کنجہ ٹیلہ میں آرام پذیر (مدفون) بزرگ

اس ٹیلے کو "کنجو ولین جو منجو" (ولیوں کا کھٹولہ یا آرام گاہ) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ چونکہ سارے بزرگوں کے حالات کی معلومات ناممکن ہے اس لئے جو کچھ معلوم ہے وہ تبرکاً مذکور کیا جاتا ہے۔

شیخ بھریو ویرداس۔ یہ ایک مجذوب موحد اور وجد و مستی کی راہ کے سالک بزرگ تھے۔ اصلاً برھمن ہیں۔ ہمیشہ جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے اور جنگلی جانوروں کے [۳۴۷] ساتھ بسر کرتے تھے۔ انسانوں سے بھاگتے تھے۔ آخری وقت میں آ کر کنجے ٹیلے کے دامن میں سکونت پذیر ہوئے۔ لوگ ایک ایک کر کے ان کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے اور وہ بتائے بغیر ہر ایک کا دلی

www.maktabah.org

مقصد معلوم کرکے شافی جواب دیتے تھے۔ "حدیقة الاولیا" کے مصنف نے روایت کی ہے کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ وہ ایک سندھی بیت پڑھ رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ معلوم نہیں یہ بیت انہی کی ہے یا کسی اور کی۔ انہوں نے میرے پوچھے بغیر فرمایا کہ یہ بیت اسحاق لوھار کی ہے۔ [اسی طرح] اور بھی کتنی ھی باتیں میں دل میں لایا اور ان کا جواب پایا۔

نقل ہے کہ ایک شخص ان کی زیارت کے لئے گیا۔ اس وقت وہ بھوکا تھا انہوں نے فرمایا کہ "فلاں تھوھڑ کے درخت کے نیچے رکھی ھوئی دیگچی لاکر چولھے پر رکھ" اس نے تعمیل کی تو آپ نے ایک مٹھی پتھریاں اس میں ڈال کر ڈھکن دے دیا۔ اسی اثنا میں جنگل سے ھرنیوں کا ایک جھنڈ آگیا جن کا انہوں نے دودھ دوھا اور پھر دیگچی سے عمدہ طعام نکال کر اس شخص کو کھلایا۔ ان کی وفات سنہ ۹۰۳ھ میں ھوئی اور قبر گنجے ٹیلے کے دامن میں ہے۔

[درویش بدین] درویش بدین ولد راھو سندھ کے ایک مشائخ کامل تھے اور گنجے ٹیلے پر آرام فرما ھیں۔ وہ کثیر مالدار اولاد چھوڑ گئے ھیں جو ان بزرگ کی برکت سے بغیر کسی روزگار اور زراعت و محنت کے فارغ البالی کی زندگی گذار رہے ھیں اور پیر کی دعا سے ان کا رزق کبھی کم نہیں ھوتا۔

درویش چھتو- درویش بدین کی اولاد میں درویش چھتو

www.maktabah.org

بڑے صاحب کرامت بزرگ اور مذکورہ درویش کے جانشین تھے - اب ان کے فرزند مولیڈنہ آن کے مسند نشین ھیں -

نہال شاہ مداری - متاخرین میں یہ ایک مقتدر ولی کامل تھے - کچھ عرصہ پہلے تک وہ اعلیٰ مناقب سے موصوف اور طالبوں کی مرادوں کا مرکز تھے - [۴۴۸]

—*○✻○*—

www.maktabah.org

بیسواں باب

ستیار اور پلیجار پرگنوں وغیرہ کے مواضع اور ان کے بزرگ

رانڈن

یہ انڈ قوم کے مواضعات میں سے ایک مشہور گاؤں ہے۔

درویش راجو ستیو دل۔ یہ ایک مجذوب مطلق اور واصل باللہ بزرگ تھے۔ ہمیشہ سر و پا برہنہ گھوما کرتے تھے اور کہیں بھی سکونت نہ اختیار کرتے تھے۔ ان کی زبان سے جو کچھ بھی نکلتا برہان قاطع کا حکم رکھتا۔ کہتے ہیں کہ جب انہیں کوئی معاملہ پیش آتا تھا تو وہ کھڑے ہو کر ترنم اور الحان کے ساتھ کوئی سندھی بیت پڑھا کرتے تھے اور جو کچھ کہتے تھے وہی ہوتا تھا۔ کسی وقت سر زمین کچھ سے گذرتے ہوئے یہ بھینسوں کے [ایک] ریوڑ کی طرف گئے اور کچھ دودھ یا دہی کا مطالبہ کیا۔ وہاں کوئی مرد نہ تھا اور

www.maktabah.org

عورتیں ان سے بے ادبی کے ساتھ پیش آئیں ۔ انہیں جوش آگیا اور نعرہ لگا کر [آگے] روانہ ہوگئے ۔ اتفاق سے وہ بھینسیں [اپنے] ان بچھڑوں سمیت جو بندھے ہوئے تھے [خود بخود] بھڑک اٹھیں اور سب کی سب گم ہوگئیں ۔ پورے سال تک ان کا کوئی نشان تک دکھائی نہ دیا ۔ پھر سال بھر کے بعد [جب] درویش اس طرف سے گذرے تو عورتوں نے انہیں پہچان کر اپنے مردوں کو بتایا [چنانچہ] وہ سب روتے پیٹتے ہوئے آکر درویش کے قدموں پر گر پڑے اور اپنا حال بیان کیا ۔ درویش نے ان سے کہا کہ "[اچھا] تم بھینسوں کا باڑہ، رسّے اور کھونٹے وغیر تیار رکھو ۔ شام کے وقت ساری [۹۴۴] بھینسیں واپس آجائینگی" ۔ شام کو ایسا ہی ہوا ۔ چرواہوں سے انہوں نے پوچھا کہ "اتنے عرصے تک تم کہاں تھے" ؟ انہوں نے کہا کہ "ہم تو حسب دستور صبح کو گئے تھے اور اب شام کو واپس آرہے ہیں!" ۔ ان کا سنہ وفات ۹۷۷ھ اور مزار مذکورہ قصبے میں ہے ۔

دندی (ڈندی)

یہ مشہور گاؤں ہے ۔

شیخ ممون ۔ یہ شاہ جمیل کے مرید اور قدیم پیر ہیں ۔ ان کا مزار یہیں واقع ہے جہاں مقررہ دن بہت بڑا میلہ لگتا ہے ۔

شیخ کہور اور شیخ نظام الدین ۔ یہ دونوں شہدا تعلقہ ڈندی میں آرام پذیر ہیں ۔ سارے سندھ کی خواجہ قوم ان کی معتقد ہے اور مقررہ چودھویں پر [وہ لوگ] ان کے میلے میں آکر حاضر ہوتے ہیں ۔

www.maktabah.org

ستیار

یہ ایک پرگنہ کا نام ہے۔

شیخ اودھی۔ یہ حضرت غوث الثقلین (پیران پیر) کی اولاد میں ہیں۔ [ان کا مزار] عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے۔

مخدوم یعقوب پلیجو۔ یہ عارف وقت پرگنہ ستیار کے موضع ٹاری میں سکونت پذیر ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی سائل نے آکر ان سے کچھ طلب کیا۔ انہوں نے کہا کہ جنگل میں جاکر میرے غلام سے ایک بھینس لے لے۔ غلام نے یہ پیغام پاکر اس کو ایک ایسی بھینس دی جو روزانہ چھ کاسہ دودھ دیا کرتی تھی۔ مخدوم نے یہ بات سن کر غلام سے کہا چونکہ تونے بغیر مجھ سے پوچھے بہترین بھینس دے دی ہے اس لئے میں تجھے آزاد کرتا ہوں اور یہ بات جاکر فخریہ طور پر اپنی بی بی سے بیان کی جنھوں نے کہا کہ جب تم نے ایسے احسان کے بدلے میں غلام کو آزاد کیا ہے تو پھر تمہارے اوپر [۳۰۰] میرے جو حقوق ہیں وہ میں تمھیں اس توفیق کے شکرانے میں بخشتی ہوں۔

نقل ہے کہ ایک دن وہ جماعت کے ساتھ مونگ کے کھیت میں گئے۔ پکانے کے لئے [اس وقت وہاں] مٹی کی ایک سوراخ دار ھانڈی کے علاوہ اور کوئی دیگ نہ تھی۔ انھوں نے اس کو چڑھانے کا حکم دیا۔ خدام نے اسے چولھے پر ترچھا کرکے رکھا تاکہ اس کے سوراخ سے پانی نہ گرے۔ آپ نے فرمایا کہ "سیدھی کرکے رکھو کیونکہ آدمی زیادہ ہیں اور زیادہ کھانا پکانا ہے"۔ قدرت الٰہی سے اس میں اس قدر

www.maktabah.org

کھانا پکا کہ اس سے اس جماعت نے خوب سیر ہوکر کھایا۔ کھانے کے بعد آپ نے کہا کہ ہو شخص پھاؤڑہ لے کر اس ھانڈی کو توڑنے کی کوشش کرے لیکن وہ کسی سے بھی نہ ٹوٹی۔

کہتے ہیں کہ ایک ھندو اپنی بیٹی کی شادی کے لئے عزیزوں سے نصف خرار دھان لے کر اور ایک عاریتاً مانگے ہوئے بیل کی پشت پر لاد کر اپنے گاؤں چلا جا رہا تھا۔ اتفاقاً جب وہ دریا سے گذر رہا تھا تو [بیل] بار سمیت پانی میں گر گیا اور گم ہوگیا۔ یہ دریائے معرفت کے غواص بھی اس طرف سے ہوکر گذرے اور اس ھندو کو بیل کے غرق ہونے کے غم میں بیقرار دیکھ کر اس سے فرمایا کہ "جا کر فلاں مقام پر ڈبکی لگا۔ وہاں تجھے ایک دربار نظر آئے گا۔ اس دربار میں جو شخص تجھے سب سے ممتاز نظر آئے اس کو میرا پیغام دے۔ پھر تو جو کچھ مانگے گا وہ تجھے مل جائیگا"۔ اشارے کے مطابق جب اس ھندو نے ڈبکی لگائی تو اسے ایک خشک میدان نظر آیا۔ وہ تھوڑی ھی دور گیا تھا کہ آسے ایک بڑا دربار نظر آیا جس میں ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مخدوم کا پیغام پہونچایا تو اس شخص نے اپنے خدمتگاروں سے کہا "دیکھا! میں نہ کہتا تھا کہ یعقوب کی جانب سے ابھی بیل اور اناج کا تقاضہ کرنے کے لئے آدمی آیا چاھتا ھے۔ غرض اناج سمیت وہ بیل اس کے حوالے کیا گیا اور اس (ھندو) نے اچانک خود کو خشک کنارے پر پایا۔ مشہور ھے کہ وہ ھندو اسی اناج کی برکت سے بڑے اثر و رسوخ کا مالک ہوگیا [۱۵۴] مذکورہ مخدوم مرزا شاہ حسن ارغون کے ھمعصر تھے۔

www.maktabah.org

نورائی

یہ ایک مشہورہ گاؤں ہے -

شیخ اسماعیل قادری - اپنے زمانے میں یہ صاحب عصر بزرگ ہو گذرے ھیں - [ان کی درگاہ پر] ھر سال بہت بڑا میلہ لگا کرتا ہے -

[شیخ محمد صلاح] اب ان کی اولاد میں شیخ محمد صلاح پشت بہ پشت وراثت کے ذریعے سجادہ نشین ھیں - خلق ان پر اعتقاد رکھتی ہے اور وہ انتہائی بزرگی کے ساتھ زندگی گذار رہے ھیں -

مخدوم عمر - تعلقہ نورائی کے قدیمی مشائخین میں بہت بڑے پیر ھیں -

اسحاق فقیر - یہ اصل میں موضع کرھیلی کے باشندے ھیں لیکن انھوں نے نورائی میں وفات پائی ہے - اپنے وقت کے مقتدر بزرگ ھو گذرے ھیں - لوگوں کا ان پر بڑا اعتقاد ہے -

علی اصغر - حضرت غوث الثقلین کی اولاد میں آج کل یہ بزرگوں سے وراثتاً ملی ھوئی عظمت و کرامت کی مسند آراستہ کئے ھوئے ھیں - ان کی زندگی اعلیٰ اوصاف سے مزین ہے -

شال

یہ ایک مشہور قصبہ ہے -

شیخ اسماعیل قریشی - شیخ بہاؤالدین ملتانی کی اولاد میں یہ ایک ولی کامل ھیں - یہ قصبہ شال کے بالمقابل ٹیلے کی طرف "منھین" کے کھنڈرات کے کنارے آرام فرما ھیں - ان کے ارادے کی برکت سے ایک دنیا کی مرادیں پوری ھوتی ھیں -

www.maktabah.org

پھٹو

یہ مشہور نہر ہے ۔

سید قادر ڈنہ شاہ ۔ یہ میاں اسحاق سکریہ کے، جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا ، مریدوں میں سے ھیں ۔ آج کل پسندیدہ حال میں زندگی گذار رہے ھیں ۔ [۳۰۲] ان کی شاندار کرامتیں دیکھ کر میاں غلام شاہ (کلھوڑا) جتنا ان کا مرید ہے اتنا کسی اور کا نہیں ہے ۔ انھوں نے حال ھی میں وفات پائی ہے ۔

دبو

یہ پرگنہ پلیجار کے مواضعات میں سے ایک گاؤں ہے ۔

سید پھتو ۔ یہ اپنے وقت کے پیر اور زمانے کے بزرگ ہو گذرے ھیں ۔ ان کی درگاہ ھر ادنیٰ و اعلیٰ کی زیارت گاہ اور حاجت مندوں کی مراد ہے ۔ مقررہ دن پر یہاں میلہ لگا کرتا ہے ۔

سمیجا

یہ ایک مشہور گاؤں ھے ۔

میاں چھتو ۔ ان کی درگاہ اس گاؤں میں اھل اللہ کا مرکز ھے ۔

اسحاق فقیر سکریو ۔ یہ اپنے دادا سکریہ ناھر کی طرح ایک بڑی جماعت کے مرشد ، نیک خصلت اور صاحب حال بزرگ ہو گذرے ھیں ۔ درویشانہ طور طریق کے یہ بیحد پابند تھے ۔

درویش ڈاتار ڈنو ۔ یہ مذکورہ میاں اسحاق فقیر کے فرزند ھیں ۔ اور درویشی اور کرامت میں آج کل بزرگوں کے نقش قدم پر زندگی گذار رہے ھیں ۔ [۳۰۳]

—*○✳○*—

www.maktabah.org

اکیسواں باب

دریائے ساگرہ کے کنارے کے متفرق مواضعات کے بزرگ

دریائے سانکرہ کے کنارے پر آرام پذیر جملہ بزرگوں کی واقفیت دشوار ہے تاہم برکت کے خیال سے ان میں سے صرف چند پر اکتفا کی جاتی ہے۔

شیخ موسیٰ آھیدانی۔ یہ اصلاً ہندوستان کے بزرگوں میں سے ہیں اور سلطان علاؤالدین خلجی کے زمانے میں سندھ میں تشریف لائے تھے۔ ان کا مزار سانکرہ ندی کے کنارے پر ہے۔ [کہتے ہیں کہ] ان کے انتقال کے بعد ہی ایک سوداگر قافلہ سے بچھڑ گیا۔ بار سے لدا ہوا ایک اونٹ اس کے ساتھ تھا۔ [اتفاقاً] اس اونٹ کا پیر پھسل گیا اور [اس کی ٹانگ] ٹوٹ گئی۔ آبادی دور تھی اور یہ غریب تنہا [وہاں] رہ بھی نہ سکتا تھا اور آگے جانا بھی مشکل تھا۔ پریشان ہوگیا کہ

www.maktabah.org

کرے تو کیا کرے۔ اچانک اسے شیخ کی قبر دکھائی دی۔ [وہاں جاکر] اس نے التجا کی۔ رات ہو چکی تھی اس لئے [چارو ناچار اس نے وہ رات] وھیں گذاری۔ صبح اٹھ کر اس نے دیکھا تو اونٹ اچھا خاصہ تھا اور اس پر چوٹ کا کہیں نشان تک نہ تھا [چنانچہ] وہ بار سمیت اپنی راہ لے کر روانہ ہوگیا۔ کچھ عرصے کے بعد اپنے وطن پھونچ کر [اس سوداگر نے] اس اونٹ کو کسی مہلک مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے نحر کیا جس سے معلوم ہوا کہ اس کی ٹوٹی ہوئی ھڈی میں میخ لگی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ شیخ کی کرامت ہے۔ محبت اھل بیت میں اس بزرگ کی بہت سی حکایتیں مشہور ھیں جن کے بے حد مشہور ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ [۳۹۲]

درویش ونھیون چانھیہ - یہ ایک مشائخ وقت، صاحب حال و قال اور مقتدر ولی ھوگذرے ھیں۔ حضرت رسالت مآب کی مجلس اقدس کے باریاب تھے۔ ان کی کرامتیں بیان سے باھر ھیں۔ ان کا سال وفات سنہ ۱۰۰۱ھ ہے۔ عربی مادہ تاریخ "مات فی عشق" ہے جس کا فارسی ترجمہ "در عشق جان سپردہ" [ان کی وفات کے] سال کے مطابق ہے۔ سانکرہ ندی کے کنارے موضع تورکی (۱) میں مدفون ھیں۔

درویش آلو - یہ ایک مجذوب مطلق اور عارف باللہ [بزرگ] تھے۔ اصلاً وہ ھندوستان کے تھے مگر سندھ آنکلے تھے۔ خاموشی کے ساتھ گلیوں میں گھوما کرتے تھے۔ کبھی کبھی

(۱) نسخہ "ن" میں "نورکی" ہے۔

www.maktabah.org

کچھ ایسے الفاظ بھی بولتے تھے جو [لوگوں کی] سمجھ میں آجاتے تھے۔ جنگلوں میں جا کر لکڑیاں اور گھاس کے گٹھر لا کر لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ان کے وسیلے سے کتنے ہی لوگوں کی حاجتیں اور مرادیں پوری ہوتی تھیں۔ ان کا مزار سانکرہ کے کنارے پر ہے۔

درویش ہتلی۔ یہ "سمیجہ" ذات کے بزرگ تھے اور سانکرہ ندی کے کنارے رہا کرتے تھے۔ شیخ ہوتھی بن لاکھ کے ساتھی تھے اور بے حد خوش مزاج تھے۔ ایک دن مچھلی کے شکار کے لئے کانٹا پھینک کر وہ دیر تک انتظار کرتے رہے جب [کوئی] مچھلی نہ پھنسی تو کہنے لگے کہ "خدایا! دے یا لے"۔ اتنے میں دریا کے کنارے کی وہ زمین جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے شق ہونے لگی۔ خائف ہوکر وہاں سے ہٹتے ہوئے انھوں نے کہا "عجیب بات ہے کہ ایسے دینا تو مشکل معلوم ہوتا ہے [لیکن] لینا آساں"۔

درویش لدھا۔ جن لوگوں پر درویش ونھیہ [چانھیہ] کی نگاہ فیض ہوئی تھی ان میں یہ ممتاز شخص تھے۔ مرشد کی توجہ کی برکت سے [۳۹۳] انھوں نے بڑا مرتبہ پایا اور صاحب کشف و حضور ہوگئے تھے۔

مولانا عباس۔ یہ شیخ ونھیہ [چانھیہ] کے ایک ممتاز خادم تھے اور بڑے برگزیدہ صاحبِ حال و قال تھے۔

مخدوم آدم تھیبہ۔ یہ بڑی اعلیٰ منزل پر [فائز] تھے۔ ان کی صحبت فیض سے خالی نہ ہوتی تھی۔

www.maktabah.org

درویش چھتو- ایک اہل دل اور صاحب ولایت بزرگ تھے- انھوں نے کئی مشائخین سے فیض حاصل کیا تھا - مخدوم آدم تھیبہ کے خاص مرید تھے -

شیخ مدھو نوھریہ- یہ ایک عارف العصر اور شیخ وٹھیہ [چانھیہ] کے ھمعصر تھے -

نصرپور

جیسا کہ بیان ھوچکا ھے، سلطان فیروز نے سنہ ۷۵۱ھ میں نصر نامی ایک امیر کو سانگرہ کے کنارے قلعہ تعمیر کرانے کا حکم دیا تھا - اس طرح یہ شہر آباد ھوا اور اسی کے نام سے نصر پور کہلایا جانے لگا - دریا کے نشب میں ھونے اور باغات کی کثرت کی وجہ سے یہ شہر ایک تفریح گاہ بن گیا ھے -

کہتے ھیں کہ ترخانی سرداروں نے سارے سندھ میں اسی سر زمین کو اپنی سکونت کے لئے پسند کیا تھا - آج تک ان کی نسل یہاں موجود (۱) ھے- چند سالوں سے دریا اب اس طرف سے اپنا رخ بدل رہا ھے جس کے وجہ سے یہاں کے باغات ویران ھوگئے ھیں اور ان کی جگہ سیم [زدہ زمینیں] دکھائی دیتی ھیں - یہ خطہ [بڑا] بزرگ خیز [واقع ھوا] ھے -

قاضی خیرالدین - یہ صاحب حال و قال بزرگ تھے - [کہتے ھیں کہ] ان کے زمانے میں کسی شخص کو مرض اسہال لاحق ھوگیا اور کسی بھی [۳۹۴] دوا سے اس کے اسہال بند نہ ھوتے تھے - اس کے عزیزوں نے نا امید ھوکر اسے جوار کے کھیت میں مچان پر لیٹا دیا - اس کا پیٹ کھلی ھوئی مشک

(۱) نسخہ "ن" میں "دفن" ھے -

www.maktabah.org

کی طرح ہمیشہ بہتا رہتا تھا ۔ اتفاقاً [ایک دن] وہ (قاضی خیرالدین) اس طرف سے گذرے ۔ اسے دیکھ کر انھیں رحم آگیا ۔ جب انھوں نے اپنی نگاہ شفا اس کی طرف کی تو وہ تندرست ہوگیا ۔ حدیقۃالاولیا کے مصنف نے معتبروں سے روایت کی ہے ، جس کی صحت کے وہی ذمہ دار ہیں ، کہ وہ بیمار چالیس سال تک تندرستی اور دلجمعی کے ساتھ زندہ رہا ۔ اشتہا کے مطابق جو کچھ بھی اس کے ہاتھ آتا کھاتا رہتا تھا ۔ اس کا مقام اجابت بند ہوگیا تھا اور اہل فردوس کی مانند رفع حاجت کے تقاضے سے مطلقاً آزاد ہوچکا تھا ۔ ان کا (شیخ خیرالدین کا) مزار نصرپور کے جنوب کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر ہے ۔

شیخ محمود معروف بہ شاہ سوستان قادری ۔ یہ بزرگ حضرت پیر دستگیر کے حقیقی پوتے مشہور ہیں ۔ قدیم زمانے میں ان کا مزار دریا کے پرلے کنارہ پر تھا اور کوئی بھی شخص ان کے مقبرے کے اندر نہ جا سکتا تھا ۔ ایک زمانہ گذر جانے کے بعد یہ خطہ پانی میں غرقاب ہوگیا اور ان کی لاش کو دوسرے قطعے میں جو اب دریا کے وسط میں ہے منتقل کر دیا گیا ۔ یہاں بھی خلق اللہ زیارت کے لئے آیا کرتی تھی اور لوگ جالی کے باہر سے زیارت کیا کرتے تھے ۔ [جب] تیسری مرتبہ سیلاب آیا تو انھیں [وہاں سے لاکر] اس مقام پر دفنایا گیا جہاں آج کل آرام پذیر ہیں ۔ اس وقت سے ان کی زیارت عام ہے اور اب جالی کے اندر جانے کی اجازت ہوگئی ہے ۔ ان کی کرامتیں قدیم الایام سے ارادت مندوں کی دیکھی ہوئی ہیں اور خیال یا قلم کے احاطے سے باہر ہیں ۔

www.maktabah.org

اب میر محمد زمان رضوی بزرگوں کے وارث کی حیثیت سے اس درگاہ خلائق پناہ کے سجادہ نشیں ھیں اور نہایت بزرگ اور کامل ھیں - [۳۹۰]

شاہ هاشم رضوی - یہ یہاں [سب سے] پہلے آئے تھے - موجودہ سادات رضویہ کے یہ بزرگوار دادا ھیں اور مشائخ اکبر اور ولی اکمل ھو گذرے ھیں - آج سے تقریباً تیس سال قبل [کچھ لوگ] سیلاب کی وجہ سے ان کی اور دیگر سادات کی لاشیں قدیمی مدفن سے نکال کر لے آئے - جو معتبر لوگ اس کامل کی لاش کے ساتھ تھے ان سے روایت ھے کہ باوجود اس کے کہ مذکورہ سید کی وفات کو دو سو سال گذر چکے تھے پھر بھی [لاش] قبر سے صحیح و سالم بر آمد ھوئی - ایک انگور کا پکا ھوا تازہ دانہ اور بعض نباتات کے چند دانے بھی ان کے دائیں پہلو کے نیچے سے ملے جنھیں مرید آپس میں تقسیم کر کے کھا گئے - دیگر کرامتیں بھی اسی [طرح] سے سمجھی جاسکتی ھیں -

شاہ هاشم رضوی ثانی - یہ پشت بہ پشت ان کے (شاہ هاشم مذکور کے) پوتے اور سجادہ نشین تھے - ان کے حالات بھی [حد] تقریر و تحریر سے باھر ھیں - حیات و ممات [کے زمانے] کی کرامتیں دنیا میں مشھور ھیں - ان کی مریدی کے وسیلے سے ایک زمانہ دینی اور دنیوی مرادوں سے بھرہ ور ھوچکا ھے - انھوں نے بہت سے محققانہ اشعار [بھی] کہے ھیں -

سید نور اللہ - ان کے بعد سید نوراللہ بھی بزرگوں کے نقش قدم پر راہ معرفت میں اپنا وقت گذار گئے ھیں -

www.maktabah.org

[پنی لدھو شاہ] ان کے بعد ان کے فرزند رشید پنی لدھو شاہ والد کی مسند پر بیٹھ کر بڑے بزرگوں کی رسموں کو اچھی طرح جاری رکھتے آئے۔

[شاہ نجم الدین] ان کے بعد ان کے بھائی شاہ نجم الدین نے کمال و معرفت کی روشنی سے بزرگوں کے ستاروں کو منور کیا اور عقیدت مندوں کے دلوں کو حقیقت و ہدایت کے زیور سے آراستہ رکھا۔ [۳۹۶]

[غلام حیدر شاہ] ان کے بعد شاہ غلام حیدر بزرگوں کے جانشین ہوئے اور آج کل اس بزرگ کی ذات با برکات بزرگوں کے کارناموں کی یادگار کے طور پر غنیمت ہے۔

اس مبارک سر زمین میں بہتیرے رضوی سادات بزرگ ہو گذرے ہیں [لیکن] تبرک کے طور پر [صرف] چند پر اکتفا کی جاتی ہے۔

شاہ غیاث الدین ابن شاہ نور اللہ مذکور۔ یہ بھی بزرگی میں کامل ہو گذرے ہیں۔

[شاہ وجہ الدین] ان کے بعد شاہ وجہ الدین [مسند نشین] رہے۔ انھوں نے بزرگانہ صفات سے موصوف رہ کر زندگی گذاری۔

[سید بزرگ] آج کل بزرگی کا نگینہ سید بزرگ اپنے اجداد کی یادگار ہیں اور اعلیٰ بزرگانہ شان کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں۔

سید یار محمد رضوی۔ پہلے یہ ملازمت کرتے تھے لیکن پھر بزرگوں کی راہ فقر سے آگاہ ہوکر توکل کی بلندی پر زندگی گذارنے لگے۔ اب اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

www.maktabah.org

میر محمد شاکر رضوی ۔ موجودہ بزرگوں میں پرھیزگاری اور اجداد کی جملہ صفات سے موصوف ھیں ۔ عوام و خواص ان کے مرید ھیں ۔

سید محمد ظہیر ابن سید سلطان رضوی ۔ انسانی کمالات سے موصوف [بزرگ] ھیں ۔

میر محمد صدیق ۔ انتہائی پرھیزگار طالب علم ھیں ۔ [اس وقت] حیات ھیں ۔

سید عبد اللہ اور سید عبدالرزاق ۔ یہ دونوں والد و فرزند شہید ھیں ۔ کہتے ھیں کہ شہادت کے بعد یہ اپنے سروں کو لے کر [خود] مدفن تک آئے تھے ، اور لوگوں نے [یہ حال] دیکھ کر انھیں دفن کردیا تھا ۔ دونوں بزرگوں کی درگاہ مخلوق عام کی زیارت گاہ اور حاجت مندوں کی مشکل کشا ھے ۔ [۳۹۷]

سید احمد عرف شاہ غوری ۔ یہ حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ھیں ۔ [شہر کے] جنوب میں ان کی درگاہ حاجت مندوں کے لئے کان فیض اور سر چشمۂ حلال مشکلات ھے ۔

بی بی نور بھری ۔ [یہ محترمہ] دباغوں کی قوم کی ایک مجذوبہ سالکہ اور کامل العصر رابعہ ثانی تھیں ۔ ان کا مزار بازار نصرپور کے وسط میں مریدوں کے لئے جائے پناہ ھے ۔ یہ قاضی مسعود کے زمانے میں جن کا بیان آگے چل کر ھوگا ، حیات تھیں اور ان سے بڑی کرامتیں ظاھر ھوتی تھیں ۔

شاہ عنایت اللہ رضوی ۔ یہ سندھی زبان کے ایک بلند پایہ شاعر تھے ۔ ان کے اشعار عارفوں کے ورد زبان اور یقینی

www.maktabah.org

حقیقتوں کو بے نقاب کرتے ہیں - نصرپور کے باشندے تھے - ان کا مزار شیخ موسیٰ آھندانی کے مقبرے میں خلق عام کی زیارت گاہ ہے - ان کی اولاد موضع "لکھمیر" میں سکونت پذیر ہے -

شاہ عنایت اللہ - یہ حضرت پیر دستگیر کی اولاد میں ہیں اور نصرپور میں استراحت پذیر ہیں - ان کی زیارت کے فیض سے زائرین کی ہر طرح کی مرادیں پوری ہوتی ہیں - ان کی اولاد موجود ہے -

قاضی مسعود قریشی عثمانی - یہ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اپنے وقت کے سب سے بڑے ولی اور مقتدر ترین پیر ہو گذرے ہیں - علم کے ساتھ [انہیں] فقیری بھی [حاصل] تھی - ان کے فرزند حافظ حبیب اللہ اور ان کے فرزند میاں عزت اللہ [دونوں] صاحب کمال [بزرگ] ہو گذرے ہیں - اس وقت میاں عزت اللہ کے بھتیجے محمد یار ایک با توفیق انسان ہیں -

قاضی محمود - یہ مذکورہ قاضی مسعود کے بھائی، شہر کے ممتاز فرد اور بڑے با مروت بزرگ تھے - ان کے فرزند : [۳۹۸]

میاں فتاح - بڑے متقی بزرگ اور ھاشم رضوی ثانی کے مرید تھے -

میاں عبدالقدوس - یہ وقت کے پیر تھے اور مذکورہ قاضی محمود اور قاضی مسعود کے ہمعصر تھے -

محمد اشرف - ان کے فرزند محمد اشرف کروڑ گیری (محکمہ چنگی) میں ملازمت کرتے تھے انھوں نے ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی گذاری -

www.maktabah.org

محمد حسن - مذکورہ محمد اشرف کے فرزند محمد حسن بزرگوں کی خوبیوں سے موصوف اور بے حد مشہور تھے - حال ھی میں دیوان گدو مل کے ساتھ وہ ڈیرہ (ڈیرہ غازی خاں ؟) میں قتل ھوگئے ھیں -

شیخ نتھو- یہ نصرپور کے بھانرو قوم کے زمینداروں میں سے تھے - مشرق کی جانب [ایک] کوس کے فاصلہ پر دفن ھیں - ان کی درگاہ خلق اللہ کی زیارت گاہ ھے -

شیخ تودھن دمیاری- یہ [اپنے] وقت کے مرشد کامل تھے - ان کی درگاہ بکھیرہ کی جانب دو کوس کے فاصلے پر عوام و خواص کی زیارت گاہ ھے -

مخدوم سینھرو- یہ زمینداروں میں سے ھیں - ان کا مزار اھل دنیا کی زیارت گاہ اور اھل معرفت کی پناہ گاہ ھے -

سید دین محمد- یہ اصل میں مٹیاری کے باشندے ھیں [لیکن بعد میں انھوں نے] نصرپور کی سکونت اختیار کی تھی - یہ صاحبان کمال میں یگانہ بزرگ تھے -

سید محمد غوث- ان کے فرزند سید محمد غوث اپنے وقت میں بزرگی کی صفات سے موصوف ھو گذرے ھیں -

سید قادر شاہ- اس وقت سید قادر شاہ ولی کامل اور بزرگوں کی یادگار ھیں -

سید عبدالصمد- یہ مذکورہ سید دین محمد کے بھتیجے اور واضح کمالات کا مجموعہ تھے - [۳۹۹]

سید اسحاق - یہ اصلاً بخاری اور یہاں کے ایک مقتدر ولی ھیں - ان کی درگاہ اھل اللہ کی زیارت گاہ ھے -

www.maktabah.org

سید محمد محسن - اب ان کے فرزند سید محمد محسن [اُن کی ایک] جیتی جاگتی یادگار موجود ہیں -

سید ابھن شاہ - یہ بھی اصلاً بخاری ہیں اور کوٹری کے بالمقابل اپنے ہی گاؤں میں ، جو "سید ابھن جی دہ" کے نام سے مشہور ہے، راحت پذیر ہیں - ان کی درگاہ پر مریدوں کی حاجتیں پوری ہوتی رہتی ہیں -

سید عبدالرحمان بخاری - انھی کی اولاد میں ہیں ان کی کرامتیں مشہور ہیں اور کثیر اولادیں ہیں -

سید عنایت اللہ - یہ سید عبدالرحمان کے بھائی تھے اور صاحب حال و کرامت بزرگ تھے - حال ہی میں انتقال کیا ہے -

قاضی حاجی - یہ اس سر زمین کے قدیم بزرگوں میں سے ہیں - میاں ابوالبقا محتسب ، جو دور دور تک مشہور اور اعزاز کے ساتھ حال ہی میں فوت ہوئے ہیں ، انھی کی اولاد میں ہیں -

قاضی عبدالوہاب - یہ یہاں کے نامور اور برگزیدہ قاضیوں میں سے تھے - ان کے انتقال کے بعد ان کی جگہ ان کے بھتیجے قاضی ابوالحسن قضا کے عہدہ پر مامور ہوئے -

قاضی محمد میر - ان کے فرزند قاضی محمد میر اس وقت حیات ہیں اور قضا کے موروثی عہدے پر بحسن و خوبی سر فراز ہیں -

قاضی مخدوم عبدالرحمان - یہ ایک جیّد عالم اور ممتاز فاضل تھے - شاہ جہان کے زمانے سے عالمگیر کی بادشاہی کی کل [مدت] تک یہ حرمین شریفین کے نذرانوں کے متولی تھے - [اس] خدمت کے معاوضے میں انھیں ایک عمدہ جاگیر ملی تھی-

[مخدوم محمد اکرم] ان کے فرزند اکبر مخدوم محمد اکرم

www.maktabah.org

بڑے بامروت اور بافضیلت بزرگ ہو گذرے ہیں ۔ [۴۰۰]

[میاں مدنی] میاں مدنی جو مدینہٗ طیبہ میں پیدا ہوئے تھے ، اسی درخت کے پھل اور اسی چمن کے پھول ہیں ۔

حفیظ یارخان اور عابد یارخان ۔ یہ دونوں نامور بھائی مذکورہ قاضی عبدالرحمان کے فرزند ہیں ۔

قاضی عبدالرحمان ثانی ۔ اپنے بزرگ جد امجد کے [نام سے] منسوب ہونے کی [برکت] کی وجہ سے انھوں نے بڑی با عزت اور ممتاز زندگی گذاری اور مدینہٗ طیبہ میں وفات پاکر مخدوم حیات سندھی کے مقبرے میں دفن ہوئے ۔ حاجی قائم سندھی جن کا ذکر آئندہ ہوگا اور میاں عبدالحمید ہالائی ، جن کا ذکر ہو چکا ہے [دونوں] اسی مقبرے میں مدفون ہیں ۔

قاضی روح اللہ ۔ یہ بھی یہاں کے نامور بزرگوں میں ہیں ۔

مخدوم میاں میدنہ ۔ اِن جامعِ کمالات ، متبحر عالم ، علم فقہ میں اکثر دوسرے علما سے زیادہ ماہر اور راہ سلوک سے واقف بزرگ نے حال ہی میں عمر کمال پر پہونچ کر انتقال کیا ہے ۔

میاں عبد اللہ ۔ اُن کے فرزند میاں عبداللہ علومِ ظاہری سے پورا استفادہ کرنے کے بعد اب علمِ حقیقت کی طرف متوجہ ہیں ۔

میاں نور محمد طالب علم ۔ یہ مخدوم حاجی محمد قائم کے شاگرد ، فقہی فضائل اور علمی کمالات میں اپنے وقت کے مقتدر رہبر ہیں ۔ کچھ عرصہ تک میاں غلام شاہ خان کے لشکر میں منصبِ قضا پر فایز رہے ہیں ۔

مخفی نہ رہے کہ اصل شہر کے باشندوں میں سے کچھ

www.maktabah.org

لوگوں کے ذکر سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آس پاس کے لوگوں کا ذکر شروع کیا جاتا ہے۔

میاں احمد طائی - نصرپور کے نواح اور تعلقہ سماواتی میں یہ صاحبِ کمال اپنے وقت کے ممتاز اور صاحب حال و قال بزرگ ہو گذرے ہیں - [۴۰۱]

[مخدوم حاجی ہارون] اب ان کے داماد حاجی مخدوم ہارون مسند بزرگی پر متمکن ہیں -

پیر درو - سر زمین رو پاہ میں گجر کوٹ کے قریب انھوں نے حال ہی میں وفات پائی ہے -

احمد شاہ - اب ان کے فرزند مسمی احمد شاہ اُن کے جانشین ہیں - عوام و خواص ان کے بڑے معتقد ہیں -

بکیرا

(نصرپور سے تین کوس کے فاصلے پر اسی طرف (ٹھٹھے کی جانب یہ ایک متبرک گاؤں ہے -) -

شیخ فاضل شاہ قریشی - بکیرا کے باشندوں اور قطب الاقطاب شیخ بہاؤالدین ملتانی کی اولاد میں، شیخ فاضل شاہ قریشی سنہ ایک ہزار سے کچھ زائد سال گذرنے پر سندھ میں تشریف لائے تھے اور آکر اسی نورپہ گاؤں میں سکونت پذیر ہوگئے تھے- یہ بزرگِ کامل اور اپنے وقت کے رئیس تھے -

کہتے ہیں کہ انھیں دنوں مخدوم نوح رحمۃاللہ علیہ کے خادموں نے پران (ندی) کے کنارے املی کے درخت والے ایک مقام پر قبضہ کرلیا تھا - یہ مقام قدرت خداوندی سے بے حد متبرک تھا کیونکہ [وہاں کے املی کے] درخت کی جڑ میں

www.maktabah.org

کھڑکی کی مانند ایک سوراخ بنا ہوا ہے جو شیخ بہاؤالدین ملتانی کی یادگار ہے۔ پاک دل انسان کے علاوہ اس میں سے کسی کا گذر جانا ناممکن ہے۔ قدیم الایام سے اس سلسلے کے فقیروں کا وہاں میلہ لگا کرتا تھا۔ [چونکہ] شیخ کے مریدوں کا [مخالفانہ قبضہ ہوجانے کی وجہ سے] وہاں کوئی دخل نہ رہ گیا تھا اس لئے خادموں کی ایک جماعت نے ملتان جا کر قطب الاقطاب (شیخ بہاؤالدین) کے روضے پر املی کے [درخت والے] میلہ کے سابقہ قبضے کی بحالی کی درخواست کی۔ انہیں الہام ہوا کہ عنقریب ہماری اولاد میں سے ایک [۴۰۲] شخص وہاں پہونچ کر تمہیں اس جگہ کا قبضہ دلا دے گا۔ [چنانچہ] اس کے مطابق جلد ہی شیخ بہاؤالدین ملتانی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ایک بزرگ۔

شیخ شہر اللہ - اس مقام پر پہونچے۔ مذکورہ شیخ فاضل شاہ کی ایک دختر کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی۔ انھوں نے انہی بزرگوار کو اپنا فرزند اور داماد بنایا۔ اس عالی مرتبہ بزرگ نے اعلیٰ کرامتیں اور کھلی ہوئی نشانیاں دکھا کر املی کے درخت کا مذکورہ مقام حسب سابق اپنے پیر کے سلسلے کے مریدوں کو [واپس] دلوا دیا۔ اُن کے شاہ سراج الدین اور شاہ قائم الدین نامی دو فرزند ہوئے۔ قائم الدین شاہ نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

[شاہ سراج الدین] پیری مریدی کے سلسلے کو ترقی دے کر شاہ سراج الدین نے بادشاہ کے دربار میں بڑا مقام حاصل کیا۔ جھوک میں آنہیں نے شاہ عنایت اللہ صوفی سے جنگ کا آغاز

www.maktabah.org

کیا تھا - اُن دنوں وہ دھلی میں تھے - ان کے فاضل شاہ اور مہر شاہ نامی، دو فرزند پیدا ہوئے -

[فاضل شاہ] مدت تک پیری مریدی کے سلسلے کو جاری رکھنے کے بعد یہ لاولد فوت ہوئے -

[مہر شاہ] اُن کے بعد اُن کے بھائی مہر شاہ مسند نشین ہوئے - انہوں نے سلسلے کو خاصی ترقی دی -

[شاہ قائم الدین] اُن کے بعد اُن کے نامور فرزند شاہ قائم الدین اُن کے سجادہ نشین ہوئے اور تاحال اُن کی یادگار ہیں -

کاتیار

یہ نصرپور کے سماواتی پرگنے کے قدیمی مواضعات میں سے ہے -

شیخ بھرکیہ جکھو ابن شاھو کاتیار - یہاں کے بزرگوں میں سے ہیں - یہ مخدوم اسحٰق ھالائی کے فرزندوں مخدوم احمد اور محمد کے، [۲۰۳] جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے، ہمعصر تھے - ابتدا میں انہوں نے سخت ریاضتیں کی تھیں - کہتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے سولہ سال کے بعد روزہ کھولا تھا - سردیوں میں ایک چادر لپیٹ کر دریا کے کنارے جایا کرتے اور غسل کرکے اسی بھیگی ہوئی چادر میں نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے اور پھر جب وہ چادر خشک ہوجاتی تو پھر غسل کرکے [حسب سابق] بھیگی چادر لپیٹ کر نماز میں مشغول ہو جاتے - [اس طرح] ساری ساری رات وہ بار بار غسل کرنے اور نماز ادا کرنے میں جاگ کر گذارا کرتے - گرمیوں کے موسم میں گرم دنوں کا سارا وقت وہ سورج کے سامنے بیابان میں گذارا

www.maktabah.org

کرتے کہ جہاں ذرا بھی ہوا نہ ہوتی تھی - آخرکار رفتہ رفتہ ان کے جسم کی ساری کھال [جھلس کر] اتر گئی - کہتے ہیں کہ ایک بار وہ ایک شخص کے ساتھ چلّے میں بیٹھے - شیخ کے لئے روزانہ ایک بڑا میٹھا پراٹھا پکایا جاتا اور وہ اسے کھایا کرتے لیکن دوسرا شخص [مسلسل روزہ رکھتا رہا]- عیب جو لوگوں نے اس بات کو بڑی شہرت دی - [جب] چلّہ ختم ہوا تو انھوں نے وہ چالیسوں پراٹھے جو انھوں نے کھائے تھے نکال کر ثابت و سالم ان لوگوں کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ "دیکھو میں نے جو کچھ کھایا تھا وہ یہ ہے" - مجلس میں موجود سارے لوگوں نے ان پراٹھوں میں سے [تھوڑا تھوڑا] کھایا -

ایک دن ایک آدمی نے شیخ کے پاس آ کر کہا کہ "میری بیوی گم ہے، معلوم نہیں کہ مرگئی یا کہیں چلی گئی- اس کے چھوٹے بچے اس کے لئے بیقرار ہیں" - [شیخ نے] ایک نوکر سے فرمایا کہ "اس شخص کی بیوی کو جا کر لے آ" - وہ دروازہ سے باہر نکل کر حیران ہوکر کھڑا ہوگیا - شیخ نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ "آگے جا" [اس پر] خادم آگے چلتا رہا یہاں تک کہ رات ہوگئی پھر وہ جو بھی قدم آگے رکھتا [اسے ایسا محسوس ہوتا] جیسے وہ زینے سے نیچے اتر رہا ہے- آخر چلتے چلتے اسے زمین اپنے سر کے اوپر دکھائی دینے لگی - پھر اچانک اس کی نظر ایک ایسے شاہی دربار پر پڑی جس میں انواع و اقسام کے پردے، فرش اور قالینیں [۴۔۴] آراستہ تھیں اور ایک شخص شاہی لباس زیب تن کئے بیٹھا نظر آیا

www.maktabah.org

جس کے سامنے کثیر عورتیں اور مرد قیدی بنے بیٹھے تھے - [یہ دیکھ کر] خادم نے اپنے پیر کی جانب سے [ان سے] اس عورت کی آزادی کے لئے عرض کیا - جواب ملا کہ اس عورت نے نذر ادا کرنے میں غفلت کی ہے اس لئے اسے رہائی نہ ملے گی - خادم نے واپس آ کر یہ حال اپنے مرشد سے عرض کیا - شیخ اس عورت کے شوہر کو ساتھ لے کر سابقہ [بیان کردہ] طریقے سے وہاں جا پہونچے [اور جا کر انھوں نے] عورت کی واپسی کا شدید تقاضا کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا - اس پر انھوں نے اس عورت کے شوہر کو حکم دیا کہ "تو اپنی بیوی کو ساتھ لے" [حسب ارشاد] وہ اسے لے کر چل دیا - [یہ حال دیکھ کر] مریدوں نے اس بزرگ سے [جس نے عورت کو قید کیا تھا] کہا کہ [یہ لوگ] عورت کو بغیر اجازت لئے جاتے ہیں" - [بزرگ نے] فرمایا کہ "خدا کا مجذوب اور سر مست عاشق آیا ہے اگر وہ سب کو لے جائیگا تب بھی میں کچھ نہ بولونگا" - یہ عجیب نقل عارف باللہ سید عبدالکریم کی زبانی رسالہ "بیان العارفین" اور "تنبیہ الغافلین" میں بیان کی گئی ہے اور ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ بزرگ جناب پیر دستگیر علیہ الرحمۃ تھے -

[ایک بار لوگوں نے] ان سے (شیخ بھورکیو سے) کہا کہ "سب لوگ شیخ بہاؤ الدین ملتانی کے مرید ہیں لیکن آپ کیوں نہیں ہیں؟" - [یہ سنتے ہی] ہاتھ میں ایک دودھ کا پیالہ لے کر انھوں نے اسی وقت زمین میں ڈبکی لگائی اور آن واحد میں ملتان جا پہونچے - سجادہ نشین [شیخ بہاؤ الدین ملتانی] اس وقت اپنی بی بی [مکرمہ] کے ساتھ خلوت گاہ میں

www.maktabah.org

تھے۔ انھوں نے جا کر دودھ کا پیالہ ان کے سامنے رکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ "ادب ہر طرف کہاں سے آگئے؟" انھوں نے کہا کہ "آنکھیں دوسری طرف ھیں"۔ اس کے بعد ھاتھ دے کر (بیعت کرکے) اور زمین میں غوطہ لگا کر فوراً اسی محفل میں واپس آگئے جہاں سے گئے تھے، اور لوگوں سے کہا کہ "اب میں شیخ کی بیعت کر آیا ھوں"۔ ایک مرتبہ انھوں نے کہا کہ "کسی موقع پر میں خدائی دیدار کے نور میں غرق تھا کہ آواز آئی "اے پھر کیہ غلام بنوگے؟" میں نے کہا نہیں۔ پھر آواز آئی کہ "اچھا ملازم بنوگے" میں نے پھر جواب دیا "نہیں"۔ [٣٠٥] تین مرتبہ اسی طرح بار بار آواز آتی رھی لیکن میں نے قبول نہ کیا۔ آخر آواز آئی کہ "جب نہ تو غلام ہے نہ نوکر تو بتا کہ ھونا کیا چاھتا ہے؟"۔ عرض کیا کہ "خداوندا! نہ کچھ ھوں اور نہ کچھ ھونا چاھتاھوں"۔ میرے یہ کہنے پر خداوند تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میری پشت پر رکھا اور میری معرفت قبول فرمائی۔

میرن کاتیار۔ ابتدا میں ایک دن بھنگ پی کر یہ کشتی میں سوار ھوکر [کہیں] جا رھے تھے کہ اچانک جذب الہیٰ میں مدھوش ھوگئے۔ اور جو کچھ ملنا تھا پاگئے۔ لوگ اس کیفیت کے بارے میں ان سے دریافت کیا کرتے تھے لیکن وہ یہ پوشیدہ راز کسی پر ظاھر نہ کرتے تھے۔ اچانک ایک دن کسی شخص سے انھوں نے اپنا وہ حال بیان کردیا جس کی وجہ سے اس حالت سے محروم ھوگئے۔ [پھر تو] وہ پاگلوں کی طرح گھومتے اور کھانوں کا خوان سر پر لادے ھوئے جوگیوں اور قلندروں کی تلاش میں مارے مارے پھرا کرتے۔ سید عبدالکریم

www.maktabah.org

انھیں مخدوم نوح کی خدمت میں لے گئے جن کی نظر پڑتے ہی یہ پہلے سے بھی زیادہ معرفت کے مرتبے پر فایز ہوگئے اور پھر اس حال کو پہونچے کہ جب بھی اس کا ذکر کرتے تو بیہوش ہو جاتے۔ کتنی ہی بار [اس عالم میں] انھیں مردہ سمجھ کر [لوگوں نے] سورۂ یٰسین پڑھی۔ خود انھی سے روایت ہے کہ [ہوش میں آنے کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا کہ] "عزرائیل کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے"۔

مخدوم عبدالحمید قادری۔ سماواتی پرگنہ میں کاتیار کے قریب موضع پوچر میں یہ بزرگ حال ہی میں ہو گذرے ہیں۔ اپنے وقت کے یہ کامل ولی تھے متعدد کرامتیں ان کی یادگار ہیں۔

محمد شریف۔ آن کے فرزند میاں محمد شریف بقید حیات ہیں اور اعلیٰ کمالات کے اوصاف سے موصوف ہیں۔ اپنے والد کے طریقے کے مطابق یہ ہر آنے جانے والے کی [۳۰۶] بے حد خدمت کرتے ہیں، اور طالبوں کی جماعت کے ساتھ خانقاہ میں صبح و شام خفی و جلی ذکر میں مشغول رہا کرتے ہیں۔

شیخ دھانو۔ سماواتی تعلقہ میں سوربوں کی بستی کے بالمقابل اوڈھیجہ قوم کے گاؤں میں ان کی شاندار درگاہ واقع ہے۔ ساری اوڈھیجہ قوم ان کی مرید ہے۔ ان کی اولاد [منصب] قضا [پر فایز ہونے] اور ملا و پیر زادہ ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کی مرشد ہے۔

خسرو بن محمود۔ یہ اصلاً بادشاہان غزنوی [کی اولاد] میں سے ہیں۔ ان کی عظیم‌الشان درگاہ اوڈھیجہ [قوم کی] سر زمین میں واقع ہے۔ خود آن کے اور آن کے خلفاء [کے مقابر]

www.maktabah.org

اهل الله کی زیارت گاہ ہیں - ان کی ایک [ادنیٰ] کرامت یہ ہے کہ ان کی آرام گاہ کے قرب و جوار کے جنگل میں کسی کو لکڑی یا دوسری چیز پر دست درازی کرنے کی قوت نہیں ہوتی- اگر کوئی ایسی جرأت کرے بھی تو اس کی پاداش میں اس کا ہاتھ نہ رہے گا -

اگھم کوٹ

اس کا یہ نام آگھم لوھانہ کے نام پر پڑا ہے جس کا ذکر [سندھ کے ھندو] راجاؤں کے بیان میں ہو چکا ہے- یہاں کی سر زمین اہل الله کا سر چشمہ ہے-

مخدوم اسماعیل سومرو- یہ ایک بڑے ولی اور مشہور بزرگ ہو گذرے ہیں - کہتے ہیں کہ بچپن سے ساری عمر انھوں نے ریاضتوں میں گذاری - یہ بڑے غنی تھے- حقداروں ، طالب علموں اور مسافروں کو تو یہ انواع و اقسام کے کھانے اور شربت پیش کیا کرتے تھے [لیکن] خود جو کی روٹی سے افطار کیا کرتے تھے - ان کی کرامتیں بے شمار ہیں - انھوں نے سنہ ۹۹۸ھ میں وفات پائی -

مخدوم صدھو موھیو- یہ ایک نامور عالم اور وقت کے پرھیزگار بزرگ تھے اور مخدوم اسماعیل سومرو کے دوست تھے - [۳۰۷]

مخدوم عثمان - یہ اپنے وقت کے بزرگ اور مخدوم اسماعیل سومرو کے ھمعصر تھے - اسی گاؤں میں رھا کرتے تھے -

درویش داؤد اور میاں ھموں- یہ دونوں بزرگوار مخدوم اسماعیل کے ھمعصر تھے - ان میں سے ہر ایک کے مدرسے میں

www.maktabah.org

تقریباً پانچ سو طلبا قرآن [پاک] کی قراءت میں مشغول رہا کرتے تھے جن کی خوراک و پوشاک کا یہ اپنی جانب سے انتظام کیا کرتے تھے۔ مرزا باقی، باوجودیکہ بخیل تھا تاہم یہ [بزرگ] جو بھی [کاشت] کیا کرتے تھے ان پر اس نے محصول و مالگذاری [وغیرہ] معاف کردی تھی۔ [یہ بزرگ اپنی] اس قدر سخاوت کے باوجود خود جَو کی روٹی اور نمک سے افطار کیا کرتے تھے اور اپنی زمینوں کی ساری پیداوار مسکینوں اور حق داروں پر خرچ کیا کرتے تھے۔

شیخ نورالدین۔ یہ بزرگ اصل میں سیوستان (سیوہن) کے رہنے والے تھے۔ سیر کرتے ہوئے اگھم کوٹ سے ہو کر گذرے اور یہ سر زمین انھیں پسند آگئی۔ آپ نے وصیت کی کہ میں چاہے کہیں بھی وفات پاؤں لیکن مجھے یہاں [لاکر] دفن کیا جائے۔ اتفاقاً انھوں نے اپنے وطن کے قریب انتقال کیا۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو وہ خودبخود رواں ہوگیا اور مذکورہ سر زمین کے علاوہ اس نے کہیں بھی قرار نہ لیا۔ بالآخر اگھم کوٹ سے تین کوس باہر وہ اپنی پسندیدہ جگہ پر دفن ہوئے۔ ان کی درگاہ ارادت مندوں کی زیارت گاہ ہے۔

درویش سلیمان۔ یہ مذکورہ پرگنے کے باشندے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی چار بیویاں تھیں جن سے یہ بےحد محبت کرتے تھے۔ کبھی کبھی یہ غصے میں ان سے کہتے کہ "اے اندھی! اس طرح کر" تو وہ فوراً اندھی ہوجاتی تھیں۔ پھر رحم کھا کر یہ کہتے کہ "تیری آنکھیں ہمیشہ روشن رہیں" تو ان کی بینائی پھر عود کر آتی تھی۔ کئی مرتبہ ایسی

www.maktabah.org

ھی [۳۰۸] حالت ھوئی تھی - اسی طرح اُن کی زبان سے جو کچھ بھی نکلتا بالکل ویسا ھی ھوا کرتا تھا۔

[شیخ اسحاق بن سلطان بن بہلول القادری] یہ بزرگ، ابوالمناقب شیخ جمال الدین عبد اللہ کے، جو حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) کی اولاد میں تھے، مرید اور خلیفہ ھیں - [اپنے وقت کے] نامور اولیا میں سے تھے - ان کی قبر موضع اگھم کوٹ میں ہے

درویش عمر ہودلو- یہ ایک مجذوب مطلق اور واصل باللہ بزرگ تھے - پہلے یہ لوگوں سے بھاگتے تھے اور جنگلوں اور پہاڑوں میں وقت گذارتے تھے- [لیکن پھر] اخیر دنوں میں آکر موضع اگھم کوٹ میں رھنے لگے - انھیں اپنی اور اپنے سامان کی کوئی بھی خبر نہیں ھوتی تھی- جو شخص بھی ان کی خدمت میں جا پہونچتا تھا وہ اپنی مرادیں حاصل کرکے پلٹتا تھا- درویش ونھیہ [چانھیہ] جن کا ذکر کیا جا چکا ہے ان سے مریدوں کی طرح صحبتیں کیا کرتے تھے- یہیں مدفون ھیں-

حمزہ پرھار- یہ اگھم کوٹ کے قدیم مشائخوں میں سے ھیں -

خلیفہ محمد شریف - یہ اس سر زمین کے ایک قدیم ولی ھیں -

سید یونس- یہ متعلوی سید ھیں - [خود یہ] اور ان کے فرزند سید عبد اللہ اس وقت کے پیروں میں سے ھیں - دونوں بزرگوں کی قبریں نیک بندوں کی زیارت گاہ ھیں -

سید فقیر- یہ متعلوی سید ڈتہ کی اولاد میں ھیں - حال ھی میں ھو گذرے ھیں -

جون

سرکار چاچکان کا یہ ایک مشہور شہر ہے-

www.maktabah.org

درویش حاجی سورو- یہ پرگنہ جون کے ایک گاؤں کے باشندے تھے اور انھوں نے مخدوم نوح، اسماعیل جاگی، سید رکن الدین اور سید عبدالکریم [۹۰۳ھ] کی صحبتوں سے فیض اٹھایا تھا۔ کثیر آدمی ان کے مرید تھے۔

درویش موسیٰ- یہ جون کے نواح کے باشندے اور سندھ کے مشہور و معروف ولی ہیں۔ درویش بہاؤالدین گودڑ یہ پہلے ان کے مرید ہوئے تھے اور بعد میں انھوں نے مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کی خدمت سے فیض حاصل کیا تھا۔

سید حمید- یہ بزرگ سید محمد مکی کے، جن کا ذکر بکھر کے بزرگوں میں ہو چکا ہے، پوتوں میں سے ہیں۔ کششِ آب و دانہ کی وجہ سے وہ اپنے بھائیوں سے، جو سید محمد مکی کی اولاد میں اور بکھر اور روہڑی میں سکونت پذیر ہیں، علٰحدہ ہوکر اس سر زمین میں آ رہے۔ ان کی ذات اقدس میں جملہ انسانی خوبیاں موجود تھیں۔ انھوں نے یہیں وفات پائی ان کی اولاد میں سید محمد علی اور سید محمد باقر ٹھٹھہ منتقل ہوگئے جیسا کہ آگے چل کر ذکر ہوگا۔

وریاہ

تعلقہ بھٹی اور جون پرگنہ کا یہ ایک مشہور گاؤں ہے۔

مخدوم نورنگ سومرو- یہ یہاں کے ایک ولی کامل ہیں ان کی اولاد میں بزرگی موروثی طور پر [منتقل ہوتی] چلی آتی ہے۔

مخدوم عبدالحمید- یہ یہاں کے عارفین اور اپنے وقت کے جید [علما] اور پرہیزگاروں میں سے ہیں۔ مذکورہ مخدوم نورنگ

www.maktabah.org

کے فرزند تھے۔

[مخدوم اسحاق] اُن کے فرزند رشید مخدوم اسحاق، مشہور عالم و پرھیزگار مخدوم رحمت اللہ کے دادا ھیں جن کا ذکر ٹھٹھہ کے بیان میں ھوگا۔ [۳۱۰]

مخدوم الیاس۔ یہ بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں ھیں۔ بزرگی کی خوبیوں اور برگزیدگی کے اوصاف سے موصوف تھے۔ آب و دانہ کی کشش سے سندھ آ کر اس گاؤں کی سکونت اختیار کی اور یہیں عمر پوری کی۔

[مخدوم عجائب] اُن کے بعد مخدوم عجائب کا دور رھا جو جملہ خوبیوں کے [جامع] تھے۔

[مخدوم ھارون] ان کے فرزند مخدوم ھارون نے ٹھٹے کی سکونت اختیار کی، مخدوم ضیاءالدین جن کا ذکر ٹھٹے کے بزرگوں میں ھوگا انھی کے فرزند ارشد ھیں۔ [۳۱۱]

www.maktabah.org

بائیسواں باب

[سندھ کے غیر معلوم شہروں اور قصبات کے بزرگ]

اب سندھ کے ان نامور مشائخین اور علما کا حال بیان کیا جاتا ہے جن کے مقام سکونت اور تربت کا صحیح علم نہیں ہے لیکن کتابوں میں ان کے نام اور وطن اسی طرح درج ہیں اگر ان بزرگوں میں سے کوئی کسی خاص مقام کے باشندے ثابت ہوں تو انہیں وہیں کا شمار کیا جائے -

ابو علی سندھی - "نفحات" میں "شیخ روز بہان" کی "شطحیات" کی شرح سے نقل ہے کہ یہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں میں سے ہیں - بایزید کہتے ہیں کہ میں نے ابو علی سے فنا اور توحید کا درس حاصل کیا اور ابو علی نے مجھ سے الحمد اور قل ھو اللہ احد کا -

شیخ عیسیٰ سندھی - لقب جند اللہ - شیخ محمد غوث گوالیاری کے خلیفہ شیخ محمد لشکر کے مرید تھے - شیخ برھان شطاری برھان پوری آن کے مرید اور خلیفہ تھے - (ان کی تصنیفات میں

www.maktabah.org

تفسیر "انوارالاسرار" مشہور ہے۔ وہ سنہ ۱۰۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزند شیخ عبدالستار والد کی مسند ارشاد پر ایک صاحب فضیلت و باکمال بزرگ ہو گذرے ہیں۔)

شیخ یوسف سندھی۔ اکبر کے وزیر ابوالفضل نے اپنے دادا شیخ خضر کو ان کے دیکھنے والوں میں شمار کیا ہے۔

مخدوم بندہ اور مخدوم ہالہ۔ یہ دونوں مشہور عالم ہیں اور راجہ ستیہ دل کے زمانے کے ہیں۔ [۴۲۲]

حاجی ویسر۔ یہ اپنے وقت کے نامور صالح اور پرہیزگار بزرگ تھے اور شیخ بھرکیو کانیار کے ہمعصر تھے۔

درویش لسو کاکڑو۔ یہ ہمیشہ شیر پر سوار ہوکر گھوما کرتے تھے، اور درویش صدر ولد کیور کے ہمعصر تھے جن کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔

لدھو بہار۔ یہ مخدوم نوح کی نگاہِ شفقت سے سرفراز تھے۔

درویش قطب۔ یہ مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ ان کی عجیب حالت ہوا کرتی تھی۔ ایک رات یہ بوہک میں آئے۔ ایک طالب علم نے ان سے دریافت کیا کہ "کس کے مرید ہو؟" جواب دیا کہ "خدا کا مرید ہوں" [یہ سن کر طلبا نے] انہیں گھیر لیا اور مخدوم جعفر کے پاس لے جا کر تعزیر دینی چاہی۔ انہوں نے کہا کہ "بلکہ خدا میرا مرید ہے"۔ [اس پر] وہ اور زیادہ غضبناک ہوگئے اور انہیں مخدوم جعفر کے پاس لے گئے۔ مخدوم نے دریافت کیا "جیسا یہ کہہ رہے ہیں تم نے ایسا ہی کہا ہے؟" انہوں نے کہا کہ "ہاں، خدا مرید اس طرح ہے کہ وہ ہمارے حق میں جو ارادہ کرتا

www.maktabah.org

ہے وہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ ہمیں پیدا کرنے سے پہلے ہی اس نے ایسا ارادہ کیا تھا اور اس ارادے [کو بدلنے کی] ہم میں قطعی طاقت نہیں ہے۔ جو کچھ بھی کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ ویسے ظاہر میں میں مخدوم نوح کا مرید ہوں"۔ ایک عالم نے ان سے کہا کہ "یہ کیا بات ہے کہ تم کوئی علم حاصل نہیں کرتے لیکن کہا کرتے ہو کہ ہماری خدا سے دوستی ہے"۔ جواب دیا کہ "تم نے نہیں سنا کہ ایک بادشاہ کے پاس ہزاروں حسین و جمیل کنیزیں تھیں لیکن ایک دن وہ ایک مہترانی پر جو لوگوں کی غلاظت کا ٹوکرا سر پر اٹھائے چلی جا رہی تھی، دیکھتے ہی مفتون ہوگیا تھا۔ [بتاؤ کہ] اس میں اس نے کیا اچھائی دیکھی ہوگی ؟"۔ [۳۲۳]

درویش مہرار نہریہ۔ یہ اپنے وقت کے ایک مقتدر بزرگ تھے۔ ابتدا میں ان کے ایک مرشد تھے [لیکن] جب وہ فوت ہوگئے تو کچھ عرصے کے بعد وہ سید عبدالکریم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "کافی عرصہ گذرا ہے کہ میرا خاوند فوت ہوگیا ہے اب میں حضرت کو اپنا شوہر بناتا ہوں"۔

درویش احمد۔ یہ اپنے وقت کے یگانہ بزرگ تھے۔ انھوں نے قطب جہاں مخدوم حامد دودائی، درویش عبداللطیف، عالم کامل مخدوم ضیاءالدین، درویش سمو، مخدوم عیسیٰ اور ان کے فرزندوں، میاں عبدالقدوس اور سید عبدالکریم کی صحبتوں سے فیض پایا تھا۔ معرفت اور یقین کی منازل میں یہ بڑے بلند مرتبے پر فایز تھے۔

میاں عبدالرشید۔ یہ عالم با بصیرت اپنے وقت کے یگانہ عارف

www.maktabah.org

اور مخدوم نوح کے ہمعصر تھے ۔

میاں عبداللہ اور درویش ھارون ۔ یہ سید عبدالکریم کے دوست اور ان کی نگاہ [فیض] کے نوازے ہوئے ھیں ۔

مخدوم یوسف طیونہ (تنیو) یہ اپنے وقت کے زاھد کامل اور علم قرائت کے ماھر تھے ۔ ان کی شاندار کرامتیں زمانے میں مذکور ھیں ۔ انھوں نے سنہ ۹۳۸ھ میں وفات پائی ۔ [۳۲۴]

www.maktabah.org

تیئیسواں باب

سونڈا، کینجھر، ساموئی اور مکلی کی پہاڑی اور مکلی پر مدفون بزرگ

سونڈا

اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس خطّے میں ایک کامل فقیر رہا کرتے تھے جو سُر سونڈر کے راگ کو بیحد پسند کرتے تھے اور خوش ہو کر حاجت مندوں کی مرادیں پوری کیا کرتے تھے - چنانچہ عام لوگوں کی زبان پر یہ خطہ اسی راگ کے نام سے مشہور ہوگیا - جب چام تماچی نے اس شہر کی بنیاد رکھی تو اس نے بھی اس کا یہی نام رکھا - عوام اسے "ر" کی تخفیف سے "سونڈا" کہنے لگے - زیادہ اور صحیح علم خدا کو ہے ا-

یہ ایک مشہور شہر ہے - اس کے قریب قدیم زمانے میں ہیم کوٹ نامی ایک پرانا قلعہ تھا جو اب ہندوؤں کی تیرتھ

www.maktabah.org

[زیارت گاہ] ہے۔ ایک ٹیلہ سے پانی رستا ہے۔ اس کے نیچے "جھم" نامی ایک قدرتی چشمہ ہے یہاں ایک پتھر ہے جس کی ہندو قوم کے لوگ پوجا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس شہر کے مخدوموں نے کئی بار اس پتھر کو دریا میں پھکوایا لیکن اسے پھر اسی جگہ دیکھ کر خاموشی اختیار کر کے بیٹھ رہے۔

مخدوم رمضان ویدانی - یہ ایک صاحب کرامات بزرگ اور نامور پیر ہو گذرے ہیں۔ [ان کا مزار] عام خلق اللہ کی زیارت گاہ اور خدا رسیدہ بزرگوں کا مرکز ہے۔ [۴۵۴]

مخدوم ملا آری - یہ ایک کامل مشائخ اور سید علی شیرازی کلاں کے مرید تھے جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا۔ کہتے ہیں کہ جھیل کینجھر کے ملاح اور ماہی گیروں کی قوم گندرا، پہلے انھی کی مرید تھی لیکن جب یہ مذکورہ سید کی خدمت مین جا کر مرید ہوئے تو انھوں نے نذرانے کے طور پر اس قوم کو بھی ان کے سلسلے میں داخل کیا تھا۔ [چنانچہ] وہ قوم آج تک سید علی شیرازی کی اولاد سے تعلق رکھتی چلی آتی ہے۔

ملا آری اصلاً قوم ہنڈ کے فرد ہیں۔ ان کا مزار اسی مقام پر مخلوق عام کی زیارت گاہ ہے۔

[مخدوم ملا بایزید] - ان کے فرزند مخدوم ملا بایزید بھی بزرگی اور درویشی سے موصوف ہوگذرے ہیں اور والد کے برابر مدفون ہیں۔

[ملا ابوبکر] ملا بایزید کے فرزند ملا ابوبکر بھی اپنے والد

www.maktabah.org

اور دادا کی طرح صاحب حال بزرگ ہو گذرے ہیں ۔ ان سے روایت ہے کہ ” حالت وجد میں والد بزرگوار مجھ سے فرماتے تھے کہ کسی مرشد کامل کو جا کر تلاش کر اور کبھی کبھی سید عبدالکریم کا نام بھی لیا کرتے تھے ۔ آخرکار ایک دن میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا کہ بادل نمودار ہوا اور اس میں سے ایک بزرگ نے مجھ پر اپنا سایہ ڈالا اور مجھے جو کچھ ملا وہیں سے ملا “۔

ملا نارو- یہ مذکورہ بزرگوں کے پشت به پشت جانشین ہیں ۔ مسند سلوک پر بیٹھ کر راہ معرفت میں انھوں نے طالبین کی بڑی رہنمائی کی ۔

جھیل کنجھر

سونڈا اور سر زمین جھم کے نزدیک یہ ایک بڑی کشادہ خلیج ہے۔ اس خلیج کے کنارے پر کتنے ہی صاحب وقت درویشوں نے یاد الٰہی میں وقت گذارا ہے ۔ یہاں جام تماچی نے اپنی محبوبہ نوری کے لئے جو گندرا قوم کی تھی [۷۰۰ھ] ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تھا ۔ اب جام کی طرح اس کا بھی کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا ۔

ساموئی

شہر محمد طور کی بربادی کے بعد جو پرگنہ درک میں سلطان علاؤالدین کے لشکر کی آمد اور سومرہ سرداروں کی طاقت برباد ہو جانے کی وجہ سے اپنے باشندوں سمیت ویران ہوگیا تھا، یہ شہر [illegible] ۷۷۵ھ میں تعمیر ہوا تھا ۔ جامان سمہ نے [illegible] اور [illegible] قلعہ جو راجہ کلا کے نام سے کلا کوٹ کہلاتا تھا

www.maktabah.org

اور دوسری مرتبہ دوسرے تعمیر کرانے والے یعنی جام تغلق کے نام پر تغلق آباد کہا جانے لگا تھا ، دوبارہ تعمیر کرایا لیکن اتفاقاً یہ دونوں مرتبہ نامکمل رہا اور کچھ عرصہ تک اس کے پایہ تخت رہنے کے بعد دارالحکومت ٹھٹے کو منتقل ہوگیا۔ البتہ قلعہ آج تک کلاکوٹ کے قدیم نام سے مشہور ہے۔

کہتے ہیں کہ اس قلعے میں ایک بہت بڑا اژدھا رہتا ہے۔ قدیم زمانے میں اس کا سر اس خطے میں اور دُم ہندوستان کے کسی دوسری خطے میں تھی۔ جب تک یہ اس صورت میں رہا تب تک ہندوستان کا وہ خطہ سندھ کے زیر نگیں رہا لیکن طویل مدت گذرنے کی وجہ سے قدرت الٰھی سے اس اژدھے نے اپنا سر ہندوستان کی جانب اور دم اس علاقہ کی جانب کردی [چنانچہ] اس وقت سے سندھ ہندوستان کے زیر نگیں ہے۔

ساموئی کے عجائبات میں سے ایک [واقعہ] سات با عصمت لڑکیوں کے زمین میں سما جانے کا واقعہ ہے۔

لڑکیوں کے زمین میں سما جانے کا واقعہ۔ کہتے ہیں کہ سومروں کی اولاد میں سے سات [بڑی] حسین ، پاکدامن ، تارک الدنیا اور خدا پرست لڑکیاں تھیں۔ موضع تلھا کے شادی کی طمع رکھنے والے لوگوں کے ظلم کے خوف سے وہ اصحابِ کہف کی مانند ایک گوشۂ گمنامی میں زندگی گذار رہی تھیں۔ [۳۰۶] انھی ایام میں سید یعقوب مشہدی جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا ، انتہائی مرشدانہ شان و شوکت ساتھ اس طرف سے گذرے اور مذکورہ ساتوں لڑکیاں دشمنوں کے خوف سے ان بزرگ کی امان میں آکر ساموئی میں رہنے لگیں۔

www.maktabah.org

اتفاقاً رئیسوں کی ایک جماعت یہاں بھی ان کی طلبگار ہوگئی۔ لیکن چونکہ یہ راضی نہ ہوتی تھیں اس لئے انھیں قید کرنے کے لئے رئیسوں نے ایک لشکر مامور کیا۔ ایک دن حسب دستور وہ جیسے ہی پو پھٹنے سے پہلے دریا پر غسل کرنے کے لئے پہونچیں ویسے ہی ان لوگوں نے پاس پہونچ کر اپنے مطلب کا تقاضا کیا۔ شیخ جندی پاتنی نے حقیقت سے باخبر ہوکر [اپنی کرامت سے] ان لڑکیوں کو دریا کے پار پہونچا دیا۔ دشمنوں نے بھی اس خوف سے کہ کہیں وہ کسی جائے پناہ میں نہ جا پہونچیں ان کا تعاقب کیا۔ چونکہ عاجزوں کے لئے خدائے پاک کے سوا اور کہیں پناہ نہیں ہے اس لئے ان پاکدامن لڑکیوں نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرکے زمین سے اپنے اندر چھپا لینے کی درخواست کی [چنانچہ] وہ زمین اسی وقت ان ساتوں لڑکیوں کو نگل گئی۔ اس دن سے یہ واقعہ دنیا کے لئے باعث عبرت ہے اور ان باعصمت لڑکیوں کی آرام گاہ خلق عام کی زیارت گاہ ہے۔

اب ساموئی کے بعض اولیا کا ذکر کیا جاتا ہے۔

[شیخ حماد] شیخ حماد بن شیخ رشیدالدین جمالی، آپ کے مشہور درویش قدوۃالواصلین شیخ جمال کے، جن کا ذکر ہوچکا ہے، نواسے تھے۔ ساموئی کے دامن میں جہاں اب مدفون ہیں، یہیں ان کی خانقاہ تھی۔ یہ ہمیشہ منہ پر نقاب ڈالے حجرے میں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ طالبین کی جماعت حجرے کے باہر جمع ہوکر گفتگو اور کشف کے ذریعہ شیخ سے ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ ”جام جونہ کے زمانے میں

www.maktabah.org

تماچی اور صلاح الدین شاھی خاندان کے افراد اور قریبی عزیز تھے۔ دونوں باپ بیٹوں کو[٧٥٤] شیخ کی خدمت میں بڑی ارادت و قربت حاصل تھی ۔ جام جونہ کو یہ خوف پیدا ھوگیا کہ کہیں شیخ دعا کے ذریعے انھیں ملک کا والی نہ بنادیں۔[چنانچہ] اس نے خفیہ طور پر ان دونوں کو قید کرکے دھلی بھیج دیا ۔ اس واقعے کے بعد تماچی کی ماں ھر روز صبح کے وقت شیخ کی خانقاہ میں جھاڑو دینے کے لئے آیا کرتی تھی ۔ ایک دن شیخ کی اس ضعیفہ پر نظر پڑگئی اور اس سے انھوں نے اس کے فرزند اور پوتے کا حال دریافت کیا ۔ اس نے روتے ھوئے حال بیان کیا اور ان کی آزادی کے لئے التجا کی ۔ [یہ سنتے ھی] شیخ کی عجیب حالت ھوئی اور فی الفور سندھی زبان کے وہ ایسے شوقیہ ابیات بلند آواز سے پڑھنے لگے جن میں ان کے ملک میں واپس آنے اور حکومت کے ان کے حوالے ھونے کے اشارے تھے۔ قدرت الٰھی سے اسی رات دھلی میں ان باپ بیٹوں کے ھاتھوں پیروں سے بیڑیاں الگ ھوئیں اور شیخ کی صورت کے ایک بزرگ نے ان کی آزادی کے رھبر بن کر انھیں وھاں سے آزاد کردیا اور انھوں نے برق رفتار گھوڑوں پر سوار ھوکر اپنے ملک کی راہ لی ۔ نگہبانوں کو اس کی خبر ھوئی تو انھوں نے بڑا تعاقب کیا ۔ لیکن پھر الٹے پاؤں واپس آگئے اور انھیں راستہ سجھائی نہ دیا ۔ آخرکار وہ (باپ بیٹے) منزلیں طے کرتے ھوئے موضع کھیبر کے نواح میں جا پہونچے اور یہاں ایک گلے سے انھوں نے ایک بھیڑ طلب کی ۔ مخدوم نوح کھیبرانی اس گلے کے نگران تھے۔ انھوں نے کہا کہ " تمھیں جام تماچی کی قسم ھے

www.maktabah.org

گلے کے قریب نہ آنا" تماچی نے حیران ہو کر گلہ بان سے کہا کہ "والیِ ملک تو جام جونہ ہے مگر آپ یہ کس کا نام لے رہے ہیں"۔ انھوں نے جواب دیا کہ "یہ تو ٹھیک ہے، لیکن تین دن سے غیب میں جام تماچی کا شہرہ سنائی دے رہا ہے"۔ تماچی کو بھی جیل سے رہائی ملے تین ہی دن گذرے تھے جس میں وہ قدرت خداوندی سے اتنا [طویل] سفر طے کر آئے تھے۔

کہتے ہیں کہ جام جونہ، تماچی کے حق میں [شیخ کی] وہ دعائیہ ابیات سن کر اور اس سے پریشان ہو کر شیخ کی خدمت میں پہونچا اور کہا کہ "آپ فقرا کو کاروبار [۵۰۸ب] حکومت سے کیا واسطہ ہے؟"۔ یہ سن کر شیخ غضبناک ہو گئے اور انھوں نے فرمایا کہ "اس زمین کا وارث میں ہوں۔ جسے چاہونگا اسے دونگا"۔ [اس پر] جام غمگین ہو کر واپس چلا گیا۔ [اس کے بعد] جلد ہی وہ باپ بیٹے ساموئی کے دریا کے پرلے کنارے پر پہونچے۔ بیٹے نے آکر شیخ کو اطلاع دی۔ شیخ نے کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے دے کر کہا کہ "اسے ایک لکڑی کے سرے پر باندھ کر علم کے طور پر تماچی کے پاس لے جاو۔ اور خوشی سے آگے بڑھو"۔ اعانت خداوندی سے اسی علم کے نیچے ایک غیبی لشکر آکر جمع ہو گیا۔ [لوگوں نے] جا کر جام جونہ کو اس کی اطلاع دی [لیکن] وہ ابھی تیار بھی نہ ہو پایا تھا کہ تماچی آکر نازل ہو گیا۔ اس کا (جام جونہ کا) لشکر [شیخ کا علم] دیکھتے ہی آکر [تماچی کا] مطیع ہو گیا۔ آخرکار [جام] جونہ نے ناکامیابی اور ذلت کے ساتھ فرار ہونے کے علاوہ اور کوئی راہ نہ پا کر [فرار اختیار کی]

www.maktabah.org

اور ملک و دولت تماچی کے لئے چھوڑ گیا - [اس کے بعد] باپ اور بیٹے مقررہ مدت تک [اپنی] حکومت کی مرادیں پوری کرتے رہے -

کہتے ہیں کہ جام تماچی نے ایک بڑی رقم شیخ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرکے عرض کیا کہ "مجھے جو کچھ بھی ملا ہے وہ صرف آپ کی توجہ کی وجہ سے ملا ہے، اب نئے سرے سے یہ کرم کیجئے کہ یہ ملک میری اولاد [کے قبضے] میں قایم رہتا آئے" شیخ نے فرمایا "کہ اس رقم سے میری خانقاہ کے متصل ایک مسجد تعمیر کرا دے اور سندھ کی زمین اپنی اولاد میں تقسیم کردے۔" [چنانچہ] یہی سبب ہے کہ آج تک سارے سندھ میں، کچھ تک، بیشتر زمین سمہ قوم کے قبضے میں چلی آتی ہے - مکلی کی، جس کی وجہ تسمیہ آگے چل کر بیان ہوگی، مسجد وہی مسجد ہے۔

کہتے ہیں کہ اس سے پہلے سمہ لوگوں کا قبرستان پیرآر (پیر پٹھہ) میں تھا [لیکن] شیخ کے اشارے پر ہر شخص نے مکلی کی پہاڑی پر [اپنا] مقبرہ یا حجرہ بنوایا اور انہی دنوں سے یہ آیندہ کا ایک دستور بن گیا - [۳۰۹]

شیخ عیسیٰ سندھی برہان پوری عرف لنگوٹی (۱) - [یہ بزرگ] ساموئی کی پہاڑی کے دامن میں، جہاں [اس وقت] مدفون ہیں، قلندرانہ انداز میں [ایک] لنگوٹی باندھے بیٹھے رہا کرتے تھے - ان کے اور شیخ حماد کے درمیان اکثر محققانہ گفتگو رہا

(۱) یہ غلط ہے - شیخ عیسیٰ لنگوٹی اور ہیں اور عیسیٰ جند اللہ دوسرے بزرگ ہیں -

www.maktabah.org

کرتی تھی - آخری دنوں میں انھوں نے سید محمد حسین عرف پیر مراد کی ولادت کی خبر دی تھی اور پھر یوم ولادت پر ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوکر اور مریدی کا اقرار کرکے تیسرے دن وفات پا گئے تھے - ان کی وفات سنہ ۸۳۱ھ میں ہوئی -

ملا عبدالرحمان عرف ملا لٹر- یہ اصلاً عباسی تھے اور ایک مقتدر مشائخ اور ولی کامل بزرگ تھے - چونکہ یہ خوش طبع واقع ہوئے تھے اور اپنی حالت کو چھپانے کے لئے ظرافت آمیز لطیفوں سے محفلوں کو رنگین بنایا کرتے تھے ، اس لئے اس نام سے مشہور ہوئے - جامان سمہ ان کے بیحد معتقد تھے اور بزرگان عصر ان کی بیحد تعظیم کیا کرتے تھے - ساموئی کے کنارے دفن ہیں اور اہل معرفت کی زیارت گاہ ہیں - ان کی اولاد ابھی تک باقی ہے -

شیخ جھنڈو پاتنی - یہ سید میران محمد مہدی جونپوری کی نظر کرامت اثر سے فیض یاب ہوئے ہیں -

کہتے ہیں کہ جب مذکورہ سید ٹھٹے میں تشریف لائے تھے اور علمائے ظاہری کے ورغلانے پر جام نظام الدین نے ان سے عقیدت مندانہ سلوک کرنے کی بجائے دوسرے ارادے سے کشتی پر سوار کراکے روانہ کردیا تھا جس کے مطابق ملاح ان کی کشتی کو دلدل میں چھوڑ کر چلے گئے تھے - اس وقت توفیق ازلی انھیں (شیخ جھنڈو کو) وہاں لے آئی چنانچہ یہ ان کو (سید موصوف کو) اس جائے ہلاکت سے باہر نکال کر جو کچھ بھی حاصل کرنا تھا وہ انھوں نے حاصل کرلیا - مذکورہ سات معصوم کنواریوں کی دعا سے بھی وہ بڑے صاحب توفیق و مرتبہ بزرگ ہوگئے تھے - [۳٦۰]

www.maktabah.org

غرض ان کی درگاہ جائے فیض ہے۔ جو بزرگ مکلی پر زیارت کے لئے آیا کرتے ہیں وہ ابتدا یا انتہا انھی سے کرتے ہیں اور ان کی زیارت کو کامیابی کی ابتدا یا انتہا تصور کرتے ہیں - شاہموئی کے کچھ بزرگوں کا ٹھٹے کے بزرگوں میں بھی ذکر ہوگا یہاں صرف ان چند ناموں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

مکلی کی پہاڑی

یہ دریائے عمان (بحر عرب) کے ساحل اور کوہ مکران کو کو ملانے والے هاڑہ اور پب وغیرہ پہاڑوں کی سب سے چھوٹی شاخ ہے۔ حالانکہ یہ [بظاہر] کم سے کمتر درجہ کا پہاڑ اور چھوٹی سے چھوٹی شاخ ہے، لیکن روحانی عظمت و سرور میں یہ سب پر فوقیت رکھتی ہے اور عجائبات روزگار میں سے ہے۔ اس میں ہر قدم پر اولیا کے مزار اور ہر گام پر پرہیزگاروں کے مراکز ہیں - بزرگان دین اور صاحبان تحقیق و یقین یہاں اتنی کثیر تعداد میں آرام فرما ہیں کہ ہزار میں ایک کے حساب سے بھی ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ جامان سمہ یہاں کتنی ہی عمارتیں یادگار چھوڑ گئے ہیں - مثلاً تغلق آباد عرف کلاکوٹ کا قلعہ جو باوجود منہدم ہوجانے کے آج بھی اہل دل کے لئے قوت اور قوت [کے مترادف] ہے - یہاں کی جامع [مسجد] اپنی تعمیر کے لحاظ سے ٹھٹے کی بڑی جامع [مسجد] سے ڈیڑھ گنی نظر آتی ہے۔

قدیم زمانے میں سہسہ لنگ کے تالاب پر عالیشان محلات بنے ہوئے تھے طویل زمانہ گذر جانے کی وجہ سے ان کا نام و نشان باقی نہیں رہا ہے۔ قدیم زمانے میں یہ رسم ہوگئی

www.maktabah.org

تھی کہ ہر طاقتور بادشاہ ، امیر یادولت مند شخص اس پر کوئی نہ کوئی مضبوط عمارت تعمیر کراتا تھا [چنانچہ] یہ دستور آج تک چلا آتا ہے۔ یہاں کے بے انداز اور بے شمار اولیا کے متعلق ، جو بعضوں کے کہنے کے مطابق سوا لاکھ ہیں ، کیا بیان کیا جا سکتا ہے۔ [م٦١] کیونکہ سب کی تفصیلات کا علم ناممکن ہے - [چنانچہ] تبرک کے طور پر معلومات کے مطابق چند بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ - اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہل اللہ میں سے ایک بزرگ حرمین شریفین کے ارادے سے یہاں آکر اترے اور ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ فی‌الفور وجد میں آکر انہوں نے [محفل] سماع شروع کردی اور وجد کے جوش میں آکر کہنے لگے کہ " هذه مكة لی " (یہ پہاڑی میرے لئے مکہ ہے)۔ چونکہ یہ الفاظ انہوں نے بار بار دھرائے اور ان کی زبان میں تاثیر تھی اس لئے عام لوگوں کی زبان پر ، اس پہاڑی کا نام [" مكة لی "] ، تخفیف کے ساتھ "مکلی" جاری ہوگیا۔

بعضوں کے کہنے کے مطابق اس نام کی ایک پاکدامن خدا رسیدہ خاتون مکلی کی مسجد کے محراب کے زیر سایہ دفن ہیں اور یہ نام مذکورہ شیخ حماد کے اشارے پر پہلے مسجد کا رکھا گیا تھا لیکن بعد میں ساری پہاڑی اس نام سے پکاری جانے لگی - بہرحال یہ قابل دید مقام ہے۔ خصوصاً بارش کے موسم میں یہاں کے [جابجا] تالاب پانی سے لبریز ہو جاتے ہیں اور ہر طرف قدرتی ہریالی اللہ پاک کی قدرت کی نشانی کے طور پر آنے جانے والے کے لئے وقف رہا کرتی ہے - [م٦٢]

—*—

www.maktabah.org

چوبیسواں باب

شہر ٹھٹہ اور یہاں کے خاندان، بزرگ، عالم اور شاعر

ٹھٹہ

[شہر ٹھٹہ کی تاریخ اور خصوصیات] یہ منتخب اور بہترین شہر، اہل معرفت کا مسکن اور اہل یقین کا وطن ہے۔ یہاں کی زمین اہل فضیلت و کمال کی کان ہے۔ یہاں کی مٹی طبعاً صاحبان حال و قال کی نشو و نما کے لئے سازگار ہے۔

قدیم زمانے میں یہاں کی زمین سمندر کے پانی سے چھپی ہوئی تھی ایک مدت گذرنے پر سمندر کا پانی واپس ہوگیا اور خشک میدان نکل آیا۔ اس کے بعد شہر اروڑ کے برباد ہونے اور دریائے سندھ کے سیوھن کی طرف رخ بدلنے کی وجہ سے، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، یہ زمین پھر غرقاب ہوگئی۔ پھر جب شہر محمد طور سومرہ سرداروں سمیت ویران ہوگیا اور

www.maktabah.org

عنان حکومت جامان سمه کے هاتھ آئی تو انهوں نے مکلی پہاڑی کے دامن میں نیچے شمال کی طرف باغات کے متصل ساموئی نام کا شہر آباد کیا، اور جو کھنڈر اور پرگنے که اب آباد هیں وہ بدستور آباد رهے - [اس کے بعد] جام نظام الدین عرف جام نندہ نے سنه ۹۰۰ھ کے آخری مهینوں میں نجومیوں کو ایک نیا شهر (دارالحکومت) آباد کرنے کے لئے ایک ایسا قطعه اراضی منتخب کرنے کا حکم دیا جو مسرت بخش هو، جس کے باشندے کم و بیش آرام پسند هوں، همیشه سیر و تفریح میں زندگی گذاریں اور ان کی فطرت میں کمال و لیاقت کی خوبی شامل هو- [چنانچه] انهی اوصاف و خصوصیات [۴۶۳] کے پیش نظر سر زمین ٹھٹه کا انتخاب عمل میں لایا گیا - جس کے مشرق میں کچھ باغات تھے اور وسط شهر میں میر بحر (ملاح) رها کرتے تھے - اس وقت ٹھٹے کی وجه تسمیه کے بارے میں دو باتیں مشهور هیں - کچھ کهتے هیں که یه "ته ته" یعنی "نشیبی نشیبی" کی خصوصیت سے منسوب ہے اور کچھ کا کهنا هے که یه "ٹھٹ" کے لفظ سے موسوم هے جو سندھیوں کی اصطلاح میں "لوگوں کے جمع هونے کے مقام" کے معنی رکھتا هے -

مخفی نه رهے که یه سر زمین، جیسا که تواریخ سے معلوم هوتا هے، قدیم زمانے میں بھی ٹھٹے کے نام سے پکاری جاتی تھی اور چونکه سندھ کے بالائی حصه کو عام لوگ "سیرو" کهتے هیں اور اس نشیبی حصه کو "لاڑ" (یعنی نشیب یا ڈھال) کها جاتا هے اس لئے [یهی رعایت] ٹھٹے کی وجه تسمیه کا ایک کھلا هوا ثبوت هے -

www.maktabah.org

زمانے کے گذرنے اور انقلابات وقت کے حادثے پیش آنے کی وجہ سے بھنبھور، دیول، بکار (بکھر) اور تھرڑی جیسے اچھے اچھے شہر، جو سر زمین مذکورہ اور اس کے متصل واقع تھے، ویران ہونے لگے تو وہاں کے اکثر باشندے اس شہر میں ہجرت کر آئے اور اس طرح گویا کہ "تہ تہ" کے بمصداق موجودہ آبادی انہی مذکورہ آبادیوں کا مجموعہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ دیول چوتھی ولایت میں ہے اور اس کا طول البلد، ف ب ل ۱۱۲۔ اور عرض البلد، ل ی ۳۰۵ مقرر تھا اور ٹھٹے کی سر زمین بھی اس سے قریب ہے اس لئے کم و بیش یہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔ حکیم میر عبدالرزاق اصفہانی متخلص به "مشرب"، جو جملہ علوم میں اور خصوصاً علوم جفر، حکمت اور نجوم میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور نواب خدا یار خان عرف میاں نور محمد کے بھائی داؤد خان کے پاس کتنے ہی عرصے تک رہنے کے بعد سنہ ۱۱۲۷ھ میں وفات پا گئے تھے، ان سے کئی معتبر لوگوں نے روایت کی ہے کہ سر زمین ٹھٹہ در اصل زمین یونان کی شاخ ہے۔ یہی سبب ہے کہ اکثر اہل کمال اس سر زمین میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ [۳۶۴]

غرض سارے سندھ میں سیر و سیاحت کے لائق ایسی لطیف اور مصفا جگہ دوسری کوئی نہیں ہے۔ یہاں کی صبح غمگین دلوں سے غم و اندوہ کا زنگ اتار دیتی ہے اور شام، مسافروں کے لئے صبح جیسی تفریح بخش ہوا کرتی ہے۔ یہاں کے لوگ دل بہلانے کے لئے ہر ہفتہ گروہ در گروہ مکلی میں یا باغات میں جا کر محفلیں جمایا کرتے ہیں۔ یہاں کے ایسے، معمولی

www.maktabah.org

اشیاء پر بھی [قانع رہنے والے] فراغت دوست افراد کسی اور جگہ کم ہی ملینگے۔

القصہ اس شہر کی خوبیاں شمار سے باہر ہیں۔ طوالت کے کے خوف سے اس مختصر بیان کے بعد یہاں کے بعض مقدس خاندانوں، اولیا، علما اور دیگر با کمالوں کے کچھ حالات طبقہ وار بیان کئے جاتے ہیں۔ ابتدا اہلبیت کے برگزیدہ طبقے سے کی جاتی ہے کیونکہ وہی کتاب موجودات کی بانے بسم اللہ ہیں۔ اس میں بھی ان کی تشریف آوری کی [ترتیب و] قدامت کا لحاظ رکھا جائیگا۔

[اس مقام پر مطبوعہ نسخے میں "عجیبہ" کے عنوان سے میر امین الدین خاں حسین کی کتاب معلومۃ الآفاق میں سے بعض عجیب نقول مذکور ہیں۔ لیکن میر قانع کے دستی نسخے مین بھی نقول میر امین الدین کے بیان میں اس سے پیشتر درج ہیں۔ چونکہ ہم بھی آنھیں وہاں درج کر چکے ہیں اس لئے دوبارہ یہاں تحریر کرنا غیر ضروری ہے]۔

طبقہ سادات

حالانکہ اس ملک میں سادات کی آمد کا [صحیح] وقت پوری طرح معلوم نہیں ہوسکا تاہم بالفعل ان خاندانوں کا ذکر واجب ہے جن کا نشان آج تک باقی ہے تاکہ یہ پسندیدہ کتاب ان بزرگوں کے بیان کی برکت سے حوادث کی مصیبت سے

www.maktabah.org

امان میں رہے اور بزرگوں کے حالات کی تحقیق کے فائدے سے بھی خالی نہ رہے۔ [۳۶۵]

سادات انجوی شیرازی

اس خاندان کی شرافت و نجابت، قدیم و جدید کتب میں مذکور ہے۔

سید محمد اور سید احمد۔ یہ والد و فرزند بزرگی کی جملہ خوبیوں کا مجموعہ اور صاحب کمالات بزرگ تھے۔ یہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے اعداد [ابجد] کے مطابق سنہ ۷۸۶ھ میں جام صلاح الدین بن تماچی کے عہد میں سندھ تشریف لائے اور پرگنۂ منچھر کے موضع "مراد اوٹھی" میں سکونت پذیر ہوئے۔ [یہاں] سید محمد جو میران محمد کے لقب سے مشہور تھے زندگی کے دن پوری کرنے کے بعد — "اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً" — (۱) کی پکار کو گوش قبولیت سے سن کر تشریف لے گئے (وفات پا گئے)۔

اس عالی مقام کی بلند مقامی کے ثبوت کے لئے یہی ایک نکتہ کافی ہے کہ جب ان کی اولاد میں سے سید علی ثانی نے مکلی پر مقبرہ تعمیر کرایا تو [وہ مقبرہ] اس وقت تک اہل اللہ کی زیارت گاہ نہ بنا اور اس میں روحانیت و طمانیت [کی کشش] پیدا نہ ہوئی جب تک کہ [اُن کے] خواب میں دیئے ہوئے حکم کے مطابق ان کی لاش موضع "مراد اوٹھی"

---

(۱) یعنی "تو اپنے رب کی طرف واپس آجا۔ ایسی حالت میں کہ تو اپنے رب سے راضی ہے اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے"۔
(— قرآن پاک سورۂ الفجر —)

www.maktabah.org

سے یہاں منتقل نہ کی گئی ۔

قصہ کوتاہ ، مرحوم والد کے بعد سید احمد اہل اللہ کے زمرے میں وہیں رہنے لگے ۔ یہ خدا رسیدہ بزرگوں سے بڑی رغبت و صحبت رکھتے تھے ۔ ایک مرتبہ یہ شیخ عیسیٰ کی زیارت کے لئے ساموئی میں تشریف لائے ۔ قاضی نعمت اللہ عباسی ، وقت کا ایک جلیل القدر عالم، ان سے پہلے ہی شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ۔ سید صاحب موصوف کی تشریف آوری کو باعث عزت تصور کرتے ہوئے شیخ ان سے بڑی تعظیم کے ساتھ پیش آئے لیکن قاضی ذرا بھی ٹس سے مس نہ ہوا ۔ پھر جب نشست [۳٦٦] پوری کرکے وہ اٹھے تو رخصت ہوتے وقت شیخ نے پہلے سے بھی زیادہ تعظیم ادا کی ۔ قاضی نے دریافت کیا کہ "رخصت ہوتے وقت سید [موصوف] کی اس قدر غائبانہ تعظیم بجا لانے کا کیا سبب ہوسکتا ہے ؟" جواب دیا کہ ان کی پشت میں قطب زمانہ [کا جلوہ] دکھائی دیتا ہے ۔ اگر میری حیات نے وفا کی تو میں اس کا مرید ہونگا" ۔ اس طرف سید موصوف قاضی کی اس روش سے رنجیدہ ہوکر دل میں اس پر نفرین کرتے اٹھے تھے ۔ ان کی اس رنجش کی تاثیر سے قاضی ابھی گھر تک بھی نہ پہونچا تھا کہ اس کی آنکھوں کی بصارت زائل ہوگئی جس کا اسے [بہ ظاہر] کوئی سبب معلوم نہ ہو سکا ۔ رات کو اس کی بیٹی فاطمہ نامی نے ایک خواب دیکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ مذکورہ سید سے شادی کرنے پر [اس کے بطن سے] چار موتی پیدا ہونگے جن میں سے ایک اپنے بے انتہا نور سے دنیا کو روشن کرے گا ۔

www.maktabah.org

قاضی نے یہ دونوں واقعات صبح کو جاکر شیخ عیسیٰ سے بیان کئے اور [شیخ کے] اشارے کے مطابق [اس نے اپنی] بیٹی کو سید کے نکاح میں دے کر اپنے گھر میں جگہ دی۔ خواب کے مطابق اپنے اپنے وقت پر سید مذکور کے چار فرزند پیدا ہوئے [جن کے نام یہ ھیں]: ۱- سید علی ۲- سید جعفر ۳- سید محمد شریف اور ۴- سید محمد حسین۔

بالاخر مخلوق عام کے دستور کے مطابق وہ بزرگ بھی بحکم محـ ، ـہ ۸۴۵ھ کو انتقال کرگئے۔ انھیں عباسی قاضیوں کے مدفن میں دفن کیا گیا جو آگے چل کر ان کی اولاد کے سادات کا مدفن مقرر ھوگیا۔

[سید علی] سید علی بن سید احمد بن سید محمد عرف سید میران محمد ایک قدیم ولی اور واصل باللہ بزرگ تھے۔ ان کے حالات و کرامات کا کوئی شمار نہیں۔ ان کے بعد ان کے دو نامور فرزند، جلال و جمالِ الٰہی کے مظہر اور بڑی نسل اور اولاد کے مالک، ان کی یادگار رہے جن میں سے ایک [کا نام نامی] سید جلال اور دوسرے [کا اسم گرامی] سید جمال تھا [۳٦۷]۔

[سید جلال] یہ مذکورہ سید علی کے فرزند تھے اور والد جیسے صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ لوگوں کو حق و معرفت کی راہ دکھانے میں انھوں نے بڑی فیاضی سے کام لیا۔

[سید علی ثانی] ان کے فرزند رشید، سید علی ثانی، سیر و سلوک میں بزرگوں سے بھی زیادہ صاحب توفیق اور نہایت متقی بزرگ تھے، انھوں نے کئی بار بیت اللہ کی زیارت کی تھی۔ انھوں نے درویش آجر سے فیض حاصل کیا تھا اور مخدوم نوح

www.maktabah.org

کے مرید تھے۔ ان کی کرامتیں اور بزرگی کی نشانیاں حد و شمار سے باہر ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اچھی یادگاریں بھی چھوڑی ہیں جیسے کہ مکلی کا روشن و منور مقبرہ۔ ایک بڑی جماعت ان کی نگاہ فیض کی بدولت مرتبۂ کمال پر فایز ہوئی۔ رسالہ "آداب المریدین" جو بزرگان دین کا دستور العمل ہے انھی کی یادگار [تصنیف] ہے۔ انھوں نے سنہ ۹۷۱ھ میں وفات پائی۔

[سید جلال ثانی] یہ ان کے نامور فرزند ہیں اور حسب و نسب کی بزرگی اور شان میں اپنے اجداد کی طرح ممتاز و مشہور ہیں۔ یہ اپنے والد اور جد امجد کے سجادہ نشین تھے۔ مرزا باقی ترخان کے فرزند مرزا صالح نے اپنی بیٹی کو ان بزرگ کے عقد میں دیا تھا اور اسی رشتہ کی وجہ سے مرزا محمد باقی نے انھیں شہنشاہ اکبر کے حضور میں بھیجا تھا۔

[سید میر محمد] ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند سید میر محمد جلیل القدر اور مشہور بزرگ ہوئے۔ "ترخان نامہ" انھی کی تصنیف ہے۔

[سید بزرگ] ان کے بعد ان کے فرزند سید بزرگ، بڑوں کے قائم مقام، بزرگی کے مسند نشین اور ممتاز اہل اللہ ہو گذرے ہیں۔ [۳۶۸]

[میر زین الدین] ان کے بعد میر زین الدین عرف میر لطف اللہ ایک صاحب کمال، مرجع اہل اللہ اور صفات حمیدہ سے موصوف بزرگ ہوئے۔ یہ اپنے وقت کے سادات کے سردار اور رئیسوں کے قاید تھے۔ بے انتہا علمی لیاقت کے حامل تھے۔ ان کی تصنیف "حرزالبشر" مشہور کتاب ہے۔ یہ مشاق اساتذہ

www.maktabah.org

کی طرح شعر کہتے تھے اور ”قانع“ تخلص کرتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تصنیفات حادثاتِ زمانہ کا شکار ہوکر ان کی ذات اقدس کی مانند روپوش ہوگئی ہیں۔ انہوں نے سنہ ۱۱۳۰ھ(۱) میں وفات پائی اس کتاب کے مولف (میر قانع) نے ”رضواعنہ“ کا جملہ ان کے سال [وفات کے] مطابق کہا ہے۔

انہوں نے دو فرزند چھوڑے۔ ایک سید غلام علی اور دوسرے سید عبدالولی۔ سید عبدالولی اپنے بھائی کے سجادہ نشین ہونے کے باوجود جب تک حیات رہے دستور بزرگی کو شان و شوکت کے ساتھ جاری رکھتے آئے۔ چند سال ہوئے کہ انہوں نے وفات پائی ہے اور ایک فرزند سید ابراهیم نامی چھوڑ گئے ہیں۔ سید غلام علی بزرگوں کے دستور کے مطابق سجادہ نشین رہے۔ اب ان کے فرزند میر لطف اللہ اجداد کے جانشیں ہیں۔

[میر علی اصغر] میر علی اصغر ابن سید فضل اللہ بن سید جلال ثانی دستور کے مطابق والد کی طرح اپنی کرامتوں سے نہمردی قوم اور دیگر پہاڑی قبائل کی فتوحات (نذر و نیاز) پر متصرف ہیں۔ اس جماعت کے لئے اعانت باراں کے حق میں، جس پر ان کی زندگی کا دار و مدار ہے، ان کی عجیب و غریب کرامتیں آشکارا ہیں۔

کہتے ہیں کہ سید جلال ثانی نے [اپنی] لوہے کی کمان [اپنے] بیٹوں کے سامنے پھینکی تھی اس لئے کہ ان میں سے جو بھی اس کمان کا چلّہ چڑھالے گا وہ پہاڑی قبائل [۳۶۹]

(۱) نسخہ ”ن“ میں یک هزار و صد و سی و دو (سنہ ۱۱۳۲ھ) ہے۔

www.maktabah.org

پر ماموور ہوگا ۔ والد کے ارشاد کے مطابق سید فضل اللہ نے وہ وہ کمان چڑھا دی اور قبائل ان سے متعلق ہوئے ۔ بارش کی ضرورت کے موقع پر یہ والد و فرزند کمال ریاضت کرتے تھے ۔ چونکہ ان کے کوئی اولاد [نرینہ] نہ تھی اس لئے :

[میر حسن علی] ابن سید عبداللہ بن سید میر محمد بن سید جلال ثانی ان کے داماد ہونے کی وجہ سے گدی پر بیٹھے ۔

[میر لعل میر] اب میر حسن علی فرزند کے رشید میر لعل میر والد بزرگوار کے قائم مقام اور بزرگی میں بے حد مشہور ہیں ۔

[سید جمال] سید علی اول کے فرزند سید جمال دونوں جہان کی بزرگی میں بے مثل ہو گذرے ہیں ۔ انہوں نے دو فرزند سید علی محمد اور سید عبدالقدوس اپنی یادگار چھوڑے ۔ ان میں سید علی محمد نے کوئی فرزند نہ چھوڑا ۔ [البتہ] سید عبدالقدوس جو قدیمی صفات اور انسانی خوبیوں کا مرکب تھے ، اولادیں چھوڑیں ، جن میں سے :

[سید الہ ڈنہ] عرف سید الہ بن سید شیخو (۱) بن سید احمد بن سید عبدالقدوس مذکورہ ، میر علی اصغر کے داماد تھے ۔ انہوں نے اولادیں چھوڑیں اور بزرگوں کا نام زندہ رکھنے کے بعد مقررہ وقت میں انتقال فرما گئے ۔ دوسرے :

[سید احمد] عرف سید کلاں بن سید حامد بن سید احمد بن سید عبدالقدوس تھے ۔ [انہوں نے بھی] وفات کے وقت اولادیں چھوڑیں حالانکہ ان کی اور بھی اولاد موجود ہے لیکن بطور تبرک ، بندہ صرف یہ نام تحریر کرتا ہے ۔

---

(۱) نسخہ "ن" میں سید "سچو ڈنو" ہے ۔

www.maktabah.org

[سید جعفر] بن سید احمد بن سید محمد عرف میران محمد۔ یہ بڑی بزرگیوں اور روشن نشانیوں کے مالک اور شاندار خوبیوں کے حامل بزرگ ہو گذرے ہیں۔ آب و دانہ کے مطابق انھوں نے ملک گجرات کے شہر نہروالہ [۸۷۰ھ] میں جا کر [سلسلہٗ] پیری مریدی جاری کیا اور بھائیوں کی طرح اس سر زمین کے مقتدر پیروں میں شمار ہونے لگے۔ وہاں انھوں نے عقد کیا جس سے سید احمد نامی ایک عالی مقام فرزند پیدا ہوئے۔ جب وہ بڑے ہوئے تو ان کے والد نے انھیں اپنی جگہ مسند پر بٹھایا اور خود سندھ واپس آ گئے اور انتقال کیا۔ ان کی اولاد وہیں ہے جن کا مختصر حال حصہ دوم (۱) میں مذکور ہے۔

سید قاضی میاں۔ مذکورہ سید کی اولاد میں سے اب سید قاضی میاں کچھ عرصہ سے وہاں کے ناظم کی قرابت اور منصبِ قضا سے وابستگی کی وجہ سے بھروچ میں مقیم ہیں۔ یہ بڑے انسان دوست شخص ہیں۔

---

(۱) تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۳۱-۳۲ پر سید احمد شیرازی کا ذکر اس طرح مذکور ہے: سید احمد انجوی شیرازی، سید احمد شیرازی کے، (جن کا ذکر ٹھٹے کے بزرگوں میں ہوگا) فرزندوں سید علی اور سید مراد کے بھائی سید جعفر کے فرزند ہیں۔ سید جعفر ٹھٹے سے پہلے نہروالہ اور پھر گجرات پہونچے۔ پھر وہاں اپنے فرزند رشید سید احمد مذکور کو بالغ ہونے پر اپنا مسند نشین بنا کر بھائیوں کے پاس اپنے وطن کو واپس گئے اور یہیں وفات پائی۔ سید احمد نے گجرات میں نہایت بزرگی کے ساتھ زندگی گذاری۔ ان کی درگاہ مرجع اہل اللہ ہے۔ وہاں (گجرات میں) ان کی اولاد میں کئی صاحب حال و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

www.maktabah.org

[سید حمزہ] سید احمد بن جعفر کی اولاد میں سید حمزہ نامی ایک انتہائی نورانی پیر سنہ ۱۱۶۰ھ میں سورت بندر میں نظر آئے تھے جہاں وہ سیر کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ان کی پیشانی سے تقدس جھلک رہا تھا۔ [۳۷۱] اب بھی سنا ہے وہیں تشریف رکھتے ہیں۔ ان بزرگ کی اولاد میں دوسرے کچھ لوگ سپاہیوں کے لباس میں نظر آئے۔

سید محمد شریف۔ ابن سید احمد بن سید محمد عرف میران محمد جن کا ذکر ہوچکا ہے، خاندانی شرافت کے ساتھ شرف اور بزرگی کے مسند نشین رہ کر زندگی گذار گئے ان کی کچھ اولاد پشت بہ پشت رہتی چلی آرہی ہے۔

[سید لطف اللہ اور ان کی اولاد] ان کی اولاد میں سید لطف‌اللہ یادگار ہیں۔ ان سے سید موئید خان پھر سید محمود پھر سید لطف اللہ پھر سید محمود اور ان سے پھر سید لطف‌اللہ عرف میر لطن [پیدا ہوئے]۔ یہ بزرگ راہ فقر و توکل کے سالک اور حضرت شاہ عنایت اللہ صوفی کے معتقد تھے۔ شاہ اسماعیل صوفی جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا، سے بھی ان کی مریدانہ صحبتیں رہا کرتی تھیں۔ تسلیم و رضا کی منزل پر فایز ہوکر بہترین حالت میں اس جہان بے بقا سے رحلت کر گئے۔ ان کے بعد سید خادم عرف سید یاسین رہ گئے جن کے بعد اب سید فضل علی بزرگوں کی یادگار ہیں۔

سید محمد حسین۔ ابن سید احمد بن سید محمد عرف میران‌محمد، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے، ان کی ولادت کی بشارت صاحب العصر شیخ عیسیٰ لنگوٹی نے دی تھی۔ اس کے علاوہ دوسرے

www.maktabah.org

اولیا کو بھی جیسے کہ بیر کر گنج قلندر (۱) جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا ، اس کی خبر ہوگئی تھی - ان کی اولاد کے مادہ تاریخ "قرۃ العین" سے سنہ ۸۳۱ھ بر آمد ہوتا ہے - وہ جام فتح خان بن جام سکندر سمہ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے - [۴۷۲]

کہتے ہیں کہ ولادت کے بعد یہ آنکھیں نہیں کھول رہے تھے - شیخ عیسیٰ کو جا کر اطلاع دی گئی تو وہ دوڑتے ہوئے زیارت کے لئے آئے اور انہوں نے شیخ عیسیٰ کے چہرہ پر آنکھیں کھولیں - شیخ نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی بیعت کرنے کا مجھے انتظار تھا - الحمدُ للہ کہ مراد پوری ہوئی - اس کے بعد تیسرے ہی دن وہ انتقال کر گئے - باقی دوسری کرامتیں جو ان کے زمانہ حمل، شیر خواری، صغر سنی اور دیگر اوقات میں [ان سے] ظاہر ہوتی رہی ہیں وہ حاجی محمد حسین "صفائی" کے تالیف کردہ رسالہ "تذکرۃ المراد" میں مذکور ہیں - ان کی ذات اقدس کا ہمسر ان کے زمانے میں تو خیر کیا ، گذشتہ اور آیندہ زمانے میں بھی سندھ میں شاذ و نادر ہی پیدا ہوگا - کتنے ہی مشائخین ان کے رشتہ مریدی پر فخر کرتے ہیں - ایک بڑی جماعت ان کی صحبت کے فیض سے راہ ہدایت پر جا لگی ہے اور اولیا و متقین کے سلسلے میں داخل ہوئی ہے - یہ بیشتر شریعت ظاہری کی پابندی ، وعظ و نصیحت اور طالبین کی تلقین میں اپنے باہرکت دن گذارا کرتے تھے -

نقل ہے کہ شیخ بہاؤالدین ملتانی کے پوتے شیخ صدرالدین پیری مریدی کے غلغلے کے ساتھ ٹھٹے میں منزل انداز ہوکر

(۱) نسخہ "ن" میں تبرکہ گنج ہے -

www.maktabah.org

زیارت کے لئے ان کی خدمت آئے ۔ دونوں بزرگوار مل کر بڑی جامع مسجد کی طرف ، جو اب " مسجد ولی نعمت " کے نام سے موسوم ہے اور اصل میں بادشاهان سمه کی بنوائی ہوئی ہے ، روانہ ہوئے ۔ شیخ نے راستے میں ایک مردہ بلی کو دیکھ کر اشارہ فرمایا اور وہ فوراً زندہ ہوکر اٹھ کھڑی ہوئی ۔ مسجد میں بیٹھ کر سید موصوف نے ایک خادم کو فرمایا کہ باھر جاے اور جو بھی آدمی نظر آئے اسے بلا لائے ۔ خادم ایک برھمن کو لے آیا ۔ وہ مسجد میں داخل ہوتے ہی فوراً ممبر پر چڑھ گیا اور وعظ شروع کر دیا ۔ اس نے لفظ بسم اللہ کے چودہ معانی بتائے ۔ اب سید موصوف نے شیخ سے کہا کہ مردے کو زندہ کرنا بدعت ہے ۔ [۴۷۳] کیونکہ اس سے جاندار کو اذیت پہونچتی ہے اور موت کی اذیت اور تکلیف اسے بار بار سہنی پڑتی ہے لیکن مردہ دلوں کو زندہ کرنا مشائخین کا طریقہ ہے ۔ اس پر شیخ نے دل سے تصدیق فرمائی کہ بے شک آپ مشائخین کی مراد ہیں اور آپ ہی سے مرادیں حاصل ہونگی ۔ اس وقت سے اس شاہ خدا آگاہ کا لقب "مراد" مشہور ہوگیا ۔ آپ نے اس لقب کے بدلے میں شیخ صدرالدین کو "حلیم" کا لقب عطا کیا اور یہ لقب بھی یادگار رہا ۔ مسجد صفہ ، سید موصوف کی یادگاروں میں سے ہے جو پہلے ہندوؤں کی ایک عالی شان مڑھی تھی اس کا ذکر رسالہ " تذکرۃ المراد " میں موجود ہے ۔ کہتے ہیں کہ وہ بتخانہ جام نندہ کے وزیر لکھسیر نامی ہندو کا تھا ۔ جب اس کا گھر مسجد بن گیا تو اس نے سید بزرگوار کی خدمت میں حاضر

www.maktabah.org

ہوکر مولہ نامی اپنے پوتے کے حق میں دعا کی درخواست کی ۔ آپ نے فرمایا کہ شہر کے شمال کی طرف آکر سکونت اختیار کرو [اس سمت] جس قدر بھی بستی ہوگی وہ تیرے پوتے کے نام سے مشہور ہوگی ۔ مولہ ٹھٹہ کی بھی غایت ہے ۔

چونکہ اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کرنا نبیوں، ولیوں اور عام مخلوق کا دستور ہے چنانچہ یہ بھی مقررہ مدت ختم ہونے کے بعد سنہ ۸۹۳ھ میں متکئین علی الارائک (۱) کی جماعت میں جا داخل ہوئے ۔ "ساجد مخلص" ان کی وفات کا مادۂ تاریخ ہے ۔

عباسی قاضیوں کے قبیلے میں شادی کرنے پر اس برگزیدہ کے تین عالی گوہر فرزند اور تین با عصمت صاحبزادیاں بطور زینتِ زمانہ، یادگار رہیں۔ [فرزندوں کے نام نامی اور اسمائے گرامی یہ ہیں] ۱- سید منصور ۲- سید نعمت اللہ [۳۷۳] اور ۳- سید حماد ۔ چونکہ ان میں ہر ایک کی کثیر اولاد ہے اس لئے صرف سجادہ نشینوں اور بعض دوسرے مشہور و معروف بزرگوں کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ہے ۔

[سید منصور] مذکورہ سید محمد حسین کے باهدایت فرزند سید منصور والد بزرگوار کے بعد سلسلہ پیری مرشدی میں ان کے جانشین ہوئے ۔ وہ جملہ خوبیوں کے جامع اور روشن کرامات کے مالک تھے ۔

---

(۱) یہ آیۃ کریمہ اہل بہشت کے لئے نازل ہوئی ہے مطلب یہ ہے کہ، اہل بہشت جنت میں گدوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے اور ادھر ادھر کا نظارہ کر رہے ہونگے ۔

www.maktabah.org

[سید منصور کی اولاد] ان کے بعد ان کے نامور فرزند سید احمد مسند بزرگی پر فایز ہوئے اور بزرگوں کی روایات خوبصورتی کے ساتھ زندہ رکھتے آئے ۔ اس کے بعد سید احمد کے فرزند سید محمد طاہر بزرگوں کے جانشین ہوئے ۔ انھوں نے کچھ عرصے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کیا ۔ چونکہ [اس وقت] ان کے فرزند کمسن تھے اس لئے انھوں نے اپنے خسر سید شمس الدین بن سید حسین بن سید منصور کو اپنی مسند پر بٹھایا اس شرط پر کہ جب ان کا مذکورہ فرزند بالغ ہوجائیگا تو وہ مسند ان کے حوالے کرینگے ۔ کچھ عرصے کے بعد خبر آئی کہ سید محمد طاہر وہاں انتقال پا گئے ۔ اتفاقاً سید شمس الدین یہاں ان سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے ۔ اب چونکہ سید محمد طاہر کے فرزند سید عبدالرحمان ہنوز کمسن تھے اس لئے سید شمس الدین کے فرزند سید حسین جانشین ہوئے آخرکار بڑے ہونے پر سید عبدالرحمان بن سید محمد طاہر اپنے مرحوم والد کی امانت کے دعویدار ہوئے ۔ اس پر سادات کرام نے سید حسین کی بزرگی کے ادب کے خیال اور ان کی محرومی کے خوف کی وجہ سے دو مسندیں مقرر کردیں ۔

دو مسندوں کے فیصلے کے بعد سید عبدالرحمان بن سید محمد طاہر ایوان کی نشست منت (نذر) کے گوشت کی تقسیم اور سواری میں مقدم اور اول قرار پائے اور سید حسین (۱) کے جانشین کی نشست بائیں جانب مقرر ہوئی ۔ [۳۷۰]

(۱) فارسی نسخہ مطبوعہ میں یہاں "سید علی" ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ سہو کتابت ہے ۔

www.maktabah.org

سید عبدالرحمان کی وفات کے بعد ان کے فرزند سید منصور ان کے بعد ان کے فرزند سید عبدالرحمان، ان کے بعد ان کے فرزند سید محمد طاھر اور ان کے بعد ان کے فرزند سید محمد شجاع عرف ناتھن بالترتیب بزرگوں کی مسند سے سرفراز ھوئے۔ آج کل سید محمد طاھر عرف سید میر محمد ابن سید محمد شجاع مسند اول کے سجادہ نشین اور بزرگوں کی صفات کے حامل ھیں۔

مذکورہ بیان کے مطابق مسند دوم پر سید شمس‌الدین کے بعد جن کا ذکر پہلے ھو چکا ھے ان کے فرزند سید محمد حسین سجادہ نشیں ھوئے اور ان کے بعد ان کے فرزند سید محمد اور پھر ان کے فرزند سید محمد فاضل عرف سید موٹن شاہ وارث ھوئے۔ انھوں نے نہایت جلال و کمال کے ساتھ زندگی گذاری۔ ان کی بہت سی کرامتیں مشہور ھیں۔ ان کے بعد ان کے فرزند سید محمد خلیل اور ان کے بعد ان کے فرزند ارجمند سید علی مسند دوم کے سجادہ نشین ھوئے۔ [موخرالذکر تاحال انتہائی شان و بزرگی کے ساتھ موروثی مسند پر متمکن ھیں۔

سجادہ نشینوں کے بیان سے فارغ ھونے کے بعد مذکورہ پیر کی اولاد میں سے کچھ دیگر نامور افراد کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ھے۔

میر محمد محسن - مذکورہ میر کی اولاد مکرم میں یہ بڑی بہتر حالت میں زندگی گذارتے رھے۔ حکمرانوں کے نزدیک بڑے ممتاز تھے۔ انھوں نے شیخ وقت میر مرزا جان کی صاحبزادی سے عقد کیا جن سے انھیں تین فرزند ھوئے۔ ایک میر محمد کلاں جنھوں نے میرزائی شان و شوکت کے ساتھ زندگی گذاری اور

www.maktabah.org

اب ان کے فرزند میر اسداللہ بزرگوں کی یادگار ہیں دوسرے میر ابن ، جنھوں نے بہ اشتیاقِ خود فقیری اختیار کی اور صاحب حال رہ کر زندگی گذاری ۔ ان کی اولاد میں تیسرے فرزند میر غلام علی عرف میر کھولو تھے ۔ یہ اویسی مشرب اور صاحب حال و قال تھے حال ھی میں وفات پائی ہے۔ [۳۷٦]

[میر عبدالقدوس] میر عبدالقدوس ابن سید حامد بن سید حسن بن سید حامد بن سید شرف الدین بن سید حسین بن سید منصور جن کا ذکر ہو چکا ہے ، وقت کے ایک مقتدر ، شان بزرگی کے مالک اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے ۔ ان کی تاریخ وفات سنہ ۱۱۳٦ھ ہے جو آیت کریمہ "هُمْ مُتَكِّئُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ" کے مطابق ہے ۔

[میر منصور علی] اب ان کے فرزند حقیقی میر منصور علی ، بزرگوں کی راہ پر چلنے کی توفیق رکھنے والے ایک صالح جوان اور بزرگوں کی یادگار ہیں ۔

میر محمد نعیم ۔ یہ مذکورہ پیر کی اولاد میں ایک صاحب حال و ارشاد بزرگ ہوئے ہیں انھوں نے بحسن و خوبی اپنے سابقین کی راہِ سلوک پر گامزن رہتے ہوئے زندگی گذاری ۔ ان کے فرزند یادگار ہیں ۔

سادات مشہدی

یہ صفت نجابت میں مشہور ہیں ۔

سید یعقوب اور سید اسحاق ۔ یہ دونوں بزرگ بھائی جام نظام الدین کے عہد میں سنہ ۹۰۱ھ میں مشہد مقدس سے ہجرت کر کے ساموئی میں وارد ہوئے جو ٹھٹے کا شہرہ ہونے کے باوجود

www.maktabah.org

بعض عزیزان خدا کا مسکن تھا۔ سید یعقوب کی ذات والا صفات کمالات سے آراستہ تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ شیر پر سوار ہوکر آئے تھے۔ عمرکوٹ کے نزدیک سومرہ خاندان کی سات پاک دامن دوشیزائیں سمہ قوم کے بعض رئیسوں کے مظالم سے تنگ آکر انھی کے سایہ پناہ میں ساموئی آگئی تھیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ جب سید موصوف اس طرف سے گذرے تو "آکریہ" قوم کے لوگ جو آکرہ کے ساکن اور لوھار پیشہ تھے آکر ان کے مرید ہوگئے اور ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ موضع آکر اسی قوم کے نام سے منسوب ہے۔ ان کی اولاد آج تک مذکورہ سید کی مرید ہے۔ [۳۷۷]

قصہ کوتاہ سید یعقوب اپنی زندگی کی مقررہ مدت پوری کرکے سنہ ۹۲۲ھ میں اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کر گئے۔ ان کا مزار ساموئی میں ہے۔ انھوں نے بہت سی اولاد چھوڑی جن میں سے کچھ اب تک تعلقہ ککرالہ کے موضع داری میں سکونت پذیر ہیں اور کچھ موضع آکر میں رہ کر وہیں فوت ہوگئے۔

[سید ملوک شاہ] ٹھٹے میں سید ملوک شاہ اپنے وقت کے ایک بڑے صاحب کمال اور صاحب حال بزرگ ہو گذرے ہیں۔ وہ قاضی سدو کے مرید تھے۔ مشہور ہے کہ ان کی قبر مذکورہ قاضی کی قبر کے برابر واقع ہے۔

[سید جلال الدین اور ان کی اولاد] سید جلال الدین ایک مشہور بزرگ تھے۔ انھوں نے بزرگوں کی راہ سلوک پر صفاتِ حمیدہ و اخلاقِ جمیلہ کے ساتھ زندگی گذاری۔ ان کے بعد ان کے

www.maktabah.org

دو فرزند سید خیرالدین اور سید شریف باقی رہے - ان میں سید خیرالدین کی اولاد میں پشت به پشت اعلیٰ اخلاق سے موصوف اور راہ فقر و رضا کے کامل بزرگ پیدا ہوتے رہے - اب سید محمود عرف سید بولو ان کی یادگار باقی ہیں - سید شریف کی اولاد میں بھی یکے بعد دیگرے مشہور بزرگ پیدا ہوتے رہے ہیں جن میں سید سائیں ڈنه کی اولاد، سید ملوک اور ان کے بھائی، بزرگوں کی یادگار موجود ہیں -

مذکورہ سید یعقوب کے بھائی سید اسحاق بھی کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے - بھائی کے قریب دفن ہیں - انھوں نے کوئی اولاد یادگار نہ چھوڑی -

[سید احمد اور سید محمد] سید محمد عابد مشہدی کے فرزند سید احمد اور سید محمد ایران میں مذہب شیعه کے غلبے اور غلو کی وجه سے، [سنه ۹۰۶ھ] مطابق اعدادِ لفظِ "مذہب ناحق" میں جب کہ ایران کے اکثر شہروں کے بزرگوں میں [۳۷۸] تفرقه اور ہجرت کی ہلچل تھی، حرمین کے قصد سے نکل کر سیر کرتے ہوئے ملک سندھ سے گذرے اور سنه ۹۱۰ھ میں ساموئی میں منزل انداز ہوکر دریا کے [سازگار] موسم کا انتظار کرنے لگے۔ اتفاقاً [اسی عرصے میں] سید محمد نے جو کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے، سفر آخرت اختیار کیا اور اولاد [یتیم] چھوڑ گئے - [اب] ان کے بھائی تنہا رہ گئے تھے وہ دل شکسته ہوکر یہیں رہ پڑے۔ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد جب شاہ بیگ نے سندھ پر تصرف حاصل کیا اور ارغونوں کی ایک جماعت کو محله مغلواڑہ میں آباد کیا جہاں شافعی المذہب

www.maktabah.org

مغلوں کی ایک جماعت پہلے ہی سے آباد تھی اور باغات اور کھلی ہوا کی وجہ سے یہ زمین ممتاز تھی ، اس وقت [اس نے] سید موصوف کو بھی صفات بزرگی سے آراستہ دیکھ کر وہیں آباد کردیا اور ان کے لئے لایق وجہ معاش بھی مقرر کردی۔ دل شکستہ سید [احمد] اپنے بھائی کی وفات اور اس سر زمین کی ابدی کشش کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو گئے۔ اہل کمال کی صورت میں ایک بڑی جماعت کے مرشد کی حیثیت سے انہوں نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ یہیں گذارا۔

[سید احمد کی اولاد] ان کے بعد ان کے نامور فرزند سید محمد ان کے جانشین ہوئے اور صفات کمالیہ کے ساتھ زندگی گذاری۔ ان کے بعد سید داؤد ، سید احمد اور سید یعقوب یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے آئے اور ہر ایک نے کمال بزرگی کے ساتھ اپنی اپنی زندگی کے دن پورے کئے۔

سید یعقوب کی اولاد میں تین بھائی سید اسماعیل، سید جلال اور سید جمال والد کے ساتھ ھندوستان چلے گئے اور اولاد سمیت وہیں جا کر سکونت پذیر ہوگئے۔

سید یعقوب کے بعد ان کے فرزند رشید سید داؤد والد کی جگہ مسند بزرگی پر متمکن ہوئے۔ وہ جملہ کمالات سے آراستہ تھے۔ آخر میں انہوں نے شہادت پائی۔ [۳۷۹]

ان کے فرزند سید محمد علوم ظاھری و باطنی میں ممتاز درجہ پر فایز تھے۔ ان کے بعد سید ابوالمکارم اپنی بلند اخلاقی کی وجہ سے بے حد مشہور ہوئے۔ انہوں نے سید علی بن سید شرف الدین سے جو حضرت غوث الثقلین کی اولاد میں تھے اور

www.maktabah.org

سیر و سیاحت کی غرض سے ٹھٹے آئے تھے، خلافت حاصل کی تھی ۔ یہ علوم ظاہری میں اپنے وقت میں ممتاز تھے ۔ جہانگیر بادشاہ نے ان کے کمال کا حال سن کر اولاد کی معاش کے لایق ان کا وظیفہ مقرر کر دیا ۔ پھر جب خسرو خان چرکس نے ان کی حویلی کے متصل جامع مسجد تعمیر کرائی تو اس نے انہیں کو اس کا متولّی بنایا ۔ ان کی تاریخ وفات، سنہ ۱۰۶۰ھ ہے جو "ستون دین افتاد" کے جملے سے بر آمد ہوتی ہے ۔ ان کے بعد ان کے فرزند سید مرتضیٰ نے جو اپنے والد کے زیور کمال سے مزین تھے علم و فضل میں شہرت کے ساتھ اپنی زندگی کی مدت پوری کی ۔ درس للو، جن کا ذکر آگے چل کر ہوگا ان کے زمانے میں انھی کے محلے میں سکونت پذیر ہوگئے تھے ۔

ان کے بعد انُ کے فرزند سید محمود، دادا مرحوم کی مسند خلافت پر متمکن ہوکر مریدوں اور خدام کے مرشد ہوئے ۔

ان کے بعد ان کے فرزند محمد اشرف نے انتہائی فقر و تقویٰ کے ساتھ زندگی گذاری اور سید محمود عرف سید پیر ڈنہ جنہیں کمسن چھوڑ گئے تھے اب اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں ۔

[سید محمد قاسم] سید محمد قاسم بن سید محمد بن سید داؤد شہید، جن کا ذکر کیا جا چکا ہے، مذکور سید احمد مشہدی کی اولاد میں سے طالبان حق کی فہرست میں شامل اور صاحب حال بزرگ تھے ۔ وہ سید جعفر رضوی بکھری کی وساطت سے جن کا آگے چل کر ذکر ہوگا، سید عبدالکریم بلڑی والے کے خلیفہ مقرر ہوئے تھے ۔ [۳۸۰]

پیر کے میلے پر ٹھٹے کے لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاتے اور

www.maktabah.org

واپس لاتے تھے۔ ماہ شعبان میں ان کے ہاں ٹھٹے میں ایک وسیع میلہ لگا کرتا ہے جس میں گروہ در گروہ فقرا آ کر جمع ہوتے ہیں۔ ان کی تاریخ وفات "فی جنۃ عالیۃ" (سنہ ۱۰۵۴ھ) کہی گئی ہے۔

[سید لطف اللہ] ان کے بھائی سید لطف اللہ عرف سید لطف بھی حسبی و نسبی کمالات سے موصوف ہو گذرے ہیں۔

ان کے بعد ان کے فرزند سید عابد وقت کے بزرگ اور آئینہ ہدایت کو منور کرنے والے ولی ہوئے۔

ان کے بعد پسماندگان میں سید حامد شاہ رہے۔ پھر جب وہ بھی انتقال کر گئے اور ان کا کوئی لڑکا نہ رہا تو دستار خلافت ان کے شیر خوار نواسے کے سر پر رکھی گئی اور ان کے داماد سید نظر علی ابن سید محمد طاہر عرف سید میر محمد جو پیر مراد شیرازی انجوی کی اولاد اور ان کے سجادہ نشین تھے، اس سلسلے کے با اختیار نگران مقرر ہوئے۔ [چنانچہ] وہ دستور کے مطابق اپنے میلے اور سید عبدالکریم کے میلے پر لوگوں کو لے جانے [کے انتظامات] کے نگراں ہیں۔

سید نظر علی کے کمسن فرزند دو تین سال تک نانا کے دستار کے مالک رہنے کے بعد صغر سنی میں ہی فوت ہوگئے۔

آج کل گیارہ سالہ میر نجم الدین بزرگ کے اس بار کے متحمل ہیں۔ اور ان کے دادا کی اولاد میں سید پیر ڈنہ، سید محمد حسین بن سید ابوالبقا اور سید عمادالدین بن سید ابوالبقا بن سید محمد بن سید داؤد شہید کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں ہے۔ [۳۸۱]

www.maktabah.org

سادات شیرازی معروف بہ شکر الاہی

ان کے بزرگ حسب و نسب کی شان و بزرگی میں مشہور ہیں اور ان کی قدیم عظمت معتبر کتابوں میں مذکور ہے۔

[قاضی سید شکراللہ] قاضی سید شکراللہ بن سید وجہ الدین، بن سید نعمت اللہ بن سید عوب شاہ بن امیر نسیم الدین محمد عرف میرک شاہ بن امیر عطاءاللہ جمال الدین محدث بن فضل اللہ بن میر عبدالرحمان بن عبداللطیف حسینی دشتکی۔

امیر نسیم الدین، امیر جمال الدین، ان کے چچا میر اصیل الدین اور ان کے بعض چچازاد بھائیوں کے بارے میں جس طرح کہ قاضی نوراللہ شوستری نے "مجالس المومنین" میں "حبیب السیر" سے نقل کیا ہے اور جس طرح کہ "روضۃ الصفا"، "ھفت اقلیم" اور دیگر معتبر کتابوں میں مذکور ہے بجنسہ، ویسا ہی جلد دوم میں ذکر کیا جا چکا ہے [چنانچہ اس مقام پر] انہیں دوبارہ بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ تاریخ طاہری وغیرہ میں مذکور ہے، مذکورہ سید، سنہ ۹۰۶ھ میں ہرات سے قندھار اور وہاں سے شاہ بیگ کے حکم پر سنہ ۹۲۷ھ میں ٹھٹے آئے اور مرزا شاہ حسن ابن شاہ بیگ کے زمانے میں اس نئی مفتوحہ سر زمین کے منصب قضا سے سرفراز ہوئے۔ ابتدا میں ان کی آمد تاجروں کی حیثیت سے ہوئی تھی۔

نقل۔ شاہ حسن نے امتحان کی غرض سے ایک تاجر سے گھوڑے خرید کر قیمت کی ادائی میں تساہل سے کام لیا۔ تاجر مایوس ہو کر عدالت شرعیہ میں دعویٰ دائر کرنے کے لئے پہونچا۔ چونکہ دین مبین کے قاعدے کے مطابق دعوؤں کے

www.maktabah.org

فیصلہ کے سلسلے میں شاہ و گدا برابر ہوتے ہیں اس لئے قاضی نے بادشاہ کے پاس طلب نامہ بھیجا۔ دیندار بادشاہ فوراً حاضر ہوگیا۔ ان دنوں یہ دستور تھا کہ مدعی اور مدعا علیہ کو ایک ہی مقام پر کھڑے ہوکر اپنی اپنی روئداد کہنی پڑتی تھی۔ قاضی نے اس کا انتظام بھی کرلیا تھا کہ بادشاہ مدعی سے ایک قدم بھی آگے نہ آسکے۔ چونکہ بادشاہ کا مقصد صرف امتحان لینا تھا اس لئے اس نے اسی وقت [٣٨٢] مدعی کو راضی کرلیا۔ اب قاضی نے اٹھ کر ہمیشہ کے دستور کے مطابق بادشاہ کی تعظیم کی اور اسے موزوں جگہ دی۔ کچھ دیر دوستانہ صحبت کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے بادشاہ نے کہا کہ "میں یہ خنجر اس لئے کمر میں باندھ لایا تھا کہ اگر آپ میری رعایت میں قانون شریعت کو نظر انداز کر دیتے یا خدمتگاروں میں سے کوئی، سیادت و بزرگی کے خیال سے چون و چرا سے کام لیتا تو میں خود اس ہتھیار سے سزا دیتا"۔ سید موصوف نے بھی مسند کے نیچے سے برھنہ تلوار نکال کر دکھائی کہ "میں نے بھی یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ مبادا بادشاہ خلاف شریعت قدم اٹھائے اور کوئی شخص اس کو ٹوکنے کی جرأت نہ کرے تو میں خود اس تلوار سے سیاست شرعی بجا لاؤنگا"۔ یہ قصہ تاریخ طاھری میں مذکور ہے۔

قصہ کوتاہ، یہ صحبت ختم ہوئی تو اس کے کچھ دنوں کے بعد قاضی نے اس خدمت سے استعفیٰ دے کر کہا کہ "بشری کمزوری سے کوئی بھی خالی نہیں ہے۔ میں یہ عظیم

www.maktabah.org

عظیم بوجھ نہیں اٹھا سکتا"۔ بالآخر انھی کی تجویز پر قاضی شیخ محمد اوچوی کو بلا کر اس منصب پر مامور کیا گیا۔

بزرگوں سے سنا گیا ہے کہ جہاں موصوف نے آ کر سکونت اختیار کی تھی ان کی اولاد آج تک وہیں رہتی چلی آرہی ہے۔ پہلے وہاں قبیلۂ انصار کے پس ماندگان آباد تھے لیکن طویل زمانہ گذر جانے کی وجہ سے ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

سید شکراللہ کی اولاد میں سے سید محمد محسن بن سید علی اکبر بن سید عبدالواسع سے سنا گیا ہے کہ اس قبیلے کے کچھ لوگ سندھ کے دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک معمر شخص جب کبھی ٹھٹے آیا کرتا تھا تو ہم لوگوں سے بھی ملاقات کیا کرتا تھا۔

قبروں کا چبوترہ، جن میں بزرگ آرام پذیر ہیں، پہلے انہیں [انصار] کا تھا۔ چند قبریں اب تک موجود ہیں۔ [۴۸۳]

کہتے ہیں کہ "آکر" کے رہنے والے انصاروں کے ایک دوسرے قبیلے کا بہت آباد اور مشہور متمول ایک بڑا محلہ تھا۔ ان کے اصل گماشتے وہ خواجگان تھے جو خواجہ شکر کی اولاد مشہور تھے، جن کے اجداد شیخ عیسیٰ لنگوٹی کے ساتھ برہان پور سے آئے تھے اور آخرکار خواجگان نے اپنی دولت کے زوال کے بعد ٹھٹے کے مغربی مشہور محلے میں عروج حاصل کیا۔ کشمش کے تاجروں نے اس معروف محلے میں [آباد ہوکر] اپنا دور ختم کیا۔

الغرض سید قاضی شکراللہ نے [قبیلۂ] انصار میں عقد کیا

www.maktabah.org

جس سے ان کے فرزند سید ظہیرالدین پیدا ہوئے جن کا ذکر آگے آئیگا۔

کہتے ہیں کہ مذکورہ سید [قاضی شکر اللہ] کے ساتھ تین اور بھی با کمال بزرگ ٹھٹے آئے تھے۔ ان احباب کے درمیان ایک خاص اتحاد تھا۔ وہ بزرگ [۱] سید منبہ، [۲] سید کمال اور [۳] سید عبداللہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر اپنے اپنے مقام پر کیا جائیگا۔

سید شکر اللہ نے وفات کے وقت اپنے نامور فرزند کو وصیت کی تھی کہ "اپنی اولاد کو یہ تاکید کرنا کہ انہیں اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو وہ میرے ان [تین] دوستوں میں سے کسی سے رجوع کریں"۔ [چنانچہ] اس وصیت کے مطابق سید شکر اللہ ثانی کے دو فرزندوں، سید محمد حسین اور سید ظہیرالدین ثانی کی اولاد سید منبہ سے تعلق رکھتی آتی ہے۔ [تیسرے فرزند سید نور محمد کے بیٹے] سید نظام الدین کی اولاد سید کمال سے وابستہ رہی اور سید عبدالرحمان کی اولاد سید عبد اللہ سے متعلق ہے۔

سید شکر اللہ کی قبر سید عبد اللہ کی درگاہ کے مغرب میں اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے۔

[میر ظہیر الدین] ان کے انتقال کے بعد ان کے با ہدایت فرزند میر ظہیر الدین و الاسلام عرف "جادم" والد بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ وہ بڑے صاحب فضیلت اور صاحب حال بزرگ تھے۔ [۹۸۳] ظاہر میں وہ پرہیزگاری، شریعت کی پابندی اور

www.maktabah.org

درس و تدریس میں مشغول رہا کرتے اور باطن میں راہِ فقر میں وہ بزرگوں کے طریقے پر عمل پیرا رہتے تھے۔ انتقال کے وقت انہوں نے دو فرزند [۱] سید شکراللہ ثانی اور [۲] سید عبدالرحمان یادگار چھوڑے۔

سید شکراللہ ثانی۔ یہ والد اور دادا بزرگوار کی صفات سے آراستہ تھے۔ اور [اپنے] زمانے میں عزت و شہرت کے ساتھ زندگی گذاری۔ ان کے چار فرزند ہوئے ۱۔ سید محمد حسین ۲۔ سید نور محمد ۳۔ میر ظہیرالدین ثانی اور ۴۔ سید لطف اللہ۔ سید شکراللہ ثانی کی یادگار ان کی مشہور مسجد ہے۔

[سید محمد حسین اور ان کی اولاد] سید محمد حسین اپنے وقت کے نامور اور حسبی و نسبی کمالات سے موصوف بزرگ تھے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے ایک سید مہر محمد اور دوسرے سید عبدالواسع۔

سید عبدالواسع کے دو فرزند ہوئے سید علی اکبر اور سید علی اصغر۔ ان میں سے ہر ایک فضیلت و حال میں بزرگوں کے طور طریق کی یادگار تھا۔

سید علی اکبر نے اپنے دو فرزند سید ابوالقاسم اور سید محمد محسن یادگار چھوڑے۔

سید ابوالقاسم کے، سید شاہ ولی نامی ایک فرزند تھے جو صفات بزرگی سے موصوف تھے اور انہوں نے فضیلت اور حالت میں اچھی زندگی گذاری۔ وہ مخدوم رحمت اللہ کے شاگرد تھے۔ ”تحفۃالمجالس“ جیسا مختلف علوم کا جامع نسخہ ان کی یادگار ہے۔ املا، انشا اور اشعار میں وہ طبع صفا اور ذہن رسا

www.maktabah.org

کے مالک تھے - انھوں نے قاضی محمد یحییٰ کے بھائی قاضی محمد امین کی تاریخ وفات "الحافظ لحدود اللہ"(۱)[سنہ ۱۱۳۹ھ] کہی تھی - سنہ ۱۱۵۰ھ میں انھوں نے تعلقہ ککرالہ میں اپنی جاگیر موضع جگت پور میں وفات پائی - ان کی میت کو شہر [۴۸۰] لایا گیا - ان کے شاگرد لطف اللہ کتابی نے ان کی تاریخ وفات "قد فات فی عشق" (۲) کہی ہے -

ان کے دو فرزند ہوئے میر سراج الدین ابوالقاسم اور میر محمد ناصر - میر محمد ناصر دوستان قلبی کو جوانی ھی میں داغ مفارقت دے کر سنہ ۱۱۷۸ھ میں انتقال کر گئے - ان کے فرزند میر شکراللہ عرف چھتن ان کی یادگار ھیں -

میر شاہ ولی کے فرزند اکبر میر سراج الدین ابوالقاسم بزرگوں کی صفات سے موصوف ، ان کی یادگار، سجادہ نشین اور خصائل حمیدہ کے مالک تھے- وہ اچانک ۲۳ ذوالقعد سنہ ۱۱۸۴ھ (۳) کو وفات پا گئے - شعر گوئی میں انھیں خاصہ ملکہ تھا - قرآن پاک سے مادۂ تاریخ اخذ کرنے میں تو کمال دکھاتے تھے - اخلاص کے پیش نظر اشعار کی مشق وہ راقم الحروف [قانع] کے پاس کیا کرتے تھے -

[سید عبدالرحمان اور ان کی اولاد] سید ظہیرالدین والاسلام عرف میر جادم اول کے فرزند سید عبدالرحمان تین فرزند چھوڑ

---

(۱) معنوی "اللہ کی حدود کا نگہبان" مراد "احکامات الٰہی کا نگراں"۔

(۲) یعنی "وہ اس کے (اللہ کے) عشق میں فوت ھوا"۔

(۳) نسخہ "ن" میں "ھزار و صد و ھشتاد و پنج" (سنہ ۱۱۸۵ھ) ہے-

www.maktabah.org

گئے - ۱- سید محمد ۲- سید وجہ الدین اور ۳- سید عنایت اللہ۔
سید محمد نے سید عبدالعلی نامی ایک فرزند چھوڑا جن کی کوئی اولاد باقی نہیں ہے۔

سید عنایت اللہ ابن سید عبدالرحمان نے وفات کے وقت [ایک فرزند] سید اسد اللہ نامی یادگار چھوڑا۔ سید اسد اللہ کے دو فرزند ہوئے ایک سید عنایت اللہ عرف سید بولو اور دوسرے سید محمد جنھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

سید عنایت اللہ عرف سید بولو کے بعد ان کے دو فرزند رہے۔ ایک سید غلام شاہ اور دوسرے سید غلام اولیا۔ سید غلام شاہ حال ہی میں تین فرزند چھوڑ کر فوت ہوئے ہیں - [۳۸۶]

سید غلام اولیا عنفوان شباب ہی میں علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل سے فارغ ہوکر تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند مرتبے پر فایز ہو چکے تھے - دستور کے مطابق وہ ہمیشہ روزانہ سید عبد اللہ کی زیارت کرنے جایا کرتے تھے اور اپنے با برکت اوقات ہمیشہ نیک کاموں میں صرف کیا کرتے تھے - [غرض] وہ بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوگئے تھے لیکن عین جوانی میں انھوں نے اس دار فانی سے رحلت کی اور مریدوں کی ایک خاص جماعت چھوڑ گئے - ہر ماہ کی ۲۱ تاریخ کو، ان کی تاریخ وفات کے مطابق، مریدوں کی جماعت ان کی زیارت کے لئے آتی ہے اور لوگ ختمہ و خیرات کرکے اپنی مشکلیں حل کراتے ہیں -

[سید نور محمد اور ان کی اولاد] سید شکر اللہ ثانی کے فرزند سید نور محمد اپنے وقت میں علم و کمال کے مظہر کامل اور

www.maktabah.org

اهل دین و یقین کے مرجع تھے ۔

جب وہ انتقال کر گئے تو ان کے فرزند سید نظام الدین ان کی یادگار رہے ۔ سید نظام الدین علم و کمال میں ممتاز اور حال و قال میں صاحب توفیق بزرگ تھے ۔ انھوں نے یہ چار فرزند چھوڑے ۔ ۱ ۔ سید نعمت اللہ ۲ ۔ سید نور محمد ثانی ۳ ۔ سید فضل اللہ اور ۴ ۔ سید محمد شفیع ۔ [ان میں] سید نعمت اللہ فضل و کمال کے علمبردار اور بزرگی کی جملہ خوبیوں کے جامع تھے ۔

ان کے انتقال کے بعد سید عطاء اللہ ، [اپنے مرحوم] دادا کی اولاد میں نہایت ممتاز رہے ۔ شان و شوکت میں انھوں نے میر لطف اللہ شیرازی اور دیگر رئیسوں کے ہم پلہ زندگی گذاری ۔ یہ اپنے دو برگزیدہ فرزند سید عبد اللہ اور سید محمد ناصر یادگار چھوڑ گئے ۔

سید عبد اللہ نہایت باکمال اور سلسلۂ نقشبندی کے بزرگ تھے ۔ وفات کے بعد ان کی کوئی اولاد باقی نہ رہی ۔

سید محمد ناصر اپنے عہد میں تقوٰی اور پرہیزگاری میں بے مثل بزرگ ہوئے ۔ [۴۸۷]

کہتے ہیں کہ ساری زندگی انھوں نے کسی عورت کا منہ نہ دیکھا اور حیوانوں میں نر و مادہ کا امتیاز نہ کر سکتے تھے ۔ سلسلۂ نقشبندی میں درجۂ کمال حاصل کر کے وہ مریدوں کا مقصد اور حاجتمندوں کا مرجع رہے ۔

نقل ہے کہ مذکورہ سید کے زمانے میں ملک میں اچانک قحط پیدا ہوگیا ۔ لوگ گرانی اور وبا میں گرفتار ہو کر اولیا کی

www.maktabah.org

قبروں پر ملتجی ہوئے۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ اگر کوئی ایسا کامل پرہیزگار، جس نے عمر بھر خود اپنی برہنگی بھی نہ دیکھی ہو، باہر نکل کر نماز استسقا ادا کرے گا تو بے شک دنیا پر ابر رحمت کا کرم ہو سکے گا۔ [چنانچہ] سارے ٹھٹے اور اس گرد و نواح میں سید موصوف کے علاوہ ایسا کوئی اور شخص نہ مل سکا۔ ایک بزرگ نے بھی خواب میں ان کی نشان دہی کی۔ حالانکہ وہ نمایش اور کرامتوں کی شہرت کے خوف سے جو اس خاندان کے لئے منع تھی، قبول نہ کر رہے تھے۔ لیکن ان کی والدہ محترمہ نے بھی تحریک فرمائی۔ کہتے ہیں کہ جب ان کی والدۂ معظمہ انہیں [باہر نکل کر نماز استسقا پڑھنے کی] تلقین کرنے لگیں تو انہوں نے کہا کہ "اس طرح ظاہر ہونے کے بعد شاید مجھے اس دنیا کو الوداع کہنی پڑے گی"۔ اس پر ان کی باسعادت والدہ نے فرمایا کہ "اگر مشیت ایزدی اسی طرح ظاہر ہونی ہے تو پھر دنیا کے آرام کے مقابلے میں جو کچھ بھی اس کی رضا ہو وہی بہتر ہے"۔ تقدیر کا اتفاق دیکھئے کہ نماز استسقا کے، جو خلق سے گرانی اور وبا کی مصیبت دفع کرنے کا باعث ہوئی، تین ہی روز کے بعد سید دنیا سے رخصت ہو گئے۔ چونکہ ان کی شادی نہ ہوئی تھی اس لئے ان کی کوئی اولاد نہ رہی۔

سید نور محمد ثانی ابن سید نظام الدین، نے جن کا ذکر ہو چکا ہے، دو فرزند سید ابوالقاسم اور سید نظام الدین ثانی یادگار چھوڑے۔ [۳۸۸]

www.maktabah.org

سید ابوالقاسم بزرگوں کے نقش قدم پر بحسن و خوبی گامزن رہے اور اپنے بعد اپنے ایک فرزند سید میرک شاہ کو یادگار چھوڑ گئے ۔ وہ فضیلت میں ممتاز تھے ۔ انہوں نے اپنے ماموں کے ساتھ ھندوستان جاکر وھاں ذریعۂ معاش اور اولاد پیدا کی ۔ کچھ عرصے کے بعد انتقال فرما گئے اور کوئی فرزند یادگار نہ چھوڑا ۔

سید نظام الدین ثانی [علم] فقہ میں سب سے زیادہ با توفیق اور دیگر علوم کے جیّد عالم ھو گذرے ھیں ۔ طبیعت کے جذبے کے تحت یہ جہاں آباد (دھلی) چلے گئے اور وھاں جاکر "فتاوائے عالمگیری" کے متعلق دیگر علما کی انہوں نے کتنی ھی مشکلیں حل کیں ۔ بادشاہ کے سامنے پیش ھوئے اور منصب کی درخواست کی ۔ بادشاہ نے اس ضابطے کے مطابق کہ اھلِ فضل کا نوکر پکارا جانا پسند نہ کرتے تھے، منصب دینے سے انکار کرکے معاش قبول کرنے کے لئے کہا ۔ سید صاحب اس پر راضی نہ ھوئے ۔ اس کے بعد جلد ھی انہوں نے وھاں سفر آخرت اختیار کیا ۔ ان کے بعد ان کے دو فرزند سید عرب شاہ اور سید احمد باقی رھے ۔

سید عرب شاہ آخر میں مجذوب ھو گئے تھے ۔ وفات کے وقت ان کی کوئی اولاد نہیں تھی ۔

سید احمد کے ایک فرزند سید عطاءُ اللہ نامی موجود ھیں ۔ شادی کے بعد ان کے کئی فرزند ھوئے لیکن سب کے سب فوت ھو جانے کی وجہ سے یہ عین جوانی ھی میں مجذوب ھو گئے ۔

سید نظام الدین کلاں بن سید نور محمد بن سید شکر اللہ ثانی

www.maktabah.org

کے فرزند سید فضل اللہ کے دو بیٹے سید رحمت اللہ عرف سید مہتو اور سید ابوالحسن نامی ہوئے۔

سید رحمت اللہ وقت کے سب سے بڑے متقی اور مقتدر ولی تھے - انھوں نے سید کمال کی درگاہ سے فیض حاصل کیا تھا - صاحبانِ کمال کی ایک بڑی جماعت کی صحبت میں رہ کر سلسلۂ نقشبندی میں ممتاز حیثیت کے مالک ہوئے - [۴۸۹]

وہ راسخ العقیدہ مریدوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے ہیں جو آج تک ہر ماہ کی پانچویں تاریخ کو ان کے یوم وفات پر ان کے مزار پر حاضر ہوکر زیارت، ختمہ اور خیرات کرکے فیض حاصل کرتی چلی آرہی ہے۔

اپنے بعد وہ سید محمد صادق کو یادگار چھوڑ گئے جو عمر طویل کو پہونچ کر اس دارفانی سے رخصت ہوگئے - ان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی ۔

مذکورہ سید فضل اللہ کے فرزند سید ابوالحسن اپنا ایک فرزند سید ابوالبقا نامی چھوڑ گئے ۔

سید نظام الدین کلاں، بن سید نور محمد بن سید شکراللہ ثانی کے فرزند سید محمد شفیع راہ معرفت کے سالک اور شہرت سے پرہیز کرنے والے بزرگ تھے - انھوں نے نہایت فضل و کمال کے ساتھ زندگی گذاری۔

انھوں نے سید محمد جعفر نامی ایک فرزند یادگار چھوڑا جنھوں نے انتہائی بزرگی اور عظمت کے ساتھ زندگی پوری کی۔

ان کے بعد ان کے فرزند سید بزرگ نامی جانشین ہوئے۔ یہ عنفوان شباب ہی میں مجذوب ہوگئے اور کچھ مدت اسی

www.maktabah.org

حالت میں رہ کر وفات پا گئے۔

[سید میر محمد] سید میر محمد بن سید حسین بن سید شکر اللہ ثانی نے سید محمد حسین نامی ایک فرزند [یادگار] چھوڑا۔ جن کے ایک فرزند سید محمد سعید نامی ہوئے۔ ان کے فرزند سید محمد میر ہوئے جنھوں نے کوئی اولاد نرینہ [اپنے بعد] نہ چھوڑی۔

[سید عبدالواسع بن سید محمد حسین اور ان کی اولاد] سید علی اصغر ابن سید عبدالواسع بن سید محمد حسین بن سید شکر اللہ ثانی نے تین فرزند سید حبیب اللہ عرف سید ساجو، سید فتح محمد عرف سید پھتو اور سید محمد فاضل [نامی یادگار] چھوڑے۔

سید حبیب اللہ کے تین فرزند ہوئے ۱۔ سید محمد حسین عرف ماکر پیو ۲۔ سید صالح محمد عرف سید ٹھاریو اور ۳۔ سید منگیاند ھو۔

سید محمد حسین عرف میر ماکر پیو نے ایک فرزند پیر قمر الدین نامی چھوڑا اور سید صالح محمد عرف سید ٹھاریو اور سید منگیلد ھو [تلحال] حیات ھیں۔ [۳۹۰]

سید فتح محمد عرف میر پھتو کے چار فرزند ہوئے:

۱- مراد علی [عرف] پارو

۲- سید علی

۳- سید محمد فاضل

۴- سید فقیر محمد

[سید محمد محسن] سید محمد محسن بن سید علی اکبر

www.maktabah.org

بن سید عبدالواسع بن سید محمد حسین بن سید شکراللہ ثانی نے انتہائی بزرگی کے ساتھ بڑی عمر میں ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۱۵۸ھ میں انتقال کیا اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

[سید ظہیرالدین ثالث اور ان کی اولاد] سید ظہیرالدین والاسلام عرف جادم ثانی بن سید شکراللہ ثانی علم و عمل اور زھد و تقویٰ میں بزرگوں کی صفات کا نچوڑ تھے۔

ان کے بعد سید محمد مقیم راہ بزرگی پر مستقیم رہے۔ ان کے دو فرزند ہوئے سید محمد کاظم اور سید محمد سعید۔

سید محمد کاظم عجیب حالات کے مالک تھے۔ دو دو تین دن تک وہ عالم خواب میں کہ جسے عین بیداری سمجھنا چاہئے پڑے رہتے تھے اور لوگ ان کا ذکر قلبی سنا کرتے تھے۔ بالاخر وہ خود ھی بیدار ھوجاتے تھے۔ اسی طرح اور بھی کتنے ھی کمالات تھے جن کا شمار مشکل ھے۔ انھوں نے دو فرزند سید محمد عارف اور سید عزت اللہ [یادگار] چھوڑے۔

سید محمد عارف قوت، شجاعت اور سیر و شکار کی خوبیوں کے لحاظ سے عجائبات روزگار میں سے تھے۔ شادی کے بعد یہ عنفوان شباب ھی میں فوت ھوگئے اور کوئی اولاد نرینہ یادگار نہ چھوڑی۔

سید عزت اللہ نیکی اور پرھیزگاری میں بزرگوں کی راہ پر بحسن و خوبی گامزن رھتے ھوئے زندگی گذار گئے۔ ان کی رحلت سنہ ۱۱۶۱ھ میں واقع ھوئی۔ [۳۹۱] "با رحمت یزدی پیوست" ان کی [وفات] کا مادہ تاریخ ھے۔ انھوں نے

www.maktabah.org

چھ فرزند چھوڑے - ۱- سید فخرالدین ۲- سید یار محمد ۳- سید امین محمد ۴- ان اوراق کو سیاہ کرنے والا بندہ علی شیر ۵- محمد صلاح عرف سید محمد شاہ اور ۶- سید ضیاءُ الدین -

سید فخرالدین نے انتہائی بزرگی کے باوجود بھی بڑی سادگی کے ساتھ زندگی گذاری اور ۲۲ ذوالقعد سنہ ۱۱۸۴ھ (۱) کو جا کر رحمت خداوندی سے واصل ھوگئے - انھوں نے میر حیدر نامی اپنا ایک صاحب توفیق فرزند یادگار چھوڑا -

سید یار محمد نے بزرگانہ وضع سے نہایت انسانیت اور حسبی و نسبی کمالات کے ساتھ زندگی گذاری - انھوں نے ۱۹- شعبان سنہ ۸۶ھ (۱۱۸۶ھ) کو وفات پائی - ان کے دو فرزند میر کریم الدین اور میر عظیم الدین [باقی رھے] - میر عظیم الدین جو ھوشمند ھونے ھی انتہائی بلاغت اور موزون طبع کے حامل ھیں، تاحال حیات ھیں -

سید امین محمد (۲) اپنے دونوں فرزندوں سید صدرالدین اور سید محمد انور سمیت [حیات ھیں] -

راقم الحروف بندہ علی شیر بھی دو تازہ مولود فرزندوں میر غلام علی اور میر غلام ولی اللہ، جن کے ناموں کے اعداد ان کا سال ولادت ظاھر کرتے ھیں، کے ساتھ بقید حیات ھے -

سید محمد صلاح عرف محمد شاہ غریبانہ حال اور درویشانہ

---

(۱) نسخہ "ن" میں بسال ھزار و صد ھشتاد و پنج (سنہ ۱۱۸۵ھ) ھے -

(۲) نسخہ "ن" میں اس مقام پر "عرف سید موتو" زائد ھے -

www.maktabah.org

انداز میں انتہائی سادگی اور بے نفسی کے ساتھ [اپنی مقررہ عمر پوری کرکے] خدائی طلب کے مطابق ٢٢ جمادی الثانی سنہ ١١٨٦ھ میں دوستوں کو داغ مفارقت دے گئے۔

میر ضیاءُ الدین بھی بزرگوں کی یادگاروں کی حیثیت سے بقید حیات ھیں (١)۔ [٣٩٢]

سید محمد بن سید محمد مقیم بن سید ظہیرالدین والاسلام عرف جادم ثانی اپنا ایک فرزند سید محمد اشرف نامی یادگار چھوڑ گئے۔ سید محمد اشرف نے بزرگوں کی وضع میں نہایت سادگی اور کسر نفسی کے ساتھ زندگی گذاری اور اپنے بعد دو فرزند سید جادم اور سید محمد سعید چھوڑ گئے۔

سید جادم عنفوان شباب ھی میں اچانک رضائے ایزدی سے واصل ھوگئے۔

سید محمد سعید نے شادی کرکے کئی اولادیں پیدا کیں [لیکن پھر] اھل و عیال سمیت اس دار بے بقا سے رحلت کر گئے اور کوئی بھی نام بزرگوں کی یادگار کے طور پر نہ چھوڑ گئے۔

سید شکراللہ کی اولاد میں سے کچھ نام ناواقفیت کی بنا پر اس کتاب میں شامل نہیں ھو سکے ھیں امید کہ یہ تقصیر معاف کی جائیگی۔

---

(١) اس مقام پر دستی اپنے نسخے میں میر قانع نے بڑی کاٹ پیٹ کی ھے اس ترجمے میں کل مضمون کو، جو کچھ تو اس کے متن میں اور کچھ حاشیے میں ھے، یہاں مربوط کرکے وضاحت کے ساتھ درج کردیا گیا ھے۔

www.maktabah.org

سید جمال اور سید کمال - یہ دونوں بزرگوار اور جملہ خوبیوں کے حامل بھائی اصلاً حسینی اور شیراز کے باشندے تھے اور مذکورہ سید شکراللہ کی دوستی اور رفاقت میں ٹھٹے آئے تھے - چونکہ ان دونوں نے مجرد رہ کر زندگی گذاری اس لئے ان کے بعد ان کی کوئی اولاد نہ رہی -

سید کمال بڑے گھرے یار تھے اور ان چار یاروں میں شامل تھے جن کا سید شکراللہ کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے - وفات کے بعد یہ اپنی رھائشی حویلی میں دفن ہوئے - ان کی زیارت کی برکت ممالک میں مشہور اور ان کے توسل کی کرامتیں عوام و خواص [کے دلوں] میں مرکوز ہیں -

سید جمال نے جب وفات پائی تو انہیں سید عبداللہ کی درگاہ کے مغرب میں سید شکراللہ کے قریب دفن کیا گیا - صاحبان دل ان کی زیارت سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں - [۹۳ھ]

سادات ماژندرانی عرف لودھی

ان کے بزرگ سید بدرالدین ماژندران سے ھجرت کرنے کے بعد شاندار بارگاھوں (۱) کی زیارت سے مشرف ہو کر سنہ ۹۶۷ھ میں بحر عرب کی راہ سے بندرگاہ دیول پر اتر کر ٹھٹے میں سکونت اختیار کرنے کے لئے روانہ ہوئے - جب وہ پرگنہ ساکورہ کے قصبہ ھالا میں پہونچے تو اس قصبے کے مشہور بزرگ سید سلطان شاہ برقعہ پوش عرف لودھی نے سید موصوف کی آمد کی خبر سن کر انہیں وہیں کی سکونت اختیار کرنے کی تکلیف دی - آن کی

---

(۱) یعنی کربلائے معلیٰ وغیرہ اھل بیت اطہار کی عراق و عجم میں واقع درگاھیں -

صحبت نے ان کے دل میں ایسی کشش پیدا کی اور سید بدرالدین همیشه کے لئے وهیں رہ گئے۔ تقدیراً کچھ عرصہ کے بعد سید سلطان شاه انتقال کر گئے [چنانچہ] ان کی صاحبزادی کا سید بدرالدین سے عقد کیا گیا۔ ان معصومہ سے مقررہ وقت میں سید موصوف کے تین فرزند ۱۔ سید لودھی ۲۔ سید جنید اور میر کمال الدین پیدا ہوئے۔

سید لودھی اور سید جنید دونوں اسی قصبے میں فوت ہوئے۔ اُن کی اور اُن کی اولادوں کی قبریں، اسی قصبے میں جو ایک مدت سے ویران ہے، یادگار ہیں۔

سید کمال الدین اور ان کی اولاد۔ سید کمال الدین محمد حسن کمالات سے آراستہ بزرگ تھے۔ زیادہ تر وہ مکلی کے بزرگوں کی زیارت سے فیض یاب ہوا کرتے تھے۔ [ایک بار] وهاں انہوں سید ظہیرالدین والاسلام عرف میر جادم سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ وہ ملاقات، گفتگو اور دوستی سے آگے بڑھ کر، اتحاد تک جا پہونچی اور کچھ ہی عرصے کے بعد سید کمال الدین نے ٹھٹے میں آکر مذکورہ سید کے پڑوس میں سکونت اختیار کی اور سلسلۂ اتحاد کو مزید مستحکم کیا۔ انہوں نے تین فرزند میر ابوالفتح، میر مظفر اور میر عبدالخالق اپنے بعد یادگار چھوڑے۔ [۳۹۳]

میر ابوالفتح نے وفات کے وقت تین فرزند سید محمد، سید محمد پناہ اور سید محمد شاہ باقی چھوڑے [ان میں سے] میر عبدالخالق نے بھی تین فرزند میر بیگ محمد، میر جھنڈو اور

www.maktabah.org

میر سید (۱) چھوڑے۔

میر سید محمد بن سید ابوالفتح بن میر کمال الدین، کے جن کا ذکر ہو چکا ہے دو فرزند میر عبدالعلی اور میر عبدالنبی ہوئے۔

میر عبدالعلی پابندی شریعت اور علمی قابلیت میں اپنے عہد میں بے حد مشہور ہوئے۔ انھوں نے محلہ سکرن میں ہندوؤں کی مہر نامی مڑھی کو جبراً مسمار کر کے مشہور مسجد تعمیر کرائی۔

ان کے بعد سید محمد عرف میر شیخو یادگار رہے۔ جن کے سید محمد ملوک سید محمد پناہ، سید محمد شاہ اور سید عالم شاہ [نامی چار] فرزند ہوئے۔

ان میں سے سید محمد ملوک کے دو فرزند سید محمد پناہ اور سید محمد شاہ [نامی] ہوئے۔ سید محمد پناہ ایک فرزند چھوڑ کر فوت ہو گئے اور سید محمد شاہ تاحال حیات ہیں۔ سید عالم شاہ عرف میر جمال الدین [کافی] عمر جہان آباد (دھلی) میں گذار کر آخری دنوں میں روہڑی آ کر ہمیشہ کے لئے یہیں رہ گئے۔ ان کے بعد ان کے دو فرزند سید وجہ الدین اور سید محمد ثانی یادگار رہے۔

مذکورہ سید کمال الدین کی دوسری اولاد بھی اپنے وقت میں مشہور رہی ان میں سے کچھ افراد ٹھٹے کے دوسرے محلوں میں رہتے ہیں۔

---

(۱) اس مقام پر صرف میر سید لکھا ہے اور اس کے آگے کوئی بھی نام تحریر نہیں ہے۔

www.maktabah.org

ایک ، سید میر سنگتراشوں کے محلہ میں رہتے ہیں - مذکورہ سید میر کی اولاد میں سے سید بیگ اور سید ٹھارو ، پتہ ہاٹ بازار کے عقب میں رہتے ہیں -

سید بیگ محمد، مذکورہ اولاد میں سے یادگار کے طور پر باقی ہیں -

[سید سعد اللہ] سید سعد اللہ (۱) بن سید فضل اللہ بن سید مظفر بن سید عبدالخالق ، جن کا ذکر کیا جا چکا ہے، ایک نامور بزرگ ہو گذرے ہیں - ان کی اولاد [۵۹۰م] میں سید جھنڈو فرزندوں سمیت اور سید مظفر موجود ہیں -

سید عبدالنبی کی اولاد میں سے سید محمد خلیق کئی سال ہوئے مذکورہ میر والی مسجد میں گم ہوگئے ہیں ان کے فرزند سید گل نامی موجود ہیں -

سید ہدایت اللہ بن سید عبدالنبی کے دو فرزند سید جمن اور سید ابوالبقا حیات ہیں -

مذکورہ میر کمال الدین ماژندرانی کی اولاد میں سید محمد سلوک ایک اہل اللہ بزرگ ہیں جو دادن شاہ کی درگاہ کے قریب جمنا کی زمین پر آرام فرما ہیں - حضرت پیر رحمت اللہ علیہ کے خلفا ہر سال ماہ ربیع الثانی کی ۱۱ تاریخ کو وہاں آکر جمع ہوتے ہیں - معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ وہ نواب لشکر خان کے عہد حکومت میں سنہ ۱۰۷۱ھ میں پرگنہ بٹھورہ کی خالصہ [زمین] کے حاکم تھے اور ایک ہندو سے جو خود کو صاحب العصر اور موحد سمجھتا تھا، جنگ کرتے ہوئے

(۱) نسخہ "ن" میں نوراللہ ہے -

www.maktabah.org

شہید ھوگئے - [لوگ] ان کی لاش وہاں سے لے آئے - انھوں نے وصیت کی تھی کہ جس مقام پر آکر میری لاش ٹھر جائے مجھے وھیں دفن کیا جائے [چنانچہ] اس زمین پر آکر اسے قرار ھوا جہاں اب ان کی قبر ہے۔ یہ مقام زیارت گاہِ خلائق ہے۔

[سید علی ماژندرانی] سید علی بن سید عبدالقدوس ماژندرانی، خط نسخ، خط ثلث اور دیگر اقسام کے خطوط میں، مشہور سید علی کے ھمسر تھے- وہ مخدوم الیاس خوشنویس کے شاگرد تھے جن کی شاگردی کی برکت سے کتنے ھی بزرگ خوشنویسی میں مشہور ھیں -

عرب شاہی، سبزواری سادات میرک

جو بزرگیٔ کمال اور عمدگیٔ خصائل میں کمال مشہور ھیں - [illegible]

[میرک شیخ محمود] میرک شیخ محمود بن میرک ابو سعید بن امیر علی شاہ سبزواری عرب شاھی: میرک ابو سعید، شیخ جلال الدین بایزید پورانی کے نواسے ھیں- وہ سبزوار سے ھجرت کرکے قندھار میں آکے سکونت پذیر ھوئے تھے - ان کے فرزند شیخ میرک محمود، جن کا ذکر ھوچکا ہے، اور میرک بایزید، شاہ بیگ ارغون کے قندھار سے آکر سندھ فتح کرنے کے موقع پر اس کے ساتھ سندھ میں تشریف لائے تھے- میرک بایزید نے بکھر میں سکونت اختیار کی اور میرک محمود ٹھٹے آکر رھے- فضیلت و سخاوت اور زھد و تقویٰ میں ممتاز رھتے ھوئے انھوں نے سالہا سال شیخ الاسلامی کے اعلیٰ منصب پر فایز ھونے کے باوجود کتنے ھی طالبان علم کو کامل فیض عطا کیا - وہ

www.maktabah.org

خط نستعلیق میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی وفات محرم سنہ ۹۶۲ھ میں ہوئی۔ "رفت میرک آہ آہ" ان [کی وفات] کا مادہ تاریخ ہے۔ اپنی اولاد کے محلے میں انھوں نے ایک شاندار مسجد اور خانقاہ کی مشہور عمارت تعمیر کرائی۔ ان کے بعد ان کے تین فرزند شیخ میر محمد، میرک عبدالباقی اور میرک عبدالرحمان باقی رہے۔

شیخ میر محمد۔ یہ اعلیٰ درجے کے صفات سے موصوف اور انسانی فضائل سے مخصوص بزرگ تھے۔ انھوں نے سنہ ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔ "جامع فتاوائے پورانی" انھی کی یادگار ہے۔ انھوں نے ظاہری اولاد یادگار نہ چھوڑی۔

میرک شیخ عبدالباقی۔ والد کے بعد یہ شیخ الاسلامی کے منصب پر ان کے جانشین ہوئے۔ یہ جملہ علوم میں عموماً اور ہیئت و حکمت میں خصوصاً کمال دسترس رکھتے تھے۔ مولانا عبدالخالق گیلانی نے بھی جو مولانا مرزا جان اور شاہ فتح اللہ کے ہمعصر تھے، بعض علمی نکات انھی سے حاصل کئے۔ اقلیدس [جیومیٹری] میں انھیں اس قدر دخل حاصل تھا کہ انھوں نے بہت سی نئی شکلیں ایجاد کیں جنھیں سب نے پسند کیا۔ [۹۷ھ]

[سید شیخ محمود ثانی اور ان کی اولاد] سید شیخ محمود ثانی ابن میرک عبدالباقی، نے والد بزرگوار کی وفات کے بعد شیخ الاسلامی کے منصب پر فایز ہوکر بزرگی کے ساتھ اپنا وقت گذارا۔ کمالات میں وہ اپنے عہد کے بے نظیر فرد تھے۔ سنہ ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی، مصرعہ "یافت میرک مقام محمودی"

www.maktabah.org

مادہ تاریخ ہے۔ تین فرزند، میرک عبدالباقی ملقب بہ سید خواجہ، میرک شاہ خواجہ اور میرک عبدالوہاب ثانی، ان کی یادگار رہے۔

میرک عبدالباقی جو سید خواجہ کے لقب سے مشہور تھے بڑے برگزیدہ اور کمالات سے آراستہ بزرگ تھے۔ انھوں نے شیخ الاسلامی کے موروثی منصب سے موصوف رہ کر زندگی گذاری۔ ان کی وفات سنہ ۱۰۵۸ھ میں ہوئی۔ "میر عبدالباقی آسودہ بفردوس نعیم" مادۂ تاریخ ہے۔ انھوں نے دو فرزند میرک عبدالہادی اور میرک محمد مہدی یادگار چھوڑے۔

موروثی منصب شیخ الاسلامی میرک عبدالہادی کو ملا۔ وہ زندگی کے دن پورے کرکے لاولد انتقال کر گئے۔ ان کی وفات سنہ ۱۰۸۶ھ میں بیان کی جاتی ہے۔ مادۂ تاریخ: "ہادی اہل کرم یافت مقام محمود" ہے۔

بھائی کے بعد موروثی عہدہ یعنی [منصب] شیخ الاسلامی میرک محمد مہدی نے حاصل کیا۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے فرزندوں میرک محمد شفیع اور میرک امیر محمد کے ہوتے ہوئے بھی مذکورہ عہدہ ان کے چچا میرک عبدالوہاب کو نصیب ہوا۔ اپنی قسمت کے دن عزت و شوکت کے ساتھ گذارنے کے بعد وہ بھی سنہ ۱۱۱۲ھ میں لاولد فوت ہو گئے۔

ان کے بعد مذکورہ میرک محمد مہدی کے فرزند میرک محمد شفیع نے بحسن و خوبی زندگی گذاری۔ ان کی بھی کوئی اولاد نہ رہی۔

میرک محمد مہدی کے دوسرے فرزند میرک میر محمد ایک

www.maktabah.org

بیٹا میرک محمد افضل "افضل" یادگار چھوڑ کر وفات پا گئے اور وہ اپنے چچا میرک محمد شفیع [۱۰۹۸ھ] کے انتقال کے بعد مسند بزرگی پر فایز ہوئے۔ سنہ ۱۱۴۰ھ میں وہ اپنے تین فرزند ۱- میرک محمد احسن ، ۲- میرک محمد محسن ، اور ۳- میرک عطاء اللہ کو اپنی یادگار چھوڑ کر انتقال کر گئے۔

میرک محمد احسن ایک بڑے برگزیدہ اور بزرگوں کی صفات حمیدہ کے خاتم فرد تھے۔ ایران کے بادشاہ نادر شاہ کے آنے اور شاہ دھلی کے تخت چھن جانے کے بعد سخت تکالیف برداشت کرکے یہ داغستان چلے گئے۔ پھر شیخ الاسلامی کا منصب جو مدت سے کالعدم ہو چکا تھا، اسے نئے سرے سے حاصل کرکے اور زندگی کے باقی ماندہ دن انسانیت و امتیاز کے ساتھ بے حد [اوج و] ترقی میں گذار کر انھوں نے سنہ ۱۱۶۷ھ میں انتقال کیا۔ مصرعہ "جنت الماویٰ مقام احسن است" سے ان کی تاریخ [وفات] برآمد ہوتی ہے۔

اب ان کے بھائی میرک محمد محسن بزرگوں کے شیخ الاسلامی کے منصب پر فایز ہیں۔ ان کے تیسرے بھائی میرک عطاء اللہ عرصہ گذرا کہ انتقال کر چکے ہیں اور ان کی کوئی اولاد باقی نہیں ہے۔

میرک شیخ محمود ثانی کے دوسرے فرزند میرک شاہ خواجہ کے دو فرزند، میرک عرب شاہ اور میرک محمد عابد نامی ہیں۔

میرک عرب شاہ سے میرک محمد وارث بزرگی کی وراثت کے وارث ہوئے۔ ان کی وفات سنہ ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔ ان کے فرزند میرک عبدالرزاق نے بھی حال ہی میں انتقال کیا ہے۔ ان کے فرزند موجود ہیں۔

میرک محمد عابد نے ایک نامور بیٹا میرک محمد جعفر نامی

www.maktabah.org

یادگار چھوڑا جن کے تین فرزند میرک محمد عابد، میرک بزرگ اور میرک محمد پناہ عرف مہتہ نامی ہوئے۔

میرک محمد عابد عرف مراد علی کے چار فرزند ہوئے۔ ایک محمد نقی دوسرے میرک محمد جعفر عرف چھتو تیسرے میرک پھتو اور چوتھے میرک چاندو۔ [۴۹۹]

میرک محمد بزرگ جو سنہ ۱۱۷۹ھ میں وفات پا گئے انھوں نے دو کمسن فرزند [میرک] خیراللہ اور میرک ورایہ اپنی یادگار چھوڑے۔

میرک محمد پناہ عرف مہتہ سنہ ۱۱۷۳ھ میں انتقال کر گئے اور ان کے بعد ان کے فرزند میر روشن علی نامی باقی بچے۔

[میر عبدالرحمان اور ان کی اولاد] میرک شیخ محمد کلاں کے فرزند میرک عبدالرحمان بزرگوں کی فضیلتوں اور صالحین کی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ انھوں نے بزرگی اور لیاقت کے ساتھ ممتاز حیثیت میں زندگی گذاری۔ ان کے دو فرزند ہوئے۔ ایک میرک عبدالواسع اور دوسرے میرک عبدالرحیم۔

میرک عبدالواسع [اپنے دور کے] بڑے فاضل اور اعلیٰ بزرگ تھے۔ وہ فن شاعری کے بھی استاد تھے۔ ان کے بعد ان کے تین فرزند رہے۔ ۱- میرک محمد معین عرف لالا ۲- میرک محمد حسین ۳- میرک روح اللہ۔

میرک محمد معین کے دو فرزند ہوے۔ ۱- میرک محمد نعیم ۲- میرک محمد تقی۔

میرک محمد تقی کے ایک فرزند میرک علی احمد عرف میر الن تھے۔ وہ سنہ ۱۱۶۶ھ میں وفات پا گئے۔ ان کے فرزند میرک محمد تقی عرف ابھن اس وقت بزرگوں کی یادگار ہیں۔

میرک محمد حسین بن میرک عبدالواسع بن میرک عبدالرحمان

www.maktabah.org

ایک مجذوب سالک اور صاحب کشف و حال بزرگ تھے۔ سوالیوں کے دل کا مدعا معلوم کرکے، بغیر سوال کئے، ان کی غرض پوری اور مشکلیں حل کردیتے تھے۔ کسی بھی وقت غیب کی خبروں کے اظہار کے سوا ان کی زبانِ [معجز بیان] سے اور کوئی حرف نہ نکلتا تھا۔ انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

میرک روح اللہ نے بھی اپنے بھائی میرک محمد حسین کی مانند اپنا کوئی فرزند نہ چھوڑا۔

میرک عبدالرحیم بن میرک عبدالرحمان کے دو فرزند میرک احمد اور میرک ابو سعید ہوئے۔ یہ دونوں بھائی اپنی جاگیر موضع دھورکھیہ (۱) [...] ھی میں رہ کر وفات پاگئے۔ دونوں کی اولادیں وہاں موجود ھیں۔

[شیخ عبدالوھاب] شیخ عبدالوھاب بن شیخ بایزید بن شیخ ابو سعید مذکور شیخ میرک محمود کے بھتیجے ھیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ھے، ان کے والد نے آکر بکھر کی سکونت اختیار کی تھی۔ اب تک ان کی اولاد وھاں موجود ھے اور جیسا کہ سکھر کے بیان میں ذکر ھو آیا ھے، شیخ عبدالوھاب ٹھٹے میں آکر رھے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ بزرگوں کے طریقے کو جاری رکھتے آئے اور جملہ علوم کے ماھر کی حیثیت حاصل کرکے سنہ ۹۷۰ھ میں انتقال کر گئے۔

سادات عریضی سبزواری

[میر عبداللہ سلطان] میر عبداللہ سلطان بن میر ابوالمکارم

---

(۱) نسخہ "ن" میں "آھو رکھیہ" ھے۔

www.maktabah.org

بن میر غیاث الدین محمد (۱) عرف سلطان رضائی سبزواری، "حبیب السیر" کے مصنف خوند میر کے پوتے اور سلطان جنید صفوی کے نواسے تھے۔

مذکورہ بزرگوں کا کچھ ذکر بکھر اور سیوستان کے بیان میں ہو چکا ھے اور جیسا کہ لکھا جا چکا ھے، میر عبداللہ سلطان اپنے بھائی میر عبدالرسول کے ساتھ شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں ٹھٹے آکر ھمیشہ کے لئے یہیں رہ گئے۔ میر عبدالرسول نے وفات کے وقت اپنا کوئی فرزند نہ چھوڑا۔

میر عبداللہ سلطان نے جو اپنے دور میں انسانی کمالات کے جامع اور مشہور شاعر تھے، پانچ فرزند چھوڑے۔ ۱- میر شکراللہ، ۲- میر محمد قاسم، ۳- میر عبدالرحمان، ۴- میر محمد عارف اور ۵- میر محمد عالم۔

ان میں سے میر محمد قاسم اور میر محمد عالم نے کوئی اولاد نرینہ نہ چھوڑی۔ [۵۰۱]

میر شکراللہ نے انتہائی بزرگی کے ساتھ زندگی گذاری اور اپنے بعد اپنے دو فرزند میر محمد عالم اور میر محمد ھاشم یادگار چھوڑے۔ ان دونوں بھائیوں نے اس دار فانی سے رخصت ہوتے وقت اپنی کوئی نشانی نہ چھوڑی۔

میر محمد عارف اپنے زمانے کے مشہور و معروف شخص تھے لیکن انھوں نے بھی کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

[اس کے بعد] میر عبدالرحمان نے حسب و نسب کی بزرگی کے ساتھ اس خاندان کی شمع روشن کی۔ انھوں نے اپنے بعد

---

(۱) نسخہ "ن" میں محمود ھے۔

www.maktabah.org

دو فرزند میر ابوالبقا اور میر علی اصغر یادگار چھوڑے۔ میر علی اصغر حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا و تعظیما کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور وھاں جا کر واصل باللہ ھو گئے۔

میر ابوالبقا عرف بہرور علی جو اس بزرگ خاندان کا تتمہ تھے وہ [اپنے عہد میں بڑے ممتاز] اور باعزت ھو گذرے ھیں۔ شاعری میں انھیں کمال دسترس حاصل تھا۔ وہ میر حیدرالدین ابو تراب کامل جیسے کامل و عامل استاد کے شاگرد تھے۔ انھوں نے محمد شاہ بادشاہ کے آخری ایام میں وفات پائی۔ ان کی تالیف میں "تاریخ چراغ ھدایت عرف بہرور شاھی" اور کچھ اشعار باقی ھیں۔ ایک معصومہ دختر کے علاوہ اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ اب اس خاندان میں سے کوئی بھی مرد باقی نہیں ھے۔

سادات کاشانی

میر غروری کاشانی [اور ان کی اولاد] یہ مرزا باقی کے ھمعصر اور معتبر سید تھے۔ اسی زمانے میں آب و دانہ کی کشش سے وہ اپنا اصلی وطن چھوڑ کر ٹھٹے میں آکر سکونت پذیر ھوئے تھے۔ جب نواب خانخانان نے سندھ کو مرزا جانی بیگ سے فتح کرلیا تھا تو حضور خلافت پناہ (اکبر بادشاہ) [٥٠٢] نے سیوستان، لاھری بندر اور ضرب خانہ (ٹکسال) واضع طور پر شاھی غلاموں کی تحویل میں دے کر باقی ملک مرزا جانی بیگ کے حوالے کیا تھا۔ [چنانچہ] کچھ عرصہ کے بعد وہ (میر کاشانی) جہانگیر بادشاہ کے دربار عالی کی جانب سے ضرب خانے کے داروغہ کے منصب پر سرفراز ھوئے۔ وہ اشعار

www.maktabah.org

بہت خوب کہا کرتے تھے۔ اپنے اشعار کا ایک دیوان اور چند لطیف مثنویاں یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے دو فرزند تھے ایک میر محمد منعم اور دوسرے میر جنگلی۔

والد کے انتقال کے بعد میر محمد منعم کو شاہ جہاں کے عہد میں وہی عہدہ ملا اور انھوں نے زندگی کے دن بڑی عزت کے ساتھ گذارے۔ یہ بھی عمدہ اشعار کہتے تھے جن میں "حسینی" تخلص کرتے تھے۔ ایک رنگین دیوان یادگار چھوڑ گئے ہیں۔

میر جنگلی نے بھی اپنی عمر عزت و حشمت کے ساتھ گذاری اور اپنے بعد تین فرزند میر رضا علی، میر کامران اور میر محمد اشرف یادگار چھوڑ گئے۔

میر کامران خاندان کی ناک تھے۔ مذکورہ عہدے پر فایز رہتے ہوئے انھوں نے زندگی کے دن نہایت امارت اور کامیابی کے ساتھ گذارے۔ ان کے دو فرزند ہوئے ایک میر علی یار اور دوسرے میر اللہ یار۔ میر علی یار حال ہی میں فوت ہوئے ہیں ان کی نشانی کے طور پر ان کے ایک فرزند موجود ہیں۔

بکھر کے سادات رضویہ

ان کے بزرگ بکھر میں صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے اعتبار سے مشہور اور نسبی صداقت میں معروف ہیں۔ ان میں سے:

[سید عبدالرزاق] سید عبدالرزاق بن سید جادم عرف جادو، سید محمد یوسف کے، جن کا ذکر آگے چل کر ہوگا، بھائی ہیں۔ ان کی آمد کی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی ہے۔ وہ اپنے وقت کے

www.maktabah.org

مقتدر بزرگ تھے ان کی کوئی اولاد یادگار نہیں ہے۔ ان کا مزار شیخ حماد جمالی کے مقبرے کے عقب میں قاضی [۵۰۳] عبداللہ کے مربع کے مغرب میں عوام و خواص کی مشہور زیارت گاہ ہے۔

[میر محمد یوسف] میر محمد یوسف بن میر جادم نے سید مبارک شاہ سے فیض حاصل کیا تھا اور سید محمد جونپوری کے ایک مرید عالی شیخ دانیال کی نظر عنایت کے تربیت یافتہ تھے۔ یہ اپنے بکھر میں رہنے والے حقیقی اور چچازاد بھائیوں سے علٰحدگی اختیار کرکے ٹھٹے میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ زیادہ تر یہ مکلی میں اس مقام پر گوشۂ عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے جہاں میران سید محمد مہدی جونپوری آکر منزل انداز ہوئے تھے، یہ مقام سرائیوں کا مقام شادمانی ہے اور جہاں سلطان سامٹیو کی عبادت گاہ تھی۔

[نقل] سید عبدالکریم بلڑی والے سے نقل ہے کہ سید ابراہیم بخاری نامی ایک ہندوستانی درویش مذکورہ گاؤں میں آئے تھے۔ میں انھیں صاحب حال دیکھ کر ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے سندھ کے زندہ پیروں کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے ہر ایک کا نام لے کر ان کی صفات بیان کیں۔ سب کے متعلق سن کر انھوں نے کہا کہ ”تم نے جو صفات بیان کی ہیں اس کے مطابق سید محمد یوسف ہی ایک مقتدر بزرگ اور ولایت معرفت کے بادشاہ معلوم ہوتے ہیں“۔ پھر کچھ عرصے کے بعد وہ مسجد سے غائب ہوگئے۔ میں نے انھیں بہت تلاش کیا لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ آخر اسی دن یاد آیا

www.maktabah.org

اور دل میں میں نے کہا کہ وہ شاید سید محمد یوسف کی زیارت کے لئے گئے ہوں۔ [چنانچہ] میں فوراً روانہ ہوا۔ مکلی میں مذکورہ مقام پر پہونچ کر میں نے فقیر کو سید کی خدمت میں نہایت محظوظ اور باحضور دیکھا۔ چونکہ فقیر مذکور اس وقت سر و پا برہنہ تھے اور سیر و سیاحت کا عزم مصمم کئے ہوئے تھے اس لئے سید موصوف نے انھیں نعلین مبارک پہننے کے لئے دیدیئے۔ درویش نے مجھ سے فرمایا کہ ان کی ٹوپی بنوا کر لے آؤ۔ [چنانچہ] میں ٹھٹے جا کر ٹوپی بنوا لایا۔ اسے پہن کر درویش رروانہ ہوگئے۔ میں بھی [٥٠٣] پیچھے ہولیا۔ آخر وہ جا کر اس کشتی پر سوار ہوئے جو بندرگاہ سے سمندر کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے ان سے ساتھ لے چلنے کی درخواست کی مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔ میں نے دعا چاہی، انھوں نے فرمایا کہ "عنقریب تیرا حکم سندھ میں جاری ہوگا"۔

غرض سادات کی کرامتیں بیان سے باہر ہیں۔ ان کی درگاہ عقیدۂ صادق رکھنے والوں کی مصیبتوں کے لئے ذریعۂ نجات اور خدام کے لئے باعث فخر و مباہات ہے۔

عباسی قاضیوں [کے خاندان] میں شادی کرکے انھوں نے برگزیدہ اور صاحب حالی و قال اولاد چھوڑی۔ ان کی دختر محترمہ سن بلوغ کو پہونچیں تو انھوں نے اپنے بڑے بھائی میر کمال الدین کے فرزند سید اسحاق کو بکھر سے بلا کر ان سے شادی کردی۔ ان کی بھی نیکوکار اولاد یادگار رہی جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا۔

[سید ابراہیم] میر محمد یوسف رضوی کے پرہیزگار فرزندوں

www.maktabah.org

میں سید ابراھیم ممتاز اور صاحب کرامت بزرگ ھو گذرے ھیں - ایک دن لڑکپن میں انھوں نے آکر والد بزرگوار کے حجرے کی زنجیر کھڑ کائی - [انھوں نے] پوچھا "کون ھے؟" - جواب دیا "سید ابراھیم" - [اس پر انھوں نے] فرمایا کہ "[صرف] فقر یا صرف ابراھیم کہنا چاھئے تھا - ایسا کہنے سے نہ عزت کم ھوتی ھے اور نہ ویسا کہنے سے کوئی عظمت حاصل ھوتی ھے" - بس اس قدر کہنے سے اس با توفیق کو راہ فقر میں گامزن ھونے کی توفیق نصیب ھوگئی اور وہ بڑے بلند مرتبے پر فایز ھوگئے -

[سید اسحٰق] مذکورہ سید اسحٰق بھی اپنے والد چچا اور دیگر بزرگوں کی مانند مرتبہ بزرگی میں اپنے وقت میں مشہور و معروف ھو گذرے ھیں - یہ اپنے چچا کے پہلو میں مدفون ھیں اور پیر "پردیسی" کے نام سے مشہور ھیں -

[سید کمال الدین] ان کے فرزند سید کمال الدین ، سید محمد یوسف کے نواسے اور اپنے دادا بزرگوار کے جو بکھر میں مدفون ھیں ھمنام [۰.۰] تھے - یہ کمالات ظاھری و باطنی میں ممتاز تھے - ان کی اولاد میں سے کچھ نام بیان کئے جاتے ھیں -

سید محمد جعفر - یہ سید محمد یوسف کے پوتے اور ان کی مسند کے مالک ھیں - سید عبدالکریم کے سلسلے میں داخل ھوکر انھوں نے پہلے زائرین کی اس جماعت کی مہمانی اپنے ذمہ لی تھی جو ٹھٹے سے بلڑی جاتی یا آتی تھی لیکن بعد میں یہ [خدمت] سید قاسم مہدی کے سپرد کردی -

www.maktabah.org

وہ بڑے صاحب کرامت [بزرگ] تھے - کہتے ھیں کہ ایک بے یار و مددگار ضعیفہ اپنی تین نواسیوں کی شادی کی فکر میں حیران و پریشان ان کی درگاہ میں آکر ملتجی ہوئی - بالآخر ایک دن توجہ فرما کر انہوں نے اسے کچھ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ "اسے پیر دادن کے مزار کے سامنے والے خطے کی طرف لے جا - وھاں تجھے ایک آباد شہر نظر آئیگا جس میں شادی کے لئے تجھے جن چیزوں کی بھی ضرورت ھوگی وہ سب موجود ھونگی - وھاں سے اپنی ضرورت کے مطابق جو کچھ اٹھا سکے وہ ایک ھی مرتبہ اٹھالا اور دوبارہ کی امید نہ رکھنا"- [چنانچہ] اشارے کے مطابق اپنے بیٹے کے ساتھ جاکر ضعیفہ کپڑے، زیور، برتن، نقدی اور جو کچھ بھی اسے مطلوب تھا [وھاں سے لے آئی - دوسری مرتبہ بھی اس نے کچھ لانے کا قصد کیا لیکن [جب وھاں پہونچی] تو اسے کچھ بھی نظر نہ آیا -

سید محمد عرف پھتو - سید محمد جعفر کے بعد ان کے فرزند سید محمد عرف پھتو دادا [بزرگوار] کی مسند پر متمکن ھوئے - فقر کے ساتھ انہیں [دولت] دنیا بھی حاصل تھی - بڑی عظمت کے ساتھ زندگی گذاری - ان کے محققانہ اشعار طالبین کے استفادۂ فیض کے ساتھ یادگار ھیں -

میر مرزائی - ان کے بعد ان کے فرزند میر مرزائی ملقب بہ سید محمد جعفر ثانی [اپنے] دادا کی مسند کے وارث ھوئے اور بزرگی کے ساتھ [۱۰۶۰] اپنی زندگی کے دن گذار گئے - اب سید علی حیدر بن میر مرزائی بزرگوں کے سجادہ نشین ھیں -

[سید عنایت اللہ] مذکورہ سید کمال الدین کے فرزند سید عنایت اللہ خاصان خدا میں سے تھے اور عجیب کیفیات کے مالک

www.maktabah.org

تھے - اپنے نامور فرزند میر کمال الدین احمد خان کی دولت و عزت کے ایام میں انھوں نے کبھی دنیا کی طرف رخ نہ کیا - بلکہ اپنی دو پاک بہنوں کے ساتھ بیٹے سے علیٰحدہ ہوکر ہمیشہ یاد الہیٰ میں منہمک رہا کرتے تھے - یہ اپنے ہاتھوں محنت و زراعت کرکے [اپنی] روزی [خود] پیدا کیا کرتے تھے اور جو زائد [بچ] رہتا تھا اسے راہ خدا میں خیرات کردیا کرتے تھے -

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کی زراعت میں بڑی برکت ہوئی اور پیداوار دستور سے دوگنی [حاصل] ہوئی - [انھوں نے] فاضل رقم اپنے فرزند کو دی کہ پیر پٹھہ جاکر اپنے مرحوم دادا کی اولاد کی دعوت کرے اور خود ، بیٹے کی دنیوی شان و شوکت کے باوجود فقیرانہ لباس میں ، بدھنا کاندھے پر رکھ کر ، پا پیادہ اس طرف روانہ ہوئے - [اس طرف] ان کے فرزند میر کمال الدین خان نے انواع و اقسام کے پُر تکلف کھانے تیار کراکے زر نگار چینی کے برتن فراہم کر رکھے تھے - [انھوں نے دیکھا تو] پہلے تو ڈنڈا مار مار کے وہ سارے برتن چکنا چور کردیئے جن کی قیمت ایک بڑی رقم تھی [اور پھر] کھانا کھانے کے وقت عادت کے مطابق وہ ایک ہی قسم کا کھانا لے کر بیٹھے اور پانی کا بدھنا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے اس سے پانی ڈال کر [کھانے کو] بے مزہ بنا کر کھانے لگے -

کہتے ہیں کہ وہ اپنے فرزند کی حکومت کے ایام میں صرف دو یا تین مرتبہ ان کے گھر گئے تھے - [آخر میں] کشف کے ذریعہ جب انھوں نے دنیا سے [اپنی] رحلت کو قریب دیکھا

www.maktabah.org

تو گھر کی چابیاں چھوٹی بہن کے [۷۰۵ھ] حوالے کرکے [اس دار فانی کو] الوداع کہا۔ [ان کی] بڑی ہمشیرہ کو خیال ہوا کہ شاید ناراضی کی وجہ سے [انہوں نے] چابیاں میرے ہاتھ میں نہیں دیں۔ وہ اسی فکر میں غمگین رہنے لگیں۔ سید [موصوف] نے دل کی روشنی سے یہ بات معلوم کرلی اور فرمایا کہ "میں نے جان بوجھ کر تمہیں گھر کی دیکھ بھال کرنے کی تکلیف نہیں دی کیونکہ میرے بعد تم صرف چند دنوں کی مہمان ہو۔ چھوٹی بہن خاصی مدت تک زندہ رہے گی اس لئے اس ذمہ داری کے لئے موزوں ہے"۔ آخرکار یہی ہوا۔

[میر کمال الدین احمد خان اور ان کی اولاد] مذکورہ سید عنایت کے فرزند میر کمال الدین احمد خان، فاضل خان کی دامادی کی بدولت، جس کا ذکر آگے چل کر ہوگا، بڑی عزت نوکروں چاکروں اور اہم عہدوں کے مالک ہوکر وقت کے بیشتر بڑے آدمیوں سے ممتاز شمار ہوئے۔ وہ ظاہری لیاقت اچھی خاصی رکھتے تھے اور کئی تصانیف کے مالک ہیں جن میں "شرح دیوان حافظ" اور "اصلاحات رضویہ" قابل ذکر ہیں۔ ان کی وفات سنہ ۱۱۳۲ھ میں ہوئی۔ ان کے سات بیٹوں میں سے تین بیٹوں کے اولادیں ہوئیں۔

[ان میں سے] ایک میر مرتضیٰ ہیں جو تیس سال کی عمر میں کمالات کے جملہ فنون کے جامع ہوئے۔ یہ علمی فضائل کے علاوہ سپاہ گری کے جملہ فنون میں بھی بے نظیر تھے اور خوشخطی کی سات مختلف قسموں میں بھی کمال دسترس رکھتے تھے۔ مرزا صائب کے شاگرد "آقا تعظیما" جب ٹھٹے آئے تھے تو

www.maktabah.org

ان کی طبعِ [رسا] کو بے حد پسند کر کے انھوں نے " الہام " تخلص عطا کیا تھا ۔

کہتے ہیں کہ ان کی تربیت ان کے نانا فاضل خان کی جانشینی کے لئے کی گئی تھی ۔ فاضل خان کے رحلت بعد [بادشاہ] عالمگیر نے جانشینی کا مطالبہ کیا ۔ مذکورہ میر ابھی روانگی کی تیاری ھی میں مصروف تھے کہ بادشاہ کے انتقال کی خبر ھر طرف مشہور ھوگئی ۔ [چنانچہ] یہ دربار میں جا کر شاہ عالم بہادر شاہ [۸۰۰] کے حضور میں حاضر ھوئے اور طبع اقدس کو پسند آئے ۔ اتفاقاً ان کی عمر کی بہار جو ابھی مائل ترقی تھی موت کے خزاں کا شکار ھو کر فنا ھوگئی ۔ یہ واقعہ سنہ ۱۱۲۶ھ میں پیش آیا ۔

ان کے فرزند میر ذوالفقار علی اس خاندان کے ناموروں کی حیثیت سے انتہائی بزرگی اور انسان دوستی کے ساتھ [زندگی گذار کر] حال ھی میں فوت ھوئے ھیں ۔ انھوں نے کوئی اولاد نرینہ نہ چھوڑی ۔

دوسرے میر غلام علی تھے ۔ ان کے تین فرزند مہر علی ، نیاز علی اور میر راز علی [نامی] ھوئے ۔ میر راز علی سنہ ۱۱۸۰ھ میں عنفوان شباب ھی میں جب کہ ان کی شادی ھونے والی تھی دوستوں کے دلوں پر داغ جدائی چھوڑ گئے ۔ ان کی وفات پر ماتم عام اور دریائے غم کا طوفان اُمنڈ پڑا ۔ اکثر شعرا نے درد مند دلوں میں چٹکیاں لینے والی تاریخیں کہیں ۔ راقم الحروف نے [اس سلسلے میں] اس طبعزاد مصرعۂ [تاریخ] پر اکتفا کی ھے ۔ ع ۔ " بجوار رسول یافت مقام " ۔

www.maktabah.org

اب میر مہر علی اور میر نیاز علی بزرگوں کی یادگار ہیں ۔

مذکور میر کمال الدین کے [تیسرے] فرزند میر شاہ حیدر کی وفات کے بعد ان کے فرزند میر امیر علی اپنی اولاد سمیت نہایت انسان دوستی کے ساتھ محفل حیات میں رونق افروز ہیں ۔

[میر محمد شفیع] مذکورہ میر محمد یوسف کی اولاد مین سید یار محمد کے فرزند میر محمد شفیع ملقب بہ لطف علی خان اپنی اولاد سمیت حکمرانوں کے طبقے میں مذکور ہوچکے ہیں ۔ [یہان] دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ۔

[میر محمد رفیع] مذکورہ سید کی اولاد میں میر محمد رفیع ایک خدا پرست بزرگ تھے ۔ یہ شہرت نا پسند کرتے تھے ۔ اپنی زندگی کے دن پورے کر گئے ۔ [۵۰۹]

[میر نجم الدین] ان کے فرزند میر نجم الدین ، مخدوم محمد معین کے شاگرد اور بھانجے تھے ۔ استاد کی زندگی میں انھوں نے مدرسہ علمی کو انتہائی خوبی کے ساتھ آراستہ کرکے طلبا کی ایک جماعت کی تکمیل کرائی ۔ یہ عجیب [و غریب] تصانیف کے مالک ہیں ۔ منطق کے رسالہ "یکروزی" کے تتبع میں انھوں لے اس سے بھی عمدہ اور بڑا رسالہ ، جس میں مختلف علوم آجاتے ہیں ، ایک دن مین تصنیف کیا ۔ فارسی میں انھوں نے نخشبی سے بھی بہتر "طوطی نامہ" نثر میں لکھا ۔

یہ شعر بھی عمدہ کہہ لیتے تھے اور "عزلت" تخلص کرتے تھے ۔ ان کا دم غنیمت تھا لیکن تقدیراً زندگی نے وفا نہ کی اور وہ سنہ ۱۱۶۰ھ میں انتقال کر گئے ۔ ان کی اولاد میں میر نثار علی ایک خاص شان کے ساتھ حیات ہیں ۔

www.maktabah.org

سید محمد یوسف کی اولاد میں سید محمد رضا ، سید محمد افضل ، اور سید محمد زمان وغیرھم جیسے کئی بزرگ صاحبانِ حال و قال ھو گذرے ھیں - جن میں سے بہتوں کی اولاد خاندان کی شمع روشن کئے ھوئے ھے۔ طوالت کے خوف سے اختصار سے کام لیا گیا ھے -

سادات بخاری

[سید محمود بخاری] ، سید محمود بخاری بن سید حاجی حمید نظام‌الدین ، ارغونوں کے عہد میں گجرات سے آ کر ٹھٹے کے محلہ سیتہ میں سکونت پذیر ھوئے - وہ مسجد فرخ اور عید گاہ کے امام اور خطیب تھے - انھوں نے نہایت بزرگی اور فضیلت کے ساتھ زندگی گذاری -

سید طیب - مذکورہ سید محمود کی اولاد میں یہ اپنے وقت کے نامور اور صاحب فضل و کمال بزرگ تھے -

[سید رحمت اللہ] ان کے بعد سید رحمت اللہ ان کی یادگار رھے - کہتے ھیں کہ کمسنی میں ایک دن اپنے والد کے ساتھ وہ فرخ کی جامع مسجد میں [۵۱۰] تشریف رکھتے تھے کہ ایک با کمال درویش سید ابراھیم گوڈڑیہ نامی ، جن کے مطیع بیشتر جین تھے ، آ کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے - جب یہ فرزند و والد مسجد سے باھر نکلے تو انھوں نے ان کے والد سے درخواست کی کہ اپنا یہ فرزند راہ خدا میں مجھے دے دو۔ ان کے والد نے جو درویشوں پر بڑا اعتقاد رکھتے تھے فی‌الفور انھیں اس درویش کے حوالے کردیا - درویش انھیں اپنے ٹھکانے پر لے گئے جو مکلی کے پہاڑی پر کلا کوٹ کے سامنے تھا - [وھاں] کچھ مدت رھنے کے بعد جب اس درویش نے انتقال کیا تو اپنا

www.maktabah.org

کل علم [قلبی] انھیں عطا کر گئے - سید رحمت اللہ درویش کے بعد اپنی قدیمی راہ پر واپس لوٹ آئے اور پیری مریدی [کے سلسلے] کو [انتہائی وسعت و] عظمت دے کر اپنی عمر پوری کر گئے -

[سید جھنگل] ان کی اولاد میں سے سید جھنگل اپنے وقت کے مشہور [بزرگ] ہو گذرے ہیں - سید میر جو نقارچیوں کے محلے میں رہتے تھے انھی کی اولاد میں سے تھے - وہ بھی ایک ممتاز فرد تھے - وفات کے وقت انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی -

[سید قاسم] سید قاسم بھی مذکورہ سید جھنگل کی اولاد تھے انھوں نے ابدالوں کی مانند زندگی گذاری اور لا ولد فوت ہوئے -

[سید لطف اللہ اور ان کی اولاد] مذکورہ سید محمود کی اولاد میں سے سید لطف اللہ موضع رانیہ میں جا کر سکونت پذیر ہوئے وھاں کے لوگ ان کے بڑے معتقد ہیں - زراعت وغیرہ کا چالیسواں حصہ ان کے اور ان کی اولاد کے نام پر وقف ہے - ان کے حالات عجیب و غریب بیان کئے جاتے ہیں - راقم الحروف (میر قانع) کے دادا سید محمد کاظم ان کے داماد تھے -

مذکورہ سید لطف اللہ کے فرزند سید عبدالرزاق نے درویشانہ و بزرگانہ حال میں زندگی گذاری - ان کے دو بیٹے ہوئے ایک سید محمد فاضل اور دوسرے سید ساجن - [۵۱۱]

سید محمد فاضل شادی کے بعد مجذوب ہو گئے تھے - اس حال میں ان سے بڑی بڑی کرامتیں ظاہر ہوا کرتی تھیں -

www.maktabah.org

ارباب بولو سے جو اس گاؤں کے رہنے والوں میں سب سے سن رسیدہ ہیں میں نے (قانع نے) سنا ہے کہ "ایکبار میں نے کچھ زراعت کی تھی - مخدوم نوح کے فقرا میں سے ایک دوسرے سید ، سید ساجن نامی ہمارے گاؤں میں رہا کرتے تھے [جنھیں ہم لوگ] ان کی بزرگی کے خیال سے بعض فصلوں کا چالیسواں حصہ اور کچھ نذرانہ پیر کے نام پر دیا کرتے تھے - میری کاشت کا چالیسواں حصہ مذکورہ دونوں سیدوں میں مشترک ہوگیا تھا - دونوں تقاضا کرتے رہے مگر اس خوف سے کہ مبادا ایک کو دوں اور دوسرے کا حق مارا جائے اور وہ ناراض ہو، خیرات کی ادائگی میں مَیں ٹال مٹول کرتا رہا - بالاخر ایک دن عین بیداری میں ایک نورانی بزرگ نے مجھ سے فرمایا کہ "سید محمد فاضل کا حصہ تو کیوں ادا نہیں کرتا؟ کیا تجھے اپنی بہتری کا کوئی خیال نہیں ہے؟" [چنانچہ] فی الفور وہ خیرات جو کل پانچ روپیہ تھی میں اپنے صافے کے کونے میں باندھ کر روانہ ہوا - راستے میں مجھے سید ساجن ملے اور انھوں نے کہا کہ "میں اپنے دعوے سے دست بردار ہوا ، تو سید فاضل کا حق ادا کر"- [یہ سن کر] میں وہیں سے سید فاضل کے گھر کی راہ ہولیا - سید محمد فاضل پہلے ہی گھر سے باہر موجود تھے - [مجھے دیکھتے ہی] اپنے جذبے کے تقاضے کے مطابق انھوں نے مجھے گالی دے کر کہا کہ "آخرکار تو نے تسلی حاصل کرلی نا ، اب پگڑی کھول اور خیرات دے"-

مذکورہ سید عبدالرزاق کے فرزند سید ساجن بھائی کے بعد

www.maktabah.org

خاص مدت تک بہتر حالت میں زندہ رہے ۔ ان کی وفات کے دن راقم الحروف (قانع) معتبرین کی ایک جماعت کے ساتھ [وہاں] حاضر تھا ۔ ان کی عجیب حالتیں اور کرامتیں دیکھی گئیں ۔ اب ان کے فرزند سید ٹھاریو اور سید ڈاتر ڈنہ باقی ہیں ۔ [۵۱۲]

[سید محمد شجاع] مذکورہ سید بخاری کی اولاد میں سید محمد شجاع بن سید فیض اللہ بن سید فتح محمد بن سید جعفر بن سید جمال بن سید کمال ، بزرگوں کے دستور کے مطابق ، محلہ ستیہ میں سکونت پذیر تھے ۔ اور جامع فرخ اور عید گاہ کی امامت و خطابت کی خدمت سے سر بلند تھے ۔ بزرگانہ حالت میں زندگی گذار دی ۔ ان کی تاریخ وفات "بجنت شد شجاع" سے ایک ہزار ایک سو اڑتیس (۱۱۳۸ھ) نکلتی ہے ۔

ان کے فرزند سید سعد اللہ مذکورہ خدمات کے علاوہ نہروں اور کنووں کی کھدائی اور ٹھٹے کے قلعے کی تعمیر کی نگرانی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کی جانب سے بیت المال (خزانہ شاھی) کے داروغہ کے منصب پر مامور ہوکر [اپنے] زمانے میں ممتاز رہے ۔ اب ان کے فرزند سید روح اللہ اور سید علیم الدین بزرگوں کی یادگار ہیں ۔

[سید عبدالمجید اور ان کی اولاد] ، سید عبدالمجید بن سید عبداللطیف بن سید عبدالرزاق بن سید اسماعیل بخاری ۔ [ان میں سے] سید اسماعیل بخاری اور سید عبدالرزاق کا حال بیان کیا جا چکا ہے ۔ میر عبداللطیف جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے سیوستان میں رہا کرتے تھے ۔ سید عبدالمجید سیوستان سے ٹھٹہ آئے اور شاھجہان کے دربار سے سیوستان کی تنخواہ کے عوض ٹھٹے

www.maktabah.org

کی تنخواہ [کا پروانہ بھی] لیتے آئے ۔ ان کی حویلی محلہ میر کان کے مشرق اور کشمشیوں کے محلے کے عقب میں بیلہ کے کنارے تھی ۔ بزرگی کے لحاظ سے وہ ایک بڑی جماعت کے پیر ہو گذرے ھیں ۔ شیخ کالہ قریشی کی اولاد ، پیر زادگان ، ان کے مرید صادق تھے اور نذرو نیاز دیا کرتے تھے ۔

ان کے فرزند سید عبداللطیف عرف مھتو اپنے عہد کے یگانہ روزگار اور صاحب کمال نکلے لیکن عین شباب مین وہ انتقال کرگئے ۔ راقم الحروف [قانع] ان کا حقیقی نواسہ ھے ۔ ان کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی ۔ فقیر [قانع] نے ان کے سال رحلت گیارہ سو چوبیس [سنہ ۱۱۲۴ ھ] کے مطابق [مادہ تاریخ] آیت کریمہ — "اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء و ھوالحکیم" — (۱) [۵۱۳] سے اخذ کیا ھے ۔

سادات امیر خانی

ان کے جد امجد ، میر ابوالبقا بن قاسم خان نمکین ھروی بن ملا میر سبزواری ، نواب امیر خان کے لقب سے مشہور تھے ، ان کا ذکر حکمرانوں کے بیان میں ھوچکا ھے ۔

[میر ابوالمکارم اور ان کی اولاد] ۔ میر ابوالمکارم متخلص بہ "شہود" بن نواب امیر خان ، نے اپنے والد کے نواب ھونے کے باوجود راہ فقر اختیار کر کے کاملین کا مرتبہ حاصل کیا ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کی داستان کے متعلق ان کی

(۱) یعنی "اللہ اپنے بندوں پر مہربان ھے ، جسے چاھتا ھے رزق دیتا ھے اور وہ بڑا حکمت والا ھے" ۔

www.maktabah.org

ایک شاھکار مثنوی " پریخان سلیمان " (۱) بے حد مشہور اور یادکار ھے - یہ علوم ظاھری میں بھی جامع تھے - سیوھن میں مدفون ھیں -

ان کے فرزندوں میں سے میر امین الدین خان حسین جیسا کہ مذکور ھوچکا ھے، حکومت ٹھٹہ پر سر فراز ھوکر ھمیشہ کے لئے یہاں سکونت پذیر ھوگئے تھے -

میر امین الدین خان اسماعیل انھی کے فرزند تھے - وہ والد کے زندگی ھی میں اعلیٰ عہدوں پر فایز ھوکر ایک ممتاز رئیس ھو گذرے ھیں - قوت اور شان و شوکت کے اعتبار سے وہ امرا میں بے مثل تھے -

ان کے فرزندوں میں سے میر محمد غوث، نواب خدا یار خان عرف میاں نور محمد کے عہد میں عہدیداروں کے بخشی اور ایک ممتاز بزرگ ھو گذرے ھیں -

اب ان کے ایک فرزند میر محمد کریم الدین والد کے منصب پر فایز ھیں اور دوسرے [فرزند] میر ابوالمفاخر امارت و بزرگی میں امتیازی زندگی گذار کر اپنا ایک فرزند یادکار چھوڑ گئے ھیں -

نواب امین الدین خان کے فرزند میر محمد عطا نے بزرگوں کی پیروی میں بڑے اعزاز و افتخار کے ساتھ زندگی گذاری اور ان اوراق کی تحریر سے چار سال قبل دو فرزند یادکار چھوڑ گئے-[۵۱۴]

میر محمد گدا بن نواب امین الدین خان حال ھی میں وفات پائی ھے - ان کے ایک فرزند ان کی یادکار ھیں -

---

(۱) پری خانۂ سلیمان ، پری رُخان سلیمان ؟

www.maktabah.org

مذکورہ میر ابوالمکارم "شہود" کے فرزند میر رضی الدین محمد اعلیٰ صفات سے موصوف تھے۔ اپنے وقت کے شاعر کامل ہو گذرے ہیں۔ "فدائی" تخلص کرتے تھے۔ صاحب دیوان ہیں۔ زمانہ ان کے اشعار سے ظاہری و باطنی کیفیات محسوس کرتا ہے۔ سنہ ۱۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس کتاب کے مولف [میر قانع] نے لکھتے وقت یہ بیت ان کی تاریخ وفات کے مطابق کہی ہے:

بسکہ بفوتش ہمہ کردند ہئے
"ہئے رضی الدین" شدہ تاریخ فَے

ان کے فرزند رشید میر حیدرالدین ابو تراب متخلص بہ "کامل" ایک پرہیزگار، مجرد اور محقق بزرگ ہو گذرے ہیں۔ ان کے کمالات [کی تفصیل] کے لئے دفتر درکار ہیں۔ کتنے ہی اہل دل ان کی صحبت ظاہری و باطنی کو سرمایۂ فیض تصور کرتے تھے۔ اکثر رؤسا ان سے ارادتمندانہ سلوک رکھتے تھے لیکن انھوں نے دنیا کی طرف قطعی توجہ نہ کی اور "کُن فی الدنیا کانک غریب اوعا بر سبیل" (۱) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنی طویل عمر گذاری۔ ہندی اور سندھی ایہام، دوہے اور کبیت" نیز فارسی میں ان کے فی البدیہہ کہے ہوئے [اشعار] مشہور ہیں۔ راقم الحروف (قانع) نے انھی استاد کامل کی خدمت میں مشق سخن کی ہے۔

میر حفیظ الدین بن میر حافظ الدین بن میر ابوالمکارم "شہود" اس وقت کے باکمال اور صاحبان حال و قال میں برگزیدہ ہیں۔

---

(۱) یعنی "دنیا میں اس طرح رہ کہ گویا تو ایک مسافر یا راہی ہے"۔

www.maktabah.org

نثر و نظم میں ان کا [ترکہ] [۵۱۵] ذو معنی، سہ معنی بلکہ اس سے بھی زائد ایہام کے حکم میں موجود ہے۔ نگاہ کی کمزوری اور سماعت کا بھاری پن اگر انھیں معذور نہ رکھتا تو شعر و انشا میں وہ میر حیدر الدین ابو تراب کامل کے ثانی ہوتے۔ [یہ بھی] استاد کی مانند پرھیزگار اور مجرد رہ کر زندگی گذار رہے ہیں۔

اگرچہ اس خاندان میں اور بھی بزرگ اور بزرگ زادے ہو گذرے اور موجود ہیں لیکن بندہ اپنی پابندی کے مطابق مذکورہ چند ناموں ہی پر اکتفا کرتا ہے۔

[سادات قاسم خانی] آن کے دیگر چچازادوں کا قاسم خانی نام سے ایک بڑا مقتدر خاندان ہوگذرا ہے۔ انھوں نے زیادہ تر عہدیداروں کی حیثیت سے زندگی گذاری ہے ان میں:

قاسم خان نمکین کی اولاد میں سے میر محمد رحیم جن کا ذکر بکھر کے بیان میں ہو چکا ہے بڑے صاحب حال تھے۔

ان کے بعد میر محمد کریم بزرگوں کی پیروی میں اعلیٰ صفات سے موصوف رہتے ہوئے اپنا وقت پورا کر گئے اور کوئی اولاد یادگار نہ چھوڑی۔

مذکورہ قاسم خان کے پوتے ابوالنصر بھی بزرگوں کے طریقے پر زندگی گذار گئے۔

میر شیر افگن ان کے جانشین ہوئے۔ یہ اپنے وقت کے مقتدر بزرگ ہو گذرے ہیں۔ اپنے بعد وہ میر محمد عابد نامی اپنا ایک باھدایت فرزند چھوڑ گئے اور انھوں نے اپنی وفات کے بعد اپنی کوئی نشانی یادگار نہ چھوڑی۔

مذکورہ میر محمد قاسم خان کے پوتے میر محمد اسلم نے بھی

www.maktabah.org

بڑی انسانیت کے ساتھ زندگی گذاری ۔ ان کے بعد میر محمد کامل کی باری آئی ۔ انھوں نے نیکو کاروں کے طریقے پر زندگی گذاری اور لاولد رہے ۔ [٥١٦]

میر محمد نعیم بھی مذکورہ قاسم خان کے پوتوں میں بزرگوں کے پیرو رہے ۔ ان کے بعد میر محمد صالح عرف میر قلندر باقی رہے جنھوں نے ایک فرزند چھوڑ کر اس دنیا کو الوداع کہا ۔ اب یہی فرزند اس گھرانے کی [واحد] یادگار ھیں ۔

سادات متفرق

اگرچہ آزاد منشوں کی اس سر زمین میں لا تعداد بزرگ ھو گذرے ھیں لیکن راقم الحروف نے تبرک کے طور پر چند ناموں پر اکتفا کی ھے ۔

سید محمد [اور ان کی اولاد] ۔ ان بزرگ کے اصلی وطن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ھوسکا اور ان کی اولاد میں بھی سوائے ذکر کردہ ناموں کے اور کسی کا پتہ نہیں چل سکا ۔ البتہ اس مین کوئی شک نہیں کہ یہ اپنے وقت کے ناموروں میں سے تھے ۔

ان کے فرزند سید محمد ھاشم ، مرزا جانی بیگ ترخان کے ھمعصر تھے ۔ انھوں نے مرزا موصوف کی مدح میں شاندار قصائد کہے ھیں ۔ ان کی تالیفات میں ایک نسخہ "سیر السلاطین" جو بہت خوب لکھا گیا ھے اور مرزا جانی کے نام پر موشح ھے ، یادگار [کے طور پر باقی] ھے ۔

مذکورہ سید محمد قاسم کے فرزند سید عبدالقادر اپنے دور کے ممتاز اور نامور بزرگ تھے ۔ سندھ کے اولیا کے بیان میں رسالہ

www.maktabah.org

"حدیقۃ الاولیا" انھی کی یادگار (تصنیف) ہے۔

سادات استر آبادی

[سید محمد باقر اور سید محمد طاہر] سید محمد باقر عرف اکرائی اور سید محمد طاہر دلوال عرف ۰۰۰۰۰۰ (۱) دونوں سید حسین صحرائی بن میر حیدر استر آبادی کے فرزند ہیں۔ ٹھٹے میں شاہ منبہ کے مزار کے مغرب کی طرف محلہ بھائی خان میں اس مقام پر سکونت پذیر تھے جہاں بعد میں مرزا شاہ حسن کی حویلی اور اس کے بعد انگریزوں کی کوٹھی قایم ہوئی۔ [۵۱۷]

[سید محمد حسن اور ان کی اولاد] سید محمد حسن، مرزا باقی کے ہمعصر اور اس سے متعلق تھے۔ میر طاہر متخلص بہ "لسیانی" انھی کے فرزند ہیں اور "تاریخ طاہری" ان کی مشہور تصنیف ہے۔ بہت دنوں سے ان کی اولاد [میں سے کچھ افراد] ایک حویلی میں سکونت پذیر ہیں اور باغائی و صحرائی ان کے لقب ہیں۔ ان کے بزرگوں کے مزار کی خانقاہیں عبداللہ شاہ کی درگاہ کے عقب میں شمال کی طرف یادگار ہیں۔

سید عبدالغفور [اور ان کی اولاد]۔ سید عبدالغفور جامع کمالات بزرگ اور ممتاز افراد کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان کے گھرانے کی تحقیقات نہیں ہوسکی ہے۔ ان کے دو فرزند سید عبدالرشید اور سید عبدالرؤف مشہور معروف ہیں۔

سید عبدالرشید اپنے دور کے علاّمہ تھے۔ عالمگیر کے عہد میں جہاں آباد (دھلی) میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ ان کی تصنیفات میں دو فرہنگ عربی اور فارسی، منتخب ہیں اور

(۱) اس مقام پر خلا ہے اور کوئی عرفیت تحریر نہیں ہے۔

www.maktabah.org

فن مناظرے پر ایک نسخہ "رشیدی" نامی مشہور ہے۔ وفات کے وقت ان کے کوئی اولاد نہیں تھی۔

سید عبدالرؤف اپنے عہد میں ممتاز تھے۔ انھوں نے بھی اپنے بعد کوئی اولاد نرینہ نہ چھوڑی۔ سید محمد شریف شیرازی کی اولاد میں سے میر لطف اللہ عرف میر لطن ان کے حقیقی نواسے ہیں۔

[میر محمد اور ان کی اولاد]۔ ان بزرگ کی اصلیت کی بھی اچھی طرح تحقیق نہیں ہوسکی۔ صرف اس قدر [معلوم ہوسکا ہے] کہ ان کے فرزند میر محمود، سادات قاسم خانی میں عقد کرکے قاسم خانی مشہور ہوگئے تھے۔ قصہ کوتاہ میر محمد بڑے مقتدر بزرگ ہو گذرے ہیں۔

ان کے فرزند میر محمود عرف میر محمودی اعلیٰ عہدیداروں کے زمرے میں شامل تھے اور انھوں نے بزرگوں کی صفات حمیدہ کے ساتھ زندگی گذاری۔ [۱۸ ہ]

ان کے بعد میر محمد بزرگ ان کے جانشین ہوئے۔ یہ اوصاف بزرگی میں ایک دنیا میں متعارف تھے۔ نہایت آسودہ حال رہ کر اور طویل عمر کو پہونچ کر انھوں نے انتقال کیا اور کوئی اولاد یادگار نہ چھوڑی۔

[سید محمد علی اور سید محمد باقر اور ان کی اولاد] موضع جون کے ساکن سید حمید کے فرزند سید محمد علی اور سید محمد باقر اصل میں بکھر کے رہنے والے تھے۔ ان کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ دونوں بزرگ آب و دانہ کے مطابق موضع جون سے ترک سکونت کرکے ٹھٹے میں آکر بکھر کے سادات رضویہ کے محلے میں

www.maktabah.org

اقامت پذیر ہوئے۔

سید محمد باقر اپنے بعد میر عبدالستار کو [اپنی نشانی] چھوڑ گئے جنھوں نے اپنی مقررہ عمر، مذکورہ محلے میں گذار کر وفات پائی اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

سید محمد علی جو میر محمد فاضل کے جانشین ہوئے وہ اس محلے سے اٹھ کر محلہ مسواک کشان میں جا کر رہنے لگے۔ یہ خوشنویسی اور دیگر کمالات میں اپنے عہد میں ممتاز تھے۔ ان کے بعد ان کے دو بیٹے رہے۔ ایک سید محمد بزرگ اور دوسرے سید نظام الدین۔ یہ دونوں بھائی عالمگیر کے ابتدائی زمانے میں دربار میں حاضر ہوکر شاہی عہدیداروں کے زمرے میں شامل ہوئے۔

میر محمد بزرگ حافظ قران، طالب علم اور خوشنویس تھے اور شاہ بندر کے خوشنویس محمد شفیع کے شاگرد تھے۔ مذکورہ کمالات کے اظہار کے بعد بادشاہ کے منظور نظر ہوکر حکم کے مطابق وہ کچھ مدت تک ھدایت اللہ "زرین رقم" کے شاگرد رہے۔ سید نظام الدین، بادشاہ کی ہمرکابی میں دکن میں فوت ہوگئے۔

قصہ کوتاہ، سید محمد بزرگ اکیس سال ہمرکاب اور شاہزادہ محمد کام بخش کی مشق کے استاد رہ کر دین پرور بادشاہ کے فوت ہونے کے بعد ٹھٹہ چلے آئے اور سنہ ۱۱۰۲ھ تک نہایت بزرگی اور عزت کے ساتھ وقت گذار کے اسّی برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ [۵۱۹]

اب سید محمد بزرگ کے پوتے میر منوّر بن سید اعظم، فتح باغ

www.maktabah.org

میں اقامت گزیں ہیں -

مذکورہ میر بزرگ کے چچا زاد بھائی سید عبدالرحیم بھی بڑے صاحب حال بزرگ ہو گذرے ہیں -

ان کے بعد سید جلال نے پسندیدہ حال کے ساتھ زندگی گذاری اور اب سید جلال کے فرزند سید حامد مذکورہ محلے میں اس خاندان کی یادگار باقی ہیں -

[سید میر محمد] - به ظاهراً سادات مٹیاری میں سے ہیں - بزرگی اور عزت کے اعتبار سے یہ اپنے زمانے میں مشہور اور نشانیوں اور کرامتوں کی دنیا میں بےحد معروف تھے- یہ خواجہ محلے میں رہا کرتے تھے - موضع ببالائی کے باشندے جو زیادہ تر سومرہ ہیں ، ان کے راسخ العقیدہ مرید ہیں - وفات کے وقت انھوں نے بھی کوئی اولاد نرینہ نہ چھوڑی -

[سید سعد اللہ] - مذکورہ سید میر محمد کے نواسے سید سعداللہ بن سید بیگ محمد ماژندرانی ، ان کی مسند بزرگی پر فایز ہوکر ہمیشہ تقویٰ ، توکل اور تجرد کے ساتھ روپوش رہتے ہوئے ، مریدوں کی ایک بڑی جماعت کے مرشد رہتے آئے - انھوں نے اسی برس کی عمر میں سنہ ۱۱٦۷ھ (۱) میں وفات پائی - اب ان کے خاص مرید عبدالکریم عرف مرزا کریم بیگ بن مرزا قلی بیگ سجادہ نشین ہیں -

بزرگان علوی جامی

یہ باغ بزرگی کے ماحصل ، اور سرمایہ شرافت کی لاحاصل

---

(۱) نسخہ "ن" میں "در سال هزار و صد و هشتاد و هفت" (سنہ ۱۱۸۷ھ) ہے -

www.maktabah.org

ہیں - ان میں کے بزرگ [مندرجہ ذیل ہیں] -

[خواجہ محمد اور ان کی اولاد] پیروں کے پیر، احمد جام جن کی بزرگی قلم کی تحریر اور سمجھنے سمجھانے سے بالاتر ہے اور جن کا ذکر جلد دوم میں مشائخین کے بیان [۵۰۰] میں مذکور ہے، خواجہ محمد بن خواجہ احمد انہی کی اولاد میں سے ہیں - یہ بزرگ اتفاقاً اپنے وطن جام نگر سے آکر ٹھٹے میں منزل انداز ہوئے اور پہلے تو رشتہ داری کی وجہ سے قاسم خانیوں کے پاس مقیم رہے اور بعد میں اٹھ کر اس محلے میں چلے آئے جہاں آج کل رہتے ہیں - ان کی عظمتوں کا کمال ہر قائل کی قال سے بلند ہے - چونکہ تیموری خاندان کے بادشاہ شروع سے اس گھرانے کے مرید ہیں اس لئے جہانگیر کے عہد میں ٹھٹہ شہر میں رہ کر یہ بزرگ انتہائی ممتاز بلکہ اکثر مقتدر افراد کے پیشوا ہوکر رہے۔

ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند خواجہ احمد والد بزرگوار کے قائم مقام ہوئے - انھوں نے مقتدر ترین بزرگوں اور برگزیدہ ترین درویشوں کے سلسلے میں رہ کر زندگی گذاری اور دو فرزند خواجہ عطاء اللہ اور خواجہ امان اللہ نامی یادگار چھوڑ گئے -

خواجہ عطاء اللہ انتہائی طاقت اور بزرگی کے ساتھ ساتھ بے حد سخی بھی ہوئے ان کی سخاوت دلی و دستی کے بارے میں بہت سے قصے مشہور ہیں -

کہتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت بازار سے ہوتی ہوئی ادھر آنکلی اور خواجہ کے دیکھتے ہی اس نے اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔

www.maktabah.org

خواجہ نے خوش طبعی کے طور پر کہا کہ "اے نیک عورت! بازار سے تو یونہی تو منہ کھولے ہوئے گذر کر آئی ہے لیکن اب کیا ہوگیا ہے کہ مجھے دیکھتے ہی منہ ڈھانپ لیا؟" اس نے جواب دیا کہ جن کے سامنے میں منہ کھولے پھری ہوں وہ [دائرۂ] انسانیت سے باھر تھے لیکن آپ کو ایک حقیقی انسان دیکھ کر پردہ کیا ہے"۔ خواجہ اس نیک عورت کے اس جواب سے بے حد خوش ہوئے۔ اتفاقاً اسی وقت ان کی جاگیر "کھاٹ" سے تقریباً سو خرار غلہ آیا ہوا تھا۔ انھوں نے گماشتوں کو حکم دیا کہ یہ سارا غلہ اس عورت کے گھر لے جاؤ کیونکہ اس نے مجھے انسانوں کے گروہ میں شمار کیا ہے۔ [۵۲۱]

ان کی وفات کے بعد ان کے نامور فرزند خواجہ محمد ھاشم ان کے جانشین ہوئے اور آج کل ان کے فرزند خواجہ رحمت اللہ اور خواجہ فتح اللہ حیات ہیں۔

خواجہ امان اللہ بزرگی کی اعلیٰ صفات کا مجموعہ اور صاحبان کمال کے مرجع تھے۔ انھوں نے وادیٔ شعر میں بھی اپنے جھنڈے گاڑ دئے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں "بہمن نامہ" جس میں سات داستانیں نظم ہیں اور "ہفت اختر" جس میں سات کہانیاں ہیں ان کی باقیات سے ہیں۔ انھوں نے اپنے بعد تین فرزند چھوڑے۔

ایک خواجہ خیر اللہ : اب ان کے فرزند محمد خلیل موجود ہیں۔ دوسرے خواجہ فضل اللہ : ان کے تین فرزند خواجہ سیف اللہ، خواجہ سعد اللہ اور خواجہ شہر اللہ نامی میاں عبدالملک کی اراضی میں پیرزادوں کے پاس رھتے ہیں۔ تیسرے [فرزند] خواجہ عنایت اللہ تھے۔ اور ان کے فرزند خواجہ اسد اللہ تھے اور اب

www.maktabah.org

خواجه اسد اللہ کے فرزند خواجه امیر اللہ موضع "کھچه" میں وہاں کے پیرزادوں کے پاس رہتے ہیں جو ان کے ماموں ہیں۔

[خواجه شہاب الدین اور ان کی اولاد] خواجه [عبید اللہ] احرار کی اولاد میں خواجه شہاب الدین بن خواجه میر کمال الدین، علوی بزرگ ہیں۔ چونکه همایوں بادشاہ نے ایران سے واپس ہوتے وقت اپنے سابقه ارادے کے مطابق خواجه میر کمال الدین کی زیارت کا شرف حاصل کرکے اعانت دعا کی درخواست کی تھی اس لئے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے قدیمی مریدی اور والد کی عقیدتمندی کے حقوق کے خیال سے مذکورہ خواجه کمال الدین سے زیارت کی استدعا کی تھی۔ انھوں نے اپنی ضعیفی کا عذر پیش کرکے اپنے فرزند خواجه شہاب الدین کو بادشاہ کے حضور میں روانه کیا [چنانچه] وہ کافی عرصه تک شاہی دربار میں رہنے کے بعد والد کی خدمت میں واپس آگئے۔ [۵۲۲]

پھر ایک مدت کے بعد خواجه میر شہاب الدین جو میر محمد حسین گیلانی کی صاحبزادی سے منسوب تھے، عقد کرنے کے ارادے سے والد بزرگوار سے اجازت لے کر اس طرف آئے اور مراد حاصل کرکے آب و دانے کی کشش کی وجه سے ہمیشه کے لئے یہیں رہ گئے یعنی ایک عرصے تک شان و شوکت کے ساتھ زندگی گذار کر انتقال کر گئے۔ [مذکورہ] میر محمد حسین، شاہ بیگ کے ساتھ آکر ٹھٹے میں رہ پڑے تھے۔

خواجه کمال الدین مذکور بھی ہرات سے ہجرت کرکے ارغونوں کے ساتھ ٹھٹے آئے تھے۔ جاگیر کی وجه سے انھوں نے کلان کوٹ کی رہائش اختیار کی اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کا

www.maktabah.org

مزار فتحی کے ٹیلے پر ہے جو فتحی نگر [کے نام سے] مشہور ہے۔ ان کے بعد ان کے چار فرزند رہے۔ ایک خواجہ میر نجم الدین دوسرے خواجہ میر شمس الدین تیسرے خواجہ میر رضی الدین اور چوتھے خواجہ میر شہاب الدین جن کا ذکر کیا گیا۔

ان کے (خواجہ شہاب الدین کے) بعد خواجہ میر ابو تراب ان کی یادگار رہے۔ وہ زیادہ تر اپنی جاگیر میں نیرون کوٹ رہا کرتے تھے۔ ان کے نام کا ایک باغ ہے جس کا اب صرف نام باقی ہے۔ وفات کے بعد وہ وہیں دفن ہوئے۔

ان کے بعد ان کے فرزند خواجہ میر قاسم نے اپنے برگزیدہ خصائل سے ٹھٹے میں بزرگوں کا نام روشن کیا۔

ان کے بعد خواجہ محمد میر بزرگوں کی مسند پر بیٹھے اور فضیلت و بزرگی کے ساتھ زندگی گذاری۔

ان کے بعد خواجہ محمد شریف نے بزرگوں کے چراغ کو خوب روشن کیا۔ خوشنویسی میں [خاص طور پر] وہ اپنے زمانے میں مشہور رہے۔ میر سید علی خوشنویس کے شاگرد تھے۔

پھر ان کے بعد خواجہ مرتضیٰ نے قابلیت اور انسانیت میں مشہور ہوکر اپنی موروثی بزرگی کا نشان روشن رکھا۔ آغاز ولادت سے لے کر اس وقت تک وہ [۱۱۲۳] نامور افراد کے زمرے میں شامل اور حیات ہیں۔ یہ پہلے، صاحبزادہ محمد داؤد خان کے پاس ملازم تھے، اس کے بعد میاں نور محمد کی ملازمت میں اور ان کے بعد محمد مراد یاب خان کی بارگاہ میں منسلک رہے۔ اس کے بعد انہوں نے میاں غلام شاہ کی ملازمت اختیار

www.maktabah.org

کی اور ابو محمد میر فراز خان فرمانروائے سندھ کے حضور میں ایک معتمد ملازم ہیں - بے مثل خوشنویس ہیں - ساتوں خطوط میں ان کا کوئی ثانی نہیں - طبابت میں یہ میر عبدالرزاق متخلص بہ "مشرب" کے شاگرد ہیں - ان کا ہاتھ امراض کی شفا میں تبرک کا حکم رکھتا ہے -

سادات حسنی کا طبقہ

[میر محمد حسین اور ان کی اولاد] - میر محمد حسین گیلانی ہروی، انہیں میں سے ہیں - یہ کمال و بزرگی سے مزین بزرگ ہرات سے ہجرت کر کے شاہ بیگ کے ساتھ ٹھٹھہ آئے تھے اور آکر اس محلے میں سکونت پذیر ہوئے تھے جہاں اب خواجہ محمد مرتضیٰ کی سکونت ہے- خواجہ میر شہاب الدین جن کا ذکر کیا جا چکا ہے ان کے داماد تھے -

ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند میر عبد اللہ ملقب بہ نازک، والد کے جانشین ہوئے- ان کے بعد میر عبداللطیف اپنی نازک طبعی اور پاکیزہ خصائل میں مشہور ہوئے - ان کے بعد میر عبدالعزیز اپنے وقت کے عزیز ہو گذرے اور ان کے بعد سید عبد اللہ ثانی نے کمال عزت کے ساتھ بزرگوں کا نام زندہ رکھا -

ان کے بعد اس خاندان کے خاتم سید محمد رضا نے بزرگانہ حال میں زندگی گذاری - ان کی وفات ٹھٹے کے گورنر خواجہ محمد خلیل کے ایام میں ہوئی تھی - ان کے بعد ان کی اولاد مین کوئی باقی نہ رہا - پہلے جس طرح کہ خواجہ میر شہاب الدین میر محمد حسین کے داماد ہوئے تھے - اسی طرح بزرگوں کی یہ رسم پسماندگان میں بھی چلی آتی ہے اور خواجہ

www.maktabah.org

محمد شریف ، میر محمد رضا کے داماد ہوئے اور اب خواجہ میر محمد مرتضیٰ ، میر محمد رضا کے نواسے ہیں ۔ [۵۲۴]

[سید نور شاہ اور ان کی اولاد] اس کے بعد پیران پیر کی اولاد میں سے سید نور شاہ نواح ٹھٹہ میں تشریف لائے ۔ پہلے وہ نادرہ (۱) میں رہے اور اس کے بعد خاصی مدت تک "کھچہ" میں اقامت اختیار کی ۔ ان کے مکانات ٹھٹے کے محلہ شورہ میں مشہور ہیں ۔ ٹھٹے کے اکثر خلفا ان کے سرداری کے قایل ہیں ۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند خلیفہ برخور دار، علم و معرفت کے برخور دار بن کر والد کے جانشین ہوئے ۔ ان کے بعد خلیفہ پریشاہ نے بزرگی کے ساتھ اپنا دور گذارا ، جن کے بعد سید نور شاہ بزرگوں کے وارث ہوئے ۔ اب سید پینی لدھو اس نامور خاندان کے بزرگوں کی یادگار ہیں اور "کھچہ" میں رھائش رکھتے ہیں ۔

[شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی اولادِ مقدس کے گھرانے کا طبقہ :] یہ سارے سندھ کے بزرگوں میں سب سے قدیمی اور سادات کرام کے بعد سب سے زیادہ با عزت ہیں ۔

[پیر شیخ عالی اور ان کی اولاد] پیر شیخ عالی ، شیخ بہاؤالدین ملتانی کے پوتوں میں سب بڑے پیر ہیں ۔ ترخانی عہد میں یہ درویشوں کی مانند تنہا سیر کرتے ہوئے ٹھٹے آ کر اس مقام پر منزل انداز ہوئے جہاں اب ان کی اولاد سکونت پذیر ہے ۔ [پہلے] وہاں میر سید علی شیرازی کا باغ تھا ۔ رھٹ کی آواز سن کر شب ہاشی کے ارادے سے وہ ایک

---

(۱) بمبئی کے مطبوعہ نسخے میں اس مقام پر "نارره" ہے ۔ صحت میر مراد علی خان کے مذکورہ نسخہ کے مطابق کی گئی ہے ۔

www.maktabah.org

درخت کے نیچے ٹھیر گئے تھے ۔ باغبان شام کے وقت رھٹ کے بیل کھول کر شہر کی طرف چلا گیا ۔ لیکن چونکہ رھٹ کی آواز سے شیخ کے دل کا تعلق پیدا ھو گیا تھا اس لئے قدرت خداوندی سے بیلوں کے بغیر رھٹ ساری رات چلتا رھا ۔ صبح کو باغبان نے آ کر دیکھا تو [اسے معلوم ھوا کہ] رھٹ ساری رات چلتا رھا ہے اور پانی کیاریوں [۵۲۰] کی ضرورت سے زیادہ بھہ جانے سے بعض پودوں کو نقصان پہونچا ہے ۔ وہ درویش پر رھٹ چلانے کی تہمت لگا کر سید علی کی خدمت میں فریاد لے کر گیا کہ یہ حرکت کر کے درویش نے کتنے پودوں کو نقصان پہونچایا ہے ۔ سید موصوف نے نوکروں کو درویش کے نکال باھر کرنے کا حکم دیا ۔ اس سختی پر جب درویش باغ سے باھر چلے تو وہ درخت جس کے سایہ میں وہ بیٹھے تھے اور پھولوں کا وہ کنج جس کے دیدار میں وہ مشغول تھے درویش کے ساتھ ساتھ کھسکنے لگا ۔ لوگوں نے درویش کا یہ کرشمہ دیکھ کر سید علی سے بیان کیا ۔ سید موصوف خود بھی صاحب دل تھے اور درویشوں کی خدمت کو سرمایۂ سعادت تصور کرتے تھے ۔ یہ خبر پاتے ھی وہ اٹھ کھڑے ھوئے اور بھاگتے ھوئے آ کر درویش سے محققانہ ملاقات کی ۔ اس قطعۂ باغ سے درویش کا دلی شوق ملاحظہ کر کے وہ ساری اراضی انھیں نذرانے کے طور پر بخش دی ۔ اس کے بعد شیخ کا غلغلہ بلند ھوا اور ایک دنیا نے ان کی مریدی کی سعادت حاصل کی ۔ وہ اپنا بیشتر وقت اسی قطعہ میں گذارا کرتے تھے جس میں اب دفن ھیں ۔ کچھ عرصے کے بعد انھوں نے

www.maktabah.org

شادی کی جس سے ان کے چار فرزند ہوئے۔

۱۔ ابو محمد ۔ ان سے کمسنی ھی میں بڑی کرامتیں ظاھر ھوا کرتی تھیں ۔ کہتے ھیں کہ ایک دن وہ بیٹھے ھوئے تھے کہ اچانک ان کی پنڈلیاں کیچڑ اور مٹی سے سنی ھوئی نظر آئیں ۔ خادموں کے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ ایک خادم کشتی میں سوار چلا جا رھا تھا کہ وہ کشتی دلدل اور کیچڑ میں پھنس گئی ۔ اس نے مجھے یاد کیا ۔ اس وقت میں اس کی کشتی کو نکال کر آ رھا ھوں ۔ کچھ عرصے کے بعد اسی خادم نے آکر وھی حال اس تاریخ کے مطابق بیان کیا ۔ انھوں نے والد کی حیات ھی میں انتقال کیا ۔

۲۔ صالح محمد عرف فاضل ۳۔ ولی محمد ۔ یہ دونوں بھائی بھی والد کی زندگی ھی میں فوت ھوئے ۔ [۵۲۶]

۴۔ شیخ محمد واصل ۔ یہ والد بزرگوار کے کمالات سے موصوف ھوئے ۔ والد کے یوم وفات پر درویشوں کے دستور کے مطابق یہ میلہ منعقد کیا کرتے تھے ۔ جو تین دن تک جاری رھا کرتا تھا ۔ سید علی شیرازی کے فرزند سید جلال نے اس رشک کی وجہ سے یہ میلہ بند کرادیا کہ ان کا میلہ سید علی کے میلہ سے پہلے ھوا کرتا تھا اور فقرا ان کے میلے سے ھوکر پھر سیدوں کے میلے میں پہونچا کرتے تھے ۔ سیدوں کی ممانعت کی وجہ سے فقرا ان کے میلے میں حاضر نہ ھوئے لیکن اتفاق ایسا ھوا کہ وہ فقرا جو دوسرے دیہاتوں سے آکر میلہ جمایا اور سماع [منعقد] کیا کرتے تھے ، وہ سیدوں کے میلے میں بھی نہ آئے ۔ اس پر سید جلال فکر مند ھوگئے اور مراقبہ کرکے انھوں نے

www.maktabah.org

معلوم کیا کہ فقرا کے نہ آنے کا سبب صرف پیر شیخ عالی کے میلے کی بندش ہے۔ [تب] انھوں نے شیخ محمد واصل سے دوستی کی راہ ھموار کرکے دستور کے مطابق انھیں میلے کی اجازت دیدی تو اسی دن سارے فقرا آ پھونچے۔ انھوں نے جب فقرا سے تاخیر کا سبب دریافت کیا تو فقیروں نے بیان کیا کہ ھم سارا دن سفر کرتے تھے مگر رات کو پھر اسی مقام پر ہوتے تھے [جہاں سے چلتے تھے]۔ راہ اور نشان تلاش کرنے کی بیحد کوشش کی لیکن تل برابر بھی فرق نہ معلوم ھو سکا۔ لیکن آج بغیر کسی پریشانی کے تین دن کا بلکہ اس سے بھی زیادہ کا فاصلہ طے کرکے یہاں پھونچے ھیں۔ اس وقت سے لے کر دونوں پیروں کے درمیان دوستی کا رشتہ قایم ھوگیا اور وہ ایک دوسرے کے میلے میں فقیروں سمیت حاضر ھوا کرتے تھے۔ یہ رسم اب تک قائم ہے۔

شیخ محمد واصل کی صاحبزادی کا عقد شاہ عبداللہ قریشی ملتانی کی اولاد میں سے ایک فرد شیخ ضیاءُ الدین (۱) کے ساتھ کیا گیا جس سے شیخ محمد ملوک (۲) نامی ایک فرزند پیدا ھوئے اور صغر سنی ھی میں انتقال کر گئے۔ [اس کے بعد] شیخ ضیاءُ الدین خود بھی سیر کی غرض سے ھندوستان چلے گئے اور پھر واپس نہ ھوئے۔ [۵۲۷]

[شیخ محمد رضا اور ان کی اولاد] آن کے بھائی شیخ محمد رضا یہیں رھے اور شیخ محمد واصل کی وفات کے بعد ان کی اپنی

---

(۱) نسخہ "ن" میں "بہاؤالدین" ہے۔

(۲) نسخہ "ن" میں صرف "محمد" ہے۔

www.maktabah.org

اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پیر شیخ عالی کی مسند کے وارث ہوکر انھوں نے بزرگانہ خصوصیات سے موصوف رہتے ہوئے اپنی زندگی گذاری - [موضع] کھارا تعلقہ ککرالہ کے قریشی پیرزادگان ان کے چچا زاد اور دادا کی اولاد میں ہیں -

شیخ محمد رضا کے بعد ان کے فرزند شیخ زین العابدین عرف شیخ مٹھن مسند بزرگی پر فایز ہوئے - ابتدا میں انھوں نے بڑی کرامتیں ظاہر کیں لیکن آخری زمانے میں خود کو اس سے باز رکھ کر پردہ کرنے کی کوشش کرتے رہے - بالاخر طویل عمر پاکر نہایت عزت و احترام کے ساتھ انھوں نے وفات پائی -

اب ان کے فرزند دائم شاہ بزرگوں کے جانشین ہوئے - دائم شاہ کے بعد ان کے فرزند میاں بھورو اور کچھ برسوں کے بعد شیخ زین العابدین عرف میاں متن کے دوسرے فرزند میاں ورياه مسندنشین ہوئے - سنہ ۱۲۰۱ھ میں میاں ورياه نے وفات پائی اور مذکورہ شیخ کے تیسرے فرزند شیخ غلام شاہ سجادہ نشین ہوئے -

شیخ کالہ قریشی [اور ان کی اولاد] شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی اولاد میں یہ ، صاحبِ مناقب ، دریائے کرامت اور یگانۂ روزگار بزرگ ترخانوں کے عہد حکومت میں ٹھٹہ آئے - چونکہ سندھ کے بیشتر لوگ اسی خاندان کے مرید تھے اس لئے خورد و کلاں سب ان کی تشریف آوری کو تبرک تصور کرنے لگے - خسرو خان چرکس نے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اپنی بیٹی کو عقد میں دے کر ان بزرگ کو اپنا گھر داماد بنالیا -

www.maktabah.org

یہی سبب ہے کہ شیخ کی اولاد خسرو خان کی حویلی میں رہتی ہے -

ان کی وفات کے بعد ان کے خدا آگاہ فرزند شاہ عبداللہ ان کے جانشین ہوئے - [۵۲۸]

ان کے بعد ان کے حقیقت شناس اور عارف کامل فرزند شیخ رحمت اللہ [سجادہ نشین] رہے - اپنی مقررہ عمر پوری کرنے کے وقت انھوں نے دو نامور فرزند چھوڑے -

ایک شیخ عبدالباقی ہیں - انھوں نے خسرو خان چرکس کے عہد میں شان سے وقت گذارا - پہلے تو نصرپور کے حاکم ہو کر نوکر چاکر، غلاموں اور خدمتگاروں کے مالک ہوکر رہے اور آخر میں بزرگوں کی راہ اختیار کرکے اس دارالفنا سے دارالبقا کی جانب رحلت کر گئے -

ان کے بعد شیخ عمادالدین نے شان کے ساتھ دین و دنیا دونوں کو ہاتھ میں رکھا -

ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند شیخ عبدالرزاق، حال اور عمدہ اخلاق کے مالک ہوکر زندگی گذار گئے - ان کے بعد ان کے فرزند شیخ محمد شفیع بزرگوں کی پیروی میں بڑے صدق و استقلال کے ساتھ قایم رہے - اب ان کے فرزند شیخ ضیاء الدین [موضع] بہاؤالدین پور میں وہاں کے پیر زادوں کے ساتھ جو ان کے عزیز ہیں، رہتے ہیں -

[شیخ رحمت اللہ کے] دوسرے فرزند عبداللہ ہیں - یہ بزرگوں کے اخلاق کے حامل، بڑے با اثر اور خدا رسیدہ بزرگ تھے - رحلت کے وقت انھوں نے بھی دو فرزند چھوڑے -

www.maktabah.org

[ان میں] پہلے، شیخ سلام اللہ ہیں - وہ راہ فقر اختیار کر کے ہدایت و ارشاد کے سالک اور ریاضت و کرامات کے مالک ہوئے - یہ سید عبدالکریم بلڑی والے کی اولاد اور سجادہ نشین، سید عبدالغنی کے ہم صحبت اور مرید تھے - ان پیروں کے میلے کے دن چراغ جلانے کی خدمت خاص ان کے سپرد تھی - آج تک یہ ذمہ داری ان کی اولاد میں چلی آتی ہے - سید عبدالکریم کے مرید صادق اللہ ڈنہ زرگر کی بھی ٹھٹے میں زیارت کر کے انھوں نے بڑا فیض حاصل کیا تھا - ان کے تین بیٹے ہوئے ایک شاہ مراد دوسرے شاہ عبداللہ اور تیسرے شاہ رحمت اللہ - ان میں سے ہر ایک اپنے وقت کا مقتدر بزرگ تھا - [۵۴۹]

ان میں شاہ رحمت اللہ آدمیت و انسانیت کا مرقع ہو گذرے ہیں - انھوں نے میاں درگاہی نامی اپنا ایک نامور فرزند چھوڑا جو خود بھی بزرگوں کی مانند صاحب تصرف ہو گذرے ہیں - اب ان کے فرزند گرامی میاں موتھو شاہ بزرگوں کے قائم مقام ہیں اور ورثے کے مطابق شاہ عبدالکریم (بلڑی والے) کی درگاہ کی روشنی کی خدمت بجا لاتے ہیں - زیادہ تر وہ موضع کھارا میں رہا کرتے ہیں -

[شیخ رحمت اللہ کے فرزند عبداللہ کے] دوسرے فرزند شیخ عزت اللہ ہیں - انھوں نے مشائخین جیسے کمالات کے ساتھ زندگی گذاری - زیادہ تر موضع کھارا میں سکونت پذیر رہا کرتے تھے - ان کے بعد ان کے دو فرزند میاں راجن شاہ اور شیخ عبدالباقی یادگار رہے -

www.maktabah.org

میاں راجن شاہ نے بزرگوں کی پیروی میں زندگی گذاری اور ایک با ہدایت فرزند فقیر محمد نامی چھوڑ گئے جن کی کوئی اولاد نہ رہی ۔

شیخ عبدالباقی نے جب موروثی کمالات کے ساتھ زندگی گذار کر اس دار فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا تو وہ میاں ٹھارو نامی اپنا ایک نامور فرزند چھوڑ گئے ۔ اب ان کی نشانی میاں صالح محمد، بزرگوں کا نام زندہ رکھنے کے لئے شہرت کے ساتھ حیات ھیں ۔

قاضیوں کا طبقہ

اپنے فضل و کمال کی وجہ سے یہ لوگوں میں مشہور اور عوام و خواص کے مرجع تھے ۔

[قاضی نعمت اللہ [اور ان کی اولاد] قاضی نعمت اللہ ان قدیم قاضیوں میں سے ھیں جن کا نسب حضرت عباس کی اولاد سے ملتا ھے اور جو عباسی گورنروں کے جانے بعد باقی ماندہ رہ جانے والوں میں سے ھیں ۔ یہ جام تماچی کے زمانے میں علما کے پیشوا اور پرھیزگاروں کے رھبر تھے ۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ھے سید احمد شیرازی کی ان کی صاحبزادی سے شادی ھوئی تھی اور ان سے چار بلند بخت فرزند پیدا ھوئے تھے ۔ [۵۳۰]

ان کے فرزند قاضی سائیں ڈنہ جید عالم اور مقتدر پرھیزگار تھے ۔ جامع کمالات [ھونے کی حیثیت سے] وہ بے نظیر اور صاحب فضیلت [ھونے کی حیثیت سے] بے مثل تھے ۔

قاضی نعمت اللہ ثانی ان کے فرزند ھیں ۔ یہ وقت کے ممتاز عالم اور زمانے کے مقتدر علاّمہ تھے ۔ اپنے زمانے میں وہ علما

www.maktabah.org

کے مرجع اور عارفوں کی معرفت کے سر چشمہ تھے۔ مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی ان کے ھمعصر تھے۔ ان کے فرزند رحمت اللہ بزرگوں کے کمالات میں آپ اپنی نظیر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند شیخ عبدالشہید کلاں بزرگوں کی مسند نشینی کے شرف سے مشرف ھوئے۔ سماواتی پرگنے میں کھارا نامی گاؤں انھی کی یادگار ھے۔

ان کے فرزند شیخ عطاء اللہ بزرگی میں دور دور تک مشہور ھو گذرے ھیں۔ ان کے بعد شیخ عبدالشہید ثانی بزرگوں کی مسند کے جانشین ھوئے۔ ان کے بعد شیخ احمد بزرگوں کی عظمت کے وارث ھوئے۔ ان سے شیخ ابوالحسن پیدا ھوئے جو اس خاندان کا تتمہ تھے۔ اپنی عمر کی مقررہ مدت پوری کرکے جب انھوں نے اس جہان بے بقا کو الوداع کہا تو پسماندگان میں انھوں نے کوئی فرزند اپنی یادگار نہ چھوڑا۔

قاضی حماد [اور ان کی اولاد] عباسی گورنروں کا دور ختم ھونے کے بعد یہ بھی باقی ماندہ ان قاضیوں کی اولاد میں سے ھیں جن کا سلسلۂ نسب حضرت عباس کی اولاد سے ملتا ھے، فضیلت و کمال میں انتہائی کامل اور تقویٰ و پرھیزگاری میں بڑے برگزیدہ تھے۔

ان کے فرزند قاضی صدو بڑے پرھیزگار اور عوام و خواص کی ارادتمندی کا مرکز تھے۔ علمی و عملی کمالات کی وجہ سے یہ مقتدر بزرگوں کے پیشوا ھوگئے تھے۔ انھوں نے بہتیرے خدا رسیدہ بزرگوں کی خدمت سے فیض حاصل کیا تھا اور صاحبان حال کے ایک بڑے گروہ کو درجہ کمال پر فایز کردیا

www.maktabah.org

تھا۔ ان کا مزار سادات شیراز [۱۳۵] کے مدفن میں جو ان کے بزرگوں کا قدیمی قبرستان تھا، صاحب دل انسانوں کے لئے مراد بخش درگاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔

علامہ قاضی محمود [اور ان کی اولاد] یہ قاضی نعمت اللہ ثانی کے چچازاد بھائی اور مرزا عیسیٰ و مرزا باقی کے ہمعصر اور علامۂ دوراں تھے۔ فضیلت و کمال میں بے نظیر اور جامع العلوم ہونے کی حیثیت سے آپ ہی اپنے ثانی تھے۔ یہ کثیر تصانیف کے مالک تھے مثال کی طور پر "تذکرۃ الاولیا" اور کتب درسی کے حواشی۔ ان کے بعد ان کے دو فرزند یادگار رہے۔

ایک، قاضی عبدالطیف نامی، نزاکت طبع میں ان کا کوئی مشکل ہی سے ہمسر تھا [ساتھ ہی ساتھ وہ ایک] جید فاضل بھی تھے۔ انہوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

دوسرے، قاضی قطب الدین تھے۔ یہ علم و عمل کے دائرے کے قطب اور فضیلت و کمال میں بے مثل تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند شیخ عبدالمجید موروثی عظمت کے ساتھ بڑے پرہیزگار ہو گذرے ہیں۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ محمد زاہد بزرگوں کا نام روشن کرنے والے اور صاحب صدق و استقلال بزرگ ہو گذرے ہیں۔ ان کے بعد شیخ ابو تراب بزرگوں کے دستور اور رواج کے مطابق بڑے اثر و رسوخ کے مالک ہوئے۔ پھر شیخ محمد زمان ان کے جانشین ہوئے۔ یہ ایک خوش خلق اور سلیقہ شعار انسان تھے۔ ایک فرزند چھوڑ کر فوت ہوئے۔

قاضی وجہ الدین۔ یہ یگانۂ روزگار، ترخانی حکمرانوں کے ہمعصر اور مذکورہ عباسی خاندان کے فرد تھے۔ تقدیراً وفات

www.maktabah.org

کے وقت انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

قاضی عتیق اللہ عباسی۔ یہ سیوھن کے رہنے والے تھے۔ مرزا جانی بیگ ترخان کے زمانے میں ٹھٹے میں آکر انھوں نے ملا محمد علی دیوان سے رشتہ حاصل کیا۔ یہ ایک با کمال صاحب حال [دنیا سے] بیگانہ اور [۵۳۲] اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کے فرزند شیخ عزت اللہ فن انشا میں بے نظیر تھے۔

شیخ عبدالرشید۔ یہ مذکورہ قاضی عتیق اللہ کے خاندان کے صاحب حال و قال طالب علم تھے۔ قاضی ابراھیم جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا انھی کے شاگرد ھیں۔

قاضی عبداللہ بن تاجو۔ یہ قاضیان سیوھن اور عباسی گورنروں کے بعد [سندھ میں] رہ جانے والے قبیلوں کے بزرگوں میں سے ھیں۔ یہ علم و تقویٰ کے منبع و مرکز تھے۔

کہتے ھیں کہ دین کے ان بزرگ کی لاش، جیسا کہ مذکور ھو چکا ھے، جام نظام الدین کے زمانے میں غیبی طور پر مکلی کی پہاڑی پر آکر نمودار ھوئی اور صاحبان دل کو خواب کے ذریعہ اس کا علم ھوا۔ اب ان کا مزار شیخ حماد جمالی کی خانقاہ کے عقب میں عام لوگوں کی زیارت گاہ بلکہ حاجتمندوں کی حاجت روائی کا ذریعہ ھے۔ طالبان علم مسلسل سات جمعراتوں کو ان کی زیارت سے سرفراز ھوکر حصول کمال کی درخواست کرتے ھیں اور اپنی مرادیں حاصل کرتے ھیں۔

قاضی شیخ محمد اچوی [اور ان کی اولاد] یہ آل جعفر (۱) سے منسوب اور وقت کے مشہور علما میں سے ھیں۔ پہلے یہ ھرات

---

(۱) نسخہ "ن" میں آل احمد ھے۔

www.maktabah.org

سے آچ تشریف لائے تھے۔ جام نظام الدین کے زمانے میں جب سید میران مہدی جونپوری ٹھٹہ آئے تھے اور علمائے وقت نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا تو اس وقت انھی قاضی نے اس ولی کامل کی تکفیر سے تعلق رکھنے والے علمائے ظاھری کے دلائل کا نہایت مناسب رَد [پیش کیا] تھا۔ کیونکہ یہ خود حقیقت سے باخبر اور اھل حال کے مقام سے واقف تھے۔ سید میران مہدی نے ان کے حال پر توجہ فرما کر ان کی اولاد میں بزرگی اور سر سبزی [٥٣٣] کے دائم و قائم رہنے کے لئے دعا کی تھی۔ یہی سبب ھے کہ مختلف حادثوں کے باوجود اس خاندان پر [کسی] انقلاب کا کوئی اثر نہیں ھوتا۔

قصہ کوتاہ، آچ اور ملتان میں بدانتظامیاں پیدا ھو جانے کے بعد مذکورہ قاضی بکھر میں آکر رھنے لگے لیکن سابقہ شہرت کے بنا پر آچ سے منسوب رھے۔ جب قاضی سید شکراللہ شیرازی ٹھٹے کے منصب قضا سے مستعفی ھوئے، جیسا کہ بیان کیا چکا ھے، تب مرزا شاہ حسن نے مذکورہ قاضی سید شکراللہ کی تجویز کے مطابق، جن سے ان کے قدیمی وطن ھرات ھی سے خاندانی تعلق تھا اور اسی تعلق کی بناء پر یہاں بھی ایک دوسرے سے سلسلہ اور رابطہ پیدا ھوگیا تھا، مذکورہ قاضی کو بلا کر اس معزز منصب پر سرفراز فرمایا۔

قدیمی نجابت اور میران سید محمد جونپوری کی دعا کی برکت سے یہ منصب موروثی طور پر ان کی اولاد کے لئے وقف ھے۔ مرزا عیسیٰ ترخان کے عہد حکومت کی ابتدا میں ان کا دفتر حیات تہ ھوگیا۔ انھوں نے شیخ احمد اور شیخ فرید نامی دو عالی گوھر

www.maktabah.org

فرزند یادگار چھوڑے۔

شیخ قاضی احمد بڑے فاضل و کامل [بزرگ] تھے۔ نیک عاقبت والد کی وفات کے بعد یہ منصب قضا پر سرفراز ہوئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی شیخ قاضی فرید جو جملہ علوم کے جامع اور یگانۂ روزگار تھے عدالت شرعیہ کی مسند اعزاز پر متمکن ہوئے۔ انھوں نے شیخ علی محمد اور شیخ نور محمدنامی دو فرزند یادگار چھوڑے۔

والد کے بعد قاضی شیخ علی محمد مسند شریعت کے وارث ہوئے۔ انھوں نے بھی دو فرزند قاضی محمد حسین اور شیخ فرید ثانی یادگار چھوڑے۔

شیخ فرید ثانی کے تین بیٹے ہوئے۔ جن میں سے ایک شیخ علی اکرم ہیں۔ یہ جملہ معززوں میں ممتاز تھے۔ ان کے فرزند [۵۳۴] شیخ زین الدین بڑی بزرگی کے ساتھ زندگی گذار کے اور طویل عمر کو پہونچ کر فوت ہوئے۔ لیکن بیٹوں اور پوتوں کے بعد ان کی نسل میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔

قصہ مختصر، قاضی شیخ علی محمد کے بعد ان کے بھائی قاضی شیخ نور محمد کچھ عرصہ تک بزرگوں کے قائم مقام رہنے کے بعد انتہائی کمال کو پہونچ کر فوت ہوئے۔

ان کے بعد قاضی شیخ علی محمد کے فرزند قاضی محمد حسین شان و شوکت کے ساتھ مسند نشین ہوکر اپنا وقت بزرگی اور عزت کے ساتھ گذار گئے۔

ان کے بعد ان کے فرزند قاضی محمد یحییٰ نے، جنھیں وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی بصارت میں ضعف آجانے کی وجہ سے

www.maktabah.org

قائم مقام مقرر کر چکے تھے ، مسند شریعت پر متمکن ہو کر بزرگوں کے طور طریق کو خوبی کے ساتھ اپنایا۔ شیخ عبدالباسط ٹھٹوی نے ان کی تاریخ جلوس "نافذ الامر" (سنہ ۱۱۰۳ھ) کہی ہے۔

ان کی کامرانی کے دن پورے ہوئے تو پھر ان کے بھائی قاضی محمد امین ان کے جانشین ہوئے ، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ میر شاہ ولی نے ان کی مسند نشینی کی تاریخ "الحافظ لحدود اللہ" (سنہ ۱۱۳۸ھ) سے اخذ کی تھی۔ انھوں نے منصب قضا کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ تک دیوان شاھی کی نیابت بھی کی۔ بالاخر وہ سنہ ۱۱۶۰ھ میں انتقال پا گئے اور اب ان کے دو فرزند شیخ عبد اللہ اور شیخ عبدالرؤف ان کی یادگار ھیں۔

اس کے بعد بزرگوں کی میراث مذکورہ قاضی محمد یحییٰ کے فرزند قاضی محمد محفوظ کو ملی۔ وہ اعلیٰ خوبیوں اور عمدہ خصائل کے ساتھ زندگی کی مدت پوری کرکے سنہ ۱۱۷۳ھ میں وفات پا گئے۔

اب ان کے فرزند گرامی قاضی محمد یحییٰ مسند قضا پر رونق افروز ھوئے۔ [لیکن] تقدیراً ۹ محرم سنہ ۱۱۸۸ھ کو وہ بے وقت ، سفر آخرت پر روانہ ھوگئے اور اپنے دو کمسن فرزند محمد حسین اور محمد حفیظ یادگار چھوڑ گئے۔ آج کل [۵۳۰] مذکورہ قاضی محمد امین کے فرزند قاضی عبد اللہ بزرگوں کے مسند نشین ھیں۔

قاضی محمد حسین کے تیسرے فرزند شیخ محمد باقر نے علمی و عملی کمالات کے ساتھ ساتھ درویشوں کی صحبت اختیار کی

www.maktabah.org

اور مجذوب سالک ہوگئے۔

ان کے فرزند شیخ غلام علی بھی تحصیل علم کے بعد، وقت کے ایک کامل بزرگ ہو کر، جذبہ کی حد کو جا پہونچے اور اپنی [باقی ماندہ] زندگی مجذوبوں کے زمرے میں رہ کر گذاری۔ اب میاں مہر علی ان کی یادگار ہیں۔

حالانکہ اس خاندان میں اور بھی نامور پیدا ہوئے ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے اتنے پر ھی اکتفا کی گئی ہے۔

علما، پرہیزگار اور صالحین کا طبقہ

یہ طبقہ "عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنبیاءِ بَنِی اِسْرائِیل" (۱) کے فرمان کے مطابق عرصۂ کائنات میں سب پر فایق ہے۔ اور آیۃ کریمہ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ" (۲) کے بمصداق جملہ اقوام و انساب سے برتر ہے۔

شیخ صدرالدین - یہ جید عالم اور مقتدر پرہیزگار بزرگ، جام نظام الدین کے ہمعصر تھے۔ اس قدر جامع العلوم تھے کہ انھوں نے ھزارھا طلبا کو علم کے کمال پر فایز کر دیا تھا۔ سید میران محمد جونپوری کی تشریف آوری کے موقع پر پہلے تو یہ ان کے مخالف ہوگئے لیکن بالاخر زیارت کے بعد ان کے راسخ العقیدہ مرید ہوگئے تھے۔ ان کی اصل و نسل کے بارے میں حقیقت کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ [۵۳۶]

---

(۱) یعنی "میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں"۔

(۲) یعنی "بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک وہی زیادہ معزز ہے جو زیادہ سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔

www.maktabah.org

مخدوم رکن الدین عرف مخدوم متو - یہ ڈلٹی کے مخدوم بلاول کے، جن کا ذکر کیا جا چکا ھے ، خلفا کی فہرست میں شامل تھے - ھمیشہ عبادات و وظائف میں مشغول رھا کرتے تھے - راہ زھد و تقویٰ کے شایق اور ھدایت و ارشاد کے طریقے کے طالب ان کے بڑے معتقد اور مرید ھوا کرتے تھے - یہ علم حدیث میں بھی کمال دسترس رکھتے تھے - "شرح اربعین" ، "شرح گیلانی" اور ان کے دیگر تصنیف کردہ رسائل مشہور ھیں - انھوں نے خلد آشیانی (بادشاہ ھمایوں) کے پریشانی کے ایام میں ٹھٹے میں سنہ ۹۳۹ھ میں وفات پائی اور مکلی پہاڑی پر دفن ھوئے -

[مخدوم میران] مخدوم میران بن مولانا یعقوب علوم معقولی و منقولی میں جامع تھے - مرزا شاہ حسن کو بھی انھوں نے کچھ عرصے تک درس دیا تھا - اکثر طلبا انھی کی طبع روشن کے فانوس سے نور علم حاصل کیا کرتے تھے - انھوں نے سنہ ۹۳۹ھ میں وفات پائی - "علامہ وارث الانبیا" ان کا مادۂ تاریخ ھے - ان کا مزار مکلی کی پہاڑی پر ھے -

مولانا عبدالرحمان - یہ علوم نقلی میں بے نظیر تھے - زندگی کے دن یہ اعانت دین ھی میں صرف کیا کرتے تھے - مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی کے ھمعصر تھے -

مولانا کریم الدین - یہ فضیلت و کمالات کے جامع ، بدعتوں اور برائیوں کی بیخ کنی کرنے والے اور زھد و تقویٰ میں دوستوں میں نامور تھے - مذکورہ مولانا عبدالرحمان کے ھمعصر ھیں -

[مخدوم فضل اللہ اور ان کی اولاد] - مخدوم فضل اللہ وقت

www.maktabah.org

کے مقتدر عالم ، قدسی فضائل کے جامع ، علوم انسانی کے ماہر اور تقویٰ و پرہیزگاری کے زیور سے آراستہ تھے ۔ ہمیشہ درس علم میں مشغول رہا کرتے تھے ۔ مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی کے ہمعصر ہیں ۔

ان کی اولاد میں مخدوم ابوالخیر اپنے دور کے ایک کامل طالبِ علم پیدا ہوئے ۔ یہ فتاوائے عالمگیری کے مسائل کے انتخاب میں شریک رہے ۔ [٥٣٧]

ان کے فرزند ملا اسحٰق جامع الکمالات بزرگ تھے ۔ جن کے فرزند کمال الدین حال ہی میں لا ولد فوت ہوئے ہیں ۔

[مخدوم فیروز اور ان کے پسماندگان] ۔ مخدوم فیروز اپنے عہد کے کامل ترین بزرگ تھے ۔ بزرگی و کمالات علمی ان کی اولاد مین موروثی طور پر [منتقل ہوتے] چلے آئے ہیں ۔ [چنانچہ] مذکورہ مخدوم کے پوتے قاضی ابراہیم بھی ظاہری و معنوی عظمتوں کا مجموعہ ہوئے ۔ شاہ جہاں کے دربار میں با عزت منصب سے ترقی کر کے وہ جہان آباد (دہلی) کے مفتی اور لشکر کے قاضی مقرر ہوئے ۔ [پھر] کچھ مدت کے لئے وہ ٹھٹے کے امین مقرر ہوکر یہاں آئے ۔ کہتے ہیں کہ ان کی حویلی [کی تعمیر] پر ڈیڑھ لاکھ روپئے خرچ کئے گئے تھے ۔ لیکن جب یہ آئے تو انہیں [وہ حویلی] پسند نہ آئی ۔ ٹھٹے کا حاکم جو ہفت ہزاری امیر تھا ہفتے میں ایک دن ان کے گھر پر آکر دربار عام [منعقد] کیا کرتا تھا ۔ یہ خود بھی نواب کے آنے کے عوض ایک دن اس کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور دو پہر سے لے کر شام تک وہاں رہا کرتے تھے ۔ محمد بختاور

www.maktabah.org

خان نے عالمگیر کی دس سالہ [تاریخ] میں قاضی موصوف کی عجیب روایتیں نقل کی ہیں - راقم الحروف (قانع) بھی ان اوراق کو ان لطائف سے نیا حسن بخشتا ہے -

مذکورہ قاضی سے نقل ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن فقیر (یعنی خود) میرک شیخ کے، جو بادشاہ دین پناہ کے آخری ایام میں صدارت مطلق کے منصب پر سرفراز تھے، درِ دولت پر حاضر ہوا - اتفاقاً [وہاں] علما کی مجلس منعقد تھی - جب میں وہاں جا کر بیٹھ گیا تو اچانک ایک شخص سادہ لباس اور پیچدار عمامہ سر پر رکھے، مجلس میں داخل ہوا - میرک شیخ نے اس کی آمد پر جملہ علماء سے زیادہ تعظیم کی - پھر [ان کے] جانے کے وقت بھی میرک شیخ [ان کی کمال] تعظیم بجا لائے - حاضرین مجلس نے ان کے متعلق دریافت کیا تو جواب دیا کہ " یہ شخص علوم نادرہ کا واقف اور دنیائے جنّات کا مرشد ہے"- میں یہ سن کر تیزی کے ساتھ مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس بزرگ کی خدمت میں [۵۳۸] پہونچ کر ملاقات کا ملتجی ہوا - وہ مجھے اپنے گھر کا پتہ دیتے ہوئے چلے گئے - تین چار دن کے بعد میں ان کے گھر کی طرف روانہ ہوا - اطلاع ملنے پر وہ بالا خانہ سے جو ان کی خلوت گاہ تھا، نیچے آئے اور حال معلوم کر کے کہا کہ "بندہ کو کچھ کام [لاحق] ہے- کچھ ساعت بالاخانہ پر قدم رنجہ فرمائیں تو فارغ ہو کر میں خدمت کی سعادت حاصل کرتا ہوں"- میں ابھی دو چار زینے بھی مشکل سے چڑھا ہونگا کہ مجھے ایک شاندار محفل آراستہ دکھائی دی - مجھے دیکھ کر سبھوں نے میرا استقبال کیا اور مجھے [لے جا کر] محفل کے صدر پر بٹھایا - ان میں سے تین چار آدمیوں کے

www.maktabah.org

ھاتھوں میں کتابیں تھیں اور ایک [شخص] وسط میں کتاب مطول کھولے بیٹھا تھا ۔ ان دنوں ایک طالب علم نے ملاّ سعد الدین پر اعتراض کیا تھا ۔ جب اس جماعت میں اس شخص نے کتاب مطول کھولی تو وھی مقام زیر بحث آیا [چنانچہ] پڑھنے پڑھانے اور سننے والوں نے اسی اعتراض کو حل کرنے کے لئے مباحثہ شروع کردیا ۔ میں نے بھی کچھ دخل دیا ۔ ھر علم کی بحث اور دلیل پیش ھوئی ۔ یہ مجلس پہر دن تک جاری رھی ۔ اچانک صاحب خانہ نمودار ھوئے اور ساری جماعت نے اٹھ کر ان کا استقبال کرنے کا ارادہ کیا ۔ میں شوق استفادہ کے غلبے میں سب سے پہلے ان کے سامنے جا پہونچا ۔ [انھوں نے] فرمایا کہ "بڑی تکلیف اٹھائی ۔ [آپ کو] بڑا انتظار کرنا پڑا "۔ میں نے جواب دیا کہ " ان عزیزوں کی صحبت سے میں نے بہت فائدہ حاصل کیا ھے "۔ فرمایا کہ "کن عزیزوں سے ؟" [اس پر] میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو مجھے کوئی بھی نظر نہ آیا ۔ فی‌الفور میرے جسم میں رعشہ پیدا ھوگیا اور میں بیھوش ھوگیا ۔ شیخ نے پانی پر دَم کرکے میرے منہ پر چھینٹے لگائے تو مجھے ھوش آیا ۔

انھی قاضی سے روایت ھے کہ جب میں اعلیٰ حضرت جنت مکانی (عالمگیر) کے پوتے کا معلم تھا تب ایک دن شیخ ناصر جو اپنے وقت کی ایک عجیب و غریب شخصیت تھے، [۵۳۹] کتب خانہ میں در آئے ۔ میں نے سلطان کو شیخ سے کچھ طلب کرنے کا اشارہ کیا ۔ سلطان نے نہایت عجز کے ساتھ شیخ سے تبرک کی درخواست کی اور انھوں نے مسکراتے ھوئے

www.maktabah.org

ھاتھ بڑھا کر فرش کے نیچے سے کچھ کنکریاں اٹھا کر ھاتھ میں تین بار بھرائیں - اب یہ کنکریاں، کچھ آبدار عقیق میں، کچھ بے بہا لعل میں، کچھ مرجان میں اور کچھ موتی میں تبدیل ھوگئیں - اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز [بات] یہ کہ پھر یہ سب [انھوں نے] داڑھی کے بال کی نوک سے ایک ایک پرو کر سلطان کو دیئے -

قصہ کوتاہ، مذکورہ قاضی کے دو نامور فرزند ھوئے - ایک شیخ امان اللہ تھے جو پرگنہ ستیار میں اپنی جاگیر کے علاقے میں رہ کر لاولد فوت ھوئے اور دوسرے شیخ عنایت اللہ انھوں نے بھی جاگیر کی وجہ سے باھر دیہاتوں میں رہ کر زندگی گذاری - اب نواسوں کے علاوہ قاضی ابراھیم کی اور کوئی اولاد [باقی] نہیں ھے - قاضی محمد یحییٰ، قاضی محمد امین اور شیخ محمد باقر، تینوں بھائی ان کے حقیقی نواسے ھیں -

قاضی ابراھیم کے بھائی محمد کریم جاگیر کی وجہ سے نیرون کوٹ میں رھے اور وھیں وفات پاگئے -

مذکورہ قاضی ابراھیم کے بھتیجے قاضی محمد اکرم پرگنہ ٹھورہ کے منصب قضا سے سرفراز ھوئے -

قاضی ابراھیم کے بھائیوں کی اولاد میں سے قاضی عبدالجلیل جاکر پٹنہ کے [منصب] قضا پر فایز ھوئے اور انتہائی اعزاز کے ساتھ زندگی گذار کر وھیں فوت ھوئے -

میاں ابوالمعالی ٹھٹے کے نواح کے جزیہ اور عدالت کے داروغہ، مخدوم فیروزکی اولاد میں سے ایک نامور شخص ھو گذرے ھیں -

www.maktabah.org

ان کے فرزندوں میں سے شیخ محمد یار ٹھٹے میں با ہدایت بزرگ اور ایک بڑی جماعت کے مرشد ہو گذرے ہیں اور میاں عبدالواسع نے جو ابوالفتح قابل خان میر منشی کے بھانجے بھی تھے ، دربار عالمگیری میں اعلیٰ منصب پر [۳۰۵] فایز ہوکر نوابی اور سرفرازی کے ساتھ زندگی گذاری ۔ ان کی انشا دنیا میں مشہور ہے ۔

[مخدوم عثمان اور ان کی اولاد] مخدوم عثمان بن مخدوم بہاؤالدین بن میاں مجن صدیقی جن کا ذکر ہو چکا ہے ۔ اصل میں آپ کے رہنے والے تھے ۔ مرزا جانی بیگ کے زمانے میں یہ ٹھٹے آئے اور ملا محمد علی دیوان کے داماد ہوکر تحویل خزانہ کی ملازمت حاصل کی ۔ مرزا کی گرفتاری کے بعد وہ اس کے ساتھ اکبر بادشاہ کے دربار میں بھی گئے تھے ۔ جب مرزا جانی بیگ کو ملک واپس ملا تو ہر چند ان کے سابقہ عہدے پر ان کی بحالی لازمی تھی ، لیکن پیرانہ سالی کا عذر پیش کرکے اور ٹھٹے کی اس سو بیگھے زمین پر قناعت کرکے جو انہیں گذارہ کے لئے ملی تھی ، وہ ٹھٹے واپس آ گئے اور پھر یہیں انتقال کیا ۔ ان کے چار فرزند ، ۱۔ محمد امین ، ۲۔ عبدالواسع ، ۳۔ عبدالجلیل اور ۴۔ عبدالملک ان کی یادگار رہے ۔

شیخ محمد امین بڑے با فضیلت فرد تھے ۔ وہ جملہ صوبیداروں کے مستوفی (مالیات وصول کرنے والے) مامور رہے ۔ ان کے بعد ان کے تین فرزند محمد شفیع ، محمد مراد اور محمد رفیع ان کی یادگار رہے ۔

محمد شفیع ، اپنے وقت کے برگزیدہ بزرگ اور صاحب تصنیفات

www.maktabah.org

تھے - ان کے فرزند محمد امان جہان آباد (دھلی) میں لا ولد فوت ھوئے -

محمد مراد عہدیداروں کی حیثیت سے اپنی عمر پوری کر گئے - ان کے فرزندوں میں محمد صالح، محمد عاقل اور محمد رفیع میں سے ھر ایک شاھی عہدوں پر مامور ھوا -

محمد عاقل کی اولاد میں محمد احسن خان بڑے انسان دوست اور صاحب فضیلت تھے - یہ شاھی منصب دار تھے اور ٹھٹے کے جواھر خانے کی خدمت ان کے سپرد ھوا کرتی تھی - اب [انھوں نے] سنہ ١١٨٥ھ میں اولاد یادگار چھوڑ کر وفات پائی ھے - [٥٣١]

مذکورہ مخدوم عثمان کے دوسرے فرزند شیخ عبدالواسع اپنے چچا زاد بھائی جعفر خان شاھجہانی کے حق کی وجہ سے کچھ عرصے تک منشی رھے - خوش نویسی میں وہ آپ اپنی نظیر تھے -

ان کے فرزند عبدالہادی لاھری بندر کے شاہ بندر (١) کے مشہور منشی تھے - ان کے فرزند اور بزرگوں کی یادگار محمد محسن نے حال ھی میں انتقال کیا ھے -

مخدوم عثمان کے [تیسرے] فرزند شیخ عبدالجلیل مذکورہ جعفر خان کے پاس میر منشی کے عہدے پر سرفراز ھوئے اور ایک ماہ بعد انتقال کر گئے - ان کے فرزند محمد محسن اور عبدالعلیم تھے - عبدالعلیم پہلے پرگنۂ ٹھٹہ کے خزانے کے نگرانی پر مامور

---

(١) شاہ بندر کے لفظی معنی ھیں - بندر گاہ کا بادشاہ - عہد مغلیہ میں بندر گاہ کے سب سے بڑے افسر کو شاہ بندر کہا جاتا تھا -

www.maktabah.org

تھے - پھر موقوف ہونے پر دونوں بھائی دکن چلے گئے ۔ تقدیراً دربار سے علاحدہ ہوتے ہی عبدالعلیم اچانک انتقال کر گئے اور ان کے بھائی محمد محسن نے جب یہ خبر سنی تو ایک آہ کر کے وہ بھی جان بحق ہو گئے۔ محمد ظہور اور محمد عبدالرشید ، عبدالعلیم کے فرزند ہیں -

عبدالرشید کو [بزرگوں کے] حق کے مطابق [خزانے کی] نگرانی کا عہدہ ملا اور انہوں نے سنہ ١١٣٦ھ میں وفات پائی -

مذکورہ مخدوم محمد عثمان کے [چوتھے] فرزند عبدالمالک نے محمد تقی نامی ایک بیٹا اپنی یادگار چھوڑا جو حرمین شریفین زاد ھما اللہ شرفا و تعظیما کی زیارت سے واپس ہو کر سورت بندر میں سکونت پذیر ہوئے اور اچھی حالت میں زندگی گذار کے وہیں فوت ہوئے۔ اب ان کے فرزند محمد اسعد نامی وہاں موجود ہیں -

مخدوم حامد [اور ان کی اولاد] - مخدوم حامد بزرگانہ صفات کے مالک اور ایک جید عالم ہو گذرے ہیں - یہ کرھر (١) کے قاضی تھے - ان کے [٣٢ھ] فرزند مخدوم صابر، والد کے بعد مذکورہ منصب پر مامور ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند مخدوم ابوالبقا بزرگوں کے منصب کی مسند پر متمکن ہوئے - پھر ان کے فرزند رشید مخدوم حامد والد کی جگہ مسند شریعت پر بیٹھے - ان کے بعد ان کے فرزند قاضی محمد امین اور ان کے بعد موجودہ مسند نشین قاضی حامد بزرگوں کی یادگار ہیں -

---

(١) شاید "گروھڑ" جسے پہلے گرھل یا کرھل بھی کہا جاتا تھا -

www.maktabah.org

قاضی محمد قاسم [اور ان کی اولاد]۔ یہ ایک مشہور شخص تھے اپنے عہد کے ممتاز اور با فضیلت بزرگ ہو گذرے ہیں ۔ ان کے فرزند قاضی قاضن بلند مرتبہ ، متقی اور اہل معرفت کی فہرست میں داخل تھے ۔ ان کے چار فرزند ہوئے ۔ ایک محمد یعقوب دوسرے عبدالغفار تیسرے محمد شفیع اور چوتھے محمد صالح ۔ ان میں سے محمد یعقوب بکھر کے قاضی ہونے کی وجہ سے اپنے وقت میں مشہور و معروف ہو گذرے ہیں ۔ انہوں نے تین فرزند چھوڑے ، ۱۔ محمد اشرف ۲۔ محمد رضا اور ۳۔ محمد خلیل ۔

محمد اشرف بڑے لایق و فایق تھے ۔ انھوں نے خاصی عمر دھلی میں گذاری ۔ نامور اور ممتاز خوشنویس تھے [خصوصاً] خط "شان شفیعا" (۱) کے استاد تھے ۔ شعر بھی اساتذہ کی مانند کہا کرتے تھے اور "بہجت" تخلص کرتے تھے ۔ یک رنگین دیوان ان کی یادگار موجود ہے ۔

ان کے فرزند محمد افضل نے ٹھٹے کے مشہور و معروف لوگوں میں علمی قابلیت میں [ممتاز رہتے ہوئے] زندگی گذاری ۔ کچھ عرصہ تک وہ بادشاہ کے بخشی (خزانچی) بھی رہے تھے۔ اب ان کے فرزند میاں عبدالجمیل اور میاں غلام حسین حیات ہیں ۔

مذکورہ محمد یعقوب کے [دوسرے] فرزند محمد رضا ایک معزز عہدیدار تھے ۔ جملہ شاہی کاروبار کی امانت کی ملازمت ان کے حوالے تھی ۔

ان کے بعد ان کے فرزند مفتی محمد نعیم ، مفتیوں کے زمرے

---

(۱) خط تحریر کی ایک قسم ۔

www.maktabah.org

میں اپنے وقت میں مشہور و معروف ہوئے - وہ حال ہی میں دو فرزند، مولوی عبدالرحیم [۱۱۴۳ھ] اور محمد باقر، [اپنی] یادگار چھوڑ کر فوت ہوئے ہیں - ان میں سے مولوی عبدالرحیم نے والد کی زندگی میں پورب کا سفر اختیار کیا اور وہاں سے تحصیل علم کرکے ٹھٹہ واپس لوٹ آئے اور مشہور علما میں ممتاز ہوئے - پھر دو حج کرنے کے بعد وہ جدّہ ہی میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں - قاضی محمد رضا، میاں نور احمد اور محمد نعیم نامی ان کے تین فرزند تھے -

محمد رفیع نے [خاصی] عمر جہان آباد (دہلی) میں گذاری اور "خانی" کے خطاب کا شرف حاصل کیا - احمد شاہ (ابدالیؒ) کے ہنگاموں کے بعد وہ راجپوتانے میں رہنے لگے - پھر وکیل کی حیثیت سے میاں غلام شاہ خان کے پاس آئے اور کچھ عرصے تک ٹھٹے کو دیکھ بھال کر واپس چلے گئے اور آخر میں آ کر یہیں کی سکونت اختیار کی - وہ تقوی اور فضیلت کے زیورات سے آراستہ اور مفتی کے منصب پر بھائی کے جانشین ہیں -

مذکورہ محمد یعقوب کے [تیسرے] فرزند محمد خلیل، مذکورہ مخدوم محمد حامد کی اولاد قاضی ابوالبقا کی قرابت کی وجہ سے کچھ عرصے گرھر کے قاضی رہے [اور پھر] خاصی مدت [تک] جہان آباد (دھلی) میں خلق میں مشہور اور ممتاز رہ کر فوت ہوئے -

مذکورہ قاضی قاضن کے [دوسرے] فرزند مخدوم عبدالغفار، علم و فضل کے ایک بحر بے پایاں ہونے کی وجہ سے "اسدالعلما" کے لقب سے سرفراز ہوئے اور نہایت شان و وقار کے ساتھ اپنی

www.maktabah.org

زندگی کے دن گذار گئے - انھوں نے محمد ظہیر اور محمد قیوم [نامی اپنے] دو فرزند [یادگار] چھوڑے -

قاضی ظہیر ایک فاضل کامل بزرگ تھے - کچھ عرصہ تک ٹھٹے کے قضا اور صدارت کے منصب پر مامور رہ کر یہ پھر لاھور کے عہدۂ قضا پر فایز ھوئے - آخری دنوں میں اورنگا بندر کے قضا اور احتساب کے اعزاز سے سرفراز ھوئے - [۱۰۴۴] آخر میں انھوں نے لاھور میں وفات پائی - درسی کتب پر ان کے کچھ حواشی یادگار ھیں - ان کی نسل سے میاں عبدالحی ایک جیّد عالم پیدا ھوئے جنھوں نے ٹھٹے میں وفات پائی - ان کے فرزند میاں عبدالصمد نے بھی ٹھٹے ھی میں انتقال کیا جن کے فرزند محمد ظہیر جہان آباد میں ھیں -

محمد قیوم مشہور و معروف شخص کی حیثیت سے [اپنی] زندگی گذار گئے - ان کے دو بیٹوں میں سے میاں عبدالرزاق اور ان کے دو بیٹے میاں محمد اور محمد حفیظ سورت بندر میں فوت ھوئے اور میاں عبدالملک کچھ عرصہ تک ٹھٹے کے قضا کے منصب پر فایز رھے - حال ھی میں جب نادری دور آیا تو اسی عہدے پر، قاضی محمد امین کے ساتھ سرفراز رھتے ھوئے ، انھوں نے انتقال کیا -

[مخدوم حاجی سبزواری] یہ ٹھٹے کے مشہور و معروف شخص ھیں - ان کے فرزند مخدوم محمد یوسف کے پانچ بیٹے ھوئے جن میں سے ھر ایک فضیلت کا دریا اور کمال میں بے نظیر تھا - [ان کے نام یہ ھیں] : ۱- قاضی شیخ احمد ۲- مولانا میر عدل ۳- قاضی حاجی محتسب ۴- مخدوم داؤد مفتی اور ۵- قاضی

www.maktabah.org

مخدوم عماد الدین ۔

ملا احمد (۱)۔ یہ شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد، ابوالفضل و فیضی کے ہم سبق اور عہد اکبری میں مشہور و معروف تھے۔ کچھ عرصہ تک وہاں کے قاضی بھی رہے ہیں۔ مکلی پر ان کی مشہور خانقاہ یادگار ہے۔

مخدوم محمد۔ یہ ٹھٹے کے صدر اور وقت کے اکثر ممتاز افراد کے پیشوا رہے۔ انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

مخدوم عماد الدین [اور ان کی اولاد] کمالات علمی میں یہ زمانے میں مشہور تھے۔ میر عدل کے عہدے پر مامور ہو کر یہ بزرگی کا معیار تصور کئے جانے لگے۔ انھوں نے دو بیٹے محمد یوسف اور ابوالفضل، یادگار چھوڑے۔ [٥٣٥]

محمد یوسف بزرگی میں مشہور اور حلقۂ احباب میں انسانیت کے مصر کے عزیز ہو گذرے ہیں۔ انھوں نے دو بیٹے چھوڑے۔ ایک محمد حسن اور دوسرے میاں عبید اللہ۔

محمد حسن صدارت اور میر عدل کے عہدوں پر فایز ہو کر انسانیت کی معراج کے ساتھ ساری خلق میں ممتاز ہوئے۔ وہ ٹھٹے کی صدارت کے تتمہ تھے۔ ان کی شخصیت کی بزرگی احاطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ نادری دور میں فوت ہوئے اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

میاں عبید اللہ ایک بزرگ، عاقل اور اعلیٰ صفات سے موصوف شخص ہو گذرے ہیں۔ ان کے فرزند محمد نصیر نامی ایک لایق و فایق شخص پیدا ہوئے۔ اب ان کے فرزند میاں

---

(۱) نسخہ "ن" میں "برادر قاضی محمد قاسم موصوف" زائد ہے۔

www.maktabah.org

غلام محمد جو مذکورہ خاندان کا تتمہ ہیں، موجود ہیں -

مولانا داؤد مفتی [اور ان کی اولاد] یہ مقتدر ترین عالم تھے۔ ان کے فرزند مخدوم ابوالقاسم طالب علم اور صاحب مدرسہ ہوئے - کتنے ہی طلبا کو انہوں نے مکمل فیض پہونچایا - عالمگیر بادشاہ نے انہیں اپنی جانب سے شرعی وکیل مقرر کیا تھا - انہوں نے سنہ ١١١٣ھ میں وفات پائی - مخدوم رحمت اللہ طالب علم نے "ذَھَبَ العِلمُ مِنَ السَّند یَقِیناً" کے جملے سے ان کی تاریخ نکالی ہے۔

ان کے فرزند میاں عبداللہ عرف چھانگہ یعنی چھ انگلیوں والے، اپنے وقت میں مشہور تھے ان کے فرزند محمد امین بزرگوں کی یادگار ہو گذرے ہیں - ان کے فرزند میاں یار محمد ایک سیدھے سادے صالح آدمی تھے۔ حال ہی میں وہ اولاد چھوڑ کر انتقال کر گئے ہیں -

[ملا احمد] قاضی نصراللہ کے فرزند ملا احمد، "مجالس المومنین" کے بیان کے مطابق ایک پاک دین والے بزرگ تھے۔ لاہور میں فوت ہوئے - ان کا مزار میر عبیداللہ کے احاطے میں ہے۔ [٥٣٦]

مخدوم ابوالخیر [اور ان کی اولاد] - مخدوم ابوالخیر ایک مقتدر عالم تھے اور اپنے وقت میں مشہور و معروف ہو گذرے ہیں - نواب قباد خان عالمگیری ان کے شاگرد تھے -

ان کے فرزند میاں کرم اللہ اپنے وقت میں نامور ہو گذرے ہیں - ان کے بعد ملاؒ عبدالشکور خلق عام میں مشہور رہے اور ان کے فرزند محمد صلاح مثنوی خان شہرت پا رہے تھے

www.maktabah.org

کہ حال ہی میں وفات پاگئے - انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی -

ملا محمد جھانگیری - یہ قاضی ملا احمد اکبری کے چچازاد بھائیوں میں سے ہیں - کہتے ہیں کہ جب یہ حضور میں جا رہے تھے تو [راستے میں] وطایہ مخدوم نے انھیں نوازا تھا - جس کے بعد مسکین حال ہونے کے باوجود جلد ہی کمال علمی کی وجہ سے وہ بے حد مشہور و معروف شخص ہو گئے اور بیگم نور جہان کے معلم مقرر ہوئے - آخر میں یہ مہابت خان کی مخالفت اور کسی خطا کے صادر ہو جانے کی وجہ سے زیر عتاب آکر قتل ہو گئے - وصیت کے مطابق ان کی لاش ٹھٹہ لائی گئی - انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی -

ملا محمد دماغی شاہجہانی - شہزادہ شاہجہان جب ایام شاہزادگی میں ٹھٹے آیا تو انھوں نے اس کی امامت کی تھی اور شاہزادے کو تخت نشینی کی بشارت دی تھی - چنانچہ شاہجہان کی بادشاہت کے زمانے میں اتنے بلند مرتبے پر پہونچے - انھوں نے کوئی اولاد نرینہ نہ چھوڑی -

مخدوم علی محمد قاری [اور ان کی اولاد] - یہ بڑے صاحب فضیلت اور فن قرأت کے ماہر تھے - مرزا جانی بیگ کے عہد میں ٹھٹہ آئے تھے - ان کے فرزند عبدالمجید فضیلت و بلاغت میں ممتاز ہو گذرے ہیں - انھوں نے دو فرزند عبدالحئی اور [۵۴۷] عبدالرؤف یادگار چھوڑے -

عبدالحئی نے پیشہ تجارت اختیار کیا اور ان کے فرزند منعم خان قابل خان کے داماد بن کر بڑے اوج کو پہونچے جن کی نسل

www.maktabah.org

سے میاں اسداللہ عرف کھنگی ایک عجیب و غریب شخص پیدا ہوئے ۔ وہ "روشن" تخلص کرتے تھے اور بے ربط و بے وزن اشعار کہا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی صحبت رنگیں اور بہت پُر لطف ہوا کرتی تھی ۔ انھوں نے حال ھی میں انتقال کیا ھے اور یادگار چھوڑ گئے ھیں ۔

عبدالرؤف، متصدی (افسر خزانہ) ہوئے ۔ ان کے فرزند محمد باقر بھی ابوالفتح قابل خان میر منشی کی دامادی کی برکت سے بڑے معزز ہوئے ۔ آخری دنوں میں ان پر جذبے کا غلبہ ہوگیا، گھر بار اور مال متاع لٹا کر وہ راہ معرفت کے سالک ہوگئے اور مجنون سالکوں کی مانند زندگی بسر کرنے لگے ۔ وہ "جویا" تخلص اور "شاھی" لقب سے مشہور تھے ۔ ان کے اشعار [اعلیٰ] مذاق سے معرّا نہیں ھیں ۔ ایک مشہور دیوان ان کی یادگار ھے ۔ ان کے فرزندوں، محمد زاھد اور محمد عارف عرف دکنی، نے اپنی زندگی کا دور آرام کے ساتھ گذارا ۔

مخدوم عبدالجمیل [اور ان کی اولاد] ۔ یہ اصلاً لاھری بندر کے رھنے والے تھے اور اپنی فضیلتوں کی وجہ سے ملک ملک میں مشہور تھے ۔ انھوں نے ابوالفتح، محمد شریف اور مخدوم محمد شفیع نامی تین فرزند یادگار چھوڑے ۔

ابوالفتح : شاھجہاں بادشاہ کے زمانے میں جب شہزادہ اورنگ زیب نے ملتان میں آکر لاھری بندر کے، جو اس کی والدہ کی جاگیر میں تھا، شاہ بندر کو حساب کتاب [پیش کرنے] کے لئے طلب کیا، تو ابوالفتح، شاہ بندر کے منشیوں کے سلسلے مین شاھزادے کے حضور میں پیش ہوئے تھے ۔ دفتر کی جانچ

www.maktabah.org

پڑتال کے بعد، چونکہ قسمت ان کی مدد کرنا چاہتی تھی، اس لئے انھوں نے شہزادہ اورنگ زیب کے سامنے ذریعہ معاش کے لئے عریضہ پیش کیا۔ اس پر یہ منشیوں کے زمرے میں داخل ہوئے اور [۵۳۸] اپنے علمی جوہر اور انشا کی قابلیت کی بنیاد پر شہزادے کی توجہ اپنی طرف ملتفت کرکے روز بروز ترقی حاصل کرتے گئے رفتہ رفتہ [شہزادے کی] بادشاہت کے زمانے میں وہ میر منشی اور مدار المہام بن کر "قابل خاں" کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ان کی انشا دنیا میں مشہور اور ہر خورد و کلاں کے لئے دستورالعمل ہے۔

محمد شریف نے بھی با کمال ہونے کی وجہ سے بھائی کے بعد، جنھوں نے کسی وجہ سے گوشۂ گمنامی اختیار کرلی تھی، ان کا قائم مقام ہوکر "قابل خان" کا خطاب حاصل کیا۔ بھائی کی طرح ان کی انشا بھی دنیا میں یادگار ہے۔

محمد شفیع بھی فضیلت اور فنون علم کا مجموعہ پیدا ہوئے۔ سلوک میں بھی انھیں بڑی مہارت حاصل تھی۔ [بادشاہ] عالمگیر ان کا امتحان لے کر بڑا محظوظ ہوا اور انھیں اعلیٰ مرتبے پر ترقی دی۔

مخدوم فیض اللہ۔ یہ اپنے وقت کے مقتدر بزرگ اور سید علی شیرازی کے علوم ظاہری کے استاد تھے۔ مذکورہ سید کے فرزند سید جلال نے بھی ان کی شاگردی کی تھی۔ سید علی کی اولاد ان مخدوم کی اولاد کا بڑا ادب کیا کرتی تھی اور تبرک کی غرض سے تعلیم کی تختی سب سے پہلے انھی کی اولاد سے لکھایا کرتی تھی۔ وہ [موضع] "آکر" میں رہا کرتے تھے۔

www.maktabah.org

نقل ھے کہ سید علی کے پوتے سید علی اصغر اس جانب پیر پھیلا کر نہ سویا کرتے تھے۔

مخدوم حمزہ واعظ۔ یہ [اپنے] وقت کے بڑے عالم و کامل [بزرگ] تھے۔ ان کی کرامتوں میں مشہور ھے کہ آخوند محمد باقر طالب علم، جن کا آگے چل کر ذکر ھوگا، کے دادا کی اولاد میں سے ایک شخص حاجی حمزہ نے طویل مدت تک حرمین شریفین میں رہ کر بارہ حج کئے تھے۔ وطن کی محبت انھیں ٹھٹے کی طرف کھینچ رھی تھی لیکن موقع نہ ملتا تھا اسی جد و جہد میں دس سال گذر گئے۔ آخر ایک شخص نے انھیں بتایا کہ ایک شخص [٥٣٩] بیت الحرام کے فلاں مقام پر [روزانہ] آدھی رات کو آکر تہجد کی نفلیں ادا کرنا شروع کرتا ھے۔ اگر وہ شخص تجھے مل جائے اور تو اس کے دامن سے چمٹ جائے تو وہ ضرور تجھے تیرے وطن پھونچا دیگا"۔ اسی نشاندھی پر حاجی حمزہ نے ان بزرگوار کو تلاش کرلیا جو مخدوم حمزہ واعظ تھے۔ انھوں نے (مخدوم حمزہ نے) کتنی ھی لاعلمی ظاھر کی لیکن انھوں نے ان کا دامن نہ چھوڑا۔ بالآخر انھوں نے کہا کہ "اپنا ھاتھ میرے ھاتھ میں دے اور پیر میرے پیروں پر رکھ کر آنکھیں بند کر"۔ چنانچہ ایسا کرتے ھی انھوں نے (حاجی حمزہ نے) خود کو ٹھٹے کی عیدگاہ میں پایا۔ یہاں [مخدوم حمزہ نے ان سے] فرمایا کہ "یہ رھا تیرا وطن۔ لیکن خبردار کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا ورنہ تیرا ایمان تجھ سے چھن جائیگا"۔ انھوں نے عرض کیا "آخر انسان ھوں۔ اگر آپ کی عمر پہلے ختم ھوجائے تو اس کے بعد

www.maktabah.org

تو اس کی اجازت دیجئے"۔ چنانچہ اسی شرط پر انھیں اجازت مل گئی اور وہ خاصی مدت تک [یہ بات] چھپائے رہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت ایک شخص مکلی پر زیارت کرنے کے لئے گیا۔ اس طرف سے وطایہ مجذوب پہاڑی سے واپس آرہے تھے اور ایک دوسرے مجذوب پہاڑی کی طرف جا رہے تھے۔ وطایہ نے اس دوسرے مجذوب سے کہا کہ کدھر جا رہے ہو؟ آج مخدوم حمزہ کا انتقال ہوگیا ہے اور جناب رسالت مآب ان کی (نماز جنازہ کی) امامت کے لئے تشریف فرما ہو رہے ہیں۔ چلو تو ہم بھی وہاں پہونچیں"۔ چنانچہ [زیارت کے لئے جانے والا] شخص بھی ان مجذوبوں کے پیچھے پیچھے شہر میں پہونچا اور دیکھا کہ واقعی مخدوم حمزہ انتقال کر گئے ہیں۔ وہ جنازہ کے قریب جا پہونچا اور صفیں استوار کرنے کے موقع پر اگلی صف میں کھڑا ہوگیا۔ امام کے تکبیر کہنے کے وقت اسے پہلے غیب سے ایک تکبیر سنائی دی۔

مولانا محمد طاہر [اور ان کی اولاد] یہ شیراز سے ٹھٹے آئے تھے۔ بڑے با فضیلت اور صاحب علم بزرگ تھے۔ ان کے تین فرزند ہوئے۔ ایک ابو طالب دوسرے عبدالغنی اور تیسرے ابوالفضل۔ [۰۰۰]

ابو طالب ایک نامور طالب علم کی حیثیت سے مشہور فرد ہو گذرے ہیں۔ ان کے فرزند شیخ عنایت اللہ نے حاکم کی حیثیت سے بڑی آبرو کے ساتھ زندگی گذاری۔ نواسوں کے علاوہ انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ راقم الحروف [قانع] کے برادران علاتی اور ککرالہ کے قاضی، قاضی محمد فاضل (جن کا

www.maktabah.org

سر ہو چکا ھے) کے فرزند انھیں میں سے ھیں -

مولانا محمد طاھر کے فرزند ابوالفضل ایک ممتاز عھدیدار ھو گذرے ھیں - ان کے فرزند محمد حسن (۱) نے طویل عمر جہان آباد میں گذاری اور عالمگیر کے زمانے سے لے کر محمد شاہ کے زمانے کے آخر تک جواھرخانہ کے نائب کی حیثیت سے با اختیار اور باعزت رھے - ٹھٹے کے لوگوں میں ان سے زیادہ با اخلاق شخص مشکل ھی سے کوئی جہان آباد میں رھا ھوگا - طویل عمر پا کر انھوں نے سنہ ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی - ان کے فرزند محمد یار وھیں ھیں -

مخدوم لقمان [اور ان کی اولاد] یہ بڑے صاحب فضیلت اور اپنے وقت کے مشھور و معروف شخص تھے - مرزا جانی بیگ کے زمانے میں یہ بکھر کے احتساب پر مامور تھے - ان کے پوتے عبدالجلیل عرف خرداری اعلیٰ فضیلت اور اچھی حالت کے مالک ھوئے جن کے فرزند محمد سلیم نے والد کے وظیفے پر زندگی گذاری - ان کے بعد محمد اکرم اور اب عبدالواحد اس خاندان کی یادگار ھیں -

مخدوم اسحاق - یہ اصل گجرات کے باشندے تھے - پھر قلعہ اگھم میں آ کر یہ مخدوم اسماعیل سومرو کے مرید ھوئے اس کے بعد ٹھٹے آئے - علمی و عملی کمالات میں یہ ملک ملک میں مشھور تھے - وفات کے وقت انھوں نے دو فرزند میاں احمد اور میاں عباس نامی یادگار چھوڑے - [۵۵۱]

میاں احمد، عجیب و غریب حال و کمال کے مالک تھے -

---

(۱) نسخہ "ن" میں "محمد حسین" ھے -

www.maktabah.org

جناب حضرت رسول مختار [صلی اللہ علیہ و سلم] کی جانب سے [خواب میں] انھیں "احمد کتابی" کا لقب ملا تھا ۔

مخدوم ضیاءالدین سے نقل ہے کہ "[ایک مرتبہ] انھیں ان کے [میاں احمد کے] حجرے کی دیوار پر بہت سا خون نظر آیا ۔ دریافت کرنے پر معلوم ھوا کہ [وہ خون] میاں احمد کے اس گریہ کی نشانی ہے ۔ جو وہ آخری زمانے میں خوف خدا سے کیا کرتے تھے ۔ غرض فضیلت ظاھری میں وہ اپنے وقت کے پیشوا تھے ۔ مخدوم عنایت اللہ ، جن کا ذکر آگے آئیگا ، انھی کی شاگردی کے طفیل نامور طالبان علم کی جماعت کے معلّم ھوئے ۔ [ظاھری] فضیلت کے ساتھ یہ معرفت کی بھی اعلیٰ منزل پر فایز تھے ۔ ان کی بے شمار کرامتیں مشہور ھیں ۔

ان کے فرزند میاں محمد ایک با فضیلت درویش پیدا ھوئے ۔ انھوں نے مدرسۂ علمی کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ آراستہ رکھا ۔ ان کے بعد میاں احمد جانشین ھوئے ۔ بزرگوں کی پیروی میں یہ بھی راہ علم و عمل کے سالک رہے ۔ مخدوم ضیاءالدین کی شاگردی کی بدولت ھمعصروں میں ممتاز رہے ۔

کہتے ھیں کہ حالانکہ مخدوم [ضیاءالدین] ان کے استاد تھے لیکن چونکہ وہ ان کے [میاں احمد کے] دادا کے شاگرد مخدوم عنایت اللہ کے شاگرد تھے ، اس وجہ سے وہ [میاں احمد کے سامنے] بڑے ادب کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرتے تھے ۔ آخری دنوں میں عین عالم جوانی میں جب کہ وہ موضع جھیجھھ میں اپنے دادا کے خادم میر منعم سے نذرانہ لینے کے لئے گئے ھوئے تھے ۔ قضائے الٰھی سے وھیں اپنی امانت حیات واپس

www.maktabah.org

کی ۔ (وفات پا گئے) ۔

مذکورہ مخدوم اسحاق کے [دوسرے] فرزند محمد عباس دنیا داروں کی صورت میں اپنا وقت گذار گئے ۔ وہ میرک شیخ عبدالوھاب ثانی کے ہم صحبت اور اپنے بھائی کے مرید تھے ۔ ان کے جانشین شیخ محمد تقی نے دنیا میں معتبر لوگوں کی حیثیت سے زندگی گذاری ۔ اب ان کے فرزند حیات ھیں ۔ [۵۵۲]

[مخدوم فضل اللہ اور ان کی اولاد] مخدوم فضل اللہ ، بن شیخ ابو بکر بن شیخ محمد اشرف بن شیخ شرف الدین بن شیخ عمادالدین ثانی بن عبداللہ خراباتی بن شیخ عماد الدین محمد بن شیخ رکن الدین بن شیخ اسماعیل سمرقندی بن شیخ صدرالدین چاچی بن شیخ علم الدین محمد بن شیخ اسماعیل شہید بن شیخ صدرالدین بن شیخ الشیوخ ، شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی ، مقتدر ترین صاحب فضیلت اور اپنے وقت کے مشہور و معروف بزرگ تھے ۔ ان کے تین فرزند ھیں ایک ابوالفتح دوسرے محمد حسین اور تیسرے عنایت اللہ ۔

ابوالفتح نے وطن سے جا کر بادشاہ کی خدمت میں اپنی قابلیت کا مظاھرہ کیا اور پہلے گجرات کے ایک پرگنہ اکلیسر کے قاضی ھوئے اور پھر عالمگیر کے ابتدائی زمانے میں سورت بندر کے قاضی ھوئے اور وھیں وفات پائی ۔ انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی ۔

مخدوم فضل اللہ کے [دوسرے] فرزند ایک برگزیدہ شخص اور حافظ قرآن تھے ۔ انھوں نے کثیر طالبین کو فیض پھونچایا ۔ ان کے دو بیٹے حافظ عبدالرحیم اور حافظ عنایت اللہ یادگار رھے ۔

www.maktabah.org

حافظ عبدالرحیم ایک متبحر عالم ہوئے - یہ سورت بندر کے علما کے قائد رہے ہیں - ان کی کوئی اولاد نہ رہی -

حافظ عنایت اللہ بن محمد حسن ایک نیک بزرگ تھے - ان کے فرزند حافظ سعداللہ برسوں حیدر آباد میں رہے اور وہیں فوت ہوئے - ان کے تین فرزند محمد رضا ، عزت اللہ اور فتح محمد ٹھٹے میں موجود ہیں -

مخدوم محمود [اور ان کی اولاد] - یہ عالم کامل اور سالک عامل بزرگ تھے - انھوں نے اچھی حالت میں زندگی گذاری - [موضع] آکر میں رہا کرتے تھے - ان کے فرزند مخدوم حامد والد کے کمالات کے حامل پیدا ہوئے - انھوں نے دو فرزند چھوڑے - [ایک] مخدوم صالح محمد واعظ جنھوں نے بڑے تقدس کے ساتھ ساری عمر مسجد قمری میں وعظ کر کے گذاری [اور دوسرے] ملا عبدالکریم - [٥٠٣] یہ بڑے عالم اور با برکت بزرگ تھے - انھوں نے [موضع] آکر میں بزرگوں کے مکان میں رہ کر زندگی گذاری - ان کے فرزندوں میں سے محمد شاکر دکن میں حیات ہیں -

مخدوم عبدالرشید - یہ ایک با بصیرت طالب علم صاحب حال و قال اور اپنے وقت کے مشہور و معروف بزرگ ہو گذرے ہیں - ان کی اولاد کا کوئی پتہ نہیں معلوم ہوسکا -

[مخدوم آدم اور ان کی اولاد] - مخدوم آدم بن مخدوم اسحاق والد کی جانب سے صدیقی اور ننھال کی جانب سے فاروقی الاصل ہیں - یہ ایک مقتدر ولی ، عاملِ کامل ، صاحبِ حال اور کھلی ہوئی کرامتوں کے مالک بزرگ ہیں - [جب] یہ

www.maktabah.org

حرمین شریفین زاد هما اللہ شرفا و تعظیما کی زیارت کے لئے گئے تو مکّہ شریف میں [انھوں نے] عورتوں اور مردوں کو حرم شریف میں ایک ھی مقام سے داخل ہوتے دیکھا ۔ [اس پر] انھوں نے شرفاے مکّہ سے درخواست کی کہ یہ رسم بند ہونی چاھئے ۔ چونکہ یہ رسم قدیم الایّام سے چلی آرھی تھی اس لئے شرفاے مکّہ اسے ختم کرنے میں تامل کرنے لگے ۔ [بالاخر] حضرت رسالت [مآب صلی اللہ علیہ و سلم] کی جناب سے اشارہ پاکر کہ مخدوم کے مشورے کے مطابق آیندہ سے عورتوں اور مردوں کے لئے علحٰدہ علحٰدہ دن مقرر کئے جائیں ، وہ رسم بند ہوگئی ۔ مذکورہ مخدوم ٹھٹے میں صاحب حال مشائخ کی صورت میں ظاھری طور پر شریعت کے فتاویٰ میں مشغول رھا کرتے تھے ۔ ان کی وفات سنہ ١٠٦٦ھ میں ہوئی ۔

ان کے برگزیدہ فرزند میاں ابوبکر صدارت کے عہدے پر فائز ہوئے ۔ وہ اعلیٰ درجے کے فاضل تھے ۔ ان کی اولاد ایک بڑا خاندان بن گئی تھی لیکن اب ان کے پسماندگان میں ایک دو آدمیوں سے زیادہ کوئی نہیں دکھائی دیتا ۔ انھوں نے سنہ ١٠٨٠ھ میں وفات پائی ۔

مخدوم علی احمد عرف قمری [اور ان کی اولاد] ۔ مخدوم علی احمد عرف قُمری مذکورہ مخدوم آدم کے بھائی تھے ۔ خوش الحان [٥٥٣] ہونے کی وجہ سے انھیں "قُمری" کا لقب ملا تھا ۔ یہ فضیلت و کمال کے زیورات سے آراستہ تھے ۔ مشہور طالب عالم مخدوم رحمت اللہ جو بڑی عظمت اور انسانی خوبیوں سے موصوف گذرے ھیں انھیں کے فرزند تھے جن کے

www.maktabah.org

فرزند مخدوم عبدالجمیل ھیں - یہ بھی اپنے وقت کے مشہور و معروف فاضل اور اعلیٰ درجے کے ذکی و فہیم تھے ، مخدوم ضیاءالدین کے داماد تھے - سنہ ۱۱۵۳ھ میں فوت ھوئے - میاں محمد صادق اور مخدوم نعمت اللہ انھی کے فرزند ھیں -

میاں محمد صادق نے عنفوان شباب میں کمالات علمی حاصل کئے اور حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کرکے ٹھٹے واپس لوٹ آئے - پھر کچھ عرصہ کے بعد جوناگڑھ کا سفر کیا اور بڑی عزت و تکریم کے ساتھ [کچھ دن وھاں] گذار کر واپس آگئے - [اس کے بعد] دوسری مرتبہ پھر اس طرف گئے اور سر زمین کچھ کے موضع نڑی میں زندگی کی امانت مالک الارواح کے حوالے کی - ان کے فرزند میاں عبدالجمیل عرف میاں متو حیات ھیں -

مخدوم عبدالجمیل کے [دوسرے] فرزند مخدوم نعمت اللہ زمانے کے لئے ایک نادر تحفہ پیدا ھوئے - بیس سال کی عمر میں انھوں نے نہایت خوبی کے ساتھ مدرسہ علمی آراستہ کیا - علوم نقلی میں وہ اپنے نانا مخدوم ضیاءالدین اور علوم عقلی میں مولوی محمد صادق کے، جن کا ذکر آگے آئیگا ، شاگرد تھے - کچھ ھی عرصے میں صلاحیت ، تقویٰ اور علمی جامعیت کے لحاظ سے وہ کتنے ھی علما پر فوقیت پا گئے اور راہ فقر کے سالک بنے - وہ سید یار محمد کے، جن کا آگے ذکر آئیگا، مرید ھو کر اس مرتبے پر فائز ھوئے جس کے بیان سے زبان قاصر ھے - اگر ان کی حیات وفا کرتی تو آج ان کا قدم سارے با کمالوں سے آگے ھوتا - والیٔ سندھ میاں غلام شاہ خان کے صاحبزادے میاں محمد سرفراز خان ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور مریدوں

www.maktabah.org

کی طرح پیش آیا کرتے تھے [۰۰۰] تقدیراً سنه ۱۱۷۹ھ میں وہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے اور مکّہ شریف کے اسی طرف ساتویں منزل پر سر زمین حجاز کے بندر کافتہ میں اسی سال کی ۱۸- ذوالقعد کو منزل مقصود کو جا پہونچے (فوت ہوگئے) - راقم الحروف [قانع] کو دونوں بھائیوں کی شاگردی کا شرف حاصل ہے - ان مرحوم کی تاریخ میں یہ مصرعہ کہا ہے "وارث الانبیا شد از دنیا"۔

مذکورہ مخدوم علی احمد قمری کے دوسرے فرزند شیخ عبدالباسط تھے - وہ ایک جیّد عالم تھے - عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوکر [انھوں نے] تاریخ فتح قلعہ خیرا رحمن بخش اِس آیۃ کریمہ "ھذا عطاءُ نا فامنن او امسک بغیر حساب" (۱) سے نکالی تھی - قدر شناس بادشاہ نے اس کے انعام میں اور ان کے کمالات علمی کے پیش نظر انھیں ٹھٹے کی عدالت کے عہدے کے ساتھ ساتھ "صدی" کا منصب بھی عطا کیا - آخری دنوں میں یہ حج اور زیارت کا شرف حاصل کرکے ٹھٹہ واپس لوٹ آئے - ضعف پیری اور سن رسیدگی کے باوجود یہ شاگردوں کو درس دینے میں مشغول رہا کرتے تھے - اب ان کے فرزند محمد اشرف ، میاں سرفراز خان کی صاحبزادگی کے زمانے سے ، ان کے منشیوں میں داخل ہیں -

شیخ محمد شاکر [اور ان کی اولاد] یہ بڑے لایق و فایق شخص تھے - عہدیداروں کی حیثیت سے انھوں نے عزت و شہرت

---

(۱) یعنی "یہ ہماری عطا ہے اب چاہے تو بخش دے اور چاہے تو اپنے پاس بغیر حساب کے رکھ لے"۔

www.maktabah.org

کے ساتھ اپنی زندگی گذاری۔ ان کے فرزند میاں غلام احمد ان کی یادگار رہے۔

مذکورہ شیخ محمد شاکر کے بھائی شیخ محمد کریم ایک سلیقہ مند، قابل اور زیور انسانیت سے آراستہ شخص تھے۔ کافی عرصے تک تقسیم معاش کی خدمت پر مامور رہے۔ حال ھی میں انھوں نے انتقال کیا ھے۔ یہ لاولد ھی فوت ھوئے۔ [۵۵۷]

میاں آدم متقی۔ تقویٰ میں یہ اھل معرفت کے متقیوں کے امام اور علم میں یہ صاحبان یقین کے پیشوا تھے۔ مخدوم آدم کے ھمعصروں میں سے ھیں۔

میاں عبدالنبی "خائف"۔ یہ بڑے فاضل بزرگ تھے اور اھل اللہ کی طرح رات دن خوف خدا میں گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ گاھے گاھے ان سے بڑی کرامتیں بھی ظاھر ھوا کرتی تھیں۔ میاں آدم متقی کے ھمعصر تھے۔

میاں عبدالرحیم۔ یہ، ذات کے ونانڑی، با کمال مرد اور صاحب مدرسہ تھے۔ صلاحیت اور تقویٰ ان کی اولاد میں موروثی طور پر چلا آتا ھے۔ ان کی اولاد میں بعض نیکی اور پرھیزگاری کے زیورات سے آراستہ بزرگ پیدا ھوئے۔

مخدوم رحمت اللہ [اور ان کی اولاد] یہ ایک مشہور و معروف صدر اور مدرس اور علمی و عملی کمالات کا مجموعہ تھے۔ عالمگیر بادشاہ نے بڑے اشتیاق سے انھیں طلب کیا اور امتحان لے کر انھیں بے حد پسند کیا۔ بادشاہ نے سنا تھا کہ وہ مثنوی مولانا روم کا بڑا عمدہ درس دیتے ھیں۔ چنانچہ امتحان کی خاطر اس نے پوچھا کہ "ملا، مولانا نے بیت، "چون گرسنہ....؟"

www.maktabah.org

الخ ، کس طرح کہی ہے"۔ حالانکہ مولانا کے کلام میں مقصود [سامع سے] خطاب ہے لیکن انہوں نے ادب کی رعایت سے اپنے نفس کو خطاب کرکے [یوں] سنایا :

"چون گرسنه می شوم سگ می شوم
سخت بد اندام بدرگ می شوم" ۔ (۱)

بادشاہ ان کا یہ [لحاظ] ادب دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور کہا کہ "میں نہ سمجھتا تھا کہ ملا" عیام ادب سے اس قدر بہرہ ور ہے" ۔ بالاخر منصب صدارت سے سرفراز ہوکر اور بڑا اعزاز پا کر وہ ٹھٹے واپس ہوئے۔

ان کے فرزند رشید محمد عابد صدر بھی اپنے والد کے کمالات سے موصوف ہوکر زمانے میں مشہور ہو گذرے ہیں۔ [۵۵۷]

ان کے فرزند شیخ کمال الدین والد کی وفات کے بعد سن شعور کو پہونچتے ہی جہاں آباد جا پہونچے اور وہاں جاکر ایک لایق طالب علم اور با کمال شاعر بنے - پھر جب ترقی کے قریب ہوئے تو اچانک چیچک کا مرض انہیں راہ فنا کی جانب لے گیا ۔ شاہ عبد الغفور ہالائی کا واقعہ جو فی الواقعہ زمانے کے لئے ایک [مرقع] عبرت تھا ۔ اس کی تاریخ [انہوں نے]

---

(۱) حضرت ظل سبحانی [عالمگیر] نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مثنوی کی بیت جو "چون گرسنه" سے شروع ہوتی ہے اگر یاد ہو تو پڑھو - [انہوں نے] معاملہ کو سمجھ کر اور بادشاہ کے ادب کو ملحوظ رکھ کر [بیت کی ردیف] "شوی" کو (جو سننے والے سے خطاب ہے) "شوم" سے تبدیل کرکے پڑھا ۔ (مقالات الشعرا ص-۲۳۶)

www.maktabah.org

آیۂ کریمہ "فَاعْتَبِرُوا یا اُولِی الْاَبْصَارِ" (۱) سے دریافت کی تھی۔

میاں لطف اللہ مدرس۔ یہ ایک مرد کامل، اپنے وقت کے مشہور جامع العلوم اور زمانے کے ایک مقتدر عالم ہو گذرے ہیں۔

مخدوم برھان [اور ان کے فرزند] ۔ یہ ایک فاضل کامل اور وقت کے علامہ تھے۔ اعلیٰ فضائل کے ساتھ یہ افضل حال کے بھی مالک تھے۔ انھوں نے بڑی برکت کے ساتھ زندگی گذاری اور طالبین کی جماعت کو ظاھری و باطنی فیض سے سرفراز کیا۔ یہ میاں ابوالقاسم وکیل شرعی کے ھمعصر تھے۔ ان کی اولاد میں مولوی محمد کریم طالب علم باقی ھیں۔

مخدوم عنایت اللہ۔ یہ مذکورہ میاں احمد کتابی کے شاگرد اور جیّد عالم و مقتدر متّقی تھے۔ [علم کے] دو روشن پرچم، علامہ مخدوم ضیاء الدین اور مخدوم محمد معین ان کے شاگرد تھے۔ دوسرے بھی کتنے ھی شاگرد ان بزرگوار کی خدمت سے فیض حاصل کر چکے ھیں۔ اپنے وقت کے یہ ایک صاحب ارشاد معلم ھو گذرے ھیں۔ انھوں نے سنہ ۱۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبد الواسع [اور ان کے فرزند] یہ ایک صوفی، جید عالم، طریقت صوفیا میں اپنے عہد میں یگانہ اور عجیب و غریب تصنیف کے مالک نواب میر امین الدین خان کے استاد ھیں۔ جنھوں نے "رشحات الفنون" اور [۵۵۸] "معلومۃ الافاق" کو انھیں کے فانوس طبع سے روشنی حاصل کرکے قلمبند کیا تھا۔

---

(۱) یعنی "اے اھل بصیرت! عبرت حاصل کرو"۔

www.maktabah.org

"مخزن الاسرار" کی شرح [انھوں نے] قاضی ابراھیم سے بہتر کی ہے۔

مذکورہ صوفی شیخ عبدالواسع کے فرزند محمد علی جملہ چودہ علوم میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ اکثر علوم میں ان کی تصانیف مشہور ھیں۔ یہ تصوف سے واقف اور مذھب امامیہ (شیعہ) کے پیرو تھے۔ اشعار بڑے عمدہ کہتے تھے لیکن ایک ھی تخلص نہ رکھتے تھے۔ اکثر غزلوں میں کہیں عشقی، کہیں، مذنب، اور کہیں دیسی، انیسی، بقائی اور فنائی دیکھا گیا ہے۔

مخدوم طالب اللہ مدرس۔ یہ موضع بدین کے ساکن شیخ عبداللہ کے فرزند ھیں۔ بڑی فضیلت اور اچھی حالت کے مالک تھے۔ اپنے فرزند بیگ محمد کو انھوں نے اپنی جانب سے عالمگیر بادشاہ کے حضور میں بھیجا تھا۔ جہاں سے وہ دس ھزار درم اولاد کے معاش کے لئے اور ایک روپیہ یومیہ مدرسہ کے خرچ کے لئے، لے کر واپس ھوئے تھے۔ طویل عمر پا کر وہ اس بے سود دنیا سے رخصت ھوئے۔

شیخ عبدالرحمان حقانی۔ یہ علمیت کے صاحب کمال، انسانی خوبیوں کا مجموعہ، بے خودی اور تقویٰ کی صفات سے موصوف اور اھل اللہ بزرگ ھو گذرے ھیں۔ ان کے فرزند حامد خان ممتاز افراد کی فہرست میں شمار کئے جاتے تھے۔

میاں ابوالحسن۔ یہ وقت کے کامل بزرگ اور علم و عمل کے مالک تھے۔ عقاید اسلامی اور فرائض ایمانی کے بارے میں ان کی نظمیں، جو عوام و خواص کا ورد ھیں، ان کی یادگار ھیں۔

www.maktabah.org

ایک دنیا ان کی بزرگی کی قائل ہے۔ ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ آخری ایام میں جب ضعیف ہو کر یہ کمر خمیدہ ہوگئے تو ایک دن انھوں نے اپنی بیوی کے بھانجے میاں عبد اللہ واعظ عرف میاں موریہ کو اس حالت میں کہ ابھی ان کی مسیں بھی نہ بھیگی تھیں کہا کہ "بیٹا! اب مجھ میں امامت کی طاقت نہیں رہی ہے تو جلد باریش ہوجا اور میری [٥٥٩] امامت کر" دوپہر کے وقت یہ کہہ کر انھوں نے رخساروں پر ھاتھ پھیر تھا، کہ قدرت خداوندی سے تیسرے پہر تک داڑھی کے نشانات [ان کے چہرے پر] ظاہر ہوگئے اور انھوں نے جا کر امامت کی۔

کہتے ہیں کہ ان کے ایک مرید نے کسی دن آ کر ان سے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ "نواب کا ملازم رات کو نشے میں چور ہو کر جبراً میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور میری بیوی کے ساتھ بیٹھ کر جو اس کا جی چاھتا ہے کرتا ہے۔" اس کے حال زار پر رحم فرماتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ "تم ذرا صبر کرو میں اس کا تدارک سوچتا ہوں"۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی بیوی کے بھانجے میاں عبد اللہ سے کہا کہ "پیر پٹھہ کی خدمت میں جا کر میرا سلام دینا اور پھر اس ظالم کے تدارک کا پیغام پہونچانا" انھوں نے جا کر [حسبِ ہدایت] درخواست کی اور صبح کو واپس آ کر کیا دیکھا کہ وہ شخص، [حسب عادت] اس مرید کے گھر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں پیشاب کرنے کے لئے ایک دیوار کی اوٹ میں بیٹھ رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ ایک کھونٹے پر پیٹ

www.maktabah.org

کے بل جا گرا جو زمین پر گڑا ہوا تھا ، اس کا پیٹ پھٹ گیا ، آنتیں باہر نکل آئیں اور وہ مر چکا تھا ۔

میاں عبدالقادر [اور ان کی اولاد] یہ مذکورہ میاں ابوالحسن کے ایک چچازاد بھائی اور برگزیدہ شخص تھے ۔ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے ہم زلف بھی تھے ۔ انھوں نے دو فرزند محمد حفیظ اور عبداللہ یادگار چھوڑے ۔

میاں محمد حفیظ بڑے صالح اور متقی کامل بزرگ تھے ۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی ذات کو کرامات کا مجموعہ بنایا تھا ۔ جو بھی ذمی (کافر) ان کا چہرہ دیکھتا تھا فوراً داخل اسلام ہوتا تھا ۔ اس طرح کتنے ہی مشرکوں نے ان کی زیارت کی برکت سے اسلام کا شرف حاصل کیا تھا ۔ مسجد اسلام پور انھی کے نام سے مشہور ہے ۔ مکلی پہاڑی کے دامن میں کالکان [۵۶۰] کے نزدیک جو گمراہ ہندوؤں کے میلے کی جگہ تھی انھیں نے مسجد کی بنیاد رکھی تھی ۔

میاں عبداللہ واعظ عرف میاں موریہ بھی ایک باصفا عالم اور بزرگی و برکت میں مشہور فرد ہو گذرے ہیں ۔ وہ اپنا وقت سعید ہمیشہ وعظ و نصیحت میں صرف کیا کرتے تھے ۔ ان کی اولاد میں عبدالقادر حال ہی میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوکر آئے تھے اور اپنے والد کی مسند وعظ آراستہ کرکے سنہ ۱۱۸۶ھ میں فوت ہوئے ہیں ۔

مخدوم ہارون [اور ان کی اولاد] یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں ، مخدوم عجائب بن مخدوم الیاس کے فرزند تھے ۔ ان کے بزرگوں کا ، موضع ورباہ کے بزرگوں میں ،

www.maktabah.org

ذکر ہو چکا ہے۔ مذکورہ موضع (ورباہ) سے وہ نہایت فاضل اور جامع [العلوم] کی حیثیت میں ہجرت کرکے ٹھٹہ آگئے اور زندگی کے باقیماندہ دن یہیں اہل علم کی حیثیت سے گذارے۔ (١)

ان کے فرزند مخدوم ضیاء الدین، مخدوم عنایت اللہ کی شاگردی کی بدولت اہل فضل و کمال کے ایک بڑے گروہ کے معلم بنے۔ وہ سنہ ١٠٩١ھ میں پیدا ہوئے اور جید عالم ہونے کے باوجود راہ فقر کے سالک اور بڑے منکسر المزاج تھے۔ اپنے ہمعصروں میں بڑی ہدایت اور فیض کے ساتھ زندگی گذار کر سنہ ١١٧١ھ میں ٨٠ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔

ان کے فرزند میاں یار محمد انتہائی صالح، پرھیزگار اور با فضیلت انسان تھے۔ ان کے فوت ہوجانے کے بعد اب ان کے فرزند مخدوم غلام محمد، غیر معمولی [٥٦١] علمی فضیلت اور انتہائی انسانیت کے ساتھ بزرگوں کی یادگار اور دادا بزرگوار کے قائم مقام ہیں۔

مخدوم رحمت اللہ [اور ان کی اولاد]۔ یہ مخدوم اسحاق بن مخدوم عبدالحمید کے فرزند ہیں جن کا ذکر موضع ورباہ کے بزرگوں میں کیا جا چکا ہے۔ مذکورہ مخدوم کشش آب و دانہ کی وجہ سے ٹھٹے میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور اہل علم کی فہرست میں داخل ہوئے۔ اپنی زندگی انھوں نے یہیں پوری کی۔

---

(١) نسخہ "ن" میں اس مقام پر مندرجہ ذیل عبارت زائد ہے:
"ان کے فرزند مخدوم ابراھیم نے اہل فضیلت اور صالح انسانوں کی جماعت میں رہ کر زندگی گذاری"۔

www.maktabah.org

ان کے فرزند مخدوم آدم نے والد کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور علما کے طبقے میں بزرگوں کا نام روشن کیا۔

ان کے بعد مخدوم رحمت اللہ ان کے قائم مقام ہوئے۔ یہ مقتدر عالم و فاضل تھے۔ ہمعصروں میں یہ استاد کے لقب سے مشہور اور صفات بزرگی سے آراستہ تھے۔ مخدوم بایزید کے نامور شاگردوں میں سے تھے جن کا ذکر آگے چل کر ہوگا۔ ان کے فرزندوں میں سے میاں محمد ذاکر اب تک جہان آباد میں حیات سنے جاتے ہیں محمد عالم وہیں فوت ہوئے اور محمد ناصر حرمین شریفین جا رہے تھے کہ باسی بندر (۱) کے قریب دوسری دنیا کا سفر اختیار کر گئے۔ اس خاندان کا تتمہ، مخدوم مذکور کے چوتھے فرزند میاں محمد عاظم ٹھٹے میں بزرگوں کی یادگار کے [طور پر] حیات ہیں۔

مخدوم ابو مصطفیٰ - یہ ایک مقتدر عالم، مخدوم نوح کے ہمعصر اور ان کے مرید و شاگرد اور ولیِ زمانہ سید للہ کے نواسے تھے۔ ان کی اقامت گاہ پہاڑی پر شیخ عالی کے متصل مشہور ہے۔ ان کے ایک برگزیدہ فرزند پیدا ہوئے جن کا نام مخدوم بایزید تھا۔ [۵۶۲]

مخدوم بایزید [اور ان کی اولاد] - وہ اپنے وقت کے کامل اکمل طالب علم تھے۔ جامع العلوم ہونے کی حیثیت سے وہ

(۱) مولف کے دستی نسخے اور میر محمد خان والے قلمی نسخے میں یہ لفظ "باسی" ہے اور نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں "عباسی" ہے۔

www.maktabah.org

اپنے همعصروں میں استاد تسلیم کئے جاتے تھے - یہ "بڑے با صفا اور برگزیدہ بزرگ تھے - والد کی جانب سے ان کا نسب سادات سے ملتا ھے -

ان کے فرزند میاں محمد حافظ جیّد عالم تھے - وہ موضع "پنی" میں سکونت پذیر تھے - ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند میاں علی اکبر نے والد کے قایم مقام ھوکر نام پیدا کیا اور زندگی کی مدت پوری کرکے وفات پاگئے - انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی -

مخدوم محمد امین - یہ تعلقہ روہاہ اور میدان باران کے گاؤں "ڈائی" (۱) میں رھا کرتے تھے اور دَل لاکھ قوم کے فرد مخدوم طالب اللہ کے فرزند تھے - یہ بزرگوں کے وطن سے منتقل ھوکر ٹھٹے میں اقامت پذیر ھوئے اور فضیلت میں اپنے وقت میں مشہور تھے - فاضل خان ان کے والد مخدوم طالب اللہ کا مرید تھا اسی وجہ سے انھیں اپنی بیٹی کا رشتہ دیا- اس تقرب سے یہ بڑے صاحبِ شان و شوکت ھوگئے اور انھوں نے بہت اچھی طرح زندگی پوری کی - ان کے فرزند :

[مخدوم محمدمعین] - یہ مذکورہ مخدوم عنایت اللہ کے شاگرد ھیں - خداوند تعالیٰ نے اس ذات ستودہ صفات کو اپنے وقت کے جملہ فنونِ کمال کا جامع پیدا کیا تھا - [علوم] معقول و منقول میں وقت کے علاّمہ اور زمانے میں لاجواب تھے اور اس قدر علمی کمالات کے ھوتے ھوئے بھی راہ سلوک سے آگاہ تھے- کتنے ھی بزرگان دین سے ان کی صحبتیں رھیں - یہ میاں

---

(۱) نسخہ "ن" میں "دالی" ھے -

www.maktabah.org

ابوالقاسم نقشبندی سے ، جن کا ذکر آگے آئیگا ، بڑی عقیدت رکھتے تھے - آخری دنوں میں ان کا جناب کرامت نصاب سید عبداللطیف ملقب به "تارک" سے بڑا یارانه اور عقیدتمندانه سلسله رها - [٥٦٣] ان کے اور مخدوم حاجی محمد هاشم کے درمیان همیشه مباحثه رها کرتا تها - ان کی کئی تصانیف بهی هیں - حکام بڑے احترام کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے آیا کرتے تهے اور یه بهی دیگر صاحبان تحقیق کی به نسبت ان سے بهتر ملاقات کیا کرتے تھے - "السَّمَاعُ مِعْرَاجُ الاَوْلِيَا" کے مقولے کے مطابق یه سماع پسند اور علم موسیقی سے واقف تھے - اس دارالفنا سے دارالبقا کی جانب ان کی رحلت بهی محض موسیقی کی سماعت کے ذریعے هوئی - اشعار محققانه کہا کرتے تھے - فارسی میں "تسلیم" اور هندی میں "بیراگی" تخلص کرتے تھے - ان کی وفات جو سنه ١١٦١ھ میں هوئی فی‌الواقع صاحبان حال کے لئے [باعث] ماتم تهی - کتنے هی صاحبان ذوق نے پسندیده قطعات کہے اور عجیب عجیب ماده هائے تاریخ دریافت کئے - مثلاً محمد محسن ["محسن" تتوی] نے "قطره در به بحر واصل شد" اور "معین دین احمد رفت صد حیف" [کے مصرعه] کہے ، میرے (قانع کے) استاد حضرت مخدوم نعمت الله نے فرمایا "شفیع تو رسول" اور محمد پناه رجا نے "ناجی شد او که آل محمد معین اوست" کہا - غرض ان کی بلند مقامی کے لئے اتنا هی کافی هے که صاحب‌العصر جناب سید عبداللطیف "تارک" (بهٹائی) نے اپنے گاؤں میں خدام سے فرمایا که "چلو تو اپنے یار کے آخری دیدار

www.maktabah.org

کے لئیے چلیں" یہ کہہ کر آپ ٹھٹہ آئے اور محفل موسیقی منعقد کی - مخدوم موصوف بھی اس صحبت میں شامل ہوئے۔ عین گرمیٔ محفل میں وارفتگیٔ ذوق میں وہ اٹھ کر اندر گئے اور فوراً جان بحق ہوگئے - مذکورہ سید نے (شاہ بھٹائی نے) جنازے میں شمولیت کے بعد گاؤں واپس ہوتے ہوئے کہا کہ "انھی کی وجہ سے ٹھٹے میں آنا ہوا کرتا تھا بس آج سے یہ بند ہوا"۔

مخدوم عنایت اللہ [اور ان کی اولاد]۔ یہ صاحبِ حال اور بے مثال کرامتوں سے موصوف تھے - نابینا ہونے کے باوجود حافظہ بے حد [قوی] تھا - بچپن سے لے کر جبکہ وہ نابینا ہوئے تھے ، فوت ہونے تک ، جبکہ [٥٦٤] طویل عمر کو پہونچ کر وہ کمر خمیدہ ہوچکے تھے ، ساری عمر انہوں نے عوام کو فیض پہونچانے میں صرف کی - ان کی محفل وعظ پُر آثر ہوا کرتی تھی - شغل باطنی بھی پوری طرح [انجام] دے کر انہوں نے بڑی جلائے [قلب] حاصل کی تھی - کتنے ھی [بزرگ] ان کی توجہ سے فیض یاب ہوئے۔

ان کے فرزندوں میں میاں محمد سعید واعظ، درویشی میں مشہور اور فضیلت سے موصوف رہتے ہوئے نہایت بزرگی کے ساتھ اپنی عمر پوری کر گئے -

دوسرے [فرزند] مولوی محمد صادق ، جو مخدوم محمد معین کے شاگردوں میں سب کی ناک تھے، علامہ وقت اور لایق و فایق استاد ہو گذرے ہیں - انہوں نے کتنے ھی شاگردوں کو درجہ کمال تک پہونچایا - معقولات میں وہ اپنے وقت میں

www.maktabah.org

بے نظیر تھے ۔ مذکورہ سید عبداللطیف (بھٹائی) کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی انتہائی بے تکلفی کے ساتھ پیری مریدی کی رجوعات سے بے نیاز رہتے ہوئے باطنی وظائف میں مشغول رہ کر گذاری اور وفات پائی ۔

مخدوم حاجی محمد ہاشم [اور ان کی اولاد] یہ عبدالغفور سندھی کے فرزند اور اصلاً دیہات کے رہنے والے ہیں ۔ مخدوم ضیاء الدین کی شاگردی کی برکت سے یہ علما وقت سے افضل اور مشہور ہوئے اور اقبال و انتظام میں اکثر [مقتدر] علما سے بازی لے گئے ۔ حالانکہ مخدوم محمد معین وغیرہم جیسے علماے وقت سے ان کی مخالفت رہا کرتی تھی لیکن اس کے باوجود مذھب سنت و الجماعت کی تقویت اور دین متین کی رسومات کے احیا میں اپنی نظیر آپ تھے ۔ ان کے زمانے میں ان کی کوششوں سے ایسے بڑے بڑے کام سر انجام ھوا کرتے تھے جو دین حق کی تائید کا سبب ھوتے تھے ۔ ان کے وقت میں کم از کم صدھا ذمی (کافر) ایمان سے مشرف ھوئے ۔ یہ نادر شاہ بادشاہ اور احمد شاہ (ابدالی) جیسے فرمانروایان وقت سے خط و کتابت کی راہ کھلی رکھتے تھے اور ان کی درخواستوں پر تقویت دین کے متعلق خاطر خواہ [۵۶۰] احکامات جاری ھوتے اور خوبی کے ساتھ عمل میں آیا کرتے تھے ۔ غرض ان کا وجود غنیمت تھا ۔ ھر علم میں ان کی تصنیفات موجود ھیں ۔ سنہ ۱۱۷۴ھ میں انھوں نے وفات پائی ۔ ان کے فرزندوں میں سے حاجی عبدالرحمان حال ھی میں ، جونا گڑھ میں انتقال کر گئے ھیں ۔

اب مخدوم عبداللطیف [اپنے] والد کے جانشین ھیں ۔

www.maktabah.org

والد کے دستور کے مطابق ہر جمعہ کے دن صبح کے وقت وہ جامع خسرو میں محفل وعظ منعقد کیا کرتے اور روزانہ تیسرے پہر کو اپنی مسجد میں درس حدیث کا شغل جاری رکھنے [کے باوجود وہ] اپنے مشہور مدرسہ کی رونق قایم رکھتے آئے۔ اس سال یعنی سنہ ۸۷ھ (۱۱۸۷ھ) میں جبکہ وہ خود میاں محمد سرفراز خان کے لشکر میں منصب قضا پر مامور ہوے ہیں، اس لئے آن کے فرزند ارجمند میاں ابراھیم عرف مولیڈنہ والد اور دادا بزرگوار کے کام سنبھال رھے ھیں۔

حاجی عبدالرحمان کی اولاد میں بھی میاں محمد نامی ایک با توفیق نوجوان علم و صلاحیت کا مالک اور بزرگوں کا پیروکار [موجود] ھے۔

<u>حاجی محمد قائم [اور ان کے شاگرد]</u> یہ اصل میں مضافات کے رھنے والے تھے اور بڑے عالم کامل، بہترین فاضل، عقلی و نقلی علوم کے جامع اور کسبی و وھبی فیوض کے مرکز تھے۔ یہ مخدوم رحمت اللہ کے، جن کا ذکر ھو چکا ھے، شاگرد اور مذکورہ حاجی محمد ھاشم کے مد مقابل تھے۔ علمی مباحثوں میں علما سے ان کی کئی صحبتیں ھوئیں جن میں یہ اپنی ذکاوت اور فراست کی بدولت کتنوں ھی سے بازی لے گئے۔ ھر روز سہ پہر کے وقت یہ حدیث نبوی علیہ السلام کا بیان کیا کرتے تھے اور کتنے ھی صاحبان توفیق کو راہ سلوک کی ھدایات دیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۱۴۵ھ میں ایک بار حج کو جا کر [بخیریت تمام] واپس آئے۔ [٥٦٦] پھر دوسری مرتبہ اھلیہ [محترمہ] سمیت جا کر وھیں سکونت پذیر ھوگئے اور اس با برکت سر زمین میں

www.maktabah.org

درس حدیث میں جملہ علما میں مشہور ہوئے۔ سنہ ۱۱۰۷ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ اس مسودہ کے راقم [قانع] نے آیتہ کریمہ "فِی جَنّٰتٍ تَجْرِی" [ان کے سال وفات] کے مطابق دریافت کی ہے۔

ان کے شاگردوں میں ملا محمد باقر واعظ انتقال کر چکے ہیں اور مخدوم نور محمد نصرپور میں مشہور و معروف اور موجود ہیں۔

آخوند محمد باقر واعظ - یہ خلیفہ محمد رضا کے فرزند، حاجی محمد قائم کے شاگرد اور زہد و تقویٰ میں اپنے وقت میں بے نظیر تھے۔ ان کی بزرگی احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ آمدنی کم اور ضرورت کے زیادہ ہونے کے باوجود یہ ہمیشہ دروازے بند کرکے زندگی گذارتے رہے اور اہل دنیا کی فتوحات و رجوعات قبول نہ کیا کرتے تھے۔ شیخ شکراللہ ان کے لئے میاں نور محمد کی سرکار سے، کچھ وجہ معاش مقرر کرا لائے لیکن انھوں نے قطعی قبول نہ کیا اور اختیاری درویشی و مسکینی میں زندگی گذارتے ہوئے انتہائی فضیلت و کمال کے ساتھ اس عالم بے بقا سے رخصت ہوگئے۔

میاں غلام محمد - یہ ایک جیّد عالم تھے۔ انھوں نے فضیلت میں مشہور اور اپنے ہمعصروں میں ذکاوت طبع سے مخصوص رہ کر زندگی گذاری۔ عین شباب میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اب ایک خورد سال فرزند ان کی یادگار ہے۔

آخوند محمد باقر - یہ آخوند عبدالواسع کے فرزند اور حاجی

www.maktabah.org

حمزہ کی اولاد میں سے تھے جن کا ذکر مخدوم حمزہ واعظ کے بیان میں ہو چکا ہے۔ فضیلت میں انتہائی کامل اور فقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ پیری اور شہرت کو پسند نہ کرتے تھے۔ فقہ میں ان کے وقت میں کوئی ان کا ہمسر نہیں تھا۔ حافظہ بے حد قوی تھا۔ بزرگ ان کی خدمت تبرک سمجھتے تھے اور جب تک بہ حیات [۱۰۶۷] رہے نہایت مناسب طریقے پر ان سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ تقریباً اسّی برس بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ عمر پاکر مُجرد اور پرہیزگار رہتے ہوئے انتقال کر گئے۔

[ملا محمد ناصر]- ان کے بھائی ملا محمد ناصر ایک صاحب حال اور مشہور مرد تھے۔ وفات کے وقت یہ اولاد چھوڑ گئے۔

حاجی بولو- یہ اپنے وقت کے نامور طالب علم اور مضافات کے باشندے تھے۔ کچھ عرصے تک ٹھٹے میں طالبین کو فیض پہونچا کر انتقال کر گئے۔

[آخوند محمد شفیع] - آخوند محمد شفیع جو ایک برگزیدہ ملاّ اور جامع مسجد کے نائب امام تھے انھیں (حاجی بولو) کے شاگرد تھے۔ تحصیل علم کے باوجود یہ میاں سومار باٹھاری کی، جو فقرا کی ایک جماعت کے مرجع تھے، صحبت سے بے حد فیض حاصل کرکے صاحب دل ہو گئے تھے۔ وفات کے وقت یہ بھی اولاد چھوڑ گئے۔

میاں عنایت اللہ طالب علم- یہ مخدوم محمد معین کے مدرسے کے نائب تھے اور ان کی وفات کے بعد کتنے ہی سالوں تک شاگردوں کی خدمت اور تدریس میں مشغول رہنے کے بعد فوت ہوئے۔

www.maktabah.org

میاں ٹھاریو طالب علم - یہ [لوگوں کے] رجوع کو ناپسند اور گوشہ نشینی کو پسند کرنے والے بزرگ، اناج بازار کے عقب میں مغرب کی جانب مسجد میں سکونت پذیر ہیں اور چند طالبین علم کو درس دیا کرتے ہیں -

اہل سلوک ' اہل اللہ اور حضرت پیر علیہ الرحمۃ کے خلفا کا طبقہ

جو دنیا کی عزت اور آخرت کی بہتری کے ساتھ حسبی و نسبی بزرگی کے مالک، کسبی و وہبی فیوض کے آقا، زمانے کے لئے تبرک اور یقین و معرفت کے باغ کے خوبصورت پھول ہو گذرے ہیں - حالانکہ گذشتہ صفحات میں [۵٦۸] اس برگزیدہ گروہ کے بعض بزرگوں کا ذکر ہو چکا ہے - تاہم اس باب میں ان برگزیدوں کے حالات کے متعلق کچھ کلمات خاص طور پر درج کئے جاتے ہیں -

ملا شیخ اسحاق [اور ان کی اولاد]- یہ اصلاً اُچ کے رہنے والے تھے اور مشائخین کرام کی صورت میں ٹھٹے آئے تھے - بڑے باھدایت بے شمار کرامتوں کے مالک اور سید علی شیرازی کے ھمعصر تھے - وفات کے بعد مکلی پہاڑی کے مقام معلوم پر دفن ھوکر عوام و بلند مراتب خواص کی زیارت گاہ بنے - ان کی صحبت کے طفیل کتنے ھی بزرگ مقصد حاصل کرکے برگزیدہ ھوئے - ان کی اولاد میں خلافت اور بزرگی چلی آتی ہے - ھر ھفتہ بدھ کی رات عموماً اور ھر ماہ کے پہلے بدھ کی رات خصوصاً ان کے مقبرہ پر زائرین کا میلہ ھوا کرتا ہے - اسی وجہ سے وہ پیر اسحاق اربعائی (بدھواری) کے نام سے مشہور ھیں - ان کی اولاد

www.maktabah.org

میں سے بعض خاندان میں حضرت پیر کی خلافت پشت بہ پشت رھتی آئی ھے۔ چونکہ وہ خود تسخیر جنّات میں مشہور تھے اس لئے آج تک ان کے پسماندگان موروثی طور پر دفع آسیب میں کمال دسترس رکھتے ھیں ۔ ان میں سے جو ان کے مقبرے کے پشت بہ پشت متولی اور ان کی آرام گاہ کے مجاور ھیں ان کا ذکر کیا جاتا ھے ۔

مذکورہ پیر کے فرزندوں میں شیخ محمد صالح ، والد کے بعد بڑے با ھدایت بزرگ ھو گذرے ھیں ۔ ان کے بعد یہ نعمت شیخ نعمت اللہ کو نصیب ھوئی اور ان کے بعد خلیفہ اسداللہ بزرگوں کے با عزت جانشین رھے۔ اب آج کل خلیفہ اسداللہ کے دو فرزند خلیفہ نعمت اللہ اور خلیفہ جان محمد بزرگوں کے سجادہ نشین ھیں اور دونوں بزرگوار درگاہ کے متولی ھونے کے کے داعی کی حیثیت سے مشہور ھیں ۔

ملا محمود راھوتی- یہ مذکورہ شیخ اسحاق کے رفیق معتقد اور فیض یافتہ ھیں ۔ کہتے ھیں کہ حضرت غوث الثقلین کے حکم [۵۶۹] پر شیخ اسحاق نے عمامے میں رکھنے کے لئے انھیں کوئی تعویذ لکھ کر دیا تھا جس کے اثر سے جو بھی انھیں دیکھتا تھا ان کے ھاتھ پر بیعت کر لیتا تھا ۔ آخرکار جب وہ لوگوں کے کثیر انبوہ سے عاجز آگئے تو انھوں نے وہ تعویذ اپنے عمامے سے علٰحدہ کردیا ۔ پھر کوئی نیا شخص ان کا مرید نہ ھوا البتہ سابقہ مرید ان کے سلسلۂ ارادت میں قائم رھے۔ انھیں جناب حضرت غوث الثقلین کی خلافت حاصل تھی جو اب تک ان کی اولاد میں چلی آتی ھے۔

www.maktabah.org

خلیفہ ابوالبرکات [اور ان کے پسماندگان] یہ گجرات کے رہنے والے ، حضرت غوث الثقلین کی اولاد اور شاہ حافظ اللہ گجراتی کے مرید تھے ۔ کہتے ہیں کہ شاہ حافظ اللہ نے انہیں اور شیخ یعقوب کو ، جن کا ذکر آگے ہوگا ، اشارہ فرمایا کہ "ہمارے چچا زاد بھائی سید عبد اللہ ٹھٹے میں مکلی پہاڑی پر آرام فرما ہیں اور ان کا مزار بہت دن گذر جانے کی وجہ سے مسمار ہوگیا ہے [وہاں] جاکر اسے درست کر آؤ" ۔ اس پر یہ مذکورہ شیخ (یعقوب) کے ساتھ ٹھٹے آئے اور آکر اس ولی کا مزار دیکھ کر اسے ظاہر کیا (مرمت کردی) ۔ غرض خلیفہ ابوالبرکات روشن نشانیوں اور کھلی ہوئی کرامتوں کے مالک ہو گذرے ہیں ۔

ان کے فرزند ارجمند خلیفہ محمود والد کے بعد ایک کامل بزرگ ہوکر شاندار کرامتوں کے مالک ہوئے ۔ ان کے بعد خلیفہ حامد بزرگوں کی مانند اولیا کی صفات کے سر چشمہ بنے اور اب خلیفہ محمد سعید مذکورہ بزرگوں کے جانشین اور بزرگانہ صفات سے موصوف ہیں ۔ ایک معتبر سے سنا گیا ہے کہ ابھی خلیفہ محمد سعید طفل شیرخوار تھے کہ میں خلیفہ حامد کی زیارت کے لئے گیا ۔ وہ اس وقت گھر کے اندر تھے ان کے فرزند حجرے میں محو خواب تھے ، [۵۷۰] اور ان شیرخوار کی زبان پر ذکر جہری (۱) جاری تھا ۔ جب خلیفہ حامد آئے تو انہوں نے پیر [کے اشارہ] سے انہیں بیدار کیا اور راوی سے کہا کہ

---

(۱) "لَا اِلٰہَ اِلا اللہ" کے زور سے ورد کرنے کو ذکر جہری کہتے ہیں ۔

www.maktabah.org

بزرگ زادگان کے مقامات کی کرید نہ کرنی چاهئے۔ قصه مختصر خلیفه محمد سعید ایک برگزیدہ صالح، جہاں کے مرجع اور صاحب کرامات بزرگ ہیں ان کا وجود تبرک ہے۔

خلیفه داؤد [اور ان کی اولاد] خلیفه داؤد بن شیخ زین العابدین بن شیخ داؤد بن شیخ ایوب بن خلیفه عبدالرشید، اصلاً صدیقی ہیں - ان کے بزرگ اس سر زمین پر اولین قادری خلفا ہیں اور کوئی بھی ان کی جائز خلافت کا منکر نہیں ہے - وہ بزرگانہ طریقے اور شان و شوکت کے ساتھ مقتدر صالح اور کامل متّقی ہو گذرے ہیں -

ان کے بعد ان کے فرزند خلیفه عبدالرشید جانشین ہوئے اور یہ بھی والد کی مانند کمال بزرگی کے ساتھ ہمعصروں میں ممتاز اور مشہور ہوئے -

ان کے بعد خلیفه زین العابدین صلاح و تقویٰ کے زیورات سے آراستہ پیدا ہوئے - یہ ہمیشہ خلق سے دور جھونپڑے کے گوشے میں دروازہ بند کرکے وقت گذارا کرتے تھے - اکثر لوگ نذرانے اور تحائف لے کر ان کے دروازے پر آیا کرتے تھے لیکن یہ صرف ان چیزوں کو قبول کرتے تھے جن کے حلال ہونے کی انھیں اپنے دل کو نور سے خبر مل جاتی تھی باقی لوگ واپس کر دیئے جاتے تھے - ان کی زبان سے نیازمندانہ مناجات کے اشعار سننے میں آیا کرتے تھے - انھوں نے سنه ۱۱۴۸ھ میں وفات پائی -

شاہ ابوالقاسم [اور ان کی اولاد] یہ ہرات کے ساکن شیخ عبداللہ انصار کی اولاد میں سے ہیں - ٹھٹہ تشریف لا کر انھوں نے بڑی

www.maktabah.org

بزرگی کے ساتھ زندگی گذاری - [۱۰۷۵] ان کے با ہدایت فرزند شاہ محمد یعقوب کمالات اعلیٰ سے مرصع ہوکر ان کے جانشین ہوئے اور زندگی کے دن بزرگوں کے طریقے کے مطابق حسن و خوبی کے ساتھ گذار گئے - ان کے بعد ان کے فرزند محمد یوسف کمالات کے مصر کے عزیز ہوئے - یہ اہل تصوف کے حلقے میں زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے - ان کے بعد میاں نعمت اللہ ما سوا سے بے تعلق مرد خدا آگاہ اور معزز کی حیثیت سے اپنے وقت میں مشہور و معروف ہوئے - ان کے دو نیک بخت فرزند پیدا ہوئے - ایک شاہ عزت اللہ اور دوسرے شاہ اسد اللہ -

شاہ عزت اللہ عالمگیر کے حضور میں جاکر ملازموں کے سلسلے میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے ہمرکاب برہان پور جاکر وہاں شادی کی اور صاحب اولاد ہوے - ان میں سے شاہ حسن اللہ اپنے چچا شاہ اسد اللہ کی طلبی پر ٹھٹھ چلے آئے اور ہمیشہ کے لئے یہیں رہ گئے - چونکہ شاہ اسد اللہ عرف شاہ اسماعیل ، ان کے پہونچنے سے پیشتر ہی انتقال کر گئے تھے اس لئے راہ سلوک کے اشتیاق میں وہ ، شاہ مسعود کے ساتھ جن کا آگے ذکر آئیگا ، جہاں آباد چلے گئے اور وہاں جاکر شاہ غلام محمد کی صحبت اختیار کی - وہاں سے وہ پھر ٹھٹھ واپس آگئے اور اب درویشوں کی صورت میں خلق اللہ کے علاج معالجے میں وقت گذار رہے ہیں اور برکت سے خالی نہیں ہیں -

شاہ اسد اللہ عرف شاہ اسمٰعیل صوفی حضرت شاہ عاشق اللہ کے مرید تھے ، جو ہندوستان سے تشریف لائے تھے اور جناب شاہ عنایت اللہ صوفی کے ، جن کا ذکر ہو چکا ہے ، مربّی تھے -

www.maktabah.org

ٹھٹے میں ان جیسا باکمال اس زمانے میں اور کوئی پیدا نہ ہوا ۔ اس قاصر (قانع) کی زبان کتنی ہی [توصیف] بیان کیوں نہ کرے، پوری نہ ہوگی ۔ ان کی کرامتیں مشہور و معروف ہیں ۔ ایک دن سبق پڑھتے ہوئے ان کی حالت متغیر ہوگئی اور، ان کے سارے جسم پر بید کے نشانات ابھر آئے ۔ اس حال کو چھپانے کے لئے انھوں نے [۵۷۲] گودڑی منگا کر اوڑھ لی ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس وقت کوتوالی میں کسی شخص کو سزا دینے کے لئے بید مارے گئے تھے جن کا اثر شیخ کے جسم پر ظاہر ہوا تھا ۔ ظاہراً وہ خلق اللہ کے علاج معالجہ میں بڑا کمال دکھاتے تھے ۔ حیرت اس بات پر ہے کہ نامردوں اور مرتے ہوئے لوگوں کو وہ ایسی حقیر اور عقل میں نہ آنے والی چیزوں سے تندرست کر دیتے تھے کہ حکیم تو دور رہا کوئی عامی بھی ایسی دوائیں تجویز نہ کریگا ۔ ہمیشہ یہ عالم استغراق میں رہا کرتے تھے ۔ ان کی خدمت میں مولانا رومی کے درس کے وقت عجیب کیفیت پیدا ہوجاتی تھی ۔ ان کے مزار پر ہر سال میلہ لگا کرتا ہے اور وہ اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے ۔ انھوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی ۔

<u>شاہ محمد مسعود ولہاری</u> ۔ یہ شاہ اسد اللہ عرف شاہ اسمٰعیل کے خاص مرید اور فیض یافتہ ہیں ۔ پہلے انھوں نے مخدوم حاجی محمد قائم کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری کی تحصیل کی اور پھر عظمت و شہرت حاصل کر کے راہ سلوک کی جانب مائل ہوئے ۔ اس کے بعد انھوں نے مثنوی کا، جو واصلین کے لئے ایک شاہراہ عام ہے، درس شروع کرکے مکمل ذوق حاصل کیا ۔

www.maktabah.org

مذکورہ شاہ کی رحلت کے بعد ان کے اشارے کے مطابق انھوں نے جہان آباد جاکر باقی ماندہ مقصد شاہ غلام محمد کی خدمت رہ کر حاصل کیا - اب سلسلہ' صوفیا میں ٹھٹے میں ان جیسا دوسرا کوئی بزرگ نہیں ہے - مثنوی کا بڑا معقول درس دیتے ہیں - ایک جماعت کو انھوں نے بےسود واہموں اور واہیات خیالوں سے آزاد کیا ہے - گوشہ' خلوت میں وقت گذارا کرتے ہیں اور [مخلوق کی] رجوع سے بیزار ہیں -

[عبداللطیف صوفی] - یہ تصوف میں ایک جماعت کے مرشد اور مذکورہ شاہ اسماعیل صوفی کے دوست تھے - انھیں شہرت [قطعی] پسند نہیں تھی ان سے کبھی کبھی بڑی حیرت انگیز کرامات ظاہر ہوا کرتی تھیں [۵۷۳] ایک بار مخدوم محمد معین ان کی زیارت کے لئے آئے - گفتگو ہوتے ہوتے موسیقی کے سُروں کا ذکر چھڑ گیا - آپ نے مخدوم سے کہا کہ "میں خود بھی کبھی کبھی اس راہ پر گامزن ہوا کرتا ہوں" اور یہ کہہ کر ایک راگ شروع کیا جس نے حاضرین کے دلوں پر اثر پیدا کر کے ایک عجیب حالت پیدا کردی -

شیخ محمد یعقوب - یہ شاہ حافظ اللہ گجراتی قادری حسنی کے مرید تھے - جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، انھوں نے خلیفہ ابوالبرکات کے ساتھ ٹھٹہ آکر مرشد کے اشارے کے مطابق مکلی پر شاہ عبداللہ کا مزار ظاہر کیا تھا - غرض یہ فقر و فنا کے کمال میں اولیائے اللہ کے گروہ کے سردار تھے - ان کی مریدی اور صحبت کے برکت سے ان کے تین نامور اور نیک یار، عالی مرتبت اہل اللہ کی جماعت میں مشہور و معروف ہوئے - ان میں

www.maktabah.org

سے ہر ایک کا اپنے مقام پر ذکر ہوگا ۔ ان بزرگوار کی اولاد کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا ۔ ان کا مزار شاہ عبد اللہ کے حجرے مین پائینتی کی جانب عام لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

شیخ عثمان [اور ان کی اولاد] - یہ مذکورہ شیخ محمد یعقوب کے یاروں اور فیض یافتوں میں سے ایک ہیں ۔ ان کے بزرگ ، امرا کی خدمت میں ۔ "بقاولی" (باورچیخانے کے داروغہ) کی حیثیت سے مشہور تھے ۔ جب انہین خوان معرفت ملنے کو ہوا ، انھیں طلب حق دامن گیر ہوئی اور انھوں نے شمع اشتیاق روشن کرکے پیر کی خدمت سے کمال حاصل کیا اور "مشائخِ بقاولی" کے لقب سے سرفراز ہوئے ۔ وہ بڑے اہل کرامت بزرگ تھے ۔

ان کے فرزند میاں ملوک شاہ ان کی ولایت کے وارث ہوکر شانِ مشائخی سے مخصوص ہوئے ۔ ان سے کتنے ہی کاملین جیسے مناقب اور مشائخین جیسی کرامات ظاہر ہوا کرتی تھیں ۔ عید گاہ میں اماموں کی جلوہ گاہ [۵۷۴] انھی کی قائم کردہ ہے۔ ان کے بعد ان کے فرزند میاں شیریں محمد قائم مقام ہوئے ۔ پھر ان کے فرزند میاں عبدالخالق بزرگوں کے جانشین رہے۔ اب ان کے بعد میاں عبدالواحد بزرگوں کی یادگار ، مقرر جماعت کے مرشد اور بزرگوں کی راہ سلوک سے واقف اور موجود ہیں ۔

درس للو [اور ان کی اولاد] - یہ پرگنہٗ ساکرہ کے شہر سول آباد کے ساکن خلیفہ بایزید کی اولاد ہیں ۔ بیشتر کوہستانی باشندے پشتہا پشت سے شیخ بایزید کے مرید ہیں ۔ مذکورہ

www.maktabah.org

درس ، جناب غوث الثقلین کے اشارے کے مطابق ٹھٹہ آئے ۔ یہاں انھوں نے خوجہ قوم کی ایک جماعت کو اسلام میں داخل کیا اور کچھ عرصہ اسی قوم کے محلے میں ، جو محلہ نورسیہ کے نام سے مشہور ہے ، اس مسجد کے اندر ، جو ٹھٹے میں نہایت قدیم کہی جاتی تھی اور اب حاجی محمد قائم کے نام سے مشہور ہے ، میدان "جملہ پیر" کے سامنے ، سکونت پذیر رہے ۔ کہتے ہیں کہ شیخ یعقوب اور شیخ عثمان ، جن کا ذکر ہو چکا ہے اور درس للو اور درس امین محمد جن کا ذکر آگے چل کر ہوگا ، اسی میدان میں باہم ملاقات کیا کرتے تھے ۔ اس وجہ سے یہ میدان خلق عام میں "جملہ پیر" کے نام سے مشہور ہوگیا اور اس کی زیارت سے عقیدت مندوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں ۔ قصہ کوتاہ ، اس کے بعد درس للّو وہاں سے [محلہ] مغلواڑہ میں آگئے اور اس مقام پر آکر مقیم ہوئے جہاں اب ان کی اولاد رہا کرتی ہے ۔ پھر وہ بڑی بزرگی کے ساتھ زندگی گذار کر فوت ہوگئے ۔

ان کے بعد ان کے فرزند شیخ ابراہیم ، دلکش کرامتوں کے ساتھ والد کے جانشین ہوئے جن کے بعد ان کے فرزند میاں احمد بزرگوں کی مسند پر متمکن ہوئے ۔ ان کے بعد خلیفہ بکھر بن خلیفہ احمد نے بزرگوں کا سجادہ آراستہ کیا اور اب ان کی اولاد میں خلیفہ چھتو ارادت مند جماعت کے مرشد ہیں ۔ [۵۷۰]

درس امین محمد ۔ یہ مذکورہ شیخ یعقوب سے فیض یافتہ ایک صاحبِ دل بزرگ اور مذکورۂ بالا چار یاروں میں سے ایک یار ہیں ۔

www.maktabah.org

اعلیٰ کرامتوں اور بزرگانہ صفات میں یہ دور دور تک مشہور ہیں - ان کا مزار مکلی کے دروازے کے باہر کی سر زمین میں مشہور ہے اور ہر عید (۱) کے دن وہاں اہل اللہ کا میلہ ہوا کرتا ہے -

حاجی محمد حافظ [اور ان کی اولاد] - یہ "ڈوبی" کے لقب سے مشہور اور درویشوں کی دنیا میں بے نظیر ہیں - ان کے بزرگ علاقہ بکھر کے موضع "ڈوبی" کے باشندے تھے -

ان کی اولاد میں میاں محمد شفیع طویل عرصے تک ملک ملک کا سفر کر کے اور اکثر علما سے کمال حاصل کر کے حکمت اور طبابت کے علم تشریح میں بقراط ثانی ہوئے - کچھ عرصہ وہ اسی علم کی تصنیف میں مشغول رہے - آنکھوں کے امراض کی تشریح اور علاج [کے ضمن] میں انھوں نے ایک ضخیم جلد تصنیف کی تھی جو ابھی مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ سنہ ۱۱۷۴ھ میں نسخۂ حیات کے مطابق انھوں نے آنکھیں بند کرلیں -

مذکورہ میاں شیخ محمد کے چچا زاد بھائی میاں نور محمد، مشہور واعظ میاں عبد اللہ عرف میاں موریہ کی شاگردی کی برکت سے دس بارہ سال تک میاں ملوک شاہ کی مسجد میں موثر طور پر واعظ کرتے رہے اور آخر سنہ ۱۱۷۶ھ میں وفات پا گئے -

مذکورہ حاجی محمد حافظ کے دوسرے چچا زاد بھائی میاں محمد فاضل اور میاں صابر اور ان کے (میاں صابر کے) فرزند

(۱) نسخہ "ن" میں "عیدالضحیٰ" ہے -

www.maktabah.org

میاں محمد قاسم بڑے با کمال درویش پیدا ھوئے۔ وہ سنہ ۱۱۰۰ھ کے لگ بھگ انتقال کر گئے۔

حاجی محمد طاھر - یہ ایک صاحب معرفت اور کامل بزرگ اور سید رحمت اللہ عرف سید مہتہ شیرازی شکر الٰھی کے یار اور ھمعصر تھے - [۵۷۶] چنانچہ ان دونوں خدا رسیدہ بزرگوں کے مرید آج بھی آپس میں متفق ھیں - ان کے نواسوں کی اولاد موجود ھے -

مخدوم آدم نقشبندی - عرف مخدوم آدو - یہ مذکورہ مخدوم آدم کے ھمعصر ھیں - چونکہ ان دنوں مذکورہ مخدوم آدم کا بڑا غلغلہ تھا اس لئے کسر نفسی کی وجہ سے انھوں نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ مجھے "آدو" کہا کرو کیونکہ ایک شہر میں ایک ھی وقت میں دو آدم کیسے موجود رھینگے - اس زمانے کے بیشتر بزرگ اپنے عہد کے اس مشہور شخصیت کی برتریٔ معرفت کے قائل ھیں - سلسلۂ نقشبندیہ میں یہ ایک عجیب با کمال بزرگ پیدا ھوئے - ان کے مناقب شاندار ھیں - یہ حضرت ایشان سرھندی (۱) کے مرید تھے -

کہتے ھیں کہ آخوند یوسف نامی ایک ملا ان کے محلے کی مسجد کے امام تھے - ھمیشہ ان کے آنے سے پہلے وہ تکبیر نہ کہا کرتے تھے - ایک دن مخدوم آدم کے، جن کا ذکر

(۱) خواجہ محمد معصوم سرھندی کو حضرت ایشان ثانی کے لقب سے پکارتے تھے - مخدوم آدم بھی خواجہ محمد معصوم کے مرید تھے جیسا کہ آگے چل کر میاں کبیر محمد نقشبندی کے ذکر میں بیان ھوگا -

www.maktabah.org

آ چکا ھے ، فرزند میاں ابوبکر صدر نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آئے تو انھوں نے دیکھا کہ نماز پہلے ھی پڑھی جا چکی ھے۔ اس پر انھوں نے ملا کو دھمکاتے ھوئے کہا کہ "تم کسی دوسرے کو موجود ھی نہیں سمجھتے - آج کے بعد میں تمھیں اس مسجد کی امامت سے موقوف کرتا ھوں "۔ ملا یوسف نے مخدوم کے خدمت میں جاکر یہ حال بیان کیا اور خوب روئے۔ [انھوں نے] فرمایا "کوئی فکر نہیں - تم اپنے بالاخانہ پر جاکر تلاوت قرآن میں مشغول ھو جاؤ ، خود صدر تمھارے دروازے پر آئیگا لیکن خبردار اپنا کام پورا کرنے سے پہلے صلح نہ کرنا "۔ ملا حکم کے مطابق جاکر تلاوت میں مشغول ھوا - اس طرف میاں ابوبکر کے پیٹ میں سخت درد شروع ھوا [جس پر وہ] [۵۷۷] فوراً سمجھ گئے کہ یہ کسی کا دیا ھوا ھے اور کسی رنجش کا نتیجہ ھے - [چنانچہ] انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا لیکن اس کا کوئی جواب نہ ملا - [بالاخر] بے اختیار ھوکر وہ خود پالکی میں سوار ھوکر ملا کے دروازے پر آئے اور زار زار رونے لگے - ملا حسب سابق بالاخانہ پر تلاوت کلام پاک میں مشغول رھا - آخرکار جب [میاں ابوبکر صدر نے] انتہائی عجز کے ساتھ نذرانہ ، خلعت اور نئی سند کے ساتھ امامت کا چھ ماہ کا پیشگی مشاھرہ بھی ادا کر دیا تو اس نے صلح کر کے پانی پر دم کر کے اسے دیا جس کے پیتے ھی صدر کو شفا حاصل ھوئی -

مخدوم کی وفات کے بعد ان کے فرزند محمد اشرف ان کے جانشین ھوئے اور [انھوں نے] بڑی بزرگی کے ساتھ زندگی گذاری۔

www.maktabah.org

یہ مصرعہ ان کا سجع تھا " محمد اشرف اولاد آدم "۔
ان کے بعد مخدوم محمد والد اور دادا بزرگوار کی عظمتوں کے آئینہ کو روشن کرتے رہے ۔

مخدوم محمد صادق نقشبندی ۔ یہ مذکورہ محمد اشرف کے داماد ، عالم کامل ، جناب سید عبداللطیف تارک (بھٹائی) کے ، جن کا ذکر کیا جا چکا ہے ، معتقد اور [ایک] مقتدر بزرگ تھے ۔

[مخدوم ابوالحسن صغیر] ۔ ان کے فرزند میاں غلام حسین عرف مخدوم ابوالحسن [صغیر] نے حرمین شریفین ، زاد ھما اللہ شرفا و تعظیما ، میں جا کر بڑا نام پیدا کیا ۔ اب مخدوم محمد حیات سندھی کی ، جن کا مدینہ منورہ میں ایک مدرسہ تھا اور اس سر زمین میں مقتدر عالم اور ممتاز فاضل شمار ہوتے تھے ، وفات کے بعد وہ ان کے جانشین ، با کمال محدثین کے سر گروہ اور مدرسین صاحب حال و قال کے سر کردہ ہیں ۔

مخدوم ابراھیم نقشبندی [اور ان کی اولاد] ۔ یہ روہڑی کے ساکن اور شاندار کرامتوں کے مالک تھے ۔ محاسبین عقل اور حساب کنندگان فہم ان کی [۵۷۸] [عقل و فہم کے] کسی حصے [کی خوبیوں] کا بھی شمار نہ کر سکینگے۔ ان کے فرزند رشید، میاں ابوبکر عرف چنگو بھی اعلیٰ مرتبہ بزرگ ھو گذرے ھیں ۔

کہتے ھیں کہ ایک دن کوئی مست ان کی مسجد میں داخل ھوا ۔ جماعت اسے روکنے لگی آپ نے فرمایا کہ " جس کا دل چاھے وہ بے شک آئے روکنا نہ چاھئے "۔ اچانک

www.maktabah.org

ان بزرگ کے اس کلام کی تاثیر سے اس بے عقل مست پر ایسی عجیب کیفیت طاری ہوئی اور [اسے] ایسی توفیق نصیب ہوئی کہ پھر اس نے کبھی مسجد سے باہر قدم نہ رکھا اور کامل بن گیا - ان کے ایسے تصرفات بے شمار ہیں -

جو لوگ ان کے جنازے کے ساتھ گئے تھے ان سے روایت ہے کہ شہر سے لے کر مکلی تک اس بزرگ کے جنازے کے اوپر عجیب شکل اور آواز کے پرندوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ [جنازے کے ساتھ] چلنے والے ہزاروں افراد کو سورج کی معمولی تابش بھی محسوس نہ ہوئی -

اب مذکورہ میاں ابو بکر کے چھوٹے بھائی میاں گل محمد بزرگوں کے خاندان کا چراغ روشن کرنے والے اور بزرگوں کی [اعلیٰ صفات] سے موصوف ہیں -

میاں ابوالقاسم نقشبندی [اور ان کی اولاد] - یہ درس ابراہیم کے، جو بزرگوں سے شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے خاندان کے مرید رہتے آئے ہیں، فرزند تھے - پہلے میاں ابراہیم ٹھٹھہ آئے تھے اور بزرگی کے ساتھ رہ کر یہاں انتقال کر گئے تھے - ان کے بعد ان کے فرزند رشید، میاں ابوالقاسم، علمی و عملی کمالات کے ساتھ مقتدر ترین صاحب حال و قال پیدا ہوئے، جنھوں نے ایک دنیا کو بے اندازہ فیض پہونچایا - ان کی صحبت گمراہوں کو شاہراہ ہدایت پر لے آتی تھی - ان کی خدمت سے کتنے ہی بزرگوں نے مقصود حاصل کیا - ان کی کرامتیں اور مناقب حد تحریر [۵۷۹]و تقریر سے باہر ہیں - ان کے ظہور کی ایک دنیا شاہد ہے - اس خاندان علم کے خدام و یقین

www.maktabah.org

میں مشہور ہیں -

ان کی اولاد میں میاں احمد بن ابراھیم بن میاں ابوالقاسم، نامی ایک نوجوان پیدا ھوئے جن کی پیشانی پر نور ھدایت روشن تھا - وہ عنفوان شباب ھی میں رحمت الہیٰ سے واصل ھوگئے - اس قلیل زندگی ھی میں ان سے کئی کرامتیں ظاھر ھوئیں جو دوستوں کی مجاس میں مذکور ھیں - اب اس بزرگ دین اور سالک راہ یقین کی اولاد میں سے کوئی بھی باقی نہیں ھے البتہ ان کے نواسے بزرگانہ عظمت کے ساتھ یادگار ھیں -

میاں کبیر محمد نقشبندی [اور ان کی اولاد] پہلے یہ اور مخدوم آدو، خواجہ محمد معصوم نقشبندی سرھندی کی خدمت میں، جنھیں "حضرت ایشان" کے لقب سے یاد کیا جاتا ھے، مشغول رھے، لیکن جب وہ بزرگوار انتقال کر گئے تو سرھند جا کر اور باقیماندہ مقصود حاصل کرکے ٹھٹے واپس آ گئے اور بڑی ھدایت کے ساتھ بعض طالبین کو کافی فیض پھونچایا - ان کے بعد دو فرزند میاں محمود اور میاں محمد زمان ان کی یادگار رھے -

میاں محمد زمان مسند ارشاد پر والد کے جانشین ھوئے اور کتنے ھی طلبا کو اپنے فیض سے فائزالمرام کیا - اب ان کی اولاد میں سے میاں احمد نامی ایک باتوفیق نوجوان بزرگوں کا جانشین ھے -

درس عبدالرحیم - یہ میاں محمد زمان نقشنبدی کے صحبت یافتہ ھیں - اس کے علاوہ بھی انھوں نے بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا - ان کی ظاھری حالت ملامتیہ سے ملتی جلتی تھی - عجیب حالات کے مالک تھے ھمیشہ اچھے کاموں میں وقت گذارا

www.maktabah.org

کرتے تھے - ان کے اوامر کی تفصیل طولانی ہے - بہر حال اس زمانے میں ان جیسے لوگ ناپید ہیں - چند سال ہوئے کہ انھوں نے وفات پائی ہے - [۵۸۰]

میر مرزا جان - یہ بڑے مقتدر صاحب معرفت اور راہ یقین کے کامل سالک تھے - ان کی ذات فیوض کا مجموعہ اور ان کی شخصیت صاحبان کمال کا مرجع تھی - ان کی کرامتیں سورج سے بھی زیادہ روشن ہیں - کتنوں ہی نے ان سے فیض پایا - باوجودیکہ ان کا کوئی فرزند نہیں تھا - ان کی خانقاہ پر آج تک زائرین کا ایک ھجوم رہتا آیا ہے اور لوگ ان کے نواسوں سے فیض حاصل کرتے رہتے ہیں -

یوسف سہتہ - یہ اپنے وقت کے ایک ممتاز صاحب حال و قال درویش، سندھی زبان کے مشہور شاعر اور مشائخین کی کرامتوں سے موصوف بزرگ ہو گذرے ہیں - ان کی خانقاہ پر سندھی شعرا کا میلہ لگا کرتا ہے اور ان کے مریدوں کی ایک بڑی جماعت موجود ہے -

سید یار محمد [اور ان کے جانشین] یہ سادات لکعلوی (لکیاری) میں سے سید سماہ عرف کدہر کے، جن کا ذکر ہو چکا ہے، پوتے اور نورائی کے پیرزادوں کے نواسے ہیں - اپنے والد کے گاؤں میں سکونت پذیر رہے - شاہ عبداللہ ھندی جو کتاب کشکول کے مصنف شاہ کلیم اللہ کی بیعت میں تھے، ان کے مرشد تھے - یہ کامل بزرگ راہ یقین کے سالک اور ایک جماعت کے مرشد تھے - انھوں نے کتنے ہی عقیدت مندوں کو شغل باطنی کے ذریعہ حقیقت کی شاہراہ دکھائی اور ۱۳ رمضان سنہ ۱۱۷۷ھ

www.maktabah.org

کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

ان کے حقیقی بھائی میر عزت اللہ کے فرزند میر چھٹن ان کے سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد اب میر یار محمد مرحوم کے تیسرے بھائی سید شاہ نواز کے فرزند سید محمد افضل آج کل بزرگوں کے قائم مقام، راہ ھدایت کے سالک اور صاحب توفیق [بزرگ] ھیں -

[میاں محمد کریم] میاں عبد اللہ واعظ عرف میاں موریہ کے نواسے میاں محمد کریم بھی مذکورہ سید کے فیض کی برکت سے ایک با توفیق نوجوان [۱۱۸۰] راہِ سلوک کے پیشوا اور ایک خاص جماعت کے مرشد ھیں -

درس عبدالکریم - یہ ایک باصلاحیت اور مقبول القول بزرگ تھے- جس امر کی طرف بھی توجہ کرتے وہ تقدیر کے مطابق ضرور پورا ھوتا تھا - انھوں نے حال ھی میں وفات پائی ھے-

بعض نامور اور ممتاز افراد کا طبقہ

جو کسی نہ کسی حال و کمال سے مخصوص ھو گذرے ھیں اور ان میں سے بعض کے گھرانے مشہور ھیں - حالانکہ مذکورہ بیان میں بھی ایک قسم کے مشہور و معروف افراد کا ذکر ھو چکا ھے لیکن اس گروہ کے کچھ نام یہاں علاحدہ بیان کئے جاتے ھیں تاکہ ناظرین مراتب کا فرق محسوس کرسکیں-

آقائے محمد تاشقندی [اور ان کی اولاد] - یہ ایک بالیاقت مجسم انسانیت نامور مرد تھے اور مرزا جانی بیگ ترخان کے زمانے میں ٹھٹہ آکر [یہاں کے] قبیلہ مزنگ سے گھل مل گئے تھے -

www.maktabah.org

ان کے فرزند محمد رضا بیگ اپنے وقت میں بڑی اچھی حالت کے مالک ہو گذرے ہیں اور ان کے فرزند محمد بیگ بھی بزرگوں کی مانند اپنے وقت میں ممتاز رہے ہیں۔

شیخ موسیٰ [اور ان کی اولاد]۔ یہ اصلاً بندر محصہ [مخہ؟] کے باشندے اور شیخ جمال الدین محدث صدیقی کی اولاد میں تھے۔ انھوں نے بڑی اچھی حالت میں اپنی زندگی گذاری ان کے فرزند تاجروں کی حیثیت سے اپنے وقت میں مشہور و معروف ہو گذرے ہیں۔ ان کے فرزند شیخ عبدالخالق شاھجہاں کے زمانے میں ٹھٹے کی کروڑ گیری، امانت اور شرفی جیسے عہدوں پر سر فراز رہے، اور عالمگیر کے زمانے میں طویل عمری کے ضعف کی وجہ سے ان سے مستعفی ہوگئے اور دس ہزار درم وظیفے پر قناعت کرکے وفات پاگئے۔ ان کے پانچ بیٹے ہوئے۔ [٥٨٢] پہلے [فرزند] شیخ محمد امین تھے۔ ان کے تین فرزند ہوئے جن میں سے محمد تقی اور محمد منیر، نواب سیف اللہ خان کے زمانے میں صفوی شاھزادوں کے ساتھ جہان آباد چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے اور باقی ماندہ محمد انور یہاں ١١٧٩ھ میں پچاس سال سے زیادہ عمر ہو جانے کے باوجود بغیر شادی کئے انتقال کر گئے۔

دوسرے [فرزند] شیخ محمد جواد تھے۔ انھوں نے چار بیٹے چھوڑے جن میں سے ہر ایک اپنی عمر کی مقررہ مدت پوری کرکے فوت ہوگیا اور کسی نے اولاد باقی نہ چھوڑی۔

تیسرے [فرزند] شیخ محمد نعیم تھے۔ یہ ایک با لیاقت اور باسلیقہ شخص پیدا ہوئے۔ حکام کی ملازمت میں پیشتر

www.maktabah.org

عمر گذار کے وہ سنہ ۱۱۴۵ھ میں خدا آباد میں انتقال کر گئے۔ چونکہ انھوں نے بھی شادی نہ کی تھی اس لئے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

چوتھے [فرزند] شیخ محمد مکرم تھے یہ بچپن ھی میں انتقال کر گئے۔

شیخ عزیز اللہ، [مذکورہ شیخ عبدالخالق کے] پانچویں [فرزند] تھے۔ یہ عجیب صفات کے حامل، نہایت جراٗت مند اور با ھمت انسان تھے۔ درویشوں کو بڑا عزیز رکھتے تھے۔ زیادہ عمر سفر میں گذار کر وہ آخر سنہ ۱۱۵۲ھ میں سفر آخرت اختیار کر گئے۔ انھوں نے بھی کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

شیخ عبدالخالق کے یہ تینوں فرزند راقم الحروف (مولف، میر قانع) کے نانا کے حقیقی بھائی ھیں۔

شیخ عبدالغنی [اور ان کی اولاد] - یہ ایک لایق شخص اور اپنے وقت میں مشہور و ممتاز ھو گذرے ھیں۔

ان کے فرزند مخدوم نور محمد علوم مروجہ میں بڑے مشہور اور صاحب فضیلت ھو گذرے ھیں۔ ان کے بعد ان کے فرزند عبدالغنی ایک با عزت عہدیدار اور بزرگوں کی یادگار رہے۔ عالمگیر کے عہد سے لیکر فرخ سیر کے زمانے تک تصحیح کی خدمت ان کے حوالہ رھی اور یہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ زندگی گذارتے رھے۔ فن شاعری میں یہ اپنے وقت کے استاد تھے۔ رؤسائے ٹھٹہ کی ایک جماعت، جیسے کہ مبرک محمد افضل اور میر کامران وغیرھم، [۵۸۳] ان کی خدمت میں زانوے ادب تہہ کر کے استفادۂ درس کیا کرتے تھے۔ ان کے

www.maktabah.org

بھائی شیخ محمد سعید بھی انسانی کمالات کی مختلف اقسام سے موصوف تھے عزت کے ساتھ جہان آباد میں عمر گذار کر وہیں فوت ہوئے۔

شیخ ابو طالب [اور ان کی اولاد]- یہ اصلاً قریشی و صدیقی نسب تھے۔ اور بڑے لایق اور فنون انسانی ماہر ہو گذرے ہیں۔ ان کے فرزند شیخ ابوالفتح جنھیں "دامی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جاگیروں کی رقوم کی تقسیم اور امانت کے عہدوں پر ممتاز رہتے ہوئے عزت و شہرت کے ساتھ زندگی گذار گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی مہر کے ساتھ کوئی کاغذ شاہجہان کی نظر سے گذرا۔ مہر کے الفاظ کچھ مشکوک نظر آئے چنانچہ حکم ہوا کہ اگر یہ [واقعی] شیخ ابوالفتح کی مہر ہے تو مشکوک کیوں ہے لیکن اگر کسی دوسرے شخص نے جعلسازی کی ہے تو اسے گرفتار کرنا چاہئیے۔ غرض وہ طویل عمر پاکر عزت و شہرت کے ساتھ فوت ہوئے۔

شیخ محمد زاھد جو اس وقت مشہور و معروف اور موجود ہیں وہ مذکورہ شیخ ابوالفتح کے حقیقی پوتے اور شیخ عبدالخالق کے نواسے ہیں۔

داروغہ گھر [اور ان کی اولاد]- یہ ترخانی عہد کے ایک مشہور و معروف شخص اور ان کے ملازمین کے زمرے میں ممتاز تھے۔ محمد علی دیوان جس کا ذکر ترخانی گورنروں میں کیا جا چکا ہے، ان کا داماد تھا۔ ان کا گھرانہ بڑا اور بڑی اچھی حالت میں تھا۔

ان کے فرزند عبدالواسع بھی اپنے وقت کے مشہور فرد

www.maktabah.org

ہو گذرے ہیں۔ ان کے بعد رضا محمد اس خاندان کی یادگار رہے۔ وہ سید شاہ عبدالکریم (بلڑی والے) کے مرید تھے۔ رسالہ "بیان العارفین اور تنبیہ الغافلین" جو انہوں نے مذکورہ شاہ کے حالات اور ملفوظات کے متعلق سنہ ۱۰۸۳ھ میں تصنیف کئے، [۵۸۴] ان کی یادگار باقی ہیں۔ اب اس خاندان کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔

ملا حسین [اور ان کے پسماندگان] یہ ایک برگزیدہ ملا، صاحب افادہ اور اپنے وقت کے مشہور و معروف شخص تھے۔ شیرازی شکر اللہی سادات کے محلے میں سکونت پذیر تھے۔ کتنے ہی ارادت مند ان کی خدمت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

ان کا بیٹا ملا سروری بھی والد جیسی برگزیدہ صفات کا حامل ہو گذرا ہے۔ اس کے بعد مولانا محمد حسین عرف ملا جانباز کرامتوں میں مشہور اور ایک بلند مرتبہ شاعر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک حسین صورت لڑکے سے عشق حقیقی رکھتے تھے جو لوگوں کی شرم کی وجہ سے ان کا جانی دشمن ہوگیا اور بالاخر انہیں شہید کردیا۔ اپنا یہ حال دو تین دن قبل ہی وہ اپنے اشعار میں بیان کر چکے تھے۔ انہیں فوت ہوئے تقریباً ایک سو بیس سال گذرے ہونگے۔

ملا بلال [اور ان کے جانشین] یہ اصلاً مشہدی، اچھی حالت کے مالک اور مشہور و معروف شخص ہو گذرے ہیں۔ ان کا بیٹا ملا طاہر ملائیت میں اپنے وقت میں یگانہ تھا۔ ان کے بعد ملا اللہ ڈنہ ان کے جانشین ہوئے۔ یہ انتہائی متوکل اور ظریف الطبع شاعر تھے۔ کہتے ہیں کہ رات کے وقت جو کچھ

www.maktabah.org

بھی ان کے گھر میں بچ رہتا تھا وہ سب راہ خدا میں خیرات کردیا کرتے تھے - چونکہ وہ پالہ (مچھلی) کے سوا اُور کچھ نہ کھاتے تھے اس لئے انھیں "پلہ قلی" کا لقب دیا گیا تھا - مولانا محمد حسین جو علمیت میں اپنے وقت میں مشہور ھو گذرے ھیں انھی کے فرزند ھیں - ان کا بیٹا محمد صادق بھی ایک لایق مرد اور شیخ عبدالغنی کا شاگرد تھا - اس کی اولاد باقی ھے - [۵۸۵]

عبدالرؤف منشی [اور ان کے بیٹے] - یہ قوم کے بڑھئی تھے - لیکن انھوں نے تختیٔ فصاحت کو بلاغت کے رندے سے خوب ھموار کرکے اسے نقوش کمال سے منقّش کیا تھا - شاھجہانی عہد کے آخری زمانے اور عالمگیری عہد کی ابتدا میں ٹھٹے کے حکام کے ھاں یہ منشی گری میں مشہور و معروف ھوئے - وہ بڑے اچھے خوشنویس تھے - ان کے فرزند محمد عطوف بھی والد کے فن کو اجاگر کرتے رھے -

حافظ ابراھیم - یہ لاکھاوٹ قوم کے فرد تھے - علمی فیض میں یہ اس قدر بلند مرتبے پر فایز ھوئے کہ شاھجہان بادشاہ کے فرزند دارا شکوہ کے معلم مامور ھوکر زمانے میں مشہور ھوئے -

شیخ عبدالرحمان [اور ان کا بھتیجا] - یہ مخدوم نور محمد بکھری کی ، جن کا ذکر ھو چکا ھے ، اولاد میں سے ھیں - اپنی اعلیٰ فضیلت اور قابلیت کی بدولت وہ مفتیوں کی جماعت شمار ھونے لگے تھے - ان کے بھتیجے میاں قمرالدین ، جو نادر شاہ کے زمانے

www.maktabah.org

میں تقسیم معاش کے عہدے پر مامور تھے ، اپنے وقت کے نامور فرد ہو گذرے ہیں ۔ وفات کے وقت وہ اولاد چھوڑ گئے ۔

عبدالرحمان سیفی قادری [اور ان کا بھتیجا] ۔ علوم تعویذات میں یہ اپنے عہد میں یگانہ تھے ۔ بادشاہ عالمگیر نے سنتا وغیرہ کافروں کے قتل کے بارے میں ان کے عجیب و غریب عملیات اور احکام دیکھ کر انہیں "سیف الرحمان سنتا کش" کالقب دیا تھا ۔

ان کا بھتیجا میاں محمد رفیع بھی اس فن کا علمبردار ہوکر بزرگی کے ساتھ اپنی زندگی گذار گیا ۔

محمد شریف بن میاں بیگ محمد ۔ یہ علم تعویذات کے مشہور استاد اور لایق و فایق شخص ہو گذرے ہیں ۔ انہیں اپنی شہرت پسند نہ تھی اسی وجہ سے حالت مسکینی میں یہ دنیا سے رخصت ہوئے ۔ مذکورہ میاں قمرالدین ان کے نواسے تھے ۔ [۵۸۶]

فاضل خان ۔ اصل نام ملاؒ عثمان ، ساکن موضع کھلی ، ذات سمیجہ ۔ یہ مذکورہ مخدوم محمد معین کے دادا مخدوم طالب اللہ کے مرید تھے ۔ جب یہ سن شعور کو پہونچے تو ٹھٹے آ گئے اور یہاں تعلیم مکمل کی ۔ اس کے بعد جہان آباد چلے گئے ۔ قابل خان میر منشی کے فوت ہونے کے بعد یہ صدرالصدور اور میر منشی کے مدارج پر ترقی پا کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی زندگی گذار گئے ۔ نواسوں کے علاوہ انہوں نے

www.maktabah.org

کوئی اولاد نہ چھوڑی -

محمد شفیع [اور ان کی اولاد] - یہ مخدوم عبدالرحیم بدینوی، (جن کا ذکر کیا جا چکا ھے)، کے فرزند اور اپنے وقت کے ایک با فضیلت اور ممتاز شخص تھے - شہر ٹھٹہ کے مفتی کے عہدے پر سرفراز ھوکر اور اپنا نائب یہاں چھوڑ کر جہان آباد چلے گئے - وھاں ان کے دو بیٹے پیدا ھوئے - ایک شیخ نعمت اللہ اور دوسرے شیخ غلام حسین - یہ دونوں بھی مفتی اور وھاں کے قاضی القضات کے نائب ھوئے - ٹھٹے میں یہ اپنے دوسرے دو فرزند شیخ عطا اللہ اور شیخ عنایت اللہ نامی کمسن چھوڑ گئے تھے - بڑے ھوکر یہ بھی ٹھٹے کے مفتی ھوئے - اب شیخ عطاء اللہ کے بعد ان کے فرزند محمد کریم مفتی ھیں - شیخ عنایت اللہ بذات خود حیات اور مذکورہ منصب پر اپنے عہد میں مشہور ھیں -

شیخ عبدالحمید [اور ان کی اولاد] - یہ ایک با کمال اور بے نیاز شخص تھے - جنات عالم ان کے تابعدار تھے جس کی وجہ سے "جناٹی" (جناتی) کے لقب سے مشہور ھوئے - ان کے بیٹے شیخ محمد میر جوانی ھی میں گجرات چلے گئے اور وھیں عزت و شہرت کے ساتھ رہ کر فوت ھوئے - ان کے بعد دو فرزند، شیخ محمد مرید اور شیخ محمد کریم نامی باقی رھے - یہ دونوں سنہ ۱۱۵٦ھ میں سورت بندر میں دیکھے گئے تھے جہاں سیر کرنے کی غرض سے جانا ھوا تھا - کچھ عرصے کے بعد محمد مرید فوت ھو گئے اور اب صرف شیخ محمد کریم حیات ھیں - [۵۸۷]

شیخ موسیٰ - یہ نصرپور کے ایک نو مسلم تھے - ٹھٹے کے

عہدیداروں میں یہ برگزیدہ اور ممتاز افراد کی فہرست میں شمار کئے جاتے تھے - یہ شاہ عنایت اللہ صوفی کی جنگ میں قتل ہوئے - ان کی اولاد باقی ہے -

شیخ محمد زمان - یہ ایک باعزت عہدیدار اور باتوفیق شخص تھے اور ممتاز افراد کی فہرست میں شامل تھے - ان کے فرزند کاظم خان اور قاسم حسن خان اپنے وقت کے نامور افراد میں سے تھے - ان میں سے کاظم خان بادشاہ کے دیوان کے مرتبے پر فایز ہوے - اب ان کے نواسے میاں محمد رفیع ایک صالح جوان اور محمد اعظم ایک لایق شاعر اور بزرگوں کی یادگار ہیں -

قاسم حسن خان اعلیٰ خدمات کی بدولت ممتاز افراد کی فہرست میں شامل ہیں اور ایک خوش اطوار و خلیق نوجوان ہو گذرے ہیں - میاں محمد نامی ایک کمسن فرزند ان کی یادگار ہے -

[شیخ عبدالعزیز] یہ موضع ہالا کنڈی (ہالا) کے باشندے اور ایک قابل و ہوشیار شخص تھے - نواب امیر خان کی خدمت میں مامور تھے - آخر عمر میں ہالہ سے اٹھ کر انھوں نے ٹھٹے کی سکونت اختیار کی تھی -

انھوں نے شیخ عبدالہادی اور شیخ عبدالسلام نامی دو فرزند چھوڑے - شیخ عبدالہادی کے بعد ان کی کوئی یادگار نہ رہی - شیخ عبدالسلام ہندوستان جا کر لاہور کے خالصہ علاقہ کی دیوانی [کے عہدے] پر سرفراز ہوئے - ان کے بعد ان کے پانچ بیٹے رہے - ۱- شیخ عبدالرزاق ، ۲- شیخ محمد سعید ، ۳- شیخ عبدالرحمان ، ۴- شیخ عبدالعزیز اور ۵- شیخ محمد شفیع -

www.maktabah.org

[ان میں سے] عبدالرزاق اور محمد سعید علم و تقویٰ کے زیورات سے آراستہ تھے اور شیخ عبدالرحمان جامع الکمالات تھے۔ انھوں نے اپنی عمر نواب نظام الملک کی خدمت میں دکن میں گذاری۔ شیخ عبدالعزیز عالمگیر کے زمانے کی [۱۰۸۸] ابتدا میں ھندوستان جا کر "دو صدی ذات" کے مرتبے سے سرفراز ھوئے اور بہادر شاہ کے زمانے میں حضور میں درخواست کر کے یہ منصب اپنے ایک عزیز شیخ محمد حسن کو بخش دیا۔ [اس کے بعد] دوبارہ ھندوستان جا کر "دو صدی ذات" "بخشی گری" اور سیوستان کی "واقعہ نگاری" کے مناصب حاصل کئے۔ شیخ محمد شفیع نے بھی عالمگیر کے زمانے میں ھندوستان جا کر "دو صدی ذات" کا منصب حاصل کیا تھا اور آخر عمر میں اپنے بھائی عبدالعزیز کی جانب سے "بخشی" اور سیوستان کے "وقائع نگار" کے عہدوں کے نائب بھی رھے۔ انھوں نے اپنے بعد دو فرزند چھوڑے۔ ایک شیخ محمد رفیع اور دوسرے محمد اعظم۔ محمد رفیع فرخ سیر کے زمانے میں "چہار صدی ذات" کے منصب پر جا پہونچے اور محمد اعظم اپنے والد کے بلاوے پر نادر شاہ کے زمانے میں والد کے منصب پر فایز ھوئے۔ "تحفۃ الطاھرین" انھی کی تالیف ھے۔ یہ دونوں بھائی، جیسا کہ بیان ھو چکا ھے، کاظم الدین خان کے نواسے ھیں۔

مرزا شاد کام [اور ان کے فرزند] یہ نو مسلم تھے اور شاھی عہدیداروں کی فہرست میں ایک مشہور و معروف شخص اور نیک صفات سے موصوف ھو گذرے ھیں۔ ان کے فرزند محمد سرفراز ایک قابل شخص ھوئے ان کی وفات سنہ ۱۱۶۹ھ میں ھوئی۔

www.maktabah.org

شیخ محمد مرید [اور ان کی اولاد] یہ ایک نو مسلم راے زادے تھے اور سیوستان میں رہا کرتے تھے۔ عالمگیر کے زمانے میں ٹھٹے کی قانون گوئی کا منصب حاصل کرکے وہاں کی سکونت اختیار کی اور اپنی زندگی کی مدت نہایت انسانیت اور اعلیٰ صفات سے مزین رہ کر ممتاز افراد کی حیثیت سے گذاری۔ ان کے فرزند شیخ محمد محفوظ ایک لایق، انسان دوست شخص اور موجودہ دور میں بے نظیر ہیں۔ ان کی دلکش شخصیت میں بزرگوں [۵۸۹] جیسی صفات اور نیکو کاروں جیسی خوبیاں موجود ہیں۔ سالہا سال سے یہ نواب غلام شاہ خاں کی خدمت میں ملازم اور شاہی درباروں میں وکیل بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ فن شاعری میں کامل استاد ہیں اور "سرخوش" تخلص کرتے ہیں۔

ان کے فرزند قمرالدین ہر طرح بزرگوں کی خوبیوں کا مجموعہ ہیں۔ یہ جوانی ہی میں لایق و فایق ہوکر حکام کی محفل میں آمد و رفت کا سلیقہ بحسن و خوبی حاصل کرکے شاہی لشکر کی وکالت کے منصب پر سرفراز ہوئے اور کئی سال سے بادشاہ کے لشکر میں رہتے چلے آرہے ہیں۔ سنہ ۱۱۸۸ھ میں سندھ کے حکمران کی جانب سے انھیں "خانی" کا خطاب اور دیرہ غازی خان کی گورنری کا اعزاز ملا۔ طبع موزوں کے حامل ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی خاندانی شوق کے مطابق وہ ابیات و غزل میں بھی فکر کیا کرتے تھے اور "عشرت" تخلص کرتے تھے۔

شیخ بیگ محمد [اور ان کے فرزند] یہ فاضل خان صدر الصدور

www.maktabah.org

کے نواسے اور میر منشی تھے۔ انھوں نے بڑی عزت و شہرت کے ساتھ زندگی گذاری۔ ان کے فرزند شیخ محمد رفیع اپنے وقت کے سخی اور ممتاز افراد شمار کئے جاتے تھے۔ اپنے بعد انھوں نے اچھا نام چھوڑا۔

منشی محمد عارف۔ یہ نصیرانی قبیلے کے ایک مخدوم زادے ہیں۔ خوشخطی اور اس کی برجستگی میں ممتاز ہیں۔ نواب صادق علی خان کے زمانے سے یہ حکام کے منشی ہیں۔ آج کل والیٔ سندھ میاں غلام شاہ خاں کے فرزند سرفراز خاں کی سرکار میں میر منشی اور بزرگانہ خوبیوں کے جامع ہیں۔

میاں محمد افضل نامی ان کے فرزند عنفوان شباب ہی میں بڑی لیاقت حاصل کرکے سنہ ۱۱۷۸ھ میں وفات پاگئے۔ ان کا ایک شیر خوار بیٹا [۵۹۰] محمد معظم نامی اب ان کی یادگار ہے۔ راقم الحروف (قانع) نے ان کی تاریخ وفات اس مصرع میں دریافت کی ہے "باد آن جهان نزد محمد افضل"۔ (سنہ ۱۱۷۸ھ)۔

مذکورہ محمد عارف سنہ ۱۱۸۸ھ میں فوت ہوئے۔

محمد صالح۔ علم سیاق (جفر) میں ایک رسالہ "دستورالسیاق" نامی ان کا تالیف کردہ مولف [قانع] کی نظر سے گذرا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ددھیال کی جانب سے یہ قاضی ڈتہ سیوستانی کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی پیدائش و پرورش ٹھٹے میں ہی ہوئی ہے۔ چونکہ یہ کمالات سے معرّیٰ نہیں ہیں اس لئے ضرور اپنے وقت کے نامور افراد کے زمرے میں رہے ہونگے۔

ملا یوسف [اور ان کے فرزند]۔ یہ اپنے وقت کے ایک نامور ملا تھے۔ ان کے فرزند ملا عبدالرسول علم بلاغت میں مشہور

www.maktabah.org

تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ایک متبرک نسخہ "نفائس الافکار فی عرائس الابکار" نامی مولف [قانع] کی نظر سے گذرا ھے۔ یہی نسخہ ان کی بلاغت کے ثبوت کے لئے کافی ھے۔

محمد عارف - شرعی وکیل - انھوں نے زیادہ مدت ھندوستان میں گذاری - [چونکہ] یہ نواب، مہابت خان کاظم کے لڑکپن میں ان کے معلم رھے تھے اس لئے مذکورہ نواب کی گورنری کے زمانے میں ٹھٹے آکر انھوں نے بڑے اچھے حال میں وقت گذارا -

آخوند محمد یعقوب - المشہور بہ فارسی خوانده - معلمی میں یہ اپنے وقت کے بیشتر علما پر فوقیت رکھتے تھے - ساری زندگی مجرد رہ کر گذارنے کے بعد یہ بہت ضعیف‌العمر ھوگئے تھے لیکن مین رسیدگی اور ضعف کے باوجود یہ روزانہ رات کے آخری پہر بیدار ھوکر صبح کی نماز جاکر پیر پٹھہ میں پڑھا کرتے تھے اور صبح ھوتے ھوتے گھر واپس آجایا کرتے تھے - ان کا وجود تبرک تھا - اس کتاب کی تالیف سے چند سال پیشتر فوت ھوئے ھیں - [۱۱۹۰]

ملا محمد فاضل - یہ مولہ ٹھٹہ میں رھا کرتے تھے اور اپنے وقت کے ایک برگزیدہ ملا ھو گذرے ھیں - کبھی کبھی اشعار میں بھی فکر کیا کرتے تھے اور حق سخن کماحقہ بجا لاتے تھے -

خوشنویسوں کا طبقہ

اگرچہ بیانات بالا میں بھی اس فن کے کافی ممتاز افراد کا ذکر ھو چکا ھے لیکن یہاں صرف اس برگزیدہ فن میں مشہور

www.maktabah.org

و معروف افراد کا ذکر مقصود ہے۔

حافظ رشید خوشنویس۔ جام نظام الدین اور جام فیروز کے زمانے میں یہ مہارت خوشنویسی کے علمبردار تھے۔ ان کا شمار وقت کے ممتاز افراد میں ہوا کرتا تھا۔

سید حسن خوشنویس۔ یہ ترخانی دور میں فن خوشنویسی کے ماہر تھے۔ ان کے فرزند سید محمد طاہر بھی مشہور سانوں خطوط میں جامع اور بڑے ممتاز افراد میں شمار ہوتے تھے۔

مخدوم الیاس خوشنویس۔ یہ مخدوم محمد یوسف کے فرزند تھے۔ اور خطوط نسخ و نستعلیق میں مہارت تامّہ رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے یہ مشہور استاد تھے۔ سید رشید جیسے شاگردان رشید ان سے استفادہ کرکے فن کے کمال کو پہونچ گئے تھے۔

سید رحمت اللہ۔ یہ سید ابوالقاسم بیگلار کے فرزند تھے۔ خط نستعلیق میں یہ اپنے وقت میں بڑے مشہور و معروف ہو گذرے ہیں۔

شیخ محمد فاضل۔ یہ شیخ محمد یوسف کے فرزند اور شاھجہان بادشاہ کے ھمعصر تھے۔ خط ثلث کی کتبہ نویسی میں اپنے عہد میں یگانہ تھے۔

شیخ محمد بن شیخ محمد فاضل بھی اپنے والد کی طرح کتبہ نویسی میں ماہر تھے۔

شیخ عبدالواسع خوشنویس۔ خط نستعلیق میں یہ اپنے وقت میں مشہور و معروف ہو گذرے ہیں۔ شاہ جہاں بادشاہ کے حضور میں [۵۹۲] حاضر ہوکر یہ فرامین اور نشانات رقم کرنے پر مامور ہوئے۔ ان کے سات فرزند ہوئے۔ ۱- شیخ

www.maktabah.org

عبدالسمیع، ۲۔ شیخ عبدالشکور، ۳۔ شیخ عبدالغفور، ۴۔ شیخ محمد معین ۵۔ شیخ عبدالحق، ۶۔شیخ محمد شریف اور ۷۔ شیخ عبدالرؤف ۔ ان میں سے ہر ایک والد کی طرح فن خوشنویسی کا ماہر ہوا، اور والد کی جگہ پر اس بارگاہ کی منشی گری پر فائز ہوا جہاں سلاطین زمانہ بھی سجدہ ریز ہوا کرتے تھے ۔

سید علی ۔ یہ ایک نامور استاد، مہارت کاملہ کے مالک اور فنون خوشنویسی میں جامع تھے ۔ ان کے اکثر شاگرد اوج کمال پر جا پہونچے ہیں ۔ سید مہدی مرحوم، جو ان کے فوت ہونے کے بعد ان کی مسند آباد کئے رہے، خواجہ محلے میں رہنے والے، سید احمد، ان کے پوتے ہیں ۔

میاں شیخ محمد ۔ یہ مذکورہ سید علی کے شاگرد ہیں ۔ ساتوں خطوط میں مشہور و معروف تھے ۔ ان کے فرزندوں میں سے شیخ ابوالفضل خوشنویسی میں مشہور ہو گذرے ہیں ۔ شیخ محمد پناہ بھی کمالات خوشنویسی میں جامع اور اکثر خوشنویسوں پر فوقیت رکھتے تھے ۔ اتفاقاً یہ عین جوانی ہی میں انتقال کر گئے ۔ ان کے فرزند محمد عالم بے مثال خوشنویس اور اس فن کے منفرد ماہر ہیں ۔

سید نعمت اللہ ۔ یہ بھی اپنے وقت کے بے نظیر خوشنویس ہو گذرے ہیں ۔

میر محمد بزرگ رضوی ۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے، اپنے والد اور شاہ بندر کے خوشنویسوں، محمد شفیع اور ہدایت اللہ زریں رقم کے شاگرد تھے ۔ یہ فن خوشنویسی کے ایک بڑے استاد اور اپنے وقت میں مشہور و معروف ہو گذرے ہیں ۔

www.maktabah.org

خواجہ میر شریف - یہ خواجہ میر شہاب الدین کی، جن کا ذکر آچکا ہے، اولاد میں سے، سید علی کے شاگرد اور ایک مشہور خوشنویس ہیں - ان کے فرزند [۵۹۳] خواجہ میر مرتضیٰ جن کی صفات بیان کی جا چکی ہیں، اب اس فن کے اساتذہ میں اپنے وقت کے مشہور و معروف فرد ہیں -

میاں حبیب اللہ - یہ مذکورہ سید علی کے شاگرد اور ساتوں خطوط میں کامل ہو گذرے ہیں - ان کے فرزند میاں تاج محمد آج کل اپنے وقت کے مشہور خوشنویس اور ان کی یادگار ہیں -

درویش علی بیگ - یہ مغل قوم کے فرد اور نامور خوشنویس تھے - ان کے پوتے درویش علی بیگ نامی بھی دادا کی طرح اس فن کے ماہرین کی صف میں تھے -

سید میر محمد - یہ سید علی کے ایک شاگرد ہیں - خط ثلث ایک خاص طرز میں لکھتے ہیں اور نسخ میں بھی مہارت رکھتے ہیں - کتنے ہی عرصے تک حجاز اور یمن میں رہ کر ٹھٹے واپس لوٹ آئے تھے لیکن پھر وہیں چلے گئے اور اب مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہیں -

شاعران بلاغت نشان کا طبقہ

جو بلاغت میں اپنے زمانے میں مشہور ہیں -

مذکورہ صفحات میں اس گروہ کے بھی بہترے افراد کا ذکر آچکا ہے لیکن یہاں اس طبقے کے صرف مشہور و معروف افراد کا حال بیان کیا جاتا ہے -

محمد مقیم - یہ ترخانی عہد میں، میدان سخن میں مہارت کا پرچم بلند رکھتے آئے - مرزا جانی بیگ کے ساتھ یہ دربار

www.maktabah.org

اکبری میں بھی گئے تھے - مومل اور میندھرا کی عشقیہ داستان "ترنم عشق" کے نام سے ان کی یادگار ہے -

ملا عبدالرشید - یہ لاھری بندر کے رہنے والے تھے اور اپنے وقت میں فقہ اور فن شاعری میں مشہور و معروف تھے - مرزا غازی بیگ نے ان کی صحبت اور ان کے اشعار پسند کرکے خطیر مالی امداد عطا کرنے کے بعد انھیں ان کے اصلی وطن سے بلا کر "خانی" کے خطاب سے سرفراز کیا تھا - [۵۹۴]

عبدالقیوم لطیفہ گو - یہ خوش طبع اور روشن مزاج شاعر، [شہنشاہ] جہانگیر کے ہمعصر اور میر معموری مظفر خان کے ایک رفیق تھے - خوش طبعی کا مرقع "شہر آشوب" ان کی یادگار ہے -

دالشور - تخلص "شہرتی"، یہ ٹھٹے کے ایک بہت بڑے شاعر اور میر عبدالرزاق مظفر خان معموری کے ہمعصر ہیں - مکمل شاعرانہ وضع رکھتے تھے - عالمگیر کے زمانے میں [سندھ کے] پہلے حاکم قباد خان کے ایام تک حیات رہے - مشہور دیوان کے مالک ہیں -

ملا محب علی - یہ بڑے فاضل و کامل اور جلیل القدر شاعر تھے - علم صرف (۱) میں عام لوگ ان پر بڑا اعتماد رکھتے تھے - انھوں نے جہانگیر اور شاھجہاں کے دربار میں رہ کر

(۱) یہاں اصل متن میں "علم تصریف" ہے جس کے معنیٰ ہیں "علم صرف" جیسا کہ ترجمہ میں رقم کیا گیا ہے - لیکن اس کا مفہوم رقوم کا تبادلہ، روپئے کی لین دین اور صرافہ بھی ہو سکتا ہے - واللہ اعلم -

www.maktabah.org

بڑے اعتبار اور امتیاز کے ساتھ زندگی گذاری -

ملا محمد صوفی - یہ مرزا غازی "وقاری" کے زمانے کے جلیل القدر شاعر تھے - یہ زیادہ تر انھی کے ساتھ بزم مشاعرہ منعقد کیا کرتے تھے اور ان کے ایک بلند مرتبہ ندیم تھے -

غیوری عرف شکر - یہ ایک صاحب دیوان شاعر ہیں - میر لطف اللہ شیرازی انجوی کے والد میر بزرگ کی وفات پر انھوں نے ایک عمدہ قطعہ تاریخ کہا تھا جس میں مادۂ تاریخ یہ تھا -

"سروش گفت نماندہ بشهر تتہ بزرگ"

یہ میاں عبداللہ کے فرزند، قبیلہ مغلیہ کے فرد، میر محمد حسین کے ہمعصر اور ضرب خانہ (ٹکسال) میں سکے نقش کرنے کے کام پر مامور تھے - سکۂ سخن پر یہ بہت خوب نقاشی کیا کرتے تھے - انھیں حضرت پیر علیہ الرحمۃ [۵۹۵] کی خلافت کی اجازت بھی حاصل تھی - ان کا دیوان متداول ہے - مشہور مہر ساز محمد فیاض انھی کا نواسہ ہے -

شہرتی - یہ اپنے وقت کے مشہور ترین شاعر ہیں - ان کی اولاد باقی نہیں رہی -

محمد فاضل - یہ مذکورہ شیخ علی محمد خوشنویس کے فرزند اور برجستہ شاعر تھے -

حیرتی - یہ ایک نامور شاعر اور شہرتی کے ہمعصر تھے -

ملا سلامی اور ملا عبدالحکیم - یہ دونوں بھائی وقت کے مشہور و معروف اور خوش طبع شاعر تھے - ملا سلامی کے عجیب اور مزاحیہ اشعار زبان زد عوام ہیں - یہ دونوں خواجہ عطاءاللہ قاضی محمد حسن اور شیخ میرک عبدالوہاب کے ہمعصر ہیں -

www.maktabah.org

ملا عبدالحکیم - تخلص "عطا" - یہ اخلاق حمیدہ کے جامع اور تقویٰ و پرہیزگاری میں کامل تھے - پورے تیس سال تک ، راتوں کو عبادت اور دن کو روزے اختیار کرکے ، عشا کی نماز سے لے کر فجر تک ایک ہی وضو میں ، یہ نعت رسول اور حضرت علی و امامین کی منقبت رقم کرنے میں مشغول رہا کرتے تھے - اس طرح انھوں نے ایک لاکھ شعر پورے کئے تھے اس کے علاوہ دو تین دیوان دو تین مثنویاں بھی ہیں - ان کا کلام متقدمین کے طرز پر فصیح و سلیس ہے - [انھوں نے] عمر طبعی پائی - ہمیشہ سبز لباس پہنتے تھے - عوام و خواص ان کے بڑے معتقد رہا کرتے تھے - ان کی اولاد بھی زیور شاعری سے آراستہ رہتی آئی ہے -

محمد ضیا - یہ مذکورہ ملا عبدالحکیم "عطا" کے بھتیجے تھے اور شاعری میں ان سے افضل ہونے کے علاوہ شہرت و عزت میں بھی ان سے زیادہ ممتاز ہوئے - سن شعور کو پہونچتے ہی انھوں نے جہان آباد کا سفر [۵۹۶] اختیار کیا اور مرزا بیدل کی خدمت اختیار کی جنھوں نے انھیں "قیامت" تخلص عطا کیا - کچھ عرصہ کے بعد نواب مہابت خان کاظم کے ہمراہ یہ بڑے اعزاز کے ساتھ ٹھٹہ واپس آئے - مذکورہ نواب نے انھیں اپنا ندیم خاص بنایا اور ان کی سکونت کے لئے خورشید باغ میں مشہور حویلی تعمیر کرائی - وہ ایک رنگین دیوان کے مالک ہیں -

مسکین - یہ مذکورہ ملا عبدالحکیم کے فرزند "ضیا" کے بعد ان کی مسند کے قائم مقام ہوئے - اشعار میں یہ والد اور "ضیا" کی تقلید کرتے تھے اور توکل کے ساتھ وقت گذارا کرتے تھے -

www.maktabah.org

ان کی اولاد موجود ہے۔

محمد میر۔ عرف میاں هاشو بن میاں داؤد۔ انهوں نے عربی کی خاص تعلیم حاصل کی تھی۔ فکر اشعار میں یه میاں محمد ضیا کے هم خیال تھے۔ منصب احتساب کی امید پر نواب اعظم خان کے ساتھ وہ جهان آباد چلے گئے تھے۔ لیکن وهاں سے پھر بکھر واپس آئے هی تھے که محتسب اجل نے ان کا حسابِ حیات بے باق کر دیا۔

"خادم"۔ ملا یار محمد نام۔ اپنے وقت کے یه ایک مشهور اور صاحبِ بلاغت شاعر تھے۔

محمد رضا۔ تخلص "هاشمی"۔ عالمگیر کے عهد میں یه ایک مشهور ظریف شاعر تھے۔

"شوقی"۔ نام محمد حسین بن ملا عبدالرؤف۔ یه ایک لایق عالم تھے۔ عمر کا طویل حصه جهان آباد میں گذار کر کچھ عرصه کے لئے ٹھٹه آکر یهاں کی صدارت اوراحتساب کے عهدوں پر فایز هوئے۔ مذکورہ شیخ عبدالباسط ان کے نائب هوا کرتے تھے۔ یه محمد هاشم رضوی نصرپوری کے مرید اور میر شاہ شکر اللهی کے یار غار تھے۔ شیخ بهائی کے "نان حلوا" کے تتبع میں انهوں نے ایک مختصر مثنوی "نغمات شوقی" کے نام سے نظم کی جو تصوف کے مذاق اور سلوک کی چاشنی پر مشتمل ھے۔ اس میں انهوں نے مذکورہ دونوں [۷۹۵] بزرگوں کی مریدی اور رفاقت کا حق بھی ادا کیا ھے۔ [اس کے علاوہ] ایک دوسری مثنوی "ناز و نیاز"، چند دیگر مثنویاں، غزلیات اور جمله اقسام کے اشعار ان کی یادگار هیں۔ نثر میں بھی وہ

www.maktabah.org

خاص سلیقہ رکھتے تھے -

شیخ عبد الشکور - یہ بلند مرتبہ شخصیت کے مالک تھے اور سلیقۂ اشعار میں مشہور ہو گذرے ہیں - اپنے والد کی وفات کے وقت انھوں نے، تاریخ میں، فی البدیہہ یہ فقرہ جو میت کو قبر میں اتارتے وقت کہتے ہیں کہا تھا، "بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ" (تمھیں اللہ کے نام کے ساتھ قبر میں رکھتے ہیں اور رسول اللہ کے طریقے پر خدا کے حوالے کرتے ہیں) -

"عیشی" - نام عاقبت خان اصلاً راجکمار - یہ ایک معزز عہدیدار اور اپنے وقت کے نامور افراد میں سے تھے - ان کا دیوان مروج ہے - انھوں نے انشا میں بھی ایک عجیب یادگار چھوڑی ہے -

آخوند محمد شفیع - یہ اپنے وقت کے مشہور فارسی دان اور استاد میر عبدالقدوس شیرازی کے رفیق ہیں - ان بزرگ کی ضعیفی میں ان کی زیارت کی گئی اور قصائد عرفی و عروض سیفی کے کچھ حصے ان کی خدمت میں سنے گئے - بڑے اعلی طبع کے مالک تھے - تاریخ کہنے میں تو معجزہ دکھاتے تھے - ٹھٹے کے اکثر حکام اور معزز افراد ان کی تعظیم و تکریم کا بڑا خیال رکھتے تھے -

میر محمود - یہ اصلاً سادات استر آبادی میں سے ہیں - نواب سیف اللہ خان کے ایام میں سنہ ۱۱۳۰ھ میں بلند مراتب درگاھوں کی زیارت سے واپس آکر ٹھٹے میں سکونت پذیر ہوئے - یہاں آکر انھوں نے شادی کی جس سے اولادیں ہوئیں - یہ زیور بزرگی سے اچھی طرح آراستہ تھے - "صابر" تخلص کرتے تھے -

www.maktabah.org

اماسین کی شان اور منقبت میں دفتر کے دفتر نظم کرتے تھے۔ صاحب حال بزرگ تھے۔ چند ماہ ہوئے کہ انتقال کیا ہے۔ [۵۹۸]

محمد محسن [اور غلام علی مداح] یہ نور محمد بن ابراھیم بن یعقوب کے فرزند تھے۔ ان کے بزرگ کچے سوت کا کاروبار کرتے تھے لیکن یہ صاحب علم و فہم ہو کر رنگین طبع ہو گئے تھے۔ سن شعور کو پہونچتے ہی انھوں نے میر لطف علی خان کی خدمت میں تربیت پا کر مذاق شاعری اور اس کے بعد بعض با کمالوں کی صحبت اختیار کر کے کمال حاصل کیا۔ ٹھٹے میں لطافتِ سخن اور ملاحتِ کلام میں اس پایہ کا کوئی اور شاعر پیدا نہ ہوا۔ منقبتِ اھلبیت میں "عقد دوازدہ گوھر"، حضرت صاحب الزمان (امام مہدی) کی ولادت کے بیان میں "طراز دانش" [اس کے علاوہ] "اعلام ماتم عرف حملۂ حسینی" اور اشعار و قصائد کا دیوان وغیرہ ان کی نظم کی یادگار ہیں۔ ان میں سے ھر ایک میں انھوں نے حق شعر کما حقہ ادا کیا ہے۔

ان کے فرزند میاں غلام علی متخلص بہ "مداح" نے آج کل والد کی شاعری کے علاوہ [زبان] عربی کی تحصیل میں سے بھی خاصہ حصہ پایا ہے۔ یہ ایک ذہنِ عاقل اور طبعِ کامل کے مالک ھیں۔

محمد پناہ۔ تخلص "رجا"۔ شعر میں یہ، جناب میر حیدرالدین ابو تراب متخلص بہ "کامل" کے شاگرد ھیں اور لطافت طبع

www.maktabah.org

وجدت طبع کی وجہ سے اشعار میں باریک نکات بیان کرنے اور تاریخ کہنے میں عجیب فکر کے مالک ہیں۔ یہ بڑے دلچسپ اور مجالس کی رونق مشہور ہیں۔ درویشوں اور اہل اللہ سے عقیدتمندانہ روش رکھتے ہیں۔ آج کل ٹھٹے کے شعرا میں ان کا دم غنیمت ہے۔

"واثق"- نام آقاے محمد صالح ، اصلاً تبریزی ۔ سورت بندر پیدا ہوئے اور ٹھٹے میں پروان چڑھے اور ممتاز افراد کی صف میں زندگی گذاری ۔ آقائے محمد کریم اصفہانی کی وفات کے بعد نادری دور میں یہ رعایا کے وکیل تھے۔ اس کے بعد انھوں نے ساری عمر ممتاز حیثیت میں بسر کی۔ یہ ایک برجستہ [۵۹۹] مذاق شاعر، مصور، طراح اور بے نظیر خوش نویس ہو گذرے ہیں۔ محفل امرا و شرفا میں بزرگانہ گفتگو کے دلکش انداز میں یہ آپ اپنے ثانی تھے۔ انھوں نے سنہ ۱۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

"فائز"- نام شیخ عبدالسبحان بن شیخ مرتضیٰ اور تخلص "فائز" ہے۔ شیخ مرتضیٰ اور ان کے بھائی شیخ شجاع شاہی عمال میں سے تھے اور عہدوں پر سرفراز رہ کر اپنی زندگی گذار گئے اور یہ ایک ظریف اور لطیفہ گو شاعر پیدا ہوئے۔ ایہام اور حاضر جوابی میں بے حد مشہور ہیں۔ محبت اہلبیت بے حد رکھتے تھے۔ زیادہ تر انھوں نے مناقب میں آزمائی کی ہے۔ میاں نور محمد کے عہد حکومت کے آخر میں اہلبیت کی محبت میں غلو کرنے کی وجہ سے حاسدین کی جماعت نے ان کی

www.maktabah.org

بڑی بے عزتی کی لیکن اسے انھوں نے عین سعادت سمجھا۔ ان کے مولود بے حد مقبول اور ہر خورد و کلاں کی زبان پر جاری ہیں۔ فقیر (مولف میر قانع) نے ان کی وفات پر ایک قطعہ تاریخ کہا ہے جس میں مصرعہ "فائز رحمت سبحان شد گفت" سے تاریخ نکلتی ہے۔

ان کے بھائی محمد رفیق بھی اب گاہے گاہے بھائی کی طرح فکر سخن کیا کرتے ہیں۔ یہ ایک سیدھے سادھے اور سلیقہ مند انسان ہیں۔

آخوند فیض اللہ۔ تخاص "طپش"۔ یہ بڑے با سعادت ملا تھے۔ اشعار خیالی کے [مطالب] حل کرنے میں انھیں کمال دسترس حاصل تھی۔ ان کی نثر ایک خاص طرز رکھتی ہے اور نظم بھی مذاق [اعلی] سے معرا نہیں ہے۔

اسد اللہ۔ تخلص "تابع"، یہ ٹھٹے کے ایک مخدوم ہیں اور محمد منعم جو "نرائی" کے اقب سے مشہور ہیں، ان کے فرزند اور محمد محسن کے شاگرد ہیں۔ طبع خاص کے مالک ہیں۔ کافی عرصے سے سورت بندر کی طرف اقامت پذیر ہیں۔ [۶۰۰]

غلام محمد۔ یہ آخوند محمد احسن کے فرزند، درس فارسی میں وقت کے تبرک اور اس زمانے کے جملہ شاگردوں کے استاد ہیں۔ کبھی کبھی تاریخ اور قطعات کہنے میں بھی برجستہ فکر کیا کرتے ہیں۔ یہ ایک روشن طبع نوجوان اور ملائیت میں نہایت فایق ہیں۔

"مومن"۔ نام مرزا غلام علی، اللہ وردی بیگ گاذرونی کے

www.maktabah.org

ہوتے ، لایق اور مجسم انسانیت نوجوان اور حال کے شاعر ھیں۔ پہلے مذکورہ شیخ قمرالدین کے خدمت میں بادشاھی لشکر میں رھا کرتے تھے۔ آج کلی والیٔ سندھ کے حضور میں ملازم ھیں۔ [٦٠١]

—*○❋○*—

www.maktabah.org

پچیسواں باب

[شہر ٹھٹھ کے اہل اللہ اور گرد و نواح کے اولیا، سالکین اور مجذوبوں کا طبقہ]

(شہر ٹھٹھ کے) مشہور و معروف اہل اللہ کا طبقہ

اس میں تین باب ہیں - پہلے باب میں بعض ان ممتاز اہل اللہ کا بیان ہے جو شہر میں یا اس کے گرد نواح میں آرام پذیر ہیں -

سید کمال شیرازی - سید ملوک ماژندرانی اور شیخ یعقوب کے تین یاروں میں سے ایک یار درس امین، جو اس سے پہلے مناسب مقام پر مذکور ہو چکے ہیں، ٹھٹھ اور نواح کے بزرگوں میں شامل ہیں - لیکن خواہ مخواہ بات کے دہرانے میں کوئی فائدہ نہیں اس لئے سابقہ بیان ہی پر اکتفا کی گئی -

سید شاہ منبه - یہ غوث الثقلین (پیران پیر) کی اولاد میں سے ہیں - یہ بزرگوار، سید کمال شیرازی، جن کا بیان آچکا ہے، اور سید شاہ عبداللہ حسین، جن کا ذکر آگے ہوگا، کے ساتھ شاہ بیگ ارغون کے زمانے میں سید شکراللہ شیرازی کی معیت

www.maktabah.org

میں ٹھٹھہ آئے تھے - ان چاروں بزرگوں کے درمیان بڑی محبت تھی - ان میں سے ان بزرگوار کی قاضی سید شکراللہ کے ساتھ خصوصی صحبت رہا کرتی تھی - پڑوس کی قربت کے خیال سے، یہ اسی جگہ جہاں کہ آج کل آرام پذیر ہیں، ایک مرید کے گھر میں آکر مقیم ہوئے اور تجرد اور پرھیزگاری کے ساتھ اپنی عمر گذار گئے - [۶۰۲]

ان کی کرامتیں روشن اور ان کے مناقب کی نشانیاں مشہور ہیں - ان کی زیارت عام خلق اللہ کی حاجت روائی کی ضامن ہے- جس ماں، بیٹے کے گھر میں یہ بزرگ رھا کرتے تھے، اور جو ان کے خادم تھے، ان دونوں کی قبریں بھی ان کی پائنتی موجود ہیں -

پیر بدر - یہ ایک مقتدر ولی تھے اور ارغونوں کی فوج کشی کے وقت شہید ھو گئے تھے - محلہ جتان میں مشہور و معروف ہیں - ان بلند مرتبہ بزرگ کی عجیب و غریب داستانیں مشہور ہیں - آج تک ان کی زیارت کرامت سے خالی نہیں ہوتی -

پیر عباس - یہ درویش آجر کے ایک ہمعصر بزرگ ہیں جن کا ذکر آگے چل کر ہوگا - ان کے حالات عجیب اور کرامات بے نظیر ہیں -

پیر شاھی - چوکِ ملک امان کے سامنے جہاں اب مدفون ہیں، اسی جگہ ان کا گھر تھا - مرزا عیسیٰ کے زمانے میں فرنگیوں کے حملے میں شہید ھو گئے تھے -

شاہ مسکین - یہ ایک درویش کامل اور بعض لوگوں کے

www.maktabah.org

کہنے کے مطابق ایک عالی نسب سیّد تھے - جہاں اب دفن ہیں اسی جگہ ان کا تکیہ تھا - فرنگیوں کے فساد کا شکار ہوکر شہر ٹھٹہ کے با کمالوں کے ساتھ آرام فرما ہیں - یہ بزرگی کی برتری اور کمالات کی فوقیت میں مشہور ہیں - میاں ابوالقاسم نقشبندی کہا کرتے تھے کہ ٹھٹے میں ان جیسا کامل بزرگ دوسرا کوئی مدفون نہیں ہے - بے شک ان کی زیارت سے ہر قسم کی مرادیں پوری ہوتی ہیں -

سید محمود - سراھیوں (سرائیوں) کے محلے میں یہ ایک مقتدر مشائخ اور افضل ولی ہیں -

کہتے ہیں کہ پہلے ان کی قبر دکھائی نہیں دیتی تھی- ایک شخص نے وھاں مکان تعمیر کرنے کا ارادہ کر کے زمین کھودی تو وھاں ایک [۶۰۳] صحیح و سالم جسم مدفون نظر آیا - اس پر رات کو اسے خواب میں معلوم ھوا کہ یہ بزرگ سید محمود نامی ایک اھل اللہ ہیں - اسی وقت سے [ان کی قبر] خلق اللہ کی زیارت گاہ ہے -

سید محمود - یہ ایک مقتدر ولی تھے - اناج بازار کے مشرق میں ان کا مزار زیارت گاہِ [عوام] ہے - مذکورہ سید محمود [کے ھمنام] دوسرے بزرگ ہیں - قاضیوں کا محلہ [خاص طور پر] ان کا بڑا مرید ہے -

پیر لاکھ - یہ قوم کے کمہار تھے مگر بڑے صاحب حال بزرگ کہے جاتے ہیں - لوگ تبرک کے خیال سے ان کی زیارت بجا لاتے ہیں -

محمد مکائی نیرون کوٹی - یہ اناج بازار میں آرام پذیر ہیں

www.maktabah.org

اور وقت کے ایک بڑے بزرگ کہے جاتے ھیں - کچھ لوگوں
کا کہنا ھے کہ یہاں انھی شیخ مکائی کا ظہور ھے جن کی درگاہ
نیرون کوٹ (حیدرآباد) میں مشہور ھے- بہر حال ان کی زیارت
حاجت مندوں کی مرادیں پوری ھونے کا ایک عجیب وسیلہ ھے-

پیر لدھو- یہ زمانۂ قریب کے ایک ولی ھیں - [زندگی میں]
یہ گدّا بازار کے ایک دوکاندار تھے اور روئی بیچا کرتے تھے-
دوکان کے پر اپنے سامنے یہ ھمیشہ مٹی کے کچھ ٹکڑے (ڈھیلے)
رکھا کرتے تھے - جو بھی مریض یہ مٹی کھا لیتا تھا وہ
شفایاب ھو جاتا تھا - اس وقت کے اھل اللہ ان کی صحبت سے
مرادیں حاصل کرتے تھے - حال ھی میں انتقال کیا ھے- آج
سے چند سال قبل تک ان کے ھم نشینوں میں سے کچھ بزرگ
نظر آجایا کرتے تھے- قصہ کوتاہ، جب انھوں نے وفات پائی تو
ان کی وصیت کے مطابق انھیں اسی دوکان میں دفن کیا گیا -
تقدیراً اس سال بارش قطعی نہ ھوئی جس پر بدفال لوگوں نے
حاکم سے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں ھے کہ ان بزرگ
کے شہر کے اندر دفن ھونے کی ھی وجہ سے بارش بند ھوئی ھے-
چنانچہ حکم ھوا کہ ان کی لاش کو وھاں سے پہاڑی کی طرف
منتقل کیا جائے - اتفاقاً جس صبح کو [۱۲۰۳] ان کا مزار
مسمار کرنے کے لئے مزدور مستعد ھوئے اسی کی شب کو اتنی
اچھی بارش ھوئی کہ بدفال لوگوں کی زبان بند ھوگئی -
اس کے بعد کسی نے ان بزرگ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی -
اب ان کی زیارت حاجتمندوں کی حاجت روائی کا ذریعہ ھے-

سید ابراھیم - تحقیق کے مطابق یہ سید راجو قتال کے پوتے

www.maktabah.org

ھیں - کہتے ھیں کہ ان کے والد کے پاس بزرگوں کی میراث میں لکڑی کا ایک پیالہ تھا ، جسے پانی یا کھانے سے بھرا جاتا تو اس سے ھزاروں آدمی سیر ھو جایا کرتے تھے - [ان کے والد کی] وفات کے بعد خدام وھی پیالہ ان کے پاس لے آئے - انھوں نے یہ پیالہ لے کر توڑ ڈالا - [خدام نے] پوچھا کہ " یہ آپ نے کیا کیا ؟ یہ تو بزرگوں کی یادگار تھا " [انھوں نے] جواب دیا کہ " مجھے یا تمھیں اس سے شہرت کے علاوہ اور کیا حاصل ھوتا "- اس کے بعد وھاں سے سفر کر کے وہ ٹھٹھہ آئے اور یہاں وفات پا گئے - کئی بزرگ ان کی زیارت سے فیضیاب ھوئے ھیں -

شاہ کرکنج - یہ ایک مست درویش تھے - [محلہ] ٭مغلواڑہ کے شمالی جھنڈ کے کنارے پر جہاں اب ان کا مزار ھے، یہیں ان کا درویشانہ تکیہ تھا - سید احمد شیرازی بڑی عقیدت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ھوا کرتے تھے- [درویش موصوف نے] انھیں قطب وقت سید محمد مراد کی ولادت کی خبر دی تھی اور خود کو اس طفل کا مرید ظاھر کیا تھا - معتبرین سے روایت ھے کہ جب سید احمد ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے تو یہ بڑے انکسار کے ساتھ ان کی تواضع کرتے تھے - پھر جب سید محمد مراد کا نطفہ ، رحم مادر میں منتقل ھوگیا تو یہ اپنی جگہ سے [ان کی تعظیم میں] ھلتے بھی نہ تھے اور کہا کرتے تھے کہ میری تعظیمات اس قطب وقت کے لئے ھوا کرتی تھیں جو اب تمھاری پشت سے نکل چکا ھے ، آخری ایام میں یہ [٦٠٥] سیاحت کرتے ھوئے شہید ھو گئے تھے اور اپنا

www.maktabah.org

مر لئے خود ھی آکر اس مقام پر گرے تھے ، جہاں اب مدفون ھیں ، چنانچہ لوگوں نے انھیں وھیں دفن کر دیا ۔ ان کی وفات کے بعد رات کے آخری پہر ایک شیر آکر اپنی دم سے ان کے آستانے پر جھاڑو دیا کرتا تھا ۔ یہاں کے باشندوں او زائرین نے کتنے ھی دنوں تک اس معاملے کا مشاھدہ کیا ھے۔

شاہ شمس ۔ یہ ایک واصل باللہ اور کامل مطلق بزرگ تھے اور بڑی بے نیازانہ اور قلندرانہ زندگی گذارا کرتے تھے ۔ محبت الٰھی کے جوش کے غلبے کی وجہ سے انھیں کسی ایک جا قرار نہ آتا تھا ۔ عالم جذب میں ان سے عجیب کرامتیں ظاھر ھوا کرتی تھیں اور مکاشفے کے نایاب راز بے پردہ ھوا کرتے تھے ۔ یہ شاہ کرکنج کے ھم جلیس اور ھمعصر تھے ۔ نقل ھے کہ وہ (شاہ کرکنج) کہا کرتے تھے کہ یہ شمس تو شمس تبریز سے بھی ایک قدم آگے ھیں ۔ ان کا مزار شاہ کرکنج علیہ الرحمۃ کے پڑوس میں ھے۔

پیر چھٹو ۔ میاں لال چھٹو ، شاہ وجیہ الدین کے فرزند ، جن کا ذکر آگے آئیگا ، اور شاہ جمیل کے مرید ھیں ۔ جیسا کہ بیان ھوگا انھوں نے جیتے جی خود کو دریا میں پوشیدہ کر دیا تھا ۔ یہ ایک قدیم اور مشھور بزرگ ھیں ۔ ان کا مزار ٹھٹے کے مشرق میں مشھور و معروف ھے ۔ ان بزرگ کا کتنے ھی شہروں میں بلکہ خود ٹھٹے ھی میں دو تین مقامات پر ظہور ھے ۔ ان میں سے ایک ٹھٹے کے مغرب میں "تندسر" کے کنارے پر ھے ۔ بعضوں کا کہنا ھے کہ (تندسر کے کنارے والے) بزرگ اسی نام کے دوسرے بزرگ ھیں ۔ اسی وجہ سے وھاں ایک علٰحدہ میلہ

www.maktabah.org

لگتا ہے۔

پیر البو۔ اصلی نام مارکھ ہے۔جام نظام الدین کے داماد تھے۔ بہ ظاہر یہ اس بت خانے کو مسمار کرنے سے باز رکھنے کے لئے آئے تھے جس کی جگہ پر مسجد صفہ تعمیر کی گئی ہے۔ انھوں نے سید مراد شیرازی کے مرید ہوکر دنیا کو مکمل [۶۰۶] طور پر ترک کر دیا تھا۔ ایک دن مذکورہ سید نے ، اسی مقام پر کھڑے ہوکر جہاں وہ اب مدفون ہیں ، ایک پیلو کی جڑ کی مسواک لانے کا حکم دیا۔ انھوں نے وہاں پہونچ کر جس جگہ سے بھی زمین کھودی وہاں ایک بڑا خزانہ نظر آیا۔ [اس طرح] دو تین مقامات پر کھودنے سے جب انھیں خزانوں کے علاوہ اور کچھ نہ دکھائی دیا تو پیر کی خدمت میں واپس آکر یہ حال عرض کیا۔ [اس پر] انھوں نے (پیر موصوف نے) فرمایا کہ "جوکچھ دکھائی دیا وہ کیوں نہ لے آئے؟"۔ عرض کیا کہ "جب میں اسے ترک کر چکاہوں تو اب وہ میرے کس کام کا"۔ [چنانچہ] اسی پر انھیں "البو" یعنی بےطمع کا خطاب عطا کیا۔ قصہ کوتاہ، پیر کے فیض اور اتنی طلب حقیقی کی برکت سے یہ بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔ پیر کی حیات ھی میں انھوں نے وفات پائی اور اھل اللہ کی زیارت گاہ بنے۔ سید مراد رحمۃاللہ علیہ ان کی زیارت کے لئے زیادہ تر جایا کرتے تھے۔

پیر بابو۔ اصل نام کچھ اور ھوگا۔ درویشوں کی صورت میں اسی مقام پر تکیہ میں رہا کرتے تھے جہاں اب دفن ھیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ھے کہ یہ سادات بخاری میں سے ھیں اور

www.maktabah.org

کچھ کا کہنا ہے کہ سادات متعلوی (مٹیاری) سے منسوب تھے۔ [بہرحال] یہ ایک نامور اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ ایک دن انھیں خبر ملی کہ سید مراد شیرازی پیر البو کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں اور اس راستے سے واپس ہونگے۔ یہ ان کے راستے پر جا کر بیٹھ رہے۔ اتفاقاً سید مذکور اس راستے سے واپس نہ ہوئے اور وہ پورا ہفتہ وہیں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد جب دوبارہ سید مذکور پیر البو کی زیارت کرکے اس راستے سے واپس ہوئے اور انھیں بتایا گیا کہ وہ سات دن سے ان کی دیدار کی آرزو لئے ہوئے بیٹھے ہیں تو انھوں نے ان پر نگاہِ توجہ کرتے ہوئے ان کے معاملے کو پایۂ تکمیل پر پہونچایا اور فرمایا کہ " تم واقعی سچے بابو ہو" یعنی بابو جیسے ہو جو ایک مشہور ریاضت کرنے والے [ہندو جوگی] تھے۔ قصہ کوتاہ، تکمیل مقصد کی غرض سے موصوف سید نے انھیں کچھ سیر و سیاحت کی ہدایت فرمائی [چنانچہ] [۶۰۷] وہ بظاہر سر زمین ککرالہ میں سیر کر رہے تھے کہ کھیری قوم کی ایک جماعت نے انھیں شہید کر دیا۔ وہاں سے وہ اپنا سر خود ہی ہاتھ میں لئے دوڑتے ہوئے آرام گاہ تک آئے۔ وہاں پہونچنے پر شہر کے کسی آدمی نے یہ [ماجرا] دیکھ کر دوسروں سے بیان کیا جس پر [لوگوں نے آکر] انھیں دفن کیا۔ ان کی درگاہ زائرین کا مقصد اور عشاق کا مطلب ہے۔

پیر دادن۔ یہ ایک جلیل القدر پیر اور ولی کامل ہیں اور برہنہ سر پراگندہ مو اور تکیہ دار درویش تھے۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ سید محمد یوسف رضوی کے ہمعصر تھے اور کچھ

www.maktabah.org

لوگوں کا کہنا ہے کہ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں - بہر حال مذکورہ سید کا اپنی اولاد کو حکم ہے کہ اگر کسی مشکل میں مجھ تک نہ پہونچ سکو تو پھر دعا کے لئے ان سے رجوع کرنا - بے شک ان کی درگاہ حاجتمندوں کی مراد پوری کرتی ہے -

سید ابراھیم - یہ بڑے عظیم المرتبہ بزرگ اور مرشدوں کے مرشد ھیں - ظاھراً [سادات] بخاری میں سے تھے - تندسر کے آرلے کنارے پر [ان کا مزار] خلق عام کی زیارت گاہ ھے - یہ بڑے رسا [بزرگ] مشہور ھیں -

حاجی شیخ بہاؤالدین - یہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی اولاد میں ھیں - سمہ قوم کے عہد اقتدار میں حج سے واپس آنے پر انھوں نے ٹھٹہ پہونچ کر انتقال کیا - فضیلت ظاھری میں یہ درجۂ کمال پر فایز تھے اور مقتدر مشائخین میں شمار ھوتے تھے - بعض لوگ کہتے ھیں کہ وہ سید علی شیرازی کے مریدوں میں سے ھیں - صاحبان شریعت و فضیلت ان کی زیارت کو بے حد عزیز رکھتے ھیں اور مرادیں حاصل کرتے ھیں -

پیر لونگ - یہ ایک ممتاز مشائخ اور ولی کامل تھے - مشرق کی جانب ایک کوس کے فاصلے پر "ببہ لائی" گاؤں میں رھا کرتے تھے - [٦٠٨]

ان کا مزار اسی مقام پر واقع ھے جو مریدوں کی مرادیں پوری کرنے والا اور سائلوں کی مشکلیں حل کرنے والا ھے -

بعض لوگ انھیں شیخ جمیل کا فرزند شمار کرتے ھیں اور اوراس شیخ کے سجادہ نشین اپنا نسب انھی سے ملاتے ھیں -

www.maktabah.org

لیکن ایسا معلوم ھوتا ھے کہ وہ شاہ جمیل کے منہ بولے بیٹے (یا گود لئے ھوئے پالک) تھے، جیسا کہ مذکور ھوگا۔ ان کی قبر بھی وھیں ھے اور یہاں ان کی جائے ظہور ھے۔

درویش آچر- یہ صاحب کمال بزرگ [موضع] ببہ لائی کے قریب مشائخانہ خصوصیات کے حامل ھو گذرے ھیں - [ان کا مزار] زائرین کا حاجت روا ھے۔

مخفی نہ رھے کہ ٹھٹے کی آباد سر زمیں اور اس کے گرد و نواح میں اس قدر بزرگ آباد ھیں کہ ھزار میں ایک کے حساب سے بھی ان کا بیان کرنا آسان نہیں ھے۔ قصہ کوتاہ شہر کے وسط کی بیشتر قبریں شہدا کا مدفن ھیں - چنانچہ جامع فرخ کے باھر جو گنج شہیداں ھے اس میں تیرہ سو سے زیادہ افراد [مدفون] ھیں جو سب کے سب نیک، غیراللہ سے بیزار اور فرنگیوں کے ھاتھوں واصل بالحق ھوئے ھیں - بازار امیر بیگ کا گنج شہیداں بھی تقریباً کچھ سو افراد کا مدفن ھے۔ یہاں کے اھل اللہ بھی زیادہ تر اسی فساد میں شہید ھوئے ھیں - اسی طرح شہر اور گرد و نواح کی دوسری ساری قبریں بھی اھل اللہ ھی کی ھیں - لیکن راقم الحروف (مولف میر قانع) نے ان سب کے حالات کی تحقیق نہ ھونے کی وجہ سے بزرگوں کے ناموں میں سے صرف اسی قدر پر اکتفا کی ھے۔ اگر کسی عزیز کو مزید توفیق حاصل ھو تو اسے اس کتاب میں داخل کرکے "عِنْدَ ذِکْرِ الصّالِحِیْن تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ" (صالحین کا ذکر کرتے وقت رحمت نازل ھوتی ھے) کے مطابق ثواب حاصل کرے اور مولف کو ممنون فرمائے - [۶۰۹]

www.maktabah.org

مکلی پر آرام فرما اولیاءُ اللہ میں سے چند کے بیان میں

حالانکہ ساموئی کے بیان کی ابتدا سے لے کر مکلی پہاڑی اور ٹھٹے کے متعلق سابقہ بیانات اسی شاندار پہاڑی سے منسوب بزرگوں کے ہیں ، لیکن یہاں پر صاحبانِ حال اور بزرگانِ باکمال کے کچھ [مزید] نام تبرکاً ذکر کئے جاتے ہیں ، حالانکہ ظاہر ہے کہ اس سرچشمہ رحمت پہاڑی اور اس کے گرد و نواح میں آرام فرمانے والے بزرگوں کے بارے میں نوک قلم اور اشارہٴ زبان سے کبھی بھی خاطر خواہ بیان نہ کیا جا سکے گا ۔ لیکن اس کے باوجود بقول ”مَالا یُدرکُ کلہٗ لا یُترکُ کُلّہ“ (جو بات پوری طرح حل نہ کی جا سکے اسے پوری طرح چھوڑ بھی نہ دینا چاہئے) جس قدر بھی تحقیق ہوسکی ہے اسی پر اکتفا کی گئی ہے ۔ اگر کسی باسعادت کو مزید تحقیق کی سعادت نصیب ہو تو اسے اس ثواب میں داخل ہونا چاہئے ۔

شیخ نعمت اللہ ۔ یہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی اولاد میں سے ایک مقتدر بزرگ ہیں ۔ ان کا وجود مسعود انتہائی کمال اور اعلیٰ کرامتوں کی برکت سے خدا کی ایک نعمت خاص تھا ۔ یہ سمہ قوم کے عہد حکومت میں ٹھٹہ آئے اور یہیں فوت ہوئے ۔ ان کی درگاہ شمال کی جانب ان کے فرزندِ رشید شیخ ”جیو“ کی درگاہ کے عقب میں اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے ۔

شیخ جیو ۔ یہ شیخ نعمت اللہ کے فرزند ، مقتدر ولی اور عارف کامل ہیں ۔ کرامت کی کثیر شعاعوں اور ہدایت کی وافر تجلیوں کی وجہ سے ان کا خطاب ”مکلی کا دِیا“ ہے ۔ ہر ماہ کے پہلے سوموار کی شب کو ان کی درگاہ پر بڑا اجتماع ہوا کرتا ہے اور

www.maktabah.org

هر سال مذکورہ تاریخ پر عجیب میلہ منعقد ہوا کرتا ہے۔ شہر اور دیہات کے خدام رات وہاں عبادت میں گذارتے ہیں اور فقرا وجد و سماع کی محفلیں جماتے ہیں جس کی وجہ سے [۶۱۰] وہاں عجیب رونق دکھائی دیتی ہے۔ نورانیت کے اعتبار سے یہ درگاہ پوری مکلی پہاڑی پر سب سے ممتاز ہے۔ زائرین ان کی دعا کے طفیل ہر قسم کی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

میاں لال۔ یہ ایک بڑے با کمال بزرگ ہیں اور شیخ جیو کے مشرق میں مدفون ہیں۔ کہتے ہیں کہ مخدوم عثمان عرف لعل شہباز مروندی کے یہ بھائی یا چچازاد بھائی ہیں۔ صاحبان [ذوق] بڑے نیاز کے ساتھ ان کی زیارت کیا کرتے ہیں۔

شیخ مغل چاچک۔ یہ ایک جلیل القدر ولی، اہل دل اور کشف و کرامت میں کامل بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ مرزا شاہ حسن ارغون نے نصرپور کے ایک رئیس کو قید کرلیا تھا۔ اس کے عزیز پہلے شیخ مغل کے مرید تھے [لیکن اس موقع پر] انہیں بھلا کر وہ شیخ بھرکیہ کے پاس جا کر ملتجی ہوئے۔ انھوں نے ان لوگوں کو بچھ والی گائے لانے کی تاکید کی۔ [چنانچہ] وہ اپنے گاؤں سے گائے ہنکائے لئے چلے جا رہے تھے کہ دریا کے کنارے پر، شیخ مغل نے، اس مقام پر جہاں وہ روزانہ غسل کرنے کے لئے جایا کرتے تھے، ان لوگوں کو دیکھا اور ان کے حال سے با خبر ہو گئے۔ اگرچہ انھوں نے [زبان سے کچھ] ظاہر نہ کیا لیکن دل میں انہیں بڑا ملال ہوا۔ چنانچہ وہ لوگ جب شیخ بھرکیہ کے پاس

www.maktabah.org

آتے تو انھوں نے ان سے کہا کہ میں نے جو طلسم تیار کیا تھا اسے راستے میں تم سے ملاقات کرکے شیخ مغل نے توڑ دیا ہے اور اب اس قیدی کے لئے موت کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے - بالاخر ایسا ہی ہوا - شیخ کا مزار مکلی کی پہاڑی پر اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے -

شیخ طلحہ - یہ شیخ بہاؤالدین ملتانی کی اولاد میں سے ایک ولی کامل تھے - کہتے ہے کہ ایک دن یہ سید مراد شیرازی کی زیارت کے لئے گئے اور دریافت کیا کہ " پیر کسے کہنا چاہئے ؟" اتفاقاً کچھ دور پر ایک بلی مری پڑی تھی سید مراد نے [۶۱۱] نے [اس کی طرف] اشارہ کرکے کہا " اٹھ" وہ فی الفور اٹھ کھڑی ہوئی ، چنانچہ انھوں نے کہا کہ پیری یہ ہے "- اس کے بعد شیخ سے انھون نے دریافت کیا کہ "شیخیّت کیا چیز ہے ؟"- ان کے (شیخ طلحہ) حکم پر [بازار میں] ایک دکان پر بیٹھے ہوئے کافر کو لے آئے جسے انھون نے منبر پر بیٹھنے کا حکم دیا اور وہ دینی وعظ کرنے میں مشغول ہوگیا - انھوں نے [سید موصوف سے] کہا کہ " شیخیّت اسے کہتے ہین "- یہ قصہ سید عبدالکریم کی زبانی ان کے رسالے میں دیکھا گیا ہے - " تذکرۃالمراد " میں واقعہ اس کے برعکس بیان کیا گیا ہے جس میں شیخ طلحہ کی بجائے شیخ بدرالدین حایم کا ذکر ہے - بہر حال باکمالوں کے یہ مراتب ظاہر ہیں اور حقیقی موافقت و ازلی اتحاد کی وجہ سے ایک کی کرامت کو دوسرے کی کرامت کہا جاسکتا ہے - مکلی کی پہاڑی پر شیخ طلحہ کا مزار اہل اللہ کی

www.maktabah.org

زیارت گاہ ہے۔

شیخ حسین سومرو- یہ سید محمد حسین عرف پیر مراد شیرازی کے مریدان خاص میں سے ہیں - ایک دن (سید مذکور) سیر کر رہے تھے، ان پر مہربان ہو کر انھوں نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے دیا [اس کے پیتے ہی] ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ وجد میں آکر کہنے لگے کہ "وہ حالت میرے ہاتھ آئی ہے کہ شیخ بہاؤالدین ملتانی کے علاوہ کوئی بھی اس سے واقف نہیں ہے"۔ قبیلہ "کلا" انھی کی اولاد ہے، اور اس وقت سے لے کر وہ سید مذکور کے گھرانے کے مرید ہیں -

درس بھنبھو- یہ سید علی شیرازی کے ایک کامل مرید ہیں اور مقبرے کے مشرق کی طرف آرام فرما ہیں -

شیخ حماد نیرون کوٹی- یہ ایک مشہور و معروف ولی ہو گذرے ہیں ان کا مزار سید علی شیرازی کی آرام گاہ کے قریب ہے - [۶۱۲]

مراد پلیجو- یہ ذات کے پلیجو تھے اور موضع نورائی میں رہا کرتے تھے - یہ با کمال بزرگ، سید علی شیرازی کے مرید تھے اور انھی کی درگاہ میں آرام پذیر ہیں -

پیر آسات [اور ان کی اولاد]- یہ مجذوب سالک اور محبوب واصل، مخدوم عربی ہالائی کے بھائی ہیں اور سید میران محمد مہدی جونپوری کی خدمت میں شرف مریدی سے فیضیاب ہوئے تھے - اہل اللہ کی ایک جماعت نے انھیں بیشتر مشائخین سے قدیمی شمار کیا ہے - ان کا مزار مشہور ہے -

www.maktabah.org

ان کی اولاد میں محمد حسین نامی ایک بزرگ صاحب حال درویش ہو گذرے ہیں ۔ جن کے فرزند احمد اور محمد ٹھٹے میں مشہور رہ چکے ہیں ۔ ان میں سے احمد ، جہان آباد میں شاہ غلام محمد صوفی کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور فقرا کے لنگر کا انتظام ان کے حوالے تھا ۔ انہوں نے بڑی اچھی حالت میں زندگی گذاری ۔

میاں مٹھو فقیر ۔ یہ مخدوم نوح کے مرید اور باکمال بزرگ تھے ۔ زیادہ وقت جامع فرخ میں گذارا کرتے تھے ۔ آکر میں ان کا حجرہ مشہور ہے ۔ میر سید علی شیرازی کے میلے سے فارغ ہوکر فقرا یہاں آکر جمع ہوتے ہیں ۔ یہ پیر آسات کی سیڑھی کے نیچے مدفون ہیں ۔ ان کے ملفوظات میں سے ہے کہ "جب میرا سر بلندی کی جانب مائل ہوتا ہے تب میں مٹھو یعنی درد ناک اور بد حال ہوجاتا ہوں ، اور جب خودی کے احساس کے ساتھ سر اوپر اٹھاتا ہوں تب مٹھو یعنی کھوٹا ہو جاتا ہوں لیکن جب کسر نفسی سے کام لے کر اپنا سر ، نیاز کے ساتھ نیچے جھکاتا ہوں تب [لوگ] مجھے میٹھو (میٹھا ، شیرین) کہتے ہیں اور پسند کرکے (عزیز اور پیارا سمجھ کر) کھاتے ہیں "۔

فقیر بہاؤالدین گودڑیہ ۔ یہ مخدوم نوح کے مقتدر ترین مرید اور کرامات ظاہری میں مشہور ہیں ۔ ان کا مزار مذکورہ درویش کے قریب ہے ۔ [۶۱۳]

سلطان کھمر ۔ یہ ، جناب مخدوم نوح کے مریدوں میں سے ایک درویش ہیں ۔ آکر میں ان کا حجرہ مشہور ہے ۔ میاں

www.maktabah.org

مٹھو درویش کے حجرے کی طرح یہاں بھی سید علی شیرازی کے میلے سے فارغ ہو کر فقرا آ کر جمع ہوا کرتے ہیں -

جمن جتی - یہ سموں کے زمانے کے مشہور و معروف بزرگ ہیں - جہاں آج کل مدفون ہیں اسی مقام پر ان کا تکیہ تھا - انھوں نے مجرد رہ کر زندگی گذاری - ان کی کرامتیں سورج سے بھی زیادہ روشن ہیں -

مخدوم جمعہ - یہ ایک مقتدر ولی، کامل متّقی، فضل و کمال میں مشہور، حال و قال سے موصوف اور سید علی شیرازی کے ہمعصر بزرگ ہیں - ان کی درگاہ مکلی میں مشہور ہے -

درویش آچر - اصلاً یہ ٹھٹے کے بھڑبھونجے ہیں - ان کے کمالات بے شمار ہیں - سید علی شیرازی ثانی ان کے مریدوں میں سے تھے - کہتے ہیں کہ ایک دن یہ اپنی دکان پر سوئے ہوئے تھے اور سید علی شیرازی ثانی ان کے پیر دبانے میں مشغول تھے کہ درویش حلیم، جن کا ذکر آگے چل کر آئیگا، ادھر سے گذرے اور [یہ حال دیکھ کر] کہنے لگے کہ "وہاں وہ طریقہ اور یہاں یہ روش ؟" - [اس پر] درویش آچر نے نیند ہی میں جو عین بیداری تھی سر اٹھا کر کہا کہ "ویسے تو بہت ہیں، اور ایسے بہتوں میں کم، اور یہ تو کم سے کم ہیں" - درویش حلیم نے یہ جواب سن کر مزید کچھ نہ کہا اور چلے گئے - سید نے دریافت کیا "یہ کیسی گفتگو ہوئی جو میری فہم ناقص میں نہ آئی" - فرمایا کہ درویش حلیم کے "وہاں" کے لفظ میں یہ اشارہ تھا کہ پیغمبر صلعم کی خدمت میں اس قدر با ادب رہتے ہو اور خدمت

www.maktabah.org

بجا لاتے ہو اور "یہاں" ان کی اولاد مبارک سے خدمت لیتے ہو۔ اس پر میں نے یہ جواب دیا کہ ایک گروہ ایسا ہے جو دوسروں سے زیادہ اپنا نفع چاہتا ہے ایسے لوگ بہت ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو اپنے سے زیادہ دوسروں کا فائدہ چاہتا ہے۔ ایسے لوگ بہتوں میں کم ہیں۔ [۶۱۴] لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنا نقصان قبول کرکے دوسروں کو فائدہ پہونچاتے ہیں، ایسے لوگ کم سے کم ہیں۔

کہتے ہیں کہ شہر کے سادات نے اس حسد کی وجہ سے کہ ان کے فرزند مرید ہوکر درویش کے ساتھ شامل ہوتے جاتے تھے انھیں شہر سے باہر نکال دیا جس پر وہ گجرات چلے گئے۔ سید علی مذکور ان کا پتہ لگا کر اس وقت ان کے پاس جا پہونچے کہ جب وہ سکرات میں مبتلا تھے چنانچہ وہ کل امانت سید مذکور کو دے کر وفات پا گئے۔ حالانکہ وہ (سید موصوف) آخری زمانے میں مخدوم نوح کے مرید ہوئے تھے۔ لیکن انھیں جو کچھ بھی ملا تھا وہ انھی درویش کے فیض و توسّل سے ملا تھا۔ محرمان راز کہتے ہیں کہ مخفی طور پر درویش کی لاش مکلی میں [لا کر دفن کی گئی] ہے لیکن علم غیب کے بغیر کسی کو اس حقیقت کا کشف نہیں ہوتا۔

میاں احمد اور میاں محمد۔ یہ اصلاً بغداد کے رہنے والے اور بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ میر کوں کے مدفن کے مشرق میں دفن ہیں۔ صاحبان معرفت ان کی بزرگی دیکھ کر ان کی زیارت کو بڑی کامیابی تصور کرتے ہیں۔

سید شاہ عبد اللہ حسنی۔ یہ، قطب الاقطاب، غوث الثقلین

www.maktabah.org

حضرت پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے مذکورہ [چار] یاروں یعنی سید منبہ، سید کمال اور سید قاضی شکر اللہ، میں سے ایک مقتدر یار تھے۔ یہ بزرگوار شاہ بیگ ارغون کے زمانے میں گجرات سے ٹھٹہ آئے اور خفیہ طور پر پہاڑی کے اس مقام پر آکر گوشہ نشین ہوگئے جہاں اب ان کا مزار واقع ہے۔ ساری زندگی انھوں نے مجرد رہتے ہوئے یاد الٰہی میں بسر کی۔ اتفاقاً طویل مدت گذرنے کی وجہ سے ان کی قبر منہدم ہوگئی تھی اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کافی عرصے کے بعد سید حافظ اللہ گجراتی نے شیخ یعقوب اور خلیفہ ابوالبرکات کو [۶۱۰] مکلی پر جاکر ان کے منہدم نشانات ظاہر کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس وقت سے لے کر ان کا مزار برگزیدہ بندوں کا مقصود کامل اور یادگار ہے۔ مکلی کی پہاڑی پر آنے جانے والوں کو جو فیض ان بزرگ سے حاصل ہوتا ہے قلم میں اس کے بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

درویش بھرکیہ لنگ۔ مکلی کے دامن میں ان کا تکیہ تھا، کچھ مدت یہ نقارہ بجایا کرتے تھے۔ شہر کے لوگ ان کی خدمت میں جانا فرض سمجھتے تھے۔ انھوں نے پہاڑی پر سموں کے قبرستان کی اکثر عمارتیں خصوصاً "مہسی لنگ" کی حویلیاں مسمار کرکے، ان کے پتھروں سے گارا اور چونا بنا کر ایک بڑا مینار تیار کرایا تھا۔ رات کو وہ اس میں چراغ جلایا کرتے تھے۔ بحر عرب میں سوداگر سندھ کی بندرگاہوں کی راہ اسی [مینار] کی روشنی سے متعین کیا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں آکر نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس اس قدر

www.maktabah.org

کثیر دولت تھی کہ سندھ کا فرمانروا مرزا باقی ان سے حسد کرنے لگا تھا۔ انھوں نے یہ [دستور] مقرر کردیا تھا کہ جو بھی چھوٹا یا بڑا ان کے پاس آئے اسے ان کی خدمت کرنی پڑے گی۔ سنا گیا ہے کہ ایک دن سید علی شیرازی جب ان کی زیارت کے لئے گئے تو انھیں بھی خدمت کی تکلیف دی گئی۔ یہ بات سن کر مخدوم نوح کو دلی صدمہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی مرزا باقی نے انھیں شہید کرادیا۔

ٹھٹے کے گرد و نواح کے اولیا

سید احمد غوث۔ یہ ایک مشہور و معروف بزرگ اور بڑے با کمال و صاحب کرامت درویش ہو گذرے ہیں۔ فتحی ٹیلہ پر ان کا مشہور مزار [زیارت گاہ عوام و خواص] ہے۔ کہتے ہیں ہر سال ماہ محرم میں شہادت کی شب [٦١٦] یہاں شہدا کا روحانی میلہ لگا کرتا ہے۔ کتنے ہی صاحب بصیرت یہ میلہ اپنی روحانی آنکھوں سے ملاحظہ کر چکے ہیں۔

میر کمال الدین ابو اسحاق۔ یہ حضرت علی کی اولاد مقدس میں ہیں اور اس پہاڑی پر دفن ہیں۔ ان کی پتھر کی قبر مغرب کی طرف واقع ہے۔

میاں ابو بکر۔ یہ ایک با کمال درویش ہیں اور سید محمد میران مہدی جونپوری کے مرید اور انھی کے فیض یافتہ ہیں۔ ان کی قبر اسی پہاڑی (فتحی) پر ان کے نام سے مشہور اور صاحبان حضور کی ایک مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔

درویش الہ ڈتہ لوہر۔ یہ سید عبدالکریم (بلڑی والے) کے مرید اور صاحب کرامت درویش تھے۔ عید گاہ کے جنوب میں

www.maktabah.org

آرام فرما ھیں - اھل ارادت کے لئے ان کی زیارت تبرک ھے۔

پیر لاکھو [اور ان کی اولاد] یہ ایک کامل سید اور مشہور و معروف ولی ھیں - انھوں نے ساری زندگی خود کو پوشیدہ رکھتے ھوئے گذاری اپنے آپ کو سید نہیں کہلواتے تھے۔ ان کی خانقاہ پہاڑی پر، پیر شیخ عالی کے آرلی طرف، مشہور ھے۔

مخدوم با یزید جو ایک نامور عالم اور کامل ھو گذرے ھیں ان کے حقیقی نواسے ھیں -

سید ابراھیم جن کا مزار کمہاروں کے گاؤں کے کنارے زائرین کا مرکز ھے [وہ بھی] انھی کی اولاد کے نامور بزرگوں میں سے ھیں -

سید ابراھیم - یہ عجیب کمالات کے مالک اور بے نظیر صاحبِ حال بزرگ تھے - ھمیشہ گودڑی اوڑھے ھوئے کلان کوٹ میں گوشہ نشینی میں وقت گذارتے تھے - جنّات کے گروہ ان کے مطیع تھے - سید ابراھیم عرف کذا، جنھیں عام لوگ جنوں کی ٹولیوں سے مخصوص جانتے ھیں، وہ یہی بزرگ ھیں - [۷۶۱] ان کا مزار کلان کوٹ کے قلعے کی دیوار کے نیچے محرمان راز کی زیارت گاہ ھے۔

درویش داؤد عرف داد درس - یہ ایک با کرامت اور مشہور و معروف بزرگ ھیں - کہتے ھیں کہ ایک دن وہ اپنے مریدوں کے ساتھ، اس جھیل میں جو کلان کوٹ کے اوپر [کی جانب] انھی کے نام سے مشہور ھے، اور جہاں اب وہ مدفون ھیں - "ڈبکی مار" کا کھیل کھیلنے میں مشغول تھے اور جیسے کہ

www.maktabah.org

رسم ہے ایک دوسرے کو پکڑتا اور وہ پکڑا جانے والا ("چور") دوسروں کے پیچھے دوڑتا ، دوسرے بھاگنے لگتے اور وہ ان کے پیچھے دوڑ کر جس کو پکڑ سکتا پکڑ لیتا - [اور پھر اسے پانی میں غوطہ دیتا]- اتفاقاً [اسی طرح] درویش کی باری آگئی اور سب بھاگنے لگے-[بالاخر] درویش جسے پکڑ پاتے اسے پانی میں غوطہ دے کر بحر حقیقت کا غوّاص بنا دیتے اس طرح کتنے ہی با نصیبوں کو انھوں نے پانی ہی میں واصل باللہ بنا دیا - وہ سید مراد شیرازی کے ہمعصر سمنے جاتے ہیں - برسات کے موسم میں یہاں ایک خصوصی میلہ لگا کرتا ہے -

درویش سید حلیم - یہ بڑے با کمال بزرگ تھے اور مذکورہ درویش آچر کے ہمعصر تھے - ان کا مزار مذکورہ درویش داؤد عرف داد درس کی درگاہ کے قریب اہل اللہ کی مشہور زیارت گاہ ہے -

شیخ پٹھ دیولی (دیبلی) [اور ان کے سجادہ نشین] - ان کا نام حسین بن راجپار بن لاکھ بن سخیرہ اور ان کی والدہ کا نام سلطانی بنت مراد بن شرفو ہے - یہ اہلان قوم کے فرد تھے - قاضی محمود علامہ کی تحقیق کے مطابق وہ ایک قدیم ترین ولی اور راہ حق کے بزرگ ترین واصل تھے - ان کی تعریف کیا بیان ہوسکتی ہے - کیونکہ شان عالیہ کے عشر عشیر کے بیان کے لئے بھی [٦١٨] دفتر کافی نہ ہوگا - ان جیسا صاحب کمال سارے سندھ میں شاذ و نادر ہی پیدا ہوا ہوگا - ابتدا میں یہ بزرگ اسی پہاڑی کے ایک غار میں ، جس میں اب مدفون ہیں ، اس طرح چھپے رہتے تھے کہ جیسے لعل کان میں چھپا رہتا ہے -

www.maktabah.org

شیخ بہاؤالدین ملتانی اپنے مشہور و معروف یاروں سمیت جب اس طرف سے گذرے تو انہوں نے اپنے دل کے نور سے معلوم کرلیا کہ اس شاندار پہاڑی میں ایک لعل پوشید ہے ۔ چنانچہ انھوں نے انھیں گوشۂ گمنامی سے نکال کر اور اپنا مرید بنا کر، ظاہر کیا ۔ اسی دن سے ان کی ہدایت اور مرشدی کی پیشانی کا نور دنیا والوں پر جلوہ فگن ہوا ۔ انہوں نے سنہ ٦۳٦ھ میں وفات پائی ۔ ان کی درگاہ سارے سندھ میں ممتاز بلکہ ہر طرف مشہور ہے ۔

یہاں کے سجادہ نشین کمال بزرگی میں مشہور ہیں ۔ آج کل شیخ صابو کے انتقال کے بعد شیخ ساجن، مرشد کی نگاہ کی برکت سے خورد و کلاں کے مرجع ہیں ۔ بارہ ربیع الاول کو میلے کے دن وہ شیخ [پٹھہ] کی دستار سر پر رکھ کر مریدوں کے انبوہ کثیر کے ساتھ خانقاہ سے مینار تک، جس کے درمیان خاصا فاصلہ ہے، بڑی نورانیت کے ساتھ جایا کرتے ہیں ۔ [اس موقع پر] عجیب روحانیت نظر آتی ہے ۔ [مرشد کی] کرامت کی وجہ سے مذکورہ دستار، باوجودیکہ طویل مدتیں گذر چکی ہیں، ایک نرالے رنگ میں جلوہ افروز اور نورفگن رہا کرتی ہے ۔ بے شک یہ بھی انھی بزرگ کی کرامت تصور کی جاسکتی ہے ۔

شیخ جمیل - سید عبدالہادی بن سید ابوالعطاس، امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے ۔ کہتے ہیں کہ یہ آہن گری کے کام میں مشہور تھے ۔ بہرحال یہ بڑی طاقت (دسترس) کے مالک تھے ۔ سر زمین سورٹھ (جونا گڑھ) گرنار پر پہاڑ کے سامنے ان کی چلہ گاہ

www.maktabah.org

سے ایک دنیا طرح طرح کا فیض پا رہی ہے ۔ ان کی کرامتیں مشہور ہیں ۔ [۶۱۹] ان کے بیان کی ضرورت نہیں ہے ۔ پیر پٹھ کی استدعا پر یہ مذکورہ پہاڑی پر آئے اور یہیں دفن ہوئے ۔ ان کے چار خلفا تھے ۔ ایک شاہ وجیہ‌الدین ، جن کا ذکر آگے آئیگا اور جو مذکورہ جمیل شاہ کے احاطے میں پائنتی کی جانب آرام پذیر ہیں ۔ دوسرے شیخ زکریا ، تیسرے شیخ ممون اور چوتھے شیخ کرم جو پیر کی نعلین کے قریب مدفون ہیں ۔

کہتے ہیں کہ شیخ جمیل نے سکرات کے وقت وصیت کی تھی کہ دو آدمی ایک چھانگا (چھ انگلیوں والا) لڑکا لے آئینگے اور وہی میرا جانشین ہوگا ۔ [چنانچہ] ان کی وفات کے بعد دو افراد "پالہ لونگ" نامی ایک لڑکے کو لے کر آئے ۔ یہی وہ لڑکا تھا جسے شاہ جمیل نے اپنا بیٹا کہا تھا ۔ مسند نشین [اسی وجہ سے] اپنا سلسلۂ نسب ان سے ملاتے ہیں ۔ اب شیخ براق کے انتقال کے بعد شیخ ممون مریدوں کے مرکز اور پیر کی کمال شفقت سے معروف ہیں ۔

ملا خلیفہ سندی ۔ یہ سومروں کے شہر محمد طور کے ، جو پرگنۂ درک میں واقع تھا ، ایک ممتاز باشندے تھے اور سموں کے زمانے میں ساکرہ میں آکر آباد ہوگئے تھے ۔ [یہ لوگوں کو] جناب شیخ المشائخ شیخ بہاؤالدین ملتانی کی جانب سے مرید کیا کرتے تھے ۔ اپنے وقت کے بڑے کامل بزرگ اور کمالات کے اعلیٰ شرف کے مالک ہو گذرے ہیں ۔

شاہ وجیہ‌الدین [اور ان کی اولاد] ۔ یہ سید فتح شاہ کے

www.maktabah.org

فرزند ، امام محمد تقی بن امام علی موسیٰ رضا کی اولاد اور شاہ جمیل کی نگاہِ فیض کے فیض یافتہ تھے ۔ ان کا مزار شاہ جمیل کی درگاہ کے پائنتیی کی جانب اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے ۔ ان کے چار فرزند ہوئے ، جن میں سے ایک شاہ حسن کوہستان سے چار کوس [کے فاصلہ] پر "ہنور" میں آرام فرما ہیں اور دوسرے شاہ کہور جھول میں ۔ ان کی اولاد نے ایک بڑا گاؤں بسایا ہے، شیخ [۶۲۰] امروز ان کے سربراہ ہیں ۔ تیسرے [فرزند] شاہ آرے، شاہ جمیل کی درگاہ کے شمال کی طرف نشیبی زمین میں مدفون ہیں ۔ کہتے ہے کہ کلہاڑی ان کے حوالہ رہا کرتی تھی ۔ پیر کے بعد انہوں نے خود کو زندہ درگور کر دیا تھا ۔ ان کی قبر کے قریب مسواک میں سے ایک پیلو کا درخت پیدا ہوگیا ہے جو یادگار کے طور پر موجود ہے ۔ [شاہ وجیہ الدین کے] چوتھے فرزند شاہ لال چھٹو تھے ۔ ان بزرگ کی قبر مقرر نہیں ہے ۔ لوگوں نے کتنے ہی شہروں میں جہاں کچھ سراغ ملا ہے ان کی قبر بنا رکھی ہے ۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود کو دریا میں پوشیدہ کر دیا تھا ۔ ان کا مزار "تندسر" کے کنارے مشہور ہے ۔

درس علاؤالدین سومرو ۔ یہ سید علی شیرازی ثانی کے ہمعصر تھے ۔ دونوں بزرگوں کے درمیان ، سندھی ابیات میں بہت سے سوال جواب مشہور ہیں ۔ آخر کار انہوں نے سید علی مذکور کو ایک ایسا نشان دیا کہ وہ دعویٰ ترک کرکے آکر ان کے مرید ہوگئے ۔ یہ ، شیخ بہاؤالدین ملتانی کے سلسلے کے مرید ہیں ۔ ان کی کرامتیں شمار سے باہر ہیں ۔ ان کا مزار شیخ

www.maktabah.org

جمیل اور پیر پٹھ کے درمیان میں اہل اللہ کی زیارت گاہ ہے ۔

شیخ عبدالوھاب ۔ یہ محمد طور کے ساکن اور عباسی خلفا میں سے ایک مقتدر ترین خلیفہ ہیں ۔ مرزا باقی کے زمانے میں ٹھٹے کے نواح میں یہ ایک گاؤں میں رہا کرتے تھے ۔ درندے و چرندے جانور ان کے مطیع تھے ۔ یہ خلفا کے سلسلے کے سردار تھے ۔ مرزا باقی نے ان کے جانب لوگوں کا بے حد رجوع دیکھ کر حسد سے محمد خلیل مہر دار کے ھاتھوں انھیں قتل کرا دیا تھا ۔

شیخ ابو تراب عرف حاجی ترابی ۔ یہ عباسیوں کے گورنر تھے اور سندھ کے بعض علاقوں کے حاکم اور تبع تابع مشھور تھے ۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ شہدا میں ھیں ۔ ان کا مزار موضع کھچی میں ، جو "نارا" [٦٢١] اور "لته" شہر کی بجائے آباد ھوا ھے ، اور موضع کھوڑا کے ، جو رسول‌آباد یا محمدطور کی جگہ آباد ھوا ھے ، وسط میں واقع ہے ۔ ٹھٹے سے ان کا مزار تقریباً چار کوس کے فاصلے پر ھے ۔ اس کے گنبد پر سنه تعمیر ۱۷۱ ھ نقش ہے ۔

شیخ سند قندرانی ، لال جوان ، پیر دادن ، قبول حبشی ، مشائخ چھتو اور پیر کپور ، یہ تمام نامور بزرگ بھی ، شہید شیخ ابو تراب کے قریب مدفون اور اھل اللہ کی زیارت گاہ ھیں ۔ حاجت مند [ان میں سے] ھر ایک کی زیارت سے فیض اٹھاتے ھیں ۔

شیخ جاڑیہ ۔ یہ قدیم زمانے کے بزرگ ھیں ۔ ان کا مزار مشہور ٹیلے پر جو "شیخ جاڑا کا ٹیلہ" کہلاتا ھے ، نیک بندوں کی زیارت گاہ ہے ۔ ان کی قبر پر [ایک کتبہ میں یہ

www.maktabah.org

عبارت نقش ہے]، ”سید حسین سلطان جاڑیہ بن امام سید ابو احمد عبداللہ اکبر بن امام سید ابو صالح موسیٰ بن امام ابی عبداللہ نے ۷ رجب سنہ ٦٦٦ھ کو رحلت کی“۔

پیر کریم - یہ قدیمی بزرگ اور شاندار کرامتوں کے مالک درویش سر زمین ساکرہ میں مشہور ہیں - گیدڑ ان بزرگوار کے بے حد مطیع ہیں اور بوقت ضرورت ان کے مجاوروں کے حکم پر آ کر حاضر ہو جاتے ہیں - ان کی وفات سموں کے عہد [اقتدار] کے وسط میں [واقع] ہوئی تھی -

[لال انس] اسی طرح لال انس بھی ساموئی کے شمال میں دریا کے کنارے ایک ٹیلے پر آرام فرما اور مشہور ولی اللہ ہیں -

درس وریو - یہ عہد قدیم کے بزرگ ہیں اپنے وقت میں بے حد مشہور تھے ان کا مزار نیکوں کی زیارت گاہ ہے - ان کی اولاد میں نامی گرامی درویش ہوتے آئے ہیں - ہر ماہ کو سوموار کے دن ان کی مرقد پر میلہ لگا کرتا ہے -

ملا موج دریا - شکر گھاٹ کے اولے کنارے پر بندر لاھری کے قریب ، جو عہد قدیم میں [٦٢٢] دیول بندر کے نام سے مشہور تھا ، اھل اللہ کا ایک بڑا مرکز ہے ان کی اولاد [کے اکثر بزرگ] جو اپنے وقت میں ملا" کے لقب سے مشہور تھے ، زیادہ تر دھاراجہ بندر میں سکونت پذیر رہے ہیں -

سید محمود شیرازی - یہ ممتاز اور مشہور بزرگ لاھری بندر کے جنوب میں مشہور ہیں -

بلو خان لودھی - یہ کرامات اور نشانیوں کے مالک بزرگ

www.maktabah.org

دیول بندر عرف لاهری بندر کی ساحلی زمین پر مدفون هیں - قدیم زمانے کے یہ جلیل القدر پیر تھے -

شیخ نورالدین دریائی- یہ مشہور و معروف بزرگ ، اعلیٰ کرامتوں کے مالک اور مقتدر صاحب تصرف ، دهاراجه بندر پر بحر عرب کے کنارے مدفون هیں - [ان کی درگاہ] مقام صفا و حضور هے جس سے اهل اللہ بڑی ارادت رکھتے هیں -

لعل موسیٰ- یہ ، مخدوم لعل شہباز علیہ الرحمۃ سے فیضیاب هیں - سمه حکمرانوں کے دور کی ابتدا میں آئے تھے -

مخفی نہ رهے کہ لاهری بندر جو قدیم زمانے میں دیول بندر کے نام سے مشہور تھا - سادات کرام اور فضلائے زمانه کا ایک عجیب مسکن تھا - اب کچھ برسوں سے حادثات [زمانه] سے یہ شہر اپنے باشندوں سمیت برباد [هوگیا] هے اور وهاں کی باقیمانده آبادی دها راجه [بندر] کی قریبی اراضی کی طرف منتقل هوگئی هے - دها راجه بندر ایک قدیمی بندرگاہ اور نکامره قوم کا پایہ تخت تھا - یہاں قدیم الایام سے پشت به پشت نامور سردار پیدا هوتے رهے هیں جن میں :

[رانا عبید] عجیب حالات کے مالک هو گذرے هیں - جس کا ذکر کیفیت سے خالی نہیں هے بلکہ عجائبات الٰہی میں سے [۶۲۳] ایک عجوبہ کی حیثیت رکھتا هے اس لئے یہاں درج کیا جاتا هے :

رانا عبید نکامره ، والیٔ دهاراجه سنه ۱۰۰۰ھ میں حیات تھا اور ککراله کے فرمانروا جام جرار کا همعصر تھا -

بیان کرتے هیں کہ ایک دن جام جرار کی آنکھوں میں

www.maktabah.org

سخت تکلیف پیدا ہوگئی رانا [موصوف] ان کی عبادت کو آئے۔ باہم بے حد الفت ہونے کی وجہ سے جام جرار نے ان کے زانو پر سر رکھ کر کہا کہ مجھے کوئی سچی کہانی سناؤ مبادا اسی کی برکت سے خدائے تعالیٰ میری آنکھوں کی تکلیف رفع کردے۔ [اس پر] رانا نے کہا کہ: صداقت کا شاہد خدا کافی ہے۔ فلاں دنوں میں میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سمندر کی سیر کرکے پرلے کنارے کا حال معلوم کروں۔ چنانچہ کچھ رسد اور ساز و سامان سے بھرپور جہاز ساتھ لے کر میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ طویل مدت سفر کرنے کے بعد میں ایک ایسی جگہ پہونچا جہاں اس سے پہلے کوئی شخص نہ پہونچا تھا۔ میں نے [دل میں] کہا کہ ہمیں اب اور آگے جانا چاہئے تاکہ شاید دوسرے کنارے کا کچھ پتہ چل جائے۔ اتفاقاً ہمارا گذر اس گرداب کی طرف ہوا جیسے ظلمات کہتے ہیں [چنانچہ] سارے جہاز اس گرداب میں غرق ہوگئے۔ جب میرے جہاز نے بھی اس طرف رخ کیا تو میں کنارے پر ایک بڑا درخت دیکھ کر جست لگا کر اس [کی شاخوں] سے چمٹ گیا۔ اس درخت پر ایک بہت بڑے پرند کا آشیانہ تھا۔ رات میں نے درخت ہی پر گذاری۔ صبح کے وقت میں اس پرند سے چمٹ گیا جو مجھے ایک پہاڑ کے کنارے تک اڑا لایا۔ مین حیران تھا کہ کہاں سے کہاں آ پہونچا ہوں۔ اللہ پاک نے اس پرند یعنی سیمرغ کی مدد سے مجھے اس جگہ سے آزاد کیا تھا اب میں آبادی کی تلاش میں دوڑنے لگا۔ اچانک مجھے ایک عبادت گاہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور جناب، حسنین رضی اللہ عنہما کی روحانیت کے دیدار سے فیضیاب ہوا جنھوں نے مجھے سلامتی کی

www.maktabah.org

خوشخبری دی۔ [چونکہ] میں تھکا ہوا تھا اس لئے مجھے وہیں نیند آ گئی۔ [۶۲۴] [اس اثنا میں] پریوں کا ایک گروہ ادھر آ نکلا اور مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ میں [پھر] کیسی [اچھی جگہ] رہا۔ ناز و نعم کی مجھے کوئی کمی نہ تھی۔ [لیکن] کچھ عرصے کے بعد وطن کی محبت اور دوستوں کی یاد میں میں غمگین رہنے لگا۔ میری یہ حالت دیکھ کر پریوں کی رئیسہ نے دلدہی کی خاطر مزاج پرسی کی۔ میں نے اسے بتایا کہ غربت میں مجھے بے شمار دن گذر چکے ہیں۔ معلوم نہیں کہ میرے متعلقین کا کیا حال ہوگا۔ اس نے کہا اگر واپس آنے کا پختہ وعدہ کرو تو میں تمہیں وہاں پہونچادوں۔ میں نے اس سے وطن میں آٹھ دن قیام کرنے کا وعدہ کیا۔ اس پر انھوں نے آن واحد میں مجھے میرے گاؤں کے باہر لا کر چھوڑ دیا۔ [جاتے وقت] انھوں نے کہا کہ آٹھ دن کے بعد فلاں وقت ہم یہاں آئینگے تم یہاں موجود رہنا۔ میں آ کر اپنے اہل و عیال سے ملا اور اس وعدے کو دل سے بھلا دیا پھر قدرت خداوندی سے وعدے کا ایفا مجھے نصیب نہ ہوا۔ اب اس بات کو طویل عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن ان لذتوں کی یاد آج بھی دامن دل کو [اس طرف] کھینچ رہی ہے اور مجھے حیرت میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔ لیکن اب وقت ہاتھ سے جا چکا ہے"۔ کہانی کو یہاں تک بیان کرکے انھوں نے کہا کہ اگر میری یہ کہانی سچی ہے تو خداوند تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی تکلیف دفع کرے! قدرت الہیٰ سے جام جرار، جو کہانی کے شروع ہوتے ہی [تکلیف میں] فرق

www.maktabah.org

محسوس کر رہا تھا بالکل اچھا بھلا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور خدا کا شکر اور میری تعریف کرنے لگا ۔

مجذوبان سالک کے بیان میں

چونکہ اس گروہ کے کافی بزرگوں کا مذکورہ بیانات کے ضمن میں مختلف مقامات پر ذکر ہو چکا ہے اور یہ گروہ اہل ظاہر کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے جن میں سے چند کو بہت کم لوگ جانتے ہیں اس لئے یہاں چند ناموں پر [۶۲۵] اکتفا کی جاتی ہے ۔ اگر کوئی عزیز اس میں اضافہ کرے گا تو شکریہ کا مستحق ہوگا ۔

وطایہ ۔ یہ مجذوب اور سالک کامل اپنے وقت کے مجذوبوں میں بڑے اہل معرفت ہو گذرے ہیں ۔ ان کے بلند مرتبے کا کچھ ذکر مخدوم حمزہ واعظ کے بیان میں ہو چکا ہے ۔ انھی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ شریعت ، طریقت کے زیرناف ہے ۔ یعنی جس طرح مرد کی بلوغت کی نشانی زیرناف ہوتی ہے اسی طرح شریعت کی پابندی مرد سالک کو راہِ طریقت میں بالغ بناتی ہے ۔

مجذوب مٹو ۔ یہ مجنونوں کے گروہ میں ممتاز ، غیب سے واقف اور راہ یقین کے رہنما تھے ۔ کہتے ہیں جب ملا محمد جہانگیری نے انتہائی مفلسی سے مجبور ہو کر حضور میں (جہانگیر کے دربار میں) حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کیا تو مکلی کے مزارات سے رخصت ہونے کے لئے اس طرف گیا ۔ حسنِ اتفاق سے واپسی پر اس نے دیکھا کہ پہاڑی کے دامن

www.maktabah.org

میں وہ (مجذوب مٹو) ایک دوسرے مجنون کے ساتھ ایک لاش کے گرد کھڑے ہوئے ہیں اور دونوں اس (لاش) کے پیٹ سے کوئی چیز نکال کر کھا رہے ہیں - مٹو مجذوب کی نظر جب اس ملا پر پڑی تو اس لاش کے کیڑوں کی ایک مٹھی بھر کر وہ اس کی طرف دوڑے اور آتے ہی اس کے منہ میں انہیں ڈال کر کہنے لگے کہ کھاجا - ملا پر بھی بخت مہربان تھا اور وہ اس گروہ کا بے حد معتقد تھا چنانچہ بغیر کسی کراہت اور جھجھک کے وہ ان کیڑوں کو چبانے لگا - یہ حال دیکھ کر دوسرا مجذوب بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا "اے مٹو! شاید دونوں جہاں ملا کو عطا کر رہے ہو"؟ یہ کہہ کر دونوں ہاتھوں سے ملا کے جبڑوں کو کھول کر باقیماندہ کیڑے جنھیں وہ نہیں نگل پائے تھے جبراً منہ سے نکال لئے - انہی کیڑوں کے کھانے کی برکت سے [جہانگیر کے] حضور میں پہونچ کر ملا مشہور مرتبے پر فایز ہوا - [۶۲۶]

وٹو - یہ مجذوب سالک اور صاحب یقین مذکورہ مٹو کے ہمعصر تھے - ان کا کل حال کرامتوں سے بھرپور ہے - کبھی کسی سے گفتگو نہ کرتے تھے - حاجت مند [محض] ان کی حرکات و سکنات سے اپنے مطلب کا نتیجہ اخذ کرلیا کرتے تھے اور جیسا سمجھتے تھے ویسا ہی ہوا کرتا تھا - ایک دن انہیں کسی گاؤں کے قریب [لوگوں نے] بھاگتے ہوئے دیکھا لیکن کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ کیوں بھاگ رہے ہیں - تقدیراً جلد ہی نہمردیوں کی ایک فوج اس گاؤں میں نازل ہوئی اور بے خبری کی حالت میں [اس نے] گاؤں والوں کو قتل و

www.maktabah.org

غارت کیا ۔

کانن مجذوب ۔ ان کے بزرگ لوهار تھے۔ یہ خود کو طلب کی بھٹی میں تپا کر صحراؤں میں وقت گذارا کرتے تھے ۔ کبھی کبھی جب وہ رات یا دن کے وقت کسی گاؤں میں آ نکلتے تھے تو وهاں کے لوگوں کو ضرور کسی نہ کسی قسم کی خوشی پہونہچتی تھی چنانچہ کتنے هی لوگ انھیں اپنے گاؤں میں آنے کی دعوت دیا کرتے تھے لیکن جب تک خود بخود ان کے دل میں وهاں جانے کا خیال نہ پیدا هوتا تھا وہ قبول نہ کرتے تھے ۔ سائل کا جواب اگر جی چاهتا تھا تو کبھی کسی سندھی بیت میں دے دیا کرتے تھے جو تقدیر سے بالکل پورا اترتا تھا ۔

مجذوب موٹو ۔ یہ اپنے وقت کے ایک مشہور و معروف مجنون تھے ۔ کہتے هیں کہ ٹھٹے کے حاکم کو نہمردیوں کی قوم کو نصیحت دینے کے لئے کوهستان جانا پڑا ۔ حقیقت حال دریافت کرنے کی غرض سے وہ انهیں پہاڑ کے دامن میں تلاش کرنے لگا ۔ بالاخر ایک گروہ نے انهیں خسرو خاں کے تالاب کے قریب پا لیا ۔ انهوں نے دیکھا کہ مجذوب درخت کی ایک شاخ پر سوار هوکر اسے چابک لگا رهے هیں اور کہہ رهے هیں کہ اے درخت تجھ پر ایک [شخص] سوار هے تجھ میں اس کی طاقت هے کہ نہیں ۔ اچانک درخت کی ایک موٹی شاخ ٹوٹ کر زمین پر آ رهی ۔ وہ درخت سے اتر آئے اور اس گروہ کی [۶۲۷] طرف منہ کرکے کہنے لگے کہ اس درخت کی یہی [ایک] بڑی شاخ تھی کہ جسے میں نے سوار هوکر توڑ دیا

www.maktabah.org

ہے ۔ حاکم کے لوگ اس سے نیک فال لے کر واپس چلے گئے ۔
حسن اتفاق سے جب وہ حاکم سوار ہوکر دشمن کے گاؤں میں
پہونچا تو اچانک ان کا سردار مر گیا ۔ سارے گاؤں سے کوئی
شخص مقابلہ کرنے کے لئے باھر نہ نکلا اور ان سے جو کچھ بھی
کہا گیا وہ انھوں نے قبول کرلیا ۔ اسی طرح جسے بھی کوئی
مشکل در پیش آتی تھی وہ اس مجذوب کی گفتگو سے شگون
لے کر اپنے مقصد کی راہ پاتا تھا ۔

مجذوب صابر ۔ یہ ذات کے دھوبی سنے جاتے ھیں ۔ عجیب
حال کے مالک تھے ۔ لوگوں کے دروازے پر جا کر خود ھی آواز
لگاتے تھے اور جیسا کہتے تھے ویساھی ھوا کرتا تھا ۔

مجن ۔ یہ خود سے بے خبر سالک تھے ۔ جب بھوک لگتی
تھی تو جو کچھ بھی زمین پر نظر آتا وہ کھا لیا کرتے تھے ۔
لوگ دل میں منتیں مانگ کر بہترے کھانے ان کے سامنے لے
جایا کرتے تھے اور یہ جس کی بھی چیز قبول کرلیتے تھے اس
کی مرادیں ضرور پوری ھوا کرتی تھیں ۔

شاکر ۔ یہ ایک مست مخدوم زادے ھیں ۔ [زیادہ تر]
خاموشی میں اپنا وقت گذارا کرتے تھے ۔ جس کسی پر ناراض
ھوکر کچھ کہتے تھے وہ تقدیر کے عین مطابق ھوا کرتا تھا ۔

ملوک ۔ یہ ایک مخدوم کامل اور صاحبِ حال بزرگ
تھے ۔

حبیب شاہ ۔ یہ ڈاھری قوم کے فرد ھیں ۔ ابتدا میں ان کے
والدین نے اچھی حالت میں ان کی شادی کی ۔ لیکن شب عروسی
میں بیوی سے ایک صحبت کے بعد وہ غائب ھوگئے اور بارہ سال

www.maktabah.org

بعد مستوں کی وضع میں سروپا برھنہ شہر میں واپس آئے ۔ زیادہ تر وہ پیر منبہ میں وقت گذارا کرتے تھے ۔ [۶۲۸] دلوں کے رازسے وہ بےحد واقف تھے اور سائل کے، مقصد بیان کرنے سے پہلے ھی ، وہ شافی جواب دے دیا کرتے تھے ۔ کبھی کبھی وہ کسی شخص سے کوئی چیز مانگ لیا کرتے تھے جو اس شخص کے پاس ضرور ھوا کرتی تھی اور وہ دے دیا کرتا تھا ۔ ایک دن میر حیدرالدین ابو تراب کامل امیر خانی کے ساتھ وہ کھانا کھا رہے تھے ۔ روٹی کے ساتھ مچھلی کا سالن بھی تھا ۔ میر مذکور نے مچھلی کا کچھ حصہ کھانا چاھا لیکن انھوں نے اسے روک دیا ۔ پھر جب ان کی نظر دوسری طرف ھوئی تو میر نے مچھلی کا ایک ٹکڑا توڑ کر منہ میں ڈال لیا لیکن فوراً ھی انھوں نے وہ ان کے منہ سے نکال لیا اور باقیماندہ مچھلی اٹھا کر باھر پھینک دی ۔ وھاں ایک بلّی بیٹھی ھوئی تھی اس نے اسے کھایا اور تڑپ کر ٹھنڈی ھوگئی ۔

ایک دن میر محمد عطا امیر خانی کی ڈیوڑھی پر وہ بغیر بلائے آئے اور آکر چادر تان کر سو رھے ۔ تین دن اور تین رات تک وہ مسلسل ویسے ھی سوتے رھے اور کروٹ تک نہ بدلی سید عبداللطیف "تارک" (بھٹائی) اس ڈیوڑھی کے بالاخانہ پر ٹھیرے ھوئے تھے انھوں نے مجذوب کی نیند کا یہ حال سنا تو نیچے آئے اور ان کے سرھانے بیٹھ کر فرمایا کہ "اے دیوانے ! یہ نیند تجھے کہاں سے نصیب ھوئی جو کچھ تجھے اس نیند میں حاصل ھے وہ ھمیں بیداری میں بھی حاصل نہیں"۔

www.maktabah.org

نادر شاہی مغلوں کی آمد کے زمانے میں وہ شہر سے غائب ہوگئے اور پھر پتہ نہ چل سکا کہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہوگئے -

عبدالقدوس - یہ عدلائی مخدوموں میں سے ہیں - ان کی عجیب حالت رہا کرتی تھی - خاموشی کے ساتھ گھومتے رہتے تھے اور بھنگیوں سے لوگوں کے پاخانے صاف کرایا کرتے تھے - باوجودیکہ انھوں نے ایک دن بھی شہر سے باہر قدم نہ رکھا تھا اور ہر روز لوگ انھیں [یہیں] دیکھتے تھے لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے ، جو بیت اللہ کی زیارت کو گئے ہوئے تھے ، انھیں وہاں دیکھا تھا - بعض معتبرین کا تو اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ وہ ہر روز صبح کی نماز میں بیت اللہ کی جماعت میں حاضر ہوا کرتے تھے - [۶۲۹]

مجذوب عنایت - یہ ، مجذوب سالکین کے سلسلے میں ، باخبر تھے - ان سے بہت سی کرامتیں صادر ہوا کرتی تھیں اور ان کے توسل سے کتنے ہی حاجتمندوں کی مرادیں پوری ہوتی تھیں -

سید قاسم - یہ راہِ حق کے ایک بیخود سالک تھے - مدت تک جامع فرخ کی محراب کی عقبی اراضی پر رہا کرتے تھے - ان سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوا کرتی تھیں -

مجذوب سناسی - یہ عجیب مجذوب اور بیخود سالک تھے - مادر زاد برہنہ گھوما کرتے تھے اور زبان سے کچھ کہتے بھی رہتے تھے جو کسی کی بھی سمجھ میں نہ آتا تھا - کبھی کبھی کسی شخص پر توجہ فرماتے تھے تو خلوت میں اسے

www.maktabah.org

تسلی دیا کرتے تھے اور کتنی ہی مشکلیں حل فرمایا کرتے تھے۔ نادر شاہی مغلوں کی آمد کے زمانے میں وہ غائب ہوگئے تھے۔

نور شاہ۔ یہ ہندوستانی ہیں۔ ان سے عجیب اسرار کا مریدوں کے مشاہدے میں آنا سنا جاتا ہے۔ قصہ مختصر، مجذوبوں کی وضع میں یہ ایک باخبر دانا تھے اور گدائی پر گذارہ کرتے تھے۔ ان کی گفتگو اکثر مہمل ہوا کرتی تھی لیکن فی الحقیقت بہتوں کو فیض پہونچاتی تھی۔ جذبے کی حالت میں نیک کرامتوں کا ظہور ان کی یادگار ہے۔

بولو کھیدو۔ یہ اپنے وقت کے مشہور مجذوب سالک ہیں۔ لوگ ان کے بڑے معتقد ہیں۔ ان سے بہت سی کرامتیں دیکھی گئی ہیں۔ حال ہی میں حاجی بانکی کی درگاہ پر انھوں نے دیا لے کر قبر پر گرادیا تھا اس پر ایک ماہی فروش نے انھیں گالیاں دے کر سر زنش کے لئے پیر سے جوتا اتارا۔ انھوں نے غصے میں آکر کہا کہ "اے کلامی، گردن زدنی" اسی روز اس شخص کی زبان سے ایسا کلام صادر ہوا جس کی وجہ سے جلد ہی اس کی گردن اڑا دی گئی۔ [۶۳۰]

مجذوب دوسو۔ یہ کبھی با ہوش اور کبھی مدہوش رہا کرتے تھے۔

یارو اور پارو۔ یہ دونوں صاحبانِ حال مجذوب ہو گذرے ہیں۔

مجذوب جیو۔ یہ بھی بڑی مستیوں کے مالک اور فیض بخش

www.maktabah.org

مجنونوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

چھٹو۔ یہ مجذوب، سالکین میں سے ہیں۔ ایک بڑی جماعت ان سے ارادت رکھتی ہے۔ اگرچہ یہ ہر ایک آدمی سے نہیں ملا کرتے لیکن ان سے کبھی کبھی بڑی کرامتیں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔

مجذوب لونگ۔ کہتے ہیں کہ یہ باشندگان موضع ہنی میں سے ہیں۔ جب یہ مادر شکم میں تھے تو ان کے والدین حج کو گئے تھے۔ تقدیراً ان کی والدہ دو ماہ کے حمل سے فوت ہوگئیں جنھیں دفن کر دیا گیا اور ان کے والد وہیں رہ گئے۔ دو سال کے بعد کوئی شخص ان کی والدہ کی قبر کے قریب سے گذرا تو اسے ایک بچہ قبر سے نکلتے اور اسے دیکھ کر پھر قبر میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ اس شخص نے جب کئی مرتبہ یہ حال دیکھا تو اس نے اس کی تحقیق کی۔ اسے معلوم ہوا کہ قدرت الٰہی سے ایک فوت شدہ عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کی دو انگلیوں میں دو سوراخ ہیں جن سے وہ دودھ پی رہا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح ان کے والد انہیں گھر لے گئے۔ بڑے ہونے پر وہ مجذوب ہوگئے اور حال و کرامت کے مالک ہوکر مستوں کی مانند زندگی گذار رہے ہیں۔ وہ کسی شخص کی جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ بعض حاجتمند [البتہ] ان سے کبھی کبھی فیض پاتے رہتے ہیں اور مریدوں کی سی روش رکھتے ہیں۔

لائق ڈنہ۔ یہ ایک صاحب حال مجذوب ہین۔ ان کے

www.maktabah.org

عجیب حالات دیکھ کر لوگ ان کے بڑے معتقد ہوگئے ہیں۔
یہ اکثر لوگوں کے دلوں کا حال بیان کرتے اور ان کی خفیہ
مشکلات حل کیا کرتے ہیں۔ [۶۳۱]

www.maktabah.org

چھبیسواں باب

خاتمہ : ٹھٹہ اور سندھ کا مغربی کوھستانی علاقہ اور وھاں کے بزرگ

حالانکہ عجائبات کوھستان بے شمار ھیں لیکن ان حروف کا جامع (میر قانع) نمونے کے طور پر [اس] انبار کی ایک مٹھی پیش کرتا ھے تاکہ جس طرح دوسری آبادیوں کے حالات بیان ھو چکے ھیں اسی طرح کوھستان کی کچھ حقیقت بھی معلوم رھے۔ اس کے بعد جسے اضافے کی توفیق ھو وہ فائدہ سے خالی نہ ھوگا۔

کوہِ مہر

اس کے گرد و نواح میں ایک بہت بڑا پہاڑ ھے جس کی ایک بڑی چٹان سے قدرتی طور پر ایک حجرہ جیسی عمارت بن گئی ھے اس میں سے قطرہ قطرہ ھوکر پانی ٹپکتا رھتا ھے اور نیچے ایک چھوٹے حوض میں جمع ھوتا رھتا ھے۔ یہ پانی ایک ایک قطرے کی شکل میں مسلسل ٹپک کر حوض میں

www.maktabah.org

تقریباً ڈیڑھ مشک [کی مقدار میں] جمع رہتا ہے نہ اس سے
کبھی بڑھتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ ایک بڑی بستی کے لوگوں
اور مویشیوں کی سیرابی اسی پر منحصر ہے۔ یہ پانی اصل میں
کہاں سے آتا ہے اس کی کوئی خبر نہیں۔

اس حجرے کے ایک گوشے میں ایک دیگ اٹک رہی ہے۔
مشہور یہ ہے کہ یہ جنات کی بنائی ہوئی ہے اور بعض افراد کے
اعتقاد [۶۳۲] کے مطابق اس میں خزانہ ہے۔ لیکن کسی انسان
کا دست کوشش اس تک نہیں پہونچ سکا اس لئے حقیقت کا
علم نہیں ہو سکا۔

کوہ مہر کے قریب بالائی پہاڑوں سے پانی کا ایک نالہ
بھی نیچے تک بہتا ہے اور نشیبی پہاڑ پر ایک گپھا بنی ہوئی
ہے جس میں متعدد کھمبے ہیں۔ اور اسی میں پتھر کا ایک
حوض بن گیا ہے جس میں ہمیشہ کمر برابر پانی اور کبھی کبھی
آدمی کے سر سے ایک دو ہاتھ زیادہ پانی موجود رہا کرتا ہے۔
کوہستانی باشندوں کا عقیدہ ہے کہ یہ جنوں اور دیووں کا
بنایا ہوا ہے۔

کوہ مہر پر اس کے علاوہ پتھر کے تین حوض اور بنے ہوے
ہیں جو ہمیشہ بارش کے پانی سے ابریز رہا کرتے ہیں۔ ان کا
پانی بڑا شفاف اور میٹھا ہوتا ہے۔ اس پہاڑ پر لوگ مشکل
ہی سے جا پاتے ہیں کیونکہ اس کا راستہ بڑا خطرناک ہے۔

کوہ پب

یہ مقام صفا و حضور ہے۔ اس پر آم اور انجیر کے خود رو
بے شمار درخت ہیں۔ درۂ رائینک میں دو صاف حوض ہیں

www.maktabah.org

جن کا عمق بے انتہا بیان کیا جاتا ہے ۔ وہاں ایک کامل ولی اللہ شاہ بلاول کی درگاہ دعا کنندوں کی قبولیت گاہ اور زنگ آلود دلوں کی جائے جلا مشہور ہے ۔

اسی پہاڑ کے ایک ٹیلے پر تقریباً چار پانچ رہٹوں جتنا پانی رسا کرتا ہے جس پر کیلے ، آم ، ناریل اور انار کے کثیر درخت ہیں ۔

لاہوت

کوہ لب میں یہ عجیب مقام ہے ۔ پہاڑ کے اندر ایک قدرتی حجرے میں کھڑکی بنی ہوئی ہے جس میں پتھر کے دو کڑے (حلقے) بنے ہوئے ہیں ۔ درویشوں نے ان میں رسے باندھ دیئے ہیں جنہیں [۶۳۳] تھام کر اندر جاتے ہیں ۔ اندر ایک کمرہ سا ہے جس کی چھت گائے کے تھنوں کی شکل کی ہے ۔ مشہور ہے کہ قدیم زمانے میں ہر تھن سے دودھ ٹپکا کرتا تھا ۔ آج کل ان میں سے چند پانی کے قطرات ٹپکا کرتے ہیں ۔ ہر تھن کے نیچے پتھر کے فرش پر چھوٹے چھوٹے گول گڑھے سے بن گئے ہیں جو ہمیشہ پانی سے بھرے رہتے ہیں ان میں نہ تو پانی کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ ۔

اس کمرے کے اندر ایک غار ہے جس کا راستہ بنا ہوا ہے اور اس کی کوئی انتہا یا حد نہیں ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس راہ سے ڈھائی دن کے عرصے میں حجاز کی سر زمین تک پہونچا جا سکتا ہے ۔ کچھ لوگ سات دن کہتے ہیں ۔ قدیم زمانے میں درویشوں نے اس راستے کی سیر کی ہے ۔

اسی کمرے میں ایک طشت کا سا پتھر بھی رکھا ہوا ہے ۔

www.maktabah.org

کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں اہل اللہ میں سے چالیس فقرا تل کا ایک دانہ اس میں پیس کر سب کے سب شکم سیر ہوئے تھے -

منگھ کا طوق

یہ مشہور پہاڑ ہے - حاجی منگھا نامی ایک اہل اللہ بزرگ شیخ بہاؤالدین ملتانی کے ہمعصر یہاں مدفون ہیں - یہ مقام بزرگوں اور صاحب توفیق با ہدایتوں کے لئے حضور، صفا اور دعاؤں کی مقبولیت کا مقام ہے - اسی وجہ سے یہ پہاڑ "طوقِ منگھ" کے نام سے مشہور ہے - پہاڑ کے دامن میں ایک حوض ہے جس میں تقریباً دو بَرسوں جتنا گرم پانی رہتا ہے - اس میں "مور" نامی ایک مگرمچھ رہتا ہے اور ایک کے مرنے کے بعد دوسرا اس کی جگہ لیتا رہتا ہے اور اسے بھی اسی لقب سے پکارا جاتا ہے - عقیدت مند لوگ بھیڑ اور بچھڑوں جیسے نذرانے لا کر وہاں قربان کرتے ہیں اور گوشت کا پہلا "مور" کے سامنے پیش کرتے ہیں اگر وہ اسے کھا لیتا ہے تو نذرانہ قبول [سمجھا جاتا ہے] اور اگر نہیں کھاتا تو [نا پسند مانا جاتا ہے] - [۶۳۴]

اسی حوض کے برابر ایک اور چشمہ ہے - دونوں چشموں کے درمیان میں ایک پتھر ہے - اگر گرم حوض کا پانی اس پتھر پر گرا کر نیچے کسی برتن میں روکا جائے تو وہ بڑا ٹھنڈا محسوس ہوگا - ان دونوں چشموں کا پانی زیادہ تر ایک ہی گڑھے میں جاتا ہے جس میں ہزاروں مگرمچھ رہتے ہیں - اس کے دونوں جانب باغات ہیں -

www.maktabah.org

ان چشموں کے قریب ایک پتھر کا کنواں بنا ہے۔ اس کا پانی مذکورہ دونوں [چشموں کے] پانی سے مختلف، نہایت ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔ اس کنویں میں بھی ایک مگرمچھ رہتا ہے جسے "منج" کہتے ہیں۔ اس کنویں کو حاجی "منگھا کا لوٹا" کہتے ہیں۔

حاجی منگھا کے پہاڑ میں مخدوم لعل شہباز کی "کندری" (بیرا کن) نامی ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر خوشگوار باغات اور درویشوں کے پر سکون تکئے ہیں۔

تاریخ

شکرِ خدا کہ تذکرۂ تحفة الکرام
اندر سہ جلد یافتہ تزئین اختتام
ہر جلدِ او ست روضۂ اخبارِ دلکشا
نظارگیش مفت شود دیدہ شاد کام
"قانع" اگرچہ نیست سزاوارِ ذکرِ خیر
لیکن بفیضِ اہل خبر یافت این مرام
باشد کنند اہلِ دلش یاد بعدِ مرگ
یعنی کہ یادگارِ نکو ماند مستہام [۶۳۵]
سالِ تمامیت چو نمود از خرد سوال
"اینک چہ منتخب" ز دل آمد مرا پیام
۱۱۸۱ھ

*　*　*

شکر خدا کہ یافتہ تزئین انتخاب
"این تحفة الکرام" بآذین انتخاب

www.maktabah.org

سال تمامیت چو نمودم ز دل سوال
هاتف زده ندا که "نو آئین انتخاب"
۱۱۸۱ھ

[۹۳۶]

تم تم
تم

-*○✱○*-

www.maktabah.org

فہرست اسماء کتب

وہ کتابیں جن کے مصنف نے حوالے دیئے ہیں

[ذیل میں دیئے گئے صفحات کے لمبر وہ ہیں جنہیں اس اردو ترجمہ میں مربع قوسین میں دیا گیا ہے]

—*○✱○*—

www.maktabah.org

فہرست اسماء الرجال و قبائل

[فہرست کتب کی طرح اس فہرست میں دیئے گئے صفحات کے نمبر بھی وہی ہیں جنھیں ترجمہ میں مربع قوسین میں دیا گیا ہے]

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ب

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ت

ٹ

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

چ

ح

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ز

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ش

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ص

ض

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

غ

www.maktabah.org

ف

www.maktabah.org

ق

www.maktabah.org

ک

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

م

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ن

www.maktabah.org

www.maktabah.org

و

www.maktabah.org

www.maktabah.org

فہرست اسمائے اماکن

[ذیل کی فہرست میں دیئے گئے صفحات کے نمبر بھی وھی ھیں جنھیں اس اردو ترجمہ میں مربع قوسین میں واضح کیا گیا ھے]۔

الف

www.maktabah.org

www.maktabah.org

پ

ت

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

ش

ط

www.maktabah.org

www.maktabah.org

گ

www.maktabah.org

ل

م

www.maktabah.org

www.maktabah.org

و

ھ

ی

www.maktabah.org

سنڌي ادبي بورڊ پاران شايع ٿيل ڪجھ ڪتاب

ڪتاب	ليکڪ / مترجم	قيمت
عالمي تاريخ جو مختصر خاڪو	پروفيسر وي.آي.رينوف ڊاڪٽر نبي بخش قاضي	260/=
سنڌ- هڪ عام جائزو	ايچ. ٽي. لئمبرڪ/مترجم: سليم احمد	120/=
سنڌ مسلمانن جي فتح کان اڳ	ايچ. ٽي. لئمبرڪ/سومار علي سومرو	160/=
لُبِ تاريخ سنڌ	خان بهادر خداداد خان مترجم: حافظ خير محمد اوحدي	100/=
ڳالهيون منهنجي سنڌ جون	پير حسام الدين راشدي مترجم: غلام محمد لاکو	100/=
سنڌ جي فتح [ڀاڱو - 1]	ميجر جنرل ڊبليو. ايف. پي نيپيئر مترجم: سومار علي سومرو	120/=
سنڌ جي فتح [ڀاڱو - 2]	ميجر جنرل ڊبليو. ايف. پي نيپيئر مترجم: سومار علي سومرو	120/=
ٿر ۽ پارڪر جو احوال	ايس - اين رئڪس مترجم: ڊاڪٽر نواز علي شوق	80/=
تَرخان نامو	سيد مير محمد بن سيد جلال ٺٽوي مرزا عباس علي بيگ	125/=
مير محمد معصوم بکري	سيد حسام الدين راشدي	260/=
مڪلي نامه	سيد حسام الدين راشدي	200/=
تازن معرڪن جي تاريخ	منشي عطا محمد شڪارپوري مترجم: حڪيم نياز همايوني	470/=
ٺٽي جا ڪاتب	محمد عبدالغفور مترجم: عطا محمد ڀنڀرو	120/=
ٺٽي جا قديم اسلامي يادگار	ڊاڪٽر احمد حسن داني مترجم: عطا محمد ڀنڀرو	260/=
فتح نامه سنڌ عرف چچ نامو	علي ڪوفي/مُترجم مخدوم امير احمد محقق ۽ مصحح: ڊاڪٽر نبي بخش خان بلوچ	225/=
تاريخ ريگستان [ڀاڱو - 1]	رائچند هريجن	170/=
تاريخ ريگستان [ڀاڱو - 2]	رائچند هريجن	225/=

www.maktabah.org